علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا
و فورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مثاکر آپ کو عثماں یہی کہتا ہے ہر اک سے
کوئی بابِ نجفؑ کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

سید صمصام شیرازی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر — مقام اشاعت:- چادر گھاٹ ٹیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۵ — روز جمعہ — ۴ نومبر ۱۹۶۰ء — ۱۴ جمادی الاول ۱۳۸۰ھ — شمارہ (۱)

غزل

(مطلع) پھولوں کی بو بسی ہوئی بادِ سحر میں ہے
گلزار کی یہ شکل بھی میری نظر میں ہے

کس کی طرف سے آتا ہے معلوم ہی نہیں
مژدہ بھی انبساط بھی دیکھو خبر میں ہے

جلوہ مثالِ مہر نمایاں ہے ہر طرف
کیسی نبیؐ کی شان بھی یہ بحر و بر میں ہے

بیعت یہ کی جاتی ہے ہر مغاں کی آج
مستی بھی اور کیف بھی صہبا تر میں ہے

اڑتی ہے مثلِ بوئے چمن گل کے سامنے
پرواز آج کیسی یہ بلبل کے پر میں ہے

رہ رہ کے جو کھٹک کہ ہوا کرتی ہے مدام
الفت بھری ہوئی مرے قلب و جگر میں ہے

نوروز کہتا جاتا ہے سبزہ اُگا کے آج
رنگِ گلِ بنفشہ بھی دیکھو شجر میں ہے

کہتی ہے آج فصلِ بہاری چمن سے بھی
کیسا یہ ذائقہ بھی تو آیا ثمر میں ہے

کرکے نظارہ دورِ جہاں کا بھی آنکھ سے
ہر شخص آج دیکھ لو خوف و خطر میں ہے

(مقطع) عثماں جہاں یہ کہتا ہے ملتی نہیں مثال
کیسی علیؑ کی شانِ ولایت نظر میں ہے

(آمدہ از نذری باغ)۔

مرقوم ۲ نومبر ۱۹۶۰ء

15(1-9)
نومبر-دسمبر
1960

اصل وجوہ رضیہ بیگم سابقہ مطلقہ زوجہ جونیئر پرنس

(نذری باغ میں آنے کے بعدِ دو سالِ طلاق)

فرمایا جہاں تک میرا خیال ہے (وہ بھی یقین کی حد تک) وہ یہ ہے کہ اس دو سال کے دوران میں یہ چاہتی تھی (بلکہ اس سے قبل ابتدا ہی سے اس کے متمنی تھے) کہ کسی نہ کسی طرح سے مونٹ پلیزنٹ میں پھر اس کی رسائی ہو جائے باوجود طلاق بائن جو یہ واقعہ اخبار نظام گزٹ میں طبع ہو کر شیرازیں ریکارڈ پر ہے مگر جبکہ اس کو اپنی خواہش کی تکمیل ہوتے نظر نہیں آئی تو بہادر حسین مُفسد کے لائے ہوئے چٹھیاں (جن پر جو تاریخ درج ہے اُس کے رُو سے تین ماہ بعد بالمشافہ میرے سامنے پیش کی جبکہ کئی بار اپنی لڑکیوں سے ملنے نذری باغ آئی تھی (یعنے کم سن صاحبزادیاں جونیئر پرنس) اسی سلسلہ میں جب علی پاشاہ ان چٹھیوں کو لیکر جونیئر پرنس کو بتانے مونٹ پلیزنٹ گئے تو وہ دیکھ کر اپنے فرستادہ ہونے سے انکار کئے کہ نہ ان پر ان کی دستخط تھی اور نہ یہ ان کا قلم تھا بلکہ کہے کہ بہادر حسین مُفسد نے اپنے طرف سے لکھکر جلبِ منفعت کے خاطر رضیہ بیگم کے ہاں لیگیا تھا جو کہ ایک حد تک صحیح تھا مگر اسی سلسلہ میں معلوم ہوا جونیئر پرنس سے کہ حال میں رضیہ بیگم کا بھائی جعفر حسین جو کہ معمر شخص ہے ۴۵ سال کا وہ ماؤنٹ پلیزنٹ گیا تھا رضیہ بیگم کے طرف سے زبانی درخواست لیکر کہ جونیئر پرنس اُس کا قرضہ (صمــــ۵۰۰۰ــــ روپے) کا جو ہوا تھا اس کو ادا کر دیں۔ مگر اس کا انہوں نے جو جواب نفی میں دیئے تھے وہ یہ تھا کہ بعد طلاق کسی قسم کا تعلق اس سے باقی نہیں تھا۔ اس لئے مزید کوئی امداد رضیہ بیگم کو نہیں دے سکتے اس کے سوا یہ بھی کہا کہ میرے بیچ میں آنے سے اُنہوں نے بعد طلاق اس کا اذوقہ ماہانہ (۱۰۰ر) مقرر کئے تھے اپنے ٹرسٹ معظم جاہ سے ورنہ اگر میں بیچ میں اُن سے سفارش نہ کرتا تو ان کا ارادہ دو تین سو سے زائد اذوقہ مقرر کرنے کا نہیں تھا (معظم جاہ ٹرسٹ سے)

الغرض امداد قرضہ سے مایوس ہو کر وہ پھر نذری باغ کی پناہ میں آنا چاہی (حالانکہ بعد طلاق یہاں کے قیام کرنے پر راضی نہیں تھی) یہ کہیوں تو اس کا قرضہ (للعمــ۴۰۰۰ــ روپے) نذری باغ خود اپنے طرف سے ادا کر دیگا تو پھر ادائے قرضہ میں اس کے مقررہ اذوقہ میں کمی نہ ہوگی اور مثل سابق اپنے قرابتداروں کے جیب بھرتی رہیگی مگر جبکہ اس کی یہ اُمید بر نہ آئی تو یہاں قیام کرنا بے سُود سمجھکر یہاں سے روپوش ہو گئی۔ یہ تھے اصل حالات اس کھیل کے جو کہ دن کھیلی تھی۔ اس کے علاوہ یہ چاہتی تھی کہ اس کے کرایہ کے مکان میں جو آزادی حاصل تھی وہی نذری باغ میں ملے۔ مگر یہ ناممکن تھا کہ خلاف قاعدہ وضابطہ کسی کو یہ دیجاتی ورنہ دیوڑھی نہیں مثل بازار بن جاتا۔ خلاصہ یہ کہ جب اس کا مقصد پورا نہیں ہوا تو یہاں قیام بیکار سمجھکر چلے گئی۔ مگر نذری باغ جو کچھ اس عورت کا کردار سمجھنا تھا سمجھ گیا۔ بقول۔ الخیرُ فیما وقع۔

مرقوم یکم نومبر سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

تصدیق بیان جو نیر پرنس متعلق رضیہ بیگم سابقہ مطلقہ زوجہ

(بتوسط علی پاشاہ و سکریٹری دفتر ٹرسٹ)

فرمایا مجھ سے علی پاشاہ نے جو کچھ کہا تھا (جبکہ بچّہ کے ذریعہ ماؤنٹ پلیزنٹ سے میرے ہاں جواب آیا تھا اسی مسئلہ سے متعلق جبکہ رضیہ بیگم از خود خوشی سے نذری باغ سے اپنے کرایہ کے مکان کو چلا گئی تھی گزشتہ یوم شنبہ) اسکی تصدیق کرنے کیلئے کہ وہ جو اب کہاں تک صحیح تھا تو میں نے بچہ کے ہمراہ خان بہادر تارا پور والا کو بھیجا تھا تو جونیر پرنس نے اپنے جواب مسئلہ کی تصدیق کی۔ اور کہا کہ یہ عورت ہرگز نذری باغ میں رہنے کے قابل نہیں تھی اور مجھے جو شبہ تھا چند ہی دن میں رجوع ہو کر سامنے آیا۔ اور یہ بھی کہے کہ میں نے کیا نہ کچھ سلوک اس کے ساتھ کیا تھا۔ اور اس کی وجہ سے ملک میں میری بدنامی ہوئی تھی۔ مگر نتیجہ جو نکلنا تھا وہ آخر ظاہر ہو کر نکلا چنانچہ یہی وجہ تھی کہ میں نے اس کو طلاق دیکر ماونٹ پلیزنٹ سے نکالا جس کو دو سال کا عرصہ ہوتا ہے یہ سمجھکر کہ اس کے ساتھ میرا نباہ نہیں ہوسکتا اور یہ عورت حریص و لالچی ہے کہ اپنے قرابتداروں کا جیب گرم کرتی رہتی ہے اور میں نے جو کچھ اس کو از قسم پارچہ و زیور جڑاوی و طلائی و نقرئی چیزیں دیا تھا اس کو بیچ کھائی اور ہاتھ خالی کا خالی رہا۔ اور اس کا یہ بیان کہ لڑکیوں کی سالگرہ پر نقد رقم میرے ہاں بھوائی تھی غلط ہے کہ میرا یہ پوزیشن نہیں تھا کہ اس کی اولاد کی پرورشی کے لئے ماہانہ پندرہ ہزار خرچ کرکے قلیل رقم اس سے حاصل کروں۔ الحاصل مجھے افسوس ہے کہ اسکی وجہ سے مجھے ہزاروں روپیہ اٹھانا پڑا مقدمہ بازی میں اور وہ بھی جو کچھ کیا محض میری لڑکیوں کی وجہ سے۔ ورنہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی۔ اور آئندہ بھی کبھی اس کے ساتھ تعلقات نہیں رکھونگا۔ اور میرا قول کہاں تک صحیح ہے آئندہ زمانہ بتائیگا۔ یہ پیام میرے طرف سے میرے باپ کو دیا جائے و بس۔

پس میں نے مناسب سمجھا کہ یہ چند سطور لکھکر شیرآز میں ریکارڈ کرادوں تاکہ آئندہ داشتہ آید بکار ہو۔

مرقوم یکم نومبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

از دستِ نوبہار چہ جامے کشیدہ ام || در جائے پختہ من مئے خامے کشیدہ ام
از بہرِ عفو کارِ معاصی شدہ خجل || در روزِ حشر دستِ امامے کشیدہ ام

(آمدہ از نذری باغ)

میر آزاد تبصرہ متعلق نظام علیؑ خان داماد سرکار

(پسر واصف علیؑ خاں علاقہ صاحبزادگان صرفِ خاص)

فرمایا اس بچے کو نزدیک سے دیکھکر رائے قائم کرنے کا مجھے موقع نہیں ملا تھا۔ تنہائی کی گفتگو کے سلسلہ میں۔ مگر اب چونکہ اس کے عقد دوم سے متعلق اس کا عندیہ مجھے معلوم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی بعض خاص حالات کے تحت کہ یہ معاملہ اس کا ذاتی تھا تو ایک دو مرتبہ اس کا موقع ملا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کے باپ کے بیان کے مطابق اگرچہ اس کی عمر اس وقت ۲۶ سال کی ہے (پیدائش ماہ ڈسمبر ۱۹۳۴ء میں ہوئی تھی) تاہم دکھاؤ میں ۲۲ یا ۲۳ سال کا نظر آتا ہے اس سے زائد نہیں۔ اور چہرہ جاذب نظر ہے اور طبیعت کا بھولا معلوم (Simple minded) ہوا۔ یعنے ممکن ہے کہ کم عمری یا ناتجربہ کاری کی وجہ سے بلا سوچے سمجھے بعض اوقات مذموم حرکتیں کر جاتا ہے۔ تاہم طبیعت میں شر و فساد نہیں ہے۔ اور مزاج میں ایک حد تک غربت بھی ہے۔ بہرحال سابق میں میرے جو کچھ خیالات اس کی نسبت تھے اس میں ضرور کم و بیشی ہوئی ہے اور ایسا کرنے پر میں مجبور تھا وہ بھی ذاتی مشاہدہ کے بعد۔ خلاصہ یہ کہ اگر گاہ گاہ یہ لڑکا (قبل عقد) نذری باغ میں آمد و رفت رکھتا تو یقیناً میری صحبت (Company) یا خیالات (Ideas) سے فائدہ اٹھا کر آج یہ دوسرا نظر آتا۔ بہرحال طبقۂ شرفاء سے تعلق رکھتا ہے جو چہرہ بتاتا ہے۔ اور اس کی والدہ کو میں ایک حد تک جانتا ہوں گو اس کے باپ کو زیادہ جانتا تھا۔ یہ لوگ قدرت نواز جنگ سے قرابت رکھتے ہیں اور سنا ہے کہ حال میں اس کی لڑکی اس بچہ کے بڑے بھائی سے بیاہی گئی ہے۔ خیر یہ معاملہ تو اپنی جگہ رہا۔ مگر بچہ کی صحت کسی قدر گری ہوئی ہے عمر کے تناسب سے اس لئے اس کو ابھرنا چاہیئے تھا۔ مقوی ادویہ کے استعمال سے اور بہتر غذا سے۔ اور پاک و صاف آب و ہوا میں رہ کر جو یہ چیزیں اس کو شومئ قسمت سے حاصل نہیں تھیں۔ چنانچہ اس وقت میری توجہ اس طرف ہے اور اس کے لئے موزوں ازدواجی جوڑہ تجویز کیا ہے اور امروز فردا میں اس کا نتیجہ نظام گزٹ میں طبع ہو جائے گا۔ زیادہ خوشحالی و سرسبزی [illegible] دعبادہ مع عمر طبعی نصیب باد۔ بتصدق نبیؐ و آلہ الامجاد

مرقوم یکم نومبر ۱۹۶۰ء

(دھاورا نذری باغ)

نسبت نظام علیخاں معمر ۲۶ سالہ داماد سرکار بہ بدرالنساء بیگم

معمرہ ۲۲ یا ۲۳ سالہ دختر نذیرالدین عہدہ دار صرفخاص

(لڑکا واصف علیخاں کا ہے علاقہ صاحبزادگان صرفخاص)

فرمایا بعض خاص حالات کے تحت کہ صاحبزادی عصمت النساء بیگم زوجۂ نظام علیخاں کی دماغی حالت کسی قدر درست نہیں ہے۔ اور صحت بیٹھی ہوئی ہے۔ اور قریب میں فرنینڈس کے کلینک میں رحم کا آپریشن ہونیوالا ہے جو کہ سنگین ہے (Serious) مثل سنگین آپریشن وزیرہ بیگم۔ (منکوحۂ دوم سعادت جاہ مقیم مکان گاف) لہذا عقد دوم کا انتظار دو سال تک کرنا قرین مصلحت نہیں تھا۔ لہذا مجبوراً مناسب سمجھا کہ یہ کام بلا تعویق ہو جائے تاکہ مزید پیچیدگیاں مابین تعلقات شوہر و زوجہ نہ پیدا ہوں۔ لہذا ۲۰ر جمادی الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۰ر نومبر ۱۹۶۰ء یوم پنجشنبہ مسجد جودی میں مقرر کر دیا ہے (صبح ۹ بجے) یہ اوسی طریقہ پر ہوگا جیسا کہ مضمون نذری باغ شائع شدہ در نظام گزٹ مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۰ء میں مندرج ہے۔ اور لڑکی بعد عقد محلہ پنڈر گھاٹ میں جدید تعمیر کردہ مکان میں مقیم ہو جائے گی۔ جو ایک عرصہ سے بند خالی پڑا تھا۔ اور یہ قریب میں مکان نظام علیخاں ہے جہاں یہ لڑکا سائیکل پر عندالضرورت آمد و رفت رکھے گا اور گاہ گاہ یہاں شب باشی بھی ہوگی۔ مگر مستقل قیام اس کا اس کے موجودہ مکان میں زوجۂ اول کے ساتھ رہے گا۔ بہرحال چونکہ شریعت اسلام کی رو سے کوئی ممانعت عقد دوم کی نہیں تھی (بلکہ چار زوجہ تک اجازت تھی) اس لئے یہ تقریب تاریخ مقررہ پر انجام پا جائے گی انشاء اللہ جس کا نتیجہ مجھے یقین ہے کہ ہر صورت سے مفید نکلے گا۔ اور ۶ یا ۷ سال سے جو لڑکی مذکور زیر سرپرستی نذری باغ تھی اوس کا ٹھکانہ ہو جائے گا۔ گو اس کے دوسرے بھنیں جو عمر میں اس سے چھوٹی تھیں وہ اس وقت حدود نذری باغ میں متاہل زندگی رکھتی ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔

دیگر۔ لڑکی کی گل پوشی و نتھ لچھا حویلی قدیم میں اسی دن وقت عصر پہنایا جائے گا جیسا کہ اس کی بھنوں کو پہنایا گیا تھا اور نوٹ عقد بہ شکل سیاہ مرتب ہو کر میری دستخط سے دفتر ٹرسٹ میں رکھا دیا جائے گا اور اس کا مقررہ زر مہر معجل ۵۰۰۰ نذر میں دیکر بتوسط دفتر ٹرسٹ اسی دن اس کے نام سے انوسٹ ہو جائے گا تاکہ اس کے انٹرسٹ (موسومہ) سے لڑکی مستفیض ہوتی رہے۔ ماہانہ ۲۵ ۔ علاوہ اذوقہ ماہانہ (مسماۃ) مندرج ٹرسٹ۔ اور اس تقریب کا اختتام بہ احسن الوجوہ ہوگا۔

زیادہ مبارک باشد

مرقوم یکم نومبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

آگاہی برائے وہ اصحاب جو کہ حسب الضرورت نذری باغ میں آمدورفت رکھتے ہیں
(اراکین اسٹاف کو مستثنیٰ کرتے ہوئے جنکی روزانہ یہاں آمدورفت ہے)

فرمایا زمانہ گذشتہ سے یہ میری عادت رہی ہے کہ میرے سامنے یا میری موجودگی میں جو کچھ مختلف مسائل پر روزانہ گفتگو ہوتی ہے تو جس صورت میں اگر اس کی نوعیت خاص ہو یا قابل ریکارڈ سمجھی جائے تو فوراً بعد برخاست صحبت نوٹ لکھکر بہ شکل یادداشت دفتر پیشی میں رکھتا ہوں۔ تاکہ حافظہ سے محفوظ ہو۔ اور پیچھے سے جب اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو نظام گزٹ یا شیراز ہفتہ وار میں درج کرکے منظر عام پر آتی ہے جبکہ یہ معاملات راز کے نہ ہوں (Confidential) خلاصہ یہ کہ نذری باغ میں ہر کام درست طریقہ پر اور قاعدہ مقررہ کے تحت انجام پاتا ہے اور ہر چیز مثل متعلقہ پر موجود رہتی ہے کہ اگر زمانہ گذشتہ کی کارروائیاں ہوں یا زمانۂ حال کی ان کا داخلہ دفتر پیشی میں چند منٹ میں معلوم کرکے اور مثل برآمد کرکے پیشی میں آتی ہے۔

حتیٰ کہ خطوط جاری شدہ کے رسانیدگی موجود ہیں۔ یا نظام گزٹ و شیراز کا فائل ہو کہ ان چیزوں کا شوق مجھ کو عنفوان شباب سے ہے۔ خصوصاً دوران تخت نشینی کے معاملات او ان کا کیا کہنا (Files) جنکی نوعیت اہم ہے۔ بہر حال مشہور ہے کہ عادت طبیعت ثانیہ بنکر رہتی ہے۔ (Habit is the second nature) اسی وجہ سے دفتر پیشی کے انتظام کی خوبی ہر طرف ظاہر ہے۔ بقول عیاں راچہ بیان۔

مرقوم یکم نومبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

دو بدنظر سابق کے خانہ زادان نذری باغ برباد شدہ

(یعنے قادر علی و مختار علی)

فرمایا حالیہ جو واقعہ پیش آیا تھا انکی بربادی کا جو کہ عالم آشکارا ہے یہ اس قابل نہیں ہیں کہ بھاری بھرکم تقارہ میں یا ہائی سوسائٹی میں یہ شریک ہوں جبکہ مجمع ذکور و اناث کا مشترکہ رہتا ہے لہذا یہ ہرگز ایسے پارٹیوں میں شریک ہونے کے قابل نہیں ہیں جو اپنے قرابتداروں کی لڑکیوں پر فریفتہ ہوکر اپنے محصلہ مفاد کو جو کہ ناقابل تلافی تھا اپنے ہاتھوں برباد کرکے جگ رسوائی کو حاصل کئے ۔ یعنے یہ دو لونڈے بدکردار تھے جب ہی ان سے ایسی مذموم حرکتیں ہوئیں جنمیں انکے سوا ان کے پیوست قرابتدار بھی بہ این رنجش و رنش شریک رہ کر (بعوض اسکے کہ اسکی روک تھام کرتے) بلکہ جان بوجھ کر ان کو گڑھے میں ڈال کر تماشہ دیکھے ۔ تف ہے ایسی قرابت پر جو قابل صد نفرین ہے

مرقوم یکم نومبر ۱۹۶۰ء (آمدہ از نذری باغ)

تیاری چند ملبوسات برائے استعمال نظام علیخاں داماد سرکار

بہ دوکان جان برٹن سکندرآباد مالیتی یکہزار

فرمایا اس بچہ کے ہاں گو بعض کپڑے تھے مگر مزید کی ضرورت تھی کہ موسم سرما کا آغاز ہوگیا ہے۔ لہذا اسکی موجودہ صحت کے لحاظ سے بعض چیزوں کا انتظام ضروری تھا

دوم اس سے کہہ دیا ہے کہ ہفتہ میں ایک دو بار اس کو نذری باغ طلب کیا کرونگا تاکہ میری صحبت سے فائدہ اٹھائے اور اسکو میری نصیحت ہے کہ زمانہ کے حالات پر نظر رکھکر کام کرے اور میرے مشورہ پر عمل کرے گا تو اسکی زندگی نذری باغ میں اطمینان سے گذرے گی اور کسی قسم کے مصائب کا اس کو سامنا کرنا ہوگا

زیادہ عمر ستش درازباد

مرقوم یکم نومبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

حاضری رضیہ بیگم در پیشی سابقہ مطلقہ زوجہ جونیر پرنس

(مقیم نذری باغ)

فرمایا کل یس۔ بن۔ ریڈی کی رپورٹ کی بناء پر کہ اُس کے ایک دو قرضخواہ یہاں آئے تھے جس پر سے انہوں نے رضیہ بیگم سے دریافت کرنے پر کہ دا فعہ قرضہ صحیح تھا یا نہیں۔ تو اوس نے اس سے انکار نہیں کیا بلکہ اقبال کی کہ وہ نہ صرف ایک دو کی بلکہ کئی اشخاص سے قرضہ لی تھی (دوران دو سال گذشتہ میں) جو قابل ادا ہے اور قرض کی مقدار رکم دبیش (بلعہ ... ر) ہے وغیرہ۔ چنانچہ اسی بناء پر آج اُس کو پیشی میں طلب کیا تھا کہ اُس کی ادائی کی کوئی سبیل نکالی جائے۔ چنانچہ اوس نے میری تجویز کو قبول کرکے جو تحریری مچلکہ قانونی طور پر اپنی دستخط کرکے دی (جس پر گواہوں کے بھی دستخط ہیں) اوس کی نقل یہاں شائع کردی جاتی ہے کہ جو کچھ تصفیہ ادائی قرضہ سے متعلق طے پایا تھا اُس میں اُس کی صراحت موجود ہے۔ ایسی حالت میں مزید اُس پر روشنی ڈالنے کی ضرورت نہ تھی۔ جو اس شریح کے ساتھ نظام گزٹ میں شائع ہوا ہے۔ دیکھ لیا جائے۔ البتہ حسب عادت یہ آیندہ پرچۂ سشیرانزیں ریکارڈ ہوگا جو ہر طرح کافی ہے۔

مکرر۔ نمبر ۱ کا مچلکہ تحریری وقانونی کی نقل بھی طبع کردی گئی ہے جس کے ساتھ۔

مرقوم ۲۹؍اکتوبر ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

شیرا بہ ناب گفتہ کہ شہد و قند کجا || خوبرو تبسم بہ محبت بگو کہ چند کجا

بگفت باد بہاری دریدہ دامن || نگر تو بلبلِ نالان بہ قید و بند کجا

(آمدہ از نذری باغ)

اقرار نامہ

منکہ رضیہ بیگم دختر سید ابوتراب صاحب مرحوم عمر (۴۰) سال پیشہ خانہ داری ساکن بازار نورخان حیدرآباد لکھدیتی ہوں کہ بعد طلاق والا شان پرنس معظم جاہ بہادر منمقرکو سرکار والا حدود نذری باغ میں قیام کے لئے مکان مرحمت فرمانا چاہتے تھے تاکہ منمقر بقیہ زندگی آرام سے بسر کرسکے اور سرکار کے بیچ میں آنے کا یہ فیض ہے کہ والا شان پرنس معظم جاہ بہادر نے اپنے ٹرسٹ سے ماہانہ بقید حیات مبلغ آٹھ سو (۸۰۰) روپیہ جاری فرمائے ہیں مگر میرے بعض بدخواہوں نے مجھے بہکاکر مرحمت خسروی سے محروم کردیا اور حدود نذری باغ میں قیام سے باز رکھا۔ اب جس کرایہ کے مکان میں اس وقت مقیم ہوں وہاں میرے بدخواہ عجیب عجیب حرکتیں کرکے منمقر کو مصیبت میں گرفتار کراکے منمقر کی تباہی چاہتے ہیں۔

اس لئے منمقر نے اپنے موجودہ حالات کے بہ نظر سرکار سے اپنی غلطی کی معافی چاہ کر حدود نذری باغ میں آنا چاہتی ہے۔ جس کو سرکار نے شرف منظوری عطا فرمایا ہے۔ اب منمقر اپنی رضا و رغبت سے بلا کسی جبر و اکراہ کے اقرار کرتی ہے کہ اگر سرکار نے حدود نذری باغ میں رہائش کے لئے مکان عطا فرمایا تو میں اس امر پر راضی ہوں کہ میری آٹھ سو (۸۰۰) ماہانہ سے مبلغ تین سو (۳۰۰) روپیہ ماہانہ اخراجات خورد و نوش و تنخواہ ملازمین وغیرہ کے واسطے وضع کئے جائیں۔ مجھے اب یا آئندہ کبھی کوئی عذر نہ ہوگا۔ نیز یہ بھی اقرار کرتی ہوں کہ سرکار کے ہر حکم کی پابند رہوں گی۔ کبھی کوئی عذر نہ ہوگا۔ فقط

المرقوم ۱۶ر اکتوبر ۱۹۶۰ء

العبد

(دستخط) رضیہ بیگم

(۱) گواہ شد۔ (دستخط) محمد ولی اللہ

(۲) گواہ شد۔ (دستخط) آفتاب حسین

(منقول از نظام گزٹ)

(دستخط) رضیہ بیگم
العبد

حیدرآباد دکن
واقع حدود نذری باغ

منکہ رضیہ بیگم دختر سید ابوتراب صاحب مرحوم عمر (۴۰) سال پیشہ خانہ داری ساکن مکان

بہ رضا و رغبت و بلا جبر و اکراہ لکھدیتی ہوں کہ منمقرہ کے نام والا شان پرنس معظم جاہ بہادر نے بعد طلاق اپنے ٹرسٹ سے ماہانہ آٹھ سو روپیہ اذوقہ تا حیات سرکار کے درمیان میں آنے کی وجہ سے جاری فرمایا تھا لیکن میرے بدخواہوں نے بہکا کر اپنے ذاتی مفاد کے خاطر مرحمت خسروی سے محروم رکھا۔ اور حدود نذری باغ میں بھی قیام سے باز رکھا جس کی وجہ سے منمقرہ مصائب میں مبتلا رہی اور منمقرہ کے بدخواہوں نے تقریباً چار ہزار روپیہ قرضہ میں مبتلا کر دیا۔ اس لئے منمقرہ اپنی غلطی کی معافی چاہکر نذری باغ میں قیام کیلئے مستدعی ہوئی جسکو سرکار نے شرف منظوری عطا فرمایا اور منمقرہ اپنی آزاد مرضی سے بتاریخ ۶ / اکٹوبر سنہ ۱۹۶۰ء اخراجات خورد و نوش و تنخواہ ملازمین وغیرہ کیلئے تین سو (۳۰۰) روپیہ وضع و محسوب کرنے اقرار نامہ کی حسب ضابطہ تکمیل کر دی تھی اور ذریعہ اقرار نامہ ہذا اپنی دستخط اور گواہوں کے روبرو اپنی خوشی سے لکھدیتی ہوں کہ منمقرہ کا جو کچھ قرضہ واجب الادا ہے بعد چھان بین بتوسط دفتر ٹرسٹ منمقرہ کے مابقی (۵۰۰) اذوقہ میں سے صرف یکصد (۱۰۰) منمقرہ کو بطور پاکٹ منی دئے جائیں اور مابقی (۴۰۰) سے منمقرہ کا قرضہ یکم اکٹوبر سنہ ۱۹۶۰ء سے ادا کیا جائے۔ اسلئے کہ منمقرہ کے زندگی کے ضروریات کی تکمیل جزوی اذوقہ (۳۰۰) سے ہو رہی ہے جب سے کہ منمقرہ زیر سرپرستی سرکار نذری باغ میں فروکش ہوئی ہے۔ موجودہ قرضہ کی کامل ادائی کے بعد جملہ (۵۰۰) اذوقہ حسب سابق منمقرہ پائیگی۔ اور مزید اقرار کرتی ہوں کہ آئندہ بلا علم و اطلاع دفتر ٹرسٹ کوئی قرضہ نہ کرے گی۔ بصورت خلاف ورزی سرکار کو حق ہوگا کہ منمقرہ کو یہ سمجھکر نذری باغ سے خارج فرما دیں کہ منمقرہ سرکار کی دستگیری کے قابل نہیں رہی ہے۔ لہذا یہ چند کلمے بطور اقرار نامہ تحریر و تکمیل کر دی ہوں تاکہ بروقت کام آوے۔

المرقوم ۲۹ / اکٹوبر سنہ ۱۹۶۰ء

(دستخط) رضیہ بیگم
العبد

گواہ نمبر (۱) (دستخط) سی۔ بی۔ تاراپوروالا۔ گواہ نمبر (۲) (دستخط) یس۔ ین۔ ریڈی
گواہ نمبر (۳) (دستخط) محمد ولی اللہ۔

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

شانِ قسمت کہ جگہ لتا ہے بھی برد | رنگِ گل۔ بوئے گیا ہے بھی برد
مفلسی ہونا دو رہ یک سر تیں | تو دُوا اپنی حال تبا ہے بھی برد

(... از نذری۔ غ)

المرقوم ۲۹ر اکتوبر ۱۹۶۰ء

معروضہ

باندی کی جانب سے بصد ہزار قدمبوسی سرکار میں یہ عرض کر دیا جائے کہ باندی نے آٹھ روز سے قدموں میں حاضر ہو کر سرکار کو بہت تکلیف دی جس کے لئے باندی دستہ بستہ معافی کی خواستگار ہے۔

اب میں اپنے قرضہ کے متعلق نہ کوئی فہرست لکھانا چاہتی اور نہ ادائی قرض کے متعلق سرکار کو تکلیف دینا چاہتی اور نہ سرکار کو مزید تکلیف دینے کے لئے میں یہاں رہنا چاہتی میرے مقدر میں جو کچھ لکھا ہوگا بھگت لوں گی۔

از راہِ باندی نوازی سرکار مجھے یہاں سے جانے کی اجازت عطا فرمادیں۔ میں نے آج جو اقرار نامہ لکھا دی ہوں وہ سرکار کے حکم کی تعمیل میں سرکار کی خوشنودی کے لئے لکھدی ہوں۔ کیونکہ سرکار کے حکم کی تعمیل میں انکار کرنا میرے لئے زیبا نہ تھا۔ میں سرکار کے قدموں میں اپنی مصیبت کی وجہ سے سہارا لینے کیلئے حاضر ہوئی تھی۔

اب میں سرکار سے یہ عرض کرتی ہوں کہ سرکار مجھے یہاں سے چلا جانے کے لئے خوشی سے اجازت عطا فرمادیں۔ فقط المرقوم ۲۹ر اکتوبر ۱۹۶۰ء

باندی
(دستخط) رضیہ بیگم

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

در محفلِ این عید ہم چنگ و رباب است | در دورِ طرب شیشہ و ہم جام شراب است
این شان و حشم گفت چہ افسانۂ عثمان | بر مسندِ علوی تو نگر شاہِ تراب است

(آمدہ از نذری باغ)

تشریح معروضہ رضیہ بیگم سابق مطلقہ زوجہ جونیر پرنس

(موصولہ بتوسط ایس۔ این۔ ریڈی مورخہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۶۰ء)

فرمایا کل سر مغرب یہ مجھکو ملا جس کو غور سے دیکھا۔ اور سمجھا کہ یہ کیسی عورت تھی متلون مزاج جس کے قول و فعل کا کوئی اعتبار نہیں تھا۔ اور مجھ سے غلطی ہوئی تھی کہ بعد طلاق دو سال باوجود اس کا انکار متعلق قیام در نذری باغ اس کو نظر انداز کرتے ہوئے محض اس کی دستگیری کے خیال سے اس کو نذری باغ میں قیام کی اجازت دی تھی جس کا نتیجہ جو کچھ نکلنا تھا ہفتہ عشرہ میں سامنے آیا۔ بہرحال اس کی خواہش کے مطابق اس کو نذری باغ سے اپنا گھر چلا جانے کی اجازت دیتے ہوئے اس کو آگاہ کیا کہ آیندہ یہ پھر نذری باغ کی خواب میں بھی صورت نہیں دیکھ سکتی۔ اور جبکہ ادائی قرضہ سے متعلق میری تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے (چند اصحاب کی موجودگی میں جو بر سر موقع موجود تھے) معروضہ میں لکھی کہ مچلکہ دوم پر یہ خوشی سے دستخط نہیں کی تھی بلکہ بعض مجبوریوں سے کی تھی۔ حالانکہ اگر میری تجویز اس کو پسند نہیں تھی تو صاف کہدیتی کہ وہ خود اپنا قرضہ ادا کریگی تو پھر مچلکہ دوم کی نوبت نہ آتی۔ اور اس معاملہ کو اسکی ذمہ داری پر چھوڑ دیا جاتا۔ مگر وقت پر ایسا نہ کرکے زبان کو پلٹانا کم ظرفی کی علامت ہے یا بدنہ زدگی بہرحال اس معاملہ کو اوس پر وقت روانگی صاف کر دیا کہ ادائے قرضہ کا معاملہ اب نذری باغ سے تعلق نہیں رکھتا ہے۔ بلکہ اوسکی ذات سے ہے کہ وہ گھر جا رہی ہے اور نذری باغ میں اس کا قیام نہیں رہا کہ حالات بدل گئے ہیں۔

مکرر۔ یہی کاغذات کو کل مغرب کے وقت بتوسط علی پاشاہ جونیر پرنس سے دیکھنے کے لئے بھیجا تھا اس آگاہی کے ساتھ کہ وہ اچھی طرح سے رضیہ بیگم کے سابقہ حالات سے واقف ہیں جس کی وجہ سے ان کی بدنامی پبلک میں ہوئی تھی۔ لہذا آیندہ سے وہ اس کو پیش نظر رکھ کر کام کریں اور اس عورت سے خود کو علیحدہ رکھیں ورنہ معلوم نہیں کہ آیندہ مزید خرابیاں اور کیا پیدا ہوں کہ حالات دنیا بدلے ہوتے ہیں دوسری طرف ان کا کیا پوزیشن ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ جس کی حفاظت ضروری ہے۔ یہ سنکر انہوں نے علی پاشاہ سے کہا کہ [illegible] کو کوئی علم ہے۔ اور وہ عزم و احتیاط کی روشنی میں کام کریں گے تاکہ [illegible]

[illegible] ختم ہو چکا۔ مگر اسی معاملہ پر میں مضمون لکھکر مزید روشنی [illegible] جو قابل دید ہوگا۔

مرقوم ۳۰ر اکتوبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

عبرت کا سبق بقول "اگلا گرا پچھلا ہشیار"

(برائے غیر متاہل خانہ زادان نذری باغ)

فرمایا دیڑھ سال کے کچھ اوپر عرصہ ہوتا ہے کہ دو سابق کے خانہ زادان یعنے قادر علی و مختار علی پسرِ شت نذری باغ اپنے قرابتداروں کی چھوکریوں پر فدا ہو کر اپنا ناقابل تلافی نقصان کر لئے (حالانکہ ایک تین سال اور دوسرا پانچ سال نذری باغ میں رہکر یہاں کے حالات سے واقف تھے) کہ زمرۂ خانہ زادوں سے اداشتاً خارج ہو گئے اور حقوق ٹرسٹ سے محروم کر دئے گئے (کیونکہ ٹرسٹ کے مقررہ دفعات کی خلاف ورزی ہوئی تھی) اور اب مثل ملازمین نذری باغ کے حدود میں گری ہوئی زندگی (بالمقابل خانہ زادان نذری باغ) بسر کر رہے ہیں جس کا ان کو احساس نہیں ہے۔ گو دکھاوے کیلئے منافع فوت شدہ پر افسوس کر رہے ہیں۔ اس کے سوا تیسرا خانہ زاد جسکا نام واصف علی ہے اور جو (۵) سال نذری باغ میں تھا یہ بھی اسی قسم کی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہوتے بچ گیا ہے (خوش قسمتی سے) جس کا ذکر ان ۳ افراد کا حالیہ شمارہ میں مورخہ ۸ ار اکتوبر ۱۹۶۰ء صراحت سے بیان ہوا ہے جو قابل دید ہے کہ یہ ان سب حالاتِ مذکورہ کو دیکھتے ہوئے بقیہ سن رشد کو پہنچے ہوئے عاقل و بالغ غیر متاہل خانہ زادان (کم سن لائٹ بوائز کو چھوڑتے ہوئے) اپنی اپنی جگہ ہشیار ہو گئے ہیں اور قدم پھونک پھونک کر اپنے معاملات میں رکھ رہے ہیں تاکہ حاصل کردہ اپنی اونچی زندگی کہیں غلط اقدام سے فنا نہ ہو جائے۔

ف۲ خلاصہ یہ کہ مذکورہ دو کیس کی وجہ سے چو طرف بیداری پیدا ہو گئی ہے کہ سامنے دو خانہ زادوں کے قصے کیا تھے بربادی کے یہ ان کی نظروں میں ہے۔ اور سمجھتے ہیں کہ قدرت کو بھی منظور تھا کہ قلت قربان کر کے کثرت کو بچایا جائے۔ خلاصہ یہ کہ جن جن کی قسمت میں نذری باغ کی اونچی زندگیاں ہونگی وہی اس کی حفاظت کر کے اس کو ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے اور وقت پر چاہے زود یا بدیر جبکہ انکا ہے اس سے فائدہ اوٹھائینگے۔ ورنہ اپنے ہاتھوں ناشائستہ حرکات کر کے محروم ہونگے۔ خدا انکو نیک توفیق دے بشری آفات سے محفوظ رکھے۔

مرقوم ۳۱ را کتوبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

سرِ چرخِ برین بنگر بروج است | دخولِ بیت ہست و ہم خروج است
صفت خوبئ کردار و آئین | پئے انسانِ کامل این عروج است

(آمدہ از نذری باغ)

آپریشن صاحبزادی عصمت النسا بیگم زوجہ نظام علیخان داماد سرکار

(پسر واصف علی خاں عرف صاحبزادگان صرفخاص)

فرمایا بچی کا آجکل میں رحم کا آپریشن ہونے والا ہے زنانہ نذر کی کلینک میں جسکو لیڈی ڈاکٹر مسز ناہیڈو کرینگی۔ اسوقت ڈاکٹر واگھرے موجود رہینگے اور میں بھی چلا جاؤں گا کیونکہ یہ بھی اہم نوعیت کا ہے مثل آپریشن منکوحہ دوم سعادت جاہ وزیرہ بیگم جو کہ چند ماہ قبل ہوا تھا۔ میری بچی کو کامل ایکماہ تک کلینک میں رہنا ہوگا اسکے بعد اپنے مکان واپس آئیگی مگر شوہر اپنے مکان میں ہی رہے گا (در حدود نذری باغ) اور روزانہ کلینک جاکر زوجہ کو دیکھا کریگا چونکہ آپریشن کے بعد بچی کو کامل آرام دینا ضروری ہے چند ماہ تک جسکی صحت بگڑی ہوئی ہے۔ لھذا اسکے مدنظر اسکے شوہر کا عقد دوم ہونے والا ہے بدرالنساء بیگم عمر ۲۲ یا ۲۳ سالہ دختر نذیرالدین عہدہ دار صرفخاص کے ساتھ اور یہ تجویز اسوقت میرے زیرغور ہے

دوسری طرف چونکہ نوعیت اس کیس کی خاص ہے لھذا دو سال تک انتظار نہیں کیا جاسکتا بایں وجہ کہ مدت طویل ہے۔ لھذا جو کچھ ہونا ہے وہ بلا مزید تعویق ہونا ضروری ہے تاکہ آیندہ مزید پیچیدگیاں شوہر و زوجہ کے تعلقات میں نہ پیدا ہوں کیونکہ بچی کی دماغی حالت اطمینان بخش نہیں ہے۔ نظر برآں بقول حافظ شیراز کا درست ہے کہ "در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست" زیادہ مبارک باشد

مرقوم ۲ نومبر ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

ترجمان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے ☆ خیر خواہ شاہ حق آگاہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی

لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار

کیا دُنیا کی تاریخ ایسی ایک آدھ مثال پیش کر سکتی ہے؟!

(ص)

از آدم تا ایندم' تاریخ کے اوراق اُلٹ جایئے۔ آشوری۔ کلدآنی۔ بابلی' مصری' یونانی' عروج و تمدن کے حالات پڑھیئے۔ ایرانیوں۔ غوریوں' غزنیوں اور مغل بادشاہوں کے حالات دیکھیئے۔ روم فرانس اور انگلستان کے شہنشاہوں کے حالات دیکھیے آپ کو کہیں بھی یہ نہ ملے گا کہ کسی شہنشاہ' بادشاہ یا کسی امیر نے کسی شاعر کے مرنے کے ایک عرصہ بعد اس کا یوم منانے کے لئے پانچ لاکھ جیسی گرانقدر رقم دی ہو۔

شہنشاہ محمود غزنوی نے فردوسی کو شاہنامہ جیسی عظیم تصنیف کے معاوضہ میں فی شعر ایک اشرفی دینے کا وعدہ کیا تھا۔ جب فردوسی نے ساٹھ ہزار شعر کہے اور معاوضہ ادا کرنے کا وقت آیا تو سونے کے سکّہ کی بجائے محمود غزنوی چاندی کا سکّہ دینے کا حکم دیا۔ جس کو شاعر نے واپس کر دیا۔

الپ ارسلان' طغرل' سنجر' سعد بن زنگی وغیرہ بادشاہ بھی شاعروں اور ادیبوں کے سرپرست گزرے ہیں۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ان بادشاہوں نے جو انعامات اپنے محبوب اور باکمال شعراء کو دیئے ہیں۔ وہ چند ہزار سکّے، چند خلعتیں' چند گھوڑے' دو چار کنیزوں اور شراب کے سوا اور کچھ نہیں۔

علاّمہ آزاد بلگرامی نے اپنی مشہور تصنیف "خزانۂ عامرہ" میں اُن شعراء کے حالات تحریر فرمائے ہیں۔ جن کو سلاطین وقت سے قصائد کے صلہ میں انعامات ملے ہیں۔ آزاد نے لکھا ہے کہ مغل شہنشاہ نے نظیری نیشاپوری کو سونے میں تول دیا۔ خانخاناں نے ابو طالب کلیم کو یکمشت ایک لاکھ روپیہ عطا کئے۔ عرفی شیرازی کو خانخاناں نے اسّی ہزار اور حکیم ابو الفتح نے دس ہزار روپیے دیئے۔

اِن باکمال شعراء نے اپنے ممدوح کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے تھے۔ ان شعراء کی زندگی ہی مدح خوانی کے لئے وقف تھی۔ لیکن انصاف سے دیکھا جائے تو نظیری کو جو سونے میں تولا گیا اُس سونے کی قیمت ڈیڑھ دو لاکھ سے زیادہ نہ تھی۔ کلیم اور عرفی کو جو معاوضے ملے وہ بھی سوا لاکھ کے اندر اندر تھے۔ موجودہ زمانہ میں نوبل پرائز کا بہت شور ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نوبل پرائز کی رقم ایک لاکھ چند ہزار سکّہ ہند سے زیادہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ ڈاکٹر ٹیگور کو جو نوبل پرائز ملا تھا وہ ایک لاکھ ستر ہزار سکّہ ہند کے مساوی تھا۔ اسٹالن پرائز کی جو دھوم ہے وہ بھی ۸۵ ہزار سکّہ ہند سے زیادہ قیمت کا نہیں ہوتا۔ یہ انعام روس جیسی عظیم یونین کی جانب سے دیا جاتا ہے۔ لیکن شاہ حق آگاہ اعلیٰ حضرت حضور نظام نے

> خطیب منبر سلونی ؑ کا ارشاد مبارک ہے کہ بخشش ایک فضیلت کی بات ہے اور انسان کی عمدہ فصلت ہے۔

قطعہ

مژدہ بگوش این چہ بوقتِ سحر رسید ‖ دَر جام و شیشہ نیز سبُو خمر تر رسید
پَرواز گُفتہ وقتِ بہاران بہ غنچۂ ‖ از بہرِ مُرغِ دام نگر تو کہ پَر رسید

(آمدہ از نذری باغ)

ایک ایسے وقت میں جب کہ وہ دکن کے بادشاہ نہیں بلکہ قلوب کے بادشاہ ہیں۔ ٹیگور اکاڈمی کے لئے پانچ لاکھ روپے یکمشت عطا فرما کر دُنیا کو یہ بتا دیا کہ ذی حشم ہستیاں جب دیتی ہیں تو اپنے شایان شان دیتی ہیں — یہ رقم پانچ نوبل پرائز کے برابر ہے۔ یہ رقم کسی قصیدہ کا صلہ نہیں — اس عطا میں کوئی غرض، کوئی لاگ، کوئی سیاسی مصلحت نہیں۔ خود شاعر بھی زندہ نہیں کہ کم از کم اسکو ممنون کرم کر کے اپنی بڑائی محسوس کی جا سکے! —

کیا دُنیا کی تاریخ میں ایسی عطا کی دو چار نہیں، صرف ایک مثال ہی مل سکتی ہے ؟!

ہفت اقلیم میں ڈھونڈیں بھی اگر ہم صمصام
نہ ملے گی کہیں سرکار دکن آگاہ کی نظیر

جگر گوشہ رسول مقبول بقیہ حضرت قدسہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا صلواۃ اللہ وسلام اللہ علیہا

مجالس شہادت و مسالمہ!

زیر اہتمام مرکزی سیرۃ الزہرا کمیٹی حیدرآباد

۱۶۔ جمادی الاول ۱۳۸۰ھ م ۶۔ نومبر ۱۹۶۰ء روز یکشنبہ صبح ٹھیک ۱۰ ساعت دن سولہویں سالانہ مجلس یوم زہرا بمقام حسینیہ فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر مقرر ہے۔ علامہ ناصر زیدپوری اپنا کلام اور سید الواعظین آقای سید شاہ عباس منفیوری خراسانی اور عمدۃ الذاکرین مولوی میر اقبال علی صاحب زیدی سیرت پاک سیدہ عالمیان اور سلسلہ کے اس خطبہ کے اہم مقامات کی تصریح فرمائیں گے جس میں جگر گوشہ رسول نے فلسفہ طلب حق کے ذریعہ اسلام حقیقی اور صراط مستقیم کو واضح فرما کر عالم اسلام پر احسان عظیم فرمایا ہے۔

—: مجلس خواتین یوم زہرا :—

زیر انتظام سیرۃ الزہرا کمیٹی (شعبہ نسواں) اسی روز دن کے ٹھیک ۲ بجے بمقام یادگار حسینی دار الشفاء سالانہ مجلس یوم زہرا مقرر ہے۔ جس میں عقیدت مند خواتین نظم و نثر کے ذریعہ بارگاہ خاتون جنت ع میں نذر عقیدت پیش کرینگی۔

—: سالانہ مسالمہ غیر طرحی :—

۲۲۔ جمادی الاول ۱۳۸۰ھ　۸ تا ۱۱ ساعت شب　بمقام بارگاہ حضرت عباس علیہ السلام
۲ / نومبر ۱۹۶۰ء روز شنبہ　(دیوان دیوڑھی)

ممتاز شعراء کرام اپنا کلام عقیدت گوشگزار سامعین فرمائیں گے امید ہے کہ صاحبان عقیدت جنکو اہل بیت ختمی مرتبت سے مودت ہے اوقات مقررہ پر اپنی شرکت سے کمیٹی کو ممنون و متشکر فرمائیں گے

حسین ضابط　　سید احمد
صدر کمیٹی　　خادم خصوصی

قطعہ

نگر تو مار را ہمراہِ عقرب می توان کشتن　|　ہمہ ایذا دہندہ را دم شب می توان کشتن
ہمہ زہد و ورع را آنکہ زاہد داشتہ بنگر　|　ز صہبائے کہ در جام لبالب می توان کشتن

(آمدہ از نذری بلغ)

سِراج مُنیر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جناب سید ضیاء عراقی

نام نامی ۔ محمدؐ ابن عبد اللہ بن عبد المطلب
والدۂ گرامی ۔ آمنہ بنت وہب
تاریخ ولادت ۔ ۱۷ ربیع الاول سنہ عام الفیل
(حسب روایات آل محمدؐ)

آپ دسویں بقولے بارہویں اور بہ روایتے ۱۷ ربیع الاول کو پیدا ہوئے " (تاریخ الخمیس)
محمود پاشا فلکی مصری کی تحقیق کے مطابق تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول دوشنبہ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ہے "
(سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۲۴)

حضرت عبد المطلب نے آپ کا نام محمدؐ رکھا اور فرمایا کہ میری نیت یہ ہے کہ اللہ اس بچہ کو دو جہاں میں ممدوح و محمود قرار دے (دلائل النبوت بیہقی)

دریتیم قبل ولادت یا بقولے آپکی عمر دو ماہ کی تھی حضرت عبد اللہ نے بسلسلۂ سفر تجارت یثرب میں وفات پائی

طائف سے جنوب میں قبیلۂ بنی سعد میں مرضعہ حضرت حلیمہ کے پاس آپ پانچ سال کی عمر تک رہے۔

چھ سال کی عمر میں بہمراہی حضرت آمنہ حضرت عبد اللہ کی قبر کی زیارت کے لئے مدینہ تشریف لے گئے، واپسی میں بمقام ابوا (مکہ اور مدینہ کے درمیان جحفہ سے ۲۲ میل دور ۔۔۔ غدیر خم) حضرت آمنہ نے انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئیں اسکے بعد آپکی پرورش حضرت عبد المطلب نے کی " آٹھ سال کی عمر سے پہلے ان کا بھی انتقال ہوگیا اور آپکے کفیل حضرت ابو طالب ہوئے جو ہمیشہ آپکو اپنے پہلو میں سلاتے اور اپنی اولاد سے بہتر غذائیں کھلاتے"
(تاریخ ابو الفداء و سیرت النبویہ)

حضرت فاطمہ بنت اسد نے ماں سے زیادہ شفقت کا برتاؤ کیا۔ ۹ سال کی عمر میں حضرت ابو طالب کے ہمراہ تجارت کے لئے شام کا سفر کیا۔

حضرت خدیجہ کے نائب التجارۃ کی حیثیت سے آپ شام، عراق اور یمن کے متعدد سفر فرمائے۔

تزویج ۵۹۴ء میں جب آپکی عمر ۲۵ سال کے قریب تھی حضرت خدیجہ سے آپکا عقد ہوا جنکا نسب پانچویں پشت میں آپ سے ملتا ہے " تاحیات خدیجہ آپ نے کسی اور سے عقد نہیں فرمایا " (تاریخ ابو الفداء)

یعنے جوانی کا پورا زمانہ صرف حضرت خدیجہ کی رفاقت میں گذرا جب آپکے پاس دولت بھی تھی اور آپکی امانت اور اخلاق کی بدولت قریش اور غیر قریش کے ہر خاندان کی بہتر سے بہتر لڑکی سے آپکی شادی ہوسکتی تھی اور تعداد ازدواج پر عرب میں کوئی پابندی بھی نہ تھی اس سے واضح ہوتا ہے کہ بعد وفات خدیجہ جب آپکی عمر ۵۰ سال (کم و بیش) تھی اور آخر حیات تک جو متعدد شادیاں آپ نے فرمائیں وہ تبلیغ اسلام کے مصالح کے پیش نظر تھیں

جیسا کہ علماء نے اس پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے محققین علمائے امامیہ مثلاً سرکار ناصر الملت اعلی اللہ مقامہٗ وغیرہ نے تاریخی تحقیق سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جناب خدیجہ کا کوئی عقد سوائے انحضرت ؐ سے قبل کسی اور سے نہیں ہوا تھا اور بنی امیہ کی تاریخ سازی کی فضاء میں جو یہ شہرت ہو گئی ہے کہ جناب خدیجہ بیوہ تھیں یہ صحیح نہیں ہے

یوں بھی یہ بات غور طلب ہے کہ مورخین کے بیان کے مطابق آپ نے ۲۰ یا ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہ سے تزویج فرمائی اور حضرت خدیجہ کی عمر اس وقت ۳۰ یا ۴۰ سال بتلائی جاتی ہے۔ یہ تسلیم ہے کہ بعثت کے وقت آپکی عمر ۴۰ سال تھی اس لئے اسوقت حضرت خدیجہ کی عمر عام مورخین کے بیان کے مطابق ۵۵ یا ۶۰ سال ہوگی اور یہ بھی تسلیم شدہ ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کی ولادت بعثت سے ۵ سال قبل ہوئی یعنے اس وقت جناب خدیجہ کی عمر ۵۵ یا ۵۰ سال قرار پاتی ہے ظاہر ہے کہ یہ بات غیر طبعی ہے

حضرت خدیجہ کی عمر آنحضرت ؐ سے تزویج کے وقت ۲۵ یا ۳۰ سال ہوگی اور چونکہ عرب میں ۹ سے ۱۴ سال تک لڑکیوں کی شادیاں ہو جایا کرتی تھیں اسلئے یہ سن اس لحاظ سے زیادہ سمجھا گیا اور اس کو حضرت عائشہ نے بڑھا چڑھا کر ظاہر کیا ہوگا۔ جیسا کہ خود موصوفہ نے بارہا اعتراف کیا ہے کہ آنحضرت ؐ کو تمام عمر حضرت خدیجہ سے محبت رہی وہ اس سے رقابت کی آگ میں جلتی تھیں۔

[illegible] میں خود حضرت عائشہ کی یہ روایت اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈالتی ہے :-

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ

”ایک دفعہ مجھے خدیجہ سے بڑی جلن معلوم ہوئی اور میں نے کہا کہ آخر خدیجہ تھیں کیا ؟ وہ بڑھیا تھیں۔ خدا نے آپ کو ان سے بہتر زوجہ دی۔ وہ بیوہ تھیں خدا نے آپکو کنواری اور خوبصورت زوجہ عطا کی۔“ اس پر آنحضرت ؐ اتنے غضبناک ہوئے کہ آپکے سر کے بال کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ”خدا کی قسم مجھے خدیجہ سے بہتر بیوی کوئی نہیں ملی وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب کوئی ایمان نہ لایا تھا۔ انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب سب تکذیب کر رہے تھے۔ انہوں نے اسوقت مجھے اپنے مال میں شریک کیا جب سب نے مجھے محروم کر دیا تھا۔ خدا نے ان کے بطن سے اولاد بھی دی اور کسی دوسری بیوی سے اولاد ہوئی تو زندہ و باقی نہیں رہی۔“

ظاہر ہے کہ کنوارپن ایک مسلمہ خوبی ہے اور آپ کا خدا کی قسم کھا کے فرمانا کہ ”مجھے خدیجہ سے بہتر بیوی نہیں ملی“ ظاہر کرتا ہے کہ ان میں یہ خوبی بھی ضرور تھی۔

علاوہ ازیں اس روایت سے صحیح سیرت کے بہت سے پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے یعنے آپکی زندگی رسالت و نبوت سے معمور تھی حضرت عائشہ جیسی محبوبہ کے لئے بھی آپ عام انسانوں کے برخلاف دل جوئی کو ترک فرما کے یہ ظاہر فرماتے ہیں کہ ازدواجی زندگی رسالت سے وابستہ ہے اور حضرت خدیجہ کے کمالات مقصد رسالت سے وابستہ تھے اس لئے انکے اظہار میں عائشہ کی دل شکنی کا بھی خیال نہیں فرماتے اور یہ ان کی تسلی میں سامنے آکے یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ

ـرت ہر جذبہ نبوت سے الگ نہیں کیا جا سکتا ۔ اگر اس بنیادی نکتہ کو سمجھ لیا جائے تو سیرتِ رسولؐ کے بہت سے پہلوؤں کی حقیقت واضح ہو جائے

بعثت

۴۰ سال کی عمر میں ۲۷ رجب کو آپ مبعوث بہ رسالت ہوئے اور سورۂ اقرأ نازل ہوا۔ جبرئیل وضو اور نماز کا حکم لائے۔ حضرت خدیجہ اور حضرت علیؑ نے اسی دن سے آپکے ساتھ نماز پڑھنا شروع کی۔ یہ پہلی نماز ـت تھی ۔

بعثت کے بعد سب سے پہلے خدیجہ اور علیؑ ابن ابیطالب نے آپکی تصدیق کی اور حضرت علیؑ کی عمر اسوقت نو یا دس سال یا گیارہ سال تھی وہ پہلے ہی آپکی آغوشِ تربیت میں تھے اور کبھی آنحضرتؐ سے جدا نہیں ہوئے سب سے پہلے علیؑ اور خدیجہ نے آپکے ساتھ نماز پڑھی "

(سیرت ابن ہشام ۔ تاریخ کامل ۔ الاصابہ ۔ استیعاب ۔ اور خصائص نسائی)

" ابن ابی لیلےٰ کہتے ہیں کہ تین ہی شخص ایسے ہیں جنہوں بقدر چشم زدن بھی خدا سے کفر کا ارتکاب نہیں کیا ۔ اور ن لانے میں سبقت کی ۔ ایک علیؑ ابن ابیطالب جو ان تینوں افضل ہیں ۔ دوسرے مومن آل فرعون اور تیسرے صاحب ین اور یہی لوگ صدیق ہیں "

(فتح البیان صدیق حسن خاں در منثور)

حقیقت تو یہ ہے کہ بمصداق کُنتُ نبیاً و آدم بین ماء والطین ۔ آنحضرتؐ تو نبی تھے ہی بعثت تو اس مرحلہ ام ہے جب آپکو ہدایت کے لئے آغاز کار کا حکم ہوا اور علیؑ بطرح پیدا ہوتے ہی آپکی نبوت کی تصدیق کی تھی اسی طرح ـت کے بعد بھی کی اسطرح علیؑ کے " ایمان لانے کا مفہوم " اظہار ایمان " ہے نہ کہ اور مومنین و مسلمین کیطرح " قبول ایمان "

علیؑ تو قول و عمل و حقیقت کے لحاظ سے ایمان مجسم تھے جیسا روز جنگ احزاب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ

برز الایمان کلّہٗ الی الکفر کلّہٗ

اُس دن علیؑ نے عمرو بن عبدود کے مقابلہ پر جانے کی للکار کو قبول کر کے یہ ظاہر کیا کہ " زبان سے اقرار، دل سے یقین اور عمل سے ثبوت " یہ ایمان کی تعریف ہے اور جسطرح عمرو موجودہ اور آیندہ کفار کے انکار حق کا نمایندہ بن کے مسلمانوں کو للکار رہا تھا اور وہ باوجود آنحضرتؐ کی تشویق و ترغیب جہاد کے علیؑ کے علاوہ چپ تھے ۔ اس طرح علیؑ بھی نہ صرف اُس قوم بلکہ قیامت تک ایمان لانے والوں کے امیر کی حیثیت سے پہلی ہی للکار کے بعد سے جاں نثاری پر آمادہ تھے اور آخر عمرو بن عبدود کے مقابلہ کے لئے علیؑ ہی گئے اور کامیاب ہوئے

سبقتِ ایمان کے سلسلہ میں کم سنی اور کبر سنی کی بحث بھی بعد کے جماعتی مصالح کی پیداوار ہے اور اسمیں وہی روح کار فرما ہے جو دعوتِ ذوالعشیرہ میں علیؑ کی تائید و تصدیق رسالت کے بعد ابولہب وغیرہ کے اُس طنز میں تھی جو انہوں نے حضرت ابوطالب پر کیا تھا کہ

" اے ابوطالب تمہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے کم سن لڑکے کی اطاعت کرو ! "

اعلان نبوت

" تین سال تک آنحضرتؐ نے رازداری سے تبلیغ کی پھر فاصدع بما تؤمر کا حکم آیا اور اللہ نے بالاعلان دعوت اسلام کا حکم دیا "

(ابو الفداء)

وَانذِر عشیرتکَ الاقربین نازل ہونے کے بعد آپ نے اپنے رشتہ داروں اور اہل قبیلہ کو جمع کیا اور دعوت طعام کے بعد فرمایا کہ میں تمہارے لئے دو جہان کی بہبودی کا پیام لایا ہوں اور اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اُسکی طرف

دعوت دوں۔ پس تم میں کون ایسا ہے جو اس کام میں میری وزارت اور (اس سعادت کی بدولت) میرا بھائی وصی اور خلیفہ ہوا کسی نے اس دعوت پر لبیک نہ کہی۔ فقط علیؑ نے کہا۔ میں حاضر ہوں۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے علیؑ کی گردن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا سنو! تم لوگوں میں یہ میرا بھائی میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے یہ سن کر وہ لوگ ہنستے ہوئے کھڑے ہو گئے اور بولے کہ اے ابوطالب تمہیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے فرزند حضرت علیؑ کی اطاعت کرو۔

(معالم التنزیل، تفسیر خازن، دلائل النبوت، جمع الجوامع، کنز العمال، طبری، کامل، ابوالفداء، میرزا اور میروز ورتھیپ کارلائل، لوکلائمز آف روم ایمپائر گبن محمد اینڈ ہز سکسیسرز واشنگٹن ارونگ اور دیگر کتب تفسیر و حدیث و تاریخ)

وزارت و نیابت

علیؑ کو خلیفۂ رسولؐ اور بلا فصل ماننے والے کہتے ہیں کہ مسئلہ خلافت تو دعوت ذوالعشیرہ ہی میں طے ہو گیا تھا اور حجۃ الوداع کے بعد غدیر خم میں مکرر اس کی تبلیغ بہ حکم الٰہی اسطرح ہوئی کہ حاضرین پر (جو ایک لاکھ تھے) یہ فرض قرار دیا گیا کہ وہ غیر موجود مسلمانوں تک وزارت ولایت و خلافت علیؑ کا اعلان پہونچا دیں۔

آنحضرتؐ نے نہ صرف منجانب اللہ یہ حکم پہونچایا بلکہ یہ اسلام کا واحد مسئلہ تھا جو جمہور کے اقرار سے طے ہوا اور وہ اسطرح کہ آپ نے پہلے اپنے اولی بالتصرف ہونے کا اعتماد و تصدیق لوگوں سے طلب کیا جب سب مسلمانوں نے بشمول انصار و مہاجرین اقرار کر لیا تب آنحضرتؐ نے من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ کا مکرر اعلان فرمایا اور علیؑ کو منبر پر بلند کر کے سب کو دکھلا بھی دیا۔ اسطرح آغاز رسالت سے اختتام تبلیغ تک مولا خلیفۃ و زیر کے فیصلہ ہر موقع پر عبارت میں نیابت رسولؐ کا اعلان کیا گیا تا لیکن یہی

سبب ہو گا کہ جب حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے تو آپ نے خلیفۃ الرسول کہلانے سے منع کیا اور حکم دیا کہ اُن کو "خلیفۃ المسلمین" کہا جائے مسلمانوں کی بد قسمتی سے مسئلہ خلافت آج تک ما بہ النزاع بنا ہوا ہے جبکہ خلافت مسلمین کے رسمی عہدے کو بھی مصطفےٰ کمال کے ہاتھوں ختم ہوئے ۴۰ برس ہو رہے ہیں اور جبکہ پورے عالم اسلام کے لئے اب کسی ایک خلیفہ کے تقرر انتخاب یا تسلط کا بظاہر کوئی امکان بھی نہیں ہے اور اب تک اس مسئلہ پر تحقیق و جستجو اور علمی تحقیق سے زیادہ عصبیت و تشدد سے کام لیا جاتا رہا ہے ملوکیت اور ملائیت کی سازشوں سے یہ مسئلہ ایک افتراق کا سبب بنا دیا گیا ہے کہ اس کے مضر اثرات دور ہونے کے لئے ایک زمانہ درکار ہوگا پھر بھی توقع ہے کہ علم کی روشنی اور وقت کے تقاضے اس مسئلہ کو حل کر کے رہیں گے اور وحدت کی کوئی نہ کوئی راہ پیدا ہی ہو جائے گی۔

مخالفت قریش

اعلان نبوت کے بعد قریش نے آنحضرتؐ کی دعوت کی مخالفت شروع کر دی اور ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا بات یہ تھی کہ اسوقت قریش کا سماج سود، بداخلاقی بدکاری، جوے شراب اور استحصال پر قائم تھا۔ ۳۶۰ بت تو محض اقتدار قائم رکھنے کے آلہ کار تھے دراصل یہودی اور نصرانی سرمایہ تھا جس نظام کے یہ لوگ بندے تھے ابوسفیان وغیرہ کی تجارت اُن یہود و نصاریٰ کی کمپنیاں تھیں جو ان لوگوں کے پردے میں اہل جزیرۃ العرب سے نفع کماتے تھے انکی اخلاقیات کی تباہی کے لئے قحبہ خانے اور شراب خانے چلاتے تھے عکاظ بازار گرم کرتے تھے اور پھر بتوں کے سامنے اُن کی گردنیں جھکاتے تھے لا الٰہ الا اللہ کی لکار پر سید ہی سادی دعوت کوئی نظریاتی مسئلہ نہ تھی۔ اس عملی تحریک کی ساری ضرب اس اقتصادی اور اخلاقی نظام پر پڑتی تھی جولات و منات کے



پہ مدے میں عرب کی زندگی کے لئے تسمہ پا بن گیا تھا۔ بنی امیہ جو بنی ہاشم سے بار بار معاشرتی، اخلاقی اور اجتماعی اقدار کی سطح پر شکست کھا کے مکہ سے باہر نکلے تھے اور شام و روم کے عیسائیوں اور یہودیوں سے اندرونی سازباز اور اقتصادی گٹھ جوڑ کر چکے تھے اس مخالفت میں آگے آگے تھے۔ عرب کو اپنے حسب نسب پر بڑا فخر تھا مگر بنی امیہ کا نسب ہر منزل پر مجروح و مقدوح تھا تا اینکہ ان کا "غلام زادہ" ہونا بھی مشہور ہو چکا تھا بنی امیہ کی روایات سازی اور ہزار کمزوریوں کے باوجود آج تک اس عار کے اثرات تاریخ میں اتنے واضح ہیں کہ جدید مصری مورخین بھی بنی امیہ کی مخالفت رسول اکرمؐ کے پس منظر میں سب سے بڑا محرک اسی کو مانتے ہیں (مثال کے لئے ملاحظہ ہو۔ ذوالنورین علامہ عباس محمود العقاد مطبوعہ الہلال وغیرہ)

چنانچہ انہوں نے قریش کو بھڑکایا اور مذہبی عصبیت کو ابھارا کے دعوت اسلام اور آنحضرتؐ کے خلاف دوستی اور دشمنی کے انداز سے ہر قسم کی ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ ظاہر ہے کہ روایت پرستی عرب کے ضمیر میں تھی۔ دین آباء کی محبت انکی رگ رگ میں تھی اسلئے وہ ابوسفیان کی سرکردگی میں منظم ہونے لگے جنہوں نے عہد جاہلیت کے اکسانے اور بھڑکانے والے تمام حربے استعمال کئے اور عورتوں کو بھی شجاعت دلانے اور آگ بھڑکانے میں پوری طرح استعمال کیا

عرب کے قبائل قریش کے پیچھے چلتے تھے اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ جب پروردگار نے آنحضرتؐ کو فتح مکہ سے خوش کیا اور قریش قہراً و جبراً سپر انداختہ ہو کے اسلام لائے جسے مورخین نے "استسلام" (یعنی مجبوراً اسلام کا اقرار کرنا) کے نام سے یاد کیا ہے تو اسکے بعد تمام قبائل کے وفود آ آ کے آنحضرتؐ کی اطاعت قبول کرنے لگے

مگر قریش کی دلی حالت اس گفتگو سے ظاہر ہوتی ہے جو حضرت عمر نے حضرت ابن عباس سے مسئلہ خلافت پر کی تھی اور کہا تھا کہ " بات یہ ہے کہ قریش نے یہ پسند نہ کیا کہ نبوت اور خلافت دونوں تم بنی ہاشم میں جمع ہو جائیں"

آنحضرتؐ نے قریش کی مخالفت کا ابھی پامردی سے مقابلہ کیا اور آپکی تعلیم اور سیرت نے اسطرح اثر انداز ہونا شروع کیا کہ یہ مخالفت مقصد نبوت و رسالت کو اور مستحکم کرتی گئی یعنے زندگی کے صحیح اقدار دوبارہ زندہ ہو گئے اور ہمیشہ کے لئے انسانیت نے یہ تسلیم کر لیا کہ حق کا مدار اکثریت اور قوت نہیں بلکہ حق ہی سب سے بڑی طاقت ہے خواہ وہ "شعب ابوطالب" میں لاچاری اور بے بسی کے عالم میں محصور ہو یا شہادت میں پنہاں ہو یا فتح و کامرانی سے نمایاں ہو۔

شعب ابوطالب

محرم سنہ ۷ بعثت (۶۱۶ء) میں حضرت ابوطالب، بنی ہاشم کے ساتھ آنحضرتؐ کو لے کر مکہ سے باہر "شعب ابی طالب" نامی گھاٹی میں پناہ گزین ہوئے اور تین برس تک قریش کے عدم تعاون اور سماجی اور اقتصادی بائیکاٹ کا مقابلہ کرتے رہے سنہ ۱۰ بعثت میں آنحضرتؐ نے بہ علم نبوت خبر دی کہ اس مقاطعہ کا جو معاہدہ ہوا تھا اور خانہ کعبہ کے اندر لٹکایا گیا تھا اسکو دیمک چاٹ گئی اور اس خبر کی سچائی ظاہر ہونے پر یہ مقاطعہ ختم ہوا اور یہ جماعت مکہ میں واپس آئی اور جو مسلمان آنحضرتؐ کی اجازت سے حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے تھے وہ بھی واپس آئے۔ شعب سے باہر آنے کے ۹ ماہ بعد حضرت ابوطالب اور ان کے تین دن کے بعد حضرت خدیجہ نے انتقال کیا (باقی آئندہ)



برطانیہ کی خبریں!

بی۔ بی۔ سی کی سرگرمیوں کی سالانہ رپورٹ

برٹش براڈ کاسٹنگ کارپوریشن (مخفف بی۔ بی۔ سی) کی سالانہ رپورٹ بابت ۶۰-۱۹۵۹ء ابھی ابھی شائع ہوئی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اس کے کامن ویلتھ کے دیگر آزاد ملکوں کی براڈ کاسٹنگ تنظیموں کے ساتھ مخصوص تعلقات قائم ہیں۔ اس سال نئی دہلی میں منعقد کی گئی چوتھی کامن ویلتھ براڈ کاسٹنگ کانفرنس کے نتیجہ کے طور پر یہ تعلقات اور بھی مضبوط ہو گئے ہیں۔ رپورٹ ہذا میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ براڈ کاسٹنگ کو ترقی دینے کے کام میں بی۔ بی۔ سی کامن ویلتھ کے نئے آزاد ملکوں اور ماتحت علاقوں کو مدد دے رہی ہے۔ زیر نظر سال کے دوران میں اس کے عملہ کے ۳۴ ممبران ان ملکوں میں خدمات سر انجام دیتے رہے تھے۔ اور اس نے اُن کے انجینئرنگ عملہ کے ۱۲۰ ممبران اور پروگرام و انتظامی عملہ کے ۴۱ ممبران کو اپنے ملک میں تربیت دی تھی۔ بی۔ بی۔ سی۔ نے تقریباً ۹۰ مختلف پروگراموں کے ۰۰۰،۰۰ سے زائد ریکارڈ دنیا بھر کی براڈ کاسٹنگ تنظیموں کو سپلائی کئے۔ اس کا ریڈیو کے ذریعہ انگریزی سکھانے کا پروگرام دنیا کی ۴۴ زبانوں میں نشر کیا جاتا ہے۔

ہندوستان کے دو مزدور رہنما برطانیہ کے دورہ پر

ایک اطلاع سے ظاہر ہے کہ بمبئی کی ٹی ۔ ورکرز یونین کے خزانچی مسٹر موتولے اور ٹاٹا ورکرز یونین جمشید پور کے صدر مسٹر ایس خان چار دیگر ملکوں کے مزدور رہنماؤں کے ہمراہ ان دنوں برطانیہ میں مزدوروں کے مسائل کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ برطانیہ میں وہ ۱۳ ہفتے قیام کریں گے۔ اُن کے اس دورہ کا انتظام کولمبو منصوبہ کی فنی تعاون کی اسکیم کے تحت کیا گیا ہے۔ ایک انٹرویو میں مسٹر موتولے نے بتایا ہے کہ "برطانیہ میں لوگوں کو سماجی تحفظ حاصل ہے۔ بے روزگاری کے زمانہ میں اُن کو مالی امداد ملتی ہے اور ہر کسی کو مفت علاج معالجہ کی سہولتیں حاصل ہیں۔ مزدور سبھائیں بہت مضبوط اور مالی اعتبار سے بہت صحت مند ہیں۔" مسٹر خان نے کہا ہے "میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں مزدوروں اور منتظمین کے درمیان زیادہ صلاح مشورہ ہو۔ برطانیہ میں یہ طریقہ کافی نتیجہ خیز ثابت ہوا ہے۔"

برطانیہ کی سمندر پار کی تجارت

ماہ ستمبر کے اعداد و شمار!

برطانوی بورڈ آف ٹریڈ کی تازہ ترین رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ماہ ستمبر کے دوران میں برطانیہ نے ۰۰۰، ۹۰۰، ۲۵۹ پونڈ کی مالیت کی اشیا برآمد کیں اور اس کی درآمدات کی مالیت ۰۰۰، ۳۰۰، ۳۴۳ پونڈ تھی۔ علاوہ ازیں اس نے ۰۰۰، ۸۰۰، ۱۲ پونڈ قیمت کی اشیا درآمد کر کے برآمد کیں۔ رپورٹ ہذا میں مزید یہ بتایا گیا ہے کہ سال رواں کے پہلے ۹ ماہ میں برآمدات کا اوسط ۱۹۵۹ء کے اوسط سے ۶ فیصدی زیادہ تھا۔ اور درآمدات کا اوسط ۱۹۵۹ء کے اوسط سے ۱۳ فیصدی زیادہ تھا۔ اسٹرلنگ علاقہ کو زیادہ مال برآمد کیا جاتا رہا ہے لیکن پہلی اور تیسری سہ ماہی کے درمیان شمالی امریکہ سے بالمقابل کم اشیا فروخت کی گئی تھیں۔

قطعہ

آتشِ گل تو نگر صحنِ گلستاں می سوخت || رنگِ این غنچۂ نورس ہمہ بستاں می سوخت
گفت این قصہ بزن جامہ دریدہ بشنو || عشقِ لیلیٰ تو نگر کلکِ دبستاں می سوخت

(آمد از نذر ۔۔۔)

مادۂ رحلت ہمایون[1] علیبیگ مرحوم صدر صیغۂ تعمیرات اور کمشن کمیٹی انتظام پرایویٹ اسٹیٹ نظام

شنیدم سانحہ با قلبِ پُر خون | بہ عالم بود باکردارِ میمون
عزیزِ دل گزشتہ گفت عثمانؔ ۱۲۸ | برفتہ فرد با بختِ ہمایون

۱۹۶۰ء

[1] مرحوم کے خدمات کس نوعیت کے تھے اور وفاداری کیسی تھی متعاقب لکھ کر نظام گزٹ میں طبع ہو کر شیراز میں اسکا ریکارڈ ہوگا جسکی جلدی نہیں ہے ۔ مرقوم ۲ نومبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

انتقالِ پُر ملال

یہ خبر نہایت حزن وملال اور گہرے رنج والم کے ساتھ سنی گئی کہ مولوی مرزا ہمایوں علیبیگ صاحب چیف انجنیئر ایوانات شاہی نے ۱۴ جمادی الاول ۱۳۸۰ھ کو رات کے گیارہ بجے اپنے مکان ”وائٹ ہاوس“ سیف آباد میں داعیِ اجل کو لبیک کہا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔

آپ نواب مرزا حسین علی بیگ صاحب مرحوم کے خلف اکبر تھے ۔ آپکے جدِ اعلےٰ بخشی ناد علیبیگ تھے جو آصفجاہ ثانی غفران مآب کے امرائے کبار سے تھے آپ نے انگلستان میں بہ حیثیت طالب علم خاص ناموری حاصل کی اور انجنیئرنگ کی مشہور درسگاہ سے اعلےٰ اسناد حاصل کئے ۔ فن تعمیر میں آپکو ید طولیٰ حاصل تھا ۔ صرفخاص مبارک کی جملہ تو تعمیر شدہ عمارتیں آپکے کمالِ انجنیئرنگ کی آئینہ دار ہیں ۔ صرفخاص مبارک کی وہ عمارتیں جو بیرون ملک اور ممالک اسلامیہ میں واقع ہیں انکی تعمیر و مرمت اور جدید نقشوں کی ترتیب کا کام بھی آپ سے متعلق رہا ۔ آپ اُن چند منتخب افراد میں سے تھے جن پر ذاتِ شاہانہ کو کامل اعتماد تھا ۔ امانت ، دیانت ، وفاکوشی ، مزاج دانی اور معاملہ فہمی یہ پانچ خاص اوصاف آپکو پنجتن پاک علیہ السلام کے صدقہ میں ملے تھے ۔

حج بیت اللہ الحرام اور زیاراتِ مقاماتِ مقدسہ عراق و ایران سے شرفیاب ، جملہ ممالک اسلامیہ کے سیاح اور بڑے پابندِ صوم وصلوٰۃ تھے ۔ ذاتِ شاہانہ سے والہانہ عقیدت اور وفاداری آپکا خاندانی جوہر تھا ۔ سرکار حق آگاہ کا مندرجہ بالا قطعہ آپکی وفاداری پر مہرِ توثیق ثبت کر رہا ہے

خدا مرحوم کو غریقِ رحمت کرے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے (آمین)

(سید صمصام شیرازی)



گلشن اطفال

گویائی اور خاموشی

از سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! خدا تعالیٰ نے تمہیں زبان ایک دی ہے اور کان دو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم جب دو باتیں سنیں تو ایک بات کہیں۔ اسی مضمون کو کسی شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے ؎

کہے ایک جب سن لے انسان دو
کہ حق نے زبان ایک دی کان دو

بچو! تم کو چاہیئے کہ بزرگوں اور اہل علم کی صحبت میں زیادہ بولنے کی بجائے زیادہ سننے کی کوشش کریں۔ اسی بات کو میرزا صائب تبریزی اس طرح بیان کرتے ہیں ؎

یک حرف بشنو از من و در خلد سیر کن
در محفلی که گوش نوان شد زبان مباش

بچو! ہم ہمیشہ اپنی زبان کی تیزی کی وجہ سے دوسروں کو اپنا دشمن بنا لیتے ہیں۔ ہم زبان سے کسی کو سخت سست کہنے کی بجائے خاموشی اختیار کریں تو کوئی ہمارا دشمن نہیں ہوتا۔ اسی بات کو میرزا صائب تبریزی اس طرح بیان کرتے ہیں

از زبان حرف بود رنجش مردم صائب
کس ندیدم که دشمن شود از خاموشی

بچو! تم کو جہاں تک ممکن ہو سکے بحث اور تکرار سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ جب بحث بڑھ جاتی ہے تو دل میں برائی آ جاتی ہے۔ اور آپس میں رنجش اور تلخی پیدا ہو جاتی ہے بحث کی اس عادت سے بجائے فائدہ کے ہمیشہ نقصان ہوتا ہے۔ اسی حکمت کو ہمارے سرکار سلطان العلوم اعلیٰ حضرت حضور نظام نے اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

ہمیشہ کہتی ہے یہ بحث بے کار
نہیں ہے فائدہ اک زیاں ہے

زرین اقوال

حالات دنیا بدلے ہوئے ہیں ہر کسی کو سوچ سمجھکر کام کرنا چاہیئے۔ (سرکار حق آگاہ)

بچو! اعلیٰ حضرت حضور نظام کا یہ حکیمانہ شعر اس قابل ہے کہ تم اس کو یاد کرلو۔ اور خوش خط لکھکر اپنے پڑھنے کے کمرہ میں آویزاں کرو۔ تاکہ ہر وقت اس پر نظر پڑتی رہے اور تم اپنی آئندہ زندگی میں ہمیشہ بحث و تکرار سے بچے رہو۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام کے اور بھی حکیمانہ اشعار ہیں۔ جو ورد زبان اور حرز جان کرنے کے قابل ہیں۔ یہ اشعار آئندہ مضامین میں موقع بہ موقع لکھے جائینگے

بچو! تم کو ہمیشہ جاہلوں کا جواب خاموشی سے دینا چاہیئے تاکہ بات بڑھنے نہ پائے تم نے سعدی شیرازیؒ کا یہ قول ضرور سنا ہوگا ؎

"در جواب جاہلان باشد خموشی"۔ سعدی شیرازی نے یہ مضمون حضرت علی علیہ السلام کے اقوال سے لیا ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے :-

خاموشی جاہل کو بہترین جواب ہے۔

خاموشی اور گویائی کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام کے کئی اقوال ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں :-

۱- تلوار کا زخم بھر جاتا ہے۔ لیکن زبان کا زخم کبھی ہرا نہیں ہوتا
۲- جو اپنی زبان پر قابو نہیں رکھتا۔ وہ ایک نہ ایک دن پشیمان ہوگا اور نقصان اٹھائے گا۔
۳- میٹھی زبان سے دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں۔
۴- عقلمند پہلے سوچتا ہے بعد کہتا ہے۔ لیکن بے وقوف پہلے کہتا ہے۔ بعد سوچتا ہے۔
۵- جب کسی کی عقل میں اضافہ ہوتا ہے تو اسکی گفتگو کم ہو جاتی ہے
۶- خاموشی میں سلامتی ہے۔
۷- گفتگو ایک دوا ہے۔ جسکی ایک قلیل خوراک شفا دلاتی ہے اور زیادہ خوراک ہلاک کرتی ہے۔
۸- جتنا تم کم کہوگے۔ تم پر اتنی ہی کم تنقید کی جائے گی۔
۹- ایک انسان خود اپنی زبان کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔
۱۰- خاموشی بہت سے سوالات کا ایک ہی جواب ہے۔

بچو! حضرت علی علیہ السلام کے ان اقوال کو غور سے پڑھو۔ ان اقوال پر عمل کرو۔ ان اقوال کو اپنی آئندہ زندگی میں مشعل راہ بناؤ۔ تم اپنی آئندہ زندگی میں ایک کامیاب ترین انسان بن جاؤ گے۔

کسان بننے کی تعلیم و تربیت

(ایک کسان لڑکے کے قلم سے)

اسکول میں میرے استاد مجھ کو بتایا کرتے تھے کہ "زراعت ایک ایسا دھندا ہے جسمیں انسان ہر وقت کچھ نہ کچھ سیکھتا ہی رہتا ہے جتنی جلدی تم یہ دھندا شروع کرو گے اتنا ہی زیادہ تم سیکھو گے"

برطانیہ میں شہروں اور دیہات کے لڑکے لڑکیاں اسکول کی تعلیم ختم کرنے سے پہلے ہی کھیتی باڑی کی تعلیم و تربیت حاصل کر سکتے ہیں۔

جس اسکول میں میں پڑھتا تھا اسمیں ایک چھوٹا سا فارم تھا جہاں چوزے، بطخیں، تیل مرغ، گائیں وغیرہ رکھی جاتی تھیں ہم سب انکی دیکھ بھال کرتے تھے۔ گایوں کا دودھ بھی دوہتے تھے

آجکل جو لڑکے لڑکیاں کھیتی باڑی سے زیادہ لگاؤ رکھتے ہیں وہ نوجوان کسانوں کے کلبوں میں شامل ہو سکتے ہیں۔ صرف شرط یہ ہے کہ انکی عمر ۱۵ سے ۲۵ سال تک ہونی چاہیے

برطانیہ میں نوجوان کسانوں کا پہلا کلب ۱۹۲۱ء میں قائم ہوا تھا اور اب ایسے کلبوں کی تعداد ایک ہزار سے اوپر ہے۔ ممبروں کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے۔ شروع میں یہ کلب صرف کسانوں کے اور فارم ورکروں کے بچوں کے لئے مخصوص تھے لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد سے یہ ایک عظیم نوجوان تحریک کی شکل اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ ۲۱ برس سے زیادہ عمر کے ممبران اِن کلبوں کے انتظام میں دخل نہیں دے سکتے۔ ان کلبوں کے ذریعہ نوجوان عملی کام کر کے کھیتی باڑی کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ ان کلبوں میں رقص اور ڈرامے بھی ہوتے ہیں اور کھیتی باڑی سے متعلق مسائل پر لیکچروں اور بحث مباحثوں کا انتظام بھی کیا جاتا ہے

انگلستان یا ویلز میں اگر کوئی غیر کاشتکار نوجوان کھیتی باڑی کا دھندا اختیار کرنا چاہے تو اسے ایک سرکاری اسکیم کے تحت فارم ورکر بننے کی تربیت دی جاتی ہے۔ بس ضروری ہے کہ اسکی عمر ۱۵ اور ۱۸ کے درمیان ہو۔ اُنہیں کسی تربیتی فارم میں شروع میں دو ماہ تک تربیت دیجاتی ہے۔ اگر وہ اچھا ورکر ثابت ہو تو اُسے کسی نہ کسی فارم پر کام لیا جا سکتا ہے

وائی، ایم، سی، اے نے بھی ۱۵ سے ۱۷ سال تک کی عمر کے لڑکوں کے لئے سکونتی مراکز قائم کئے ہیں۔ تربیت کا زمانہ مختصر ہوتا ہے اور اس سے کوئی لڑکا ماہر کسان تو نہیں بن سکتا لیکن اس تربیت سے وہ کم از کم کسان کی زندگی اور اسکے روزمرہ کے کام کاج سے ضرور واقف ہو جاتا ہے

فارم انسٹی ٹیوٹ بھی زرعی کورسوں کا انتظام کرتا ہے جسمیں ۱۸ یا ۱۹ سال کی عمر کے لڑکے لڑکیاں حصہ لے سکتے ہیں۔ ان کو ایک سال تک زرعی کاموں کی تعلیم و تربیت دی جاتی ہے اور کاشت کے جدید طریقوں سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ یونیورسٹیوں کے نصاب میں بھی زرعی کورس شامل کئے گئے ہیں

آپ پوچھ سکتے ہیں کہ برطانیہ جیسے صنعتی ملک میں لوگ آخر کسان کیوں بننا چاہتے ہیں؟ اسکا جواب یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر کے آباؤ اجداد کسان تھے تقریباً دو سو سال ہوئے برطانیہ کا نوجوان طبقہ شہرت اور خوشحالی حاصل کرنے کے لئے کھیتوں کو چھوڑ کر صنعتی شہروں میں چلا گیا تھا لیکن اب یہ لگ رہا ہے کہ ان کے بچوں کو کھیت واپس بلا رہے ہیں اور انہوں نے انکی آواز سن لی ہے

موجودہ صدی کے پہلے تیس چالیس برسوں میں جب کھیتی باڑی کوئی منافع بخش دھندا نہیں تھا، مردوں اور نوجوانوں نے شہروں کو خیرباد کہہ کر کھیتوں میں قسمت آزمائی شروع کر دی تھی اور ان میں سے بیشتر نے کساد بازاری کے اس زمانہ میں بھی اچھا پھل کمایا تھا۔ کسانوں کے لئے یہ کساد بازاری تک کھیلتی رہی۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران میں ہزارہا بچے بڑے شہروں سے نکال کر دیہات میں رکھا گیا تھا اور ان بچوں نے زندہ مویشیوں کو پہلی بار دیکھا انہوں نے گندم اور پھل اگتے دیکھے۔ جلد ہی ان کے اسکولوں نے محسوس کیا کہ ان کو کھیتی باڑی سے بہت دلچسپی ہے اسکولوں میں چھوٹے چھوٹے فارم قائم کر دیئے گئے۔ بچے کھیتی باڑی کی تربیت دی جانے لگی اور انہوں نے خواب دیکھنا شروع کر دیا کہ جب وہ بڑے ہوں گے تو اپنے فارم بنا

روس کی خبریں

مشینی آدمی!

ایک آدمی نے کسی دوسرے شہر کے ایک کارخانے کے ڈائرکٹر کو فون کیا اُدھر سے جواب ملا۔ "میں مشینی سکریٹری بول رہا ہوں! ڈائرکٹر صاحب موجود نہیں۔ اگر آپ کوئی پیغام دینا چاہیں تو ہم اسے فیتے پر ریکارڈ کر لیں گے۔ ہم تیار ہیں بولئے!" چند دن ہوئے یہ مشینی آدمی ماسکو میں سوویت یونین کے کارناموں کی نمائش میں نصب کیا گیا ہے بظاہر وہ ایک ریڈیو گرام کی شکل کا ہے۔ اس میں ایک سننے کا چونگا لگا ہوا ہے۔ اوپر ایک ڈائل پلیٹ ہے اور اس کے پیچھے ٹیپ ریکارڈر لگا ہوا ہے۔ گفتگو ریکارڈ کرنے کے بعد یہ مشینی آدمی وقت بھی نوٹ کر لیتا ہے وہ یوں کہ شہر کے ریڈیو پر "بولتی ہوئی گھڑی" کی آواز آپ ہی آپ ایک پرزے کی مدد سے ریکارڈ ہو جاتی ہے + جس شخص کے لئے پیغام ریکارڈ کیا گیا ہے اسے مشین کے پاس آنے کی بھی ضرورت نہیں، وہ اپنے گھر سے یا کسی اور جگہ سے جہاں ٹیلی فون لگا ہے، مشین کو فون کر سکتا ہے۔ مشینی آدمی اس کا نام کا پیغام دہرا دے گا یا اگر دو آدمیوں کی ٹیلی فون کی گفتگو ریکارڈ کرنی ہو تو مشینی آدمی دونوں طرف کی باتیں نوٹ کر کے گفتگو کا مکمل ریکارڈ تیار کر دیتا ہے۔ اس وقت تو یہ مشینی آدمی تجربے کی منزل میں ہے۔ آئندہ سال بڑے پیمانے پر "جنم" لے گا۔!

مصنوعی ہاتھ

ایک شخص جس کے ہاتھ کلائی تک کٹے ہوتے ہیں ایک میز کے پاس جاتا ہے وہاں کچھ مصنوعی اعضاء رکھے ہوتے ہیں انہیں وہ ایسی نظر سے دیکھتا ہے جس میں شک و شبہ جھلک رہا ہے اس شخص کا نام سولو میتسیف ہے، اس کو یقین نہیں کہ ان مصنوعی اعضاء سے اس کا کام بنے گا۔ بعض ڈاکٹروں نے کام کیا اور یہ مصنوعی ہاتھ بانہوں پر لگ گئے۔ مصنوعی ہاتھوں کے موجد یوندکو دریا شیف نے کہا "اب ذرا دیکھئے ان ہاتھوں سے آپ کیا کیا کر سکتے ہیں۔" مصنوعی کلائیوں میں حرکت ہوئی، ہاتھوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ اور سولو میتسیف کے چہرے پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ اس نے گلاس میں پانی انڈیلا میز پر سے ایک سکہ اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا۔ اپنا دامن درست کیا۔ اپنے بال جھاڑے۔ مصنوعی ہاتھ بڑی خوبی سے اپنا کام کر رہے تھے۔ اس نے ایک آری اٹھائی اور لکڑی کے ایک تختے کو آری سے کاٹنا شروع کر دیا۔ کسی نے سولو میتسیف کو ایک پنسل دے دی۔ اس نے پنسل سے لکھنا شروع کیا اور حیرت سے بولا "ارے خط تو ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ معمولی سا فرق ہے۔" اس نے موصوف کا شکریہ ادا کیا اور بولا "کیسی حیرت انگیز ایجاد ہے!" یہ مصنوعی ہاتھ کارخانے میں بننے لگے ہیں اور معذور لوگ انہیں استعمال کر رہے ہیں۔

قطعہ

جہ رازے پیش دنیا من نمودم || بہ گلشن رنگ گلہا من نمودم
بہ دوش چنگ ہم قانون وقف بین || بہ بزمے کیف صہبا من نمودم

(ز آمدہ از ندر گا بانغ)

برطانیہ کی خبریں

برطانیہ میں سائنسی ریسرچ کے کام پر زور

گذشتہ تین برسوں میں نمایاں ترقی!

برطانوی مشاورتی کونسل برائے سائنٹفک پالیسی کی سالانہ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ۵۸-۵۹ء میں سائنسی وفنی ریسرچ اور ترقی کے کاموں پر تقریباً ۰۰۰، ۰۰۰، ۴۸ پونڈ (۶۴ کروڑ روپے) صرف کئے گئے۔ ۵۵-۵۶ء کے اخراجات سے یہ اخراجات ۴۰ فیصدی زیادہ تھے۔ رپورٹ ہذا میں مزید بتایا گیا ہے پرائیویٹ صنعتیں ریسرچ و ترقی کے اخراجات کے لئے اب تقریباً ۲۹ فیصدی سرمایہ فراہم کر رہی ہیں۔ جب کہ اس سے پہلے یہ سرمایہ ۲۳ فیصدی تھا۔ حکومت کل اخراجات کا اب دو تہائی حصہ ادا کر رہی ہے جب کہ ۵۵-۵۶ء میں اس نے تین چوتھائی حصہ ادا کیا تھا۔ ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ ۵۵-۵۶ء میں حکومت نے غیر فوجی مقاصد پر ۰۰۰، ۰۰۰، ۱۲۲ پونڈ (۱۶۲۶۶۷ کروڑ روپے) صرف کئے تھے جبکہ ۵۸-۵۹ء میں ایسے اخراجات بڑھ کر ۰۰۰، ۰۰۰، ۲۴۳ پونڈ (۴۳۲ کروڑ روپے) ہو گئے تھے۔ رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے برطانوی وزیر سائنس لارڈ ہیلشم نے کہا ہے کہ برطانوی سائنس صحیح طریقہ سے آگے بڑھ رہی ہے اور کہ پچھلے تین برسوں کی ترقی بہت حوصلہ افزا ہے۔ موصوف نے اپنے اس خیال کا اظہار بھی کیا ہے کہ سائنس کے بعض شعبوں میں اپنے اتحادیوں کے ساتھ اشتراک عمل سے کام کرنا ضروری ہوگا۔

ہندوستانی کاٹن کی کوالٹی کو بہتر بنانے کا مسئلہ

بمبئی کے ماہر کی برطانیہ میں ریسرچ

ایک اطلاع مظہر ہے کہ بمبئی کے ڈاکٹر وی سندرم جو انڈین سنٹرل کاٹن کمیٹی کے سینئر ریسرچ افسر ہیں، ان دنوں کولمبو منصوبہ کی فنی تعاون کی اسکیم کے تحت لیڈز یونیورسٹی کے شعبۂ ٹیکسٹائل انڈسٹریز میں اعلیٰ مشینوں کی مدد سے ہندوستانی کاٹن کی جانچ کر رہے ہیں۔ ان کی اس ریسرچ کا مقصد اس کاٹن کی کوالٹی کو بہتر بنانا ہے۔ ڈاکٹر سندرم مانچسٹر کالج آف سائنس و ٹیکنالوجی میں بھی ایک سال گذار چکے ہیں۔ ایک انٹرویو کے دوران میں موصوف نے بتایا ہے کہ لیڈز یونیورسٹی میں جو مشینیں نصب کی گئی ہیں۔ وہ ہماری اپنی تجربہ گاہوں میں موجود نہیں ہیں اور کہ میں یہاں ان سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔

ممتاز برطانوی ڈاکٹر ہندوستان کے دورہ پر

ایک اطلاع مظہر ہے کہ ڈاکٹر ڈونالڈ ہنٹر جو برطانیہ کے ممتاز فزیشن ہیں، اگلے ماہ ہندوستان آرہے ہیں۔ ہندوستان آنے سے قبل موصوف بعض دیگر مشہور برطانوی ڈاکٹروں کے ہمراہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج (لاہور) کی صد سالہ سالگرہ میں شرکت کریں گے۔ ڈاکٹر ہنٹر ۲۷ر تا ۳۰ر نومبر پٹیالہ میں قیام کریں گے۔ ان سے استدعا کی گئی ہے کہ وہ وہاں گورنمنٹ میڈیکل کالج کی ایک تقریب میں طلباء کو میڈل پیش کریں۔ نئی دہلی میں مختصر قیام کے بعد وہ ڈاکٹر ایس ایس میسرا کی دعوت پر میڈیکل کالج لکھنؤ تشریف لے جائیں گے۔

{ تلسیرانا اسلام کا ترجمان اور صاف ذوق کا اخبار ہے }

قطعہ

پئے حج و زیارت این شمول است || بہ نکہ در مدینہ این دخول است
چہ ہا افسانۂ کرب و بلا گفت || دل ما این شنیدہ ہم ملول است

(ماخوذ از نذری باغ)

برطانیہ کی ڈیری صنعت

برطانیہ بلکہ دنیا کے لئے ڈیری صنعت کی اہمیت کتنی ہے اس کا اندازہ آپ اس عظیم نمائش سے لگا سکتے ہیں جسے برطانوی کسانوں کی انجمن ہر سال اولمپیا (لندن) میں منعقد کرتی ہے۔ اس سال یہ شو ۲۵ر اکتوبر سے شروع ہوگا۔ گذشتہ برسوں کی طرح اس سال بھی ڈیری صنعت میں استعمال ہونے والی مشینیں اور دیگر ساز و سامان بنانے والوں کو انعامات سے نوازا جائے گا۔ لیکن پنیر، خشک دودھ، مکھن، پولٹری اور مویشیوں کی نمائش کی جائے گی۔ ڈیری صنعت برطانیہ کی ایک اہم صنعت ہے اور یہ روز بروز وسیع تر ہوتی جا رہی ہے۔ کسانوں کو خوب کاروبار مل رہا ہے۔ سائنس اور ریسرچ ہر مرحلہ پر اس صنعت کی مدد کرتے ہیں۔ برطانیہ میں ۷۲ فیصدی زرعی زمین ڈیری صنعت کے لئے کام میں آتی ہے۔ مویشیوں کی پرورش بڑی توجہ سے کی جاتی ہے انگلستان اور ویلز بھر میں مصنوعی تخم ریزی کی سہولتیں میسر ہیں ہر دو میں سے ایک بچھڑا مصنوعی تخم ریزی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ برطانیہ میں دودھ کی پیداوار تقریباً دو ارب گیلن سالانہ ہے۔ اور اس میں سے ۷۰ فیصدی دودھ اپنی مائع شکل میں بکتا ہے۔ برطانوی باشندے دودھ کی اس مقدار پر ۳۸ کروڑ پونڈ صرف کرتے ہیں۔ جنگ سے پہلے کی پیداوار کے مقابلہ میں دودھ کی پیداوار دوگنی بڑھ گئی ہے۔ جنگ سے قبل دودھ کی اوسط پیداوار ۱،۵۵۶،۰۰۰،۰۰۰ گیلن تھی۔ ۵۷-۱۹۵۶ء میں یہ پیداوار ۲،۳۵۹،۰۰۰،۰۰۰ گیلن اور ۵۸-۱۹۵۷ء میں ۲،۳۹۲،۰۰۰،۰۰۰ گیلن تھی۔ تقریباً ۳۰ فیصدی دودھ پنیر، منجمد دودھ، دودھ پاؤڈر اور آئسکریم وغیرہ بنانے میں کام آتا ہے۔ برطانیہ اپنے استعمال کے لئے بہت کم مکھن تیار کرتا ہے۔ مکھن زیادہ تر درآمد کیا جاتا ہے۔ وہ پنیر بھی خاصے بڑے پیمانے پر درآمد کرتا ہے لیکن اب یہ درآمدات بڑی تیزی سے کم ہو رہی ہیں۔ دودھ ڈسٹری بیوٹروں (تقسیم کنندگان) کو لازمی طور پر اپنے کو رجسٹر کرانا پڑتا ہے۔ اور اس دھندے سے متعلق تمام قواعد پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ ریڈنگ یونیورسٹی کے نیشنل انسٹی ٹیوٹ برائے ڈیری ریسرچ اور حنا ڈیری انسٹی ٹیوٹ (اسکاٹ لینڈ) نے اس صنعت کی ترقی میں نمایاں پارٹ ادا کیا ہے۔

کامن ویلتھ فوجیوں کی یاد میں

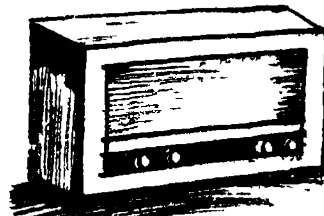
ایک اطلاع میں بتایا گیا ہے کہ ایتھنز (یونان) کے نزدیک کامن ویلتھ ملکوں کی فوجوں کے ۲۸۰۰ سے زائد افسران اور جوانوں کا جو دوسری جنگ عظیم کے دوران سرزمین یونان، یونانی جزیروں اور یوگوسلاویہ میں ہلاک ہوئے تھے اور جن کی تدفین کے بارے میں کچھ پتہ نہیں۔ ایک میموریل تعمیر کیا جا رہا ہے۔ اس ہلاک شدگان میں تقسیم سے پہلے کی ہندوستانی فوج کے ۵۶ ممبران بھی شامل ہیں اس میموریل کی رسم نقاب کشائی ۱۰- مئی ۱۹۶۱ء کو ڈیوک آف گلوسسٹر ادا کریں گے۔ میموریل کامن ویلتھ وار گریوز کمیشن نے تیار کیا ہے۔ ڈیوک آف گلوسسٹر کمیشن کے صدر ہیں۔

قطعہ

برائے عشق این گلفت کشیدم | به صد زحمت نگهٔ الفت کشیدم
شدم گریه کنان با آه و ناله | جدائی را بسر تربت کشیدم

(ماخوذ از [illegible])

روحانی ریڈیو



ناشر :- مجذوب حیدرآبادی

> یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے۔ ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرات نہیں کرسکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہوجائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایکزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ بدحال خاں تو ال سے غزل سن رہے تھے جسکا ایک شعر تھا ؂

وفور شادی سے مرنہ جاؤں اگر ذرا بھی کرم ہو اُس کا
بجا تو ہے مین بہریانی جو مجھ پہ وہ مہرباں بنی ہے

اب جناب بیمتر بھاگ نگری ایک تقریر نشر فرمائیں گے آپکی تقریر کا عنوان ہے "ونا بڈھی دل"

جناب بیمتر بھاگ نگری :-

روحانی دنیا کے دوستو! آجکل ہمارا دیس کچھ عجیب بن گیا ہے کہ ہمیں آئے دن ایک نہ ایک بن بلایا مہمان نازل ہوتا ہی رہتا ہے۔ گزشتہ سال آپ ہم سیلاب کی تشریف فرمائی کی خبر سن رہے تھے، ابھی کچھ دنوں پہلے خشک سالی کی آمد آمد کی خبر تھی اور اب معلوم ہوا کہ ٹڈی دل تشریف لارہا ہے۔ ہمارا دیس تو وہی ہے، وہی زمین وہی آسمان، وہی پہاڑ، وہی دریا۔ پس معلوم ہوا کہ دیس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ یہ ہو نہ ہو اس سبز قدم دور کا اثر ہے جو آئے دن بلاؤں کا نزول ہورہا ہے کسی شاعر نے سچ کہا ہے ؂

ایک سے ایک ترے دور میں بگڑا آیا
خشک سالی کبھی آئی، کبھی ٹڈا آیا

بیان کیا جاتا ہے کہ آج سے چالیس پچاس سال پہلے جب حیدرآباد میں ٹڈے اور ٹڈیاں آیا کرتے اور آیا کرتیں تو وہ اُڑتے ہوئے آنے کی بجائے مدراس سے بغیر ٹکٹ ریل میں بیٹھ کر حیدرآباد آیا کرتے تھے اور یہاں کے ہرے بھرے درختوں کے پتے اور لہلہاتے کھیتوں کے بھٹے کھا کر پھر مدراس واپس ہونے کی بجائے یہیں بس جایا کرتے تھے لیکن موجودہ ٹڈوں کے بارے میں اخبار کے نامہ نگاروں سے لیکر وزیر فلاحِ زیادہ اگاؤ اناج تک سب ہی نے یہی بتایا ہے کہ یہ ٹڈے مدراس سے آنے کی بجائے مدھیہ پردیش، بلدانہ اور برار سے آرہے ہیں۔ قدیم زمانے میں جو ٹڈے مدراس سے آتے تھے ان کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ مدراس سے آتے ہوئے اپنے ساتھ "مینڈھکوں کی کمرڈی" کا توشہ لایا کرتے تھے لیکن موجودہ ٹڈوں کے بارے میں سنا جاتا ہے کہ یہ توشہ وغیرہ

کچھ نہیں لاتے لبس "بن بلائے مہمان خالہ اماں سلام" کیطرح چلے آتے ہیں۔ جس درخت پر بیٹھتے ہیں اُس کو ہمارے ایک سابق وزیر کی "تالو کی طرح" "صاف" اور "صفاچٹ" کر دیتے ہیں جس کھیت پر بیٹھتے ہیں اُس کو "بے مجو" لگا دیتے ہیں اس سلسلہ میں ہمیں ٹڈوں کی زبان سمجھنے والے ایک ماہر السنہ نے بتایا کہ یہ ٹڈے کسی کھیت پر گرنے سے پہلے علامہ اقبال کا یہ شعر بطور کورس گاتے ہیں ؎

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روٹی
اُس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

کورس ختم ہوتے ہی کھیت پر ٹوٹ کر گرتے ہیں جب ایک علاقہ کے کھیت صاف ہو جاتے ہیں تو دوسرے علاقہ کیطرف رُخ کرتے ہیں اور کوچ کرتے وقت یہ شعر بطور کورس گاتے ہیں ؎

تیز ترک گامزن منزلِ ما دور نیست

جب تمام کے تمام کھیت صاف ہو جاتے ہیں تو وہ یہ گاتے ہوئے آسمان کیطرف پرواز کر جاتے ہیں ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
بڑھاؤ قدم، کھیتیاں اور بھی ہیں

واقف کاروں کا بیان ہے کہ ٹڈوں سے جو اناج بچ جاتا ہے اُس کو سفید چیونٹیاں اور چوہے کھا جاتے ہیں سفید چیونٹیوں اور چوہوں کی دست بُرد سے جو اناج محفوظ رہتا ہے وہ کالے بازار کے سیٹھ توندل لال کے پیٹ میں چلا جاتا ہے

ہمارے وزیر قحط سالی، معاف فرمایئے وزیر زراعت نے جو ایک عرصہ سے اخباری بیان جاری رکھنے کی تقریب تلاش کر رہے تھے۔ اپنے ایک اخباری بیان میں فرمایا کہ ٹڈی دل پر، ہوائی جہاز سے حملہ کرنے کا انتظام کر لیا گیا ہے۔ ضرورت پڑے تو ٹڈوں کو مار بھگانے کیلئے خلائی راکٹ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال ہمارے دیس میں فی الوقت ٹڈوں کے بغیر پاسپورٹ اور ویزا، داخلہ کا کوئی امکان نہیں۔ جہاں جہاں یہ داخل ہونے کی کوشش کر رہے ہیں وہاں وہاں اُن کا رُخ پھیر دیا جا رہا ہے

وزیر زراعت کے اس بیان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اب ٹڈوں کا کوئی خطرہ نہیں رہا۔ سفید چیونٹیوں کے بارے میں وزیر سائنسی تحقیقات ایک مباحثہ مقرر کر رہے ہیں اور اسی مباحثہ کے بعد ہمیں یقین ہے کہ دیالوں کے ذریعہ سفید چیونٹیوں پر حملہ کر کے اُن کو پسپا کر دیا جائے گا اسی طرح سفید چیونٹیوں کا خطرہ بھی ٹل جائے گا۔ اب صرف ایک خطرہ باقی رہ جاتا ہے اور یہ خطرہ "قطرہ" نہیں بلکہ دریا ہے۔ اس سے میری مراد کالے بازار کے سیٹھ توندل لال کا توند ہے کہ اس توند میں دنیا بھر کا غلہ ذخیرہ ہو جاتا ہے اور پھر بھی توند نہیں بھرتا ——

اس موقع پر ہم یقین کرتے ہیں کہ جس طرح ہمارے وزیر زراعت نے ٹڈی دل پر ذریعہ طیارہ حملہ کر کے ٹڈی دل کا منہ پھیر دیا اسی کنٹرول اور انسداد ذخیرہ اندوزی کی راکٹوں سے حملہ کر کے ذخیرہ اندوزوں کا

بیٹ چھوڑ دیں گے

ایکٹر ارنوری بیٹر یہ ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ جناب بیٹ شمیر بھاگ نگری کی تقریر سن رہے تھے اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہوچکا ہے ہمیں آیندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے ۔ بچے ہند۔

شیعہ کانفرنس کے انتخابات

"اسٹیٹ شیعہ کانفرنس آندھرا پردیش کے انتخابات

۳۰ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء دن کے دس بجے بدیوڑھی فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر بالتفاء عمل میں آئے نواب عنایت جنگ بہادر اور ڈاکٹر میر مہدی علی صاحب کی نگرانی میں حسب ذیل اصحاب مجلس عاملہ کیلئے منتخب ہوئے۔ (۶۲۵) اشخاص نے اپنے اپنے ووٹ کا استعمال کیا (اسٹاف رپورٹر)

(۱) مولوی سید غلام حسین صاحب رضا آغا قبلہ (۲) نواب سید حسن پاشاہ صاحب
(۳) علامہ علی اصغر بلگرامی (۴) علامہ نجم آفندی
(۵) نواب محمد افضل علیخانصاحب (نور الامراء) (۶) نواب میر طاہر علیخانصاحب
(۷) مولوی سید مجتبےٰ احمد صاحب (۸) مولوی امیر حسن صاحب
(۹) ڈاکٹر سید مہدی علی صاحب (۱۰) ڈاکٹر سید اختر احمد صاحب
(۱۱) ڈاکٹر مہدی جعفری صاحب (۱۲) یعقوب علی سمن لالی صاحب
(۱۳) سید علی محمد صاحب معتمد سوسائٹی لیبر آفیسر (۱۴) سید علی مرتضیٰ صاحب تاباں
(۱۵) میر اسد علیصاحب معتمد سوسائٹی ایڈوکیٹ (۱۶) میر صادق عباس صاحب
(۱۷) کیپٹن سید محمد علی صاحب زیدی (۱۸) نواب سید محمد حسین خانصاحب
(۱۹) سید احمد مہدی صاحب ایڈوکیٹ (۲۰) آغا حسین ضابطہ
(۲۱) مولوی سید علی محمد صاحب (۲۲) مرزا جنگ بہادر صاحب
(۲۳) مرزا محمد جعفر صاحب (۲۴) مرزا محمد حسین صاحب
(۲۵) میر تصدق حسین صاحب (۲۶) مولوی غضنفر علی صاحب
(۲۷) محمد صمصام علیصاحب گوہر (۲۸) مرزا محمد حیدر صاحب سرگروہ جعفری
(۲۹) سید عباس حسین صاحب سرگروہ جعفری قدیم (۳۰) آغا محمد آفندی سرگروہ ابوالفضل
(۳۱) میر احمد علیصاحب صدر انجمن پروانہ شبیر (۳۲) افضل علی صاحب سرگروہ کاظمی
(۳۳) تراب علیصاحب سرگروہ عزاداران حسینی (۳۴) محمد تقی خانصاحب صدر انجمن نوجوانان
(۳۵) سراج الحسن صاحب سرگروہ سینہ زنان جعفری (۳۶) احمد علیصاحب رضوی صدر انجمن پروانۂ جعفریہ
(۳۷) اسد علیصاحب رضوی (۳۸) ناصر حسین صاحب رضوی
(۳۹) رمضان علی میٹھا بھائی صاحب اور (۴۰) مدیر صاحب شیراز

از قلم باربرا دیریکرا

لندن کی پولیس

حال ہی میں یہ اطلاع موصول ہوئی تھی کہ دہلی کی پولیس گشت کا شاید وہ طریقہ اپنائے جو کہ لندن میں رائج ہے۔

لندن میں پولیس کا کانسٹبل جب نیا نیا اپنے فرائض انجام دینا شروع کرتا ہے تو اس کو محسوس ہوتا ہے کہ لوگ کسی تکلیف یا مشکل کے وقت کسی اور کانسٹبل کی بہ نسبت اس سے زیادہ مدد طلب کرتے ہیں۔ ایک نوجوان کانسٹبل نے اپنے احساسات بیان کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ "مجھے پختہ یقین ہو گیا تھا کہ جتنی وارداتوں سے مجھ کو نپٹنا پڑتا ہے اتنی وارداتوں سے کسی اور کانسٹبل کو نہیں نپٹنا پڑتا۔ کسی کو کوئی حادثہ پیش آیا ہو، کسی کا بچہ گم ہو گیا ہو۔ کسی کا کتا کھو گیا ہو۔ ٹریفک رک گیا ہو۔ کوئی آدمی لفٹ میں پھنس گیا ہو۔ کسی کی کار یا ہینڈ بیگ گم ہو گیا ہو۔ کوئی شخص مالک مکان سے یا مالک مکان کرایہ دار سے تنگ ہو۔ آخری بس نکل گئی ہو اور کسی کے پاس ٹیکسی کا کرایہ نہ ہو تو امداد کے لئے ہمیشہ ہی طلب کیا جاتا تھا۔" بعد میں اس نوجوان کانسٹبل کو معلوم ہوا کہ اس کا تجربہ دوسرے کانسٹبلوں سے مختلف نہیں ہے۔ لندن پولیس کے ہر جوان کو اس قسم کی اور دیگر وارداتوں سے نپٹنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے خوش مزاج اور خوش تدبیر ہونا لازمی ہے کیونکہ اس کو امن و امان قائم کرنے کے فرائض سے لے کر ناگہانی ضرورت پر دایہ گیری تک کے فرائض ادا کرنا پڑ سکتے ہیں۔ لندن میٹرو پولیٹن پولیس کے علاقے کا رقبہ ۷۴۲ مربع میل ہے وہاں تقریباً ۱۸۰ پولیس اسٹیشن قائم کئے گئے ہیں۔ ہر اسٹیشن کا پولیس ہیڈ کوارٹرز کے ساتھ براہ راست رابطہ قائم ہے۔ طرح طرح کے لوگ ان پولیس اسٹیشنوں میں جاتے ہیں۔ اگر کسی بچے کا سر لوہے کے جنگلے میں پھنس جائے تو اس کی بد حواس ماں یا باپ پولیس اسٹیشن ہی جائے گا۔ اگر کوئی شخص مشتبہ حالات میں گھومتا نظر آئے تو اُسے پولیس اسٹیشن لیجایا جاتا ہے اور اس سے پوچھ پاچھ کی جاتی ہے۔ اگر کسی پر کوئی الزام عائد کیا گیا ہو تو اسے ۲۴ گھنٹوں سے زیادہ (بشرطیکہ بیچ میں اتوار نہ پڑتا ہو) حوالات میں نہیں رکھا جا سکتا۔ اس کے بعد اسے لازمی طور پر مجسٹریٹ کے روبرو پیش کرنا پڑتا ہے۔ اس کا وکیل حوالات میں اس سے ملاقات کر سکتا ہے۔ عورتوں کو میٹرن یا خاتون پولیس افسر کی نگرانی میں رکھا جاتا ہے۔ اگر کسی پولیس اسٹیشن کے عملہ میں کوئی خاتون ملازم نہ ہو تو برابر کے کسی پولیس اسٹیشن سے اُسے بلا لیا جاتا ہے۔

"پولیس اسٹیشن کے روزنامچہ" میں ہر وقوعہ چاہے وہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو۔ ضرور درج کیا جاتا ہے۔ جو کانسٹبل گشت پر جاتے ہیں وہ اپنی نوٹ بکوں میں ہر واردات کی تفاصیل درج کرتے ہیں اور بعد میں پولیس اسٹیشن کے روزنامچہ میں، اُن کا اندراج ہو جاتا ہے۔ پولیس اسٹیشن کا ڈیوٹی افسر گشت پر گئے ہوئے تمام کانسٹبلوں کے ساتھ رابطہ قائم رکھتا ہے اور ہنگامی حالات میں وہ مدد کے لئے اسکاٹ لینڈ یارڈ کی جانب رجوع کر سکتا ہے۔ لندن پولیس کی روایات ایسی ہیں جن پر وہ اپنے فخر کا اظہار کر سکتی ہے۔ وہ سختی یا تشدد سے کام نہیں لیتی اس کا ثبوت یہ ہے کہ کانسٹبل کا ڈنڈا شاذونادر ہی دکھائی دیتا ہے۔ اس کا ہتھیار صرف یہی ڈنڈا ہے اور اس کو عام طور پر خود حفاظتی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر کسی کانسٹبل کو اپنے ڈنڈے

قطعہ

بہاران این چہ بنگر در چمن ہست ‖ بہ دوشِ لالہ و گل ہم سمن ہست
نہ ممکن ترک کردن بین تو عثمان ‖ برائے ما وطن بنگر کفن ہست

([illegible]) (لاشک فیہ)

کی نمایش کرنا پڑے یا اسے استعمال میں لانا پڑے تو سب حقائق پولیس اسٹیشن کے روزنامچہ میں درج کرانا پڑتے ہیں۔ اس قسم کی پابندی کا مقصد یہ ہے کہ افسران اعلیٰ اس بات کی جانچ کر سکیں کہ آیا کسی کانسٹبل نے اپنے ڈنڈے کا ناجائز استعمال تو نہیں کیا۔

برطانیہ میں کانسٹبلوں کی پہلی منظم جماعت ۱۷۴۹ء میں قائم کی گئی تھی۔ اسے "بو اسٹریٹ رنرز" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ سنہ ۱۸۲۹ء میں میٹرو پولیٹن قانون پاس ہونے کے بعد پولیس فورس اپنی موجودہ شکل میں معرض وجود میں آئی۔ اس وقت سر رابرٹ پیل برطانیہ کے وزیر داخلہ تھے۔ چنانچہ پولیس کا نام "پیلرز" پڑ گیا تھا اب لفظ "پیلرز" متروک ہو گیا ہے اور اس کی جگہ "بوبیز" نے لے لی ہے۔ پولیس کی ذمہ داریاں اب بہت بڑھ گئی ہیں۔ جرائم کا پتہ لگانے کے نئے نئے طریقے اپنائے جا رہے ہیں۔ لیکن شہریوں کا پرانا اور بے تکلف دوست "بوبی" اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ اشتعال میں نہ آنے والا، قابل اعتماد اور پُرسکون۔

برطانوی نوجوانوں کی ایک جماعت خشکی کے راستہ ہندوستان آئے گی!

ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ برطانیہ کی یوتھ ہوسٹلز ایسوسی ایشن کے ۱۶ ممبران اگلے سال خشکی کے راستہ ہندوستان آنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ ان کی قیادت کے فرائض لندن کے مسٹر مائیکل وھیلر ادا کریں گے ان کی اہلیہ محترمہ وینڈی بھی ان کے ہمراہ ہوں گی — وہ دونوں اسکول ٹیچر ہیں۔ یہ نوجوان تین گاڑیوں میں سفر کریں گے اور جن ملکوں میں سے وہ گذریں گے وہاں کے نوجوانوں کی تنظیموں۔ اسکول ٹیچروں اور سرکاری حکام سے تبادلۂ خیالات کریں گے سرکاری حکام کو وہ اس بات کی ترغیب دیں گے کہ وہ اپنے اپنے ملک میں یوتھ ہوسٹل قائم کریں تاکہ نوجوان اپنی سیاحت کے دوران میں معمولی سے خرچہ پر وہاں قیام کر سکیں۔ خیال ہے کہ برطانوی نوجوان ماہ جولائی میں اپنا یہ سفر شروع کیا کریں گے۔

ہندوستانی افسر کا برطانیہ میں محصولاتی طریقوں کا مطالعہ

معلوم ہوا ہے کہ انڈین کسٹمز اینڈ ایکسائز کے دہلی کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر (معائنہ) مسٹر ایس۔ وینکٹ رامن ان دنوں برطانیہ میں محصولات سے متعلق ایک کورس کر رہے ہیں جس میں اسمگلنگ کی روک تھام کے جدید ترین طریقے بھی شامل ہیں۔ اس کورس کا انتظام کولمبو منصوبہ کی فنی تعاون کی اسکیم کے تحت کیا گیا ہے۔ اور اس میں ہندوستان اور مشرق بعید کے محصولاتی افسران حصہ لے رہے ہیں۔ مسٹر وینکٹ رامن نے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ یہ کورس میرے لئے ایک پُرکشش تجربہ کی حیثیت رکھتا ہے اسمگلنگ کی روک تھام سے مجھے خاص دلچسپی ہے اور میں جاننا چاہتا ہوں کہ برطانوی طریقے کہاں تک اس کام میں ہماری مدد کر سکتے ہیں۔

قطعہ

سخت مشکل تو بدان ایں کہ مراتب گیری
نیز در دستِ تو ایں تختِ مذہب گیری

نام والائے نبیؐ نیز علیؑ اے عثمان
خیلے آسان برائے تو مراتب گیری

(آمدہ از نذری بلاغ)

امریکہ کے صدارتی انتخاب میں عورتوں کا کردار

ایسا دکھائی دیتا ہے کہ سال رواں کے صدارتی انتخاب کی مہم کے نتیجے کے طور پر سب سے زیادہ امریکیوں نے اپنے آپ کو بطور ووٹر رجسٹر کرایا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ اس انتخاب میں ووٹروں کی جو تعداد ہوگی وہ امریکہ کی تاریخ میں پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی ہے۔ نیشنل ووٹرز رجسٹریشن کمیٹی کے تخمینوں کے مطابق زیادہ نہیں تو کم سے کم سات کروڑ ساٹھ لاکھ امریکیوں نے اپنے آپ کو بطور ووٹر رجسٹر کرایا ہے یا ۸ نومبر کو ووٹ پڑنے سے پہلے پہلے رجسٹر کرالیں گے۔ سنہ ۱۹۵۶ء کے انتخاب میں چھ کروڑ ۱۸ لاکھ امریکیوں نے ووٹ دیئے تھے۔ اس انتخاب میں ۶۰ فیصد ووٹرس نے ووٹوں کا استعمال کیا تھا۔ رجسٹریشن کمیٹی کے چیرمین فرینک تھامسن جونیئر کے بیان کے مطابق سنہ ۱۹۵۸ء کے کانگریس انتخابات کے بعد تقریباً ۹۸ لاکھ امریکیوں کو ووٹروں کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ تھامسن کی رائے میں جوں جوں مزید اطلاعات موصول ہوتی جائیں گی توں توں نئے ووٹروں کی تعداد بھی بڑھتی جائے گی۔ اندازہ ہے کہ ان کی تعداد ایک کروڑ سے بھی بڑھ جائے گی۔ اگرچہ صدارتی انتخاب کے لئے کئی امیدوار ہیں تاہم مقابلہ اصل میں ری پبلکن پارٹی کے امیدوار نائب صدر رچرڈ نکسن اور ڈیموکریٹک پارٹی کے امیدوار سینیٹر جان کینیڈی میں ہے۔

دونوں امیدواروں نے اپنا پروگرام اور پالیسی ووٹروں کے سامنے رکھدی ہے۔ دونوں ملک بھر میں دورہ کر رہے ہیں۔ اور دونوں اب تک چار مرتبہ ٹیلی ویژن پر مشترکہ طور پر پیش ہو چکے ہیں۔ ٹیلی ویژن پر دونوں میں ملکی و غیر ملکی مسائل پر جو مباحثے ہوئے ہیں۔ ان سے لوگوں میں ایسی دلچسپی پیدا ہوئی ہے۔ انتخابی تاریخ میں جس کی مثال نہیں ملتی۔ اور جوں جوں ۸ نومبر کا دن نزدیک آتا جائے گا توں توں انتخابی گہما گہمی بھی تیز سے تیز تر ہوتی جائے گی۔ دونوں پارٹیوں کے ورکر اور لیڈر انتخابی مہم میں ہمہ تن مصروف ہیں اور اپنے اپنے امیدوار کو کامیاب بنانے کے لئے سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔

اس سلسلے میں زنانہ ووٹروں کی سرگرمیاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس انتخاب میں زنانہ ووٹروں کی تعداد مرد ووٹروں کے مقابلہ میں زیادہ بتائی جاتی ہے۔ چنانچہ اندازہ ہے کہ ان کی تعداد ۴۳ لاکھ زیادہ ہے۔ بہرحال دونوں پارٹیاں ان کے ووٹوں کے ساتھ ساتھ ان کی سرگرم امداد حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ زنانہ ووٹروں کی اہمیت کا اندازہ نائب صدر نکسن کے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے کہ

"سنہ ۱۹۶۰ء کے صدارتی انتخاب میں عورتوں کا ووٹ ہی فیصلہ کن ہوگا"

اور ڈیموکریٹک پارٹی کے امیدوار سینیٹر کینیڈی اس حقیقت سے اتنے ہی واقف ہیں جتنے کہ ری پبلکن پارٹی کے امیدوار۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس مرتبہ پانچ سو سے زیادہ عورتیں انتخاب لڑ رہی ہیں۔ بہرکیف دونوں پارٹیوں نے زنانہ ووٹروں کو دو بہترین اور قابل ترین خواتین کے سپرد کر رکھا ہے جن کا عملہ واشنگٹن میں سارا سارا ہفتہ کام میں لگا رہتا ہے۔ یہ عملہ ملک بھر میں کام کرنے والی زنانہ ورکروں کو لٹریچر اور اس قسم کی دوسری چیزیں مہیا کر رہا ہے۔ اور ورکروں کو ہر وہ امداد دیتا ہے جس کی انہیں ضرورت ہو۔ ری پبلکن نیشنل کمیٹی کی نائب صدر مسز کلیرا لی ولیمز سابق ٹیچر ہیں۔ اور سیاسیات کا کافی تجربہ رکھتی ہیں۔ ڈیموکریٹک نیشنل کمیٹی کی نائب صدر مسز مارگریٹ پرائس ووٹر بننے سے بھی پہلے سیاسیات میں داخل ہوئی تھیں آپ سنہ ۱۹۲۸ء اور سنہ ۱۹۳۲ء کے صدارتی انتخابات میں سرگرم حصہ لیتی رہی ہیں۔ دونوں خواتین ووٹروں کی حمایت

قطعہ

آمدِ فصلِ بہاران گلفشانی می کند | این چہ جلوہ پیشِ دین سبعِ مثانی می کند

گفت این نقش و نگارے بہرِ قصرِ عالیہ | این چہ نازش بر سرِ تعمیرِ بانی می کند

حاصل کر رہی ہیں، وہ دونوں پارٹیوں کے لئے بہت اہم ہے۔ دونوں خواتین انتخاب کی ہر تفصیل میں جاتی ہیں اور وہ تمام کام انجام دے رہی ہیں جو انتخابی مہم میں سامنے آتا ہے۔ اس سال عورتوں کی رضاکارانہ حمایت اور امداد انتہا پر ہے۔ دونوں پارٹیوں کو ہزاروں رضاکارانہ ورکروں کی حمایت حاصل ہوئی ہے۔ ان میں مقامی سطح اور ملکی سطح دونوں کے کارکن شامل ہیں۔ جوں جوں انتخاب کا دن نزدیک آتا جا رہا ہے توں توں ان کی سرگرمیاں تیزتر ہوتی جا رہی ہیں۔ انتخابی مہم شروع ہونے سے قبل سب سے بڑا کام ووٹروں کو رجسٹر کرانا تھا۔ چنانچہ جونہی دونوں پارٹیوں کے ابتدائی کنونشن ختم ہوئے پارٹی ورکر اس اہم مسئلہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے بعد کارکنوں نے اپنے اپنے امیدوار کا پروگرام اور پالیسیاں ووٹروں کے سامنے رکھیں اور ان پر بحث کی۔ عورتوں کی انتخابی مہم کا ایک مرحلہ وہ ہے جب وہ امیدواروں کی بیویوں سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ چنانچہ اس بار اس سلسلے میں زیادہ سرگرمی دیکھنے میں آ رہی ہے۔ ریپبلکن پارٹی مسز نکسن کی بیوی کو ووٹروں سے اچھی طرح متعارف کرانے کے لئے ان سے کام لے رہی ہے [illegible] کے دوران میں ووٹروں کو بتایا گیا کہ مسز نکسن اپنے شوہر اور ان کے پروگرام [illegible] اسی طرح مسز کینیڈی [illegible] شوہر کی [illegible]۔ جہاں تک ہے دونوں امیدواروں کی بیویاں [illegible] دورہ کرتی ہیں۔ دونوں [illegible]

[illegible]

دہلی میں الیکٹریکل انجینیرو‌ں کی بین الاقوامی کانفرنس

۳۰ر اکتوبر تا ۱۲ر نومبر نئی دہلی میں انٹرنیشنل الیکٹرو ٹیکنیکل کمیشن کی کانفرنس ہوگی جس میں برطانیہ کی طرف سے ۳۵ ڈیلی گیٹ شرکت کریں گے۔ یہ کمیشن پچاس سال سے زائد عرصہ سے برسرعمل ہے اور اس کا قیام اُن بین الاقوامی الیکٹریکل کانگریسوں کا نتیجہ تھا جو گذشتہ صدی کے اختتام پر منعقد کی گئی تھیں۔ اس زمانہ میں ڈیلی گیٹوں نے ایک مستقل تنظیم کے قیام پر زور دیا تھا۔ تاکہ الیکٹریکل ساز و سامان کے معیار کو ایک سطح پر لایا جا سکے اور دنیا بھر کے الیکٹریکل انجینیروں کو اتحاد کی لڑی میں پرو دیا جا سکے۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں سینٹ لوئیس (امریکہ) میں منعقد کی گئی ایک میٹنگ میں ایسی تنظیم قائم کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔ اور یہ کام برطانوی الیکٹریکل انجینئر کرنل آر۔ ای۔ کامپٹن کو سونپا گیا تھا۔ دو سال بعد کمیشن کی پہلی میٹنگ لندن میں منعقد کی گئی تھی۔ دوسری جنگ کے بعد اس کی میٹنگ ہر سال منعقد کی جا رہی ہے۔

قطعہ

غنچہ زائیسز نگہ نوخیز است
یکے از ملک مجسم تیز است

[illegible]
[illegible] بہ صد ناز شد

(آمدہ از نذری باغ)

رابرٹ سی گڈمین۔

امریکی یونیورسیٹیاں اور براڈکاسٹنگ

اگرچہ امریکہ میں ریڈیو اسٹیشنوں کی ملکیت پرائیویٹ کمپنیوں کے ہاتھ میں ہے اور ہندوستان میں حکومت کے ہاتھ میں تاہم اس فرق سے دونوں ملکوں میں براڈکاسٹنگ کی یکساں اہمیت کو کم نہیں سمجھنا چاہئے۔ ریڈیو۔ ٹیلی ویژن ہمارے دور میں پیغام رسانی کا ایک عظیم ذریعہ ہے اور اطلاعات کی فراہمی، تعلیم و ثقافت کی ترقی اور تفریح کے شعبے میں تقریباً ایک غیر محدود رول ادا کرتا ہے۔ ہندوستان میں آل انڈیا ریڈیو نے نہ صرف ایک وسیع برصغیر کے تمام حصوں کو ایک رشتۂ اتحاد میں باندھ رکھا ہے بلکہ اپنے نشری پروگراموں سے ان لکھوکھا اشخاص کے لئے بھی ایک ناقابل تلافی سروس مہیا کر رکھی ہے جو ابھی تک پڑھائی لکھائی سے ناآشنا ہیں۔ امریکہ میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگرام عملاً ساری آبادی کی روزمرہ زندگی کا حصہ ہیں۔ امریکہ کی یونیورسیٹیوں اور کالجوں نے عہد حاضرہ کے معاشرے میں براڈکاسٹنگ کے اہم کردار کو تسلیم کیا ہے۔ اور ہندوستان کے معلم بھی اس کی طرف توجہ دے رہے ہیں۔ امریکہ کی تعلیمی دنیا میں ریڈیو نہ صرف تعلیم کا ایک مفید ذریعہ بن گیا ہے بلکہ کالجی تعلیم کے سلسلے میں بھی اس سے وسیع پیمانے پر کام لیا جا رہا ہے۔ ایک پشت پہلے جب ریڈیو ابتدائی مرحلہ ہی میں تھا تو بہت سی امریکی یونیورسٹیاں پیغام رسانی کی سائنس اور فن میں اس کی اہمیت سے آگاہ ہو گئی تھیں۔ ۱۹۱۹ء میں وسکونسن یونیورسٹی نے باقاعدہ طور پر براڈکاسٹنگ شروع کر دی۔ اس کے بعد دوسری یونیورسیٹیوں نے بھی اپنے ریڈیو اسٹیشن قائم کئے اور پروگراموں کا تجربہ شروع ہو گیا۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں براڈکاسٹنگ کی تکنیکوں کو شامل کیا گیا اور براڈکاسٹنگ کے نفسیاتی، معاشرتی اور اقتصادی اثرات کا جائزہ لیا گیا۔ آج امریکہ میں بیسیوں یونیورسیٹیوں کے اپنے ریڈیو اسٹیشنز ہیں جو باقاعدہ براڈکاسٹنگ کرتے ہیں ۵۰۰ سے زیادہ کالجوں میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے متعلق نصاب رائج ہیں اور تقریباً سو کالج براڈکاسٹنگ سے متعلق ڈگریاں دیتے ہیں۔ بہت سے کالجوں اور یونیورسیٹیوں نے پروگراموں کی تربیت و نگرانی کے لئے ریڈیو ڈائرکٹروں کو باقاعدہ ملازم رکھا ہوا ہے خواہ کوئی ادارہ سردست خود ریڈیو اسٹیشن نہ چلاتا ہو۔ ان ریڈیو اسٹیشنوں کے تعلیمی پروگرام ابتدائی اور ثانوی اسکولوں اور پرائیویٹ گھروں میں سنے جاتے ہیں۔ اس بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ یہ صرف براڈکاسٹنگ کے اعلیٰ کالجی نصاب ہیں۔ (جو عام طور پر گریجویٹ سطح پر پڑھائے جاتے ہیں) جن کا مقصد طلباء کو ریڈیو یا ٹیلی ویژن سے متعلق کام دھندوں کے لئے تیار کرنا ہے۔ اگرچہ کالج کی ریڈیو اور ٹیلی ویژن جماعتوں میں داخل ہونے والے طلباء کی ایک تھوڑی سی تعداد براڈکاسٹنگ کا پیشہ اختیار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تاہم دوسرے ہزاروں طلباء اس لئے شامل ہوتے ہیں تاکہ ان میں براڈکاسٹنگ کی سمجھ بوجھ پیدا ہو۔ ریڈیو کی تکنیکوں کا مطالعہ اس کی امکانی قوتوں کا مطالعہ بھی ہے۔ لہذا کالجوں میں براڈکاسٹنگ کی طرف وسیع پیمانے پر جو توجہ دی جاتی ہے وہ اس امر کی نہایت حوصلہ افزا یقین دہانی ہے کہ براڈکاسٹنگ چاہے پرائیویٹ ہاتھوں میں ہو یا حکومت کے ہاتھ میں اس کی ترقی اور نشوونما جاری رہے گی۔ نشرو اشاعت شروع میں الگ الگ پہلوؤں کے مطابق براڈکاسٹنگ صحافت، خطابت، ناٹک، تجارتی نظم و نسق، نفسیات، تعلقات

قطعہ

می خلد خارے بہ صحن باغ در پایم ہنوز || در سرور و کیف صہبا گفت خم دائم ہنوز
گفت این عثمان بہ دور انقلاب عالمے || شکر للہ مثل ماضی بین تو برجایم ہنوز

(آمدہ از نذری باغ)

اور بصری و سماعی تعلیم کے نصابوں میں تعلیم کے ذریعہ کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ لیکن آج براڈ کاسٹنگ خود ایک الگ نصاب بن گیا ہے۔ وسکونسن یونیورسٹی نے ان نصابوں کی فہرست شائع کی ہے جنکی تعلیم براڈ کاسٹنگ کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ اس فہرست کے دیباچے میں لکھا ہے "پیغام رسانی انسان کی عظیم ترین کامیابی ہے۔ اس کی ترقی کا دار و مدار اس امر پر ہے کہ وہ جو کچھ دیکھتا ہے، سوچتا ہے۔ اور یقین کرتا ہے۔ اسے کتنی قابلیت سے دوسروں کو بتا سکتا ہے اور پیغام رسانی کے ذرائع و آلات کا کیسے کر موثر استعمال کر سکتا ہے۔ ویسکونسن یونیورسٹی میں طلبا ر کو ایک ایسے ماحول میں مطالعہ، تجربہ اور کام کرنے کا موقعہ ملتا ہے جس میں انسانی ترقی میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے کردار کی بڑی قدر ہوتی ہے"۔ یونیورسٹی کی فہرست کے مطابق ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے متعلق وسکونسن یونیورسٹی کے نصابوں کا مدعا طلباء کو دو بنیادی مقاصد کی طرف لے جاتا ہے (۱) ان لوگوں کے لئے عام تعلیم جو اپنے تحریر و تقریر کے فن کو بہتر بنانا چاہتے ہیں۔ اور جو ہمارے موجودہ معاشرے میں پیغام رسانی کے ان ذرائع کو بہتر طور پر سمجھنا چاہتے ہیں۔ (۲) ان لوگوں کے لئے پیشہ ورانہ تربیت جو ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے مختلف شعبوں میں کام کرنا چاہتے ہیں اور جو ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے فن کو مثلاً اشتہار بازی، امور عامہ، اداکاری اور برقی انجینیری کی تعلیم لاگو کرنا چاہتے ہیں۔ علامتی طور پر براڈ کاسٹنگ کے اصولوں، مسئلوں اور تکنیکوں میں تعلیم و تحقیق کے نصاب کے علاوہ یونیورسٹی حقیقی براڈ کاسٹنگ کے متعلق تربیت کے اعلیٰ مواقع مہیا کرتی ہے۔ تربیت یافتہ طلباء بڑی تعداد میں یونیورسٹیوں کے ان ریڈیو اور ٹیلی ویژن اسٹیشنوں کے عملہ میں شامل ہوتے ہیں۔ جو ریاستی تعلیمی براڈ کاسٹنگ سسٹم کے لئے پروگرام براڈ کاسٹنگ کرتے ہیں۔ کولمبیا یونیورسٹی میں ان لوگوں کے لئے ریڈیو کی ٹیکنیکل مشینری کے استعمال کے متعلق بھی

ایک نصاب رائج ہے جو ٹیکنیکل ماہرین کے ہمراہ کام کرنے کے خواہاں ہیں۔ یہ نصاب پروگرام سازوں، ہدایت کاروں، اشتہاری ایجنسیوں کے عملے اور مصنفین کے لئے خاص طور سے جاری کیا گیا ہے۔ چنانچہ عام آدمی کے نکتہ نگاہ سے ریڈیو کو چلانے والی تنظیم، آواز کی تصویری، نابکار ریڈیولی والیوم کنٹرول، ماسٹر کنٹرول اور برقیاتی اشارات وغیرہ کے متعلق لیکچر اور مظاہرے پیش کئے جاتے ہیں۔ گریجویٹ نصابوں میں پیغام رسانی کی نفسیات اور براڈ کاسٹنگ فن کے ہر پہلو کے اعلیٰ مسئلوں کے متعلق تعلیم دی جاتی ہے۔ بوسٹن یونیورسٹی میں گریجویٹ سطح پر ایک دلچسپ نصاب رائج ہے جو پیغام رسانی کی تعلیم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں ان اصولوں، تکنیکوں اور طریقوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے، جو ریڈیو، ٹیلی ویژن اور فلموں سے متعلق تعلیم میں شامل ہیں۔ اس میں کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر نصاب کی تربیت، نصاب کے مضامین اور تعلیمی طریقوں کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اور نظم و نسق، عملے کے انتخاب، جگہ اور مشینری کی منصوبہ بندی اور سرمایہ کاری کے مسئلوں کی چھان بین کی جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں امریکی یونیورسٹیاں نہ صرف براڈ کاسٹنگ کی تعلیم دیتی ہیں بلکہ یہ بھی سکھاتی ہیں کہ براڈ کاسٹنگ کی تعلیم کیوں کر دی جائے۔ ایک اور قابل ذکر بات۔ سائراکوس یونیورسٹی میں براڈ کاسٹنگ کے شعبے میں طلباء کی تربیت کے متعلق ایک بین الاقوامی پروگرام قائم کیا گیا ہے۔ سائراکوس یونیورسٹی میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن مرکز کو قائم ہوئے ۲۵ برس ہو چکے ہیں۔ اور اس عرصہ کے دوران میں اس کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے بہت سے علمی نصابوں اور سیمناروں میں ایسے بہت سے طلباء حصہ لے چکے ہیں جو دوسرے ملکوں میں براڈ کاسٹنگ کی ذمہ داریاں انجام دینے کے خواہاں تھے اب اس یونیورسٹی نے صرف غیر ملکی طلباء خاص کر ان طلباء کے لئے جو ترقی پذیر ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں، ایک نصاب جاری کیا ہے۔ تربیتی پروگرام کا مقصد ان طلباء کو ایسا پس منظر

قطعہ

محفلِ عیش بہ نغمہ تو نگر ز طرب است	وصلِ دلدار دگر جام نگر توبہ شب است
من نہ دانم کہ چہ رازے کہ نہفتہ بہ حجاب	نام این کیست نگر تو کہ بیاید بہ لب است

(آمدہ نذری باغ)

اطلاعات، نئی نئی معلومات، تجزیہ اور نقطۂ نظر مہیا
کرتا ہے۔ جن سے وہ اپنے ملک کے براڈکاسٹنگ سسٹم
کو ترقی دے سکیں تاکہ وہ (۱) زراعت، صحت، صفائی
خواندگی اور سرکاری امور میں شرکت کے شعبوں میں
شہریوں کو تعلیم دے سکیں۔ (۲) ملک کو سیاسی طور پر
متحد کر سکیں (۳) دوسرے ملکوں اور باقی دنیا کو اپنے ملک
کے حالات بتا سکیں اور (۴) ایسے پروگرام مہیا کر سکیں
جو ان کے ملک کی بہترین ثقافتی میراث سے متعلق ہوں۔ اس
نصاب اور عملاً امریکی کالج سطح کے تمام نصابوں کے سلسلے
میں طلباء کو بڑے بڑے ریڈیو اسٹیشنوں میں لے جایا جاتا
ہے جہاں وہ اکثر افسروں کی نگرانی میں کام کرتے ہیں۔
امریکہ میں ریڈیو کے ذریعے جو تعلیمی پروگرام نشر ہوتے ہیں
ان کا زیادہ تر حصہ یونیورسٹیوں سے نشر ہونے والے
تعلیمی پروگراموں کا ہے۔ مثال کے طور پر وسکونسن
یونیورسٹی کا اسٹیشن ہفتے میں دس پروگرام پیش کرتا ہے
جس سے علاقے کے ابتدائی اسکولوں میں باقاعدہ پڑھائی
میں مدد ملتی ہے۔ بالغ طلباء کے لئے "وسکونسن کالج آف
دی ایئر" کے نام سے ایک پروگرام جاری ہے۔ جس سے
طلباء یونیورسٹی کی جماعتوں سے براہ راست نشریات
اور سٹوڈیو کے خصوصی نصابوں کے ذریعے مجازی
طور پر گھر میں بیٹھے بیٹھے ہی کالج میں شرکت کرتے ہیں۔
وسکونسن کے دیہاتیوں کو ایک روزانہ زراعتی پروگرام
کے ذریعہ اُن حالات اور معلومات سے مطلع رکھا جاتا ہے
جو زراعتی کالج اور زراعتی تجرباتی اسٹیشنوں سے موصول
ہوتی ہیں۔ گھریلو عورتوں کو امور خانہ داری کی معلومات
مہیا کرنے کے لئے ایک گھنٹے کا پروگرام ہوتا ہے یونیورسٹی
کی براڈکاسٹنگ سروس میں انٹرویو فورم، کتابوں پر
تبصرے، خبریں۔ ناٹک، بچوں کی کہانیاں۔ خصوصی واقعات
تنظیمی نشریات، ریاستی امور کے مباحثے، غیر ملکی زبانوں
کے سبق اور سنگیت وغیرہ کے پروگرام شامل ہوتے ہیں۔
آئیووا، مینے سوٹا، اوہائیو اور ٹیکساس، یونیورسٹیاں بھی
دوسری یونیورسٹیوں کے ساتھ ساتھ ابتدائی و
ثانوی اسکولوں کے معلّموں کی امداد کے لئے تعلیمی پروگرام
نشر کرتی ہیں۔ جن یونیورسٹیوں کے اپنے ریڈیو اسٹیشن نہیں
ہیں انہیں پرائیویٹ ریڈیو پر وقت اور سہولیات دی
جاتی ہیں تاکہ وہ نہ صرف خصوصی تعلیمی پروگرام بلکہ "شکاگو
راؤنڈ ٹیبل" اور "نارتھ ویسٹ ریویونگ سٹینڈ" جیسے
وسیع دلچسپی کے پروگرام بھی نشر کر سکیں جن کے تحت
پبلک زندگی کی برگزیدہ ہستیوں کو دورِ حاضرہ کے اہم
مسائل پر بحث کرنے کے لئے مائیکروفون پر لایا جاتا ہے۔
بہت سی یونیورسٹیاں خواہ ان کے اپنے ریڈیو اسٹیشن ہیں
یا نہیں کالج سطح کے نصاب نشر کرتی ہیں اور ڈگریاں
دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر نیویارک یونیورسٹی کا ریڈیو
اسٹیشن انگریزی ادب اور سنگیت کے متعلق روزانہ
چالیس منٹ کا ایک پروگرام نشر کرتا ہے۔ جو کوئینز
کالج کی طرف سے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ پروگرام کوئی بھی
شخص ریڈیو سیٹ کے ذریعہ سن سکتا ہے۔ لیکن اگر
کوئی ڈگری کا خواہشمند ہے تو وہ کوئینز کالج کو فیس ادا
کرتا ہے اور نصاب کے آخر میں خود کالج میں جا کر امتحان
دیتا ہے۔ اس قسم کی کالج سطح کی ڈگریوں کے تقریباً
۴۰۰ نصاب ہیں۔ یہ براڈکاسٹنگ اور یونیورسٹیوں
کے خوشگوار اتحاد کی ایک اور علامت ہے۔

قطعہ

شدم مشہور ہر سو گفت آفاق (دنیا) || نہادم درسِ مکتب را سرِ طاق
حسابِ قرضہ چون من گرفتم || بکردم در جہاں بنگر تو بے باق

(آمدہ از زندگی بابائے) (تصنیفہ)

رُوس کی خبریں

سوویت سفیر نے شری نہرو کی خدمت میں فلم نمستے پیش کی!

نئی دہلی۔ ۲۴ ر اکتوبر ۶۰ء۔ سوویت سفیر ایوان بینی دکتروف نے سوویت حکومت کی ہدایت پر ایک دستاویزی فلم "نمستے" وزیر اعظم شری نہرو کی خدمت میں پیش کی۔ یہ فلم سوویت وزیر اعظم نکیتا خروشچوف کے دورہ ہندستان اور ایشیا کے ملکوں کے دورے سے تعلق رکھتی ہے۔ گذشتہ فروری اور مارچ میں وہ دورے پر گئے تھے۔ تحفہ قبول کرتے ہوئے وزیر اعظم شری نہرو نے سوویت سفیر سے کہا کہ اس تحفے کے لئے سوویت حکومت تک میرا جذبہ تشکر پہنچا دیں۔

لینن گراڈ میں پریم چند کا یوم پیدائش منایا گیا

لینن گراد۔ (تاس) ۲۱ ر اکتوبر کو یہاں منشی پریم چند کا ۸۰ واں یوم پیدائش منایا گیا۔ جلسے کا افتتاح کرتے ہوئے پیوتر برانیکوف نے بتایا کہ میں بنارس کے قریب وہ گاؤں دیکھنے گیا جہاں پریم چند کی زندگی کے ابتدائی سال گزرے تھے۔ انہوں نے منشی پریم چند کی بیوی شریمتی شیورانی دیوی سے اپنی ملاقات کا بھی ذکر کیا۔ منشی پریم چند کی ہندی اردو کتابوں اور روسی ترجموں کی نمائش بھی ہوئی۔

تاجکستان میں ۱۵ سال میں ۴ ہزار نائیٹل شائع ہوئے!

استالن آباد (تاس) تاجکستان کے وزیر تہذیب امور علی کل اماموف نے بتایا ہے کہ جنگ کے بعد پندرہ سال میں جمہوریہ میں چار ہزار نائیٹل ۲ کروڑ ۷۰ لاکھ کی تعداد میں شائع ہوئے روسی ادیبوں کے جلسے کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جمہوریہ کی ۲۰ لاکھ آبادی کے پاس آج ۳ ہزار اسکول ہیں جن میں ۳۶۰،۰۰۰ طالب علم ہیں۔ تاجکستان میں دس ہزار انسانوں پر ۹۲ طلبہ ہیں۔

بوعلی سینا کی کتاب "قانون" کا قلمی نسخہ ملگیا

سمرقند (تاس) بوعلی سینا کی کتاب "قانون" کی پہلی جلد کا ایک قلمی نسخہ ازبکستان میں دستیاب ہوا ہے جس پر ۱۰۸۱ ہجری کی تاریخ درج ہے یعنی ۱۶۷۰ عیسوی۔ یہ عربی رسم خط میں ازبک زبان میں ہے۔ ایک خیال کیا جاتا تھا کہ بوعلی سینا کی کتابوں کا ازبک زبان میں کوئی قلمی نسخہ نہیں ہے۔ اب سور حین "قانون" کے ازبک ایڈیشن کا مقابلہ اس نایاب نسخے سے کر سکتے ہیں۔

قطعہ

بشراب ناب بنگر در آیارغ است ٭ ہمہ گلہائے تر بنگر بہ باغ است
(بابلہ) بگفت ورود باد نوروزی ٭ شمیم غنچہ و گل در دماغ است

(آمد، از بدری باغ)

محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ آندھرا پردیش

چار سالہ ترقی

صبح نو ریاست آندھرا پردیش اپنے قیام کے پانچویں برس میں داخل ہوتے ہوئے پچھلے چار برسوں کی کارگذاری پر فخر و اطمینان محسوس کرتی ہے۔ یہ برس اگرچہ بہت مصروف رہے لیکن ساتھ ہی پُر از واقعات اور اہم بھی رہے۔ اب اسکے آگے امیدوں اور توقعات کا نیا سویرا طلوع ہو رہا ہے جو عظیم تر خوشحالی کے دور کا نقیب ہے۔

منصوبہ بندی اور منصوبے کی اسکیموں کو روبعمل لانے کے شعبہ میں ریاست نے قابل تعریف ترقی کی ہے جسے بیرون ریاست کے کئی افراد نے بھی سراہا ہے۔ پہلے منصوبے کے اخراجات کا تخمینہ (۹۶٫۴۹) کروڑ روپیے تھا جبکہ دوسرے منصوبے پر اخراجات کا تخمینہ (۱۷۹٫۸۹) کروڑ روپیہ رہا۔ دوسرے منصوبے کے پہلے چار برسوں یعنی ۵۶ء تا ۱۹۶۰ء کے دوران ریاست (۱۳۲) کروڑ روپیے کی رقم سے استفادہ کر چکی ہے اور اب (۴۴٫۰۴) کروڑ روپیے کے منصوبے کو روبعمل لا رہی ہے۔

ریاست کو جن کئی مشکلات اور دشواریوں کا سامنا تھا مثلاً ذرائع وسائل کی کمی، تربیت یافتہ عملے کا فقدان، ریاستوں کی تنظیم جدید اور اسکے نتیجے میں پیدا ہونے والی انتظامی مشکلات، ان کا لحاظ کرتے ہوئے ریاست نے مالی اور مادی نشانوں کی حد تک جو کامیابیاں حاصل کی ہیں ان پر وہ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے

زرعی ترقی آندھرا پردیش جیسی ریاست میں جہاں آبادی کے بڑے حصے کا خاص پیشہ کھیتی باڑی ہے وہاں زراعت کو ایک بنیادی مقام حاصل ہے۔ سنہ ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق آندھرا پردیش کا زیر کاشت رقبہ (۲۸۱٫۰۶) لاکھ ایکڑ ہے اور (۸۳) فیصد آبادی دیہاتی رقبوں میں بستی ہے۔ پہلے منصوبے کے دوران زرعی ترقی کے سلسلہ میں مختلف اسکیموں کو روبعمل لانے کے نتیجے میں زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے جس سے افراط زر کے خاتمے، معیشت کے استحکام اور دوسرے منصوبے کے دوران تیز تر ترقی میں مدد ملی ہے

پہلے منصوبے کے دوران اناج کی پیداوار میں اضافہ ہوا سنہ ۵۰-۱۹۵۱ء میں اناج کی پیداوار (۳٫۸) ملین ٹن تھی جو سنہ ۵۵-۱۹۵۶ء میں بڑھ کر (۵٫۱) ملین ٹن ہو گئی دالوں کی پیداوار (۰٫۲۳۸) ملین ٹن سے بڑھ کر (۰٫۲۴۶) ملین ٹن ہو گئی۔ دوسرے منصوبے کے آغاز پر ریاست میں غذائی اجناس کی مجموعی پیداوار (۵٫۴۲۱) ٹن تھی۔ مجموعی رقبہ زیر کاشت میں بھی اضافہ ہوا یہ رقبہ سنہ ۵۰-۱۹۵۱ء میں (۲۵٫۳) ملین ایکڑ تھا جو سنہ ۵۵-۱۹۵۶ء میں (۲۹٫۴) ملین ایکڑ ہو گیا۔ دوسرے منصوبے کے ختم تک زائد غذائی پیداوار کا تخمینہ (۱۶٫۴۳) لاکھ ٹن ہے جس سے مجموعی پیداوار (۷۰٫۶۴۱) لاکھ ٹن ہو جائیگی۔

نئی تیرتھ یاترا کرشنا کے پانی سے استفادہ کے لئے سابق حیدرآباد اور آندھرا کی اسٹیٹوں نے سنہ ۵۵-۱۹۵۶ء میں مشترکہ طور پر (۱۲۵) کروڑ روپیے کی لاگت کے ناگرجنا ساگر پراجکٹ پر کام شروع کیا جسکا شمار ہندوستان کے بڑے ہمہ مقصدی ندی گھاٹی پراجکٹوں میں ہوتا ہے

اسکیم پراجیکٹ کا عظیم الشان پہلا مرحلہ ندی کنڈہ کے نزدیک کے بند ڈیجوا وسط سطح بنیاد سے (۳۰۲) فٹ بلند ہوگا اور جو دنیا میں پائچ قسم کا سب سے اونچا بند ہوگا (۱۳۵) میل لمبی سیدھے کنارے کی نہر اور (۱۰۸) میل لمبی بائیں کنارے کی نہر پر مشتمل ہے جس سے (۲۰۶۰۲۰) لاکھ ایکڑ رقبہ سیراب ہوگا

وزیراعظم نہرو نے ۱۰ر دسمبر ۱۹۵۵ء کو سنگ بنیاد رکھتے ہوئے کہا

"آج جب میں اس ناگرجنا ساگر کا سنگ بنیاد رکھ رہا ہوں تو میرے لئے یہ ایک مقدس رسم ہے یہ ہندوستان کے "انسانیت کے مندر" کا سنگ بنیاد ہے۔ ان نئے مندروں کی علامت جو ہم ہندوستان کے طول و عرض میں تعمیر کر رہے ہیں پہلے پانچ برسوں کے درمیان ہزاروں مرد اور عورتیں جو بند کا شب و روز کام کر رہی ہیں ان کے لئے وزیراعظم کے یہ بلند وارفع خیالات ایک ملقونے سے کم نہیں۔

پہلا مرحلہ

جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بند کے صدر ڈھانچے پر کام کی ترقی کی رفتار بہت زیادہ حوصلہ افزا رہی اور یہ بعض حصوں میں (۱۰۰) فٹ کی بلندی تک پہنچ گیا ہے۔ صدر نہر کی کھدائی دونوں جانب (۵۰) ویں میل تک جاری ہے۔ اس عظیم کام پر اپریل ۱۹۶۱ء کے ختم تک جو اخراجات ہوئے ان کا تخمینہ (۴۳ ۸۶۲۹) کروڑ روپیے ہے رواں سال کے لئے بجٹ میں (۹) کروڑ روپیے کی گنجائش رکھی گئی ہے عارضی طور پر تخمینہ کیا گیا ہے کہ تیسرے منصوبے کے دوران پہلے مرحلے کی تکمیل کے لئے (۵۱۶۹۵) کروڑ روپیہ درکار ہوگا

کمیونٹی ڈیولپمنٹ

کمیونٹی ڈیولپمنٹ بلاکوں میں جو شاندار اور قابل فخر کامیابیاں حاصل کی گئیں انکی ستائش کرتے ہوئے ریاستی گورنر نے جون ۱۹۶۲ء میں اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا "مجھے خوشی ہے کہ بعض سرگرمیوں کی حد تک اسٹیٹ میں فی بلاک کی اوسط کامیابی، کل ہند اوسط سے زیادہ رہی جیسے زراعت، علاج حیوانات، پینے کے پانی کی باولیوں، ریڈنگ روم، یوتھ اور کسان کلبوں کی منزل اس ریاست نے پہلا مرتبہ حاصل کیا" یاد ہوگا کہ ریاست کی حد بندی (۴۴۵) بلاکوں میں کی گئی تھی جن میں سے ۳۲۶ بلاکوں کو شروع کیا جا چکا ہے اس تدریجی پروگرام کے مطابق جس کی منظوری مرکزی وزارت کمیونٹی ڈیولپمنٹ نے دی ہے پوری ریاست کو اکتوبر ۱۹۶۳ء تک کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام کے تحت لے آنا ہوگا۔ تیسرے منصوبے کے دوران (۱۲۴) بلاکوں میں کام شروع کرنا ہوگا

پہلے نظم امتیاز

آندھراپردیش کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ پہلی ریاست ہے جس نے جمہوری اساس پر نظم و نسق کی عدم مرکزیت کا اہم فیصلہ کیا جس سے ایک نیا آفریں دور کا آغاز ہوا ہے اسکا مقصد یہ ہے کہ منصوبے کی اسکیموں اور انہیں روبعمل لانے کے لئے بڑے پیمانے پر عوام کی تائید اور حمایت حاصل کی جائے نیز پنچایتوں سے عوامی اداروں کو فروغ دیا جائے تاکہ وہ دیہی تعمیر نو کے خاموش انقلاب میں اپنا اہم فریضہ ادا کر سکیں چنانچہ پنچایت سمیتیوں کا قیام یکم نومبر ۱۹۵۹ء سے اور ضلع پریشدوں کا قیام یکم دسمبر ۱۹۵۹ء سے عمل میں آیا (۲۷۱) پنچایت سمیتیاں قائم کی جاچکی ہیں کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام کو روبعمل لانے کی زیادہ تر ذمہ داری ان ہی اداروں پر عائد ہوتی ہے جو منصوبہ بندی کا محور تصور کیجاتی ہیں

آبپاشی

ریاست کی اراضیات سے بہترین استفادہ اسی وقت حاصل کیا جا سکتا ہے جبکہ آبپاشی ذرائع کی جامع ترقی ہو۔ اس مقصد کے پیش نظر آندھرا میں آبپاشی

کے چند اہم پراجکٹ ، ۱۷ اوسط سائز کے پراجکٹ اور تلنگانہ میں دو اہم اور (۱۱) اوسط سائز کے پراجکٹ پہلے منصوبے میں شامل کئے گئے۔ تلنگانہ کی دو اہم آبپاشی کی اسکیمیں یعنی کوئل ساگر اور بھیموں پلی پراجکٹ پہلے منصوبے کی مدت کے ختم تک مکمل کرلئے گئے جسکے نتیجے میں (۲۰۰،۳۱) ایکڑ رقبے کو آبپاشی کے تحت لایا گیا

دوسرے منصوبے کی مدت کے دوران آندھرا اور تلنگانہ میں تمام نامکمل کام جاری رکھے جائیں گے اسکے علاوہ آندھرا میں دو نئے بڑے پراجکٹوں اور ۱۳ اوسط سائز کی اسکیموں اور تلنگانہ میں (۱۱) نئے اوسط سائز کی اسکیموں کو شروع کیا گیا

تنگبھدرا ہائی لیول کنال (پہلے مرحلے) پر کام اطمینان بخش طریقے پر جاری ہے۔ بھیروانی تپہ پراجکٹ تقریباً مکمل ہوگیا ہے۔ گوشنا بیراج کے تحت (۷۰) میں سے (۶۳) گیٹ نصب ہوچکے ہیں۔ راجولی بنڈہ ڈائی ورژن اسکیم کے تحت لوکلا نرسنگ کے کام میں کافی ترقی ہوئی ہے توقع ہے کہ یہ کام رواں مالی سال کے دوران مکمل کرلیا جائیگا۔

بڑی صنعتیں

صنعتی ترقی، معاشی ترقی کا ایک اہم پہلو ہے اور منصوبہ بنانیوالوں نے بھی اسے نظر انداز نہیں کیا۔ ریاستی پبلک کی متفقہ داد کے نتیجہ میں جسمیں آندھرا پردیش میں بعض مرکزی پراجکٹوں کے قیام کی ضرورت پر زور دیا گیا تھا حکومت ہند نے سنتھٹک ڈرگ پلانٹ حیدرآباد میں قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ریاستی حکومت، مرکز پر یہ بھی زور دے رہی ہے کہ مشین ٹولس کی یونٹ حیدرآباد میں اور میرین ڈیزل انجن فیکٹری وساکھاپٹنم میں قائم کی جائے مرکزی حکومت ایک جامع رپورٹ پر بھی غور کررہی ہے جسمیں ریاست میں لوہے اور فولاد کے ایک چھوٹے کارخانے کے قیام کے امکان کا جائزہ لیا گیا ہے

دو منصوبوں کے تحت تیز تر صنعتی ترقی کی سمت میں کافی کوششیں کی گئیں جو قابل الحصول ذرائع و وسائل اور نوعیت بالقوہ محلے کی مطابقت میں تھیں۔ ریاستی حکومت، آندھرا پیپر ملز راجمنڈری کی توسیع کی اسکیموں کو آگے بڑھا رہی ہے جسکی پیداوار یومیہ ۵۰ تا ۶۰ ٹن ہوجائیگی اسکی موجودہ پیداوار (۱۰) ٹن ہے۔ گورنمنٹ سرامک فیکٹری کی پیداوار میں اضافہ کیطرف بھی توجہ دی جارہی ہے

صنعتوں کے قیام کے سلسلہ میں ایک اور روشن پہلو کتہ گوڑم کی فرٹلائزر فیکٹری کا قیام ہے جسپر (۲۵) کروڑ روپیے لاگت آئیگی اور جسے ریاستی حکومت نے خود پہل کرکے قائم کیا ہے۔ حکومت نے ریاست کی صنعتی معیشت میں چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے اہم فریضے کو محسوس کرتے ہوئے رواں سال کے دوران (۸۳) لاکھ روپیے فراہم کیا ہے تاکہ چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی کوئی (۹۴) اسکیموں کو روبعمل لایا جاسکے

برقی قوت کے ذرائع وسائل

برقی قوت کی ترقی وتوسیع، معاشی اور سماجی ترقی کے لئے اولین شرط ہے۔ آندھرا پردیش میں برقی قوت کی نبات ہے اسکی برقابی قوت کا اندازہ (۴) ملین ایم ڈبلیو سے زائد ہے اور کوئلے کے ذرائع و وسائل کا تخمینہ (۲) ملین ٹن ہے۔ پہلے پنجسالہ منصوبے کے دوران مچکنڈ میں ۱۷ ایم ڈبلیو گنجائش کے پہلے جنریٹنگ یونٹ کو اگسٹ ۱۹۵۵ء میں چالو کیا گیا اور دوسرے یونٹ کو چار ماہ بعد جن قصبات اور گاؤں کو برقی قوت پہنچائی گئی انکی تعداد پہلے منصوبے کے آغاز پر (۲۰۵) تھی۔ یہی تعداد منصوبے کے ختم پر (۶۸۱) ہوگئی

دوسرے منصوبے کے دوران مزید (۱۲) اسکیموں کو روبعمل لانے کی تجویز ہے۔ راما گنڈم تھرمل اسٹیشن بحر ۱۹۵۸-۵۹ء میں چالو کیا گیا۔ دوسرے کام مچکنڈ ہائیڈرو الکٹرک اسکیم اور تنگبھدرا ہائیڈل اسکیم

سے منسلک ہیں۔ ان اسکیموں کے نتیجے میں تنصیب شدہ گنجائش بڑھ کر (۱۲۹۵۷۵) کے ڈبلیو ہو جائے گی اور فی کس صرف بڑھ کر (۱۵) یونٹ ہو جائیگا۔ فی الوقت فی کس صرف (۱۱) یونٹ ہے۔ دوسرے منصوبے کے چوتھے سال کے ختم پر بھی ایسے گاؤں کی تعداد جنھیں برقی قوت پہنچائی گئی (۱۷۳۳) ہو گئی۔

مزید ہسپتال

ایک ایسے ملک میں جہاں ناقص غذا کے استعمال اور دوسرے عوامل کی وجہ سے صحت کا عام معیار بہت اونچا ہو، بہتر صحت کے سلسلہ میں ترقی کے کسی بھی پروگرام میں زیادہ زور طبی سہولتوں کی توسیع پر دیا جانا چاہئے اور یہ سہولتیں تمام طبقات کے افراد کو آسانی سے میسر آنی چاہئیں۔ دو منصوبوں کے تحت ریاست کے مختلف ہسپتالوں کے بستروں کی تعداد میں (۲۲۳۴۶) کا اضافہ کیا گیا ہے اسکے علاوہ جنرل ہسپتالوں میں خصوصی شعبے قائم کئے گئے۔ لوکل فنڈ ڈسپنسریوں کو ریاستی نظم و نسق کے تحت لیا گیا اور صحت کے ابتدائی مراکز قائم کئے گئے۔ جہاں تک امراض کے روک تھام کا تعلق ہے مختلف کل ہند پروگراموں مثلاً ملیریا کی روک تھام، فلیریا کے انسداد، جذام کی روک تھام، بی۔سی۔جی مہم وغیرہ کو کامیابی سے روبعمل لایا گیا۔

تعلیم

منصوبے کو کامیابی سے روبعمل لانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تعلیمی پروگرام ایسا ہو جس سے افراد کی یہ تربیت ہو سکے کہ وہ ذمہ داریوں کو حقوق سے اوپر جگہ دیں اور تعلیمی پروگرام سے انکی تخلیقی قوتوں کی نشوونما ہو۔ تعلیمی پروگرام کے تحت دوسرے منصوبے کے چوتھے سال کے ختم تک جو اہم کامیابیاں حاصل کی گئیں ان میں (۲۸۶۴) پرائمری اسکولوں، (۳۶۹) مڈل اسکولوں، (۲۵۸) ہائی اسکولوں اور (۲۹۷) جونیر بیسک اسکولوں کا قیام شامل ہے فنی تعلیم کے پروگرام کے تحت منصوبے کے چار برسوں کے دوران ایک انجینئرنگ کالج اور نو پولی ٹکنک قائم کئے گئے ہیں۔

یاد ہوگا کہ حکومت ہند نے تیسرے پنجسالہ منصوبے کے ختم تک ۶ - ۱۱ سال کی عمر کے بچوں کے لئے مفت اور لازمی تحتانی تعلیم نافذ کرنے کا فیصلہ کیا ہے قومی اہمیت کی اس اسکیم کا آغاز کرنے کے لئے ریاستی سطح پر ابتدائی تیاریاں مکمل کی جا رہی ہیں۔ میڈیکل کالجوں میں سالانہ داخلوں کی تعداد (۲۹۰) سے بڑھ کر (۵۳۰) کر دی گئی ہے اور خانگی انتظام کے تحت مزید دو میڈیکل کالجوں کے قیام کی سہولتیں بہم پہنچائی جا رہی ہیں جن میں سے ہر ایک میں ۱۰۰،۱۰۰ داخلوں کی گنجائش ہوگی۔

تیسرے منصوبے کی طرف پیشقدمی

دوسرے منصوبے کو روبعمل لانے کے نتیجے میں جو ہمہ جہتی کامیابی حاصل ہوئی اس سے منصوبہ بنانے والوں کو قومی اور ریاستی سطحوں پر ایک اور شاندار تیسرا منصوبہ مرتب کرنے کی ترغیب ہوئی۔ منصوبے کے اہم مقاصد یہ ہیں:—

۵ فیصد سالانہ کے حساب سے قومی آمدنی میں اضافہ، زرعی پیداوار کی حد تک خود کفیلی، بنیادی صنعتوں کا قیام، فراہمی روزگار کے مواقع کی توسیع اور ان سب سے اہم آمدنی اور دولت کی عدم مساوات میں کمی اور معاشی اقتدار کی زیادہ مساوی تقسیم۔ ان قابل تعریف مقصد کے حصول کے لئے ریاست کے تیسرے منصوبے کا مسودہ مرتب کیا گیا اور اسکے لئے (۳۰۵) کروڑ روپے کے اخراجات کی حال ہی میں منظوری دی گئی۔ اگرچہ کافی کام انجام دیا جا چکا ہے لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے اور آج ریاست آندھرا پردیش ہر ایک فرد سے یہ توقع کرتی ہے کہ وہ اسکے مستقبل کی تعمیر و تشکیل کے شاندار کام میں تعاون کرے گا

(اطلاعات)

محاسبہ

از جناب تمکین کاظمی صاحب

دنیا میں کامیاب زندگی وہی لبسر کرسکتا ہے جو اپنی کمزوریوں، فروگزاشتوں اور غلطیوں سے واقف ہوتا جاتا ہے اور جو غلطیاں اس سے سرزد ہوتی ہیں انکی تلافی کی کوشش کرتا ہے۔ اگر آپ اپنا کردار بلند اپنے اخلاق درست اور اپنے اوصاف پاکیزہ بنانا چاہتے ہوں تو اپنا محاسبہ سختی سے کیجئے

اگر آپ اپنی ہٹ دھرمی کو وضعداری اور ضد کو راست بازی سمجھنے لگیں اپنی یاوہ گوئی اور دل آزاری کو حق گوئی اور اپنی بے ایمانی کا نام انصاف رکھ لیں، اپنی چالبازی اور دھوکہ دہی کو سیاست سمجھ لیں تو پھر آپ کا اللہ نگہبان ہے۔ آپ عمر بھر درست نہیں ہو سکتے۔

ان ہی مغالطوں میں ہمارے بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے بھائی مبتلا ہیں۔ اگر آپ بھی اسی میں مبتلا رہیں تو یہ آپکی غلطی ہے اور یہ ایسی غلطی ہے جسے نہ دنیا معاف کرسکتی ہے اور نہ خدا۔

دنیا میں ہر شخص اپنے ہر فعل کو اچھا سمجھتا ہے اور برے سے برے فعل کی تاویل بھی اچھی کر لیتا ہے جو خود فریبی ہے انسان اسطرح اپنے آپ کو دھوکہ دے لیتا ہے اگر آپ کسی سے بے ایمانی کریں اور اس سے چند ہزار روپے حاصل کرکے اُن روپیوں کو چند آدمیوں پر تقسیم کردیں اور سمجھیں کہ ہیں نے بڑا انصاف کیا ہے اور ایک ایسے شخص کے پاس سے جو فالتو روپیہ رکھتا تھا حاصل کرکے مستحقین میں تقسیم کردیا ہے اور اسطرح ہر ایک کا حق انہیں پہنچا یا ہے تو یہ سراسر بے ایمانی ہوگی کسی کا روپیہ چاہے وہ فالتو ہو یا نہ ہو، نیکی سے کمایا ہوا ہو یا بدی کا ہے وہ اس کا مالک ہے اس کو اسی پر تصرف کا حق ہے۔ آپ کا یا اور کسی کا کوئی حق اس پر نہیں پھر اس شخص کو مغالطہ یاد ہو کہ دیکر روپیہ حاصل کرنا کھلی بے ایمانی ہے۔ اس بے ایمانی سے حاصل کئے ہوئے روپے کو چاہے آپ کتنے ہی اچھے کاموں پر لگائیں اور کیسے ہی حاجتمندوں پر صرف کریں آپ گنہگار ہی ہیں۔

ماسٹر مکھن لال مولف تاریخ دکن نے مہاراجہ چندو لال کی داد و دہش کا پول ایک ہی جملے میں کھول دیا ہے کہ "رشوت لیتے اور خیرات کرتے تھے" ظاہر ہے کہ رشوت کا روپیہ کوئی اچھی کمائی کا روپیہ تو نہیں ہے جو انسان فخر کے طور پر کسی کو دے کر خوش ہوسکے۔ ظلم و زیادتی، جبر و سختی سے لیا ہوا روپیہ اگر کسی کار خیر پر صرف بھی کیا جائے تو اسکا ثواب معلوم!

مشہور ہے کہ مسلم یونیورسٹی (علیگڈھ) کے لئے جب سرسید احمد خاں نے چندہ جمع کرنا شروع کیا تو کسی طوائف نے بھی بہت سا روپیہ چندہ میں دیا۔ محسن الملک وغیرہ کو اس رقم پر اعتراض تھا اور وہ واپس کردینا چاہتے تھے مگر سرسید نے واپس نہیں کیا دوسرے چندوں سے عمارتیں بنوائیں، فرنیچر وغیرہ تیار کرایا تو اس طوائف کے روپے سے بیت الخلاء بنوا دیئے۔ ضرورت کے لحاظ

سے مرستیہ نے یہ روپیہ کام میں تو لگادیا مگر کراہت انہوں نے بھی کی اور اس مالِ غلیظ کو کثافت ہی پر صرف کیا

میں ایسے با بزید صورت، بزید سیرت لوگوں سے واقف ہوں جنہوں نے عمر بھر رشوت کھائی، خوب دا یے نیاسے کئے، کوئی مکاری، جعل سازی بے ایمانی اٹھا نہیں رکھی مگر نذر و نیاز دہوم دھام سے کرتے رہے حج کیا اور ہمیشہ اپنی مذہبیت اور تقدس کا ڈھونگ رچائے رکھا، دنیا میں تو انکی مذہبیت کی دھاک بندھی رہی عاقبت کا حال اللہ ہی جانتا ہے، ایک ایسے ہی بزرگ سے میں نے پوچھا کہ حضرت! آپکی تنخواہ صرف ڈیڑھ سو روپیہ ہے اور نذر و نیاز پر آپ ڈیڑھ دو سو روپیے جو خرچ کرتے ہیں سو یہ رشوت کی کمائی کی نیاز آپکے پاس جائز ہے؟ تو انہوں نے بڑی معصومیت سے جواب دیا میاں! میں اپنی تنخواہ کے روپیے سے نذر و نیاز کرتا ہوں، رشوت کی ایک پائی بھی اس پر نہیں لگاتا البتہ میرا اور متعلقین کا پورا خرچ اسی "بالائی آمدنی" سے چلتا ہے

غور فرمائیے! جو شخص مالِ حرام سے اپنے جسم کی پرورش کرتا ہو اور حرام کی آمدنی سے دوسری ضروریاتِ زندگی پوری کرتا ہو، فقط تنخواہ کی آمدنی سے فاتحہ دلا کر کوئی ثواب پا سکتا ہے؟

اگر آپکا دامن بھی ایسا ہی واقع ہوا ہے تو آپ محاسبہ کی زحمت گوارا ہی نہ فرماسکیں گے ورنہ آپ روزانہ رات کو بستر پر لیٹ کر اپنی صبح سے شام تک کی مصروفیات کا جائزہ لیجئے۔ ہر ایک کام پر غیر جانبدارانہ تنقید کیجئے اور غور کیجئے کہ وہ صحیح ہوا ہے یا غلط اور اگر غلطی ہوئی ہے تو اسکی تلافی کی کوشش کیجئے۔

میں سپاہی زادہ ہوں، میرے آباو اجداد قلم و تلوار دونوں ایک ساتھ استعمال کرتے تھے اس لئے میرے مزاج میں بھی سختی ہے

من سپاہی زادہ ام گفتارِ من باید درشت!

اور مجھے اس پر فخر تھا ہر بات نہایت سختی سے کہتا اور کسی کا کوئی کمزور پہلو نظر آتا تو بڑی سختی سے اس پر تنقید کرتا تھا اس سے لوگوں کی دل آزاری ہوتی تھی مگر میں اسے صاف گوئی اور دیانتداری تصور کرتا تھا۔ میرے ایک محترم دوست وجودی شاہ صاحب مجھے ہمیشہ اس پر ٹوکا کرتے تھے بالآخر ایک روز بڑی سختی سے انہوں نے مجھے جھڑکا جسکی وجہ سے میں نے ان سے ملنا ترک کر دیا، جب غور کرنے لگا تو ان کا ایک ایک لفظ صحیح تھا، چند ہی روز کی کوشش میں یہ عادت میں نے چھوڑ دی اور میری اس یاوہ گوئی اور دل آزاری کیوجہ سے لوگ مجھ سے متنفر تھے وہ میرے دوست ہو گئے اور میں ایک بری عادت سے باز رہا۔

میں دیکھتا ہوں کہ میری طرح ہزاروں بے سمجھ اپنی دل آزار روش کو صاف گوئی سمجھتے اور اس سے خوش ہوتے ہیں صاف گوئی یہ نہیں ہے کہ آپ دوسروں کے عیب گنانے پھریں، دوسروں پر سختی سے سخت تنقید کریں اور ان کی برائی سے یاد کریں، یہ بدگوئی ہے، دل آزاری ہے اور غیبت ہے بقول بازسے

آنچہ کرنسیحا ...... ہی تھرت کو میں اگر بہ سرم میں ذلیل ہوا

صاف گوئی یہ ہے کہ آپ اپنی کمزوریاں سبھوں کے سامنے گناہوں لینے کا اعتراف دفخر سے نہیں بلکہ ندامت سے) کریں اور



اپنی ریاکاریوں کو بھی اسیطرح ظاہر کر دیں جسطرح کہ آپ کرتے ہیں ظاہر ہے کہ اتنی اخلاقی جرأت آج دنیا کے ایک آدمی میں بھی نہ ہوگی پھر دوسروں کی غلطیوں کا اظہار ہے انکا عیب، انکا علم، آزادی یا اچھی اخلاقی خوبی ہے۔ ہاں! اگر آپ میں ہمت ہے تو اس شخص سے جسمیں آپکو کمزوریاں، غلطیاں اور برائیاں نظر آتی ہیں دوستی کریں، اسے آہستہ آہستہ راہ راست پر لائیں اور یہ سب برائیاں اس سے چھڑائیں تو بات ہے اور اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو خاموش بیٹھ رہیئے ؎

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو!

وہ کمزوریاں، وہ غلطیاں، اور وہ برائیاں جو آپ دوسروں میں ڈھونڈھتے ہیں آپ اپنے میں ڈھونڈیں اور انھیں دور کرنے کی کوشش کریں تو یقین کیجئے آپ دنیا کے بلند ترین انسان بن جائیں گے۔ صائب نے کیا اچھی بات کہی ہے ؎

اگر حجاب کنی از خدا فرشتہ شوی
چنانکہ میکنی از مردمان حجاب این جا

جتنا پردہ آپ دنیا والوں سے کرتے ہیں اور جو برائیاں دنیا والوں سے چھپاتے ہیں اتنا لحاظ اپنے رب کا کریں اور اپنی کمزوریاں، غلطیاں اور برائیاں اپنے خالق کے آگے نہ جانے دیں تو آپ فرشتہ بن جائیں گے

اس لئے اپنے آپ پر محاسبہ کیجئے۔ سچے دل سے شرافت سے ایمانداری سے اپنی برائیاں اور بھلائیاں الگ الگ کیجئے سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لیجئے۔ چند روز تک آپ ایسا کر ہی سکیں گے کہ اپنی ہر برائی آپکو بھلائی معلوم ہوگی مگر روزانہ محاسبہ کرتے جائیں تو آہستہ آہستہ آپکی طبیعت خود اپنی برائیاں آپ بتائے گی اور ایک ایک کر کے آپ ان سے کنارہ کش ہونے لگیں گے تو چند ہی مہینوں میں آپکی کایا پلٹ جائیگی۔

میں یہ نہیں کہتا کہ آپ روزانہ اپنے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کا جائزہ لیں۔ آپ روزانہ صرف کاروباری باتوں ہی پر غور کیجئے پھر سماجی اور اخلاقی باتوں پر غور کرنا۔ اسطرح آپکی طبیعت خود اپنے چور آپ پکڑا دینے لگے گی۔

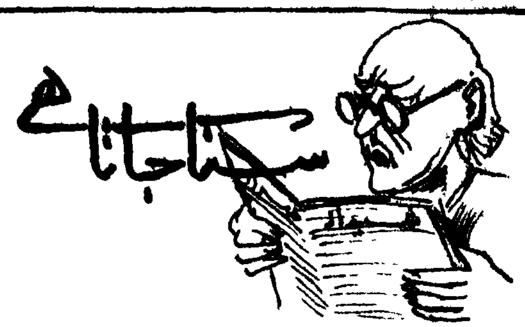
جناب امیر علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے موقع پر
ادارہ شیراز ایک خصوصی اشاعت

امیر نمبر

کے نام سے پیش کرنے کا تہیہ کیا ہے اس نمبر کے سرورق پر سرکار حق آگاہ کی بالکل نئی تصویر ہوگی اور یہ نمبر سرکار حق آگاہ کے نام نامی سے معنون ہوگا۔ اس نمبر میں سرکار حق آگاہ کا کلام بلاغت نظام، ملک کے نامور ادباء اور ممتاز و بلند پایہ شعراء کے بلند پایہ مضامین نظم و نثر اور عقیدتمندان آل اطہار عاشقان حیدر کرار کے یادگار رہنما اور شہ درج رہیں گے!

تفصیلات کے لئے لکھئے اطلاع فرمائیے

ادارہ شیراز اردو ہفتہ وار
چادرگھاٹ گیٹ۔ حیدرآباد (۲) آندھرا پردیش



کہ حیدر آباد کے کانگریسی حلقوں میں ایک نئی "الجھن" پیدا ہو گئی ہے —
لہٰذا فوراً کسی ماہر امراضِ دماغی سے مشورہ کیا جانا مناسب ہے۔

کہ مسٹر خروشچوف نے فرمایا کہ راکٹوں سے لیس روسی جو ہری آبدوز کشتیاں تیار کھڑی ہوئی ہیں — صرف "بادِ شرط" کا انتظار ہے

کہ ٹریونڈرم لا کالج کے ایک لکچرار کو برطرف کر دیا گیا کیونکہ وہ ایک سیاسی جماعت کے لئے کام کرتے تھے — یعنی کھاتے کانگریس کا اور گاتے کمیونسٹ کا" تھے

کہ حیدر آباد میں انگریزی ہٹاؤ کمیٹی کی عاملہ کا اجلاس ہونے والا ہے۔ حالانکہ ابھی مئی کا مہینہ دُور ہے۔

کہ ایک اخبار ہاکر کو اخباری سُرخی پکار کر اشتعال پیدا کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ پھر عدالت سے رہا کر دیا گیا۔ اب وہی ہاکر سڑکوں پر اخبار لئے سُرخی پکارتے پھر رہا ہے "ہاکر کو رہا کر دیا گیا"

کہ فائن آرٹس اکاڈمی کے زیر اہتمام فلمی گانوں کا ایک مقابلہ منعقد ہونے والا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ فلمی مسخروں کا مقابلہ کب منعقد ہوتا ہے۔

کہ کرنول کے ایک صدر مدرس کے خلاف رشوت ستانی کا الزام لگایا گیا ہے —

گر ہمیں مکتب است و ہمیں مُلّا
کار طفلان تمام خواہد شد

کہ راولپنڈی میں ایک نوجوان مزدور حسین لڑکی نکلا —
جسکو سمجھے تھے کہ "خنجر ہے" کٹاری نکلی

کہ احمد آباد کالج کے پانچ طالب علموں کو چوری کے الزام میں گرفتار کیا گیا —
ہم سمجھتے ہیں کہ یہ طالب علم "نئے مقرری نصاب" کے طلبہ ہوں گے۔

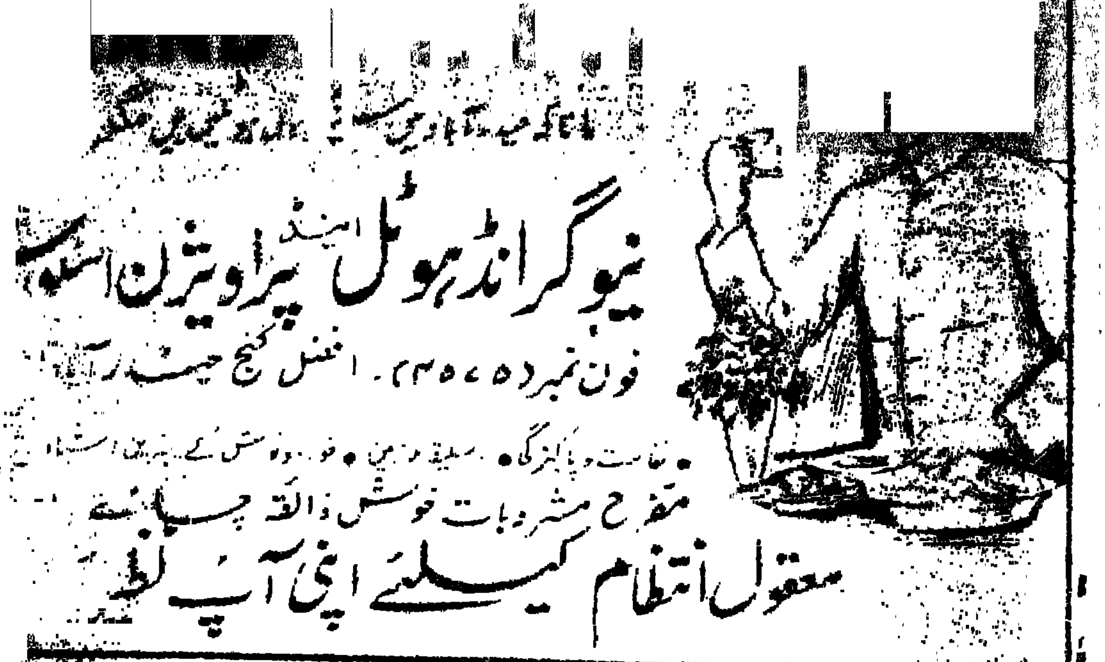
کہ جلال بابا رنے خودکشی کی کوشش کی لیکن ناکام رہے —
ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا۔

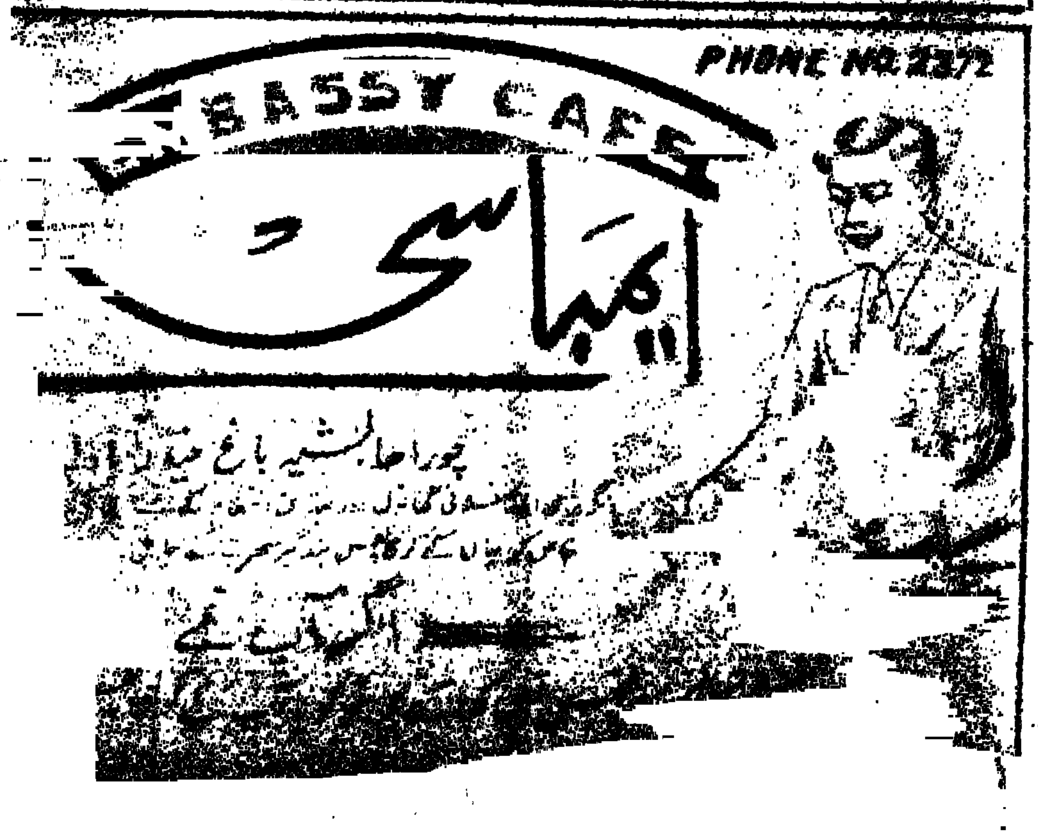


قطعہ

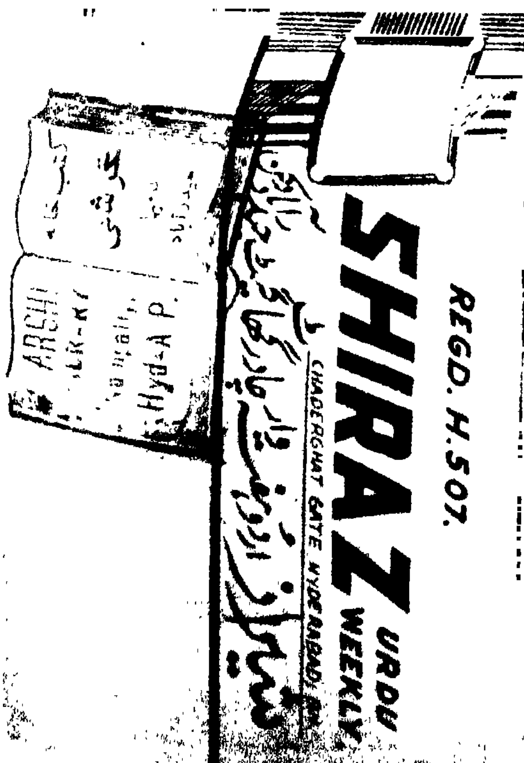
در چمن آمد بہاران است ‖ بوئے گلزار در دل و جان است
آر ہرگز نہ تو بدان بے کار ‖ در مباحث کہ این و ہم آن است

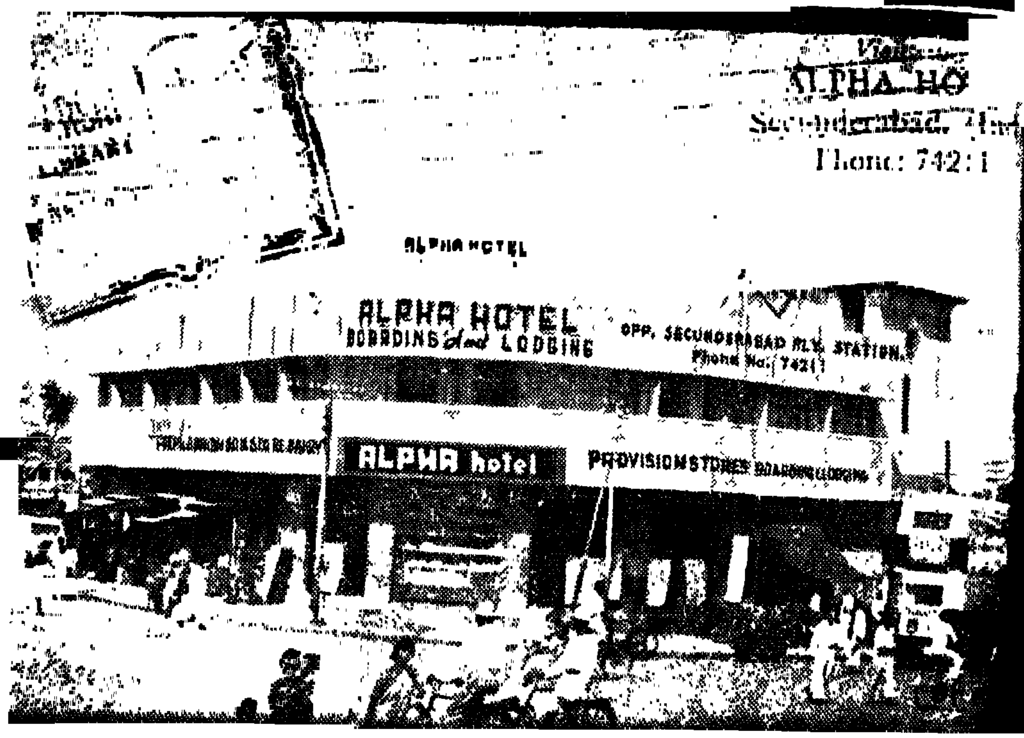
(آمدہ از زندری باغ)


نیو گرانڈ ہوٹل اینڈ پراویژن اسٹور
فون نمبر
افضل گنج
مفرح مشروبات خوش ذائقہ چائے
معقول انتظام کیلئے اپنی آپ


PHONE NO. 2372
BASSY CAFE
ایمباسی
چوراہا بشیر باغ


ADINA OTEL
Hyderabad. (India)
Phone: 4686.


SHIRAZ
URDU WEEKLY
REGD. H.507.
CHADERGHAT GATE HYDERABAD


ALPHA HOTEL
BOARDING and LODGING
OPP. SECUNDERABAD RLY. STATION
ALPHA hotel
PROVISION STORES


Assam Tea Dep
تازہ خوش ذائقہ اعلیٰ درجہ کی چائے
آسام اور نیلگری کے خاص خاص باغات سے راست منگوا کر شہر حیدرآباد
و سکندرآباد کی مشہور اور بڑی بڑی ہوٹلوں میں پلائی جاتی ہے۔ گھریلو
استعمال کے لئے حسب ذیل اقسام کی چائے مثلاً کے۔ ٹی۔ ای۔ آر۔
اور فیملی مکسچر اور ہوٹلوں کے لئے خاص قسم کی چائے
اسپیشل ہوٹل مکسچر وغیرہ، آسام ہائیگرون ڈسٹ، آسام
ڈسٹ، اور ہر قسم کے آسام و نیلگری ڈسٹ، فائن ڈسٹ
اور پیکو ڈسٹ وغیرہ۔
ملنے کا شاندار مرکز
آسام ٹی ڈپو نامپلی مارکٹ حیدرآباد فون (۳۲۴۸۵)

علیؑ ہی منزلِ ہستی ہیں یہ سمجھا تو میں سمجھا
منارِ آپ کو شمانؔ ہی کہتا ہے ہر اک سے

وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
کوئی بابِ نجفؑ کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

سید صمصام شیرازی ایڈیٹر، پرنٹر، پبلیشر — مقامِ اشاعت :- چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۵
روز جمعہ
۱۱ نومبر سنہ ۱۹۶۰ء
۲۱ جمادی الاول سنہ ۱۳۸۰ھ
شمارہ (۲)

غزل

(مطلع) مستی بھری ہے آج جو جام شراب میں ؛ دیکھا ہے میں نے رمزِ خفی کو کتاب میں
ہر اک سے دیکھ بعدِ نبیؐ کہتا ہے جہان ؛ موجود تھے صفاتِ نبیؐ بوترابؑ میں
کہتے ہیں گل یہ آج عنادل سے بار بار ؛ نکھرا ہوا ہے رنگ یہ دیکھو گلاب میں
نرگس یہ کہتی جاتی ہے رک رک کے باغ میں ؛ ہے تازگی بھی کیسی یہ مطر و سحاب میں
دیکھی ہے میں نے کہتا ہے خمِ غدیر آج ؛ پیرِ مغاں کی شکل بھی یہ خمرِ ناب میں
ان کے ستم کے جور کا انجام یہ ہوا ؛ اعدا کو میں نے دیکھ لیا ہے عذاب میں
نرگس کی ناک جھانک نے کیسا ستم کیا ؛ ہر گل نہاں تھا دیکھ لے تو یہ نقاب میں

(مقطع) عثماںؔ تو جا کے بابِ نجفؑ کو کبھی ذرا
جلوہ تھا کیسا دیکھ رخِ بوترابؑ میں

مرقومہ ۷ نومبر سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

موجودہ طرزِ زندگی صاحبزادگان مکان گاف کی

فرمایا اس میں سے ایک فرد جس کا نام رجب جاہ ہے اور جو سب بھائیوں میں عمر کے لحاظ سے کم ہے اسکی حالت بوجہ کثرت مئے نوشی صحت خراب ہوکر اس کے دماغ پر بھی اثر تھا (چندماہ قبل) مگر اس کی روک تھام کرنے سے خصوصی یہ جب سے نذری باغ آکر مجھ سے ملا تھا شکر ہے اب اس کی حالت ترقی پذیر ہے بہتری کے طرف۔ مگر حالت سکر میں اور اپنی بیوقوفی سے جو قرضہ بعض اشخاص سے لیا تھا اسکی چھان بین ہوکر دفتر ٹرسٹ سے اس کا تصفیہ کیا جا رہا ہے اور نگرانی رکھی گئی ہے کہ اس کو کھلے بند چھوڑا نہ جائے کہ اس کی دماغی حالت کمزور ہے اور قابلیت نوشت وخواند نہ ہونے سے یہ ایک حد تک نِکما ہے۔

دوم۔ اس کا بھائی ہاشم جاہ ہے اس کا بھی قرضہ بعد چھان بین چند ہزار کا ادا ہو رہا ہے اور سنا ہے کہ یہ بھی مئے کشی شروع کیا ہے جو کہ اس کے حق میں ایک دن مضر نتیجہ پیدا کرے گی اس کے سوا اس کی صحت بھی اچھی نہیں ہے اور سب بھائی درانحطاط میں ہیں کہ متاہل زندگی رکھتے ہوئے (بطنی ۱ و منکوحہ) کثیر العیال ہیں۔ لہذا ان سب کے سامنے اقبال جنگ کا معاملہ ہے کہ اس کی بے وقت موت کثرت مئی سے ہوئی تھی مگر چونکہ یہ لاولد تھا اس لئے چنداں مضائقہ نہیں تھا برخلاف اس کے یہ مکانِ گاف کے برادران کا معاملہ جداگانہ ہے (بجز ایک فرد بشارت جاہ جو کہ لاولد ہے) کہ خدانہ کردہ اگر ان کی جان بیوقت جائیگی۔ اسی ام الخبائث کی وجہ سے تو ان کی اولاد کا کیا حشر ہوگا۔ جبکہ سر سے باپ کا سایہ جاتا رہیگا۔ چنانچہ ایک مثال بڑے بھائی کاظم جاہ کی سامنے ہے جو عارضہ کینسر سے گزر گیا۔ جس کی متعدد اولاد (بطنی ۲ و منکوحہ) اس وقت شادی خانہ نمبر ۲ میں مقیم ہے دادا کے زیر سرپرستی۔ الحاصل حالات زمانہ کیسے رنگ کے ہیں اور ان کی فیملی کیا کثرت ہے یہ سب امور ان بھائیوں کی نظر میں رہنا چاہئے۔ گو شکر ہے کہ بزرگ خاندان نے اپنے حین حیات ان کے مستقبل کا انتظام بتوسط قانونی ٹرسٹ کرکے نہ صرف اپنے فرض سے سبکدوش ہوا بلکہ افراد خاندان کو اطمینان قلب دلایا۔ خدا ان سب کو نیک توفیق دے کہ اب اور زمانہ آئیندہ میں حزم واحتیاط کی زندگی بسر کرکے سلامت روی سے اپنی عمر بسر کریں تو یہ نہ صرف ان کے حق میں مفید ثابت ہوگا بلکہ ان کی پیروی ان کے اولاد کرکے وہ بھی خوشحال وبے فکر رہے گی۔

مکرر کچھ عرصہ ہوتا ہے کہ میری طلبی پر رجب جاہ نذری باغ آیا تھا اس کے ذاتی معاملہ کے سلسلہ میں تو اس کو دیکھ کر بات کو مسرت ہوئی اور دوسرے طرف اس بچہ نے باپ کا جو احترام کیا اس کا اثر میرے قلب پر ایسا ہوا کہ بے ساختہ میری زبان سے نکلا

"God bless you for many years to come"

نوٹ۔ سکریٹری ٹرسٹ کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ عابد جاہ کی طرز زندگی قابل ستائش ہے (ہر نقطۂ نظر سے) اور اس بچہ کے مذہبی خیالات ہیں۔ یہ سنکر میں نے کہا عمر طبعی نصیب تو بادبین ستین وسبعین۔

مرقوم ۹ر نومبر سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

نکاح ۲ دو چھوٹی بھنون کا بدنصیب سابق خانہ زاد قادر علیؑ کے

فرمایا چونکہ یہ لڑکیاں بھائی کے معاملہ سے تعلق نہین رکھتی تھین کہ تین ۳ سال سے باپ کی زندگی کے زمانے سے زیر سرپرستی نذری باغ تھین۔ اور ان وجوہ سے وہ بے گناہ تھین۔ لہذا یہ ۲ دو خانہ زادون سے منسوب ہوگئی ہین یعنے محمد علیؑ (برادر خورد ایمان علیؑ متاہل خانہ زاد) اور اعجاز علیؑ سے۔ جن کا عقد رجب میں ہونے والا ہے۔ ان ۲ دو لڑکیون کی ماں کو قلق ہے (یعنے قادر علی کی ماں کو) کہ یہ لونڈا اپنے ہاتھون ماموں کی بیٹی پر فریفتہ ہوکر اپنے ناقابل تلافی مفاد کو برباد کیا۔۔

حالانکہ تین ۳ سال تک یہ خانہ زادون مین شریک رہا۔ اور ٹرسٹ مین شامل ہوگیا۔ مگر بدنصیب تھا کہ اپنے ماموں افضل حسینؑ اور مفسد تایا امیر حسنؑ کے بھکانے سے (باپ کے مرتے ہی) مصائب میں گرفتار ہوگیا۔ اس لئے ان ۲ دو افراد کو کوسا کاٹی کرتی ہے کہ یہ شیاطین نے اوس کے بیٹے کو سنبھالنے کے عوض (اگر وہ نادانی سے حرکت کررہا تھا) جان بوجھ کر گڑھے مین ڈالے۔ اور اس وجہ سے بیٹے کی صورت اوس کو دیکھنا ناگوار ہے وغیرہ۔

فرمایا ماں کا بیان واقعی صحیح ہے۔ اور بیٹے کی بربادی کا احساس اوس کو ہونا ضروری ہے۔ اور کہتی ہے کہ بیٹے کے عقد کے وقت وہ بیمار تھی اور اس کی خبر اوس کو نہیں تھی کہ پوشیدہ گولکنڈہ مین کیا ہورہا ہے ورنہ وہ مجھ کو فوراً اطلاع دیتی۔ یہ بھی بیان اس کا درست ہے کہ واقعی معاملہ ایسا ہی تھا۔

خلاصہ یہ کہ بھنون کے نکاح مین بھائی شریک نہین رہے گا۔ البتہ ماں نذری باغ آجائے گی اور چونکہ اب وہ بیوہ ہوگئی ہے۔ اور بے سہارا ہے لہذا ممکن ہے کہ لڑکیون کا ٹھکانہ ہوگئے بعد میرے حکم سے بیٹیون کے گھر مین مستقل سکونت رکھے۔ خیر بروقت دیکھا جائے گا کہ کیا ممکن ہے اور کیا ممکن نہیں جو اس کی مرضی پر منحصر ہے۔

فرمایا افسوس کہ اگر یہ بربادی لونڈے کی اپنے ۲ دو قرابتدارون کی وجہ سے نہ ہوتی تو آج بھائی کا بھی نذری باغ مین عقد ہوکر اپنے حقوق کو حاصل کرتا مگر یہ اس کے قسمت مین نہ تھا تو اس کا کیا علاج۔

مرقوم ۹ر نومبر ۱۹۶۶ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

افسانہ عاشقی کا جو پیچیدہ ہوگیا
کیسہ کو بھر کے زر سے بھی آخر جہاں سے آج

زاہد بھی پی کے بادہ کو سنجیدہ ہوگیا
دیکھو ستم رسیدہ کو خندیدہ ہوگیا

(آمدہ از نذری باغ) (خوش)

یادگار غذا حکیم عبدالوہاب صاحب مرحوم نابینا کی

فرمایا مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ یہہ باوجود پیرانہ سالی روزدوپہر کی غذا مین دو مُرغ کے کباب سیخ کے ۔
یعنے دم کے نوش فرماتے تھے اور شب مین ایک مُرغ کی یخنی پیتے تھے قبل استراحت یعنے بہ الفاظ دیگر ہماری طرح سے
وہ غذا بجز اس غذا مذکور کے کوئی دوسری چیز کو ہاتھ نہین لگاتے تھے اور وکہاؤ مین تن و توش بھی اچھا تھا ۔
خیر یہہ تو ایک خانگی معاملہ تھا مگر نباضی کے فن مین انکو ید طولےٰ حاصل تھا ۔ اور باوجود پیرانہ سالی حافظہ قوی تھا اور
سُنتا ہے کہ چیچک کے مرض سے ان کی بینائی جاتی رہی تھی ۔ مگر باوجود اس کے جو کچھ علم طب پڑھا تھا وہ بخوبی یاد تھا
اور نسخہ نویسی مین ہمیشہ مرکبات سے علاج معالجہ کرتے تھے ۔ یعنے مفردات کو استعمال نہین کرتے تھے کہ ان کا خیال تھا کہ
اس مین سنگین امراض کو ذبح کرنے کی قوت نہین تھی اور زمانہ گذشتہ مین مجھ سے بھی یہی کہا تھا ۔
بہر حال حاذق اطبا یونانی مین مرحوم کا شمار تھا اور اپنے وقت مین اپنے پیشہ طب کے لحاظ سے اندرون و بیرون
ملک مشہور تھے ۔ اور متقی شخص تھے اور خوش اوقات تھے ۔
زیادہ خدا مرحوم کو جنت نصیب کرے کہ ایک زمانے کے بعد مجھے یاد آئے وہ بھی بہ سلسلہ غذا ۔
کیونکہ غالباً ان کا خیال تھا کہ بعوض حیوان کے طیور کا گوشت زیادہ مفید اور قوت آور ہے خصوص کمزور انسانون
کیلئے جن پر کسی نہ کسی طرح سے مرض کا حملہ ہوا ہو ۔

مرقوم ۹ ر نومبر سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

فرق عقائد مابین فریقین اسلام

فرمایا: زمانۂ گذشتہ کا واقعہ مجھے یاد آیا مولوی عبدالقدیر بدایونی مرحوم کا جو یہ تھا کہ ہر جمعہ کی نماز کو میں باغ عامہ کی مسجد کو جایا کرتا تھا تو یہ بھی وہاں موجود رہتے تھے اور بعض وقت کسی معاملہ کے سلسلہ میں نذری باغ آیا کرتے تھے۔ لہذا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عنوان کے سلسلہ میں مجھ سے کہا کہ کثرت اور قلت کے دو طبقہ قریب قریب ہر چیز میں مساوی ہیں بجز ایک معاملہ کے جسمیں کثرت والا طبقہ قلت والے طبقہ سے علٰحدہ ہے یعنے تبرا میں۔ کہ اسمیں اول الذکر ان کا شریک کار نہیں ہے یہ سن کر میں نے کہا کہ ان کا خیال درست ہے مگر دوسری طرف قلت والا طبقہ اپنے عقائد کا جو حامل ہے وہ کسی طرح سے یہ نہیں چھوڑ سکتا جسکو وہ اپنا جزو مذہب سمجھتا ہے یعنے تولا و تبرا۔ یا حضرت علیؑ کو خلیفہ بلافصل ماننا۔ یا اپنی اذان میں مسجد کے دو بھائیوں کا بلا کر نام لینا تحیطاً گو وہ اسکو جزو اذان نہیں سمجھتے یا مسئلہ خلافت اوسکے ہاں اصولی ہے نہ کہ فروعی جیسے کہ کثرت والے طبقہ کے ہاں ہیں وغیرہ۔ الحاصل میں نے کہا کہ ہر فریق کے ہاں اپنے اثبات قول میں دلیل ہے تاہم "کس نہ گوید کہ دوغ من ترش است"۔ خدا ہی کو علم ہے کہ کون صحیح ہے۔ اور کون صحیح نہیں۔ تاہم بہتر یہی ہے کہ ہر فریق اپنے اپنے عقائد ہوں یا مذہب پر قائم رہے بقول "موسیٰ بدین خود و عیسیٰ بدین خود" مگر باوجود اسکے میں نے کہا کہ آزاد مشرب طبقہ کا وطیرہ یہی رہا ہے کہ "خذ ما صفا ودع ما کدر" اور ساتھ ہی وہ اپنے آزاد ضمیر کے فیصلہ کا تابع ہے۔ لہذا اسکو وہ اپنے ہاتھ سے نہیں دے سکتا۔ خدا بخشے مرحوم کو میری یہ تشریح سن کر کہا کہ سرکار نے جو کچھ فرمایا وہ ضرور قابل غور و معنے خیز ہے۔ یہاں گفتگو ختم ہوئی۔

مرقومہ ۹ر نومبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

عقد شرعی بدر النساء بیگم بہ نظام علی خاں

(در مسجد جودی)

فرمایا شکر ہے آج صبح ہوگیا۔ شام میں وقت عصر بعد عقد موسی حجرہ مقدس در بڑی دیوڑھی نتھ لچھا حویلی قدیم میں پہنایا جائے گا اور کل یوم جمعہ لڑکی نذری باغ سے وقت مغرب اپنے جدید مکان میں منتقل ہوگی در محلہ پینڈر گھاسٹ اور اسی دن سے اسکی متاہل زندگی شروع ہوجائے گی۔

دیگر۔ آئندہ سے میرے افراد خاندان کے ساتھ دیوڑھی کے تقاریب میں یہ شریک ہوگی کہ بس پردہ نہیں ہے۔ چونکہ یہ لڑکی ذی کردار ہے۔ لہذا اسکا مجھے زیادہ خیال ہے بہ نسبت اسکی بہنوں کے جو عہدہ داروں کے لڑکوں سے بیاہی گئی ہیں

زیادہ رہ یکجائی زوجین سازگار باد

قطعہ

زن و شوہر نگر تو خورسند است	جامہ گفتہ چہ خوب پیوند است
سخت مشکل رہائی یافت از آن	عقد الفت نگر تو در بند است

(دگرہ) (مستقلم)

مرقوم ۱۰ر نومبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

تقرر عقد حمزہ بیگم دختر سابق ناظم پیسے دار نواز جنگ مرحوم بہ حیدر علی دلپسند الدین عہدہ دار صرفخاص

فرمایا اس لڑکی کی نسبت کا اعلان مضمون شائع شدہ در نظام گزٹ مورخہ ۱۳ر جولائی ۱۹۶۰ء میں ہوچکا ہے لہذا تاریخ ۲ر جمادی الاول ۱۳۸۰ء م ۱۷ر نومبر ۱۹۶۰ء یوم پنجشنبہ عقد شرعی مسجد جودی میں ہوگا صبح دس بجے۔ آتی مقررہ طریقہ پر جیا کا لاد عہدہ داران صرفخاص کا ہوا ہے اور نتھ لچھا حویلی قدیم میں پہنایا جائیگا وقت عصر۔ اسکے چند یوم بعد لڑکی جدید تعمیر کردہ مکان میں (مدرسہ عالیہ) مقیم ہوگی اور یہ آئندہ اپنے بڑے بھائی معین علی کے احمقانہ حرکات میں آکر بدنام نہ ہوگا کہ اسکی زندگی علیحدہ مکان میں ہو رہی ہے

ف۔ البتہ حیدر علی کا برادر خورد جو ہے جسکا نام اکبر علی ہے ابھی کامل طور پر سن رشد کو نہیں پہونچا ہے لہذا اسکا عقد ایکسال کے بعد ۱۹۶۱ء میں ہوگا جو یہ بھی ایک لڑکی سے منسوب ہوچکا ہے جسکا نام محمودہ بیگم ہے عمرہ (۱۷) سالہ دختر برادر لطف علی (یعنے پدر معین علی وفات شدگی) مقیم محلہ پینڈر گھاسٹ۔ جبکہ یہ بھی علیحدہ مکان میں اپنی زوجہ کیساتھ مقیم ہوگا البتہ وہ آئندہ آیندہ۔

مرقوم ۱۰ر نومبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

وفات ہمایون علی بیگ در شکل مرگِ مفاجات

(۱۳/ جمادی الاول سنہ ۱۳۸۰ھ م ۳/ نومبر سنہ ۱۹۶۰ء)

شنیدم سانحہ با قلب پر خون ٭ بہ عالم بود با کردار میمون
۱۲۸
عزیزِ دل گزشتہ گفت عثمان ٭ برفتہ فرد با بختِ ہمایون
۱۹۶۰

فرمایا انتقال کے وقت بہت اچھے یعنے تندرست تھے (گو ڈاکٹر واگھرے سے معلوم ہوا کہ ان کو کچھ عرصہ سے ذیابطیس (Diabetes) کی شکایت تھی اور کسی قدر بلڈپریشر تھا) اور ۱۳/ جمادی الاول مجلس عزا میں بڑی دیوڑھی میں یعنے عاشور خانہ حسینی میں شریک تھے عصر سے مغرب تک مگر اوسی شب کے ۱۱ بجے دفعتاً قلب کا شدت سے دورہ ہوا (Blood ...) (حالانکہ پہلے یہ کبھی نہین ہوا تھا) اور چند منٹ مین روح سوے ارض مقدس کربلائے معلیٰ پرواز کر گئی کہ اُس طرف سے غالباً یاد ہوئی تھی اس لئے حاضر ہو کر اپنا مقصد حیات حاصل کیا اور اسی مقدس درگاہ کے فیض سے دُنیا کے جھگڑوں سے نجات پا کر اُن کی رُوح مُطہر وہان آسودہ ہے گو جسم خاکی یہاں ہند مین زیر زمین ہے (یہ اپنے خاندانی احاطہ مین نادر علی بیگ کی چھاؤنی مین دفن ہوئے کہ پہلے سے اپنی قبر تیار کر رکھے تھے)۔

ف۲ ۔ اب رہے ان کے دیرینہ خدمات فنِ تعمیرات تک یہ ضرور قابلِ قدر تھے کہ اپنے فن میں ماہر تھے جن کی تعریف زین یار جنگ نے مجھ سے کئی مرتبہ کی تھی اور ولایت کے تعلیم یافتہ تھے ۔

ف۳ اب رہا ان کی وفاداری وہ ضرور مکمل تھی اور طبیعت سنجیدہ رکھتے تھے اور دُنیا کے بدلتے ہوئے حالات پر بھی اچھی نظر تھی ، الحاصل سرکاری جتنے عاشور خانہ ہیں (بشمول عزا خانہ زہراؑ) ان کے فن کے شاہکار ہین جن کو اُنھون نے بڑی تندہی اور توجہ سے بنایا تھا جو کہ اپنی فنی یادگار اپنے پیچھے چھوڑ گئے اس کے سوا مین نے یہ خوب احساس کیا کہ مذہبی عمارت کے بنانے میں ان کا شوق و ذوق بہت زیادہ تھا۔ اور رہائش کے مکانات ہون یا عاشور خانے اُن کے سجانے میں بھی ان کو خاص مہارت تھی ۔

الحاصل ان صفات کی وجہ سے ان کی یاد کو نذری باغ کبھی فراموش نہیں کر سکتا بلکہ ہمیشہ اُس کے پیشِ نظر رہیگی۔

آخر مین ان کے دیرینہ خدمات کا مجھے صلہ دینا ضروری تھا ۔ لہٰذا ان کی اولاد جو کہ تعلیم پا رہی ہے ان کی چیاریٹی ٹرسٹ سے از یکم نومبر سنہ ۱۹۶۰ء ممکنہ امداد دی جائے گی ۔ اور ان کی بیوہ زوجہ کا اذوقہ صرف خاص سے جاری کرون گا کیونکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اُنھون نے دورانِ ملازمت مین جو کچھ کمایا تھا ان کی اولاد کی تعلیم و تربیت میں صرف کیا اور کچھ اس میں سے پس انداز نہیں کیا بجز ماہوار خدمت یا وظیفہ کے کوئی اور جائداد نہین چھوڑی - اور مکان جو ہے سُنا ہے ان کے خسر شیخ یاور علی نے اپنی بیٹی کو عطا کیا ہے جو ان کی زوجہ ہے۔

آخرمین مجھے اُمید ہے کہ مذہبی خدمات کے صلہ مین دُوسری دُنیا مین ان کو ضرور صلہ ملے گا۔ خدا ان کے پسماندُوں کو ہیڈ آف فیملی کی جدائی کو برداشت کرنے کی توفیق عطا کرے کہ دُنیا کے لیل و نہار ایسے ہی ہیں۔

بقول " کہ احوالِ جہاں گاہے چنیں گاہے چناں باشد "

مرقوم ۵ر نومبر سنہ ۱۹۶۰ء

منقول از نظام گزٹ

نظمِ نیرنگِ زمانہ

(مطلع) ہوئی مستی بھی غائب آج خُم سے اور شرابُوں سے ⁂ ادہر بُو ہو گئی غائب عجب دیکھو گلابُوں سے
بنے ہین کوچہ گرد اب وہ پیالہ ہاتھ میں لیکر ⁂ ہوئی آوارگی کیسی یہ دیکھو تم شبابُوں سے
بھکاری کر کے اپنی نسل کو دُنیا سے غائب ہیں ⁂ ہوئی ہے کیسی یہ غلطی ذرا دیکھو نوابُوں سے
زمانہ کروٹیں لیگا یہ فتنہ بن کے اُٹھے گا ⁂ ہوا معلوم ہم کو آج ہی دیکھو کتابُوں سے
گدا بنکر یہ پھرتے ہیں مگر کیسہ نہیں پُر بھی ⁂ بزرگی ہو گئی رخصت ذرا دیکھو جنابُوں سے
مسرت ہو گی ہم کو اور نہ ہو گی کچھ خوشی ہرگز ⁂ نہیں ہے فائدہ کچھ بھی ذرا دیکھو تو خوابُوں سے
ذرا تم جان لو بے سُود ہیں یہ اپنے معنے میں ⁂ عذابوں سے اذیت ہے نہ کلفت ہے ثوابُوں سے

(مقطع) رہے جنگ اور نہ دولہ اور نہ باقی ملک بھی عثماں
ہوئی رُخصت یہ دفعت بھی تو دیکھو اب خطابُوں سے

المرقوم ۱۰ر نومبر سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

تجویز قابلِ غور بیوہ ہمایوں علی بیگ مرحوم

فرمایا میں ہمایون علی بیگ مرحوم کے پسماندوں کو دلاسا دینے ان کے گھر گیا تھا انتقال کے دوسرے دن صبح میں ان کے مکان کو جب کہ میت نہیں اٹھی تھی۔ وہاں اگرچہ ان کی زوجہ بیوہ کو جانتا تھا کہ یہ ایک دو دفعہ تقریب میں کنگ کوٹھی آئی تھی۔ مگر مرحوم کی دو ۲ کم سن لڑکیوں کو دیکھا جن کی عمریں ۱۵ - ۱۶ سال سے زائد نہیں تھیں جو کہ غالباً مدرسہ میں پڑھتی ہیں۔ لہٰذا میرے خیال میں یہ بات آئی کہ ان لڑکیوں کی ماں میرے کم سن و کم عمر پوتوں سے (اولاد سات برادران مکان گاف) منسوب کرنے تیار ہو جائے تو اس انقلاب کے زمانے میں اوس کو میرے خاندان سے وابستہ ہو کر تقویت (Support) حاصل ہوگی۔ خصوص اسکے شوہر کے بعد اس کے گھر کی حالت دگرگوں ہے - آیندہ اس کی خوشی

مکرر جس صورت میں اس کو میری تجویز سے اتفاق ہے تو اپنے عندیہ سے مجھے بتوسط تحریر اطلاع دے تو میں نسبتوں کا اعلان نظام گزٹ میں کر کے اس کو مستحکم کر دیتا ہوں۔ گو وقت پر لڑکیوں کا عقد ہوگا۔

دیگر ہاشم جاہ کی خواہش پر ان کی لڑکی مرحوم کے اوس لڑکے سے منسوب ہوئی تھی جو کہ ولایت میں زیر تعلیم ہے اور اس کا اعلان نظام گزٹ میں ہوا تھا۔ جس پر مرحوم نے مجھے نذر دی تھی۔ مگر اس کے چند روز بعد ہاشم جاہ نے مجھے بتوسط تحریر اطلاع دی کہ مرحوم کی تجویز ہے کہ ولایت کے بچہ کے عوض اگر ہاشم جاہ اپنی لڑکی کو جو کہ ان کا دوسرا لڑکا جو یہاں ہے (جس کا نام مجھے یاد نہیں ہے) دیں تو زیادہ بہتر ہوگا کہ مرحوم کا خیال تھا وہ لڑکا ولایت میں تعلیم پا رہا ہے۔ لہٰذا معلوم نہیں کہ اس نسبت سے راضی ہوگا یا نہیں۔ بایں وجہ کہ کہیں اس کے خیالات اپنی پسند کی لڑکی کو کرنے سے نہ ہوں۔ اس وقت دشواری کا سامنا ہوگا۔ یہ سنکر میں نے کہا کہ مرحوم کے خیال سے مجھے اتفاق ہے کہ آجکل کے جوان لڑکے اپنے بڑوں کے قبضہ سے باہر ہیں۔ دوسری طرف مرحوم کا لڑکا تعلیم ختم نہیں کیا ہے ولایت میں ہے۔ لہٰذا بعدہٗ اس کے خیالات کو معلوم کر کے نتیجہ سے ہاشم جاہ کو مطلع کریں تو اوس وقت جس صورت میں لڑکے کو نسبت منظور نہ ہو تو آسانی سے اس کے عوض مرحوم کے دوسرے لڑکے کو ہاشم جاہ کی صاحبزادی دی جائے گی کہ معنے و مطلب میں یہ یکساں ہے۔

چاہے مرحوم کا ولایت کا لڑکا ہو یا وہ لڑکا جو کہ یہاں ہے اور معاملہ اس حد پر ختم ہوا مگر اب چونکہ مجھے موقع ہمدست ہوا لہٰذا اس کو بیان کر دینا مناسب سمجھا تا کہ ریکارڈ پر یہ رہے۔ خصوص جبکہ مرحوم زندہ نہیں ہیں۔

نوٹ:- چونکہ جوبلی پویلین (در محلہ فیلخانہ) مرحوم کا بنایا ہوا ہے اور میری تخت نشینی کے زمانہ کے یادگار اشیا وہاں رکھے گئے ہیں۔

لہٰذا مرحوم کا (ENLARGEMENT PHOTO) تیار کرنے کے لئے دین دیال فوٹو گرافر سے کہدیا ہے نصف جسم کا (Bust)

تاکہ انکی یادگار وہاں رہے۔ جس کے وہ مستحق تھے۔

دیگر وہ اصحاب جو مرحوم کو جانتے تھے ان کے صفات مین اون کو رطب اللسان پایا اور دفعتہً موت پر تاسف کناں کہ کیا شخص دنیا سے بے وقت چل بسا۔ زیادہ

خدا مرحوم کو جنت نصیب کرے۔

مرقوم ۶ر نومبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

نسبت بہ تشکیل حفظ ماتقدم

فرمایا نذیرالدین عہدہ دار پرائیویٹ نظام کی دختر معمر ۱۲ یا ۱۳ سالہ جس کا نام داور النساء بیگم ہے۔ اور جو ۴ یا ۵ سال سے زیر سرپرستی نذری باغ مُقیم ہے یہ لڑکی لیلےٰ بیگم کے تیسرے صاحبزادہ فضل جاہ سے منسوب ہوئی ہے اور اب تک اپنی بڑی بہن بدرالنساء بیگم کی نگرانی میں تھی۔ مگر چونکہ یہ بعد عقد اپنے مکان محلہ پرینڈر گھاسٹ میں منتقل ہو رہی ہے۔ لہٰذا یہ بچی لیلےٰ بیگم کی نگرانی میں آچکی ہے۔

زیادہ۔ مبارک باشد۔

مکرر میری اس تجویز سے دین یار جنگ بخوبی واقف ہیں اور اتفاق کرتے ہیں۔

مرقوم ۹ر نومبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

بنگیا بام بھی زینہ کے سبب | اور خاتم بھی نگینہ کے سبب
غیر کے ہاتھ سے محفوظ رہا | مال و زر آج خزینہ کے سبب

(آمدہ از نذری باغ)

بشرف ملاحظہ اعلیحضرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی

مودبانہ عرض ہے کہ نظام گزٹ مورخہ ۱۶ر اور ۱۷ر جمادی الاول سنہ ۱۳۸۰ھ میں سرکار کے زرین ارشادات کو پڑھ کر اس غم زدہ کنیز اور اسکے خاندان کو بے حد تسکین ہوئی

ربع صدی کے خدمت گذار کی جدائی پر آقائے ولی نعمت کے مشفقانہ جذبات اس بیوہ اور اسکے بچوں کے لیے باعث صد افتخار ہیں جو تادم زیست بھلائے نہ جاسکیں گے

۲۔ اس دار فانی سے ہر ایک کو ایک نہ ایک دن جانا ہے۔ لیکن وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو اپنی تمنائیں پوری کرکے اس دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔ مرحوم کی ہمیشہ یہ آرزو تھی کہ اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک ان کو سرکار کی خدمت گذاری کی عزت اور سعادت حاصل رہے۔ مرحوم کی یہ آرزو اسطرح پوری ہوئی کہ سرکار کے قدموں کے پاس مجلس عزا میں حاضری دے کر واپس ہونے کے تین گھنٹوں کے اندر انکی روح سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں پرواز کر گئی۔

۳۔ خاص طور پر بندگان عالی کا بہ نفس نفیس قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشنا اس کنیز کے لئے باعث تسکین ہوا۔
ان مراحم خسروانہ اور الطاف شاہانہ کیلئے یہ کنیز ہدیۂ تشکر گزراننے کی عزت وسعادت حاصل کرتی ہے
خدائے تعالیٰ بہ طفیل محمدؐ و آل محمدؐ سرکار کو بہ جاہ و حشمت سلامت وشاد رکھے

این دعا از من واز جملہ جہان آمین باد

کنیز
اہلیہ مرزا ہمایون علی بیگ
۱۹ر جمادی الاول سنہ ۱۳۸۰ھ
(۹ر نومبر سنہ ۱۹۶۰ء)

(نقل آمدہ از نذری باغ)

درخواست فرید نواز جنگ پسر سلطان الملک مرحوم

(موصولہ بتوسط ٹپہ در نذری باغ)

فرمایا اس میں انھوں نے لکھا تھا کہ انھوں نے اپنی جائداد منقولہ و غیر منقولہ کا قانونی ٹرسٹ بنا کر اپنے حین حیات اولاد جائز کے مفاد کا تحفظ کر دیا ہے۔ دُوم ان کی درخواست تھی کہ ان کے کم عمر نواسے بطنی وہ دختر جس کی طرز زندگی شرمناک بنکر زبان زد خلائق تھی جس کو چند سال ہوتے ہیں اس کے کم سن بچوں کو میں اپنی کم سن پوتیاں منسوب کروں وغیرہ ۔ اس کا جواب شق اول سے متعلق یہ ہے کہ ان کے خانگی معاملات سے نذری باغ کو تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا انھوں نے اس بارہ میں جو کچھ کیا ہے ہر بزرگ خاندان کو ایسا ہی کرنا چاہئے۔ مگر شق دوم کا جواب یہ ہے کہ ایسی ماں جس کی بدنامی کا ڈنکا بج گیا ہو اُس کے کم سن بچوں سے میں اپنا کم سن پوتیوں کو ہرگز منسوب نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اسی لپیٹ میں قدرت نواز جنگ کا بیٹا (بطنی دوسری زوجہ مقیم سرو رنگر) جس کا نام کرامت علی خاں ہے اس کو میں اپنی بیٹی نہیں دیا (جبکہ چند ماہ قبل میری نذری باغ کی لڑکیوں کا ٹھکانہ عقد شرعی سے ہو گیا تھا) بلکہ اس کے چھوٹے بھائی جس کا کردار اچھا تھا اور جس کا نام اعظم علی خاں تھا اُس کو اپنی لڑکی دیا۔ الحاصل یہ حالات تھے جس کو بیان کر کے فرید نواز جنگ کی درخواست پر روشنی ڈالنے کی مجھے ضرورت محسوس ہوئی ورنہ ظاہر ہے کہ غیر متعلقہ اُمور سے مجھ کو تعلق نہیں۔ لہٰذا آئندہ سے فرید نواز جنگ کو چاہئے کہ اپنی پیرانہ سالی میں کوئی کام کریں تو سوچ سمجھ کر تا کہ وہ مضحکہ خیز نہ بنے و بس۔

نوٹ ۔ اب رہا فرید نواز جنگ کی دوسری لڑکی کے کم سن بچے گو اس معاملہ کی نوعیت دُوسری ہے مگر اس کے ساتھ ہی اس کے بچوں کی عمریں کم ہیں۔ لہٰذا اس پر توجہ نہیں ہو سکتی کہ اس وقت جو معاملہ قرار داد نستبان ہے وہ صرف عاقل و بالغ لڑکوں کی حد تک ہے نہ کہ کم عمر یا نابالغ لڑکوں کا اس لئے نذری باغ جو کام کرے گا تو ہر چیز کے مالہ و ما علیہ پر نظر رکھ کر اور وہ بھی موزوں وقت پر تا کہ اس کا دکھاوا اچھا ہو ۔ و بس ۔

مرقوم ۷ ہر نومبر ۱۹۶۰ء

منقول از نظام گزٹ

قطعہ

لذتِ بادہ جو راتوں میں رہی ؛ عاشقی دیکھ لے گھاتوں میں رہی
کہتا جاتا ہے یہ کردارِ زبوں ؛ شہرتِ بد بھی تو لاتوں میں رہی

(آمدہ از نذری باغ)

وضاحت چند امور کی متعلق قرار داد نسبتین پوتیان سرکار
(یعنے دختران سات بھائی مقیم مکان گاف)

فرمایا چند صاحبزادوں نے اپنی لڑکیوں کی نسبت سے متعلق لکھکر میرے ہاں معروضہ پیش کیا ہے لہذا اسی مسئلہ سے متعلق چند سطور لکھکر اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کی مجھے ضرورت محسوس ہوئی وہ یہ ہے :-

اوّل جو لڑکوں کے بڑے یا قرابتدار ہیں ان کو قانونی طریقہ پر مچلکہ لکھکر اپنی اور لڑکوں کی دستخط سے دینا ہوگا (قبل اس کے کہ نسبتیں مستحکم بنیاد پر قرار دیکر اخبار نظام گزٹ میں نذری باغ سے اعلان ہو) کہ زر مہر فی لڑکی (ص ۱۵۰۰۰) کی ادائی ایک دن قبل عقد کس طرح سے ہوگی۔ آیا یکمشت ہوگی یا اس کی جگہ لڑکون کی یا ان کے بڑون کی غیر منقولہ جائداد مکفول ہوگی۔

دوّم تا ادائی زرِ مہرِ مُعجّل تاریخ عقد سے دامادی الونس (ما ۲۵ صہ) لڑکے کے نام جاری نہیں ہوگا۔

سوّم اس رقم مذکورہ سے یکصد شوہر کو بطور پاکٹ منی اپنی زوجہ کو دینا ہوگا (جیساکہ قاعدہ مقرر ہے) اور بقیہ (ما ۱۵ صہ) مین سے یکصد تا ادائی زرِ مہرِ مُعجّل دفتر ٹرسٹ میں منہا ہوگا اور اس مین سے صرف (صہ ۵) روپیہ ماہانہ شوہر کو ملا کریں گے وبس۔

چہارم ہر سالی برائے تیاری ملبوس شوہر (اسی رقم سے) ما ۱۵ صہ یکمشت ایصال ہون گے (وضعات کا عمل عارضی طور پر ملتوی کرکے)

پنجم۔ شوہر کے خورد و نوش کے مصارف زوجہ کے مصارف میں شمار کئے جائیں گے۔

ششم۔ وقت ضرورت اجازت کے ساتھ گاہ گاہ زوجہ کی ذاتی موٹر شوہر کے استعمال کے لئے دیجائے گی۔ (ایک وقت مقررہ کیلئے)۔

ہفتم۔ شوہروں کو تحریری وثیقہ لکھکر دینا ہوگا اپنی دستخط کے ساتھ معہ دستخط بزرگان خاندان کہ جو مکان زوجہ کی ذاتی ٹرسٹ کی رقم سے (حدودِ نذری باغ میں) تعمیر ہوگا اسمیں وہ زوجہ کے ساتھ ہمیشہ قیام رکھے گا یعنے اپنی زوجہ کو اس مکان سے لیجا کر اپنے قرابت داروں کے مکان میں یا کرایہ کے مکان میں نہ رکھے گا۔ ورنہ اس کے حق میں نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔ اور لڑکیوں کی روانگی اپنے والدین کے گھر سے جب ہوگی جبکہ ان کے مکانات تعمیر ہوجائیں جس کے لئے کافی عرصہ درکار ہے۔

ہشتم۔ شوہر کے (قرابتدار از قسم ذکور ہوں یا اُناث) بغیر اجازت سرکار لڑکیوں کے گھر میں آمد و رفت

نہین رکھ سکتے کہ یہ دیوڑھی کے مکانات ہین نہ کہ گلی کوچہ کے -

نہم - لڑکیوں کا عقد شرعی گوکنگ کوٹھی مین ہوگا اور اسی دن وقت عصر نتھنہ چھاٹری دیوڑھی مین پہنایا جائیگا مگر اس تقریب کی وہ شکل و صورت نہ ہوگی جو کہ نظام کی صاحبزادیوں کی تھی کہ یہاں فرق مراتب کار فرما ہے -

دہم - لڑکیوں کے شوہروں کو وقت عقد چند اشیائے مردانہ جواہر جڑاوی نہین پہنایا جائیگا جیسا کہ نظام کے دامادوں کا معاملہ تھا اسی طرح سے دستار میں طرّہ کا استعمال کہ بغیر خاص وجوہ یہ ممکن نہ ہوگا -

الحاصل ان امور کی صراحت تفصیل سے بتائی گئی ہے تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے - لہٰذا خواہشمند لڑکون کے بڑوں کو چاہیے کہ کسی جہیز کے حرص وطمع مین آکر کوئی غلط اقدام نہ کر بیٹھیں جن سے ان کی رسوائی ہو -

نوٹ :- صاحبزادیاں کاظم جاہ مرحوم کا معاملہ خاص نوعیت کا ہے کہ باپ موجود نہیں ہے اس لئے دادا نے اسکی جگہ لیا ہے - لہٰذا ان لڑکیوں کا عقد مثل صاحبزادیاں نذری باغ ہوگا جس کی نظیر دوسرے نہیں لے سکتے - بقول - خدا پنج انگشت یکسان نہ کرد -

مکرر - غالباً کاظم جاہ مرحوم کی صاحبزادیوں کا عقد پیروانِ مذہب حق کے لڑکوں کے ساتھ ہوگا کہ باپ امامیہ مذہب کا تھا (مثل جونیر پرنس) - اور یہ میرے صوابدید اور ذمہ داری پر ہوگا -

مرقوم ۸ / نومبر سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

میری تجویز کی قطعی یکسوئی ہو چکی

فرمایا کچھ عرصہ ہوتا ہے کہ میں نے جونیر پرنس کی تین کم سن صاحبزادیاں (بطنی سابقہ مطلقہ زوجہ رضیہ بیگم) کو اپنے علاتی برادر یعنے ایک صاحبزادہ کاظم جاہ مرحوم و دو صاحبزادے سعادت جاہ سے منسوب کرنیسے متعلق نظام گزٹ میں مضمون لکھا تھا جو کہ شائع ہو چکا ہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں علی پاشاہ کے توسط حال میں یاددہانی کی تھی تو جواب آیا کہ اس مسئلہ پر وہ سردست غور نہیں کر سکتے۔ یہ سنکر میں نے کہلا بھجوا دیا کہ حالات زمانہ کیسے جلد جلد پلٹا کھا رہے ہیں وہ آنکھوں کے سامنے ہے اور انسان کی حیات و ممات کا اعتبار نہیں کہ کل کیا ہو۔ لہذا اس کشاکش میں انسان نہیں رہ سکتا۔ اسلئے اُسکو جو کچھ کرنا ہے جلد انجام دینا چاہیئے۔ بقول کار امروز بہ فردا مگذار۔

نظر برآں چونکہ جونیر پرنس کا ارادہ مجھے معلوم ہو چکا ہے لھذا اب مجھے بہ حیثیت بزرگ خاندان جو کچھ کرنا ہے بغیر مزید تعویق کروں گا تاکہ آیندہ زمانہ میں کوئی چیز غیر مکمل یا تشنہ رہ کر خرابیاں یا پیچیدگیاں نہ پیدا ہوں۔ لہذا سعادت جاہ کو اپنے بچوں کا جو کچھ انتظام کرلینا ہے وہ کرلیں۔ اور کاظم جاہ مرحوم کی اولاد کا مجھے جو کچھ کرنا ہے کروں گا جسکا نتیجہ انشاء اللہ بروقت نظام گزٹ میں منظر عام پر آئے گا

دیگر کاظم جاہ مرحوم کے دو لڑکوں کے لئے موزوں لڑکیاں طبقۂ شرفا کی اسوقت میرے زیر پرستی نذری باغ میں موجود ہیں۔ لہذا مجھے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں وہ بھی ایسی جو ہر طرح سے لڑکوں کیلئے موزوں ہیں۔ مگر عقد لڑکے سن رشد کو پہونچے بعد بروقت ہوگا اور نسبت قطعی طور پر اب قرار پائیگی جسکا داخلہ دفتر رسٹ میں رکھا جائے گا۔ بقول۔ داشتہ آید بکار۔ زیادہ مبارک باشد

مرقوم ۹ رنومبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

یہ جہان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے — خیر خواہ خاص حق آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی

لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

جذامیوں کی کثرت

حیدرآباد اور سکندرآباد میں آپ جہاں کہیں چلے جائیں آپ کو ہر سڑک اور ہر محلہ میں کثرت سے جذامی نظر آئیں گے خصوصاً سکندرآباد میں ریلوے اسٹیشن سے لے کر دواخانے تک فٹ پاتھ پر دونوں جانب جذامی گداگروں کا مسکن بنا ہوا ہے۔ حیدرآباد میں دواخانہ عثمانیہ کے روبرو پل کے دونوں جانب اور مندروں اور مسجدوں کی سیڑھیوں پر جذامی گداگر کثرت سے نظر آتے ہیں۔ عرصہ ہوا کہ حیدرآباد میں ایک جذام گھر قائم کیا گیا تھا جس کے لئے نواب سالار جنگ کا مشہور تاریخی باغ "مہتاب باغ" حاصل کیا گیا تھا۔ چونکہ اس باغ کو جذام گھر بنانے کے سلسلہ میں ورثائے سالار جنگ اور مہتاب باغ کے قرب و جوار میں رہنے والے افراد اور اہالیان محلہ ملکاجگیری نے مخالفت کی تھی۔ ان لوگوں نے بجا طور پر اپنے احتجاج میں بتایا تھا کہ مہتاب باغ میں جذامیوں کو بسانے سے اس پر فضا مقام کی آب و ہوا متاثر ہو جائیگی لیکن یہ احتجاج صدا بصحرا ثابت ہوا اور ارباب مقتدر نے مہتاب باغ کو جذام گھر بنا کر ہی دم لیا لیکن آج نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ مہتاب باغ بھی برباد ہو گیا اور جذامیوں کو بھی پوری طرح یہاں آباد نہ کیا جا سکا مستزاد یہ کہ حکومت کا روپیہ اور توانائی بھی برباد ہوئی۔ جن جذامیوں کو جذام گھر میں رہنا چاہیے تھا وہ آج محلہ محلہ اور گھر گھر گشت کر کے اس متعدی اور تقریباً لاعلاج مرض کے جراثیم پھیلانے کا سبب

> **خطیب منبر سلونی**
> کا ارشاد مبارک ہے کہ سلطنت خبر گیری سے چلتی ہے اور دل کھول کر جود اور بخشش کرنے سے سرداری ملتی ہے

بن رہے ہیں۔ یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ یہ طوفان بدتمیزی ایک عرصہ سے جاری ہے لیکن ہمارا محکمہ صحت عامہ ایک خاموش تماشائی بنا ہوا ہے۔ جب یہ امر مسلمہ ہے کہ جذام ایک متعدی مرض ہے۔ تندرست انسانوں کے مجمع میں جذامیوں کی آزادانہ آمد و رفت اور میل جول سے تندرست انسانوں کے متاثر ہو جانے کے ہر وقت امکانات رہتے ہیں۔ تو ایسے میں محکمہ صحت عامہ اور متعلقہ محکمہ جات کی یہ غفلت ایک مجرمانہ غفلت اور ناقابل معافی جرم ہے۔

جب حیدرآباد میں بیت المعذورین موجود ہے، جذام گھر موجود ہے، سوشیل ویلفیر کی جانب سے قائم کئے ہوئے کئی آشرم موجود ہیں۔ جب حکومت نہایت ہی فراخدلی کے ساتھ ہر سال ان کاموں کے لئے لاکھوں روپیہ کا بجٹ منظور کرتی ہے تو ایسی صورت میں ان تمام جذامیوں اور گداگروں کو بیت المعذورین اور جذام گھر میں داخل کرنے میں کیا امر مانع ہے۔ یہ ممکن ہے کہ بعض جذامی، جذام گھر میں داخل ہونے پر راضی نہ ہوتے ہوں ایسے جذامیوں کو جبراً داخل کیا جا سکتا ہے جس کے لئے قانوناً جواز موجود ہے

کیا اراکین بلدیہ کا یہ فرض نہیں کہ وہ اپنے اپنے حلقہ کے جذامیوں کو جذام گھر میں داخل کروائیں؟ سانیٹری انسپکٹروں اور ہلتھ انسپکٹروں کا یہ فرض نہیں کہ وہ متعلقہ محکمہ جات کو گداگر جذامیوں کے بارے میں رپورٹ پیش کریں تاکہ متعلقہ محکمہ جات اپنے حدود اختیارات کے لحاظ سے کوئی موثر بندوبست کریں!؟ محکمہ صحت عامہ، محکمہ سوشیل سرویس، بلدیہ اور حکومت سے نہ صرف ہماری بلکہ حیدرآباد کے لاکھوں انسانوں کی اپیل ہے کہ وہ جذامی گداگروں کے مسئلہ کو اولین اہمیت دیں۔ شہر معظم حیدرآباد میں پھیلی ہوئی اس بدنمائی کو فوراً دور کرے اس سلسلہ میں ذرا سی غفلت

قطعہ

غفلت سے کبھی زریں کلاہی نہیں جاتی || اور نام سے کبھی مسندِ شاہی نہیں جاتی
جو بن کے رہا دفترِ مضبوط ہمیشہ || کاغذ سے کبھی دیکھو یہ سیاہی نہیں جاتی

(آمدہ از نذیر کا باغی)

اور تساہل مزید بدنامی اور خرابی کا باعث ہوگی۔

قابلِ توجہ محکمہ طبابت

مرد ڈاکٹروں کے ذریعہ خواتین کا وضع حمل، یہ ہمارے محکمۂ طبابت کا ایک ایسا عمل ہے جس کا جواز، اخلاقی، تہذیبی، مذہبی، طبّی، غرض کسی بھی نقطۂ نظر سے درست نہیں ہوسکتا۔ شرم و حیا، ہندوستانی عورت کا خاص جوہر ہے۔ شرم و حیا وہ مذہبی، اخلاقی اور تہذیبی قدریں ہیں جو زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ بدلتی نہیں۔ یہ ایک دائمی قدر ہے، جو مشرقی تہذیب کا لحاظ کرتے ہوئے ہر زمانہ میں یکساں ہے، مرد ڈاکٹروں سے وضع حمل نہ کرانے کے بارے میں عوام اور صحافت کی جانب سے کئی مرتبہ محکمۂ طبابت کو متوجہ کیا جاچکا ہے۔ مگر واہ رے ہمارا محکمۂ طبابت! جوں تک نہیں ہوتا۔ ابھی حال ہی میں مجلس علمائے دکن نے بھی محکمۂ طبابت کو ایک قرارداد کے ذریعہ اس جانب متوجہ کیا ہے۔ جبکہ حیدرآباد میں ایک دو نہیں، سینکڑوں لیڈی ڈاکٹر موجود ہیں جو طب کے اس خصوصی شعبہ کے اعلیٰ اسناد رکھتی ہیں، تو ایسی صورت میں مرد ڈاکٹروں سے خواتین کی زچگی کروانا، عوام کے سخت احتجاج کے باوجود غلطی کی تکرار اور غلطی پر مصر رہنا، دیدہ و دانستہ عوام کے جذبات کو مجروح کرنا اور نسوانیت کی صریح توہین کرنے کے مترادف ہے۔ وزیر طبابت سے ہمارا مطالبہ اور اپیل ہے کہ وہ فوراً مرد ڈاکٹروں سے وضع حمل کا کام نہ لینے کی نسبت سختی کے ساتھ احکام جاری کریں۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے وزیر طبابت حیدرآباد کے دیرینہ روایات، تہذیبی قدروں، اور نسوانیت کی حرمت کو ٹھیس نہ پہنچنے دیں گے۔

شیراز اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے اس کا مطالعہ آپ کو تمام جرائد کے مطالعہ سے بے نیاز کردیگا

یادگارِ زینبیہ

از طرف

انجمن مبلغ الایمان

زیر سرپرستی

عمدۃ العلماء مولوی سید کلب حسین صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ

پیغمبر اسلامؐ کی اکلوتی واجب التعظیم ستم رسیدہ بیٹی اپنے پدر بزرگوار کی رحلت کے بعد اُن کو نوے (۹۰) روز اس طرح روتی ہوئی اس دنیا سے گذر گئیں کہ اسکی مثال عالم کی کوئی دوسری مظلومہ پیش نہیں کرسکتی سوائے انکی دکھ زدہ نواسی کم نصیب شریکۃ الحسینؑ حلال مشکلات کی زینب وزین یعنی ثانی زہراؑ، صدیقۂ صغریٰ، فاتح دمشق و کوفہ، عالمۂ غیر معلّمہ، مظلومۂ کربلا جناب زینب کبریٰ صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہا کے جو اسلام کی محافظ اعظم ملکۂ ایمان کی محافظ اعظم ہیں اور جن کی ذات ہی وجہ بقاء لاالٰہ الااللہ ہے اور جو بعد شہادت کبریٰ حسینی مشن کے جملہ مقاصد کی تکمیل و کامیابی کی ذمہ دار ہیں۔ آج دنیا ان کی تاریخ شہادت سے بھی واقف نہیں نہایت جستجو و تلاش کے بعد ۲۷ جمادی الثانی معلوم ہوسکی ہے۔ آئیے آپ ہم مل کر اس کو عظیم الشان طریقے سے منائیں اور ۲۷ نومبر ۱۹۶۰ء م ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ بروز یکشنبہ صبح کے آٹھ بجے سے کربلا اعظم علیخان مرحوم میں شروع سے آخر تک شریک رہ کر اپنے پیغمبرؐ کو انکی مظلوم نواسی کا پرسہ دیتے ہوئے حق مودت اور اجر رسالت ادا کریں مولوی سید سلیمان عباس صاحب قبلہ صبح (۸) بجے جلالت زینبؑ اور مولوی سید مظفر حسین صاحب طاہر وکیل ۲ بجے دن کو اُسوۂ زینبؑ اور مولوی سید کلب حسین صاحب قبلہ مجتہد (۷) بجے شب میں عظمت فاطمیؑ کے موضوعات پر تقریر فرمائیں گے

مومنین بیرونجات اپنی آمد سے ایک ہفتہ قبل نائب صدر استقبالیہ سلطان پورہ (اتر پردیش) کو مطلع فرمادیں

بہار اجمیکار راجہ محمد اقبال علی آف اترولہ صدر اعلیٰ انجمن مبلغ الایمان

قطعہ

رات کو بھی دیکھ لے اختر شماری ہوگئی	عشق اور اُلفت کی بھی زنجیر بھاری ہوگئی
واسطے ذاتِ علیؑ کے کھنچی ہے دنیا سنو	ہر خدائی کی طرف سے جاں نثاری ہوگئی

(آمدہ از مذہبی کا باغ)

(سلسلۂ گذشتہ)

سراج منیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سید ضیا عراقی صاحب

مثالی رفاقت

تبلیغ اسلام میں حمایت ابوطالب اور رفاقت خدیجہ اور آپکی

بیشمار دولت کو جو اہمیت حاصل ہے اسکے مقابلہ میں شغط علیؑ ابن ابیطالب کی مثالی رفاقت ومحبت وشجاعت ووفاداری ہی پیش کی جاسکتی ہے جسیر علیؑ کی ملی خدمات سونے پر سہاگہ ہیں

علیؑ اور فاطمہؑ سے آنحضرتؐ کو جو محبت تھی اگر اسکو ظاہری اور مادی نگاہوں سے ہی دیکھا جائے تب بھی ابوطالب خدیجہ اور فاطمہ بنت اسد کی تائید ورفاقت اور خود علیؑ وفاطمہؑ کی خدمات کے پیش نظر رسولؐ کے لئے ان دونوں سے زیادہ نہ کوئی مستحق محبت ہوسکتا ہے نہ کسی اور نے اس محبت کو باوجود ہر طرح کے مادی اور ظاہری نقصانات کے برقرار رکھا۔ صحابۂ کرام اور رفقاء عظام کی رفاقت اور قربانیاں بہت گرانقدر ہیں مگر انکی خدمات ومحبت کی بلندی اسی سے ظاہر ہے کہ حکومت وخلافت مسلمین اور میراث وغیرہ سے محرومی کے باوجود انہوں نے مقاصد اسلام اور مفاد ملت کو ہر طور مقدم رکھا اور جب اقتدار ملا بھی تو دشمن کو بھی یہ کہنے کا موقع نہ ملا کہ انہوں نے اسکو انتقام یا شخصی مفاد کے لئے استعمال کیا یا اس کے حصول کے لئے مشتبہ ذرائع سے کام لیا بلکہ الزام لگا تو یہی کہ مکر وکید، بے جرلتعدی اور سیاست دنیاوی سے کام نہ لیا بلکہ نبوت کی روح تبلیغ واستدلال وحقانیت سے کام لیتے تھے اور حریف چالبازیوں سے کامیاب ہوگیا یہی روح انکی اولاد طاہرین میں بھی کارفرما رہی اور قبضہ کرنے والے بادشاہ ہولئے

بھی اگر قید سے تبلا کے اسلام کے آڑے وقت میں کوئی علمی یا عملی مدد مانگی تو اسلام کی مدد کرکے پھر قید خانے چلے گئے اور مدد کے عوض کوئی شخصی منفعت کی شرط بھی پیش نہ کی اگر کوئی اور ہوتا تو اتنا تو کہتا کہ اسلام کے نام پر حکومت تم کرتے ہو اور مشکلات پیش آئیں تو ہمارے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہو؟ وہی ہاتھ جسمیں خنجر ہے جسمیں پیالۂ زہر ہے جس سے زنجیر پھلاتے ہو؟ جاؤ! ہم مدد نہیں کرتے ہم کو سلطنت دو، عہدے دو، مال دو تو ہم مدد کریں! مگر کیا کہنا۔ یہی تو معصومیت کی دلیل ہے کہ جنھوں نے آزار پہونچائے غیروں کے مقابلہ میں انکی ہمیشہ مدد کی یعنی اسلام کی مدد کی۔

ابوطالبؑ کے بعد

حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد قریش کے مظالم بڑھ گئے تو آپ طائف گئے وہاں بنی ثقیف نے جو اذیت دی اس سے انسانیت کانپ اٹھتی ہے اس پر بعض مسلمانوں نے بددعا کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا خبردار!

ہم سے پہلے بھی ایسے لوگ گزرے ہیں جو زندہ آرے سے چیر ڈالے گئے مگر اپنا فرض ادا کرتے رہے خدا اس کام کو پورا کرے گا

سنہ ۱۱ بعثت میں مدینہ کے کچھ لوگ مسلمان ہوئے اسکے دوسرے اور تیسرے سال حج میں انکی تعداد زیادہ ہوگئی سنہ ۱۳ بعثت میں آپ نے ان سے بیعت لی کہ وہ شرک، چوری، زنا، قتل اولاد اور افترا پردازی کے مرتکب نہ ہونگے اور رسولؐ کی نیک تعلیم کو مانیں گے اور پھر مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دیدی۔

ہجرت

رسولؐ کو کامیاب ہوتے اور مسلمانوں کو بڑھتے دیکھ کر قریش نے آنحضرتؐ کے قتل کی سازش کی۔ آنحضرتؐ اپنے بستر پر علیؑ کو سلا کے مکہ سے روانہ ہوگئے یہ شب وہ شب ہجرت" کہلاتی ہے اور علیؑ کی فداکاری کا نیا باب ہے جسکا تاریخ اسلام میں کوئی جواب نہیں ملتا۔

اسی طرح ہجری سنہ اور ہجری تقویم کا آغاز ہوا (جو حضرت عمرؓ کے عہد میں حضرت علیؓ کے مشورہ سے مرتب ہوئی)

یکم ربیع الاول کو ہجرت ہوئی اور ۸ یا ۱۲ کو آپ مدینہ کے قریب پہونچے۔ تین روز کے بعد حضرت علیؓ، کفار کی جو امانتیں آنحضرتؐ کے پاس تھیں ان کو ادا کر کے اور آنحضرتؐ کے حرم محترم کو ساتھ لے کے مدینہ پہونچے یہ سفر علیؓ نے پیادہ پا طے کیا

مقام قبا میں جہاں چار دن آپ کا قیام رہا آپ نے پہلی مسجد تعمیر فرمائی جو "مسجد قبا" کے نام سے مشہور ہے۔

۱۲ ربیع الاول سنہ ہجری کو آپ مدینہ میں داخل ہوئے اور پہلی نماز جمعہ ادا فرمائی۔ آپ نے (۷) ماہ حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر میں قیام کیا مسجد النبی اور اس سے ملحقہ حجروں کی تعمیر کے بعد آپ ان میں منتقل ہوئے۔ ورود مدینہ کے ایک ماہ بعد (۱۷) رکعت فرض ہوئیں اس سے قبل مغرب کے علاوہ دو دو رکعات تھیں اسی سال زکواۃ بھی فرض ہوئی اور اذان کا حکم ہوا۔ رسولؐ کے حکم سے علیؓ نے بلال کو اذان کا طریقہ بتایا یہ حبشی غلام اور آزاد کردہ رسولؐ تھے

ہجرت کے بعد

یعنی ولادت سے ہجرت تک کے واقعات تاریخی۔ اس کے بعد پھر منزل تبلیغ و ہدایت کی منتہا ہیں۔ یہ پیغام اور تحریک کی اشاعت کی روداد ہے۔ قریش کا عناد اور باطل پر اصرار اور حق سے انکار کی کہانی ہے اور اہل حق کے مقابلہ میں حق کی قلت کے باوجود کثرت پر اخلاقی فتح ہے۔ مدینہ منورہ کی نو آبادی ہے دفاعی جنگیں غزوات و سرایا ہیں احکام و عبادات کی بجا آوری کی تربیت ہے۔ اعراب کے کفر و نفاق اور جہالت اور بادیہ پر حق کی وسیع العلمی اور اخلاقی کی تصویریں ہیں۔ فتح مکہ کے بعد یدخلون فی دین اللہ افواجا کے مناظر ہیں جنہیں اسلام و استسلام دونوں نظر آتے ہیں یعنی کوئی حق کو حق جان کے جھکا اور کوئی مجبوراً سپر انداختہ ہو کے خم ہوا پھر حجۃ الوداع اور غدیر خم کے مناظر ہیں جہاں حقوق انسانی کا وہ منشور سنایا جسے انسانیت صدیوں کے بعد سمجھی اور نیابت نبوت کا وہ اعلان ہوا جسے ہدایت و حکومت کا فرق نہ سمجھنے والے آج تک نہ سمجھ سکے اور پھر سنہ ۱۱ھ کی ۲۸ صفر کو خاتم النبینؐ نے اس کرۂ ارض کے باشندوں کی نگاہوں سے رحلت فرمائی۔ اور اپنی ہدایت و تحریک اصلاح انسانیت کے دونوں پہلوؤں یعنی "بشارت و نذارت" کے دو محافظ ہمارے لئے مقرر فرمائے ایک قرآن اور دوسرے اہلبیتؑ اور ان دونوں پر وہی گزری جو خود "بشیر و نذیر" پر گذر چکی تھی اور پھر مسلمانوں کے فتوحات اور سرفرازی کی داستان ہے جس میں خانہ جنگیوں کی جھلکیاں بھی ہیں اور اختلافات کی افسوسناک کہانی بھی۔

اسلامی تاریخ و سیرت کے مطالعہ سے ایک طالب حق کو یہ الجھن ہوتی ہے کہ اگر آنحضرتؐ کا پیغام ہدایت انسان کی فلاح و بہبود کا آخری پیغام ہے اور بلاشبہ ہے تو پھر سارتھا کی حالت پر اثر انداز ہونے کے باوجود یہ پیغام کیا معاذ اللہ اتنا بے جان تھا کہ اتنی جلد بے اثر ہو گیا کہ امت نے وہی سب کچھ کیا جو دوسری امتیں کرتی آئی ہیں اور کرتی رہیں؟

بات دراصل یہ ہے کہ دین کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ انسانی فطرت کو بدل دے یا اختلافات و حوادث کو ختم کر کے تاریخ انسانیت میں کوئی حد فاصل قرار دے۔ کسی الٰہی دین نے نہ یہ کوشش کی نہ یہ اس کی غرض ہوتی ہے۔ دین کا کام تو انسانیت کے ان اقدار کی تجدید ہے جس سے حق و باطل کی تمیز ہوتی ہے یا جن کے گرد حوادث و واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ انسانوں کے اختلافات انسانیت کیلئے خطرہ نہیں بلکہ اخلاق و احساسات کی موت اصلی خطرہ ہے جن کے بغیر زندگی بے مقصد ہو جاتی ہے

اور اچھے بُرے کی تمیز باقی نہیں رہتی اور یہ پتہ نہیں چلتا کہ ہم کیا بات پسند کریں اور کیا ناپسند ؟ اس کا مقصد کیا ہو اور جنگ کی غرض کیا ہو۔ دین کا مقصد نقوش انسانی میں وہی چراغ جلانا ہے جن کے اجالے انسانیت اندھیروں میں ٹھوکریں نہ کھائے اور اسلام نے ان چراغوں میں یہی نور بھر دیا کہ انکی روشنی عالمی ہوگئی کائناتی ہوگئی اور اب انکے بجھنے کا کوئی ڈر نہیں

قرآن اور سیرت محمد و آل محمد نے ان اقدار حیات کو دوامی کر دیا ہے یہ مانا کہ مسلمانوں کی تاریخ بھی دوسری قوموں کی طرح اختلافات عصبیات اور تنازعات سے بھرپور ہیں مگر مسلمان بھی تو انسان ہیں۔ انسان کیلئے فساد فی الارض اور خونریزی کے جس خطرہ کا اظہار ملائکہ نے بارگاہ احدیت میں کیا تھا اس اندیشہ سے مسلمان خارج تو نہیں تھے مگر دیکھنا یہ ہے کہ انکے اختلافات کے مقاصد اور ارکحہ مختلف ہیں یا نہیں ؟ ان میں وحدت و اتفاق کے عناصر اوروں سے زیادہ ہیں یا نہیں ؟

اسلام کی خانہ جنگیوں میں اکثر فریق اول یا فریق ثانی نے حصول مقصد یا تحفظ مقصد کے لئے جو اقدامات کیئے وہ اقدامات مقاصد اسلام کی کسوٹی پر پورے نہ اتریں تو عارضی فتح یا وقتی کامیابی کے باوجود انکی نامقبولیت برقرار رہی اور یہ اقدامات خود ان لوگوں کی حقیقت [illegible] کرگئے۔ پوری اُمت کبھی گمراہ نہ ہوئی۔ اہل حق ہمیشہ رہے اگرچہ وہ کم تعداد ہی کیوں نہ ہوں۔ اگرچہ ان کو حمایت حق کی راہ میں کتنی ہی مشکلات پیش آئی ہوں اور جو حق پر نہ تھے بعض کے علاوہ وہ بھی کسی نہ کسی شکل میں حق کے معترف رہے کبھی زبان معترف حق رہی عمل خلاف رہا، کبھی عمل حق پر کیا قول اسکے مخالف رہا اور ہر عہد میں یہ ثابت ہوتا رہا کہ اقدار و اصول حیات انسانی کو جو تاثیر اور قوت اسلام نے عطا کی تھی وہ باقی ہے

تاریخ اسلام کا یہ وہ نکتہ ہے جو اگر پیش نظر رہے تو معلوم ہوگا کہ آنحضرت کی نبوت جو تا قیامت ہے اسکا مفہوم کیا ہے اور مرور زمانہ تک آپ بھی بشیر و نذیر اور سراج منیر ہیں۔

دنیا عالم اسباب ہے اور مسلمانوں کی اصل بدقسمتی یہ ہے کہ انہوں نے عقیدے پر زیادہ توجہ کی [illegible] اور عمل پر کم۔ حق پر ہونے کا یہی مطلب نہیں کہ ہم صحیح تصورات اختیار کرلیں۔ اعلیٰ ترین تصورات و نظریات کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اَلْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ یُتَّبَعَ (حق اسکا زیادہ حقدار ہے کہ اسکا اتباع کیا جائے) فقط زبانی باتوں اور جذباتی تقریروں سے حقیقت ثابت نہیں ہوسکتی جب تک عمل بھی اسکا ساتھ نہ دے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اس عالم اسباب کی تسخیر [illegible] علم و دانش کا معیار بھی بلند کیا جائے اور تسخیر نفس [illegible] عبادت و ریاضت بھی ہوتی رہے کبھی ہم کو یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ جس ہادی برحق کو ہم اپنا کہتے ہیں اسکے اسوہ حسنہ پر ہمارا عمل زیادہ ہے یا ہمارے افعال اسکے دشمنوں سے زیادہ ملتے جلتے ہیں ؟

اگر ہم نے اپنے قول و عمل کی دنیا میں اسوہ حسنہ کی راہ سے کچھ بھی قریب پایا تو ہم کو یہ حق ہے کہ ہم میلاد النبی کی مسرتوں میں شریک ہوں [illegible] ابوجہل، ابولہب، یزید و حجاج کے افعال پر چلنے والے کو کیا حق ہے کہ وہ پیغمبر رحمت کی ولادت کا جشن منائے !؟ ختم شد



خلوت مبارک میں مجلس عزائے بتول عذرا

حیدرآباد۔ ۱۳ر جمادی الاول۔ آج شام کے (۶) بجے عاشور خانہ خلوت مبارک میں مجلس عزائے بتول عذرا فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا منجانب سرکار حق آگاہ برپا تھی۔ سرکار حق آگاہ کی تشریف آوری کیا تھی کہ مجلس کا آغاز ہوا۔ شاہی سوزخوان سیدنا صرحسین صاحب نے سرکار حق آگاہ کا کلام فصاحت التیام و موعظت نظام گوش گزار سامعین کرنے کی عزت حاصل کی۔ سلام کا ہر شعر دلوں میں ڈوبا ہوا تھا اسکا ہر مصرعہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ میرا کہنے والا "عاشق محمدؐ و آل محمدؐ" ہے سوزخوانی کے بعد سیدالعلما و مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ نے عالمانہ اور محققانہ انداز میں فاطمہ زہراؑ کے فضائل اور مصائب بیان فرمائے سیدالعلماء کے ہر فقرہ پر سرکار حق آگاہ نعرۂ صلوٰۃ سے تحسین و تبریک و تصدیق ثبت فرماتے تھے۔ سیدالعلماء کی تقریر کے بعد سید ابوالعلیٰ آقا سید شاہ عباس منصوری آل یٰسین نے بزبان فارسی خطبہ ارشاد فرمایا اور فضائل و مصائب بیان فرمائے۔ ختم بیان پر ماتم کا آغاز ہوا۔ ناصرحسین اور علی حسین صاحبان نے نوحہ پڑھا اور خانہ زادان نے ماتم کیا۔ ختم ماتم پر علی حسین صاحب خانہ زاد نے عراقی لہجہ میں زیارت پڑھائی اور بعد زیارت دعا کی۔ شاہ عزا داران زندہ باد اور حسینیت پائندہ باد کی گونج میں مجلس ختم ہوئی۔

سیدالعلماء کی روانگی

الادہ سرطوق مبارک کی تاریخی مجلس

حیدرآباد۔ ۶ر نومبر کو رات میں سیدالعلما مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد ذریعہ گرانڈ ٹرنک اکسپریس مراجعت فرمانے علیگڑھ ہوئے۔ اسٹیشن نامپلی پر موصوف کو خدا حافظ کہنے مومنین کی ایک بڑی جماعت موجود تھی فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر نے سیدالعلماء کو ضامنی باندھی جسکے ساتھ ہی سیدالعلماء نعرۂ درود کی گونج میں مستقر روانہ ہوئے۔ اس سال آپکے ہمراہ لکھنؤ کے مشہور مزاحیہ نگار شاعر جناب ناوک لکھنوی بھی تھے۔

یکم نومبر سے ۵ر نومبر تک الادہ سرطوق مبارک میں مولوی سید نظام الدین صاحب کی بنا کردہ پانچ مجالس کو سیدالعلماء نے مخاطب فرمایا۔ یہ مجلس سالہائے ماسبق سے زیادہ شاندار اور کامیاب رہیں۔ سامعین کی تعداد ہزاروں سے متجاوز تھی۔ سیدالعلماء کی مقناطیسی خطابت کی کشش سے اس سال ایسے سامعین بھی شریک مجلس تھے جو سابق میں شریک نہیں ہوتے تھے

مولوی سید نظام الدین صاحب کی صدارت میں مشاعرہ!

حیدرآباد:۔ ۶ر نومبر کو زاویہ ادب کی جانب سے محلہ چاہ سکڑ میں سید ہادی علی خاں کی جانب سے دن کے (۳) بجے لکھنؤ کے مشہور مزاحیہ نگار جناب ناوک لکھنوی کے اعزاز میں ایک مشاعرہ منعقد ہوا۔ اس مشاعرے کی صدارت مولوی سید نظام الدین صاحب نے کی جسمیں حیدرآباد کے بہت سے شعراء نے حصہ لیا جن میں قابل ذکر شاعر اہلبیت علامہ نجم آفندی، جناب سعید شہیدی، جناب ساجد رضوی، جناب عباس زاہد، اور جناب باقر منظور ہیں۔ مشاعرہ نہایت کامیاب رہا اور ہر شاعر کا کلام اپنی اپنی جگہ پر اچھا رہا۔ علامہ نجم آفندی اور مہمان شاعر جناب ناوک لکھنوی کا کلام حاصل مشاعرہ رہا۔

قطعہ

ہوئی ہے بام کی رونق بھی خوب زینہ سے ‖ ہوئی ہے عید کی تقریب بھی قرینہ سے
پس زیارت و حج دیکھ آج اے عثمانؔ ‖ میں ہو کے آیا ہوں مکہ سے اور مدینہ سے

(آمدہ از نذر کا باغ)

سرکارِ ما

از سیّد صمصام شیرازی

فخرِ عالم می کند بر صفتِ سرکارِ ما — نازِ ملّت می کند بر عظمتِ سرکارِ ما
فخرِ جم رشکِ فریدون نازشِ نوشیروان — از ہمہ عالم فزون تر شوکتِ سرکارِ ما
در سخا و لطف و بخشش در عطا و بذل و جود — حاتمِ طے ہم نباشد صورتِ سرکارِ ما
عالمی شرمندۂ احسانِ بی پایانِ او — قابلِ تقلیدِ عالم سیرتِ سرکارِ ما
بہرِ زہراؑ بہرِ احمدؐ بہرِ سبطینؑ و علیؑ — روز افزون باد یا ربّ عزّتِ سرکارِ ما
ای صبا از جانبِ ما صد سلام و صد دعا — عرض کن با صد ادب خدمتِ سرکارِ ما
می کند صمصام شیرازی دعا صبح و مسا — تا ابد آباد بادا دولتِ سرکارِ ما

خسروِ ما زندہ بادو لطفِ او پایندہ باد
بارِ الٰہا آفتابِ عزّتش تابندہ باد



عدالت

سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! صفتِ عدل کی عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عدل کی صفت خدائے تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔ عدل کی تعریف یہ ہے کہ ہر شخص کو اسکے جائز حقوق سے استفادہ کرنے کا ہر وقت موقع ملے۔ کوئی شخص کسی کو حقوق چھیننے نہ پائے۔ سچ پوچھا جائے تو نہ صرف یہ دنیا بلکہ نظامِ کائنات عدل ہی کی وجہ سے قائم ہے

اگر عناصر میں تعدیل قائم نہ رہے تو دنیا سے حیات ختم ہو جائے۔ تارے اپنے مقررہ حدود سے آگے بڑھ کر دوسرے سیاروں کے حدود میں داخل ہو جائیں تو آپس میں ٹکرا جائیں اور قیامت آ جائے۔ اسی طرح ایک انسان جب دوسرے انسان کے حقوق کی سرحد پر داخل ہوتا ہے تو اس کا یہ عمل ظلم کہلاتا ہے۔ اس ظلم سے دوسرے انسان کو نجات دلانا، عدالت کہلاتا ہے۔ عدل و انصاف کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام کے کئی زرین اقوال ہیں۔

زرین اقوال

زبان کو پلٹانا کم ظرفی کی علامت ہے یا بندۂ زرگی (سرکار حق آگاہ)

جن کے منجملہ چند یہ ہیں:-

(۱) انصاف بزرگی کی نشانی ہے

(۲) انصاف کرنے والا بزرگ اور ظالم، کمینہ ہوتا ہے

(۳) انصاف سے لوگوں کے دلوں میں الفت پیدا ہوتی ہے

(۴) انصاف نیکیوں کی جڑ اور ظلم، ہلاکت ہے

تاریخ میں جو بادشاہ منصف و عادل گزرے ہیں ان کو آج دنیا اچھے نام سے یاد کرتی ہے نوشیروان عادل کا عدل مشہور ہے چنانچہ حضرت سعدی شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

زندہ است نام فرخ نوشیرواں بعدل
گرچہ بسی گذشت کہ نوشیرواں نماند

ہندوستان میں بھی بہت ہی عادل بادشاہ گزرا ہے۔ شہنشاہ جہانگیر کا انصاف بھی تاریخ میں مشہور ہے۔ ہمارے سرکار اعلیٰحضرت حضور نظام کے انصاف کی بھی چار دانگ عالم میں شہرت ہے۔ سرکار نے اپنے زرین عہد میں عدالت العالیہ (ہائی کورٹ) کی بنیاد ڈال کر ملک میں عدل و انصاف کو عام فرمایا۔ عدالت کے اعلیٰ نظام کی وجہ سے آصفجاہ سابع کے عہد حکومت میں شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ یعنی کوئی طاقتور کسی کمزور کے حقوق غصب نہیں کر سکتا تھا

بچو! تم کو چاہیے کہ تم زندگی کے ہر شعبہ میں عدل و انصاف کو پیش نظر رکھو تاکہ تم ایک مبارک اور کامیاب زندگی گزار سکو۔

منتخب صدر امریکہ سینیٹر جان کینیڈی کی

مختصر سوانح حیات

امریکہ کی ڈیموکریٹک پارٹی نے ۱۹۶۰ء کے صدارتی انتخاب کے لئے سینیٹر جان کینیڈی کو اپنا امیدوار نامزد کیا ہے جان۔ ایف۔ کینیڈی ماساچوسٹس سے امریکی سینیٹ کے رکن ہیں آپ ۱۹۵۶ء میں نائب صدارت کے لئے ڈیموکریٹک پارٹی کا ٹکٹ حاصل کرنا چاہتے تھے مگر تھوڑے ہی ووٹوں کے فرق سے منتخب ہونے سے رہ گئے تھے اسی وقت سے یہ یقینی سمجھا جانے لگا تھا کہ آپ ۱۹۶۰ء میں امریکی صدارت کے لئے اپنی پارٹی کیطرف سے امیدوار نامزد کئے جائیں گے۔ آپ خارجی امور اور مزدوروں کے معاملات میں نمایاں دلچسپی رکھتے ہیں اور ان شعبوں میں قانون سازی پر اثر انداز ہوئے ہیں جکی اپیل بڑا اثر رکھتی ہے۔ اگرچہ ۱۹۵۶ء کے ڈیموکریٹک پارٹی کے کنونشن نے جبکہ کینیڈی کو ایک ملکی سیاسی شخصیت کے طور پر مشہور کردیا تھا تاہم آپ ماساچوسٹس سے ۱۰ برس کانگریس کا رکن رہ کر ملک کی راجدھانی میں شہرت حاصل کرلی تھی۔ آپ ۱۹۴۶ء میں پہلے پہل واشنگٹن آئے جب آپ ۲۹ برس کی عمر میں آپ اپنے مشہور ری پبلکن حریف ہنری کیبوٹ لاج کو شکست دیکر امریکی سینیٹ کے ممبر منتخب ہوئے تھے۔ مسٹر کینیڈی امریکہ کے ایک کامیاب تاجر جوزف کینیڈی کے فرزند ارجمند ہیں جو ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۰ء تک برطانیہ میں امریکہ کے سفیر تھے آپکی پیدائش بروکلین (ماساچوسٹس) میں ہوئی تھی اور اپنے باپ کے نو بچوں میں سے ہیں۔ آپ جان فرانسس فٹزجیرالڈ کے پوتے ہیں جنہوں نے امریکی کانگریس کے رکن اور بوسٹن شہر کے میئر کے فرائض انجام دیئے تھے۔ اس پس منظر کی روشنی میں یہ تعجب انگیز نہیں ہے کہ آپ نے ابتدائی عمر میں کامیابی سے اپنے سیاسی مشغلہ کا آغاز کیا۔ آپکے باپ نے اپنے ۹ بچوں کو اوائل عمر ہی میں سکھا دیا تھا کہ اُن سے بڑی بڑی امیدیں وابستہ ہیں درحقیقت کینیڈی بچوں نے جو کچھ بھی کیا وہ مقابلہ کے جذبہ سے سرشار تھا۔ مثال کے طور پر کھانے کی میز ہمیشہ سرگرم مباحثوں اور پرجوش مناظروں کا مرکز ہوتی تھی۔ کینیڈی کے اراکین میں کھیلوں کا مقابلہ تو غیر معمولی طور پر شدید ہوتا تھا مسٹر کینیڈی نے اپنی تمام تر توانائی اور قوت خدمت عامہ میں لگا کر سیاسی شہرت حاصل کی ہے لیکن آپ ایک کامیاب عالم یا صحافی (جرنلسٹ) بھی ہو سکتے تھے ہارورڈ یونیورسٹی سے ۱۹۴۰ء میں امتیازی پوزیشن کیساتھ گریجویٹ بننے کے بعد آپ نے لندن اسکول آف اکنامکس میں شرکت کی ستمبر ۱۹۴۱ء میں آپ امریکی بحریہ میں بھرتی ہوئے آپ نے ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۵ء تک جنوب مغربی بحرالکاہل میں لفٹننٹ کے طور پر کام کیا اور پی۔ ٹی (پیٹرول تارپیڈو) بوٹ کمانڈر کے فرائض انجام دیئے ۱۹۴۵ء میں آپکو رخصت کردیا گیا جنگ کے بعد آپ نے انٹرنیشنل نیوز سروس کے نامہ نگار کے طور پر کام کیا اور سان فرانسسکو کانفرنس (۱۹۴۵ء) برطانوی انتخابات (۱۹۴۵ء) اور پوٹسڈم ٹاپک ۱۹۴۵ء کی رپورٹنگ کی واضح رہے کہ ۱۹۴۵ء کی سان فرانسسکو کانفرنس ہی میں اتحادی سبھا کا قیام عمل میں آیا تھا۔ امریکہ کے جونیئر چیمبر آف کامرس نے جن دس ممتاز ہستیوں کا انتخاب کیا تھا ان میں آپ بھی شامل تھے ۱۹۴۰ء میں جب آپکے والد انگلینڈ میں امریکی سفیر تھے تو آپ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا

انگلینڈ کیوں سویا ہوا ہے"۔ ۱۹۵۵ء میں آپکی ایک اور کتاب شائع ہوئی جسکا نام تھا "Profiles in Courage" اس کتاب پر آپ کو سوانح عمریوں کے متعلق پلٹزر انعام دیا گیا جو امریکہ کا ایک چوٹی کا ادبی اعزاز ہے۔ یہ کتاب ان آٹھ امریکی سینیٹروں کی سوانح عمریوں پر مشتمل ہے جنھوں نے پارٹی مفادات کی خاطر اپنے اصول ترک کرنے کی بجائے اپنے عقائد پر ثابت قدم رہنے کے لئے اپنی پبلک زندگی کو خطرے میں ڈالا اور بعض حالتوں میں اسے تباہ کر ڈالا۔ سینیٹر کینیڈی کے الفاظ میں ان ہستیوں نے جس ہمت کا ثبوت دیا وہ جمہوریت کا اہم حصہ ہے۔ سینیٹر کینیڈی نے کئی موقعوں پر خود بھی آزاد خیالی کا مظاہرہ کیا ہے اور اپنی مقبولیت کو خطرہ میں ڈال کر بھی وہ کام کیا ہے جسے وہ مجموعی طور پر ملک کے لئے بہترین خیال کرتے تھے۔ اگرچہ وہ امیر گھرانے کے چشم و چراغ ہیں تاہم اپنی بیوی (سابقہ) جیکولین لی بوویر اور اپنی بیٹی کے ساتھ واشنگٹن کے نواح ایک معمولی مکان میں سادگی کیساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

بزم سعدی

محترماً خاطر عالی را مستحضر می سازد
توانا بود ہر کہ دانا بود

(دوازدہم)

روز یکشنبہ ۲۰ر نوامبر ۱۹۶۰ء میلادی ساعت ۵ شب اجلاس بزم سعدی بصدارت دانشمند محترم آقای رشید احمد سابق رئیس دادگاہ عالیہ منعقد است مقالہ ادیب معظم آقای جیتن کامل لبنت بہ شاعری شاعر شہیر آقای "کلیمی سمانی" قرائت خواہد شد و محترمہ دکتر شریف النساء نخس ران دار الفنون بانو ان مقالہ ای در خصوص شاعری عرفی شیرازی بسمع حاضرین خواہند رسانید و نیز مشاعرہ ای بمصرع ذیل شروع خواہد شد تقاضا دارد کہ جناب عالی با تشریف آوری خود رونق این بزم را بیفزائید۔ مصرع۔ نہ ہی قسمت کہ بیمار تو باشم۔ قافیہ بیمار

آدرس
دفتر "شیراز" ہفتگی چادرگھاٹ

منجانب
صمصام شیرازی مدیر "شیراز"

قمر ساحری
معتمد بزم سعدی

دیوڑھی فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر میں

ہز ایکسلنسی سفیر کبیر ایران برائے ہندوستان کا شاندار خیر مقدم

حیدرآباد:- ہز ایکسلنسی آقای متنق سالمی بالقابہ سفیر کبیر ایران برائے ہندوستان جو خانگی دورے پر چند روز کے لئے حیدرآباد آئے ہوئے تھے ان کے اعزاز میں ۱۰؍نومبر کو شام کے (۵) بجے انجمن اتحاد ایرانیان دکن کی جانب سے آقای محمد حسین دشتی صدر انجمن نے ایک پرتکلف عصرانہ ترتیب دیا تھا۔ ایرانیان مقیم حیدرآباد و سکندرآباد کے علاوہ حیدرآباد کے اکثر معززین اور ممتاز افراد مدعو تھے جن میں قابلِ ذکر معمار ملک نواب زین یار جنگ بہادر، سید الشعراء نواب شہید یار جنگ بہادر، نواب سید حسن پاشاہ صاحب، نواب میر طاہر علی خان صاحب، نواب سید محمد حسین خان صاحب، ڈاکٹر اختر احمد صاحب، ڈاکٹر میر مہدی علی صاحب پروفیسر، کیپٹن سید محمد حلیم صاحب زیدی، مولوی سید چراغ علی صاحب رضوی، مولوی مرزا محمد جعفر صاحب، مولوی عبدالحی صاحب ہاشمی ایڈوکیٹ، مولوی سید محمد منیر صاحب ایڈوکیٹ اور مولوی سید محمد حامد صاحب زیدی قابلِ ذکر ہیں۔

ایرانیان مقیم حیدرآباد و سکندرآباد میں حسبِ ذیل افراد شریک تھے

آقای سید اسداللہ دشتی ممتاز الافاضل، آقای شیخ ابوالقاسم حسام العلماء، آقای اسداللہ یادوری نائب صدر، آقای غلام حسین دشتی معتمد، آقای سید حسن علوی، آقای حسین ضابط، آقای رستم کیانی، آقای غلام حسین جوکار، آقای جلال تشریفی سابق معتمد، آقای حسین پارسائیان، آقای قاسم پارسائیان، آقای عباس پارسائیان، آقای عبدالصمد سلیمانی، آقای اسداللہ کرمانی، آقای فرخ شیرازی، آقای حاجی محمد جوکار، آقای مرزا عبدالحسین بدیعی، آقای عبدالوہاب یمنی، آقای مرزا محمد ہادی کنگونی، آقای سید علی اصغر اسماعیلی، آقای عبدالحسین اور سید صمصام شیرازی۔

آقای محمد حسین دشتی اور آقای یادوری نے معزز مہمانوں کا استقبال کیا اور آقای حسین ضابط نے مہمانوں کا ہز ایکسلنسی سے تعارف کرایا۔ ہز ایکسلنسی ہر ایک سے مصافحہ کر رہے تھے اور اظہار مسرت فرما رہے تھے۔ آقای فرخ شیرازی نے ہز ایکسلنسی کی شان میں ایک قصیدہ سنایا جس کو سامعین نے پسند کیا اور ہز ایکسلنسی نے بکشادہ پیشانی قبول فرمایا۔ صدر انجمن اتحاد ایرانیان دکن آقای محمد حسین دشتی نے سفیر کبیر اور ان کے بانچ معاون معارف و فرہنگ آقای شیرازی کی گلپوشی کی۔ آقای غلام حسین دشتی معتمد انجمن نے سپاسنامہ پڑھ کر سنایا اور یہ سپاسنامہ نقرئی کاسکٹ میں انجمن کی جانب سے آقای حسین ضابط نے ہز ایکسلنسی کی خدمت میں پیش کیا۔ سپاسنامہ میں ایرانیان مقیم حیدرآباد و سکندرآباد کی جانب سے یہ واضح کیا گیا کہ حیدرآباد و سکندرآباد میں ایرانیوں کی ایک قابلِ لحاظ تعداد مقیم ہے لیکن یہاں پاسپورٹ اور شناخت نامہ (تصدیق احوال) کے سلسلہ میں متعدد دشواریاں پیش آتی ہیں۔ یہی آنے جانے میں تکلیف ہوتی ہے سہولت بہم پہنچائی جائے تو مزید موجبِ تشکر ہوگا۔ ہز ایکسلنسی نے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ اس سلسلہ میں عزت مآب قونصل جنرل ایران متعینہ بمبئی کو متوجہ کریں گے کہ وہ یونہ کیطرح حیدرآباد میں بھی افسر دورہ کنندہ کے توسط سے سہولت بہم پہنچائیں۔ دورانِ تقریر میں سفیر کبیر نے حیدرآباد کی تہذیب و ثقافت کی بے حد تعریف کی اور یہ بتایا کہ حیدرآباد اپنی شائستگی اور تمدن کے لحاظ سے ایران و وطن معلوم ہوتا ہے۔ سفیر کبیر نے یہ بھی انکشاف فرمایا کہ وہ حیدرآباد میں مقیم ایرانیوں کے بچوں کے لئے عنقریب ایک مدرسہ قائم کرنے والے ہیں جس میں ذریعہ تعلیم فارسی رہے گی۔ اس مدرسہ سے غیر ایرانی بھی اگر چاہیں تو استفادہ کر سکتے ہیں۔ سفیر کبیر نے آقای فرخ شیرازی کے خیر مقدمی اشعار کی تعریف کی۔ اس موقع پر فلمی شو بھی ہوئی عصرانہ کے بعد یہ یادگار اجتماع ۷ بجے صدر انجمن کے شکریہ پر اختتام کو پہنچا۔

ادارہ شیراز کی جانب سے ہز ایکسلنسی کی خدمت میں شیراز کا گزشتہ سالنامہ پیش کیا گیا جس کو ہز ایکسلنسی نے دیکھ کر فرمایا کہ میں شیراز ہفتگی کا ہفتہ نہایت ہی شوق سے پڑھتا ہوں۔

آقای غلام حسین جوکار، آقای رستم کیانی اور آقای قاسم پارسائیان انتظامات کی نگرانی کر رہے تھے۔

ارکان بلدیہ حیدرآباد

ارکان بلدیہ حیدرآباد سے تعارف کرانے کی غرض سے ایک خصوصی اشاعت "ارکان بلدیہ حیدرآباد" تین زبانوں میں شائع کیا جا رہا ہے۔ جس میں ان کے حالاتِ زندگی فوٹو کے ساتھ شائع ہوں گے۔ حکومت آندھرا پردیش کے وزراء کی تصاویر کے علاوہ مشاہیر کے مضامین اور پیامات بھی ہوں گے۔ توقع کی جاتی ہے کہ یہ کتاب نومبر کے چوتھے ہفتہ میں منظرِ عام پر آ جائے گی۔ ہز ورشپ مسٹر وید پرکاش وساج میئر بلدیہ عظیم تر حیدرآباد نے پیش لفظ لکھا ہے اس خصوصی اشاعت میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے پتہ:- تشیں فائن پرنٹنگ پریس، چارکمان حیدرآباد آندھرا پردیش۔

ہنمکنڈہ میں کوہ نور

ہنمکنڈہ ضلع ورنگل میں ایرانیوں نے ایک شاندار ہوٹل کوہ نور کے نام سے قائم کیا ہے جہاں عرصہ سے ایک پاک صاف ہوٹل کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔

(تفصیلات متعاقب)

جان ٹی ریڈ
کلچرل اتاشی امریکی سفارتخانہ

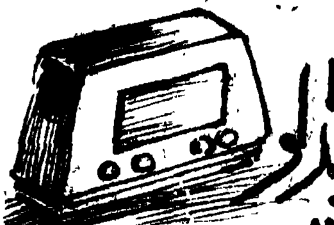
امریکی یونیورسٹیوں میں ہندوستانی علوم کا مطالعہ

امریکہ کئی لحاظ سے اُلٹی باتوں کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے مثال کے طور پر اسکی ۱۸ کروڑ کی آبادی ایسے افراد پر مشتمل ہے جو دوسرے مختلف قومیتوں، اور نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں لیکن انکے باوجود انکی زبان، روزمرہ کی عادتوں اور بنیادی سیاسی عقیدوں میں قابلِ تعریف یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ماضی میں اس خود کفیلی اتحاد اور بڑا عقلی پیمانے پر ایک جدید ملک کی تعمیر کے عظیم کام کے باعث امریکیوں کی نگاہیں ملکی حدود کے اندر ہی رہیں اور انہوں نے غیر ملکی ادارا انکی ثقافتوں کیطرف کوئی توجہ نہیں دی گذشتہ پچاس برس میں دو جنگوں اور ٹیکنالوجی میں تیزی سے ہونے والی تبدیلیوں کے نتیجے کے طور پر امریکہ کا باقی دنیا کے ساتھ گہرا اور مسلسل رابطہ قائم ہوگیا چنانچہ اب امریکی نوجوان چاہتے ہیں اور یہ آج ضرورت بھی ہے کہ وہ ان لوگوں کے متعلق زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کریں جو اُن کے لئے جغرافیہ کی کتاب میں محض نام ہوا کرتے تھے جیسے جاپانی، ایرانی، افریقی اور ہندوستانی۔ امریکی یونیورسٹیاں اور کالج تیزی مگر باقاعدگی کے ساتھ امریکی نوجوانوں کو ان لوگوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے مواقع فراہم کر رہے ہیں۔ نہ صرف سمندر پار ملکوں کے متعلق مطالعہ کی سہولیات کئی گنا بڑھ گئی ہیں بلکہ گریجویٹوں اور انڈر گریجویٹوں کے لئے "سروے" اور علاقائی نصاب خصوصاً ایشیا کے متعلق نصاب زیادہ سے زیادہ تعداد میں پڑھائے جا رہے ہیں۔ ہندوستان کے متعلق انڈر گریجویٹوں کے نصابوں کی نمایاں مثالیں کیلیفورنیا، شکاگو، مشی گن، کولمبیا اور پنسلوینیا یونیورسٹیوں میں پائی جاتی ہیں جو ہمارے اعلیٰ تعلیم کے بہت بڑا اور مشہور ترین ادارے ہیں۔ کیلیفورنیا یونیورسٹی میں جو ہندوستان کے متعلق پوسٹ گریجویٹ اور تحقیقی سرگرمیوں کا ایک مشہور مرکز ہے انڈر گریجویٹوں کیلئے ایشیائی تہذیب کے متعلق ایک برس کا ایک جامع نصاب ہے۔ پہلی ششماہی میں ہندوستان اور دوسرے ایشیائی ملکوں کے عوام اور جغرافیہ پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے اور دوسری ششماہی میں تہذیب کا قدرے کے تاریخی ارتقاء پر زور دیا جاتا ہے۔ یہ نصاب ماہرین کے لئے نہیں ہے بلکہ لبرل آرٹس کے طلباء کو ان ثقافتوں سے آگاہ کرنے کے لئے ہے جو انکی اپنی ثقافت سے نہایت مختلف ہے۔ شکاگو یونیورسٹی میں ایشیائی ثقافتوں کے متعلق ابتدائی علوم پیش کرنے کا ایک مختلف طریقہ پایا جاتا ہے یہاں انڈر گریجویٹوں کے لئے ایک ایک برس کے تین الگ نصاب ہیں۔ ایک اسلامی ثقافت کے متعلق، دوسرا ہندوستانی تہذیب کے متعلق اور تیسرا چین کے متعلق "ہندوستان کی تہذیب کا تعارف" ابتدا یات کیسا تھ شروع ہوتا ہے اور اس شعبہ کے ماہرین ہندوستانی ثقافت کو اسکے انسانیاتی پس منظر میں رکھتے ہیں۔ اسکے بعد برصغیر کی عقلی و سماجی تاریخ کا مطالعہ کرایا جاتا ہے اور اس فلسفیانہ اور مذہبی ترقی پر زور دیا جاتا ہے تاکہ طلبا ہندوستانی روایات اور ان جدید تبدیلیوں کی کشمکش سے آگاہ ہو جاتے ہیں جو ہندوستان پر تیزی سے چھا رہی ہے۔ کولمبیا یونیورسٹی مشرقی علوم کی تعلیم کے مسئلہ کو دو زاویوں سے دیکھتی ہے ایک سماجی سائنسوں کے ذریعہ اور دوسرا انسانیات کے ذریعہ۔ "مشرقی تہذیبوں کے متعلق ایک برس کا نصاب زیادہ تر تاریخی ہے۔ جدید ہندوستان کے متعلق حصہ ایسے مضامین پر مشتمل ہے جیسے سیکولرازم اور پاکستان کے ساتھ تعلقات۔ دوسرا نصاب "مشرقی انسانیات" ایشیائی ملکوں کی عظیم کلاسیکی کتابوں سے تعلق رکھتا ہے جن میں "بھگوت گیتا" اور "شکنتلا" جیسی اہم قدیم کتابیں شامل ہیں۔ اس نصاب کے لئے ایک شاندار کتاب خاص طور سے مرتب کی گئی ہے جس کا نام ہے "ہندوستانی روایات کے ماخذ"۔ بلاشبہ ان اور دوسری امریکی یونیورسٹیوں میں ہندوستان سے متعلق پوسٹ گریجویٹ نصاب زیادہ وسیع ہیں۔

قطعہ

عجب تقریب یہ شایاں ہوئی تھی ‖ عروسی کیلئے خواہاں ہوئی تھی
خدا گل پہ صبا کہتی ہے ضماں ‖ چمن میں بلبلِ نالاں ہوئی تھی

(آمدہ از نذری باغ)



روحانی ریڈیو

ناشر: مجذوب حیدرآبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے انکے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

اکیس ہزار نو سو میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ "گلستانِ سعدی" کے حیدرآبادی ایڈیشن سے چند منتخب قطعات سن رہے تھے جنکے منجملہ ایک قطعہ تھا ـــ

مالِ رشوت، توانگرم گردان
کہ ورائے تو ہیچ دولت نیست
خوردنِ رشوہ است کارِ وزیر
کارِ بہتر زکارِ رشوت نیست

ابھی ابھی ہمیں اطلاع ملی ہے کہ نشرگاہ طوبیٰ سے شہر افزا بانگر کے ایک آنجہانی وزیر ایک مقدمہ کی روئداد نشر فرمائیں گے۔ چلیے! ہم آپ کو نشرگاہ طوبیٰ لے چلتے ہیں

آپ ہیں آنجہانی وزیر۔ آپ کو نشرگاہِ طوبیٰ سے تقریر کرنے کے لئے دوزخ کے انسپکٹر جنرل نے پیرول پر رہا کیا ہے ـــ وہ دیکھئے! آنجہانی وزیر مائیکروفون کے سامنے آگئے:-

اے سامعین با تمکین و اے ساکنانِ خطۂ زمین!

عادلِ حقیقی کے اجلاس پر جس دن میرا مقدمہ سماعت کے لئے پیش ہوا تھا اسی دن شہر افزا بانگر کے ایک A کلاس گتہ دار کا مقدمہ بھی پیش تھا۔ چونکہ میرے کیس کا نمبر (۸) اور گتہ دار کے کیس کا نمبر (۷) تھا اسلئے مجھے اپنی باری آنے تک گتہ دار کے مقدمہ کی پوری روئداد سننے کا موقع ملا۔

خدا کی عدالت گرم تھی۔ فرشتہ ہائے منصب، گرز ہائے آتشیں اٹھائے دروازۂ عدالت پر کھڑے تھے، کراماً کاتبین اپنی رپورٹیں بغل میں دابے تیار کھڑے تھے، وکیل سرکار تعزیراتِ الٰہی کی ورق گردانی کر رہے تھے ارکان جیوری سامنے کی بینچوں پر مؤدب بیٹھے ہمہ تن گوش بنے ہوئے تھے دفعتاً عدالت کے صدر چپراسی نے کمرۂ عدالت سے باہر نکل کر آواز دی

"ملزم A ولد B حاضر ہے!"

پکار ختم ہوتے ہی، حوالاتِ برزخ کے پہرہ داروں نے ملزم A کو کٹہرۂ عدالت میں پیش کیا۔ ملزم کے پیش ہوتے ہی "کراماً کاتبین" نے آگے بڑھ کر معزز عدالت کے سامنے اپنی اپنی رپورٹ پیش کی۔ رپورٹ پڑھنے کے بعد معزز عدالت نے فردِ جرم سنائی۔ فردِ جرم میں بتایا گیا کہ ملزم A ولد B پیشہ گتہ داری، ساکن شہر افزا بانگر کو، چیف انجنیئر محکمہ افزا بانگر نے ریلوے پل منگاؤں اور گودام بندی کی تعمیر کا گتہ رقمی دس لاکھ اور آٹھ کروڑ علی الترتیب دیا تھا۔ ملزم نے، جو نہایت ہی حریص، طامع اور چار سو بیس بلکہ آٹھ سو چالیس قسم کا آدمی ہے، دس لاکھ کی بجائے دس ہزار روپے

میں پُل اور آٹھ کروڑ کی بجائے آٹھ لاکھ روپے میں بند تعمیر کیا اس نے اپنے مدعلہ ٹنڈر میں اعلےٰ اشیائے تعمیر، آہنی بیم، سمنٹ گچ اور پتھر استعمال کرنے کا تحریری وعدہ کیا تھا لیکن اس نے بے ایمانی سے حکومت کی آنکھوں میں دھول جھونک کر آہنی بیم کی بجائے، تنجر یال کی لکڑی، سمنٹ اور گچ کی بجائے مٹی، اور پتھر کی بجائے شہر پناہ کی فصیل سے نکلے ہوئے پرانے اینٹ استعمال کیئے۔ جس کی وجہ سے برسات میں پل ٹوٹ گیا اور مردوں عورتوں اور بچوں سے بھری ہوئی ایک ٹرین ندی میں گر گئی سینکڑوں انسان وقت واحد میں ختم ہو گئے، کئی خاندان تباہ ہو گئے کئی بچے یتیم ہو گئے اور کئی عورتیں بیوہ ہو گئیں مٹی کا بند پانی جمنے کی وجہ سے بارش میں بند ٹوٹ گیا متعدد کھیتیاں اور گاؤں زیر آب ہو گئے، سینکڑوں بے قصور انسان مر گئے، ہزاروں کے گاؤں بے چراغ ہو گئے۔ ملزم A و لد B کے یہ افعال و اعمال، تعزیرات الٰہی کے دفعات ۳ - ۱۳ - ۹ اور ۱۸ کے تحت تعزیری جرائم ہیں۔ لہٰذا درخواست ہے کہ کیوں نہ مذکورہ تعزیری جرائم کی پاداش میں ملزم کو طبقاً عمل انسانین میں قید با مشقت تا ابد کی سزا دی جائے

فرد جرم سنانے کے بعد، سزا سنانے سے پہلے ملزم کو صفائی پیش کرنے کا موقع دیا گیا۔ قبل اس کے کہ ملزم اپنی صفائی میں کوئی بیان دے، وکیل سرکار نے کٹہرے کے قریب پہنچ کر ملزم سے کہا:-

"کہو! میں جو کچھ کہوں گا، خدا کو حاضر و ناظر جان کر سچ سچ کہوں گا ——— !"

وکیل سرکار کا یہ جملہ سن کر ملزم نے کہا:-

سرکار! میں ایک لامذہبی حکومت کا باشندہ ہوں مجھ سے خدا کا قسم لینے کی بجائے، جمہور کی قسم لیجائے۔ ہر چند کہ میرے دیس کے مفکرین اور صاحب رائے افراد نے کہا تھا کہ عوام میں خدا کا خوف پیدا کیا جانا ضروری ہے محض قانون اور حکومت کے خوف سے چوری اور رشوت ستانی کا خاتمہ ممکن نہیں ہے ہمارے دیس کے اکثر شعراء نے بھی بہت کچھ کہا تھا لیکن ان تنقیدوں کے باوجود ہمارے دیس نے لامذہبی حکومت کو اختیار کیا۔ اس تمہید کے بعد اب میں جمہور کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ کہوں گا، سچ سچ کہوں گا۔

معزز عدالت نے مجھ پر جو، جو الزامات لگائے ہیں وہ حرف بہ حرف صحیح ہیں اور میرے لئے جو سزا تجویز کی گئی ہے وہ بھی انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے والی ہے لیکن معزز عدالت سے میری درخواست ہے کہ میری سزا کو حصۂ رسدی کے لحاظ سے میرے جرائم کے محرکین، مویدین، معاونین اور شرکائے کار پر تقسیم کیا جانا مناسب ہے

معزز عدالت! جب میں نے پہلے پہل پُل اور بند کی تعمیر کے ٹنڈر داخل کئے تو چیف انجینئر نے مجھے اپنے چیمبر میں بلا کر کہا کہ تمہارا ٹنڈر اس شرط پر منظور ہوگا کہ تم جملہ رقم کنٹرکٹ کا ۲۵ فیصدی "ہمارا حق" قبول کر لو، اگر یہ شرط منظور نہیں تو کنٹرکٹ نہیں مل سکتا۔ معزز عدالت! چیف انجینئر صاحب کو ۲۵ فیصد دینے کے معنی یہ تھے کہ سمنٹ کی بجائے مٹی استعمال کیجائے۔ چیف انجینئر صاحب کا حکم قطعی اور آخری تھا۔ مجھے شرط قبول کرتے ہی بنی۔ جب میں چیف انجینئر صاحب کے کمرے سے نکلا تو منتظم صاحب سے مڈبھیڑ ہوئی۔ انہوں نے الگ بلا کر کہا کہ کنٹراکٹر صاحب! "ہمارا معمول" تو تم کو معلوم ہی ہے۔ ہمارے لئے ۱۰ فیصدی کی گنجائش رکھو۔

یوں تو ہم دوسروں سے ۱۲ فیصد لیتے ہیں لیکن تمہارے لئے ۲ فیصد کی رعایت کر کے صرف ۱۰ فیصد لیں گے۔ یہ ہیڈ صاحب سے گفتگو کر کے باہر نکل ہی رہا تھا کہ ہیڈ آفس کے جمعدار نے سلام کر کے اپنا حق طلب کیا۔ جب میرا ٹنڈر منظور ہوا اور دھروٹ داخل کرنے کی نوبت آئی تو میرے پاس فوری دھروٹ داخل کرنے کے لئے رقم موجود نہیں تھی۔ اسسٹنٹ انجینئر صاحب نے اپنی گاڑھی کمائی سے دھروٹ کی رقم اس شرط پر بطور قرض دینے کا وعدہ کیا کہ میں آٹھ آنے فیصد منافع دوں اور اسسٹنٹ انجینئر صاحب کے گھر کی کمپونڈ وال مفت بنوا دوں، دھروٹ کی تکمیل کے بعد جب کام شروع کرنے کا حکم ملا تو متعلقہ اہلکار صیغہ دار، منتظم، جمعدار، چپراسی یہاں تک کہ انجینئر صاحب کے ڈرائیور نے اپنا اپنا حق مجھ سے وصول کر لیا۔ جب کام شروع ہوا تو اوورسیر اور سپروائزر صاحب نے اپنا اپنا حق وصول کر لیا، ابھی کام تکمیل بھی نہ پایا تھا کہ مختلف سیاسی اداروں کے کارکنوں نے مجھ سے وزیر کو تہنیت پیش کرنے، سالانہ جلسے کرنے اور مختلف موقعات سے چندے بٹور لئے۔ جب کام ختم ہوا اور رقم حاصل کرنے کی نوبت آئی تو انکم ٹیکس کلیرنس سرٹیفکٹ کے سلسلہ میں دفتر سیلز ٹیکس اور انکم ٹیکس والوں نے اپنا اپنا معمول وصول کر لیا جب بیری برآورد تنقیح کے لیے صیغہ حساب میں داخل ہوئی تو صیغہ حساب والوں نے اپنا معمول لے لیا۔ صیغہ حساب سے چیک لینے کے بعد جب میں بنک سے رقم لے کر نکلا تو راستہ میں وزیر تعمیرات کا خاص آدمی ملا جس نے وزیر تعمیرات کی بیٹی کی شادی کا رقعہ دیتے ہوئے مجھے بتایا کہ اس شادی میں تم کو ایک قیمتی تحفہ پیش کرنا ہوگا حکم حاکم مرگ مفاجات۔ مجھے تعمیل کرنے ہی بنی۔ وزیر صاحب کی دختر نیک اختر کی شادی سے فراغت ملتے ہی معتمد صاحب کی چٹھی آئی کہ اُن کے جدید خرید کردہ مکان میں فلش نہیں ہے۔ پندرہ دن کے اندر فلش اور موٹر گیاریج کی تکمیل کر دی جائے

معزز عدالت! ان تمام حقوق کی ادائی اور نذرانہ جات کی تکمیل کے بعد جب میں نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ لوگوں کی دلالی میں میرے ہاتھ کالے ہو گئے۔ لیکن وزیر سے لیکر چپراسی تک سب کے سب سُرخ رو رہے۔ ان حقائق کی روشنی میں، میں معزز عدالت سے استدعا کرتا ہوں کہ جسطرح میں نے اپنا منافع ان لوگوں میں تقسیم کیا ہے اسیطرح میری سزا بھی ان لوگوں میں تقسیم کی جائے ــــ"

گتہ دار کے اس بیان کے بعد عدالت میں سناٹا چھا گیا ارکان جیوری کی رائے کے بعد معزز عدالت نے فیصلہ سنایا کہ گتہ دار کی مقررہ سزا کو وزیر، معتمد، چیف انجینئر اور متعلقہ افراد میں حصہ رسدی کے لحاظ سے تقسیم کیا جائے۔ اس حکم کے بعد عدالت برخواست ہوئی

ایکزار نوری ہیڈ پرسیم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ نشرگاہ طوطی سے تقریر سن رہے تھے اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اب ہمیں اجازت دیجئے ــــ جئے ہند

تاجدار ہو نہ سکا

از نواب میر لیاقت علیخاں عابدی لیاقت

کسی کا آج کوئی غم گسار ہو نہ سکا — برائے دہر کوئی باوقار ہو نہ سکا
برائے نام تو ہیں جاں نثار دنیا میں — حقیقتاً تو کوئی جاں نثار ہو نہ سکا
سکوں کا نام بہ اک انتشار باقی ہے — سکوں نصیبِ دلِ بے قرار ہو نہ سکا
تھی حکمراں سے حکومت کی عزت و توقیر — برائے نام کبھی انتشار ہو نہ سکا
جگر کے خوں سے کسی باغباں نے سینچا تھا — کبھی جہاں میں فریبِ بہار ہو نہ سکا
ہر ایک عزم کی اک یادگار باقی ہے — حکومتوں سے کوئی شاہکار ہو نہ سکا
ستم ظریف زمانہ بدل گیا لیکن — مگر شعورِ مرا سوگوار ہو نہ سکا
وہی ہے نام، وہی عز و شان باقی ہے — حوادثاتِ زمانہ کا وار ہو نہ سکا
نفس نفس پہ رہا اضطراب سا پیہم — "کبھی یہ دل کو میسر قرار ہو نہ سکا"
کوئی بتلائے کہ ارشادِ خسروی کیا ہے — "کبھی نظارۂ فصلِ بہار ہو نہ سکا"
دلوں کے حاکم و سلطاں نے بات کیا کہدی — "سکونِ دل پہ مجھے اختیار ہو نہ سکا"
خدا گواہ حقیقت شناس کہتے ہیں! — دکن میں ایسا کوئی تاجدار ہو نہ سکا
یہ اپنا آپ مقدر ہے اپنی قسمت ہے — کرم نواز کرم بار بار ہو نہ سکا

گیا وہ دور مگر دل کو کیا کروں اپنے
فریب اپنا لیاقت شعار ہو نہ سکا

برطانیہ کا ہاؤس آف لارڈز

از قلم
بیری کیلین
(لندن کے ممتاز مصنف و جرنلسٹ)

برطانوی پارلیمنٹ دو ایوانی مجلسِ قانون ساز ہے۔ ہاؤس آف کامنز اسکا عوامی ایوان ہے اسکے تمام ممبروں کو عوام منتخب کرتے ہیں۔ دوسرا ایوان یعنی ہاؤس آف لارڈز جسکا ذکر ذیل کی سطور میں کیا گیا ہے زیادہ تر موروثی ممبران پر مشتمل ہے

حال ہی میں ہاؤس آف کامنز کی ایک خاتون ممبر نے ایک بل پیش کیا تھا اور ہاؤس آف لارڈز میں بھی یہ فرائض ایک خاتون نے ادا کیے تھے دونوں ایوانوں میں جب بل پاس ہوگیا تو ایک خاتون ہی نے اس پر شاہی منظوری کی مہر ثبت کی تھی۔ اگر ہاؤس آف لارڈز میں خواتین کو بیٹھنے کی اجازت نہ ہوتی تو یہ ہرگز نہ کامیابی ممکن نہیں تھی یہ انقلابی تبدیلی ۱۹۵۸ء میں واقع ہوئی تھی اور اسکی وجہ سے مردوں کے روایاتی قلعہ یعنی ہاؤس آف لارڈز میں قدرتی طور پر ایک تکرار شروع ہوگئی تھی لیکن برطانیہ انقلابوں کو خاموشی سے جذب کرنے کا عادی ہے۔ وہاں سب کام ایسے چلتے رہتے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ برطانوی پارلیمنٹ اپنے کو نئے تقاضوں کے مطابق لگاتار ڈھالتی رہتی ہے اور اسکے ساتھ ہی وہ اپنی پرانی رسوم اور روایات کو بھی برقرار رکھتی ہے

ہاؤس آف لارڈز زیادہ تر موروثی ممبران پر مشتمل ہے ممبران کو خود اس بے قاعدگی یا نقص کا احساس ہے کہ محض پیدائشی حادثہ کی بدولت ان کو ملک کی سیاسی زندگی میں جگہ مل جاتی ہے ۵۰ سال قبل انہوں نے اس سے متعلق ایک قرارداد پاس کی تھی اور پارلیمنٹ ایکٹ بابت ۱۹۱۱ء میں یہ الفاظ درج ہیں

"در حالانکہ منشا یہ ہے کہ موجودہ ہاؤس آف لارڈز کی جگہ ایک ایسا ایوان قائم کیا جائے جو موروثی اصول کی بجائے انتخابی اصول پر مبنی ہو لیکن ایسی تجویز فوری طور پر عمل میں نہیں لائی جا سکتی"

لیکن ابھی تک اس تجویز کو عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکا۔ کیوں؟ تاخیر کی وجوہ کافی پیچیدہ ہیں۔ ہاؤس آف لارڈز کے انتخابی عنصر کو ختم کرنے کی کوششیں تو ہوئی ہیں مگر وہ ناکام رہی ہیں۔ دو سال قبل یہ محسوس کرتے ہوئے کہ ہاؤس آف لارڈز کی اصلاح کے لئے تمام سیاسی پارٹیوں کا اتفاق رائے حاصل کرنا مشکل ہے۔ حکومت نے اپنے آپ ایک معمولی سی تبدیلی کرنے کا فیصلہ کیا تھا اس نے پارلیمنٹ میں ایک بل پیش کیا جسمیں یہ کہا گیا تھا کہ بعض افراد کو تاحیات ہاؤس آف لارڈز کا ممبر بنایا جائے۔ اب یہ بل قانون بن چکا ہے جسکے تحت حکومت مستحق افراد کو زندگی بھر کے لئے اس ایوان کا ممبر بنا سکتی ہے۔ ان کے انتقال کے بعد یہ رکنیت ان کے وارثوں کو نہیں مل سکتی۔ متعدد مستحق افراد اسلئے ہاؤس آف لارڈز کی موروثی رکنیت حاصل کرنا نہیں چاہتے کہ اس سے ان کے بیٹوں کی سیاسی زندگی میں رکاوٹیں پڑ سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر ہاؤس آف لارڈز کے موروثی ممبر کا سب سے بڑا بیٹا جو ہاؤس آف کامنز کا رکن ہے یہ جانتا ہے کہ باپ کے انتقال کے بعد اسے عوامی ایوان کی نشست ترک کرکے ہاؤس آف لارڈز کا ممبر بننا پڑے گا۔ کئی دیگر اشخاص خصوصاً لیبر پارٹی کے ممبران کو ہر قسم کے موروثی حقوق سے نفرت ہے۔ نئے قانون کے تحت جو طریقہ اپنایا گیا ہے اس سے بعض مشکلیں تو حل ہو جاتی ہیں لیکن اس سے یہ اعتراض دور نہیں ہوتا کہ ہاؤس آف لارڈز غیر انتخابی اصول پر مبنی ہے

قطعہ

چمن سے آج یہ دیکھو بہار بھی گزری | ہوا کی زد سے یہ شمعِ مزار بھی گزری
یہ کہتا جاتا ہے گل بھی کہ بلبلِ شیدا | چمن سے دیکھ لے زار و نزار بھی گزری

(آمدہ از نذری باغ)

اب تک (۲۵) افراد زندگی بھر کے لئے ہاؤس آف لارڈز کے ممبر بنائے گئے ہیں۔ وہ سب اچھی شہرت والے لوگ (مرد اور خواتین ہیں) حکومت ایوان میں لیبر ممبران کی تعداد بڑھانے کی خواہش رکھتی تھی کیونکہ ان کی تعداد ہمیشہ بہت کم رہی ہے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کو موثر بنانے کے لئے موثر اپوزیشن کا ہونا ضروری ہے چنانچہ وزیر اعظم وقفوں کے بعد اپوزیشن لیڈر سے پوچھتے رہتے ہیں کہ وہ ایسے افراد کی سفارش کریں جو ہاؤس آف لارڈز کے ممبر بنا چاہتے ہیں۔ عمل میں موروثی عنصر کوئی زیادہ موثر نہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ ایوان کے اجلاسوں میں بہت کم ممبران شامل ہوتے ہیں اسکی جزوی وجہ یہ ہے کہ ممبران کو کوئی تنخواہ نہیں ملتی۔ موجودہ زمانے کے ٹیکسوں نے ایسے لوگوں کی تعداد گھٹا دی ہے جو مفت کام کریں۔ ہاؤس آف لارڈز کے ممبران جب اجلاسوں میں شرکت کرتے ہیں تو ان کو معمولی سا الاونس ملتا ہے۔ ہاؤس آف لارڈز کو قانون سازی میں حصہ لینا پڑتا ہے۔ مسائل پر بحث مباحثہ کرنا پڑتا ہے اور عدالت کے طور پر بعض مقدموں کا فیصلہ بھی کرنا پڑتا ہے۔ ہاؤس آف کامنز میں جو بل پاس ہوتا ہے وہ جانچ کے لئے اس کے سامنے رکھا جاتا ہے اور اگر وہ بل میں کوئی ترمیم کرتا ہے تو اس ترمیم کی منظوری اسے ہاؤس آف کامنز سے لازمی طور پر لینی پڑتی ہے۔ مالی بلوں میں دخل دینے کا اسے کوئی اختیار حاصل نہیں۔ اگر ہاؤس آف کامنز کے پاس کئے ہوئے کسی بل کو ہاؤس آف لارڈز مسترد کر دیتا ہے تو اسے عوامی ایوان ایک سال کے اندر دوبارہ پاس کر سکتا ہے اسکے بعد ہاؤس آف لارڈز کی منظوری کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ بحث مباحثہ کے لئے ہاؤس آف لارڈز کی افادیت بہت زیادہ ہے کیونکہ وہ دوٹوں کا اس پر کوئی دباؤ نہیں ہوتا، طریق کار کم رسمی ہوتا ہے، بعض ممبران زندگی کے مختلف شعبوں میں وسیع تجربے کے مالک ہوتے ہیں۔

برطانوی باشندے دنیا میں سب سے زیادہ چائے پیتے ہیں!

کامن ویلتھ کمیٹی کی تازہ رپورٹ کے مطابق برطانوی باشندے ابھی تک دنیا میں سب سے بڑے چائے نوش ہیں ملک میں کافی کی کھپت بھی بڑھ رہی ہے لیکن کوکو کا استعمال گھٹ رہا ہے سنہ ۱۹۵۹ء کے دوران میں ایک عام برطانوی باشندہ نے ۹،۶ پونڈ (وزن) چائے اور ۸،۱ پونڈ کافی استعمال کی تھی۔ رپورٹ ہذا میں مزید یہ بتایا گیا ہے کہ عالمی منڈیوں میں جو چائے بکتی ہے اسمیں سے ۸۰ فیصدی سے بھی زیادہ کامن ویلتھ ملکوں سے آتی ہے ۵۰ فیصدی کوکوا در ربڑ بھی وہ برآمد کرتے ہیں سنہ ۱۹۵۹ء کے دوران میں کامن ویلتھ ملکوں نے امریکہ میں سب سے پہلے زیادہ ربڑ، کوکو، چائے اور گرم مسالے فروخت کئے تھے۔ امریکی باشندے تمباکو کے دنیا میں سب سے بڑے رسیا ہیں اور ایک عام امریکی باشندہ سال میں ایک عام برطانوی باشندہ کے مقابلہ میں دوگنا تمباکو استعمال کرتا ہے۔

قطعہ

عجیب مژدہ سنو جبکہ کان میں آیا
ہمیشہ حق بھی سنو ابن و آن میں آیا

ہوئے علیؑ جو سر تخت جانشیں عثمانؓ
ہر اک فدائی عجب آن بان میں آیا

(آمدہ از نذری باغ) (لائق فیہ)

سائنس کی دنیا

لیبارٹریوں میں برقیات کا بڑھتا ہوا استعمال

جب آپ ایک کیمسٹری لیبارٹری کے متعلق خیال کرتے ہیں تو آپکے ذہن میں شیشے کا سامان، بیکر، امتحانی نلکیاں، بلب اور لمبی لمبی نلکیاں آتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ بہ زیادہ سے زیادہ کیمسٹری لیبارٹریوں میں شیشے کا سامان قطعی نہیں پائیں گے۔ ان میں سے بیشتر لیبارٹریوں میں برقیات، محقق کیمیا دانوں کے بیش قیمت اوزاروں کا کام دے رہی ہیں۔ بعض حالتوں میں برقیات ایسے کام انجام دے رہی ہیں جو پہلے کبھی نہیں کیے گئے تھے جبکہ دوسری لیبارٹریوں میں برقیات جادو کا کام کر رہی ہیں۔ اور تحقیق و مطالعہ کے کاموں کو جلدی اور تیزی سے انجام دے رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں جان ہاپکنز یونیورسٹی کی لیبارٹریاں قابل قدر مثالیں ہیں۔ ایک لیبارٹری میں بنچ اور شیشے کا سامان ہٹا دیا گیا ہے اور انکی جگہ بھاری مشینری کے تین لکڑے رکھے گئے ہیں۔ آنکھوں کے سامنے سب سے پہلے جو چیز آتی ہے وہ ہے دھات کی ایک چمکدار تختی جو ڈائل، سوئچ، پیمائشی آلے، ایک رفتار رکھنے والا یونٹ رکھنے کے آلے اور ایک نقشہ کا ریکارڈ کرنے کے آلے ہیں۔ اس کے پاس ایک بڑا مقناطیس ہے اور وہ دونوں اصلی طاقت کے بجلی کنکشن سے وابستہ ہیں۔ بجلی دھات کے ایک بکس سے فراہم کی جاتی ہے۔ یہ بکس سات فٹ اونچا اور تین فٹ چوڑا ہے۔ ایک لیبارٹری کے صدر ڈاکٹر کوسکی نے ایک رپورٹ میں بتلایا ہے کہ ۸۰ ہزار ڈالر کی یہ مشینری مادے کے ذروں پر تابکاری کے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو تحقیق و مطالعہ کا اہم ترین شعبہ ہے اور اسکے متعلق بہت کام معلومات حاصل ہیں۔

جب مادہ تابکاری کے عمل میں آتا ہے تو یہ مشینری سالمے کے اندر جھانکتی ہے اور اپنی معلومات رفتار کو قابو میں رکھنے والے آلے پر روشنی کے خطوط کی صورت میں ظاہر کرتی ہے۔ آٹھ برس پہلے ہارورڈ یونیورسٹی کے ایڈورڈ پرسل اور اسٹانفورڈ کے فونیکس بلوچ کو اس طریقے سے آئینی مقناطیسی گونج کے متعلق شاندار تحقیق و مطالعہ انجام دینے پر طبعیات کا نوبل انعام دیا گیا تھا اور اسطرح انہوں نے سالموں کے ڈھانچے کا تحقیق و مطالعہ کرنے کے لئے قطعاً نیا طریقہ دیا تھا۔ یہ طریقہ نہ صرف تحقیق و مطالعہ کے لئے جان ہاپکنز میں عمل میں لایا جا رہا ہے بلکہ آئندہ کی اعلیٰ تحقیق کے سلسلہ میں تربیت دینے کے لئے بھی طلبا کو سکھایا جا رہا ہے۔ اس عمارت کے دوسرے حصہ میں ڈاکٹر ڈونلڈ اینڈریوز کی لیبارٹری ہے جو دو کمروں پر مشتمل ہے جو شاید ایک عام ملاقاتی کمرے اور کھانے کے کمرے کے سائز کے برابر ہے اسکی دیواریں اور میز کے اوپر کی تمام جگہ کنڈول کیبوں، موبچول، مبلوں لمبے تاروں اور دوسرے سامان سے ڈھکی ہوئی ہے یہ دراصل ایک برقیاتی کمپیوٹر ہے جو ڈاکٹر اینڈریوز نے طبعیاتی کیمیا والی میں ایک عظیم ترین اسرار کا مطالعہ کرنے کے لئے بنایا ہے۔ یہ اسرار ہے وہ طریقہ معلوم کرنا جس سے ایٹم سیال مادوں میں حرکت کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا نیچرل عمل ہے جسے نہایت کم درجہ حرارت میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے یہ "برقیاتی دماغ" خود بخود حرارت کی صلاحیت کی پیمائش کرتا ہے اسے ریکارڈ کرتا ہے اور اسکے متعلق حساب کتاب رکھتا ہے یہ ایک ایسا عمل ہے جس پہلے مہینوں لگ جاتے تھے۔

دلی امراض کا پتہ لگانیوالا آلہ

بیکمن انسٹرومینٹس انکارپوریٹیڈ نے ایک چھوٹا برقیاتی آلہ بنایا ہے جو براہ راست جسم میں آکسیجن کی پیمائش کرتا ہے۔ اس کمپنی کے ایک ترجمان کا بیان ہے کہ یہ آلہ زندگی کے عمل سے آکسیجن کے تعلق پر روشنی ڈال سکتا ہے اس آلے کا قطر ۰۰۵ء انچ ہے اور اسکے سرے پر

قطعہ

عجب یہ میان سے شمشیر نکلی　||　ادھر بھی گردن نخچیر نکلی
صدا ہے صید کی یہ پیش صیاد　||　عجب حلقہ سے یہ زنجیر نکلی

(آواز)　دنتکار)
(آمدہ از نذری باغ)

بلا ٹینیم چڑھا ہوا ہے اسے خون کی رگوں اور جسم کے دوسرے آبی مادوں اور حتیٰ کہ دماغ میں بھی داخل کیا جا سکتا ہے اسکا نام "فیز یا لوجیکل کیبس اینے لائیزر" ہے اور اسے دلی امراض کا پتہ لگانے اور دماغی بیماریوں کی تحقیق و مطالعہ کرنے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ خون کا نمونہ لینے کے عام طریقے سے آکسیجن ضائع ہوتی ہے اور تحقیق و مطالعہ صحت سے انجام نہیں پاتا لیکن یہ آلہ اتنا چھوٹا ہے کہ اسے اس معیاری زیر جلد سوئی میں فٹ کیا جا سکتا ہے جو خون کا نمونہ لینے کے لئے استعمال کی جاتی ہے

شمسی بیٹری

امریکہ میں مصنوعی سیاروں اور خلائی راکٹوں کے لئے آفتابی روشنی کو برقی توانائی میں منتقل کرنے کے لئے ایک شمسی بیٹری تیار کی گئی ہے جو خلا میں اعلیٰ طاقتی تابکاری کی مزاحمت کر سکتی ہے بتایا جاتا ہے کہ یہ بیٹری موجودہ بیٹریوں کے مقابلہ میں تابکاری کا دس گنا زیادہ مقابلہ کر سکتی ہے اور اسے "این آن پی" ٹائپ کے سلی کون کرسٹل کی سطح پر فاسفورس بکھیر کر تیار کیا گیا ہے اگرچہ اس صحیح میکانکی نظام کا پتہ نہیں چلا جس سے نئی بیٹریوں کو زیادہ مزاحمت حاصل ہوتی ہے تاہم اس دریافت سے تابکاری کی مزاحمت کرنیوالے صوتی آلوں اور ٹرانزسٹروں کی تیاری کا راستہ کھل گیا ہے۔

ٹائروں کا معائنہ

نیشنل بیورو آف سٹینڈرڈ کی اطلاع ہے کہ اس نے موٹر گاڑیوں کے ٹائروں کے گھساؤ کی پیمائش کرنے کے لئے ایک طریقہ دریافت کیا ہے۔ یہ طریقہ ٹائر بنانیوالوں کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے جو ماضی میں ٹائروں کے معائنہ پر بہت وقت اور پیسہ خرچ کرتے رہے ہیں اور اسکے باوجود بعض اوقات تسلی بخش نتائج برآمد نہیں ہوتے۔ نئے طریقہ کے تحت سٹینڈرڈ شکل کی سڑک پر ۵۰ یا زیادہ میل تک گاڑی چلا کر دیکھا جا سکتا ہے کہ ٹائروں پر رفتار، بوجھ اور حرارت وغیرہ

کا کیا اثر پڑتا ہے۔

ہوائی ٹریفک پر کنٹرول

امریکہ کی ریڈیو کارپوریشن نے ہوائی ٹریفک کا ایک خودکار پیغام رسانی سسٹم ایجاد کیا ہے جس کے بارے میں اسکا بیان ہے کہ وہ دو منٹ میں ۵۰۰ تک ہوائی جہازوں سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ کارپوریشن کا بیان ہے کہ ہوائی ٹریفک کے کنٹرول کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے یہ سسٹم پہلی بار ایجاد کیا گیا ہے جو بڑی کنٹرول مرکزوں سے معمول کی لازمی پروازوں کی اطلاعات ہوائی جہازوں تک پہنچاتا ہے اور انکے متعلق اطلاعات ان مرکزوں کو دیتا ہے

کائناتی شعاعوں کا عکس لینے والا کیمرہ

امریکہ کے سائنسدانوں نے ایک کیمرہ تیار کیا ہے جو کائناتی شعاعوں کی فوٹو لے سکتا ہے یہ شعاعیں روشنی کے بعد نہایت تیز رفتار سے حرکت کرنیوالے ذرے ہیں۔ بیرونی خلاء سے آمدہ اعلیٰ توانائی کی یہ شعاعیں ایک ٹھوس کرسٹل میں سے گذر جاتی ہیں وہ اس پر جو نشانات چھوڑتی ہے انکا کیمرے سے سراغ لگایا جاتا ہے۔ یہ کیمرہ ویسٹنگ ہاؤس کارپوریشن کے سائنسدانوں نے تیار کیا ہے۔ اینزز رفتار فوٹوگرافی کے متعلق پانچویں بین الاقوامی کانگرس میں اس پر روشنی ڈالی گئی جسکا اجلاس حال میں یہاں ہوا تھا۔ عام کیمرہ کائناتی شعاعوں کے مدھم چمکدار نشانوں کا فوٹو نہیں لے سکتا جو ایک سیکنڈ کے اربویں حصہ میں کرسٹل میں سے گذر جاتی ہے۔ یہ نشانات انتہائی مدھم ہوتے ہیں اور فوٹوگرافی کے لئے ان کا بڑھایا جانا ضروری ہے یہ کام "الیکٹران" ٹیوبوں سے انجام دیا جا سکتا ہے جو اس کیمرے کے وسط میں نصب ہوتی ہیں۔

قطعہ

دل لگانا آج مشکل ہو گیا
واسطے دریا کے ساحل ہو گیا

کہنا ہے مجنوں سواری کے لئے
واسطے لیلےٰ کے محمل ہو گیا

(آمدہ از نذری باغ)

ایشیائی زبانوں اور فلسفے کے امریکی علماء

ڈاکٹر فرینکلن ایڈگرٹن

امریکہ کی ییل (YALE) یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر فرینکلن ایڈگرٹن کا بیان ہے کہ ایشیائی فلسفے اور عالمی امور میں انکی دلچسپی اتنی شدید ہے کہ یونیورسٹی سے ریٹائر ہونے پر بھی وہ اپنے وقت کا بیشتر حصہ مطالعہ، تحقیق اور تصنیف و تالیف میں گذارتے ہیں۔

۶ فٹ ایک انچ کے قد وقامت کے اس عالم و فاضل پروفیسر کو جو اب ریٹائر ہو چکے ہیں اب اخبار کا باقاعدہ پڑھنے کا وقت ملتا ہے اور وہ اپنے آپ کو عالمی امور سے اچھی طرح باخبر رکھتے ہیں۔ وہ "نیویارک ٹائمز" اور مختلف قسم کے رسالے اور جریدے مثلاً "ریورٹر"، "ہارپرس جنرل"، "نیویارکر" اور "اٹلانٹک منتھلی" وغیرہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ پروفیسر ایڈگرٹن بڑے فاتح انداز میں کہتے ہیں کہ ریٹائر ہونے کے وقت سے وہ زیادہ وسیع پیمانہ پر مطالعہ کر رہے ہیں جن چیزوں کو انہیں نظر انداز کرنا پڑتا تھا اب انکے پڑھنے کا موقع ملتا ہے ۱۹۵۳ء میں پروفیسری سے سبکدوشی کے بعد سے یہ ۸۵ سالہ فلاسفر اور انکی بیوی وایومنگ کے شہر لارامی میں رہتے ہیں جسکی آبادی صرف ۱۵،۸۰۰ نفوس پر مشتمل ہے۔ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مشرقی امریکہ کے بڑے بڑے شہروں میں گذارنے کے بعد وہ اب راکی پہاڑوں والے اس علاقے کو زیادہ پسند کرتے ہیں، اسکی آب وہوا خشک اور صحت بخش ہے اسی علاقہ میں وایومنگ یونیورسٹی بھی قائم ہے۔ عملی طور پر ڈاکٹر ایڈگرٹن کو اپنے ایک پرانے دوست اور ہم جماعت نے جو پہلے وایومنگ یونیورسٹی میں تاریخ کے پروفیسر تھے اس "مغربی" علاقے میں آکر آباد ہونے کی ترغیب دی۔ وہ یہاں سادھو سنتوں کی طرح الگ تھلگ زندگی نہیں گذارتے بلکہ لارامی میں انکے دوستوں کا وسیع حلقہ ہے جن میں بیشتر وایومنگ یونیورسٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ انکا گھر ثقافتی اور دانشورانہ سرگرمیوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ ڈاکٹر ایڈگرٹن کا کہنا ہے کہ انہوں نے کئی برس ہوئے شطرنج کھیلنا ترک کر دیا تھا کیونکہ اسمیں بہت وقت صرف ہوتا ہے لیکن پھر بھی وہ یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا برج کھیلنے کا شوق "جنون" کی حد تک بڑھا ہوا ہے۔ وہ اور انکی بیوی مقامی برج کلب کے ممبروں کے ساتھ ہر بیروار (جمعرات) کی رات کو برج کھیلتے ہیں۔ ان کے گھر میں ٹیلی ویژن تو نہیں لیکن وہ اپنی پسند کے ریکارڈ اور کلاسیکی سنگیت اور اوپیرا وغیرہ کے گیت سنتے رہتے ہیں انہوں نے اپنے مکان کے نچلے حصے میں اپنا آرام دہ دفتر قائم کر رکھا ہے جہاں وہ کتابوں اور کاغذوں کے طوماروں میں بیٹھ کر تحقیق و تصنیف وغیرہ کا کام کرتے ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں یونیسکو کے ساتھ ایک معاہدہ کیا ہے جس کے تحت وہ ۴۵ ہزار سے ۵۰ ہزار الفاظ پر مشتمل ایک کتاب تصنیف کریں گے۔ یہ کتاب ابتدائی ہندوستانی فلاسفروں کی تصنیفات کے ترجمے پر مشتمل ہوگی جسے جون ۱۹۶۱ء تک مکمل کیا جانا ہے وہ اپنے میدان کے کثیر نویس مصنف ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے کوئی دو سو مقالے لکھے ہیں جو امریکی، یورپی اور ایشیائی رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ایڈگرٹن اب ایک آرام پسند آدمی ہیں۔ جب وہ اپنے مہمانوں اور ملاقاتیوں سے بات چیت کرتے ہیں تو آرام دہ لباس پہنے رہتے ہیں اور اکثر اپنی پالتو بلی کے جسم پر ہاتھ پھیرتے رہتے ہیں۔ ایڈگرٹن آئیووا میں پیدا ہوئے تھے۔ ۸۵ برس کی عمر میں بھی ان کا وزن ۱۹۰ پونڈ (دو من دس سیر) ہے لیکن لمبے قد کے باعث پتلے اور چھریرے نظر آتے ہیں وہ موٹی عینک لگاتے ہیں۔ ان کے بال پتلے اور سفید ہیں۔ کسی وقت انکی مونچھوں کا رنگ سرخی مائل ہوا کرتا تھا۔ شاید وہ آج بھی وان ڈائیک نمونے کی ڈاڑھی رکھے ہوئے ہوتے اگر بجلی کا ریزر ایجاد نہیں ہوا ہوتا۔ اس صورت کے باوجود انہیں ڈاڑھی مونڈھنے سے نفرت ہے۔ اپنی نوعمری کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ

قطعہ

ادھر بھی شیخ جو کیفِ شراب سے نکلا ۔۔۔ ادھر بھی جلوۂ رنگیں گلاب سے نکلا

بجز علیؑ نہ تھا کوئی رسولؐ کا وارث ۔۔۔ عجیب رمز یہ عثماں کتاب سے نکلا

(آمدہ از نذری باغ) (در لانتیک مینہ)

۱۹۲۶ء میں جب وہ ہندوستان گئے تو وہاں ان کے وزن میں ۳۵ پونڈ کا اضافہ ہوا تھا جو ابھی تک گھٹنے نہیں پایا۔ ڈاکٹر ایجرٹن کو ایشیائی زبانوں سے ان دنوں دلچسپی پیدا ہوئی جب وہ نیویارک ریاست میں انڈر گریجویٹ طالب علم تھے۔ ۱۹۱۰ء میں بالٹی مور (میری لینڈ) میں جان ہاپکنز یونیورسٹی سے ڈاکٹوریٹ کی ڈگری لی جس میں سنسکرت زبان اور فلسفی خاص طور پر شامل تھے وہ جان ہاپکنز یونیورسٹی ہی میں پروفیسر مقرر ہو گئے۔ ۱۹۱۳ء میں انہوں نے پنسلوینیا یونیورسٹی میں سنسکرت کا شعبہ قائم کیا۔ ۱۹۲۶ء میں ییل (YALE) یونیورسٹی میں شامل ہوئے اور امریکی یونیورسٹیوں میں سب سے قدیم سنسکرت شعبے کی پروفیسری کی کرسی سنبھالی۔ ۲۷ برس کی شاندار خدمات کے بعد انہیں اسی یونیورسٹی میں ایسے پروفیسر کا درجہ دیا گیا جو ریٹائر ہونے کے باوجود پروفیسر کے عہدے پر رہتے ہیں۔

ییل (YALE) یونیورسٹی سے ریٹائر ہونے کے بعد وہ فل برائٹ وظیفے پر سال بھر بنارس ہندو یونیورسٹی میں ہوم وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے رہے جس کے دوران میں بنارس اور ہندوستان کی دوسری یونیورسٹیوں میں لیکچر دیئے۔ آپ ہندوستان میں چار مختلف موقعوں پر طویل قیام کر چکے ہیں۔ لیڈی ایجرٹن بھی ایشیائی کلچر میں اپنے شوہر کی دلچسپی میں شریک رہتی ہیں اور ان کے گھر میں ایشیائی خصوصاً ہندوستانی دیسی آرٹ کی کئی نادر چیزیں جمع ہیں۔ ۵۶-۱۹۵۵ء میں انہوں نے سارے دنیا کا مکمل دورہ کیا۔ لیڈی ایجرٹن ایک ماہر اور باکمال فوٹوگرافر ہیں انہوں نے اپنے مختلف عالمی دوروں کی تصویروں کی آٹھ ضخیم جلدیں مرتب کر رکھی ہیں وہ تصنیف و تالیف اور خط و کتابت میں اپنے شوہر کے ساتھ کام کرتی اور ان کا ہاتھ بٹاتی رہتی ہیں۔ نیو ہیون اور تھونن میں ڈاکٹر ایجرٹن اور مسز ایجرٹن کے آس پاس ایک زر سیل کی دنیا تک اہم تعلیمات کانفرنسوں وغیرہ میں شرکت کرتے رہتے ہیں۔ ... پروفیسر موصوف استعداد اور جوہر پایا جاتا ہے کہ وہ بین الاقوامی معیار پر سلجھے لوگوں کے ساتھ گھل مل جاتے ہیں اور اس طرح وہ ہندوستان اور ایشیا کے وہ غیر سرکاری

لیکن بہت بہتر سفیر کا کردار ادا کرتے ہیں۔

لندن میں ہندوستانی اشیاء کی نمائش

اگلے ماہ لندن کے رائل ایکسچینج میں کامن ویلتھ نمائش منعقد کی جائے گی جس کا انتظام حکومت برطانیہ نے کیا ہے اس موقع پر لندن میں بھارت ہائی کمیشن بھی اپنے ہیڈ کوارٹرز میں بعض ایسی اشیاء کی نمائش منعقد کرے گی جو کامن ویلتھ ملکوں سے درآمد کی جاتی ہیں۔ ان اشیاء میں ہندوستانی چائے اور قالین بھی شامل ہونگے۔ برطانیہ میں مقیم آسٹریلوی ہائی کمشنر سر ایرک ہرکیس ۲۳ر نومبر کو لندن پورٹ بھارتی کی نمائش کا افتتاح کریں گے

ہندوستانی ٹیچر کے لئے وظیفہ

لندن سے آمدہ ایک اطلاع کے مطابق بہار کے مرٹی لال تیواری نے لندن یونیورسٹی کے انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن میں ایک ڈپلوما کورس شروع کیا ہے۔ موصوف انگریزی کے ٹیچر ہیں۔ برطانیہ میں مطالعہ کے لئے ان کو برٹش کونسل نے وظیفہ دیا ہے۔ انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن میں وہ انگریزی (بطور غیر ملکی زبان) پڑھانے کے طور طریقوں کا مطالعہ کرینگے

قطعہ

امتحاں بھی ہوگیا بے باک کا
سلسلہ میں بادۂ انگور کے

مل گیا پیوند گل کے چاک کا
ہوگیا چرچا بھی نخل تاک کا

(آمدہ از نیدری بانع)

(بیلی انگوسا)

پس منظر

پال ایل فورڈ

تخفیف اسلحہ سے متعلق امریکہ و روس کا نظریہ

اب کے تخفیف اسلحہ، اتحادی سبھا کے ایجنڈا پر پھر سب سے بڑا اور اہم مسئلہ ہے۔ اس بات پر غور کرنا مناسب ہوگا کہ اس انتہائی ضروری مسئلہ کے بارے میں اتحادی سبھا کا کردار کیا ہے ؟ جو لوگ عرصہ سے اس مسئلہ کا مطالعہ کرتے رہے ہیں ان کے خیال میں یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر دو طرح سے غور کیا جا سکتا ہے ایک بحث مباحثہ کے ذریعہ اور دوسرا باہمی بات چیت سے۔ اتحادی سبھا میں جو ہر سال اہم عمومی مباحثے ہوتے ہیں انکی وجہ سے سبھا کے ۹۹ ممبر ملکوں کے نمائندوں کو اپنی اپنی رائے اور اپنا اپنا نظریہ پیش کرنیکا موقع ملتا ہے۔ اتحادی سبھا اس قسم کے مباحثوں کی حوصلہ افزائی بھی کرتی ہے چنانچہ جنرل اسمبلی کے مباحثے میں سیاسی کمیٹی اور تخفیف اسلحہ کمیشن میں نئے نئے خیالات سننے کا کافی موقع میسر آتا ہے۔ اسی قسم کے بحث مباحثوں سے اصل بات چیت میں مدد ملتی ہے اور اسمیں نئی جان پیدا ہوتی ہے لیکن کسی بھی دوسرے پیچیدہ مسئلہ کیطرح تخفیف اسلحہ کے مسئلہ پر بات چیت اسی صورت میں کامیاب ہو سکتی ہے اگر یہ ملکوں کے چھوٹے گروپوں تک ہی محدود رکھی جائے۔ ان چھوٹے چھوٹے گروپوں کی سنجیدہ بات چیت ہی کے ذریعہ جسکے دوران میں انہیں ٹکنیکل ماہرین کی امداد بھی حاصل ہو۔ اس مسئلہ کے کسی حقیقی تصفیہ کی کوئی امید پیدا ہو سکتی ہے۔ تخفیف اسلحہ کے مسئلہ پر جو بات چیت ہو رہی تھی وہ اچانک ختم ہو گئی جب سوویٹ یونین نے گذشتہ جون میں جینیوا میں ہو رہی دس ملکوں کی کانفرنس سے واک آوٹ کر دیا جہاں تک اتحادی سبھا میں تخفیف اسلحہ کے مسئلہ پر بحث و مباحثہ کا تعلق ہے اس میں بھی روس کا رویہ منفی ہے چنانچہ روسی نمائندے نے بہت ہی تنگدلانہ نظریہ اختیار کیا ہے اگرچہ اتحادی سبھا میں عملی طور پر قریباً قریباً ہر ممبر نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اس مسئلہ پر بات چیت پھر شروع کیجانی چاہیئے تاہم ایسا ہونے کے ابھی تک کوئی آثار دکھائی نہیں آتے ہیں۔ جہاں تک ریاستہائے متحدہ امریکہ کا تعلق ہے امریکی ترجمانوں نے جن میں خود صدر بھی شامل ہیں اس بات کو دہرایا ہے کہ امریکہ دوبارہ بات چیت کے لئے بالکل تیار ہے۔ جہاں تک روسی وزیر اعظم کا تعلق ہے انہوں نے اتحادی سبھا میں تخفیف اسلحہ کے بارے میں بہت کچھ کہا لیکن انہوں نے فوراً دوبارہ بات چیت دوبارہ شروع کرنے کے متعلق کچھ بھی نہیں کہا۔ وہ ابھی تک تخفیف اسلحہ اور کنٹرول کو الگ الگ کرنے کی سعی کر رہے ہیں وہ اب بھی یہ دلیل دے رہے ہیں کہ کنٹرول کا سوال اسلحہ میں تخفیف اور ہتھیار بند فوجوں کو توڑنے کا تصفیہ ہونے کے بعد ہی زیر بحث لایا جانا چاہیے۔ گویا وہ یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ موثر اور حقیقی تخفیف اسلحہ کے ساتھ ساتھ بتدریج کنٹرول اور معائنہ لازمی ہے نتیجہ یہ کہ اس سلسلہ میں کسی قسم کی پیشقدمی نہیں ہوئی۔ ہندوستان کے وزیر اعظم نہرو نے اتحادی سبھا میں اپنی تقریر کے دوران میں اور نئی دہلی لوٹنے کے بعد اس سارے مسئلے کو مختصر طور پر بیان کیا ہے۔ اتحادی جنرل اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے اعلان کیا کہ "یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ تخفیف اسلحہ اور کنٹرول کے انتظام میں چولی دامن کا ساتھ ہے ان میں سے کسی ایک پر علیحدہ غور نہیں کیا جا سکتا"۔ اگر سوویت یونین دیانتداری سے بات چیت کرنے کے لئے راضی ہو تو امید کی بنا پیدا ہو سکتی ہے۔ ریکارڈ سے ظاہر ہے کہ گذشتہ ۲۷ر جون کو سوویت یونین اور اسکے چار ساتھی کمیونسٹ ممالک نے عین اس دن جینیوا کی بات چیت سے واک آوٹ کیا جب امریکہ ایسی ترامیم کیا تھا اپنا پلان پیش کر رہا تھا لیکن سوویٹ یونین نے کمیونسٹ بلاک کے ممبر ملکوں

قطعہ

دم ناک میں ہے آج یہ لیل و نہار سے
پھولوں کا جلوہ کھٹکتا ہے ہر ایک خار سے
بلبل بھی مرتی جاتی ہے دل سے شمیم پر
ملتی ہے جب صبا بھی گلے نو بہار سے

(آمدہ از نذری باغ)

پولینڈ، رومانیہ، چیکوسلواکیہ اور بلغاریہ کیا تھا اچانک بات چیت سے واک آوٹ کر دیا۔ یہ نیا پلان جبکہ امریکہ کی پالیسی سے متعلق تھا، سوویت یونین کے اس پلان کے جواب میں تیار کیا گیا تھا جو اس نے ۲ر جون کو جینوا کانفرنس میں پیش کیا تھا۔ نئے امریکی پلان میں مفید بات چیت کی بنیاد کی گنجائش تھی اس میں کنٹرول اور ایٹمی ہتھیاروں، مزائل، ہوائی اڈے، ہوائی جہاز، آبدوزکشتیاں وغیرہ کی رسد رسانی کے ذرائع کو انجام کار ختم کرنے کی حمایت میں روس کے نظریے کو اصولی طور پر تسلیم کیا گیا ہے اس میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ امریکہ ہتھیار بند فوجوں اور ہتھیاروں کو دبا سونے ان ہتھیاروں کے جو بین الاقوامی امن کی نگرانی کرنے والی فوجوں اور پولیس کے اندرونی ضروریات کیلئے ضروری ہونگے بتدریج ختم کرکے "عام اور مکمل تخفیف اسلحہ" کے لئے اپنی کوششیں وقف کر دے گا اس میں تخفیف اسلحہ کے ملبے اور آخری مرحلہ کے تکنیکل مطالعہ اور جائزہ کے متعلق ایک نئی اور نمایاں ذمہ داری شامل کی گئی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ امریکہ اور سوویت یونین میں کئی اہم باتوں پر اصولی طور پر اتفاق ہے دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ بیشتر ہتھیار اور ہتھیار بند فوجیں ختم کر دی جانی ہیں۔ دونوں میں اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ تخفیف اسلحہ کے بعد بین الاقوامی امن کو برقرار رکھنے کیلئے مستعدی کی ضرورت ہوگی۔ اسی طرح ان میں اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ ایٹمی ہتھیاروں کی رسد رسانی کے ذرائع پر کنٹرول کی فوری ضرورت ہے اور کہ تخفیف اسلحہ کے معاہدوں کو عمل میں لانے کے لئے اتحادی سبھا کا کردار اہم ہونا چاہیے۔ یہ تو ہیں وہ باتیں جن پر دونوں ایک دوسرے سے متفق ہیں لیکن دونوں میں اہم بنیادی اختلافات موجود ہیں روس اس بات پر زور دے رہا ہے کہ اسلحہ میں فوراً تخفیف کیا جائے جبکہ امریکہ بتدریج تخفیف کے حق میں ہے روس محدود معائنے پر زور دے رہا ہے تو امریکہ معائنے کے انتظام کو محدود ہی کرنا چاہتا ہے۔ روس ایسے فوری اور مکمل اقدامات تجویز کر رہا ہے جو ممکن العمل نہیں جبکہ امریکہ اس

معاملہ میں بہت سے مناسب اور ممکن العمل ابتدائی اقدامات پر زور دے رہا ہے امریکہ مجموعی طور پر یا بتدریج ایسے ایندھن کی تیاری بند کرنے کے لئے تیار رہے جو ابھی ہتھیار بنانے کے کام آتا ہے وہ ایسے ایندھن کے ذخیرہ کو پُرامن مقاصد کے استعمال میں لانے کو تیار رہے۔ امریکہ وسیع پیمانے پر تباہی لانے والے ہتھیاروں کو بیرونی خلاء میں رکھنے پر بھی پابندی عائد کرنے کو تیار رہے وہ جیسا کہ صدر آئزن ہوور نے اتحادی سبھا میں اپنی تقریر کے دوران میں بتایا ہے، خلائی جہازوں کو استعمال میں لانے سے پہلے اتحادی سبھا کے ذریعہ انکی توثیق و تصدیق کرانے کیلئے تیار رہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ امریکہ کی تجاویز مجموعی طور پر منظور ہونی چاہئیں ان پر مجموعی طور پر یا علحدہ علحدہ بھی سمجھوتہ ہو سکتا ہے انہیں "تاخیر کے بغیر فوراً" عمل میں لایا جا سکتا ہے لیکن انہیں عمل میں لانے کے لئے کسی سمجھوتہ یا تصفیہ پر پہنچنا ضروری ہے اگر سوویت یونین نے جینوا کانفرنس سے واک آوٹ نہ کیا ہوتا تو یقین ممکن تھا کہ ان ممکن العمل ابتدائی اقدامات میں سے کچھ پر اب تک عمل بھی ہو چکا ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ کو اس تاخیر پر افسوس ہے اور جیسا کہ صدر آئزن ہوور نے بتایا ہے یہی وجہ ہے کہ امریکہ دوبارہ بات چیت کرنا چاہتا ہے۔

قطعہ

یہ تو کیا جانے بھلا شیخ نمازی کیا ہے
اور ڈرپوک بھی دیکھو تو یہ غازی کیا ہے
نہیں معلوم ہر اک کو کہ ہے کیا چیز شنو
کہتا مہرہ ہے کہ شطرنج کی بازی کیا ہے

(آمدہ از نذری باغ)

پس منظر

ایٹمی ہتھیاروں کے تجربے بند کرنے کی بات چیت

ایک جائزہ

ٹھیک دو برس پہلے امریکہ، برطانیہ اور سوویت روس نے ایٹمی ہتھیاروں کے تجربوں پر پابندی سے متعلق ایک معاہدہ کے سلسلہ میں بات چیت شروع کی تھی۔ ان دو برسوں میں واضح پیشقدمی ہوئی ہے لیکن ابھی اس امر کا کوئی یقین نہیں ہے کہ جلد یا کبھی اس معاہدہ پر دستخط ہو جائیں گے۔ معاہدہ کی بعض دفعات منظور کی جا چکی ہیں اور تین ضمنی دفعات میں سے دو کو قبول کیا جا چکا ہے لیکن ابھی تک تحفظات پر مبنی ایک معاہدہ کی بنیادی ضروریات کے بارے میں امریکہ و برطانیہ اور روس میں بنیادی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ امریکہ کا ہمیشہ سے یہ موقف رہا ہے کہ ایٹمی تجربوں پر پابندی کے معاہدہ کے ساتھ ... نگرانی کا موزوں اہتمام ہونا چاہیئے جس سے معاہدہ کی خلاف ورزی کے امکان کو روکا جا سکے۔ روس نے معائنہ و نگرانی کے بعض اقدامات کو منظور کر لیا ہے لیکن اسکی برابر یہ کوشش رہی ہے کہ معائنے اور نگرانی کو کم از کم حد تک رکھا جائے نگرانی اور معائنے کے نظام کار کے قیام، عمل اور اختیارات سے متعلقہ معاملے ابھی تک تصفیہ طلب ہیں۔ تینوں ملکوں میں ایک معاہدے کے دیباچے، ۱۷ دفعات اور ۲ ضمنی دفعات پر سمجھوتہ ہو گیا ہے لیکن ان میں ابھی تک معاہدے اور نگرانی کے جن تکنیکل اور سیاسی امور پر سمجھوتہ نہیں ہو سکا وہ یہ ہیں کنٹرول کمیشن کی تشکیل، کنٹرول چوکیوں کے عملے کی بھرتی، نگران ٹیموں کے عملے کی بھرتی، امکانی خلاف ورزیوں کے بر موقع معائنوں کی تعداد جن کی اجازت دی جائے گی، کنٹرول تنظیم میں ویٹو کا حق اور ووٹنگ کا ضابطہ اور ایٹمی دھماکوں کے پُر امن استعمالات اور تحقیق و مطالعہ۔ دونوں فریقین متفق ہیں کہ معاہدہ مختلف مرحلوں میں ہونا چاہیئے اور پہلے مرحلے میں فضا اور پانی کے نیچے تجربوں پر پابندی لگائی جائے۔ جہاں تک زیر زمین تجربوں کا تعلق ہے ان پر ۱۹ یا ۲۰ کلوٹنوں کے دھماکے کے برابر تجربوں پر پابندی لگائی جائے لیکن ان میں اس امر پر سمجھوتہ نہیں ہوا کہ معاہدہ میں چھوٹے چھوٹے زیر زمین تجربوں کو کیونکر شامل کیا جا سکتا ہے۔ امریکہ نے تجویز کیا ہے کہ تینوں ملک دو برس کے لئے ان زیر زمین تجربوں کو ملتوی کر دیں اور ان تجربوں کا سراغ لگانے کے طریقوں کو بہتر بنانے کے لئے دو برس تک ایک تحقیقی پروگرام مشترکہ طور پر عمل میں لایا جائے روس زیر زمین تجربوں کے التوا میں شمولیت کے لئے آمادہ ہے لیکن اس کی رائے ہے کہ اس کام کے لئے چار یا پانچ برس زیادہ موزوں ہونگے اور وہ سراغ کے بہتر طریقوں کے متعلق ایک مشترکہ تحقیقی پروگرام میں شمولیت کے لئے تیار نہیں ہے اسکے ساتھ ہی وہ اصرار کرتا ہے کہ اسے یہ جاننے کا حق ہے کہ اس سلسلہ میں دوسرے فریق کیا کچھ کر رہے ہیں، امریکہ برطانیہ اور روس میں اس امر پر عام سمجھوتہ ہو گیا ہے کہ معاہدے کو لاگو کرنے کے لئے ایک کنٹرول کمیشن، ایک ناظم اور ۱۸۰ کنٹرول چوکیاں اور معائنہ کی ٹیمیں قائم کی جائیں جو دنیا بھر میں معاہدے کی امکانی خلاف ورزیوں کی تحقیقات کریں لیکن کنٹرول کمیشن کی تشکیل، کارکردگی اور اس سے متعلق ووٹنگ کے ضابطے کے بارے میں کافی اختلافات پائے جاتے ہیں سب ہی متفق ہیں کہ کنٹرول کمیشن سات ارکان پر مشتمل ہونا چاہیئے اور دستخط کرنے والے ملکوں کے تین نمائندے کمیشن کے مستقل ارکین ہونے چاہئیں۔ لیکن باقی چار ارکین کے انتخاب پر اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ امریکہ نے تجویز کیا ہے کہ جہاں تک دوسرے چار ارکین کا تعلق ہے ان میں سے ایک مغربی اتحادیوں، ایک سوویٹ بلاک اور دو غیر جانبدار ممالک میں سے لئے جائیں لیکن روس چاہتا ہے کہ دو ارکین سوویٹ بلاک کے ملکوں اور ایک غیر جانبدار ملک میں سے لیا جائے

قطعہ

لطف کیا یہ عبادت میں رہا || اور یہ ربط عبادت میں رہا
کر کے پامال بھی حق کو عثمان || دخل غیروں کا خلافت میں رہا

(آمدہ از نذری باغ) (لاسٹک پینہ)

پولینڈ، رومانیہ، چیکوسلواکیہ اور بلغاریہ کیا تھا اچانک بات چیت سے واک آؤٹ کر دیا۔ یہ نیا پلان جیسا امریکہ کی پالیسی سے تعلق تھا، سوویت یونین کے اس پلان کے جواب میں تیار کیا گیا تھا جو روس نے ۲ر جون کو جنیوا کانفرنس میں پیش کیا تھا۔ نئے امریکی پلان میں بھی مفید بات چیت کی بنیاد کی گنجائش تھی جس میں کنٹرول اور ایٹمی ہتھیاروں، مزائل، ہوائی اڈے، ہوائی جہاز، آبدوزیں وغیرہ کی رو سے بم رسانی کے ذرائع کو ابتداء کار ختم کرنے کی حمایت میں روس کے نظریے کو اصولی طور پر تسلیم کیا گیا ہے اس میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ امریکہ ہتھیار بند فوجوں اور ہتھیاروں کو (باستثنائے ان ہتھیاروں کے جو بین الاقوامی امن کی نگرانی کرنے والی فوجوں اور پولیس کے اندرونی ضروریات کیلئے ضروری ہونگے) بتدریج ختم کر کے "عام اور مکمل تخفیف اسلحہ" کے لئے اپنی کوششیں وقف کر دے گا اس میں تخفیف اسلحہ کے تیسرے اور آخری مرحلہ کے مکمل مطالعہ اور جائزہ کے متعلق ایک نئی اور نمایاں ذمہ داری شامل کی گئی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ امریکہ اور سوویت یونین میں کئی اہم باتوں پر اصولی طور پر اتفاق ہے دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ بیشتر ہتھیار اور ہتھیار بند فوجیں ختم کر دی جانی ہیں۔ دونوں میں اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ تخفیف اسلحہ کے بعد بین الاقوامی امن کو برقرار رکھنے کیلئے مستعدی کی ضرورت ہوگی۔ اسی طرح ان میں اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ ایٹمی ہتھیاروں کی بم رسانی کے ذرائع پر کنٹرول کی فوری ضرورت ہے اور کہ تخفیف اسلحہ کے معاہدوں کو عمل میں لانے کے لئے اتحادی مجلس کا کردار اہم ہونا چاہیے۔ یہ تو ہیں وہ باتیں جن پر دونوں ایک دوسرے سے متفق ہیں لیکن دونوں میں اہم بنیادی اختلافات موجود ہیں روس اس بات پر زور دے رہا ہے کہ اسلحہ میں فوراً تخفیف کی جائے جبکہ امریکہ بتدریج تخفیف کے حق میں ہے روس محدود معائنے پر زور دے رہا ہے تو امریکہ معائنے کے انتظام کو محدود نہیں کرنا چاہتا۔ روس ایسے فوری اور مکمل اقدامات تجویز کر رہا ہے جو ممکن العمل نہیں جبکہ امریکہ اس معاملہ میں بہت سے مناسب اور ممکن العمل ابتدائی اقدامات پر زور دے رہا ہے امریکہ مجموعی طور پر یا بتدریج ایسے ایندھن کی تیاری بند کرنے کے لئے تیار ہے جو ایٹمی ہتھیار بنانے کے کام آتا ہے وہ ایسے ایندھن کے ذخیرہ کو پُرامن مقاصد کے استعمال میں لانے کو تیار ہے۔ امریکہ وسیع پیمانے پر تباہی لانے والے ہتھیاروں کو بیرونی خلاء میں رکھنے پر بھی پابندی عائد کرنے کو تیار ہے وہ جیسا کہ صدر آئزن ہاور نے اتحادی مجلس میں اپنی تقریر کے دوران میں بتایا ہے، خلائی جہازوں کو استعمال میں لانے سے پہلے اتحادی مجلس کے ذریعہ انکی توثیق و تصدیق کرانے کیلئے تیار رہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ امریکہ کی تجاویز مجموعی طور پر منظور ہونی چاہئیں ان پر مجموعی طور پر یا علحدہ علحدہ بھی سمجھوتہ ہو سکتا ہے انہیں "تاخیر کے بغیر فوراً" عمل میں لایا جا سکتا ہے لیکن انہیں عمل میں لانے کے لئے کسی سمجھوتہ یا تصفیہ پر پہنچنا ضروری ہے اگر سوویت یونین نے جنیوا کانفرنس سے واک آؤٹ نہ کیا ہوتا تو یقیناً ممکن تھا کہ ان ممکن العمل ابتدائی اقدامات میں سے کچھ پر اب تک آغاز ہو چکا ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ کو اس تاخیر پر افسوس ہے اور جیسا کہ صدر آئزن ہاور نے بتایا ہے یہی وجہ ہے کہ امریکہ دوبارہ بات چیت کرنا چاہتا ہے۔

قطعہ

رند کیا جانے بھلا شیخ نمازی کیا ہے ‖ اور ڈرپوک بھی دیکھو تو یہ غازی کیا ہے
نہیں معلوم ہر اک کو کہ ہے کیا چیز شنو ‖ کہتا مہرہ ہے کہ شطرنج کی بازی کیا ہے

(آمدہ از نذری باغ)

پس منظر

ایٹمی ہتھیاروں کے تجربے بند کرنے کی بات چیت

ایک جائزہ

ٹھیک دو برس پہلے امریکہ، برطانیہ اور سوویت روس نے ایٹمی ہتھیاروں کے تجربوں پر پابندی سے متعلق ایک معاہدہ کے سلسلہ میں بات چیت شروع کی تھی۔ ان دو برسوں میں واضح پیشرفت ہوئی ہے لیکن ابھی اس امر کا کوئی یقین نہیں ہے کہ جلد یا کبھی اس معاہدہ پر دستخط ہو جائیں گے۔ معاہدہ کی بعض دفعات منظور کی جا چکی ہیں اور تین ضمنی دفعات میں سے دو کو قبول کیا جا چکا ہے لیکن ابھی تک تحفظات پر مبنی ایک معاہدہ کی بنیادی ضروریات کے بارے میں امریکہ و برطانیہ اور روس میں بنیادی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ امریکہ کا ہمیشہ سے یہ موقف رہا ہے کہ ایٹمی تجربوں پر پابندی کے معاہدہ کے ساتھ معائنہ و نگرانی کا موزوں اہتمام ہونا چاہیئے جس سے معاہدہ کی خلاف ورزی کے امکان کو روکا جا سکے۔ روس نے معائنہ و نگرانی کے بعض اقدامات کو منظور کر لیا ہے لیکن اسکی برابر یہ کوشش رہی ہے کہ معائنے اور نگرانی کو کم از کم حد تک رکھا جائے نگرانی اور معائنے کے نظام کار کے قیام، عمل اور اختیارات سے متعلقہ معاملے ابھی تک تصفیہ طلب ہیں۔ تینوں ملکوں میں ایک معاہدے کے دیباچے، ۱۷ دفعات اور ۲ ضمنی دفعات پر سمجھوتہ ہو گیا ہے لیکن ان میں ابھی تک معاہدے اور نگرانی کے ضمن تکنیکل اور سیاسی امور پر سمجھوتہ نہیں ہو سکا وہ یہ ہیں کنٹرول کمیشن کی تشکیل، کنٹرول چوکیوں کے عملے کی بھرتی، نگران ٹیموں کے عملے کی بھرتی، امکانی خلاف ورزیوں کے بر موقع معائنوں کی تعداد جن کی اجازت دی جائے گی، کنٹرول تنظیم میں ویٹو کا حق اور ووٹنگ کا ضابطہ اور زیر زمین دھماکوں کے پر امن استعمالات اور تحقیق و مطالعہ۔ دونوں فریقین متفق ہیں کہ معاہدہ مختلف مرحلوں میں ہونا چاہیئے اور پہلے مرحلے میں فضاء اور پانی کے نیچے تجربوں پر پابندی لگائی جائے۔ جہاں تک زیر زمین تجربوں کا تعلق ہے ان پر ۱۹ یا ۲۰ کلوٹنوں کے دھماکہ کے برابر تجربوں پر پابندی لگائی جائے لیکن ان میں اس امر پر سمجھوتہ نہیں ہوا کہ معاہدہ میں چھوٹے چھوٹے زیر زمین تجربوں کو کیونکر شامل کیا جا سکتا ہے۔ امریکہ نے تجویز کیا ہے کہ تینوں ملک دو برس کے لئے ان زیر زمین تجربوں کو ملتوی کر دیں اور ان تجربوں کا سراغ لگانے کے طریقوں کو بہتر بنانے کے لئے دو برس تک ایک تحقیقی پروگرام مشترکہ طور پر عمل میں لایا جائے روس زیر زمین تجربوں کے التواء میں شمولیت کے لئے آمادہ ہے لیکن اس کی رائے ہے کہ اس کام کے لئے چار یا پانچ برس زیادہ موزوں ہونگے اور وہ سراغ کے بہتر طریقوں سے متعلق ایک مشترکہ تحقیقی پروگرام میں شمولیت کے لئے تیار نہیں ہے اسکے ساتھ ہی وہ اصرار کرتا ہے کہ اسے یہ جاننے کا حق ہے کہ اس سلسلہ میں دوسرے فریق کیا کچھ کر رہے ہیں، امریکہ برطانیہ اور روس میں اس امر پر عام سمجھوتہ ہو گیا ہے کہ معاہدے کو لاگو کرنے کے لئے ایک کنٹرول کمیشن، ایک ناظم اور ۱۸۰ کنٹرول چوکیاں اور معائنہ کی ٹیمیں قائم کی جائیں جو دنیا بھر میں معاہدے کی امکانی خلاف ورزیوں کی تحقیقات کریں لیکن کنٹرول کمیشن کی تشکیل، کارکردگی اور اس سے متعلق ووٹنگ کے ضابطے کے بارے میں کافی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ سب ہی متفق ہیں کہ کنٹرول کمیشن سات ارکان پر مشتمل ہونا چاہیئے اور دستخط کرنے والے ملکوں کے تین نمائندے کمیشن کے مستقل ارکین ہونے چاہئیں۔ لیکن باقی چار ارکین کے انتخاب پر اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ امریکہ نے تجویز کیا ہے کہ جہاں تک دوسرے چار ارکین کا تعلق ہے ان میں سے ایک مغربی اتحادیوں، ایک سوویٹ بلاک اور دو غیر جانبدار ممالک میں سے لئے جائیں لیکن روس چاہتا ہے کہ دو ارکین سوویٹ بلاک کے ملکوں اور ایک غیر جانبدار ملک میں سے لیا جائے

قطعہ

لطف کیا یہ عبادت میں رہا || اور یہہ ربط عبادت میں رہا
کر کے پامال بھی حق کو عثمانؔ || دخل غیروں کا خلافت میں رہا

(آمدہ از نذرِ باغ) (لاثانی پٹنہ)

اتحادیوں کا کہنا ہے کہ اس سے ایک غیر جانبدار ملک پر بہت زیادہ دباؤ اور ذمہ داری پڑ جائیگی۔ کنٹرول کمیشن میں ووٹنگ کے فیصلے پر اختلافات ہیں ویٹو کا حق بھی شامل ہے اتحادیوں کا یقین ہے کہ نگرانی اور معائنے کے فیصلے اکثریت سے عمل میں آنے چاہئیں لیکن وہ ایک ایسا فارمولا قبول کرنے کو تیار ہیں جس میں بجٹ اور مالیات سے متعلق معاملے دو تہائی ووٹوں سے منظور کرنے کو کہا گیا ہے لیکن روس تمام مالی معاملوں اور دوسرے کلیدی امور میں ویٹو کے حق پر اصرار کرتا ہے اور اتحادیوں کو خدشہ ہے کہ اسے معاہدے کو ناکام بنانے کے لئے استعمال کیا جا سکیگا۔ صدر دفاتر اور کنٹرول چوکیوں کے عملے کی بھرتی کے ڈھنگ پر ابھی تک اختلافات برقرار ہیں۔ پہلے پہل روس نے تجویز کیا تھا کہ کنٹرول چوکیوں کے عملے میں اُس ملک کے شہریوں کو لیا جائے جس میں کنٹرول چوکی واقع ہو۔ اتحادیوں نے جواب دیا کہ یہ تو اپنا معائنہ خود کرنے والی بات ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس تجویز کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اب سب ہی متفق ہیں کہ جہاں تک بات چیت کرنے والے تین ملکوں کے علاقوں میں نگرانی عملے کا تعلق ہے اس کے لئے ایک تہائی روس کے، ایک تہائی برطانیہ اور امریکہ کے اور ایک تہائی دوسرے ملکوں کے شہری لئے جائیں اور ابھی تک یہ امر تنازعہ ہے کہ دوسرے ملکوں سے ایک تہائی عملے کا انتخاب کیونکر کیا جائے۔ روس نے مشکوک واقعات کے بر موقعہ معائنے کے سوال پر اپنا موقف کافی حد تک تبدیل کر لیا ہے اور اب غیر جانبدارانہ بر موقع معائنوں کو منظور کر لیا ہے لیکن وہ اس امر پر مصر ہے کہ سالانہ تین معائنوں کے کوٹے کا تعین سیاسی نقطۂ نظر سے کیا جائے۔ اس تعداد کا شناخت شدہ واقعات، مثلاً ایٹمی دھماکوں کی تعداد سے کوئی سائنسی تعلق نہیں ہوگا جبکہ ایٹمی دھماکوں سے پیدا ہونے والے زلزلوں کے متعلق لگائی جا سکتی ہے۔ امریکہ کو یقین ہے کہ ماضی کے تجربہ کی بنا پر روس میں سالانہ قریباً ۲۰ بر موقع معائنوں کی ضرورت ہوگی تینوں ملک ایٹمی دھماکوں سے پیدا کئے جانے والے زلزلوں کی تحقیق اور دیگر پر امن استعمالات کے لئے ایٹمی دھماکوں کے استعمال کی تجویز قبول کرتے ہیں اختلاف ان تحفظاتی اقدامات پر ہے جو اس امر کی یقین دہانی کے لئے قائم کئے جائینگے کہ انہیں محض پر امن مقاصد کے لئے استعمال کیا جائیگا۔ امریکہ نے تجویز کیا ہے کہ زائد المیعاد ایٹمی ہتھیاروں کا ایک "ذخیرہ" قائم کیا جائے اور تینوں ملک زیر زمین چھوٹے چھوٹے ایٹمی دھماکوں کے سراغ کے بہتر طریقوں کے متعلق مشترکہ طور پر تحقیق و مطالعہ کریں۔ لیکن روس نے اس تحقیقی پروگرام میں شمولیت سے انکار کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ دوسرا فریق جو بھی طریقے استعمال کرے گا اُسے اُنکا معائنہ کرنے کا حق ہے۔ بیرونی فضا میں کنٹرول کے نظام کار کے قیام کے سلسلے میں کوئی پیشقدمی نہیں ہوئی کیونکہ یہ معاملہ عظیم تکنیکل مسئلوں سے تعلق رکھتا ہے دونوں فریق اس مسئلوں پر غور کر رہے ہیں اگرچہ اتحادیوں اور روس میں بیشتر معاملوں پر اختلافات پائے جاتے ہیں تاہم وہ ناممکن حد تک بٹے ہوئے نہیں ہیں۔ اتحادی نمائندے بار بار واضح کر چکے ہیں کہ وہ تب تک بات چیت جاری رکھنے کے لئے تیار ہیں جب تک معاہدے کا اچھا موقع موجود ہے لیکن وہ اس امر پر زور دے رہے ہیں کہ وہ بات چیت کو غیر معین عرصے تک جاری نہیں رکھ سکتے اگر وہ ایسا کریں گے تو دراصل روس کو وہی کچھ حاصل ہو سکے گا جو وہ شروع سے حاصل کرنا چاہتا ہے یعنی بغیر نگرانی اور کنٹرول کے ایٹمی تجربوں کا عملاً التواء ہوگا اور ان حالات میں اس امر کا تعین کرنا ناممکن ہوگا کہ آیا کوئی فریق خفیہ طور پر تجربے کر کے معاہدے کی دفعات کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔

قطعہ

منظر منیٰ کا دیکھ لے تو بے نظیر تھا || مئے کا مزہ بھی آج قلیل و کثیر تھا
کہتا ہے حج یہ دینِ متیں کا جہاں میں آج || کس شان کا یہ مجمعِ خُمِ غدیر تھا

(آمدہ از ندری باغ) (ولا شکر فیضی)

بھوپال میں بجلی کا بھاری سامان تیار کرنیوالی فیکٹری کی تعمیر

برطانوی فرم کا قابلِ تعریف کام!

بھوپال میں بجلی کا بھاری سامان جنریٹر، ٹرانسفارمر وغیرہ تیار کرنے والی فیکٹری کی تعمیر میں برطانوی فرم ایسوسی ایٹیڈ الیکٹریکل انڈسٹریز نہایت اہم پارٹ ادا کر رہی ہے معلوم ہوا ہے کہ وزیرِ اعظم نہرو جلد اس فیکٹری کا سرکاری طور پر افتتاح کریں گے۔ ہندوستان کے اس عظیم پراجیکٹ کا تصور ۱۹۵۰ء سے پہلے کے برسوں میں پیش ہوا تھا لیکن اس جانب پہلا مثبت قدم نومبر ۱۹۵۵ء میں اٹھایا گیا تھا جب اے ای۔ آئی سے کہا گیا تھا کہ وہ اس پراجیکٹ سے متعلق اپنی رپورٹ پیش کرے۔ اس نے ایک مفصل رپورٹ تیار کر کے حکومت ہند کو پیش کی تھی اور اس نے مارچ ۱۹۵۶ء میں اس پر اپنی منظوری کی مہر ثبت کر دی تھی۔ پراجیکٹ کی منظوری کے بعد سب سے پہلے ایک ٹریننگ اسکول اور ورکشاپ تعمیر کی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ فیکٹری کی تعمیر کے دوران میں انجنیروں اور کاریگروں کو تربیت دی جا سکے تاکہ تعمیر کے بعد پیداوار کا کام وہ خود سنبھال سکیں۔ ہندوستان میں یہ سب سے بڑا ٹریننگ اسکول ہے اور ورکشاپ بہترین قسم کے ساز و سامان سے آراستہ کی گئی ہے اس وقت تقریباً (۳) ہزار افراد زیرِ تربیت ہیں۔ فیکٹری کی تعمیر کے دوران میں زیادہ تجربہ کار انجنیر اعلیٰ تربیت کے لئے برطانیہ بھیجے گئے ہیں ان میں سے ۶۷ انجنیر تربیت پانے کے بعد واپس ہندوستان آ چکے ہیں اور ۸۹ انجنیر ابھی تک وہاں زیرِ تربیت ہیں۔ اگلے ایک دو برسوں میں مزید انجنیر برطانیہ بھیجے جائیں گے۔ تربیتی پروگرام کے ساتھ ساتھ فیکٹری کی تعمیر کا کام بھی بڑی تیزی سے ہوتا رہا ہے۔ یہ فیکٹری بالآخر پانچ بڑی عمارتوں پر مشتمل ہوگی دو عمارتیں تو مکمل ہو چکی ہیں امید ہے کہ اس سال کے اختتام سے قبل ہی فیکٹری میں ٹرانسفارمر بنانا شروع ہو جائیں گے۔ فیکٹری کی دو دیگر عمارتیں ۱۹۶۱ء کے اختتام تک مکمل ہو جائیں گی۔ دفتروں کی عمارتیں بھی تعمیر کی جا رہی ہیں۔ تعمیر کا کام ہندوستانی انجنیر اور ٹھیکیدار بھوپال میں منعقد کرتے ہیں۔ اے۔ ای۔ آئی کے انجنیروں کے صلاح مشورہ سے کر رہے ہیں۔ فیکٹری کی تعمیر کے ساتھ ساتھ ملازمین کے لئے ایک بستی بھی قائم کی جا رہی ہے بدرجۂ آخر وہاں ۳۲،۰۰۰ ملازمین رہائش اختیار کر سکیں گے ۴،۰۰۰ مکانات اور فلیٹ پہلے ہی سے آباد ہو چکے ہیں۔ بستی کا نقشہ جدید طرز پر بنایا گیا ہے لوگوں کو دوکانوں اسکولوں وغیرہ کی پوری سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ شروع میں ہر سال ساڑھے بارہ کروڑ روپے کی قیمت کا مال تیار کرنے کا نشانہ مقرر کیا گیا تھا بعد میں یہ نشانہ ۲۵ کروڑ روپے (اندازہ سے) کر دیا گیا۔ یہ خیال ہے کہ منصوبہ کے اختتام پر یہ نشانہ پورا ہو جائے گا اور پھر ۵۰ کروڑ روپے کر دیا گیا۔ خیال ہے کہ یہ نشانہ چوتھے منصوبہ کے دوران میں پورا ہوگا امید ہے کہ یہ فیکٹری بجلی کے بھاری ساز و سامان سے متعلق ہندوستان کی بیشتر ضرورتوں کو پورا کر سکے گی۔

قطعہ

جان میں جان آج جو آتی رہی
شان میں شان آج جو آتی رہی

شہر ملا کر کہتا ہے قانون دوف
تان میں تان آج جو آتی رہی

(آمدہ از نذر نگا باغ)

رائل سوسائٹی کے نادر کتابوں کی لندن میں نمائش

ان دنوں لندن میں رائل سوسائٹی کی سہ صد سالگرہ نمائش منعقد کیجا رہی ہے جس میں سوسائٹی ہذا کی لائبریری کی نادر کتابوں کے پہلے ایڈیشن بھی دکھائے جا رہے ہیں جن کے بیمہ کی رقم دس ہزار پونڈ ہے۔ اس سوسائٹی کے بعض ممتاز ممبروں کی تحریروں سے لوگوں کو روشناس کرانا اس نمائش کا مقصد ہے۔ رائل سوسائٹی جس کا مقصد علوم طبیعی کو فروغ دینا ہے آج سے تین سو سال قبل قائم ہوئی تھی۔ دنیا میں یہ سب سے پرانی علمی سوسائٹی ہے اور اس کے ممبران ہر براعظم میں پائے جاتے ہیں۔ نمائش میں جون ایولین، ٹی اردن، سر ہیمفرے ڈیوی، والٹیر اور لاک کی تصانیف رکھی گئی ہیں۔ آئنسٹائن اور نیوٹن کے موجد سر اسحاق نیوٹن کی کتابیں بھی اس نمائش کی زینت ہیں۔ چیچک کے ٹیکہ کے موجد ایڈورڈ جینر کا ایک خط بھی جو انہوں نے ایک بچہ کے والدین کو لکھا تھا اس نمائش میں پیش کیا گیا ہے جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ چونکہ وہ خود نہیں آسکیں گے وہ اپنے نوزائیدہ بچہ کو چیچک کا ٹیکہ کسی اور ڈاکٹر سے لگوائیں

دنیا میں چاول کی پیداوار کے اچھے امکانات

کامن ویلتھ کمیٹی کی رپورٹ

کامن ویلتھ معاشی کمیٹی نے اپنی تازہ رپورٹ میں بتایا ہے کہ اس بات کے باوجود کہ اس سال بعض ایشیائی ملکوں میں چاول کی پیداوار کو نقصان پہنچا ہے ۶۱-۱۹۶۰ء میں چاول کی عالمی پیداوار کے امکانات تسلی بخش ہیں امید ہے کہ جاپان میں چاول کی فصل سابقہ سب ریکارڈ مات کر دیگی۔ انڈونیشیا اور برما میں بھی چاول کی فصل کافی بڑی ہوگی۔ رپورٹ ہذا میں برآمدات کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ تازہ ترین ماہانہ اعداد و شمار کے مطابق متعدد ملکوں کی چاول کی برآمدات پچھلے برسوں کی برآمدات سے کچھ کم رہیں لیکن ۱۹۶۰ء میں اب تک چاول کی کل برآمدات کی سطح گذشتہ سال کی سطح سے خاصی بلند ہے۔ سال رواں کی پہلی ششماہی میں برما نے ۵۰،۰۰۰ ٹن چاول زیادہ برآمد کئے تھے اس نے ۱۹۶۱ء کی فصل سے متعلق بھی بات چیت شروع کر دی ہے مثلاً ایک تو پاکستان اور سیلون کیا ہے ہندوستان نے تھائی لینڈ سے ۲۵،۰۰۰ ٹن چاول خریدنے کی پیشکش کی ہے

ہندوستانی انجینئر کا برطانیہ میں مطالعہ!

ایک اطلاع کے مطابق مسٹر بی۔ ڈی۔ تاسری جو حکومت ہند کی وزارت تعمیرات و مکانات و سپلائی میں ایگزیکٹیو انجینئر ہیں ان دنوں برطانیہ میں تعمیری ساز و سامان کا بدل استعمال اور نئی تکنیکوں کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ موصوف کولمبو منصوبہ کی فنی امداد کی اسکیم کے تحت چھ ماہ تک یہ تربیت حاصل کریں گے۔ ایک انٹرویو میں انہوں نے بتایا ہے کہ ہندوستان میں تعمیری کام وسیع پیمانہ پر ہو رہا ہے برطانیہ کے نئے تعمیری طریقے اپنانے سے ہمیں کافی فائدہ پہونچ سکتا ہے نیا بدل مسالہ کے استعمال سے فولاد بچایا جاسکتا ہے اور اسے دوسری جگہوں پر کام میں لایا جا سکتا ہے

قطعہ

جلوۂ طلوعِ شمس کا دیکھو شفق میں تھا
اور بند آشکار بھی دسِ پستی میں تھا

کہتا ہوں میں طبیب سے بہرِ علاج روز
فیضِ نفس کا رنگ بھی دل کے قلق میں تھا

(آمدہ از نذری باغ)

توکل

از جناب تمکین کاظمی صاحب

توکل اور بیکاری کا تخیل دنیا کے کسی مذہب میں نہیں بعض مذاہب میں بھیک مانگنا جائز ہے مثلاً بدھ دھرم یا ہندو دھرم میں۔ مگر ہاتھ پر ہاتھ دھرے آسمان کو تکتے ہوئے بیٹھنے کی تلقین کسی مذہب نے بھی نہیں کی ہے۔ اسلام تو بڑا عملی مذہب ہے اسمیں بھیک کی سخت ممانعت کی گئی ہے اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب تک تین فاقے پے در پے نہ گذریں، بھیک نہ مانگی جائے اور پھر بھیک مانگی بھی جائے تو ایک آدھ وقت کے لئے۔ اسکو پیشہ نہ بنایا جائے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص نے حاضر ہوکر عرض کیا حضور! آج تیسرا فاقہ ہے حکم ہو تو بھیک مانگ لوں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کچھ تیرے پاس نہیں ہے؟ اس نے عرض کیا میرے پاس ایک کمبل اور ایک پیالہ ہے حضورؐ نے فرمایا انکو بیچ دے اور اس سے ایک کلہاڑی خرید لے اور پھر لکڑیاں کاٹ کر فروخت کر۔ اس سے جو کچھ آمدنی ہو اسکا ایک حصہ کھالینا اور ایک حصہ دوسرے روز کے لئے رکھ لینا۔ اس غیور شخص نے یہی کیا رسولؐ کے حکم کی تعمیل کی اور خدا پر توکل کیا اور خدا نے برکت دی۔ اس عملی تعلیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ عہد صحابہ میں ہر شخص محنت مشقت کرتا اور روزی کماتا تھا اسطرح ہر مسلمان عملی آدمی تھا ہجرت کے زمانہ کا ایک واقعہ سنئے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم (ہجرت کرکے) مدینہ آئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (دوسرے مہاجرین کیطرح) میرے اور سعد بن ربیعؓ کے درمیان بھائی چارہ کرادیا۔ سعد بن ربیع نے مجھ سے کہا میں تمام انصار سے مالدار ہوں، تمھیں اپنا نصف مال دونگا اور میری دو بیبیوں میں سے جسے تم پسند کرو اسے تمھارے لئے طلاق دیدوں تاکہ جب وہ عدت پوری کرلے تو تم اس سے نکاح کرسکو۔ عبدالرحمن نے کہا۔ مجھے اسکی ضرورت نہیں ہے یہاں اگر کوئی بازار ہو جہاں تجارت ہوتی ہو تو مجھے بتادو۔ انہوں نے کہا ہاں! قینقاع ایک بازار ہے۔ پس عبدالرحمن صبح کو اس بازار میں گئے اور کچھ پنیر اور گھی لے آئے۔ پھر انہوں نے روز آنا جانا شروع کردیا چنانچہ تھوڑے دن کے بعد عبدالرحمن، حضور اکرمؐ کی خدمت میں آئے تو ان کے لباس پر زردی کے نشان تھے۔ رسول اکرمؐ نے دریافت فرمایا۔ کیا تم نے نکاح کیا ہے؟ تو عرض کیا کہ جی ہاں! فرمایا کس سے؟ تو عرض کی ایک انصاری خاتون سے آپؐ نے فرمایا۔ تم نے اسے کسقدر مہر دیا؟ انہوں نے عرض کیا ایک گٹھلی برابر سونا یا سونے کی گٹھلی۔ پھر ان سے نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی سہی۔ (کتاب البیوع بخاری)

دیکھی آپ نے۔ حضور اکرمؐ نے صحابہ کرام کو کسطرح تیار کیا تھا اور وہ کتنے باعمل تھے۔ یہ حال اسلام کا مدتوں رہا بلکہ عرب ممالک میں اب بھی ہے۔ مگر ایران اور ہندوستان نے توکل کا غلط مفہوم لیکر اپنے آپ کو برباد کردیا۔ توکل کے معنے محنت مشقت کرنے کے بعد اچھے نتیجے کی توقع خدا سے رکھنا ہے یہ نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں، اسلئے تو کہا ہے ؎

بر توکل زانوئے اشتر ببند

اونٹ کی ٹانگ باندھ کر توکل کرنے کہا گیا ہے یہ نہیں کہا کہ اونٹ کو کھلا چھوڑ کر توکل کرو۔

صوفیائے کرام کے توکل کو سن کر ہمارے خرقہ پوشوں نے توکل کا غلط مفہوم لیا ہے۔ ان کا توکل جدا تھا، انکی شان

الگ تھی۔ اُن کا یہ حال تھا کہ فاقہ پر فاقہ کرتے اور جب کچھ ملتا تو خیرات کر دیتے۔

حضرت ابراہیم ادہمؒ چند درویشوں کو ساتھ لئے سفر کر رہے تھے۔ ایک جگہ پہونچے تو وہاں کے صوفیوں سے پوچھا کہ کیسے بسر ہو رہی ہے؟ ان لوگوں نے کہا۔ کچھ ملتا ہے تو کھا لیتے ہیں اور شکر کرتے ہیں ورنہ صبر۔ ابراہیمؒ نے فرمایا کہ خراسان کے کتے بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ پھر اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ان سے پوچھو ان لوگوں نے پوچھا تو درویشوں نے کہا۔ ہمیں ملتا ہے تو خیرات کر دیتے ہیں اور شکر ادا کرتے ہیں۔ نہیں ملتا ہے تو صبر کرتے ہیں۔ یہ شان تھی صوفیائے کرام کی اور یہ تھا اُن کا توکل

یہاں بھیک مانگنا، دوسروں کے گلے کا ہار ہونا، عزیز و اقارب اور ملاقاتیوں پر بار ہونا اور مریدوں کو زیر بار کرنا توکل سمجھا گیا ہے یہ متوکل جو اس نام نہاد توکل پر لوگوں کو بٹورتے ہیں قطعاً کاہل ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ ان کے عزیز و اقارب او دوست احباب کھلاتے رہیں گے اسلئے توکل کے نام پر ٹانگ توڑ کر بیٹھ رہتے ہیں اور ان کو یقین ہوتا ہے کہ یہ سادہ لوح انکی خدمت کرنے تیار رہیں پھر کیوں ہاتھ پاؤں ہلائیں!

نواب ناصر جنگ بہادر جانوروں کی لڑائی بہت شوق سے دیکھتے تھے اور انہوں نے لڑائی کیلئے بہت سے سانڈ (بیل) پال رکھے تھے جو شہر میں گھوما کرتے تھے اور انہیں لوگ "ناصر جنگ کے بیلے" کہتے تھے۔ بالکل اسی طرح ان تن پرول شکم پرست پلنے والوں نے بھی توکل اختیار کیا ہے۔ مستحقین کو محروم کر کے عزیزوں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق چھین کر ان "سانڈوں" کو پالنا گناہ ہے۔ اگر مسلمان ہاتھ روک لیں اور ان مدعیان توکل کو روپیہ پیسہ دینا چھوڑ دیں تو یہ خود بخود درست ہو جاتے ہیں۔ آجکل آپ کے محلہ کے لوگ زیادہ مستحق ہیں، ہر محلہ میں بیواؤں کی تعداد خاصی ہے جو فاقے

کر رہی ہیں۔ یتیم بچے ہیں جنھیں تعلیم کی سہولت ہے نہ کھانے پینے کی۔ معذور اور اپاہج بوڑھے بوڑھیاں ہیں جو آپکی دستگیری کی محتاج ہیں۔ وہ کم مواجب وظیفہ خوار بوڑھے جن کا وظیفہ ایک ہی ہفتہ میں ختم ہو جاتا ہے اور تین ہفتے فاقہ کرتے ہیں امداد کے مستحق ہیں۔ انھیں دینا اللہ رسولؐ کی خوشنودی، ملک اور شہر کی خدمت ہے۔ بخلاف اسکے یہ "وہ سانڈ" اتنے متمول ہیں کہ حال ہی میں ایک اسی قسم کے متوکل نے اپنی بیٹی کی شادی اس امیرانہ ٹھاٹھ سے کی ہے کہ دوہرا جہیز اور دوہرا زیور بیٹی کو دیا ہے پھر متوکل کے متوکل ہیں اور آپ ہیں کہ ان سکاروں کو دیئے جارہے ہیں میں نے ایک ایسے لڑکے کو بھی دیکھا ہے جو بالکل جاہل مطلق ہے مگر کیتھی کی ٹوپی، انگرکھا اور گھیتلی جوتی پہن کر شاہانہ وضع سے گھومتا ہے۔ اس کے باپ بیچارے پڑھے لکھے واجبی ہی تھے مگر ایک خواجہ کے مرید ہو کر خود انہوں نے بھی پیری مریدی شروع کر دی تھی۔ اس لڑکے کے کئی ایک مکانات ہیں جن کا کرایہ خاصا وصول ہوتا ہے مگر اس کو متوکل سمجھ کر ایک معتقد کر خاصی رقم ماہوار اسے دیتے ہیں حالانکہ اسکے مکانات کے کرایہ کی آمدنی ایک سیکنڈ گریڈ کے اہلکار سے زیادہ ہے فرمائیے! کیا یہ اس امداد کا مستحق ہے درآنحالیکہ ہزاروں بیوائیں اور بوڑھے شہر میں فاقے کر رہے ہیں۔ یہ خیرات نہایت غلط ہی دوسرے معنے میں یہ خیرات نہیں سادہ لوحی ہے۔ اس خیرات کا کوئی ثواب یا اجر نہیں مل سکتا۔ اسطرح کاہلوں کو پالنا قوم کو برباد کرنا ہے اور اپنا روپیہ ضائع کرنا ہے

شاہانِ آصفیہ صدقہ اور خیرات دینے کے بہت پابند تھے۔ قدیم سے یہ طریقہ جاری تھا کہ تیرہ تیزی اور آخری چہارشنبہ وغیرہ پر صدقہ دیا جاتا اور ایک معقول رقم تقسیم کی جاتی تھی بعد میں اس صدقے کی کل رقم کو اکٹھا کر کے "خیرات مبرات" نام سے ایک مستقل صیغہ قائم کیا گیا اور اس

سے ماہوار تنخواہیں اور یکمشت امداد دیں مستحقین کو دی جانے لگیں ان تنخواہوں کو "ماہوارت خاص" کہا جاتا تھا۔

بعض ایسے حضرات جو اپنے آپ کو سید اور حسینی کہتے ہیں ان ماہوارت خاص سے مستفید ہوتے اور یکمشت امداد اسی مد خیرات مبرات سے حاصل کرتے رہے اور اب تک پا رہے ہیں ان حضرات کو یہ معلوم ہے کہ یہ رقم صدقہ اور خیرات کی ہے جو سادات کیلئے حرام ہے مگر اپنی آنکھ کا شہتیر انہیں نظر ہی نہیں آتا



کہ نئی دہلی میں مرکزی محکمہ اکسائز کی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے ایک سات رکنی تحقیقاتی کمیٹی کا قیام عمل میں آیا ہے

شاباش! ہمارے محکمۂ آبکاری کی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے بھی کسی تحقیقاتی کمیٹی کا قیام عمل میں آتا۔

کہ برطانیہ کے سابق لیڈر مسٹر اٹیلی نے فرمایا کہ مسٹر خروشچوف، مادزے تنگ کی بہ نسبت "چھوٹے ریچھ" ہیں

یعنے بہرحال ریچھ ہیں چھوٹے یا بڑے یہ ضمنی بات ہے

کہ پولیس کا ایک سب انسپکٹر، نرسس کوارٹرز کے پاس ورسٹرک چھاپے فرہادی کرتے ہوئے پایا گیا ہے

جب یہ تجربہ تھا وہی پینے ہوا دینے لگے

کہ چیف منسٹر آندھرا پردیش نے فرمایا کہ سیلس ٹیکس اور بجلی کی سربراہی میں مشکلات حل کئے جائینگے

یعنے مشکلات تسلیم کرلئے گئے

کہ سیلون پارلیمنٹ میں جوتا چل گیا

معلوم ہوتا ہے کہ سیلون میں آج کل گرمی بہت بڑھ گئی ہے۔

کہ سائبیریا کا ایک ۶۲ سالہ بوڑھا دس ہزار میل کے پیدل سفر پر روانہ ہوا

نوجوانوں کے لئے دعوتِ فکر!

کہ سندھی ٹوپیاں امریکہ میں بہت مقبول ہو رہی ہیں چنانچہ ایک امریکی خاتون نے حیدرآباد سے دس ہزار روپے کی ٹوپیاں خریدی ہیں

لیکن خود حیدرآباد میں لوگوں کی "ٹوپی اتر چکی" ہے

کہ اتر پردیش کانگریس کے صدر نے فرمایا کہ "میں چیف منسٹر بننا نہیں چاہتا"

یعنے انگور کھٹے ہیں

کہ مشہور فلمی ستارے بینا رائے اور پریم ناتھ پارلیمنٹ کے لئے انتخابات میں حصہ لیں گے۔

اب دوسرے امیدواروں کی خیر نہیں ۔۔!

کہ طلباء میں قومی شعور پیدا کرنے کے لئے قومی ترانے گوائے جائیں گے۔

طلباء قومی ترانے گانے لگیں تو پھر فلمی گیتوں کی نقل کون اتارے گا!؟

کہ دونوں شہروں میں رہنے والے ملازمین کے الاونس میں اضافہ ہوگا۔

نیوز ایجنسی کے منہ میں گھی شکر!

کہ حیدرآباد میں جہیز کی رسم کے خلاف ایک باضابطہ مہم چلائی جائے گی۔

"ڈھنگانے" اور "چڑھاوے" کے خلاف بھی ایک مہم چلائی جانا چاہیئے۔

شیرازؔ علم و ادب اور اخبار و سیاست کا گلدستہ ہے

قطعہ

مزہ کھانے کا جو سالن سے نکلا
یہ کہتی جاتی ہے ہو کی دیوانی

چمن کا کام بھی مالن سے نکلا
گلوں کا رنگ بھی پھاگن سے نکلا

(مجیبؔ)

(آمدہ از بندہ بجا پوری)



مطبوعہ نامی پریس نظام شاہی روڈ حیدرآباد


ALPHA HOTEL
ALPHA HOTEL
BOARDING and LODGING
ALPHA hotel

علی کی معنوی [illegible] یا سمجھا ❊ دخولِ عشق کی دو زخی سمجھا تو میں سمجھا
مثال کراپ کو عثمان ہی کہتا ہے ہر اک ❊ کوئی بابِ محبت کی بندگی سمجھا میں سمجھا

شیراز

سید مقصام شیرازی ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر — مقام اشاعت چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (انڈیا)

جلد (۲۵) — روز جمعہ ۱۸ نومبر ۱۹۶۰ء — ۲۸ جمادی الاول ۱۳۸۰ھ — قیمت (۳) پیسے

غزل

(مطلع)

ہم نے ہر چیز میں دنیا کی حقیقت دیکھی ❊ چار جملوں میں بھی خامہ کی کتابت دیکھی
حُسن کے زاہد بھی تو کھنڈر ہوا افسانہ کو ❊ پی کے مئے خانہ سے دل میں یہ حرارت دیکھی
دیکھنا تھا جو ہمیں شان و حشم سے دیکھو ❊ ہم نے بھی غور سے دنیا میں امامت دیکھی
فیض سے بادِ صبا کے ہی کھلتا ہے چمن ❊ ہم نے ہر پھول میں غنچہ میں بھی نکہت دیکھی
اس زمانہ میں تو آتی ہے نظر خود غرضی ❊ بھول کر بھی کبھی ہم نے نہ محبت دیکھی
کینہ پرور بھی دلوں میں میں کہوں کیا تجھ سے ❊ ہم نے بھی ظاہر و باہر یہ عداوت دیکھی
نگاہ پردہ سے بھی اور نگاہ عیاں بھی اکثر ❊ دلِ پُر کینہ میں ہم نے یہ شرارت دیکھی
تکتا جاتا تھا کبھی منہ کو کبھی زلف کو بھی ❊ آئینہ کی بھی سرِ بزم یہ حیرت دیکھی
صرف وہ نام کی تھی اصل میں کچھ بھی تو نہیں ❊ ہم نے ہر رنگ کی دنیا میں قرابت دیکھی
ہو کے بیخود بھی عجب ہم نے تماشا دیکھا ❊ نشۂ مئے میں قیامت ہی قیامت دیکھی
کہتے جاتے ہیں یہ اعمال بھی انساں کے نہ تو ❊ ہم نے دوزخ میں بھی کچھ صورتِ جنت دیکھی

پوچھو ہم سے تو نہ ہرگز پسِ پردہ کیا تھا
ہم نے کس رنگ کی عثمان یہ خلافت دیکھی

مرقوم ۱۶ / نومبر ۱۹۶۰ء — (آغا آزر ی باغ)

خوبیٔ دماغ جناب تراب علی صاحب دام لطفہٗ درحقِ ماتحتین مظلومین شائبہ بشکل توہین

فرمایا حالیہ معاملہ ناچاقی مابین جناب اور عہدہ داران صرف خاص بہ سلسلہ طریقہ کار جب کہ آپ کا برتاؤ ناشائستہ تھا اپنے ماتحتین کے ساتھ کیونکہ جناب والا سمت سے وائس چیرمن کی خدمت پر فائز تھے۔ تو اسی سلسلہ میں آپ کا عنایت نامہ (بہ شکل ہدایت) نذری باغ میں آیا تھا تو عہدہ داران پرائیوٹ اسٹیٹ کے حق میں گلفشانی کے تحت یہ مشورہ تھا کہ آپ کے ارشاد مبارک کی تعمیل میں بغیر ثبوت جرم یا خطا میں اول آٹھ دس عہدہ داروں کو جو اپنے اپنے صیغہ کے افسرالخارج تھے فوراً برطرف کر دوں کہ یہ سب بدبخت آپ کی شکایت میں ایک منشفقہ یادداشت دین یار جنگ چیرمن کمیٹی انتظامی کے ہاں پیش کی تھی (جبکہ سب متعلقہ کاغذات کو میں نے بغور دیکھا تھا۔) تو اس کا جواب صرف اسی قدر تھا جو کہ مضمون شائع شدہ نظام گزٹ مورخہ ۱۵۔ نومبر ۱۹۶۰ء میں موجود ہے۔

الحاصل اس انقلاب کے زمانہ میں اگر آپ کے مشورہ پر نذری باغ اندھا دھند کام کرتا تو نہ صرف نظم و نسق پرائیوٹ اسٹیٹ نظام درہم برہم ہوتا بلکہ میری بدنامی یا ناانصافی کے چرچے ہر طرف ہونے رہتے۔ لہٰذا بعد غور کامل جو تصفیہ کیا ہے وہ سب کے حق میں موزوں و منصفانہ ہے جس سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا تھا۔

دوم آپ کا یہ بھی ارشاد تھا کہ آٹھ یا دس عہدہ داروں کی کیا ضرورت ہے لیکن ان کی جگہ (بعد علٰحدگی) جو جدید عہدہ دار مقرر ہوں گے ۔۔۔ حد تک کافی ہیں۔ سبحان اللہ اس بہترین مشورہ کا کیا کہنا۔ بقول۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست۔

خلاصہ یہ کہ انسان رتبہ یا سن کے حساب سے بڑا ہے دوسرے طرف حزم و احتیاط جو اہم چیز ہے یا



حالات زمانہ پر جناب والا کی نظر نہیں ہے بلکہ مزاج میں ضد یا ہٹ دھرمی یا رعونت ہے کہ آپ جو فرمائیں اس کے مطابق عمل ہو۔ اور کسی کو زبان کھولنے یا تنقید کرنے کا موقع نہ ملے۔ چنانچہ ابتداء سے آپ کے زندگی کا یہی وطیرہ رہا ہے جواب پیرانہ سالی میں کیسے بدلا جائے گا کہ یہ امور آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئے ہیں اور آپ کی یہ طرز زندگی مخفی نہیں۔ بلکہ عالم آشکارا ہے جو زینت ریکارڈ بنی ہوئی ہے۔ زیادہ خدا آپ کو توفیق نیک دے اور عمر میں زیادتی ہو تاکہ آپ کے فیوض و برکات سے بدقسمت اشخاص بہرہ مند ہوتے رہیں۔ اور آپ کا نام نامی حیدرآباد میں یادگار رہے چاہے کسی رنگ میں کیوں نہ ہو کہ یہ دوسروں کے لئے قابل تقلید ہے۔ چاہے اس کا نتیجہ کچھ ہی نکلے کہ یہ چیز یہاں معرض بحث میں نہیں ہے۔

نوٹ:۔ اسی معاملہ کے سلسلے میں شاہد تراب علی نے ترش لب و لہجہ سے مہتمم امور مذہبی پرائیوٹ اسٹیٹ کو (یعنی اسد اللہ کو) مراسلہ لکھا تھا تو اونھوں نے اسکا جو جواب ترکی بہ ترکی دیا۔ ان ہر دو تحریر کو میں نے دیکھا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ پہلے تو اس قسم کی مراسلت نظم و نسق کے معاملہ میں مناسب نہیں تھی چاہے کسی فریق کے طرف سے ہو۔ مگر تیر جب اس کا جواب نامبردہ نے جو کچھ دیا تو گو ذاتیات پر یہ حملہ تھا جو کہ مناسب نہ تھا در آنحالیکہ اس سے بحث نہیں کہ وہ صحیح تھا یا غلط جو کہ دوسری چیز تھی اور اون کو جو کچھ جواب دیا تھا اس میں زمانہ گزشتہ کے واقعات جو کہ ان کی ذات سے متعلق تھے بتائے گئے تھے۔ مگر میری آزاد خیالی کے تحت اس قدر کہنے پر مجبور ہوں کہ وہ جواب ضرور حقائق پر مبنی تھا جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا تھا۔ جو کہ اس کا علم رکھتا تھا یا آپ سے واقف تھا۔

بہرحال الخیر فیما وقع۔ بمصداق "گزشتہ را صلواۃ آئندہ را احتیاط" پر نظر رکھ کر سب عہدہ داران پرائیوٹ اسٹیٹ کو کام کرنا چاہئے ورنہ نتیجہ معلوم! بقول۔ "اگلا گرا پچھلا ہشیار"

مرقوم ۱۶ نومبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

جواب معروضۂ دوم فرید نواز جنگ مورخہ ۹ - نومبر ۱۹۶۰ء

(موصولہ در نذری باغ بتوسط رجسٹری ٹپہ)

فرمایا ان کو بعد از خرابی بسیار بیداری ہوئی کہ یہ کیوں ایسا مہمل اور لا یعنی معروضہ کیا متعلق نسبت کم سن اولاد بطنی دختر جو مطلقہ زوجہ اقبال الدین خاں تھی (پسر معین الدولہ مرحوم) جس کا جواب جو کچھ تھا وہ نذری باغ سے دیا گیا تھا شائع شدہ در نظام گزٹ مورخہ ۸ - نومبر ۱۹۶۰ء تو اس کے نسبت فقط اسی قدر جواب دیا گیا تھا جس معاملہ سے دنیا واقف تھی نہ کہ کوئی جدید بات جو کہ پس پردہ تھی - لہٰذا اگر وہ ایسی درخواست نہ کرتے تو پھر نذری باغ کو کیا غرض پڑی تھی کہ کسی کے خانگی معاملہ میں خامہ فرسائی کرے - اب رہا فرید نواز جنگ کا کہنا کہ ان کی مطلقہ دختر کا جو شوہر ہے اس کے زندگی پر بھی اس کا اثر پڑے گا یہ دلیل عقلاً کچھ نہیں ہو سکتی کیونکہ موجودہ شوہر مطلقہ دختر کو کیا ان امور کا علم نہیں تھا؟ کیا وہ غفلت میں دختر مطلقہ کا شوہر بنا تھا برخلاف اس کے وہ ہر چیز کو جانتے بوجھتے اس کے ساتھ عقد پر تیار ہوا۔

الحاصل آئندہ سے اس قسم کی درخواستیں یا تحریکیں نذری باغ میں نہ پیش ہوا کریں ورنہ وہ منظر عام پر آئیں گی کس لئے کہ یہ کوئی راز کا معاملہ نہیں تھا بلکہ جگ آشنا تھا وبس۔

دیگر - آئندہ سے فرید نواز جنگ کے کوئی معروضے ٹپہ کے ذریعہ آئیں گے تو یہ نذری باغ میں نہیں لئے جائیں گے - بلکہ واپس کر دیئے جائیں گے کہ ان کے معاملات سے نذری باغ کو تعلق نہیں ہے بلکہ وہ ان کے خانگی ہیں جس کو وہ جس طرح سے چاہیں طے کریں - وبس۔

نوٹ :- آئندہ سے اگر فرید نواز جنگ کو اپنے زوجۂ مرحومہ کے ٹرسٹ سے متعلق کچھ لکھنا ہو تو راست سکریٹری ٹرسٹ کے ساتھ خط و کتابت کر سکتے ہیں - اس کی اجازت ہے - اور سکریٹری ٹرسٹ معاملہ کو میرے علم میں لا کر جواب دے سکتے ہیں - اور اس حد تک مضائقہ نہیں - کیونکہ جو کام ہو وہ درست طریقہ پر ہو - اور سوچ سمجھ کر تاکہ اس پر گرفت نہ ہو سکے۔

زیادہ العاقل تکفیۃ الاشارہ

مرقومہ ۱۶ - نومبر ۱۹۶۰ء

(آ - د - از نذری باغ)

قطعہ

مئے کی بھی آ گئی باری دیکھو　٭　شیخ کی شکر گزاری دیکھو
نظرِ بد کا بھی دل کو میرے　٭　لگ گیا زخم بھی کاری دیکھو

مُبارک باشد

فرمایا شکر ہے آج صبح مسجد جودی میں حمیدہ بیگم عرف حمزہ بیگم دختر سردار نواز جنگ مرحوم سابق ناظم پٹہ کا عقدِ شرعی حیدر علی پسر نذیر الدین عہدہ دار سابق صرفخاص سے ہو چکا۔ اور آج وقت عصر اجد قدموسی حجرۂ مقدس حویلی قدیم بمانتخہ لکھا پہنایا جائے گا اور ہفتہ آیندہ یہ ہر دو مدرسہ عالیہ کے جدید مکان میں منتقل ہو جائیں گے اور متاہل زندگی شروع ہو جائیگی۔ اس لڑکی کی بڑی بہن جسکا نام فاطمہ بیگم ہے (جو اسد علی کی زوجہ ہے) جسکا عقد میں نے قبل پولیس ایکشن بہ عین حیات یاور جنگ مرحوم کرایا تھا اپنے مرفہ سے اور یہ جوڑا زوجین کا بھی اچھا حد تک اچھا ہے۔ مگر نذیر الدین برادر خورد لطیف الدین کا پوزیشن دوسرا ہے۔ لہذا اس لڑکے کا جوڑا اس سے بہتر ہے کیونکہ لڑکی کے باپ حوم زمانہ سابق میں سینئر عہدہ داران دیوانی میں سے تھے۔ بہرحال ازدواجی پیوند خوب بیٹھا۔

مہر زوجہ کا مقررہ زرِ مہر معجل (۵۰۰۰) بتوسط دفتر ٹرسٹ لڑکی کے نام سے انوسٹ کرایا گیا ہے۔ اسلئے اسکو ماہانہ (۲۵) بطور پاکٹ منی ملیں گے اور زن و شوہر کا اندوختہ بھی وسائل کر دیا (جہیز) ٹرسٹ میں مقرر ہوکر ایک خزانہ ہوا ہے

بہرحال جو کچھ انتظام ہونا تھا مثل دیگر زوجگان اولاد عہدہ داران صرفخاص ہو چکا ہے اور کاروائی ختم ہوئی۔

زیادہ ۔ مبارک باشد

۲ ۔ یہ نام نذری باغ میں رکھا گیا ہے جو ہی ٹرسٹ میں مندرج ہے

مرقوم ۱۷ رنومبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

آپ سے یہ نہر جاری ہو گئی ‖ پاؤں میں زنجیر بھاری ہو گئی
دیکھکر صورت بھی کہتا عشق ہے ‖ دل کو میرے بیقراری ہو گئی

(آمدہ از نذری باغ)

دماغی خلل ملک حسین خانہ زاد کا عیم نذری باغ بشمول چھوٹا بھائی نظام علی

(ہر دو پسران سردار نواز جنگ سابق ناظم ٹپہ و صوبہ دار گلبرگہ)

فرمایا اسکی عمر کم و بیش ۲۵ سال کی ہے اور اس کا چھوٹا بھائی دو تین سال کا کم ہے - ان کے باپ کے انتقال کے بعد (بشمول لڑکی حمزہ بیگم ہمشیرہ) ان سب کی سقیم حالت تھی کہ اگر میں بروقت دستگیری نہ کرتا تو معلوم نہیں آج ان کا کیا حشر ہوتا - اور بالمقابل اس کے اس کا چھوٹا بھائی اپنی عمر کے لحاظ سے کچھ نہ کچھ سمجھ رکھتا ہے اور چنداں برا نہیں ہے کردار کے مدنظر - مگر ملک حسین بڑے درجہ کا بدمعاش ہے - اور چند سال قبل جو نازیبا حرکات کیا تھا تو اس کی سرزنش کیا تھا - اس کے بعد کچھ سنبھلا مگر پھر دماغ کی خرابی کی وجہ سمجھتا تھا کہ حیدر علی لڑکا اسکی بہن حمزہ بیگم کے قابل نہیں ہے لہٰذا بہن کو نہ دیا جائے - برخلاف اس کے اس بے وقوف کو معلوم نہیں کہ یہ لڑکا مذکور کس خاندان کا ہے - دوسرے طرف اس امر سے بھی بے علم تھا کہ مذہب اسلام اور قانون کی رو سے ہر عاقل و بالغ سن رشد کو پہونچا ہوا چاہے لڑکا ہو یا لڑکی جس کے ساتھ چاہے اپنا عقد شرعی کرے اسمیں دوسرے افراد خاندان مداخلت نہیں کرسکتے کہ اس کا انکو حق نہیں ہے - دوسری طرف لڑکی حمزہ بیگم معمرہ ۱۷ یا ۱۸ سالہ میرے انتظام عقد سے خوش ہے اور کہتی ہے کہ سرکار جو کچھ اس کے حق میں کریں گے وہ بہتر ہوگا اور اس کی ضعیف ماں جو کہ والدہ ہے وہ بھی اس انتظام سے خوش اور مطمئن ہے اور میری شکرگزار ہے کہ میں اسکی بچی کا اچھے گھر میں ٹھکانہ کر رہا ہوں - الحاصل ملک حسین دماغ سے معذور ہے اور اس کی گفتگو لایعنی اور بے ربط ہے جیسا کہ دیوانہ کی ہوتی ہے جس کی گواہی اس کا چہرہ دیتا ہے -

الغرض اس سے سب امور کو سمجھا کر کہہ دیا ہے کہ اگر وہ اپنے بہن کے معاملہ میں مداخلت کرے گا تو اس کی ایسی خبر لوں گا جو کہ یاد و شاید ہوگی - لہٰذا وہ اپنے کام سے کام رکھے اور بہن کے معاملہ میں بیچ میں نہ آئے تو اسکی سلامتی ہے ورنہ نہیں -

نیز یہ - اس کے چھوٹا بھائی نظام علی بھی بیزار ہے اور دونوں کی آپس میں نہیں بنتی ہے [illegible] کام میں قریب میں انتظام کر رہا ہوں تاکہ بڑے بھائی کے صحبت بد سے بچ جائے [illegible] -

نظام علی قریب میں ایک [illegible] لڑکی سے منسوب ہونے والا ہے اور یہ مسئلہ میرے زیر غور ہے -

مرقومہ ۱۰ نومبر ۱۹۶۲ء

(آمدہ از نذری باغ)

تبصرہ بر مصرعۂ طرح بزم سعدی

"زہے قسمت کہ بیمارِ تو باشم"

فرمایا یہ طرح کا مصرعہ شگفتہ زمین میں نہیں ہے کہ بحرِ طویل نہ ہونے سے جولانی مضامین کی گنجائش نہیں ہے۔ اور ردیف باشم کا ثبوت ہر مصرعہ میں دینا دقت سے خالی نہیں۔ لہٰذا اس دفعہ نذری باغ اس زمین میں کہنا بے سود سمجھتا ہے۔

دیگر، ہر ماہ طرح کے مصرعہ پر طبع آزمائی کرنا بھی ممکن نہیں ہے بجز گاہ گاہ

مرقوم ۱۱/ نومبر سنہ ۱۹۶۰ء

منقول از نظام گزٹ

نذری باغ کی مدح خوانی تا کے

(از قلم مدیر شیراز)

فرمایا کچھ عرصے سے دیکھتا ہوں کہ قریب قریب ہر ہفتہ شیراز میں یہ ہو رہی ہے۔ جو کہ مناسب نہیں ہے۔ ورنہ عوام اس کو چاپلوسی پر محمول کریں گے تو اس کی خوبی میں فرق آ جائے گا۔ کیونکہ ہر چیز کیلئے موزوں وقت ہوتا ہے نہ کہ ہر یوم۔ ہر ساعت وہی نغمہ دُہرایا جائے۔ لہٰذا اس پر نظر رکھکر صمصام شیرازی کو کام کرنا چاہئے کہ حالات زمانہ دِگرگوں ہیں۔

مرقوم ۱۲ نومبر سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

یہ فلک گھر کے ستاروں میں رہا ❊ بھول بھی آج یہ خاروں میں رہا
نغمۂ چنگ یہ کہتا ہے سنو ❊ دورِ مے دیکھ بہاروں میں رہا

(آمدہ از نذری باغ)

قدرت کا مقرر کردہ ازدواجی جوڑا

فرمایا حال میں بدرالنساء بیگم کا عقد (یعنے دختر نذیرالدین عہدہ دار صرف خاص) نظام علی خاں (پسر واصف علی خاں علاقہ صاحبزادگان صرف خاص) کے ساتھ ہوا ہے تو وہ معزز طبقہ کے اصحاب جن کو اس لڑکی کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا تو سب ایک زبان ہو کر کہا کہ متشنے شکل و صورت کی لڑکیوں میں ایسی لڑکی شاذ و نادر نظر آتی ہے جیسا کہ یہ ہے اور یہ بھی کہا کہ جس مبصر نظر نے یہ جوڑ بٹھایا ہے وہ بھی قابل داد ہے کہ لڑکا بھی وجیہہ ہے اور ہر نقطہ خیال سے یہ نہایت موزوں تھا اور ان کے تصاویر جو (Enlargements) ہوں گے وہ فلک نما اور دوسرے سرکاری بنگلہ جات میں لگا دیئے جائیں گے۔ خیر یہ معاملہ تو اپنی جگہ رہا۔ مگر مجھے کہنا دوسری چیز تھی، وہ یہ کہ چند ماہ قبل جب نذری باغ کی لڑکیوں کا عقد ہو رہا تھا تو قدرت نواز جنگ کا بیٹا جس کا نام کرامت علی خاں ہے اس کا معاملہ فرید نواز جنگ کی دختر کے سلسلہ میں آشکارا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے میں نے اپنی لڑکی اس مذکورہ لڑکے کو نہیں دیا۔ جیسا کہ اس کے چھوٹے بھائی اعظم علی خاں کو دیا تھا تو اسی سلسلہ میں چاہتا تھا کہ اس لڑکی کو اس لڑکے کو دوں جو کہ معنے و مفہوم میں دوسری بہتر تجویز تھی ہر نقطہ خیال سے مگر اس بدبخت نے اس کو منظور نہیں کیا (حالانکہ باپ قدرت نواز جنگ کو میری تجویز سے اتفاق تھا) خیر خدا کو جو منظور رہتا ہے وہی ہوتا ہے کہ صورت شکل اور قرابت کی لڑکی اس کی قسمت میں زوجہ بننا نہیں تھی۔ بلکہ اس کا دوسرا شوہر اس وقت نظر کے سامنے نہیں تھا۔ اس لئے اس کے عقد میں تعویق ہوئی تھی اور اب جب موقع آیا تو یہ لڑکا دفعتاً نظام علی خاں سامنے آ کر لڑکی کا شوہر بن گیا جو اس کا موزوں شوہر تھا۔

الحاصل خدا کو علم ہے کہ قدرت نواز جنگ کے لڑکے کی آئندہ کیا قسمت میں ہو۔ گو حالات مبینہ کے مدنظر آثار و قرائن اچھے نہیں ہیں جس سے نتیجۂ خوب کی توقع ہو سکے؟۔ دوسری طرف اس کا قوی اندیشہ ہے کہ اگر باپ کے حین حیات اس کا ٹھکانا نہ ہوا تو کہیں یہ آوارہ زندگی اختیار نہ کرے یا کسی مصائب میں گرفتار ہو تو اس وقت بڑے مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ خدا اس پر فضل کرے۔

مرقوم ۱۲ر نومبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

فیصلہ قطعی سرپرست پرائیویٹ اسٹیٹ نظام کا

فرمایا حال میں تراب علی وائس چیرمن کمیٹی انتظامی پرائیویٹ اسٹیٹ و دیگر عہدہ داران مختلف شعبوں میں طریقہ کار سے متعلق ناچاقی یا آپس میں کشیدگی پیدا ہو گئی تھی جس کا میں نے بلا رو رعایت کسی کے حق میں منصفانہ تصفیہ کر کے اس نزاع کا خاتمہ کر دیا۔ مگر اسی ضمن میں یہ کہہ دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ تراب علی جو کچھ کام کریں ضابطہ اور قاعدہ کے تحت کریں نیز وہ بھی دین یار جنگ چیرمن کمیٹی انتظامی کے باہمی مشورہ کیا کریں یہ خود مختار نہیں ہیں کہ جو چاہیں کریں یا ناشائستہ طور پر ان کے ساتھ برتاؤ رکھیں۔

دوم۔ دین یار جنگ کی حالت طویل علالت کی وجہ سے کام کا بار ہلکا کرنے اور ان کو آرام ملنے کے خیال سے تقرر وائس چیرمن کی ضرورت محسوس کیا ورنہ اسکی چنداں ضرورت نہ تھی

سوم۔ آپ یا صاحب موصوف کی وفاداری تو ہر طرح سے آزمودہ اور مسلّم ہے جس کو میں قدر کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ لہذا مجھے امید ہے کہ ہر دو صاحب کی اس تنبیہ کے بعد پھر کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آئیگا۔ ورنہ جو بانی مبانی فساد اس کے ثابت ہونگے وہ ہرگز سروس میں نہیں رہ سکتا اور ان کو ہر حالت میں علحدہ کرنا پڑیگا کیونکہ حالات دنیا دگرگوں ہیں اور سابق مرفہ الحالی کی صورت غائب ہے کہ پرائیویٹ اسٹیٹ کی وہ حالت باقی نہیں ہے جو زمانہ گذشتہ میں تھی۔ ایسی حالت میں لازمی ہے کہ سب عہدہ داروں کو متفقہ طور پر چاہیے کہ باہمی اتفاق سے اپنا اپنا کام انجام دینا چاہیئے ورنہ میری دلی خواہش آڑے پیش ہوگا یاد رہے۔

نوٹ۔ اس امر کو بھی صاف کر دینا مناسب سمجھا کہ اگر آئندہ یا صحت کے مدنظر مجھے دین یار جنگ کو آنریری یا ریٹائر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس موقف ان کا دوسرا جانشین تجویز کیا جائیگا جو قابل و تجربہ کار ہوگا جو تدبر سے کام کریگا تاکہ نظم و نسق پرائیویٹ اسٹیٹ لوٹ جائے نہ کہ وہ جو اس کا اہل ہو یا جس کو سمجھو کہ آئندہ دن نقصان دیا کر انتظام پرائیویٹ اسٹیٹ کو درہم برہم کرے

زیادہ۔ العاقل تکفیہ الاشارۃ۔　　مرقوم ۱۴ نومبر سنہ ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

ولادت نواسی نظام بطنی صاحبزادی علیم النساء بیگم زوجہ جہانگیر علی عرف جہانگیر نواب

(مقیم مکان محلہ پنڈر گھاٹ)

فرمایا۔ یہ بچی حمل سے تھی عمرہ ۳۱ یا ۳۲ سالہ۔ اور زچگی کے پورے دن تھے یعنی یہ نواں مہینہ تھا۔ مگر آثار و قرائن کو دیکھکر یہ زچگی معمولی قسم کی نہیں تھی بلکہ سیزرین سیکشن کی صورت تھی اسلئے گذشتہ شب اپنے مکان سے فرنانڈس کے کلینک میں لیگئے۔ جسکا انتظام ڈاکٹر واحد نے کیا تھا جو قابل قدر تھا۔ خیر بچی پونے چار بجے صبح کے (مورخہ ۲۵ جمادی الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۵ نومبر ۱۹۶۰ء) بخیر و خوبی تولد ہوئی۔ اسوقت میں کلینک میں موجود تھا جسکا نام نانا نے رقیہ بیگم رکھا ہے اور بچی کی ماں انشاء اللہ دو ہفتہ کے بعد کلینک سے واپس آئیگی۔

مگر سیزرین سیکشن سے پہلی دو مرتبہ بچی کی۔ جیسے یعنی بشیر النساء بیگم زوجہ علی پاشاہ مقیم عثمان آباد کی ہے کی عثمانیہ ہاسپٹل میں ہوئی تھی جسکو تین چار سال کا عرصہ ہوتا ہے جسکا نام نانا نے رشید النساء بیگم رکھا تھا۔ جو تاریخ پیدائش سے جونیر پرنس کے معصوم صاحبزادہ شہامت جاہ کلیجان (بطنی انور بیگم منکوحہ مقیم فرنس و ملا) سے منسوب ہو گئی ہے جسکا اعلان نظام گزٹ وسنیہ از میں ہو چکا ہے۔

خیر اولاد چاہے لڑکی ہو یا لڑکا سب حق کے پیدا کئے ہوئے ہیں مگر ہونا یہ ہے کہ یہ دونوں بہت عمر طبعی نصیب ہو تو بہت کافی ہے۔ ورنہ ... اسکی ... محض بیکار ہے بجلہ دنیا ... اولاد ہیں اور آیات کا ... ہیں سے جو کہ ایک ہی بات ... خاندان میں شامل ہیں ... مبارک باشد

(منقول از نظام گزٹ مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۶۰ء)

استعفا پیش کردہ تراب علی

فرمایا آج جو نوٹ متعلق ابواقعات ماکشندگی مابین عہدہ داران صرفخاص و وائس چیرمین تراب علی نظام گزٹ میں طبع ہوا ہے اسی سلسلہ میں انھوں نے خدمت سے استعفا پیش کر دیا ہے جسکو منظور کر لیا گیا ہے اور یہی اطلاع کمیٹی انتظامی پرائیویٹ اسٹیٹ نظام کو بھی دے دی گئی ہے

دیگر اسی معاملہ سے متعلق ایک مضمون آیندہ ہفتہ شیراز میں طبع ہو رہا ہے جو معاملہ مذکور پر مزید روشنی ڈالتا ہے جو حقایق پر مبنی ہے اور جسکا ریکارڈ پیر رہنا ضروری ہے اور ساتھ ہی قابل دید بھی بالخاص جو کچھ ہو نہ الیہ فیما وقع تھا۔

نوٹ۔ آیندہ وائس چیرمین کمیٹی انتظامی کی ضرورت باقی نہیں رہی اسلئے اس خدمت کو حذف کر دیا گیا مگر بابو لین علی بیگ مرحوم کی جگہ رکنیت کمیٹی انتظامی کی خالی ہے اسپر کسی قابل شخص کا تقرر قریب میں ہوگا چاہیے نیز لازمی طور پر بحیثیت چیف انجینیر تعمیرات پرائیویٹ اسٹیٹ نظام و رکن کمیٹی انتظامی پرائیویٹ اسٹیٹ نظام یا علحدہ طور پر جیسی کہ ضرورت محسوس ہوگی۔

مکرر۔ نذری باغ سے بتوسط مراسلہ دین یار جنگ چیرمین کمیٹی انتظامی پرائیویٹ اسٹیٹ نظام کے نام معروضوں کے معزول پیش کردہ تراب علی کمیٹی انتظامی کے رکنیت کی فہرست بھجوا دیے گئے ہیں۔ معاملہ بہاں ختم ہوا اور مکرر ہوا اضافہ ہوئی جسکی سخت ضرورت تھی۔

(منقول از نظام گزٹ)
مرقوم ١٥ نومبر ١٩٦٢ء

تشریح پوزیشن بدر النسا بیگم زوجہ دوم نظام علی خان

فرمایا میں نے مناسب سمجھا کہ چند سطور لکھکر اس پر روشنی ڈالوں تاکہ آئندہ کوئی غلط فہمی نہ رہے کہ بعض خصوصیات کی وجہ سے اس لڑکی کو میں اپنی اولاد کے بعد (یعنی لڑکیوں) سمجھتا ہوں بایں وجہ کہ یہ اپنی بہنوں میں عمر میں بڑی ہے کم و بیش دو سال کی جو کہ عہدہ دار دل لڑکوں سے بیاہی گئی ہیں (نعیم نذر د باغ)

دوم - لڑکی کے بیوہ کا تعلق بوجہ چاندنی بیگم مرحومہ مرحمہ سرکار (یعنے والدہ بڑی صاحبزادی سرکار مرحوم یعنے نظام النسا بیگم مرحومہ مدفون در مکہ مسجد) میرے خاندان سے تھا جو کہ طبقہ شرفا سے تھیں۔

سوم - اس لڑکی کا شوہر جو ہے اس کا باپ واصف علیخان از طبقہ صاحبزادگان علاقہ صرف خاص ہے۔ لہذا انہیں وجوہات سے اس کو موتی و حویلی قدیم روشن بنگلہ بیرونی ڈیوڑھی تحفہ کچا پہنایا گیا۔ بعد عقد قبل مغرب۔ جہاں میری لڑکیوں کو پہنایا گیا تھا۔ گو نکاح مسجد جودی بیاہ ہوا تھا۔ جہاں آخری نکاح کاظم جاہ مرحوم و تقی جاہ ہر دو بھائی کا ہوا تھا۔ نظر بر آں ان ہی وجوہات سے میں اس لڑکی کو اس نظر سے دیکھتا ہوں جس کی وہ مستحق ہے۔

آخر میں یہ کہدینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ میں اس کے شوہر نظام علی خاں کو میسرم یا گولکنڈہ کی لڑکی نہیں دے سکتا تھا (بحیثیت زوجہ دوم) جو کہ اس لڑکے کیلئے موزوں [illegible] نہیں تھی (بس)۔

مگر یہ سنکر مجھے تعجب ہوا کہ میری لڑکی یعنے صاحبزادی عصمت النسا بیگم زوجہ نظام علی خاں جس کا حال میں سنگین آپریشن ہوا ہے اور جو کہ فرنانڈس کی کلینک میں ہے اپنے شوہر کو بھول [illegible] اور کہیں [illegible] جس چیز کو باپ نے پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کام انجام دیا تھا (یعنے عقد دوم) یہ بروقت ہوا اور سب کے حق میں مفید ہوا۔ میرے خیال میں یہ دیکھو کبھی میری لڑکی نے یہ سمجھ کی بات تھی کہ انسان کی جان کی یا عزت کی حفاظت [illegible] ضروری ہے۔ بقول جان ہے تو جہان ہے۔ ورنہ سب ہیچ ہے کہ اس کا بدل نہیں ہے اس لئے انمول ہے۔

مرقومہ ۱۶/ نومبر ۱۹۲۰ء

منقول از نظام گزٹ

قطعہ

حنا کا رنگ بھی جو مثل خون تھا ؏ مبارک آج یہ کیسا شگون تھا
بہ بیٹی کربلا باب نجف بھی ؏ مرا سر آج یہ عثماں نگوں تھا

(آمدہ از نذری باغ) (لاشک فیہ)

قابل غور بیان ہیں۔ ہز رائل ہائینس ڈی کمانڈنگ افسر محلات پولیس

فرمایا بہ سلسلہ عقدِ دوم نظام علی خاں بہ بدرالنساء بیگم اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ سرکار نے جو کچھ حالات حاضرہ کو سامنے رکھتے ہوئے کام کیا ہے وہ ضرور قابلِ داد ہے۔ یعنی ایک طرف اپنی صاحبزادی عصمت النساء بیگم کی گری ہوئی صحت اور سنگین آپریشن رحم۔ دوسری طرف نظام علیخان کی موجودہ عمر کے مدنظر ہر فریق کے حق میں نہایت مفید تھا اور یہ کام کرکے سرکار نے اپنی وسعت قلب و نظر کا ثبوت دیا۔ حالانکہ عام طور پر کوئی شخص چاہے بڑے درجہ کا ہو یا چھوٹے درجہ کا اپنی بیٹی کی موجودگی میں اپنے داماد کا دوسرا عقد نہیں کراتا۔ مگر یہاں یہ سب دور از کار رفتہ چیزیں سرکار کے پیش نظر نہیں تھیں بلکہ اہم ضرورت تھی جس کو سرکار نے بلاپس و پیش وقت پر انجام دیکر دوسروں کو سبق دیا کہ وہ بھی اپنے معاملات میں اسی چیز کو پیش نظر رکھ کر کام کریں۔

یہ سنکر میں نے اون سے کہا کہ ان کا تبصرہ حقیقت پر مبنی تھا اور قابل غور اور کہا چنانچہ کئی مماثل اصحاب کا بھی یہی خیال تھا۔

بمصداق ” چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دو کار “

مرقوم ۱۶ ر نومبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

مہندی ہاتھوں میں جمائی کیسی ؛ دل میں بھی آگ لگائی کیسی
عیدِ اضحیٰ کی یہ کہتا ہے خرم ؛ سب نے یہ دھوم مچائی کیسی

(دیکھو) (آمدہ از نذری باغ)

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ
ترجمان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے ☆ خیر خواہ شاہ حق آگاہ ہے شیراز ہے
شیراز
ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی
لا فتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار

خطیب منبر سلونی ؑ
کا ارشاد مبارک ہے کہ شریف آدمی دیگروں کے دھوکے اور فریب میں آجاتا ہے

برقی میں اندھیر!

محکمہ برقی میں تو اُجالا ہی اُجالا ہونا چاہیے خصوصاً اس کے فنی شعبہ میں بجلی جیسی سرعت اور آفتاب جیسی روشنی ہونی چاہیے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ عظیم شہر حیدرآباد و سکندرآباد میں وہ رات شب قدر کہلانے کا باعث ہے جس رات وقفہ وقفہ سے کرنٹ فیل نہ ہوتا ہو۔ اور لاکھوں ہی عوام دوبارہ برقی روشنی کے انتظار میں اپنے کاروبار ملتوی کرکے بیٹھے نہ رہتے ہوں ــــ!

اگرچہ کہ صرف چار، پانچ منٹ یا اس سے بھی کم وقفہ کے لئے برقی روشنی منقطع ہوتی ہے لیکن یہ قلیل سے قلیل مدت بھی کیا نظر انداز کردینے جانے کے قابل ہے!؟ کیا اس وقت کی کوئی قیمت نہیں!؟ یہ وقفہ چاہے کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو، برقی روشنی کے اچانک انقطاع سے سینکڑوں خرابیوں، برائیوں اور نقصانات کے امکانات رہتے ہیں۔ اچانک اندھیرا ہو جانے کی وجہ سے چوری، سرقہ بالجبر، جیب کاٹ لینے، اور تصادم کے واقعات کا رونما ہونا، عین ممکن ہے۔ اس کے علاوہ بجلی کی طاقت سے چلنے والے کارخانے، سینما، پرنٹنگ پریس، اچانک معطل ہو جاتے ہیں، دواخانوں کے لفٹ معطل ہو جاتے ہیں خصوصاً اخبارات کے دفتر میں جہاں شب میں کام ہوتا ہے، تمام کاروبار ایک قلیل وقفہ ہی کے لئے سہی، لیکن معطل ضرور ہو جاتے ہیں صنعتی نمائش کے زمانہ میں ہر شب برقی رَو کا مسدود ہو جانا، یہ تو عرصہ سے ہمارے محکمۂ برقی کا معمول بن چکا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ زیادہ پاور کی سپلائی کی وجہ سے یہ خرابی پیدا ہوا کرتی ہے۔ اس خرابی کو دور کرنے کے لئے محکمۂ برقی نے سڑکوں کی روشنی میں کمی کردی ہے چنانچہ چادرگھاٹ کے پل پر اب دونوں جانب برقی گولے روشن کئے جانے کی بجائے صرف ایک ہی طرف روشن کئے جا رہے ہیں۔ اسی طرح دیگر سڑکوں پر بھی برقی گولوں کی کمی کردی گئی ہے اس کے باوصف برقی رَو کے اچانک انقطاع کا سلسلہ برابر جاری ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس خرابی کو دور کرنا محکمۂ برقی کے بس کی بات نہیں!؟ یہ خرابی بہرحال ناگزیر ہے یا محض فنی عملہ کی غفلت اور لاپرواہی اس خرابی کا باعث ہے محکمۂ برقی ایک ایسا محکمہ ہے جس سے کروڑوں عوام کا راست تعلق ہے۔ بالفاظ دیگر یہ ایک تجارتی محکمہ ہے جو عوام سے قیمت لے کر برقی طاقت فراہم کرتا ہے۔ اس لئے عوام کی جائز آسائش کا خیال رکھنا محکمۂ برقی کا اولین فرض ہے۔

ہمیں توقع ہے کہ محکمۂ برقی کے چیف انجینئر اس خصوص میں فوری توجہ فرماکر ان شکایتوں کا ازالہ فرمائیں گے

قطعہ

دم لے لیا ساغر نے بھی محفل سے نکل کر ‖ جان آگئی تن میں کفِ قاتل سے نکل کر
مجنوں کے پسِ پشت بھی کہتا ہے نظارہ ‖ لیلےٰ ہوئی دلشاد یہ محمل سے نکل کر

(آمدہ از نذری باغ)

توحید باری

از مولوی سید مصطفےٰ احسین صاحب (بنگلور)
ایم۔ اے علیگ واصفؔ

۱ اہلِ ایمان پہ انعام ہے جلوہ تیرا
قلبِ بینا کو ہے ہر وقت نظارہ تیرا

۲ انبیا تیری جلالت کی قسم کھاتے ہیں
مرتبہ بڑھتا ہے جب کرتے ہیں سجدہ تیرا

۳ تیری وحدت کا یقیں جن کو ہوا کرتا ہے
اُن کو مانع نہیں ہوتا کوئی پردا تیرا

۴ انبیا عقل کو انسان کی چونکاتے ہیں
ہے جو ذی ہوش وہی ہوتا ہے خدا تیرا

۵ صبغتہ اللہ سے ہیں اہلِ مودت رنگین،
تیری وحدت کی قسم رنگ ہے چوکھا تیرا

۶ تیرے عشاق شریعت سے نہیں ہٹتے ہیں
غیظ ان کو نہیں ہوتا ہے گوارا تیرا

۷ عبدِ مخلص ہی کو ملتی ہے رسالت تیری
جوشِ ایقان سے کرتا ہے وہ چرچا تیرا

۸ تیری مرضی کے مطابق وہ چلا کرتا ہے
حاکمِ نفس ہوا کرتا ہے بندہ تیرا

۹ دیکھ کر حضرتِ یوسفؑ کی محبت تجھ سے
پڑھ کر رہی آخر میں زلیخا تیرا

۱۰ تیری تسبیح نے ذوالنونؑ کو آزاد کیا
وحی کیا تھا اور مجھلی کو اشارہ تیرا

۱۱ دمِ عیسیٰ سے ہوئی اس لئے لوگوں کو شفا
دم بھرا کرتے تھے ہر وقت مسیحا تیرا

۱۲ تو نے قرآن محمدؐ پہ کیا ہے نازل
تو احد ہے تو یہ بندہ بھی ہے یکتا تیرا

۱۳ واقعی احمدِ مرسلؐ نے بڑا کام کیا
ذاتِ حیدرؑ میں ملا ان کو سہارا تیرا

۱۴ مرتضیٰؑ بھائی تھی نصرت نے انہیں شاد کیا
مل کے دونوں نے کیا کام بھی اعلیٰ تیرا

۱۵ دیکھ کر احمدؐ و حیدرؑ کی محبت تجھ سے
کفر مٹنے لگا، ہونے لگا چرچہ تیرا

۱۶ فضل سے تیرے ہوا جسکو بھی عقبیٰ کا خیال
کام کر جاتا ہے دُنیا میں وہ بندہ تیرا

۱۷ جو علیؑ کا ہے محب عاملِ قرآن بھی ہے
شیعۂ نفسِ پیمبرؐ ہے شناسا تیرا

۱۸ ہے جو شیدا تیرے علیؑ ہے وہی شیدا نبیؐ
اور جو شیدا ہے نبیؐ کا ہے وہی شیدا تیرا

۱۹ حُبِ حیدرؑ نے جسے نورِ بصیرت بخشا
شکر کو چھوڑ کے کرتا نہیں شکوہ تیرا

۲۰ صبرِ ایوبؑ نے گو دین کو قوت بخشی
صبرِ شبیرؑ سے پورا ہوا منشا تیرا

۲۱ تیرے تیراں کے عاشق تھے حسینؑ بن علیؑ
نوکِ نیزہ پہ بھی کرتے رہے چرچا تیرا

۲۲ میر عثمان علی پر جو ہے احسانِ علیؑ
ہیں وہ عثمان علی، طفیل ہے مولا تیرا

۲۳ تیری توفیق سے ہیں عارفِ حق شبیرؑ
بالیقیں آصفِ سابع پہ ہے سایہ تیرا

۲۴ واصفِ مہدیٔ دین پر بھی توجہ ہے تیری
اس کو سیراب کیا کرتا ہے دریا تیرا

از جعفر عابدی متعلم پی۔یو۔سی۔

حفاظتِ دین

یزیدی ظلم وستم کا سلسلہ صرف کربلا اور حسینؑ تک محدود نہیں بلکہ اہلبیتؑ کی واپسی مدینہ تک یہ دور برابر یکساں طریق سے چلتا رہا ــــــ تشدد کا وسیع سمندر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک پھیلا ہوا تھا۔ یزید اس سمندر کی سطح پر کھڑے ہو کر حق و انصاف کی پھیلتی ہوئی لہروں کا مسکرا مسکرا کر مذاق اڑا رہا تھا جو اپنا سلسلہ مسلسل قائم رکھے دنیاوی ہوا کے جھونکوں سے کھیل رہی تھیں۔ ایک لہر کے خاتمہ پر دوسری لہر کے وجود سے یہ صاف ظاہر تھا کہ کڑیوں کا سلسلہ منقطع نہیں بلکہ قائم ہے۔ جسطرح سمندر میں پھیلی ہوئی لہروں کا تعلق ایک دوسرے سے پایا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ واقعات مسلسل ایک مقصد کی حفاظت اور تکمیل کے لئے پے در پے عمل میں آتے جارہے تھے اور مقصد تھا ــــ "حفاظت دین"۔

فنا کے بعد کسی نئی چیز کا وجود لازمی ہے مثلاً کسی چیز کو برباد کرنے کے بعد وہ برباد شدہ چیز نئی شکل اختیار کر کے اپنا وجود برقرار رکھتی ہے سائنسی اعتبار سے دو اقسام کو یکجا کرنے سے نیا مادہ جنم لیتا ہے اگر ہم کسی شہر کو بم Bomb سے برباد و فنا کر دیں تو بعدہٗ وہ شہر برباد و فنا ہو کر اپنی فنا کی شکل میں بستا ہے یعنی بم اور شہر دو اقسام کے تصادم پر نئی حالت کا وجود قائم ہوا ــــــ کربلا میں یزید حسینؑ کو فنا کرنا چاہتا تھا اور حسینؑ خود فنا ہو کر دین بچانا چاہتے تھے چنانچہ یزید ــــ اور حسینؑ : : ظلم ــــ اور ــــ صبر ــــ کے اس تصادم کا نتیجہ دین کی محافظت کی صورت اختیار کر گیا۔ حسینؑ گلشن حیدریؑ کو فنا کی نذر کر کے ان محمدیؐ اصولوں مصطفوی شرائطوں اور احمدی ہدایتوں کو سرسبز و شاداب کرنا چاہتے تھے جو اسلام پیش کر رہا تھا اور یہ تھا فنا و آبادی کا تصادم میں ــــ حسینؑ اور یزید کے تصادم میں ــــ حق اور ناحق کے تصادم میں ــــ منشائے حسینی نے تشدد کے سمندروں پر غلبہ پا ہی لیا۔ اور یزید کی مسکراہٹوں اور امیہ اقتدار کے تبسموں کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نیست و نابود کر دیا۔

حق کی پیروی کرنے والے اپنے انجام سے نہیں ڈرتے کہ ان پر کیا ظلم ہونے والا ہے اور کن کن مصیبتوں کا سامنا لاحق ہے چنانچہ حسینؑ بغیر لیس پیش میدان میں نکل آئے جبکہ یزیدی طاقتیں چاروں سمت سے اپنا گھیرا ڈالے حق کا محاصرہ کئے کھڑی تھیں ــــــ حسینؑ ابو لید بن عتبہ حاکم مدینہ کی کارروائی سے واقف ہو گئے تھے کہ یزید کیا چاہتا ہے۔ وہ صرف حسینؑ کی بیعت چاہتا تھا کہ حسینؑ کی بیعت سے اسلام کو ــــ شریعت کو ــــ ایمان کو ــــ اور قرآن کو خریدنا چاہتا تھا وہ بخوبی واقف تھا کہ عالم اسلام میں حسینؑ ہی کی یہ واحد شخصیت ہے کہ جو اسلام ایمان اور قرآن کی محافظت کئے ہوئے ہے جب ہی تو اس نے شدت کیساتھ حسینؑ سے اپنی بیعت طلب کی ــــــ ورنہ کوئی سبب نہیں بنی ہاشم کے علاوہ عبدالرحمٰن ابن ابابکر عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ بن زبیر ــــــ تمام کے ہوتے ہوئے صرف اور صرف حسینؑ سے بیعت طلبی ہو۔ وہ واقف تھا سورج کو اس کی شعاعوں سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا اسی لئے وہ بیعت حاصل کر کے پردہ صورتوں کو اپنے تابع کرنا چاہتا تھا لیکن ناتجربہ کار یزید واقف نہ تھا وہ آسمان کو اس کی بلندی سے نیچا نہیں کیا جا سکتا۔ حسینؑ اس مقام پر تھے جہاں سے حسینؑ کو لانا یا جہاں تک یزیدی طاقتوں کا پہنچنا ناممکن تھا ــــــ یزید نے چند سونے چاندی کے سکوں سے ہیرے جواہرات کے ٹکڑوں سے مصطفیٰ کا دین حاصل کرنے پر کمر باندھی تھی! تو دوسری سمت حسینؑ ــــ اپنے خون کے آخری قطرے کو نچھاور کر کے محمدؐ کے دین کو امیہ کی دست نگری سے بچانا چاہتے تھے ــــ حسینؑ جانتے تھے ــــ امیہ نسل کو ــــ ان کے نقلی ایمان کو ــــ فرضی اسلام کو ــــ وہ واقف تھے یزید اسلام کو کھلونا بنا کر کھیلنا

چاہتا تھا اور وہ اس کھلونے کو حسینؑ سے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے کہ وہ سمجھتا تھا خود اسلامی شہنشاہ ہونے کے باوجود اسلام صرف حسینؑ کے یہاں ہے۔ حسینؑ کا وجود اسلام کا وجود ـــ حسینؑ کی زندگی اسلام کی زندگی اور حسینؑ کی آزادی کے معنی اسلام ہمیشہ زندہ رہے گا ـــ یہی وہ کھٹکا تھا جو اموی دلوں میں ہمیشہ کھٹکتا رہا اور اسی کھٹکے .... کو ختم کرنے ۶۱ھ کا عظیم واقعہ کربلا کے بیابانوں میں رونما ہوا۔ اگر آپ حسینؑ کی روحانی قوت کو نہیں مانتیں تو بھی حسینؑ مدینے ہی میں جان گئے تھے کہ یزید آپ کے خون کا پیاسا ہے۔ ولید کی کارروائی کے بعد خانہ کعبہ میں ۳۰ آدمی مقرر کرکے حسینؑ کے قتل کی دوسری سازش سے فریب کا پردہ اور دھوکہ کا نقاب اٹھ چکا تھا حسینؑ اگر دنیاوی عیش و آرام، راحت و مسرت، خوشی اور شادمانی کے خواہاں ہوتے تو بیعت کر لیتے اور سکون و آرام کی زندگی بسر کر سکتے۔ اگر حسینؑ اگر اقتدار کی ہوس میں نکلے تھے تو یزید سے جنگ کرتے نہ کہ سفر کے بہانے مدینے کو الوداع کہتے۔ بظاہر مکہ اور کوفہ [illegible] شکل میں پھنس چکا تھا مگر حقیقی رسولؐ اللہ کے نواسے کی آواز پر لبیک کہنے والے تھے ضرور لیکن اصول مذہب کے پیرو زندگی کو موت سے زیادہ عزیز نہیں رکھتے ـــ حسینؑ ایک راہ اختیار کر چکے تھے اور پھر اس راہ سے ہٹ کر چلنا نہیں جانتے تھے۔ پے در پے انجام سے باخبر یہ قافلہ آگے بڑھتا ہی گیا۔ مسلم ابن عقیل مکہ میں بے گناہ و بے خطا قتل کر دیئے گئے۔ کوفیوں کی دھوکہ بازی کا یہ کھلا ثبوت تھا جو حسینؑ کے لئے کافی تھا کہ وہ اپنے قیمتی خون کے بہاؤ کے بجائے اپنی راہ سے ہٹ جاتے یا کوئی دوسری صورت اختیار کرتے لیکن اسد اللہ کے پسر کا مقصد یزید سے جنگ لڑنے یا اقتدار پانے کا نہیں تھا بلکہ وہ محمدی اصولوں کو مستحکم ـــ اسلام کو تمام اور شریعت کو زندہ رکھنے آگے بڑھ رہے تھے اور ان اصولوں نے ـــ حق اسلام نے ـــ شریعت نے ـــ حسینؑ سے زندگی طلب کی تب بھی علیؑ کے فرزند نے حق پر اپنا خون نچھاور کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ حسینؑ واقف تھے اسلام امیہ کے زیر اثر کتنے زخم کھا چکا ہے امیر معاویہ نے ایمان تلے جنگ صفین میں قرآن کو نیزوں پر بلند کر دیا تھا

اور یزید شاید کیا کچھ نہ کرتا ـــ ؟ حسینؑ نے اپنے سر کو نیزہ کی بلندی پر چڑھانا قبول کر لیا لیکن قرآن کی عظمت کو منزلت کے درجے سے گرنے نہ دیا بلکہ نوک نیزہ سے کلام مجید کی افضلیت سنانے لگے!

حرؑ بن یزید ریاحی نے کربلا کے بیابانوں میں سب سے پہلے حسینی قافلہ کے درمیان حائل ہو کر لگام تھام لی اور حسینؑ سے وہی بیعت کا سوال پیش آیا۔ حسینؑ اس وقت صرف ۷۲ نہیں بلکہ بہت سارے ساتھیوں کے ساتھ تھے۔ چاہتے تو حرؑ کو موت کے گھاٹ اتار دیتے اور فوج مرتب کر کے آگے بڑھتے لیکن حسینؑ کے نزدیک انسانی خون کی قیمت بہت زیادہ تھی۔ جب ہی تو اپنے ساتھ آئے ہوئے لوگوں کو واپس کرتے گئے اور جنگ کو صرف اپنی ذات سے وابستہ کر لیا۔ حسینؑ چاہتے تو حر کے لشکر کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے کربلا کے سنسان میدان میں سلا دیتے لیکن برخلاف اس کے آپ نے حرؑ کے لشکر کو پانی دیا۔ پانی سے جتنا بھی جانوروں کی پیاس بجھائی [illegible] خیموں میں [illegible] ـــ اس انوکھے انداز سے حرؑ کی گردن جھک گئی اور شرمندگی سے وہ پانی پانی ہو گیا اور یہی شرمندگی تھی کہ حرؑ حسینؑ کو گرفتار کرنے جا کر خود آپ کی محبت میں اسیر ہو گیا اور یزید کے مخالف ایسی جنگ لڑی کہ "کردار حسینی" دنیا کیلئے ایک معجزہ بن کے رہ گیا۔

آپ کی امن پسندی کی دوسری مثال کربلا میں فرات کے کنارے ملتی ہے جب کہ نہر کے کنارے سے آپ کے خیمے اٹھانے کی زبردستی کی جا رہی تھی کربلا میں کوئی دوسرا مقام تری کا ایسا نہ تھا جو حسینؑ کنارہ چھوڑتے اس کے باوجود فوج مخالف سے برابر خیمہ اٹھانے کا اصرار کیا جانے لگا۔ صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا عباسؑ کی تلوار مچلنے لگی اور جب جلال حیدری کو غیظ آ گیا تو حسینؑ آگے بڑھ گئے بھائی کا ہاتھ روک لیا۔ امن تو قائم ہو چکا لیکن حسینؑ اپنے انجام سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے اس کے باوجود سچائی پر گامزن رہنے والے سچے سردار نے اپنا راستہ نہیں چھوڑا اور یزید کی طاقتوں کے ٹکڑے کر دنیا کو بتلا دیا کہ ـــ سچ کو جھوٹ ـــ

حق کو ناحق اور عدل کو ناانصافی میں نہیں تبدیل کیا جا سکتا
حقیقت کو یزید سونے چاندی اور جواہرات کی تہہ
میں نہیں چھپا سکتا۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ ایک بیعت کے حاصل کرنے کی
کوشش میں یزید کو کتنی انسانی جانیں بھینٹ چڑھانی
پڑیں اور تاریخ اس حقیقت کو بھی واضح کرتی ہے کہ
حسینؑ کا مقصد جنگ نہیں بلکہ انہوں نے صرف لفظ جنگ
سے سہارا لیا۔ اگر حسینؑ جنگ چاہتے تو سب سے
پہلے مدینے ہی سے ایک فوج مرتب کر لیتے لیکن حسینؑ
نے سفر کے بہانے مدینے کو چھوڑا پھر بھی اس سفر
میں حسینؑ کے ساتھ بہت سارے عرب شریک تھے
اور یہ سب لالچی۔ حرص و طمع کی خاطر کیوں نہ
کربلا میں جنگ کرتے لیکن حسینؑ نے کربلا پہنچتے ہی
اپنے "مقصد" سے آگاہ کیا اور انجام سے باخبر کیا
کہ وہ کربلا میں شہید کر دئے جائینگے اور فتح یزید
کی ہوگی ــــ بہت سارے لالچی اور دنیاوی انسان
حسینؑ کا ساتھ چھوڑ کر واپس ہو گئے وہی بچ گئے
جن کے نزدیک دین، دنیا سے بڑھ کر تھا۔ تو بھلا کوئی
جنگ کرنے والا چاہے اس کو کتنی ہی بار سہی کیوں نہ ہو
اپنی شکست کا اقرار کر لیتا ہے لیکن حسینؑ نے کیا اور
اس لئے کیا کہ حسینؑ کا مقصد جنگ یا فتح سے نہیں تھا
بلکہ وہ تو کوئی اور "مقصد" کی تکمیل کر رہے تھے تب عاشور
اپنے مقصد سے آگاہ کر کے اپنے ساتھیوں کو رخصتی کا پروانہ
عطا کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ حسینؑ ــــ اللہ سے
کیا ہوا وعدہ وفا کر رہے تھے اور وہ وعدہ تھا "مقصد" (رضائیت)

بانیٔ اسلام اسلامی حمیت دیکھ لے
کتنے زخم آئے ہیں پیرزہ تصویر کر
کربلا والے "وفائے عہد" میں مارے گئے
یہ جری کشتے نہیں ہیں نیزہ و شمشیر کے (علامہ نجم آفندی)

دوسرا ثبوت یہ ہے کہ جب یزیدی فوج نے ملکر
حملہ کیا تو حسینؑ کو ضروری نہ تھا کہ وہ اپنے سپاہیوں کو
ایک ایک کر کے میدان میں بھیجیں۔ ۷۲ ہی سہی حسینؑ
سب کو ایک ساتھ لیکر جنگ لڑ سکتے تھے لیکن جب مقصد خود
کو شکست دے کر ابدی فتح حاصل کرنا تھا تو بھلا وہ
ایسا کیوں کرنے لگے۔ حسینؑ واقف تھے اپنے جوش شجاعت
سے انھیں علم تھا اگر پورے بہتر ملکر یزیدی لشکر پر ٹوٹ پڑیں

اور یزیدی افواج عالم یکجا ہو کر بھی مقابلہ کیلئے آئے تو فتح حسینؑ
کی ہوگی ـــــــ ! حضرت عباسؑ کو کربلا والے نے مرتے
دم تک جنگ کی اجازت نہیں دی ـــــ وہ واقف
تھے حیدری شجاعت سے ـــــ واقعات خیبر و خندق
سے ـــــ جلال علی و ابن علیؑ ـــــ ! حسینؑ نے حضرت
عباسؑ کو حضرت سکینہؑ کی پیاس کی جانب متوجہ کر دیا
میدان میں اس کو ایک سپاہی اور علمدار کی حیثیت سے
نہیں بلکہ ایک سقہ اور بہشتی کی حیثیت سے روانہ کیا
تاکہ عباسؑ کا منشاء اور توجہ منقطع ہو جائے وہ جنگ کی جانب
کم اور مشک کی جانب زیادہ دھیان دیں ـــــ چنانچہ
ایسا ہی ہوا۔ حضرت عباسؑ جنگ لڑنے بھی نہیں پائے
تھے کہ مشک چھد گئی اور عباسؑ کی امیدیں اور مقصد زندگی
(یعنی جناب عباسؑ کے اصولوں کے لحاظ سے خدمت اہلبیتؑ)
فنا ہو گئی۔ پانی خیمے تک نہیں پہنچا نے کی شرمندگی میں
جنگ سے زیادہ اپنی زندگی کو ختم کرنے پر مجبور ہو گئے۔
اگر حسینؑ کا مقصد جنگ سے تھا تو وہ ایک بہادر سپاہی
شجیع فدائی اور عاشق بھائی کو مشکیزے خاک و خون
میں لوٹتے نہ دیکھتے۔ جنگ تو ایک بہانہ تھی جس کی تہہ میں
وہ "مقصد کی دنیا" آباد تھی ـــــ حسینؑ نے لڑائی میں
شکست اور مقصد میں کامیابی حاصل کی اور وہ ـــــ
مقصد تھا "حفاظت دین" !

رفقا ختم ہو گئے عزیزوں نے جام شہادت نوش کر لیا۔ زینتؑ کے لال قربان
ہو گئے۔ قاسمؑ ابن حسنؑ کی لاش پامال ہو گئی۔ عباسؑ شانے کٹا کر فرات
کا کنارہ بسا چکے۔ علی اکبرؑ نے سنان کے خونخوار نیزہ کو سینے پر لیا
علی اصغرؑ آغوش پدری میں حرملہ کا دیا ہوا پیالہ آب نوش کرتے کرتے
بھی نوش کر گئے ـــــ علیؑ کا گھر تاراج ہو گیا۔ محمدؐ کا گلشن ویران
ہو چکا۔ فاطمہؑ کا لہلہاتا باغ خزاں کے حوالے کر دیا گیا جس میں بہار
نہ آسکتی تھی ـــــ حسینؑ کی شہادت کے بعد بین ہونے والے تھے پردہ
کے کھڑے تھے زینبؑ و ام کلثومؑ کی چادریں بدا گئیں سجادؑ کا ضعف اور
مبارک عمر کے طمانچے اور سکینہؑ کے گال زندان کی موت کچھ بھی زیادہ کا دربار شام
بازار یزید کا اہتمام حسینؑ کانپنے لگے۔ ان حالات کے مد نظر چاہتے تو کوئی دوسری
راہ اختیار کر سکتے تھے لیکن سیدہؑ کے لال نے دین کی خاطر مظالم کا سہارا لینا
کا ارادہ کر لیا تھا ـــــ اور تن من دھن کی فکر کئے بغیر اس ارادہ پر اٹل رہے۔ اب
سوال یہ رہ گیا کہ حسینؑ کو اپنی زندگی یا دین کی حفاظت کرنا کیوں ضروری
ہو گیا نیز وہ کسی اور طرح یعنی فتح حاصل کر کے دینی اصولوں کو برقرار رکھ سکتے تھے
تو اس کا جواب کربلا کی فضا سے تعلق رکھتا ہے فتح حاصل کر کے فاتح ہو جانا آسان لیکن شکست
کے در پردہ فتح حاصل کرنیکا راز صرف اور صرف حسینؑ جانتے تھے ـــــ !

مختصر کہ دین کی حفاظت میں اس شہزادے نے سب کچھ لٹا دیا۔ ہرگز یہ راحت و آرام تھا کہ خود کو زیر تیغ کر کے حسینؓ نے ان ہتھیاروں کو اسلام پر سے ہٹا دیا جو مسلسل دین کو کلائی کرتے آ رہے تھے۔ فرض دین کی حفاظت یا دین کی برتری۔ غلامان محمدؐ کے اس نواسہ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دئے جس کو دین والے جان کر بھی انجان ہوئے جاتے ہیں۔

حمد

از محترمہ سعید النساء صاحبہ بنت مولوی محمد امداد علی صاحب تعلقدار مرحوم ملا قیادت طوب سالار جنگ مغفور

ذرہ کے آئینۂ دل میں نہ کیونکر ترا خیال
ظاہر ہے ذرہ ذرہ سے ہر بار ہے ترا جمال

اور رشتگی سے ہر ایک شے کا ہے ظہور
شانِ ترنگی سے عیاں ہے ترا جمال

جن کو ملی ہے دولت دنیا وہ ہیچ ہے
ہیں خوش نصیب جن کو ہو حاصل ترا وصال

پایا تجھ کو وہ جو مٹائے گا اپنا آپ
اپنی خودی کے ساتھ ہے ملنا ترا محال

تو نے صفات سے عنایت کئے ہیں
کامل ہوا جو بندہ ہے یہ بھی ترا کمال

غافل نہ ہو ذکر سے غافل کبھی رہو
ورد زباں ہو نام سدا تیرا ذوالجلال

کوشش سے دل کے یاد سے تو کبھی نہ
ہو آخری نفس میں بھی مجھ کو ترا خیال

اے درد کا یہ دعا انتہا سے ہے کیا ہے
سا ہو جب ہے پیارا دل میں ترا خیال

رباعی

جس طرح تھی ساری حقیقت علم خالق میں نہاں
ہو گئی استعمال سے ظاہر وہ عالم بے گماں
فصل ہے اپنے اثبات سے نشاتِ وجود
خلق کی کثرت میں وحدت حق کی ہوتی ہے عیاں

شہادت عثمانؓ کا پس منظر

[illegible]

فاضل نواز جنگ کے اعزاز میں عشائیہ

حیدرآباد ۱۵ نومبر۔ آج رات کے نو بجے جناب مولوی سید مصطفیٰ حسین صاحب مگر اعزازی نواب عقیل جنگ و نواب [illegible] یار جنگ بہادر نے جدید اسمبلی میں خطیب اور مولوی [illegible] صاحب قبلہ نواز جنگ کے اعزاز میں ایک پرتکلف عشائیہ ترتیب دیا۔ یہ [illegible] افراد پر مشتمل تھا جن میں قابل ذکر نواب [illegible] علی خاں صاحب، پروفیسر مولوی سید یوسف علی صاحب مہتمم [illegible] سٹی کالج، نواب محمد افضل علی خاں صاحب (نور الامرائی) نواب سید زین العابدین خاں صاحب (صارم الملکی) مولوی سید لطف الدین [illegible] مولوی سید سعود حسن صاحب، مولوی سید مرتضیٰ حسین صاحب [illegible] نواب سید عباس علی خاں صاحب (بی۔ اے) نور الامرائی ہیں۔

این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد

حیدرآباد۔ یہ خبر نہایت حزن و ملال کے ساتھ سنی گئی کہ [illegible] نامہ [illegible] ذریت مولوی سید ظہیر الدین صاحب متوطف چیف سکریٹری باب حکومت سرکار عالی نے زندان پاکستان میں [illegible] اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم کیو انسٹ [illegible] کے حامی تھے۔ مرحوم [illegible] نواب محسن الملک مرحوم کے خاندان سے تھا۔ آپ مولوی [illegible] حسن صاحب تعلقدار کے نواسے تھے۔ ۱۶ نومبر کو صبح کے [illegible] بجے آپ کے ایصال ثواب کے لئے مجلس عزا بہ عنوان سوم دار السلام [illegible] منعقد کی گئی۔ خدا مرحوم کو غریق رحمت کرے اور [illegible] صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

بزم سعدی

[illegible]

نوابادہ [illegible]

[illegible] خاطر حالی را [illegible] می سازد

روز [illegible] نوامبر ۱۹۶۰ء میلادی ساعت [illegible] جلسہ بزم سعدی ایران [illegible] محترم آقای [illegible] منعقد [illegible] آقای حسین کاظمی [illegible] شاعری [illegible] آقای [illegible] قرائت [illegible] دار الفنون [illegible] [illegible] شاعرہ [illegible] شروع خواہد شد تقاضا و انتظار دارد کہ جناب عالی با تشریف آوری خود [illegible]

مصرع [illegible] قسمت [illegible] بیار تو باشم قافیہ بیار۔

معتمد بزم سعدی	منجانب	[illegible]
قمر ساحری	صمصام شیرازی	[illegible]
	مدیر شیرازہ	[illegible]

غزل

بطرح مصرع بزم سعدی

"زہی قسمت کہ بیمارِ تو باشم"

از سید صمصام شیرازی

بدنیائے ولا یارِ تو باشم
زبد خواہانِ اغیارِ تو باشم

بلانوش قدح خوارِ تو باشم
ہمیشہ مست و خمارِ تو باشم

سراپا محو دیدارِ تو باشم
فدائے روئے گلنارِ تو باشم

عجب دارم ہست از رخ کہ کنم پاک
نمی خواہم کہ آزارِ تو باشم

بہارِ گلشنِ ہستی تو ہستی
چو بلبل وقفِ گلزارِ تو باشم

خدا شاہد مسیحائی زبانی
زہی قسمت کہ بیمارِ تو باشم

خریدارِ دل و جانم توئی تو
خوشا من جنسِ بازارِ تو باشم

بسوی دشمنانت گر کنم رخ
بکیشِ من گنہگارِ تو باشم

دریں دورِ خلفشار و وفا سوز
خدا خواہد کہ غمخوارِ تو باشم

گلشنِ اطفال



نیکی

از سیدہ طاہرہ بیگم

نیکی کی دو حرفوں میں تعریف یہ ہے :- "برائی کی ضد" نیکی کا واضح مفہوم اپنی ذات سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا ہے۔ سقراط کا قول ہے
"نیکی خود اپنا صلہ ہے"
فرشتوں کو برائی پر قدرت نہیں یعنی انکی خلقت ہی نیکی پر ہوئی ہے۔ لیکن انسان برائی پر قدرت رکھنے کے باوجود جب صرف نیکی کرتا ہے تو ایسا انسان حقیقت میں اشرف مخلوق ہے اور فرشتہ سیرت ہے۔ نیکی پیغمبروں کی صفت ہے اور اولیا اللہ کا طریقہ ہے نیکی کے بارے میں باب مدینۃ العلم حضرت علی علیہ السلام کے کئی اقوال ہیں جنمیں سے چند یہ ہیں :-

۱۔ نیکی کبھی نہیں مرتی
۲۔ نیکی سے ایک آزاد انسان ہمارا تابع فرمان ہو جاتا ہے
۳۔ انسان کا مقصد زندگی نیکی کی تلاش ہے
۴۔ ایک انسان کی قیمت اسکی نیکیوں پر منحصر ہے
۵۔ نیکیوں سے محبت کرو، خواہشات سے محبت نہ کرو۔

نیکی کے متعلق ہمارے سرکار اعلحضرت حضور نظام کے کئی اشعار ہیں جو اس قابل ہیں کہ ہمیشہ ورد زبان اور مشعل راہ بنائے جائیں۔ چند شعر یہ ہیں :-

نازد نیکی بود حاصل کردار ہمین
نیست از بہر کسی من تو شرافت نسبت

یعنے شرافت، نسب سے نہیں ہے بلکہ نیکی اور اچھے کردار سے ہے

شرط اینست کہ دل پاک و مصفا باشد
ہر قدم بر رہ توفیق شا لنت دار

دل نیک اور پاک ہو تو ہر قدم پر خدا کی توفیق شامل حال رہتی ہے

بچو! ہمارے سرکار اعلحضرت حضور نظام کی نیکیاں ایسی ہیں جو تاریخ میں جلی حرفوں میں لکھی جائینگی حضور نظام کی نیک زندگی ہمارے لئے ایک سبق۔ نشان منزل ہے ہم کو چاہیئے ہم حضور نظام کی نیک زندگی سے سبق حاصل کرکے خود بھی نیک بن جائیں

حضور نظام کی نیکیوں کے مختصر تذکرے کے لئے بھی ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ حضور نظام نے طلباء کے لئے

جو ٹرسٹ قائم فرمایا ہے اور خانہ زادوں کی سرپرستی کر کے ان کو جو اعلےٰ تعلیم و تربیت دے رہے ہیں یہ انسانیت کی حقیقی خدمت ہے ۔ اپنی ذات سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی یہ ایک اعلیٰ ترین مثال ہے یہ ایک ایسی نیکی ہے جس کا اثر نسلاً بعد نسلاً باقی رہنے والا ہے ۔ نیک انسان کبھی چاپلوسی کو پسند نہیں کرتے ۔ ہمارے سرکار کو بھی چاپلوسی پسند نہیں ۔ وہ نیکی محض نیکی کے لئے کرتے ہیں کیونکہ نیکی خود اُس کا صلہ ہے ۔ وہ نیکی کسی تعریف یا شہرت کے لئے نہیں کرتے اور یہی ان کے نیک تر بن ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے ۔

ایرانی گلی

مجالس عزا

بتم جمادی الثانی سنہ ۱۳۸۰ھ م ۲۱ر نومبر سنہ ۱۹۶۰ء دوشنبہ سے ۱۰ر جمادی الثانی م ۳۰ر نومبر سنہ ۱۹۶۰ء چہارشنبہ تک دس مجلسیں شام کے (۷) بجے بغرض ایصال ثواب حضرت قبلہ گاہی عالیجناب مولوی سید عبداللہ صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہٗ و حضرت والدہ صاحبہ اعلیٰ اللہ مقامہا ۔ دیگر مرحومین مقرر ہیں جس میں فخر الواعظین عالی جناب مولانا مولوی سید کلب عابد صاحب قبلہ مجتہد لکھنو بیان فرمائیں گے شرکت مجالس سے کمترین کو ممنون فرمائیں ۔

المدٗ سید کاظم حسین واثق عفی عنہ

نوٹ :۔ مجلس ٹھیک (۷) بجے بعد مغرب شروع ہو جائے گی ۔

علی باور منزل — بازار نور الامراء

مجالس عزا

۱۴ر نومبر سنہ ۱۹۶۰ء لغایتہ ۲۳ر نومبر سنہ ۱۹۶۰ء م ۲۴ر جمادی الاول سنہ ۱۳۸۰ھ روز دوشنبہ لغایتہ ۳ر جمادی الآخر سنہ ۱۳۸۰ھ روز چہارشنبہ بوقت ۶½ ساعت مغرب مقرر ہیں عمدۃ الذاکرین شمس الواعظین مولانا مقتدانا حضرت سید ابن حسن صاحب قبلہ نونہروی ذکر فضائل و مصائب بیان فرمائیں گے مستدعی ہوں کہ تشریف لاکر خود ثواب اور مجھے رہین منت فرمائیں گے

افضل علی خاں

غزل

از جناب سید سرفراز حسین صاحب خبیر لکھنوی
صدر انجمن یادگار دبیر



خلوص دل جو شریک نیاز ہو جائے
نوائے ساز حقیقت نواز ہو جائے

نظر یقین کی تا حدِ ناز ہو جائے
بلند اپنی نگاہِ نیاز ہو جائے

اگر مجاز و حقیقت میں ساز ہو جائے
نیاز آئینہ پرواز نیاز ہو جائے

ابھی یہیں سے نکل جائیگا یہ اے شیخ
ذرا سی دیر کو ختم جواز ہو جائے

بڑا مزا ہو قیامت کے روز اے واعظ
کسی کا قہر جو رحمت طراز ہو جائے

وہ سب کے سامنے دل میرا چاک کرتے ہیں
میں ڈر رہا ہوں نہ افشائے راز ہو جائے

ہوا ہے یہ دلِ آشفتہ حال کا عالم
کہ جس طرح کوئی بے ربط ساز ہو جائے

مجھے یقین ہی آتا بھی ہو تو موت آئے
اگر کچھ اور شبِ غم دراز ہو جائے

ہیں جتنے بندے پھر اتنے خدا نظر آئیں
خدائی اس کی اگر خانہ ساز ہو جائے

نہ کام آئیں دعائیں مگر غرض تو یہ ہے
نصیب خوب و بدِ بے نیاز ہو جائے

وطن کی چھاؤں سے غربت کی دھوپ بہتر ہے
سکونِ دل جو مسافر نواز ہو جائے

اُسے نصیب ہو معراج بندگی کی خدا
جو بندوں میں کوئی بندہ نواز ہو جائے

ملے جو نشیب میں کیفیت شباب خبیر
تو ایک سجدہ میں پوری نماز ہو جائے



امریکہ کا اجتہادی شاعر اور مصوّر
کمنگس

۶۵ سالہ کمنگس اپنی قسم کے واحد شاعر ہیں جو انفرادیت پسند ہی نہیں بلکہ شعر و شاعری اور مصوری میں اجتہادی درجہ بھی رکھتے ہیں ۱۹ ویں صدی کے دوران میں امریکی شاعروں میں [illegible] کو جو مقام حاصل تھا وہی مقام کمنگس کو اس صدی میں حاصل ہے

وہ شخص جس نے موجودہ صدی کی نہایت پُرزور، بے باک [illegible] خوبصورت، بے ڈھب، تجربانی، ہیجان انگیز، ناقابل فہم (بعض لوگوں کے لئے) قابل تعریف اور نزاعی نظمیں لکھی ہیں۔ پست قد، دبلا پتلا [illegible] اور خاموش طبع شاعر ہے جو قریباً (۳۰) برس سے گرین وچ ٹاؤن کی ایک گلی میں واقع ایک پرانے مکان کی نچلی منزل [illegible] پذیر ہے ایڈورڈ ایسٹلن کمنگس (مختصر نام ای ای [illegible]) کے ہیں۔ جو موزوں ملکہ شکنی چہرہ میں ان کے بڑے بڑے حلقوں [illegible] نیا کو عجیب ڈھنگ سے دیکھتی ہیں۔ اپنی زندگی کے بیشتر حصے میں انہوں نے مصوری (خاص کر روغنی رنگوں سے) شعر و شاعری، ایک دو ڈرامے اور کچھ مضمون لکھنے کے سوا کچھ نہیں کیا۔ ان کے گھر میں نہ تو ریڈیو ہے اور نہ ٹیلی ویژن سیٹ۔ ان دونوں کو وہ جدید طرز زندگی کی "حماقت" تصور کرتے ہیں اسلئے نہیں کہ "لوگ دن رات ریڈیو [illegible] چالو رکھتے ہیں بلکہ اسلئے کہ وہ انہیں نہ تو صحیح معنوں میں سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔" ان کا کہنا ہے کہ "میں آج کل کچھ زیادہ پڑھتا [illegible] [illegible] میں اپنی تعلیم حاصل کر چکا ہوں۔" ان کا سارا وقت مصوری اور شاعری میں صرف ہوتا ہے۔ انکے دوستوں کی تعداد نہایت قلیل ہے [illegible] مکمل طور پر ان کی کوئی سماجی زندگی بھی نہیں۔ زندگی بھر وہ بالکل وہی کچھ کرتے رہے جو وہ [illegible] چاہتے تھے، بلکہ وہی کچھ تھا جو وہ کرنا چاہتے تھے [illegible] جو کچھ انہوں نے لکھا اس سے [illegible] میں تم دفعہ پھیلا۔ جب بھی کوئی ایڈیٹر اپنے کسی اخبار کے کسی بے جان حصے میں جان ڈالنا چاہتا ہے تو وہ اپنے کسی نامہ نگار کو [illegible] کمنگس سے [illegible] کے لئے بھیجتا ہے۔ [illegible] انعام دینے والی کمیٹی انہیں ہمیشہ نظر انداز کرتی آئی ہے۔ یہ سب کچھ کمنگس اپنے [illegible] ہلاکر رہ جاتے ہیں۔ وہ فخر سے کہتے ہیں کہ "یہ خدا کا عطا کردہ انفرادیت ہے"۔ اس درجہ بندی اور معیار بندی کے زمانہ میں کسی فرد کے لئے اس کی تشریح کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔ اگر امریکہ کے ۱۸ کروڑ لوگ زندہ رہنا چاہتے ہیں تو یہ ان کا خیازہ نکلنے کی دلیل بھی ہے لیکن "میں زندہ و بیدار رہنا پسند کرتا ہوں"۔ "فرد" کا لفظ انکی تحریروں و تقریروں میں عام آتا ہے۔ فرد انکی تمام شاعری کا لازمی جزو ہے۔ انکا کہنا ہے کہ "ایک شخص کو اسلئے پسند نہیں کرنا کہ وہ سیاہ فام ہے ویسا ہی توہین انگیز ہے جیسے کسی ایسے شخص سے محض اسلئے نفرت کرنا کہ وہ سفید فام نہیں ہے۔ فرد ایک بے مثل چیز ہے۔ [illegible] لوگوں کی طرح وہ فرد ہی نہیں"۔ کمنگس کے بہت سے دوستوں کو شبہ ہے کہ وہ اپنے دوسرے معاصر شاعروں اور مصنفوں کو بے جان سا سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کسی گروپ یا جیسے کہ وہ کہتے ہیں کسی "گروپ" کیساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہیں کیا۔ پیرس میں وہ [illegible] اور [illegible] جیسے فنکاروں، ماہرین موسیقی اور مصوروں سے ملے لیکن کبھی کسی حلقہ میں شامل نہیں ہوئے۔ ان کا کہنا ہے کہ "وہ لوگ [illegible] تبدیلیوں سے اخلاق سیکھنے والے [illegible] جیکلین لیس اپنی ذات تک ہی محدود ہوں۔ ان حالات میں یہ تعجب کا مقام نہیں کہ کمنگس [illegible] عقو [illegible] پسند کرتے ہیں۔ کمنگس کے تصور کے مطابق انفرادیت کا مطلب اپنی بے مثالی کو [illegible] حقیقت کو [illegible] [illegible] اس کا تحفظ کرنا اور اس کیلئے جد و جہد جاری رکھنا ہے۔ [illegible] "کلاسیکی" یا "نجی" کردار اور زندگی کے طریقہ کار میں۔

کمنگس آج بھی قریب قریب ویسے ہی ہیں جیسے ۱۹۱۵ء میں تھے [illegible] ہوکر نکلے تھے۔ اچھے خاصے تنہائی پسند تھے۔ ان میں [illegible] والوں کی خصوصیات پائی جاتی ہیں اسکی تہذیب کا آخری نمونہ ہے [illegible] اپنے [illegible] کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں اور [illegible] تنہائی [illegible] کم گوئی اور [illegible] چھپ رہنے کی صورت [illegible] ہے۔ [illegible] طور پر [illegible] انہیں اچھی طرح نہیں جانتے انہیں نفرت انگیز [illegible] خیال کرتے ہیں انہیں ان کے متعلق [illegible] بات مشہور ہے [illegible] اتنا ہی کتراتے ہیں [illegible] نوجوانی کے دنوں میں انہوں نے [illegible] اور ان کیلئے چندہ جمع کرنیکی کوشش کی۔ [illegible] ہی کمالک نے گھر کا دروازہ کھولا تو کمنگس بے ہوش ہو گئے۔ [illegible] ایک پہلو۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب کبھی وہ اپنے پرانے دوستوں کے حلقہ میں بیٹھتے تو آٹھ آٹھ گھنٹے تک [illegible] تھا بولتے رہنے کی قوت بھی رکھتے ہیں۔

جب انہوں [illegible] پیدا ہوتا ہے تو پہلے پتے کمنگس امریکہ کی [illegible] عمارتوں [illegible] سے [illegible] عظیم ترین شخص [illegible] کے دنوں میں [illegible] سال سے [illegible] فوج کی [illegible] سے بچ [illegible] کے دوران میں [illegible] "[illegible] Enormous Room" (لکھا جو ۱۹۲۲ء کے زمانے کا جنگ کے خلاف نہایت [illegible] ناولوں میں سے تھا) لیکن انہوں نے

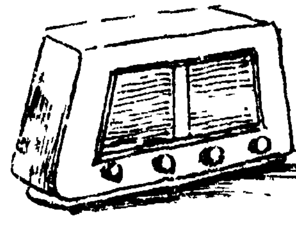
محسوس کیا کہ ان کے حقوق پر چھاپہ مارا جا رہا ہے اور فرانسیسی افسروں کے سوالوں کا جواب دینے سے انکار کر دیا۔ ان سے پوچھا گیا "کیا تم جرمنوں سے نفرت کرتے ہو؟" جواب ملا "نہیں میں فرانسیسیوں سے بہت محبت کرتا ہوں" حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ کمنگس جرمنوں سے نفرت کرتے تھے آج کل وہ سوویت یونین سے خاص طور پر نفرت کرتے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۳۱ء میں سوویت روس کا دورہ کیا تھا جو کچھ وہاں دیکھا انہیں پسند نہیں آیا اور اپنے سفرنامہ "ای آئی" EIMI میں اپنے تاثرات درج کئے ہیں۔ بعد میں انہوں نے لکھا کہ "کامریڈ موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں کیونکہ انہیں ایسی ہی ہدایت دی جاتی ہے ہر ایک کامریڈ مجسم نفرت ہے۔"

تلاشِ اسلوب

کمنگس کی زندگی تلاشِ اسلوب میں گزری ہے جب ہارورڈ میں زیر تعلیم تھے تو انگلستان کے شاعر کیٹس کے اسلوب بیان کی پیروی شروع کی لیکن جلدی ہی اپنے خیالات کے اظہار کا مختلف طریقہ دریافت کیا ہارورڈ میں انہوں نے یونانی زبان کا مطالعہ کیا اور اس زبان اور اطالوی زبان کے بعض خیالات اور طریقے اختیار کئے کمنگس کا بیان ہے کہ کلاسیکی تصنیفات میں کوئی بھی جملہ کیپٹل حرف سے شروع نہیں ہوتا۔ کیپٹل حروف صرف کسی لفظ میں زور پیدا کرنے کے لئے استعمال ہوتے تھے انہوں نے بھی اپنی نظموں وغیرہ میں یہی طریقے کام میں لانے شروع کئے اور اسطرح ایک اجتہادی سپرٹ کا ثبوت دیا۔ بنیادی طور پر کمنگس، کیٹس اور شیلے کی روایات کے مطابق براہ راست رومانی شاعر ہیں اور اپنی بیشتر نظموں میں انہی کی طرح عشق و محبت، چاند ستاروں، بہار و خزاں، فطرت و قدرت اور زندگی کے معجزوں کا ذکر کرتے ہیں وہ اپنی نظموں میں بے شمار [illegible] طریقے سے الفاظ اور بندشیں استعمال کرتے ہیں اور پڑھنے والے کو ہر مصرع پوری توجہ [illegible] بڑی آہستگی کیساتھ پڑھنا اور سمجھنا پڑتا ہے۔ کمنگس کے مداحوں کی بھی کمی نہیں رہی۔ بہت برسوں تک [illegible] کی نظمیں بعض حلقوں میں حقیر آمیز مجذوب [illegible] سمجھی جاتی رہیں لیکن وہ مستقل مزاجی کے ساتھ [illegible] لکھتے رہے تاہم [illegible] طور پر ان میں سے سب ہی ایک جیسی قدر و قیمت کی نہیں کچھ زیادہ وہ محض تجرباتی ہیں لیکن انہوں نے بعض نہایت [illegible] خیال آفریں اور خوبصورت نظمیں بھی لکھی ہیں۔ جن پر اگر سرسری [illegible] سامنے ساتھ ہی بعض نہایت عمدہ تیز و تند طنزیہ نظمیں بھی لکھی ہیں، امریکی شاعری کے حلقوں میں وہ چند ممتاز [illegible] اور فکری آزاد خیال شاعر ہیں۔ ۱۹ویں صدی میں والٹ وہٹ مین کو جو مقام حاصل تھا قریب قریب وہی درجہ اور مقام کمنگس کو اس صدی میں حاصل ہے۔ [illegible] میرین مور، تھریف انسٹن رابرٹ فراسٹ اور دانشور پرتر و الطوٹی ٹس ایکیٹ ان سب کو امریکی ادب میں مستقل مقام حاصل ہے لیکن کمنگس بھی ان سے کسی طرح کم پایہ نہیں ہوں گے انہیں بیلنگن اعزاز سے نوازا جا چکا ہے اور امریکی شاعروں کی اکیڈمی کا رکن بھی بنایا گیا ہے کمنگس آج بھی ہمیشہ کی طرح گرینچ ولیج کے علاقوں میں اپنا وقت گزارتے ہیں اپنی بیوی میریان مورہاؤس کے ساتھ [illegible] چلے جاتے ہیں وہاں وہ ایک فارم میں رہتے ہیں جو ان کے والد کی ملکیت تھا۔ وہیں مکان کے بالائی حصے [illegible] وہ جہاں [illegible] کرتے اور نظمیں لکھتے ہیں۔ [illegible] امریکہ [illegible] قسم کے واحد شاعر ہیں جو انفرادیت پسند ہی نہیں بلکہ شعر و شاعری [illegible] میں اجتہادی درجہ بھی رکھتے ہیں۔

مولوی محمد عبدالجبار خانصاحب کے دو بیٹے امریکہ میں

افضل حسین خانصاحب بی۔ ایس۔ سی۔ نظام کالج فرزند مولوی محمد عبدالجبار خانصاحب بغرض حصول اعلیٰ تعلیم انجینیرنگ بتاریخ ۱۳ ارنومبر ۱۹[illegible]ء [illegible] سے روانہ ہوگئے۔ کثیر تعداد میں دوست احباب [illegible] رخصت کرنے [illegible] مولوی محمد عبدالجبار صاحب کے فرزند [illegible] محمود حسن خان صاحب بی۔ ایس۔ سی بغرض حصول اعلیٰ تعلیم [illegible] امریکہ [illegible] انہوں نے پی۔ ایس۔ [illegible] ڈگری حاصل کرلی ہے اور [illegible] تعلیم حاصل کر رہے ہیں محمد عبدالجبار خانصاحب [illegible] قلیل و قلیل [illegible] اپنے [illegible] تعلیم دلائی اور انہیں اعلیٰ تعلیم [illegible]



روحانی ریڈیو

ناشر :- مجذوب حیدرآبادی

> یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے انکے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جراءت نہیں کر سکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایکزارلوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ مخدوم سے شکیلہ بانو بھوپالی کی غزل --- معاف کیجئے! شکیلہ بانو بھوپالی سے مخدوم کی غزل سن رہے تھے جس کا مقطع تھا ؎

دھوم ہے شہر میں اک شعلہ نوا کی مخدوم
تذکرے یاروں میں ہیں پردہ نشینوں میں

اب مشہور ماہر نظم و نسق جناب رکن الدین صاحب مؤظف زاید ناظم ایک تقریر نشر فرمائیں گے۔ آپکی تقریر کا عنوان ہے "چپراسی"

جناب مؤظف زاید ناظم :-

روحانی دنیا کے دوستو! ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت نہرو نے اپنی ایک حالیہ تقریر میں فرمایا کہ دفاتر میں چپراسیوں کا وجود غیر ضروری ہے ان کی وجہ سے عہدہ داروں میں آرام طلبی پیدا ہوتی ہے۔ جو عہدہ دار جسمانی محنت نہیں کر سکتے وہ دفاتر کے لئے مفید نہیں ہیں۔

اگرچہ پنڈت نہرو نے یہ بات ضمناً فرمائی لیکن اس کے نتائج بڑے سخت بھی برآمد ہو سکتے ہیں مثلاً گورو الا کمیٹی کو با محکمہ کفایت اخراجات عرف "تخفیف کا کلہاڑا" کے کان میں پنڈت جی کی تقریر کی بھنک پڑ جائے تو وہ فوراً چپراسیوں کو برطرف کرنے کے بارے میں اپنی سفارشی رپورٹ پیش کر دیں گے اور صوبائی حکومتیں بیچارے چپراسیوں کے سروں پر تخفیف کا کلہاڑا چلا دیں گی۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ چپراسیوں کا کام محض کسی مثل کو ایک صیغہ سے دوسرے صیغہ تک پہنچانا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں۔ چپراسی اور دفتر میں ہمیشہ چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ چپراسی دفتر کے لئے ایسا ہی لازم و ملزوم، ضروری و ناگزیر ہے جیسے موٹر کے لئے پٹرول اور نبڈی کے لئے بیل۔ اگر چپراسی نہ ہو تو دفتر کی موٹر "لال" اور نبڈی پنکچر ہو جائے۔ چپراسی کسی مثل کو صرف ایک صیغہ سے دوسرے صیغہ میں ہی نہیں پہنچاتا بلکہ وہ دفتر کے کام کے علاوہ صاحب کا کام اور میم صاحب کا کام انجام دیتا ہے۔ صبح افسر دفتر کے گھر کا سودا لاتا ہے، برتن دھوتا ہے۔ صاحب کی دھوتی اور بیگم صاحبہ کی ساڑی دھوتا ہے۔ دوپہر کو صاحب کا کھانا دفتر پہنچاتا ہے۔ شام کو جب صاحب اور میم صاحب سینما تشریف لیجاتے ہیں تو یہ گھر کی رکھوالی کرتا ہے صاحب کے نمسکار کے لئے "اہل معاملہ" کا "دو گارا" کر کے

"مچان" کے نیچے لاتا ہے تاکہ صاحب مچان پر بیٹھے ہوئے تاک کر اس جانور کو نشانہ بنائیں۔ جب نشانہ گولی کھا کر گرتا ہے تو یہ "نخچیر" کو اٹھا کر صاحب کے "دفتر آف" میں رکھتا ہے یعنی جن اس غرض سے صاحب بالراست رشوت عرف Efficiency Allowance نہیں لیتے یہ ان سے "نذرانۂ خلوص" وصول کرکے صاحب کو پہنچاتا ہے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ

"One cannot please everybody"

لیکن چپراسی اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے وہ صاحب کو بھی خوش کرتا ہے اور بیگم صاحب کو بھی۔ وہ جس اطاعت گزاری اور فرض شناسی سے صاحب کا کام انجام دیتا ہے، اسی میل اور رغبت سے بیگم صاحبہ کا کام بھی انجام دیتا ہے۔ چپراسی، افسر دفتر کا سی۔آئی۔ڈی اور ہرکارہ بھی ہوتا ہے وہ دفتر کے ہر اہلکار کے بارے میں صحیح و غلط اور منتظم کی خبریں لاکر ان کے کان میں پھونکا کرتا ہے۔

"تشخیص کتاب طبقات الچپراسیاں" کے مصنف شیخ ... کی تحقیق کے بموجب چپراسیوں کی چار قسمیں پائی جاتی ہیں

۱۔ خلاصی
۲۔ چپراسی
۳۔ دفعدار
۴۔ جمعدار

لیکن اب ریاستوں کی تقسیم کے بعد "نیم تیتر نیم بٹیر" یا "پیوندی سیب" کی طرح جمعدار اور اہلکار کا جوڑ لگا کر Peons یعنی چپراسیوں کی ایک اور قسم بھی پیدا کر لی گئی ہے جس کو Attender کہتے ہیں۔ جو جمعدار سے بڑا اور اہلکار سے چھوٹا ہوتا ہے ایک اٹنڈر کے لئے مڈل کامیاب ہونا ضروری ہے۔ اگرچہ قدیم زمانہ میں بعض نظماء مڈل فیل ہوا کرتے تھے۔ کسی بڑے دفتر میں خلاصی کے ذمہ یہ کام ہوتا ہے کہ وہ صاحب کے بچوں کو مدرسہ پہنچائے۔ دن بھر گیٹ پر بیٹھا رہے اور مدرسہ چھٹتے ہی پھر صاحب کے بچوں کو لئے ہوئے گھر آئے۔ شام میں صاحب کی موٹر کو صاف کرے اور رات میں بیگم صاحبہ کی چپی کرے کیونکہ بیگم صاحبہ کو عموماً اعصابی تکلیف کے دورے پڑا کرتے ہیں۔ اٹنڈر کا فرض منصبی یہ ہوتا ہے کہ وہ صاحب کی زمین کے مقدمات کی پیروی کرے۔ صاحب کے مکانوں کا کرایہ وصول کرے صاحب کے مقطوعہ کو جاکر مزدوروں کی نگرانی کرے

جمعدار صاحب کے فرائض منصبی یہ ہیں کہ وہ صاحب کی موٹر چلائیں، صاحب کو کھانا کھلائیں، صاحب کے اجلاس پر دربانی کریں اور صرف ان ہی لوگوں کے Visiting Cards صاحب کی خدمت فیض درجت میں پہنچائیں جن سے "حق زحمت" ملا ہو۔ دوسرے ملاقاتیوں سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس وقت بہت مصروف ہیں، صاحب کے اجلاس پر کمیٹی ہو رہی ہے۔ جمعدار کا ایک کام یہ بھی ہے کہ صاحب کو جس وقت "دورہ آئے" یہ ہمراہ جائے اور مقام دورہ پر صاحب کی سربراہی کے ساتھ ساتھ اپنا بھی سر لڑھکاتے ہیں اور آم تکلیف دگنی میں ڈالتے ہیں۔

ان حالات میں چپراسیوں کو اگر برخواست کر دیا جائے تو پھر دفتر کا کام کس طرح چلے گا ---! ؟ سرکاری

کام تو بہرحال چلے گا اگر بینی نور رینگے کا ضرور۔ لیکن افسر دفتر کے خانگی کام کون انجام دے گا؟ افسر کا سودا سلف کون لائے گا؟ ان کے بچوں کو مدرسہ کون پہنچائے گا؟ موٹر کون صاف کرے گا؟ موٹر کون چلائے گا؟ افسر کے خانہ باغ میں پانی کون دے گا؟ افسر کے لئے وہ پانکہ کر کے ترکاری کون لائے گا؟ اور سب تو سب بیگم صاحب کا کام کون انجام دیگا ——!؟

ان حالات پر نظر کرتے ہوئے حکومت سے میری التجا ہے کہ وہ ہر دفتر میں چپراسیوں کی تعداد دُگنی کر دے تاکہ آدھے چپراسی دفتر میں کام انجام دیں اور باقی آدھے افسر دفتر اور بیگم صاحبہ کا کام انجام دیں۔

ایجنزار نوری یہ ٹپ پر روحانی لنترگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ مؤلف زاہد ناظم صاحب سے لفرسن رہے تھے اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے ہمیں آئندہ ہفتہ کے لئے اجازت دیجئے۔ جے ہند۔

قطعہ

ہمدرد دل جان بھی جاتی رہی	ساتھ سر کے تان بھی جاتی رہی
ہاتھ سے دورِ جہاں کے آغوش	دیکھ لے تو شان بھی جاتی رہی

(آمدہ از ندری باغ)

وارثِ تاجِ جم بشد پیدا

ہز رائل ہائنس شہزادہ رضا اطال اللہ عمرہٗ کی ولادت نے ایران کی قومی زندگی میں ایک خوشی کی لہر دوڑا دی ہے ہز امپیریل مجسٹی شہنشاہِ ایران کے تاجپوشی کا جشن اسی ولادت کے انتظار میں ملتوی تھا شہزادہ ایران کی ولادت کی مناسبت سے اشعار ذیل لائق ملاحظہ ہیں۔ ممتاز ایرانی تاجر مقیم حیدرآباد آقای حسین ضابط مدینہ ہوٹل حیدرآباد دکن نے ان اشعار کو بشکل پمفلٹ ہزاروں کی تعداد میں طبع اور تقسیم کروایا (سید صمصام شیرازی)

مالکِ جامِ جم بشد پیدا
افتخارِ عجم بشد پیدا

از طفیلِ رضا، رضا آمد
وجہ فیضِ اتم بشد پیدا

"فرحِ پہلوی" ز مشکوئے
نورِ قدسی شیم بشد پیدا

مژدہ باد ای شہنشہِ ایران
پسرِ ذی حشم بشد پیدا

فخرِ دارا و نازِ کیکاؤس!
مردِ عالی ہمم بشد پیدا

از صدف آمدہ درِ شہوار
لعلِ کانِ کرم بشد پیدا

تختِ طاؤس با زر قصاں شد
وارثِ تاجِ جم بشد پیدا

شد تولد خوشا غضنفر فر
ابنِ شیرِ اجم بشد پیدا

کشتِ ایران زمین بشد شاداب
ابرِ جود و کرم بشد پیدا

کاخِ مرمر بگشت بقعۂ نور
نوربخشِ عجم بشد پیدا

ق

از طفیلِ محمدؐ و آلش
چون ولیعہد جم بشد پیدا

غنچۂ خاطرِ وطن بشگفت
این صدا دمبدم بشد پیدا

خسروِ سرزمینِ شیر و خور
شاہِ طبل و علم بشد پیدا

پیش کش

حسین ضابط

مدینہ ہوٹل حیدرآباد (انڈیا)

یہ سائنس کی دُنیا

مشینی آدمی کے ذریعہ سمندروں کی کھوج

اِنسان بردار خلائی جہاز کی تیاری

امریکہ میں اب ایک ایسا مشینی آدمی تیار کیا جا رہا ہے جو تیز روشنیوں اور ٹیلیویژن کیمرے اور دھات کے ایک بڑے پنجے سے لیس ہوگا اور سمندر کے فرش پر رینگ کر گم شدہ چیزوں کی کھوج لگائیگا۔ اور انہیں سطح پر لے آئے گا — یوں لگتا ہے جیسے یہ کوئی سائنسی افسانہ ہو یا اس قسم کی کوئی چیز ہو — اس کا نام ہوگا سولارس اور یہ سلور سپرنگ (میری لینڈ) کی وڈرو لیبارٹری کی طرف سے تیار کیا جا رہا ہے۔ سولارس کی ہیئت بیان کرتے ہوئے سائنسی نامہ نگاروں نے لکھا ہے کہ "یہ ایک ایسا میکانکی کیکڑا ہے جو سمندر کے فرش پر اپنے شکار کی جستجو میں ادھر ادھر دوڑے گا۔ بعض نے تو اسے تیرنے والا ایک ایسا مشینی آدمی بیان کیا ہے جس کی ایک آنکھ ہے اور جس کے موچنے کی مانند بڑے بڑے پنجے ہیں۔

یہ مشینی کیکڑا گول صورت کا ہوگا جس کے سر پر دو انجن ہوں گے جو اسے ادھر ادھر دھکیلیں گے۔ نیچے کا رخ اس کی تہ سے نیچے کی جانب ہوگا۔ نیچے کی پشت پر ٹیلی ویژن کیمرہ ہوگا جس کے اردگرد (۵۰۰) والٹ کی چار برقی بتیاں ہوں گی — سولارس کا وزن ۵۰۰ سو پونڈ ہوگا اور وہ ۷۵۰ پونڈ وزن تک کی چیزیں اٹھا سکیگا — سمندر کے فرش پر یا اس سے چند فٹ اوپر کو سولارس کی حرکات و سکنات کو ایک آپریٹر کنٹرول کریگا جو سطح سمندر پر جہاز میں ہوگا۔ میکانکی کیکڑے کے اندر کے مشینی نظام کو حرکت میں لانے کے لئے بجلی استعمال کی جائیگی جو سمندری پر کھڑے جہاز سے ایک ایسے تار کے ذریعہ پہنچائی جائے گی جو دونوں کو ملاتی ہے۔ دونوں انجنوں کی رفتار میں کی بیشی کر کے آپریٹر اس مشینی آدمی کو آگے پیچھے اور دائیں بائیں دھکیل سکتا ہے اور اسے ساکن بھی کر سکتا ہے — یہ مشینی آدمی اپنے تحقیقی سفر کے دوران میں سمندر کی تہ پر جو کچھ بھی دیکھے گا اس کا ٹیلی ویژن کیمرہ اسے ریکارڈ کرے گا اور سطح پر ٹھہرے والے جہاز کے ریسیونگ سیٹ کو اس کا عکس بھیج دیگا۔ وہ (مشینی آدمی) دو ہزار فٹ کی گہرائی تک پانی میں ۸ء۱ ۲ کیلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار حرکت کرسکیگا جب سمندر کی تہ پر کیکڑے کے سامنے کوئی چیز آئے گی تو وہ کنٹرول کرنے والے جہاز کی ٹیلی ویژن سکرین پر اس کا عکس ڈالے گا۔ تب آپریٹر مشینی آدمی کو حرکت دے گا جس سے وہ اس چیز کو اپنے شکنجے میں جکڑ لے گا۔ پانی کے حالات نارمل ہوں تو ٹیلی ویژن کیمرہ ۱۵ سے ۲۵ فٹ تک دیکھ سکتا ہے لیکن اگر حالات اچھے ہوں تو وہ ۵۰ فٹ کے فاصلہ پر ایک انچ قطر کی تار دیکھ سکتا ہے۔ اگر پانی کیچڑ آلود میلا ہو تو ایک آواز دینے والا آلہ اشیاء کے متعلق سگنل دیتا ہے جنہیں ٹیلی ویژن کیمرہ نہیں دیکھ سکتا۔

امریکہ کا بحری محکمہ ایک تارپیڈو ٹیسٹ اڈے میں سولارس کے متعلق ابتدائی تجربے کر رہا ہے۔ اور اس سے چلے ہوئے تارپیڈو نکالنے کا کام لیا جا رہا ہے لیکن اس کے موجدوں نے اس سے دیگر کام لینے کا بھی پروگرام بنایا ہے۔ اس مشینی آدمی کو دیگر قسم کے پنجوں سے لیس کیا جا سکتا ہے جو پانی کے نیچے سے پائپوں یا جلے ہوئے میزائلوں کے خولوں کو اٹھا سکیں گے اور پانی کے نیچے رکاوٹوں کو ہٹانے کے لئے بم رکھ سکیں گے اس مشینی آدمی سے اور بھی کئی کام لئے جا سکیں گے۔ موجدوں کا خیال ہے کہ وہ متعلقین کے استعمال سے جہازوں کے ڈوبے ہوئے دھات کے ٹکڑے بھی برآمد کر سکیں گے۔

اِنسان بردار خلائی جہاز کی تیاری

امریکہ نے تین انسانی نشستوں کا خلائی جہاز تیار کرنے کا ٹھیکہ امریکہ کی تین کمپنیوں کو دیا ہے۔ یہ انسان بردار جہاز چاند کے اس پاس کی خلا میں گھومے گا اور پھر واپس زمین پر آیا کرے گا یا انسان بردار خلائی اسٹیشن کے طور پر کام کرے گا۔ یہ خلائی سفری جہاز اپالو منصوبے کے تحت بنایا جا رہا ہے۔

امریکی خلائی فضائی ایڈمنسٹریشن نے اس سلسلے میں بتایا ہے کہ اس جہاز کی تیاری کا ٹھیکہ جنرل ڈائنامکس کارپوریشن۔ جنرل الیکٹرک کے میزائیلی اور خلائی شعبے اور مارٹن کمپنی کو دیا گیا ہے۔ تین کمپنیوں کو ٹھیکہ دیئے جانے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ تینوں کمپنیاں خلائی جہاز بنانے میں الگ الگ ڈیزائن بنائیں گی اور ضروری تحقیق کریں گی۔ ان میں سے ہر ایک کو ½۲ لاکھ ڈالر کی رقم دی گئی ہے تاکہ ضروری مطالعہ کیا جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ جہاز کتنا بڑا ہونا چاہئے اس کیلئے کیا کیا چیزیں اور آلات چاہئیں۔ اس سے پہلے سال رواں میں خلائی اور فضائی ایڈمنسٹریشن نے بتایا تھا کہ وہ اپالو قسم کا خلائی سفری جہاز ۶۵-۱۹۶۲ء میں تیار کرے گا۔ اور ۱۹۶۵ء کے دوران میں اس کی آزمائشی اڑانیں عمل میں آئیں گی۔

قطعہ

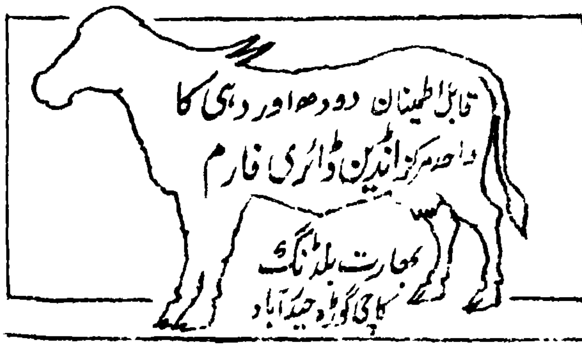
آج یہ سنبلِ پُرپیچ بھی جو خم میں رہا ٭ رنگ پھولوں کا سُنو قطرۂ شبنم میں رہا
کہتا ہے کرب و بلا اشک بہا کر عثمان ٭ آج یہ ماہِ عزا و قعتِ ماتم میں رہا

(آئینہ ۱۸/۱۲/۶۱ء)

سوویت یونین میں اسلام

ماسکو ریڈیو سے ۱۲ اکتوبر کو عرب ملکوں کے لئے ایک خبر براڈ کاسٹ کی گئی جس میں بتایا گیا کہ آشمعین سیلیف جو سوویت وسطی ایشیا اور قزاخستان کے مسلم بورڈ کے نائب صدر بیان کئے جاتے ہیں قاہرہ پہنچ گئے ہیں۔ اس مختصر خبر میں بتایا گیا مراکو کے لوگوں کے ساتھ اپنی ملاقاتوں کے دوران میں روسی سیاح نے وسطی ایشیا کی سوویت جمہوریتوں کے مسلمانوں کی زندگی پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ ماسکو ریڈیو نے یہ نہیں بتایا کہ مسٹر سیلیف نے اپنے سامعین کو روس میں مسلمانوں کی زندگی سے متعلق کیا کچھ بتایا۔ تاہم ایسی بہت سی باتوں کا خیال کرنا مشکل نہیں ہے جو انہوں نے یقینی طور پر انہیں نہیں بتائی ہوں گی۔ مثال کے طور پر انہوں نے یقیناً ان اسلام دشمن سرگرمیوں کا کوئی ذکر نہیں کیا ہوگا۔ جو آج روس میں تمام مذہبوں کے خلاف کمیونسٹوں کی سرکاری مہم کے سلسلہ میں پائی جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں حکومت روس کی مسلسل کوشش کی ایک مثال ٹرود (TRUD) نامی رسالے ایک مضمون سے ملتی ہے۔ مضمون میں رمضان ایسی مذہبی تقریبوں سے روسی معاشیات کو پہنچنے والے براہ راست نقصان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ٹرود نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ آگے چل کر اس بات پر زور دیا کہ مذہب نقصان دہ ہے وہ پہلے ہی مزدوروں کے انضباط میں مداخلت نہ کرے کیونکہ کسی بھی قسم کے مذہبی عقیدہ سے کمیونزم کی تعمیر میں لوگوں کے انفرادی کردار میں کمی واقع ہوتی ہے۔ مضمون میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ روح کے عیار اور ... مذہبی لوگوں کے خلاف مزدوروں کو بھڑکانے کیلئے عوامی میٹنگیں زیادہ موثر ثابت ہوئی ہیں ــــ اعلیٰ سرکاری افسروں کی طرف سے ترغیبوں کا لامتناہی سلسلہ جاری ہے کہ روس میں "بورژوا قوم پرستی کی نشانیوں" ... مذہبی تعصبات کے خلاف مہم تیز کی جائے۔ گزشتہ مہینے روس کی کمیونسٹ پارٹی نے ... نے ترغیب دی کہ روس میں مذہبی رجحانات پر ضرب کاری لگائی جائے ــــ مذہب کے خلاف کمیونسٹ پارٹی کی مہم بڑی سخت ہے ... کے لیے خاص کوشش کی جاتی ہے۔ اسکولوں میں سرکاری طور پر کام کرنے کا ڈھنگ سکھایا جاتا ہے جہاں ایک بڑے سوویت انسائیکلو پیڈیا سے بنیادی رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ جو روس میں طالب علموں اور معلموں کی طرف سے وسیع پیمانے پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یقیناً مسٹر سیلیف نے مراکو میں اپنے قیام کے دوران میں اس انسائیکلو پیڈیا سے حوالے نہیں دیئے ہوں گے۔ روسی انسائیکلو پیڈیا میں اسلام کو ایک "رجعت پسندانہ" مذہب قرار دیا گیا ہے۔ اس میں قرآن شریف کو "فریب اور سخت گیری کا ایک آلہ" بتایا گیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ "پیغمبر محمدؐ کی سوانح عمری نیم روایاتی اطلاعات پر مبنی ہے جو قرآن شریف سے لی گئی ہیں جسے اسلام کے بورژوا واقعی طلباء نے کسی تنقید کے بغیر قبول کیا ہے" ــــ یہ انسائیکلو پیڈیا روس کے بہت سے پمفلٹوں اور دوسرے معلوماتی مواد پر مبنی ہے ــــ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ مغربی ممالک میں اسلام کے خلاف کبھی کبھار ایسی کتابیں شائع ہوتی ہیں جن سے ان کی دل آزاری کا پہلو نکلتا ہے لیکن ایسی کتابوں کو کوئی سرکاری منظوری حاصل نہیں ہے۔ اس لئے ان میں اور روسی کتابوں میں بھاری فرق ہے کیونکہ روس میں سرکار کی منظوری کے بغیر کوئی بھی کتاب ــــ خصوصاً انسائیکلو پیڈیا جیسی کتاب مطلق شائع نہیں ہو سکتی۔

مسٹر سیلیف نے جو قزاخستان سے تعلق رکھتے ہیں یا ان تفاصیل کا خاص طور سے اجتناب کیا ہوگا جو انہوں نے اپنے عرب سامعین کو پیش کی تھیں۔ کیونکہ سوویت قزاخستان میں روسیوں کی آبادکاری کے اثرات نہایت تباہ کن ثابت ہوتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی مقامی آبادی میں بھاری کمی ہو گئی ہے۔ روس کی تازہ ترین مردم شماری سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۲۶ء اور سنہ ۱۹۵۹ء کے برسوں کے درمیان قزاخستان میں روسیوں اور یوکرین والوں کی تعداد ۷ء۳۵ فیصد سے ۵ء۵۳ فی صد بڑھ گئی ہے۔ اسی عرصہ میں قزاخوں کی آبادی ۴ء۶۳ فیصد سے گر کر ۶ء۲۹ فیصد رہ گئی ہے۔



قطعہ

فصل گل بھی ہے چمن میں مے گلگوں بھی ہے ؛ جسم میں قیس کے دیکھو تو ذرا خون بھی ہے
ابر آیا ہے فلک پر جو گھٹا چھائی ہے ؛ گرمی رخصت بھی ہوئی آج مے جُون بھی ہے

(ماہ عیبونی) (آمدہ از نذری بلاغ)

برطانیہ کی خبریں

برطانیہ میں ہندوستانی انجینیروں کی تربیت

درگاپور کے کارخانۂ فولاد کے سلسلے میں

معلوم ہوا ہے کہ کانپور کے ۲۵ سالہ کیمیکل انجینیر مسٹر کرپاشنکر مسرا دیگر ۱۳۰ انجینیروں کے ہمراہ درگاہ پور کے کارخانۂ فولاد کی ملازمت کے سلسلے میں مخصوص تربیت حاصل کرنے کے لئے عنقریب برطانیہ جا رہے ہیں ان سمیت اب تک ۳۰۰ ہندوستانی انجینیر برطانیہ میں تربیت حاصل کرنے کیلئے منتخب کئے گئے ہیں، وہ سب درگاہ پور کے کارخانے میں کام کریں گے۔

ہندوستانی انجینیروں کو کولمبو منصوبہ کی فنی تعاون کی اسکیم کے تحت تربیت دی جا رہی ہے۔ اب تک انجینیروں کے دس گروپ برطانیہ جا چکے ہیں۔ مسٹر میرا کا گروپ گیارھواں ہے۔ معاہدہ کے مطابق کل ۳۵۰ ہندوستانی باشندوں کو برطانیہ میں تربیت دی جائے گی۔ ان سب کو درگاپور کے کارخانہ میں ملازمت ملے گی۔ جسے ۱۳ برطانوی فرموں کی ایک مشترکہ کمپنی نے تعمیر کیا ہے اس کی پہلی بلاسٹ بھٹی کی رسم افتتاح راشٹرپتی نے ڈسمبر ۱۹۵۹ء کے اختتام پر ادا کی تھی اور اس سال ۵ ار اپریل کو مقررہ وقت سے قبل ہی کارخانہ میں فولاد بننا شروع ہو گیا تھا۔

اندرانی رحمان کا ناقابل فراموش رقص

"برمنگھم پوسٹ" کا خراج تحسین

"برمنگھم پوسٹ" کے ناقد نے اخبار کی ۷ ہر نومبر کی اشاعت میں ہندوستانی رقاصہ اندرانی رحمان اور اس کے ساتھیوں کے فن کی بہت تعریف کی ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ مسز رحمان اور اس کی پارٹی نے برمنگھم کے انسٹیٹیوٹ ہیوزک سرکل کے زیر اہتمام جو بہت دلکش رقص پیش کیے ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔ ناقدوں نے اس ہندوستانی حسینہ (سابق مس انڈیا) کے رقص کا ذکر کرتے ہوئے تعریفی الفاظ کا اپنا ذخیرہ ہی ختم کر دیا ہے۔

انھوں نے کہا ہے کہ اندرانی کے رقص میں حرکت اور جذبات کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ اس کی انگلی اور ابرو کا ہر اشارہ پر معنی ہے۔ ناقدوں نے اندرانی پارٹی کے تین ممبران نرسیما راؤ، بالی رام اور دیو پرشاد داس کے فن کی بھی تعریف کی ہے۔

ہندوستانی ٹیچر کی برطانیہ میں تعلیم و تربیت

فن تقریر اور ڈراما کا کورس

ایک اطلاع مظہر ہے کہ مدراس کی ٹیچر مس ایم۔ یاسمین برٹش کونسل کے وظیفہ پر ان دنوں سڈکپ (کینٹ) کے روز بروفرڈ ٹریننگ کالج میں ڈراما اور فن تقریر کا ایک کورس کر رہی ہیں جو کہ ایک سال کا ہے۔

ایک انٹرویو میں موصوفہ نے بتایا ہے کہ ڈراموں کی میں رسیا ہوں اور میں محسوس کرتی ہوں کہ ہر ملک کیلئے ڈرامائی ادب کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اسی خیال کے پیش نظر ہی میں نے برطانیہ میں یہ کورس شروع کیا ہے۔

روز بروفرڈ ٹریننگ کالج برطانیہ کے مشہور ڈراما اسکولوں میں سے ایک ہے اور اپنی قسم کا واحد ادارہ ہے۔ جہاں طلبا پرامن دینی ماحول میں تعلیم و تربیت پاتے ہیں۔ طلبا ناٹک کے فن کے ہر گوشہ کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کی یہ تربیت اسکولوں اور کلبوں میں بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔

ملایائی وزیر اعظم برطانیہ جائیں گے

مسٹر میکملن سے بات چیت

لندن سے آمدہ ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ ملایا کے وزیر اعظم ٹنکو عبدالرحمن کنیڈا اور امریکہ کے سرکاری دورہ کے بعد ۱۲ ہر نومبر کو لندن پہنچیں گے۔ اور ۱۶ ہر نومبر کو وزیر اعظم مسٹر ہیرلڈ میکملن اور وزیر تعلقات دولت مشترکہ مسٹر ڈنکن سینڈیز کے ساتھ گفت و شنید کریں گے۔ موصوف اس شب بکنگھم محل میں ملکہ معظمہ اور پرنس فلپ کے ہمراہ کھانا کھائیں گے۔

قطعہ

آج ہر ایک جو محروم ہوا روزی سے ؛ جلکے دل ہو کے رہا خاک جگر سوزی سے

پا کے مقصد کو بھی ہر ایک یہی کہتا ہے ؛ مطمئن ہو کے رہا ساعت فیروزی سے

(آمدہ از نذری باغ) (مبارک)

معلوم ہوا ہے کہ ملایا کے وزیر اعظم دس روز تک برطانیہ میں قیام کریں گے۔ ١٧ نومبر کو وہ فلیٹ اسٹریٹ میں رائیٹرز نیوز ایجنسی دیکھنے جائیں گے۔

برطانیہ میں ریسرچ کی سہولتیں

ہندوستانی سائنسدان کا خراجِ تحسین

اٹامک انرجی اسٹیبلشمنٹ بمبئی کے مسٹر وی امیر تھالنگم نے جو کولمبو منصوبہ کے تحت ان دنوں یونیورسٹی کالج آف کارڈف (ویلز) میں ریسرچ کر رہے ہیں، اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ برطانوی یونیورسٹیوں میں اعلیٰ ریسرچ کی جو سہولتیں اور ساز و سامان میسر ہے اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ موصوف بمبئی کے مذکورہ ادارہ میں جونیئر سائنٹفک افسر ہیں اور دو سال کے لئے برطانیہ آئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے ویلز کے لوگوں کی بھی بہت تعریف کی ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ یہ لوگ اجنبیوں کے ساتھ بہت دوستانہ طریقہ سے پیش آتے ہیں اور ان کی ہر طرح سے مدد کرتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ملک میں ہر جگہ آپ برطانوی باشندوں کے دوستانہ برتاؤ سے متاثر ہوں گے۔

ملکہ الزبتھ دوم کا کرسمس پیغام بکنگھم محل سے

کامن ویلتھ ملکوں کو ریکارڈ مہیا کیے جائیں گے

بی بی سی کے ایک ترجمان کے مطابق ملکہ معظمہ نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ ان کے کرسمس پیغام کا ٹیلی ویژن ریکارڈ بکنگھم محل میں تیار کیا جائے۔ چنانچہ بی بی سی محل میں عنقریب اس پیغام کی فلم اور ریکارڈ تیار کرے گی۔ یہ پہلا موقع ہوگا کہ لوگ ملکہ معظمہ کو بکنگھم محل کے اندر اپنا کرسمس پیغام نشر کرتے ہوئے دیکھ سکیں گے۔

ترجمان نے مزید بتایا ہے کہ ریکارڈ شدہ پیغام کامن ویلتھ ملکوں کی ٹیلی ویژن تنظیموں کو مہیا کیا جائے گا۔ پیغام ٢٥ دسمبر کو نشر ہوگا۔

باشندگان برطانیہ کو زیادہ پنشنیں ملیں گی

نیا قانون پاس کیا جا رہا ہے

حکومت برطانیہ نے ہاؤس آف کامنز میں نیا نیشنل انشورنس بل پیش کیا ہے جس کے تحت لوگوں کی جنگی پنشنیں اور فلاح و بہبود سے متعلق دیگر ادائگیاں بڑھا دی جائیں گی — برطانیہ کا معیار زیست بلند ہو جانے اور اس کے پیش نظر یہ مناسب خیال کیا جا رہا ہے کہ پنشنوں اور اس قسم کی دیگر رقموں میں اضافہ کر دیا جائے۔ اندازہ ہے کہ نئے قانون کے تحت حکومت کو ہر سال اس مد پر مزید ۰۰۰، ۰۰۰، ١٦٠ پونڈ خرچ کرنا پڑیں گے

اسٹرلنگ علاقہ کے محفوظ سرمایہ میں اضافہ

حکومت برطانیہ کے ایک اعلان کے مطابق ماہ اکتوبر کے دوران میں اسٹرلنگ علاقہ کے سونے اور قابل بدل کرنسی کے ذخائر میں ۰۰۰، ۰۰۰، ١١ پونڈ کا اضافہ ہوا۔ ٣١ اکتوبر کو یہ سرمایہ ۰۰۰، ۰۰۰، ١٢١، ١ پونڈ تھا۔

برطانیہ کے بصری طریقوں کے مرکز کا سربراہ

ہندوستان کا دورہ کرے گا

معلوم ہوا ہے کہ سمندر پار کے ملکوں کی رہنمائی کے لئے ١٩٥٨ء میں حکومت برطانیہ اور نفیلڈ فاؤنڈیشن نے لندن میں بصری طریقوں کا جو مرکز قائم کیا تھا اس کے ڈائرکٹر مسٹر جی ایچ رس برج ١٩ نومبر تا ١٧ دسمبر ہندوستان کا دورہ کریں گے۔ ہندوستان میں ان کا پروگرام نیشنل انسٹی ٹیوٹ برائے بصری و سمعی تعلیم نئی دہلی کے ڈائرکٹر نے مرتب کیا ہے۔ اس پروگرام کے مطابق مسٹر رس برج ١٩ تا ٢٥ نومبر نئی دہلی اور پاس کے تربیتی مرکزوں، اسکولوں اور کالجوں کا معائنہ کریں گے۔ اس کے بعد وہ آگرہ، الہ آباد، کلکتہ اور بمبئی جائیں گے۔ ٥ تا ١٦ دسمبر وہ بمبئی میں قیام کریں گے اور ١٧ دسمبر کو لندن کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔

قطعہ

دل نے پایا ہے عجب کیف مئے ناب سے آج ؛ مل گئی دیکھ لے تعبیر مجھے خواب سے آج

پھر بیمار یہ کہتا ہے طبیبِ حاذق ؛ نسخہ بھی بن کے رہا شربتِ عناب سے آج

(آمدہ از نذری باغ)

خلائی سائنس میں امریکہ کی ترقی

اکتوبر کے مہینے کے دوران امریکہ میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں دو اہم کارنامے عمل میں آئے ان میں پیغام رساں کریئر مصنوعی سیارے کا داغنا اور ایٹمی توانائی سے بجلی پیدا کرنے کے سبب سے بڑے کارخانے کا افتتاح شامل ہے — کریئر غبارے کا تجربہ اس قدر کامیاب رہا ہے کہ اس کے داغنے کے صرف تین ہفتے بعد امریکہ کی ٹیلی ویژن اور ٹیلیگراف کمپنی نے حکومت سے استدعا کی کہ اسے اجازت دی جائے کہ وہ سال بھر کے اندر اندر پیغام رساں مصنوعی سیارہ خلا میں پہنچانے کا منصوبہ عمل میں لائے۔ کمپنی کا بیان ہے کہ وہ اپنے سیارے کو اولاً امریکہ اور مغربی یورپ کے ساتھ ٹیلیفون پر بات چیت کے لئے استعمال کرے گی۔

ایٹمی توانائی کا بجلی گھر

امریکی ایٹمی توانائی کمیشن کے صدر مسٹر جان مکون سرکاری افسروں اور صنعتی کارخانہ داروں کی اس جماعت کے سربراہ تھے جس نے ۱۲ اکتوبر کو ڈریسڈن میں ایٹمی بجلی گھر کا افتتاح کرنے میں مدد دی۔

یہ ایٹمی بجلی گھر ۵ کروڑ ۱۰ لاکھ ڈالر کی لاگت سے تیار ہوا ہے اور مکمل طور پر پرائیوٹ صنعت کی ملکیت ہے۔ اس بجلی گھر سے گنجان آبادی والے شمالی الی نائے کے علاقے کے بیس لاکھ لوگوں کی بجلی کی ضروریات پوری ہو سکیں گی۔ مسٹر میکون نے بتایا کہ یہ دنیا کا عظیم ترین، نہایت جامع اور ترقی یافتہ ایٹمی بجلی گھر ہے۔

پیغام رساں سیارہ

کریئر بی ۱ پیغام رساں سیارہ ۴ اکتوبر کو داغا گیا تھا اس میں ایسے برقی آلات لگے ہوئے ہیں جو ایک ساتھ ہی پیغام وصول اور نشر کرتے ہیں۔ اسے بار بار آزمایا گیا ہے اور نتیجہ اچھا رہا ہے۔

داغے جانے کے دن اس کے ذریعہ نیویارک میں اتحادی سبھا میں شامل ہونے والے نئے ملکوں کے نمائندوں کے نام صدر آئزن ہاور کی طرف سے پیغام بھیجا گیا تھا — مہینے کے آخر میں امریکہ کی طرف سے خلا میں بھیجے جانے والے سیاروں کی تعداد ۲۷ تھی۔ ان کے مقابلے میں روس کی طرف سے صرف ۸ سیارے داغے گئے تھے۔ اس وقت (۱۵) امریکی مصنوعی سیارے مدار میں گھوم رہے ہیں جن میں سے سات سیارے بیش قیمت سائنسی معلومات برابر نشر کرتے جا رہے ہیں۔ روس کا صرف ایک سیارہ خلا میں موجود ہے لیکن اس کا ریڈیو بند ہو چکا ہے۔

خلائی جہاز

امریکی خلائی پروگرام کے رخ اور رفتار کی شہادت ان دو سنگ میلوں سے ملتی ہے کہ امریکی انجینیروں نے اٹلس سنٹا خلائی تحقیقی جہاز کے لئے پچاس ہزار پونڈ کے دباؤ اور دھکیلنے کی قوت والا انجن تیار کیا ہے۔ اور امریکی خلائی و فضائی ایڈمنسٹریشن نے امریکہ کی چند صنعتی کمپنیوں کو تین مسافروں کو لیجانے والے ایسے خلائی جہاز کے نقشے اور ساخت کے متعلق تحقیق کئے جانے کا ٹھیکہ دیا ہے جو چاند کے گرد و نواح میں پہنچے اور واپس بھی آ سکے۔ پلان کے مطابق ایسا خلائی سفری جہاز سنہ ۶۵ء ۱۹۷۰ء کے دوران میں اڑایا جائے گا۔

رفتار کا نیا ریکارڈ

امریکہ کے ایکس ۱۵ جہاز نے صرف ۱۲ ہزار پونڈ کے دھکیلنے والے انجن کی مدد سے دنیا میں تیز ترین رفتار اور سب سے زیادہ بلندی پر پہنچنے کا ریکارڈ قائم کیا ہے اس کے لئے سیال ایندھن والے انجن کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ یہ جہاز دو سو پچاس میل کی بلندی پر پہنچ جائے گا۔ اس کی رفتار ۴۵۰۰ میل فی گھنٹہ ہو گی۔ اس طرح خلائی موانع تک حرارت اور دباؤ اور رگڑ کا بھی مطالعہ کرنا مقصود ہے۔

تحقیقی محاذ پر ذیل کے امور میں ترقی عمل میں آئی ہے۔

(۱) ویسٹنگ ہاؤس کارپوریشن کے سائنسدانوں نے ایک ایسا کیمرہ تیار کیا ہے۔ جس سے ان کائناتی شعاعوں کے راستوں کی تصویریں لی جائیں گی جو روشنی کی تیز رفتاری کے ساتھ زمین سے ٹکراتی رہتی ہیں۔ اس کیمرے میں خصوصی اور مرکزی چیز ” ایک ”ایسٹرا کون“ ٹیوب ہے جو روشنی کو کئی ہزار گنا تیز کر دیتی ہے جس سے کیمرا شعاعوں کے ان دھندلے راستوں کی تصویر کھینچ لیتا ہے جو ایک سکنڈ کے ایک لاکھویں حصے میں اس کے کرسٹل میں سے گزرتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کیمرہ سائنسدانوں کی اس بات کی تحقیق میں امداد کرے کہ کائناتی شعاعیں ٹوٹتے ہوئے عظیم ستاروں کے ایٹمی دھماکوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

پودوں کی نوعیت اور ایٹمی توانائی

واشنگٹن ریاست کی یونیورسٹی میں تحقیق کرنے والے سائنسدانوں نے ایک ایسا عمدہ ترین طریقہ دریافت

قطعہ

یہ کیسی عشق میں بھی دل لگی ہے ✤ گلوں پر آج بلبل بھی مری ہے
یہ کہتی ہے بہارِ روح افزا ✤ بہاروں میں بھی دیکھو پھلجھڑی ہے

(آمدہ از نذری باغ)

گیا ہے جس سے پودوں کی نوعیت اور ہیئت بدلنے میں ڈیتھل سلفٹ (ایک کیمیاوی دوا) کے انجکشنوں سے کام لیا جاتا ہے۔ اس سے نہ صرف بہتر بلکہ بالکل نئی قسم کی خوراکی فصلیں تیار ہوتی ہیں۔ یہ سادہ اور کم خرچ طریقہ پودوں کی نوعیت اور اصلیت جاننے اور تحقیقی کام میں بھی بہت مفید ہو سکتا ہے۔ گزشتہ چند برسوں سے عملی تابکاری سے پودوں وغیرہ کی نوعیت اور قسمیں بدلنے پر زور دیا جانا اس قسم کی تحقیق کی خصوصیت رہی ہے لیکن اس سے اتنی زیادہ کامیابی نہیں ہوئی جتنی کہ اب اس نئے طریقے سے متوقع ہے۔

سرطان کو ختم کرنے والی دوائیاں

ٹیکساس یونیورسٹی کے تحقیقی شعبے کے تین سائنسدانوں اور ایک جاپانی ڈاکٹر نے ایسے طریقے دریافت کئے ہیں جن سے وائرس جراثیم اور کینسر کو ختم کرنے والی دواؤں کا بہت جلد تجربہ کیا جا سکتا ہے۔ انھوں نے لیبارٹریوں میں کام کرنے والے سائنسدانوں کے لئے پہلی بار یہ ممکن بنایا ہے کہ وہ اس کیمیاوی مرکب کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ وہ ان وائرس جراثیم کو کس طرح تباہ کرتا ہے جو انسانی خلیوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اس تکنیک کے تحت وائرس کی چھوت والے انسانی خلیے کا خوردبین کے ذریعہ بنفشی شعاعوں کی روشنی میں (انٹی بایوٹک) دوائیوں کے استعمال سے پہلے اور بعد میں بھی معائنہ کیا جاتا ہے اگر زیر تجربہ مرکب دوا سبز دکھائی دے تو وہ بے کار اور بے اثر ہوتی ہے اور ان بیماریوں کا اس سے علاج نہیں ہو سکتا۔

بقیہ سلسلہ صفحہ ۳۹ "بچوں کے عجائب گھر"

اس سلسلے میں ایک مثال بروکلین عجائب خانے میں چلڈرنس میوزیم گیلڈ کا قیام ہے جس میں والدین کا امدادی گروپ شامل ہے۔ اس کے ممبر مختلف طریقوں سے مدد دیتے ہیں۔ بعض رضاکارانہ طور پر لائبریری کے کام میں ہاتھ بٹاتے ہیں یا میوزیم کی طرف سے جو چیزیں فروخت کی جاتی ہیں اس شعبے میں خدمت بجا لاتے اور چندہ جمع کرتے ہیں۔

اسی طرح ہارٹ فورڈ عجائب خانے کے لئے بھی والدین کی طرح سے بڑی محنت سے کام کرتے ہیں۔ جب حال ہی میں یہ عجائب خانہ نئی عمارت میں منتقل ہوا تو والدین نے وہاں سامان اور متعلقہ اشیاء لڑکوں میں لا دینے اور وہاں پہونچانے میں بھاری امداد دی۔ انہوں نے مکانوں اور الماریوں وغیرہ پر رنگ روغن کیا جہاں ضرورت تھی فرش اور دیواروں اور الماریوں وغیرہ کو درست کیا۔

اسٹیٹ آئرلینڈ عجائب خانے کی دیکھ بھال اس کی ترقی اور بچوں کے پروگرام جاری رکھنے کیلئے والدین کا "جونیئر میوزیم گروپ" بنایا گیا ہے عجائب خانے کے تحفے بیچنے کے شعبے میں اشیاء کی فروخت سے جو روپیہ کمایا گیا اس سے بچوں کے لئے پروگرام جاری رکھنے کی غرض سے معاون مقرر کئے گئے۔

وہ عجائب خانوں کے لئے مختلف نادر اور کمیاب چیزیں بھی خریدتے رہتے ہیں۔ مثلاً انہوں نے بارھویں صدی کی لکڑی کی کھدی کی ایک ہسپانوی میڈونا مصری مقبرے کا ایک مجسمہ اور ایک پتھر جس پر ہیروگلائی نقش کندہ تھے، خرید کئے ہیں۔ مائیں بھی بچوں کے ساتھ براہ راست کام کرتی اور مدد دیتی ہیں وہ ان جنگلی جانوروں کی پناہ گاہوں کو کھولنے میں بچوں کی رہنمائی کرتی ہیں جن کا عجائب خانے سے تعلق ہوتا ہے۔

قطعہ

نقشِ الفت کو بھی دل میں یہ چھپالوں کبتک ٭ رہ میں گرتے ہوئے اقدام سنبھالوں کبتک

جانتے بوجھتے کھائیں گے کسی دن مجھ کو ٭ زیرِ دامن بھی یہ مارونکو میں پالوں کبتک

(آمدہ از نذری بانو)

بچوں کے عجائب گھر

ماہرین کے مشاہدہ کے مطابق تعلیمی دنیا میں کسی نئے خیال کے مقبول ہونے اور فروغ پانے میں نصف صدی لگ سکتی ہے (اس عرصہ میں دس سال ادھر یا ادھر کا فرق پیدا ہو سکتا ہے) اس لحاظ سے بچوں کے عجائب گھروں کی تحریک معمول کے مطابق روبہ ترقی دکھائی دے رہی ہے۔

امریکہ میں سنہ ۱۸۹۹ء کے کرسمس کے دنوں سے بیشتر بچوں کیلئے اولین خصوصی عجائب خانہ بیڈ فورڈ پارک کے رقبہ میں وکٹوریہ دور کے طرز کی ایک عمارت کے دو کمروں میں کھولا گیا تھا۔ یہ "بروکلین چلڈرنز میوزیم" کہلاتا ہے۔ ۱۴ برس بعد بچوں کے لئے ایک اور عجائب خانہ بوسٹن میں قائم کیا گیا۔ مزید ۱۴ برس بعد انڈیانا پولس (انڈیانا) ڈیٹرائٹ (مشی گن) اور ہارٹ فورڈ (کنکٹی کٹ) میں بھی ایسے ہی عجائب خانے کھولے گئے ۔۔۔ جب سنہ ۱۹۴۹ء میں بروکلین عجائب خانے کی پچاسویں سالگرہ قریب آنے لگی تو یہ تحریک بھی تیز ہونے لگی۔

امریکن ایسوسی ایشن آف میوزیمز (عجائب خانوں کی تنظیم) کے بیان کے مطابق سنہ ۱۹۵۹ء میں یہ تحریک اپنی انتہا پر پہنچ چکی تھی۔

اس وقت امریکہ میں بچوں کیلئے تیس عجائب خانے ہیں اور اگرچہ تفصیل کے ساتھ اعداد شمار دستیاب نہیں تاہم متذکرہ تنظیم کے ایک ترجمان کے بیان کے مطابق سنہ ۱۹۵۹ء میں ان میں نمایاں اضافہ ہوا ہے ۔۔ جب بروکلین عجائب خانہ کھولا گیا تھا تو اس میں تیسیاں (خول) معدنیات پرندے اور کیڑے وغیرہ رکھے گئے تھے جو بروکلین کے آرٹ اور سائینس کے ادارے کی طرف سے مہیا کئے گئے تھے۔ یہ عجائب خانہ اسی ادارہ کا ایک شعبہ تھا۔ اور اب بھی ہے۔ متذکرہ چیزوں میں کچھ حیاتیاتی اور حیوناتی نمونوں اور خاکوں وغیرہ کا اضافہ کیا گیا۔ اور ان سب چیزوں کی نمائش روایاتی طور پر شیشے کی الماریوں میں کی گئی تھی ۔۔۔ آج یہ عجائب خانہ اس قدر وسیع ہو گیا ہے کہ ابتدائی مکان کے علاوہ گلی کے پار ایک اور عمارت میں بھی چیزیں رکھی ہیں۔ اب یہ ہفتے میں پورے سات دن کھلا رہتا ہے۔ اور یہ اس پر فخر کر سکتا ہے۔

سنہ ۱۹۵۹ء میں ۲½ لاکھ لڑکے لڑکیاں اسے دیکھنے آئیں۔ اب اس میں قرینے اور سلیقے سے بے شمار چیزیں سجائی گئی ہیں۔ سورج چاند ستاروں کا ایک نقشہ اور کلبوں اور درسی جماعتوں کا پروگرام بھی جاری ہے تاکہ بچوں میں مختلف اور متضاد امور کے متعلق دلچسپی پیدا کی جائے۔ مثلاً بچوں کو انڈوں سے لیکر خلائی سفر تک اور پرندوں کے مشاہدہ اور مطالعہ سے لیکر شطرنج کھیلنے تک کے مختلف اور گوناگوں قسم کے موضوعات کی ترتیب دی جاتی ہے ۔۔ بچے جب کسی نئی چیز کو دیکھکر کشش محسوس کرتے ہیں تو وہ اسے صرف سرسری نظروں سے نہیں دیکھتے بلکہ اس کے متعلق مطالعہ کرنے کے بھی خواہاں ہوتے ہیں۔ والدین اس حقیقت کو بخوبی جانتے ہیں ۔۔۔ چنانچہ بروکلین میوزیم کی ایک ابتدائی ڈائریکٹر اینا بلنگز گیلیپ کا یقین تھا کہ بچوں اور بالغوں کے عجائب خانوں میں بچوں کے شعبوں میں ایسے پروگرام ہونے چاہئیں جن سے بچوں کو براہ راست علم حاصل کرنے کا موقع ملے۔

بروکلین میں بچوں کے اس عجائب خانے میں بچے کسی نائٹ (سوار) کا زرہ بکتر پہن سکتے ہیں اور لکڑی کے جوتے پاؤں میں ڈال کر چل سکتے ہیں۔ مکھن نکالنے کی پرانی نوآبادیاتی رئی استعمال میں لاسکتے اور ابتدائی زمانے کے یا دوسرے تاریخی ہتھیاروں کو اٹھا کر گھما پھرا سکتے ہیں۔ وہ زندہ جانوروں کو چھو سکتے ہیں جن کی انہوں نے صرف تصویریں دیکھی ہوں۔ (امریکہ کے شہروں میں ایسے بھی بچے ہیں جنہوں نے مرغیاں تک نہ دیکھی ہوں) وہ دھاتوں چٹانوں اور مختلف قسم کی ایسی ہی اشیاء کا معائنہ اور ان کی آزمائش کر سکتے ہیں۔ اور ان کے نام وغیرہ بھی سیکھ سکتے ہیں اور اس طرح ان عجائب خانوں کے ذریعہ ان کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے ۔۔۔ بچوں کے لئے عجائب خانے قائم کرنے میں انفرادی لوگوں کی سرگرمیاں ہی ابتدائی قوت رہی ہیں۔ پھر بھی مختلف جماعتوں اور تنظیموں کے تعاون کی عموماً ضرورت رہتی ہے۔ عورتوں کے کلبوں اور مردوں کے سروس گروہوں نے امریکہ بھر میں ایسے عجائب خانے قائم کرنے میں مدد دی ہے۔

اسکول جانیوالی عمر کے بچوں کے والدین لازماً ان لوگوں میں شامل نہیں جو ان عجائب خانوں کے ابتدائی قیام میں مدد دیتے ہیں لیکن ایک دفعہ جب ایسے عجائب خانے قائم ہو جائیں تو انفرادی طور پر والدین بھی ان میں دلچسپی لینے لگتے ہیں اور ان کے ڈائریکٹر لوگوں کے جوش و خروش سے فائدہ اٹھانے کے طریقے ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ بقیہ ملاحظہ ہو صفحہ کالم ۲

قطعہ

گُلوں کا رنگ جو نکھرا یہ مرغزار میں ہے ؛ ادھر بھی نرگسِ شہلا عجب سنگار میں ہے
یہ کہتی جاتی ہے بادِ صبا بھی ناز سے آج ؛ عجیب رنگِ چمن آمدِ بہار میں ہے

(آمدہ از نذری باغ)

برطانیہ میں بوڑھوں کی دیکھ بھال

از قلم
نینسی ایلم

دنیا کے ہر حصہ میں عمر رسیدہ لوگوں کی دیکھ بھال ایک فوری مسئلہ کی حیثیت رکھتی ہے اور اگر ان کے کوئی رشتہ دار نہ ہوں یا اُن کے بیٹے بیٹیاں کسی دوسرے ملک میں رہ رہے ہوں تو اس مسئلہ کی شدت اور بھی بڑھ جاتی ہے برطانیہ میں متعدد رضاکارانہ انجمنیں بوڑھوں کی فلاح اور بہبود کا خیال رکھتی ہیں۔ لندن کے مختلف فروشوں، لوہا فروشوں اور بزازوں نے اپنے اپنے طبقہ کے بوڑھوں کیلئے "ہوم" یا مخصوص رہائش گاہیں تعمیر کی ہیں چرچ آرمی نام کا مذہبی ادارہ قومی پیمانہ پر یہ کام انجام دے رہا ہے اُن کے انتظام میں ۷۵ رہائش گاہیں ہیں جہاں عمر رسیدہ افراد چھوٹے چھوٹے فلیٹوں اور "مادر خانہ" کی نگرانی میں آزادانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ دس ایسے "ہوم" چلا رہی ہیں جہاں تمام بوڑھے افراد کی دیکھ بھال ہوتی ہے ایک اندازہ کے مطابق برطانیہ میں ایک ہزار آٹھ سو رہائش گاہیں ایسی ہیں جن کا انتظام رضاکارانہ تنظیموں کے ہاتھوں میں ہے ایک ہزار سے زائد رہائش گاہیں دوسری جنگ عظیم کے بعد سے قائم کی گئی ہیں برطانیہ میں بوڑھوں کی سب سے بڑی تعداد کی دیکھ بھال مقامی ادارے کرتے ہیں۔ لندن کاؤنٹی کونسل کے قائم کردہ ایسے ہوم میں بوڑھوں کو ہر قسم کی سہولتیں دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہاں خاص قسم کے غسل خانے تعمیر کئے گئے ہیں جن کے گرد بوڑھوں کی سہولت کے لئے جنگلے لگے ہوئے ہیں ٹیلیفونوں کا انتظام بھی عمارت میں موجود ہے باورچی خانہ کوئی قسم کے ساز و سامان سے لیس کیا گیا ہے۔ بوڑھوں کی تفریح کے لئے ٹیلی ویژن بھی مہیا کیا گیا ہے۔ بوڑھوں کی غالب اکثریت اپنے گھروں ہی میں رہتی ہے جہاں ان کے خاندان ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ برطانیہ میں بچوں کی دیکھ بھال کے بھی وسیع انتظامات کئے گئے ہیں۔ ان کو اس وقت جتنی طبی اور دیگر سہولتیں حاصل ہیں اتنی پہلے کبھی نہیں ہوتی تھیں۔ اس ملک کو اپنے بچوں پر ناز ہے ۱۹۰۰ء میں حالت یہ تھی کہ پیدا ہونے والے ہر ہزار بچوں میں سے ایک سو پچاس بچے، ایک سال کی عمر سے پہلے ہی مر جاتے تھے ۱۹۵۸ء میں مرنے والے بچوں کی تعداد صرف ۱۷ رہ گئی تھی۔

معاشی ترقی کیلئے بین الاقوامی امداد

ڈاکٹر راؤ کا لیڈز یونیورسٹی میں لیکچر

معلوم ہوا ہے کہ ممتاز ماہر معاشیات اور دہلی یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر وی۔ کے۔ آر۔ وی۔ راؤ ۱۵ر نومبر کو لیڈز یونیورسٹی میں ۱۸ واں ہاتسکیلو لیکچر دیں گے وہ پہلے ہندوستانی ہیں جو اس قسم کے لیکچروں میں حصہ لے رہے ہیں۔ یہ لیکچر ہر سال لیڈز میں کرائے جاتے ہیں۔ عالمی شہرت یافتہ ٹیلرنگ فرم کے بانی، مرحوم مسٹر ہاتسکیلو برٹن کا یہ عقیدہ تھا کہ انسان کا امن ان کے ساتھ قائم کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ ایک دوسرے کو زیادہ سمجھنے کی کوشش کریں۔ اسی خیال کے پیش نظر انہوں نے لیڈز میں ان لیکچروں کا سلسلہ شروع کرایا تھا۔ پہلا لیکچر ۱۹۵۲ء میں اس وقت کے امریکی سفیر مسٹر جوزف۔ جی۔ وننٹ نے دیا تھا لارڈ ہیلی فیکس اور سر آیور رفر نیکس بھی ان لیکچروں میں حصہ لے چکے ہیں۔ ڈاکٹر راؤ معاشی ترقی سے متعلق بین الاقوامی امداد کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کریں گے

قطعہ

دیکھتے دیکھتے یہ رات لگی ہے کیسی
موسمِ گل میں یہ کہتا ہے سبو پیرِ مغاں
پشتِ بدکار پہ یہ لات لگی ہے کیسی
شیخ کو کوئے خرابات لگی ہے کیسی

(میخانہ)

(آمدہ از تدریکا باغ)

لن پول

انسانی تہذیب کی بقا میں تعلیم کا کلیدی مقام

حال ہی میں جان ہاپکنز یونیورسٹی کے ڈاکٹر ملٹن ایس آئزن ہوور نے بتایا کہ ”انسانی تہذیب و تمدن نے اپنی بقا کے لئے اعلیٰ تعلیمی اداروں سے اس طرح کا رشتہ اور تعلق پہلے کبھی قائم نہیں کیا تھا۔ آج غیر معمولی قابلیت کے اعلیٰ تعلیم یافتہ مردوں اور عورتوں پر نوعِ انسانی کو مادی اور نظریاتی ہتھیاروں کی زد سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جو انسانیت کی تباہی کا باعث ہو سکتے ہیں۔“ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہ ہماری تہذیب کی بقا اور ترقی کے لئے ہمیں زیادہ تعلیم یافتہ لوگوں کی اشد ضرورت ہے۔ آج یونیورسٹیوں سے بیسوں قسم کے تقاضے ہو رہے ہیں ان میں ایک تقاضہ خصوصی شعبوں میں تربیت پانے کے مسئلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ موجودہ صدی میں مادی اور ذہنی ارتقاء پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر آئزن ہوور نے خصوصی [illegible] تربیت پانے کے روز افزوں رجحان کا ذکر کیا۔ جہاں پہلے کاروبار اور پیشوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی وہاں اب امریکی سماج میں ۲۴ ہزار خصوصی پیشے اور کام پائے جاتے ہیں۔ جن میں سے صرف ایک چوتھائی غیر تربیت یافتہ کارکن انجام دے سکتے ہیں۔ ان خصوصی شعبوں اور پیشوں کے لئے کارکنوں کی تربیت اور ماہرین میں اعلیٰ درجہ کی مہارت اور صلاحیت پیدا کرنے کے لئے معلموں اور ماہرین تعلیم پر ایک نیا بوجھ پڑ رہا ہے۔ ان کی ذمہ داریاں بڑھ رہی ہیں۔ وہ دن گئے جب ایک عالم اپنے شعبہ میں دانشورانہ ارتقاء اور تعلیم و تربیت [illegible] کے بعد نسبتاً آرام سے بیٹھ سکتا تھا۔ اس امر کا اندازہ اس بات سے ہو سکے گا کہ پچھلے برس ۵۵ ہزار رسالے اور جریدے شائع ہوئے جن میں مادی زندگی کے متعلق سائنسوں کے ۱۲ لاکھ مضمون چھپے۔ صرف ذہنی انضباط جیسے چھوٹے سے موضوع پر ۳۵ ہزار اہم مضامین شائع ہوئے۔ دائرہ علم میں عظیم اور وسیع ترقی کے باعث اسے استعمال میں لانے کی مانگ بہت تیز ہو گئی ہے۔ چنانچہ اسکالروں نے یہ مانگ پوری کرنے میں حیرت انگیز کام کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دریافتوں، ایجادوں اور ان کے عملی استعمال کے درمیان وقفہ اس قدر مختصر ہو گیا ہے کہ عملی صورت دینے سے پیشتر ہی یہ ایجادیں متروک اور پرانی ہو جاتی ہیں کیونکہ اسی قلیل سے عرصہ میں ان سے بھی بہتر ایجادیں اور دریافتیں عمل میں آ جاتی ہیں۔ مثلاً جو دوائیاں آج عام استعمال میں ہیں دس برس پہلے ان کا کسی کو کوئی علم بھی نہیں تھا۔ آج ہماری سب سے بڑی دوا ساز کمپنیاں جو دوائیاں یا کیمیاوی اشیاء بنا رہی ہیں محض دس برس قبل وہ کسی کو معلوم بھی نہیں تھیں۔ مختلف علوم میں حیرت انگیز رفتار سے جو اضافہ ہو رہا ہے وہ جدید زندگی کا ایک اہم پہلو ہے۔ علم کی اس دھماکہ دار اور زوردار ترقی اور پھیلاؤ کے باعث یونیورسٹیوں میں حقیقی مطالعہ میں عظیم وسعت پیدا ہوئی ہے۔ ماضی میں تو آدمی یہ خیال کر سکتا تھا کہ پی۔ ایچ۔ ڈی (ڈاکٹریٹ) کی ڈگری حاصل کرنے پر طالب علم اپنے اس خاص مضمون میں جامع مفاہمت، قابلیت اور علمی کمال کی منزل طے کر چکا ہے لیکن اب پختہ خیال سکالر اور سائنسدان یونیورسٹیوں میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے آگے بھی پوسٹ ڈاکٹوریٹ کی زیادہ اونچی تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں یعنی وہ اپنی علمی قابلیت کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری پانے کے بعد بھی نامکمل سمجھتے ہیں۔ اس طرح امریکہ کی ممتاز یونیورسٹیوں میں پوسٹ ڈاکٹوریٹ کے طلباء کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے تاکہ آزادانہ اور اونچی سطحوں پر کہیں زیادہ بلندی پر حقیقی تحقیق اور غور و فکر کر سکیں چنانچہ جان ہاپکنز یونیورسٹی میں پوسٹ ڈاکٹورل تعلیم پانے والے طلباء کی تعداد جیسا کہ ڈاکٹر آئزن ہوور نے بتایا ہے دوسری امریکی یونیورسٹیوں کے مقابلہ میں اوسط زیادہ ہے یہاں سکالر نہ صرف سیاسی اقتصادیات، حیاتیات اور دوسرے شعبوں میں مزید اعلیٰ تعلیم (پوسٹ ڈاکٹورل) پا رہے ہیں۔

قطعہ

شکلِ بد ہو گئی ظاہر رخِ پر خار سے بھی
کر دیا مست نگاہوں نے تری اے ساقی
مستی بھی ہو گئی ظاہر مئے گلنار سے بھی
کیف یہ آ نہ سکا نرگسِ سرشار سے بھی

(آمرہ از نذری بازغ)

امریکی یونیورسٹیوں سے لینا یہ نئی مانگ پسندیدہ ہے۔ اس سے ہمارے اعلیٰ تعلیمی اداروں کو ہماری تہذیب و تمدن کی بقا کے لئے اپنا حصہ ادا کرنے میں مدد ملے گی۔ جوان سال سکالروں کے لیے خصوصی مطالعے کے لئے جس تربیت کی ضرورت ہے اسے مکمل بنانے کے لئے امریکی یونیورسٹیوں سے جو مطالبے کئے جا رہے انکی اہمیت بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتی جا رہی ہے۔ ان نئے مطالبوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر آئزن ہوور نے واضح کیا ہے کہ "ہمیں نہ صرف ان سائنسی علوم میں جو ملکی استحکام میں مدد دیتے ہیں آزادانہ ریسرچ کے لئے سازگار ماحول اور سہولتیں پیدا کرنی چاہیئے بلکہ معاشرت اور انسانیت کے مطالعہ میں بھی جن سے تدریج انسانی و روحانی اور اخلاقی روشنی ملتی ہے۔"

بقیہ عنوان افریقہ سے متعلق برطانیہ کی پالیسی سلسلہ صفحہ ۴۳

برطانوی پالیسی کے نتیجہ سے منحصر یعنی آفریقہ کو زیادہ معاشی و تعلیمی امداد دینا، کے بارے میں مسٹر میکملن نے کہا ہے کہ "افریقی اقوام صرف اسی حالت میں اپنی حقیقی آزادی کو برقرار رکھ سکتی ہیں جب وہ اپنے مفادات کی حفاظت کرنے میں موثر ہوں۔ برطانیہ، اقوام متحدہ اور امداد لینے والے ملکوں کے ساتھ کئے گئے معاہدوں کے ذریعہ لیکن زیادہ تر کامن ویلتھ کے ذریعہ افریقی ملکوں کی معاشی و تعلیمی ترقی میں امداد پہنچا رہا ہے۔ کچھ سال ہوئے جنوبی و جنوب مشرقی ایشیا کے لئے کولمبو پلان کی طرح ڈالی گئی تھی۔ امداد باہمی کا یہ اسکیم اب بین الاقوامی روپ اختیار کر رہی ہے کامن ویلتھ تعلیمی کانفرنس کے نتیجہ کے طور پر اس سال کامن ویلتھ تعلیمی تعاون کی ایک اسکیم جاری کیا گیا تھا۔ یہ اسکیم افریقی ملکوں کے لئے خاص طور پر بہت اہم رہی ہے اس کے تحت کامن ویلتھ ممالک [illegible] کے پوسٹ گریجویٹ طلباء کو وظیفے دیتے ہیں۔ ٹیچروں کو ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے گرانٹیں دی جاتی ہیں اور تربیت یافتہ ٹیچروں کی بہم رسانی میں مدد دی جاتی ہے۔ کامن ویلتھ معاشی مشاورتی کونسل کی حالیہ میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ ایک منصوبہ بنایا جائے جس کے تحت افریقی ملکوں کو مزید امداد دی جائے۔

تنگڑہ کا کشتی کا حادثہ

مزید چار متاثرہ خاندانوں کی امداد

حکومت نے تنگڑہ کے کشتی کے حادثہ سے متاثر ہونے والے ان بارہ خاندانوں کے علاوہ جنہیں اس سے پہلے امداد منظور کی گئی ہے مزید چار مستحق خاندانوں کو امدادی عطیئے دینے کے لئے (۳۰۰۰) روپے کے خرچ کی منظوری دی ہے

متوفی کا نام	پتہ اور منظورہ امدادی عطیئے کی رقم	ان اشخاص کے نام جنہیں امدادی رقم دی جائے گی
۱۔ شری کوتہ کرسنیا ولد ویکنٹ نرسمم	موضع تیالم پاڑو (۱۴۰۰) روپے	شریمتی کوتہ پینار امیاد (بیوہ) موضع تیالم پاڑو ضلع کنٹور
۲۔ شری بکیلا رسی ریڈی ولد ایلی ریڈی	موضع تیالم پاڑو (۱۰۰۰) روپے	شریمتی بکیلا گرد عالکشما (بیوہ) موضع تیالم پاڑو ضلع کنٹور
۳۔ شری سیڈگا ریجی ریڈی	موضع تیالم پاڑو (۳۰۰) روپے	شریمتی میڈا سدرما (بیوہ) موضع تیالم پاڑو ضلع کنٹور
۴۔ شریمتی منگما زوجہ شری گڈی بنڈی راما کرسنا	موضع تیالم پاڑو (۳۰۰) روپے	سری گڈی بنڈی راما کرسنیا (شوہر متوفیہ) موضع تیالم پاڑو ضلع کنٹور

میزان (۳۰۰۰) روپے

کافی کے باغات کی اسکیم

حکومت نے ضلع وشاکھاپٹنم کے ایجنسی علاقوں میں (۱۰۰) ایکڑ زمین پر کافی کے باغات لگانے کی ایک اسکیم پر سنہ ۶۱-۱۹۶۰ء میں عمل کرنے کے لئے (۱۹،۳۰۰) روپے لاگت کے خرچ کی منظوری دی ہے

(اطلاعات)

قطعہ

یہ کیسی ہے ہمدم بساطِ نشاط
دلِ پروانہ کو کہتی ہے محفل
ادھر مردنگ عشرت کی بجی ہے
ضیائے شمع سے بھی لو لگی ہے

([illegible])

افریقہ سے متعلق برطانیہ کی سلجھی ہوئی پالیسی

معاشی اور تعلیمی امداد پر زور

از قلم

کولین لیگم آف "آبزرور" لندن

حالیہ مہینوں میں وزیر اعظم برطانیہ مسٹر ہیرلڈ میکملن نے جو بیانات دیئے ہیں اور حکومت نے جو فیصلے لئے ہیں ان سے افریقہ کے بارے میں برطانوی پالیسی واضح ہو گئی ہے اس پالیسی کے تین جز ہیں

اوّل یہ کہ آزادی کے مطالبات کی شدت کو مان لیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ نوآبادیوں میں حکومت خود اختیاری (سلف گورنمنٹ) کو فروغ دینے کی روایاتی پالیسی کی رفتار تیز کر دی گئی ہے

دوم یہ کہ آزاد افریقی اسٹیٹوں کا یہ حق تسلیم کر لیا گیا ہے کہ وہ کسی قسم کی بیرونی مداخلت بغیر اپنی طرز زندگی کو فروغ دے سکتی ہیں یا اس کی حفاظت کر سکتی ہیں۔

سوم یہ کہ افریقی ملکوں کو زیادہ معاشی امداد دی جائے تاکہ وہ اپنی سیاسی آزادی کی عمارت کو مستحکم بنیادوں پر کھڑا کر سکیں

ان باتوں سے تو یہ ظاہر نہیں کہ برطانوی پالیسی بنیادی طور پر بدل گئی ہے لیکن مجموعی طور پر یہ باتیں افریقہ سے متعلق برطانوی طرز عمل کو پہلے کی بہ نسبت زیادہ واضح اور قطعی بنا دیتی ہیں۔ ہم آج مقصد میں اتنی تبدیلی نہیں دیکھ رہے جتنی کہ طور عمل میں دیکھ رہے ہیں اور اس کی وجہ برطانوی وزیر اعظم کا دورہ افریقہ ہے جو انہوں نے اس سال کیا تھا۔ انہوں نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ افریقی عوام کا قومی شعور مستحکم ہو گیا ہے

اور کہ افریقہ میں تبدیلی کی ہوائیں "چل رہی ہیں۔ انہوں نے مزید یہ کہا تھا کہ اپنی قومی پالیسیاں مرتب کرتے وقت ہمیں اس قومی شعور کی حقیقت کو مدنظر رکھنا پڑے گا۔" ان باتوں سے ظاہر ہے کہ برطانوی پالیسی اس حقیقت کی جانب پوری طرح توجہ دے رہی ہے۔ وزیر نوآبادیات مسٹر آئن میکلوڈ نے سرگرمی سے وزیر اعظم کے نظریات پر عمل کیا ہے انہوں نے کینیا اور نیاسالینڈ کی آئینی ترقی سے متعلق کانفرنس کو نہایت کامیابی کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ افریقی قومی تحریکوں اور یورپی فرقوں، دونوں کے ذمہ دار لیڈروں نے ان کے رویہ اور کام پر اپنی خوشنودی کا اظہار کیا ہے۔ ٹانگانیکا میں انہوں نے مسٹر جولیس نیاریرے کے وزیر اعلیٰ بننے کے راستہ میں جو رکاوٹیں تھیں ان کو دور کیا، یوگنڈا میں قوم پرست ... کی پالیسیوں کی تعریف کر رہے ہیں اور روایات پسند ... پر نکتہ چینی کر رہے ہیں ... ایون کی تاریخ آزادی مقرر کر دی گئی ہے۔ وہ ماہ اپریل میں آزاد ہو جائے گا۔ وزیر اعظم میکملن نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اپنی حالیہ تقریر کے ذریعہ ہوتے آزادی کے تصورات کو فروغ دینے کی جانب ایک اور قدم اٹھایا تھا انہوں نے افریقی لیڈروں کے اس مطالبہ کی حمایت کی تھی کہ ان کو اپنی جداگانہ شخصیت کو ترقی دینے کے لئے آزادی حاصل ہونی چاہیے۔ ان کے سماجی اور معاشی ترقی کے مطالبات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا "ہم جانتے ہیں کہ وہ یہ چیزیں ایک ایسی شکل میں چاہتے ہیں جو ان کے لئے موزوں ہوں اور نہ کہ ایسے نظریاتی نمونہ کے مطابق ہوں جو باہر سے ان پر ٹھونس دیا گیا ہو۔" اس قسم کی پالیسی کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ افریقی اسٹیٹوں کے اس مطالبہ کی حمایت کی جائے کہ ان کو غیر جانبداری کی اپنی پالیسیوں پر چلنے کی آزادی ملنی چاہیئے تاکہ افریقہ سرد جنگ کی سیاست سے محفوظ رہ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ وزیر اعظم برطانیہ نے کانگو میں اقوام متحدہ کی پالیسی کی پوری حمایت کی ہے جس کا مقصد بڑی طاقتوں کو اس تنازعہ میں دخل دینے سے روکنا ہے

(باقی صفحہ کالم (۱) پر)

قطعہ

ہو گئی چوک عجب مانی و بہزاد سے بھی
دام میں آ نہ سکے طائرِ گلزار اسکے

کیسی جرأت ہوئی دیکھو دلِ آزاد سے بھی
غلطی ہو گئی دیکھو کفِ صیاد سے بھی

(آمدہ از نذری باغ)

ذریعہ تعلیم کا سوال جلدی کا سوال نہیں

قاضی غیاث الدین وزیر خوراک کا صحافتی بیان

ثانوی مدارس میں ذریعہ تعلیم کا مسئلہ لسانی اقلیتوں کے لئے دو اہم پہلو رکھتا ہے۔ ایک تو زبان کی بنیاد پر ظہور پذیر ہونے والی ایک لسانی طرز کی ریاست ہے اور دوسری یہ کہ ثانوی تعلیم اب ایک پہلو والی نہیں رہی بلکہ تیزی سے کئی پہلوؤں والی ہوتی جا رہی ہے۔ ہر وہ تعلیمی تجویز جو ان دو پہلوؤں پر غور نہیں کرے گی یقینی طور پر ناکامیاب ہو جائے گی پہلے پہلو کے تعلق سے ریاست کی سرکاری زبان میں مخصوص مہارت نہ صرف انتظامی ضروریات یا یونیورسٹیوں اور کالجوں میں اعلیٰ تعلیم کے لئے ذریعہ تعلیم کے نقطۂ نظر سے بلکہ بڑی حد تک اکثریت سے اقلیت کی جذباتی ہم آہنگی کے لئے ناگزیر ہے۔ دوسرے پہلو کے تعلق سے یہ ثابت کرنے کے لئے کسی بحث کی ضرورت نہیں ہے کہ ثانوی تعلیم کا مستقبل زیادہ تر پیشہ ورانہ اور ٹکنیکل طرز کا ہوگا۔ پس سوائے اس کے بعض مقامات میں دوسری زبان کے گروہ کا بہت زیادہ زور ہو، تعلیم کی ان شاخوں سے متعلق اداروں کا قیام ریاست ہی کی زبان میں کرنا ہوگا۔ اس سے اگر لسانی اقلیتیں تعلیم کے ان جدید رجحانات سے مطابق رکھنا چاہتی ہیں۔ اور ہر پیشہ ورانہ اور ٹکنیکل تعلیم کی شکل میں دی جانے والی رعایتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہیں تو انہیں علاقائی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانا ہوگا۔ بدقسمتی سے جب ہم ایک ریاست کی کسی اقلیت کی زبان کے مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو ان چند تعلیمی اسکولوں سے متعلق سوچنے لگتے ہیں جو ماضی میں شروع ہوئے تھے یا حسن کے نشتا مالی اور دوسری مشکلات کے بغیر شروع ہونے کے امکانات ہیں اگر ہم جدید ریاست مہاراشٹر کو دیکھیں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ ایسے ثانوی مدارس کی جملہ تعداد ۳ فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔ جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہو۔ اگر ہم یہ سمجھیں کہ اردو بولنے والی آبادی ۹ سے ۱۰ فیصد نہ تھے تو یہ باآسانی محسوس کیا جا سکتا ہے کہ آبادی کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کی غرض سے مزید اردو ہائی اسکول کھولنے کا مسئلہ کتنا شدید ہوگا۔ ۳۰۰ فیصدی اسکول اور کھولنے کی کوشش کی جائے گی۔ اور تب بھی یہ اسکول زیادہ تر تعلیمی طرز ہی کے ہوں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میری مجوزہ اسکیم میں مادری زبان یعنی اردو کا معیار گرنے کا سوال کیسے پیدا ہوتا ہے۔ درحقیقت میں نے اس امر پر زور دیا ہے کہ اردو تمام مدارس میں شروع سے اخیر تک اسی حد تک اور اسی معیار تک پڑھائی جائے گی۔ تب بھی یہ کہا جا رہا ہے کہ اسکیم اردو داں آبادی کے حقوق کو ختم کر دے گی۔

میرج کانفرنس کو چاہئے تھا کہ وہ انعامی واتحاد کی راہ میں روڑے اٹکانے والے فرقہ وارانہ جذبات کو ختم کرنے اور بھائی چارے کی سمجھ تمام لوگوں میں پیدا کرنے کی جانب رہنمائی کرتی اور اس بات پر زور دیا جانا چاہئے تھا کہ زبان کا سوال فرقہ وارانہ سوال سے زیادہ بلند ہے۔ کیونکہ ایک زبان دو یا دو سے زیادہ مذہبی فرقوں کی زبان ہو سکتی ہے یا مختلف زبانیں ہو سکتی ہیں۔ اگر اس سوال کو مندرجہ ذیل حقائق کو پیش نظر رکھ کر حقیقت پسندانہ طریقے سے غور کیا جائے کہ اردو داں اقلیت مہاراشٹر کے ۳۶ ہزار دیہاتوں میں پھیلی ہوئی ہے اور ان کا تناسب دیہی علاقوں میں ۵/۶ اور بڑے مقامات میں ۱/۲ ہے اور معاشی طور پر پست حال ہونے اور کافی تعداد میں ٹکنیکل پیشہ ورانہ اور سائنٹفک ثانوی اسکول شروع کرنے کی عدم موجودگی میں ثانوی درجہ تک اردو ذریعہ تعلیم پر ان کا زور دینا سائنٹفک اور ذو مقاصدی تعلیم کے لئے دیئے جانے والے مواقع سے انکار کرنا ہے اور نتیجتاً سرکاری ملازمتوں، صنعتی اداروں یا چھوٹی گھریلو اور دستکاری کی صنعتوں کو (جنہیں بنکوں ریاستی یا مرکزی حکومت سے یا مالی کارپوریشنوں سے مالی امداد ملتی ہے) ٹکنیکل معلومات حاصل کرے اور اپنی زندگی شروع کرنے کیلئے کھلے ہوئے دروازے ان پر بند ہو جائیں گے۔ ان سے کہا جانا چاہئے تھا کہ زراعت، صنعت اور سماج کے تمام معاملات ٹکنولوجی اور سائنس کے ذریعہ عمل میں آ رہے ہیں۔ ہر گھر میں چھوٹی صنعتیں شروع کی جا رہی ہیں جو بڑے پر کیٹیول یا کارخانوں کے ماتحت کی کی مانند ہوں گی۔ (ملک کے ماہرین بالخصوص مہاراشٹر کے مدبرین کے ذریعہ تیسرے اور چوتھے پلان کا خاکہ) اس مندرجہ بالا صورت حال میں اگر اردو داں اقلیت جلد ہی اپنے تعلیمی نظام کو بدل نہ لے گی تو معاشی ثقافتی اور سماجی اعتبار سے اس پر تباہ کن اثر ہوگا۔ یہ تمام چیزیں مفصل طور پر باریک ترین مالی اور دیگر نقاط نظر کو دیکھتے ہوئے عمل میں لائی جانی چاہئیں۔ عام بحث میں کوئی کانفرنس کسی بھی قسم کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔

باقی بر صفحہ ۴۷

قطعہ

دل مست ہو گیا مرا جام شراب سے ؛ نکھرا چمن ہے آج یہ رنگ گلاب سے
دیکھو علوم دین متیں کا جہاں میں آج ؛ چرچا بلند ہو گیا یہ بوتراب سے

(آمدہ از نذری باغ)
(لاثانی نغمہ)

تبسم کے کرشمے

از جناب نجمین کاظمی صاحب

آپ جانتے ہیں کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے اور انسان کا چہرہ اس کے خیالات کا آئینہ ہوتا ہے۔ آپ کا چہرہ دیکھ کر ہر شخص آپکی فطرت اور طبیعت کا اندازہ لگا لیتا ہے آپ کسی سے ملنے جائیں اور اس شخص کی عزت و محبت آپ کے دل میں ہو اور آپ خلوص اور محبت سے پرتپاک ملاقات کریں تو یقین کیجئے کہ وہ بھی آپ سے اسی طرح پیش آئے گا، آپکی مسکراہٹ اس کے دل میں جگہ پیدا کرے گی اور آپ کے چہرے کی بشاشت اس کو بھی مسرور اور متبسم بنا دے گی اسکے برخلاف اگر آپ کسی شخص کو منہ بنا کے اور اپنا ماتھا سکیڑ کے ملیں گے تو وہ قطعاً آپ کا گرویدہ نہ ہوگا وقتی طور پر آپ سے متاثر ہو جائے تو ہو جائے۔ مگر آپ سے ہمیشہ چوکنا رہے گا اور آپ سے مطمئن نہ ہو سکے گا

آپ اپنے دل سے بغض و عناد نکال دیں، کینہ و فساد سے پاک رکھیں تو پھر ہر دل میں آپ اپنی جگہ پائیں گے، محبت کا جذبہ اپنے آپ پر طاری کر لیجئے، چہرے کو مسرور اور متبسم بنائیے جس سے ملئے ہنستے ہوئے خلوص اور محبت سے ملئے، ناک بھوں چڑھا کر پیشانی پر شکن ڈالنا، چہرے کو غمگین بنانا چھوڑ دیجئے ہمیشہ ہونٹوں پر مسکراہٹ رکھئے۔

بد بینی، نکتہ چینی، عیب جوئی چھوڑ دیجئے۔ کہا ہیں کہ کوئی عیب بھی نظر آئے تو اُسے نظر انداز کر دیجئے اسکی اچھائیاں ڈھونڈھیئے۔ جو اچھائی نظر آئے اسکی دل کھول کر داد دیجئے اور خلوص سے مدح سرائی کیجئے۔

آپ کسی مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہوں اور اس کی وجہ سے آپ پریشان ہوں، سرگرداں ہوں، چڑچڑے ہو گئے ہوں تو پھر آپ اس مصیبت کا مقابلہ مطلق نہ کر سکیں گے، آپکی مصیبت کی اطلاع آپکے گھر والوں کو ہوگی، دوسروں کو مطلق نہ ہوگی اور اگر ہوئی بھی تو دوسروں کو اسکی کیا پروا ہوگی، دوسرے آپکی مصیبت سے کیوں متاثر ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ ضبط کریں، اپنے چہرہ کو متبسم بنائیں، مصیبت کے تصور ہی کو دل سے نکال دیں، شیکسپیئر کہتا ہے

"کوئی چیز حقیقت میں اچھی یا بری نہیں صرف اسکا تصور ہی ہے جو اس کو اچھا اور برا بنا دیتا ہے"

اپنی مصیبت کو آپ جتنی بڑھانا چاہیں بڑھتی جائیگی اور جتنی گھٹانا چاہیں گھٹتی جائے گی۔ اگر آپ اپنی مصیبت کو اسی حالت پر جیسی وہ ہے چھوڑ دیں تو وہ خود بخود گھٹنے لگے گی اور دوسرے کاموں میں لگ جائیں تو خود بخود گھٹتی جائیگی

سر اکبر حیدری نے ایک واقعہ لکھا ہے ایک آفیسر جن پر سر اکبر کو بہت اعتماد تھا، ایک روز آفیسر حسب معمول دفتر آئے اور کام کاج میں لگ گئے۔ دوپہر میں کسی نے فون پر گفتگو کی، اتفاق سے فون سر اکبر کے اجلاس سے مل گیا اور بات کرنے والا آفیسر کو رسوم میت ادا کرنے کے لیے جلد آنے کے واسطے کہہ رہا تھا۔ سر اکبر اس بات چیت سے کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکے۔ آفیسر کو بلا کر پوچھا تو معلوم ہوا کہ آفیسر کا بچہ بیمار تھا جو صبح کو انتقال کر گیا جسکی میت کے رسوم ادا کرنے اور نعش کو قبرستان لے جانے کے لیے آفیسر کی ضرورت تھی۔

لیکن یہ ایک سنگدلی معلوم ہوتی ہے کہ بچہ مرا ہوا گھر میں پڑا ہے اور باپ حسب معمول اپنی نوکری پر چلا جاتا ہے میت کے رسوم ادا کرنے کے لئے تک نہیں ٹھہرتا۔ مگر ملازمتی فرائض بھی اہم ہوتے ہیں۔ فرض شناسی بھی کوئی چیز ہے۔ اسی فرض شناسی، ضبط اور مستعدی نے سترا کر کے دل میں آئزن کی غیر معمولی جگہ پیدا کر دی تھی جنہیں انہوں نے اپنا پرسنل مددگار بنا لیا تھا اور ہمیشہ اعتماد کرتے تھے

بچے کے سوگ میں آئزن ہینڈ ہفتہ بھر کی رخصت لے کر گھر بیٹھ سکتے اور دل پر زور پیٹ سکتے تھے مگر نتیجہ کیا نکلتا! ؟ انہیں کی صحت خراب ہوتی، وقت ضائع ہوتا اور کام پیچھے پڑ جاتا۔ اسی مستعدی، ضبط اور استقلال نے آئزن کو کامیاب بنایا اور وہ نہ صرف مطمئن اور مسرور رہے بلکہ ہمیشہ ۔۔۔

امریکہ کے ایک کامیاب بیمہ ایجنٹ فرینکلن بٹ نے ڈیل کارنیگی کو بتایا کہ کئی سال ہوئے اس نے یہ گر معلوم کر لیا تھا کہ مسکراتے ہوئے انسان کا ہر جگہ خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ کسی کی ملاقات کے لئے میں اس کے دفتر کے کمرے کے اندر داخل ہونے سے پہلے خدا کی نمایاں بے پایاں سے جو راحت و آرام مجھ کو نصیب ہوا ہے اس کا شکریہ ادا کرتا ہوا دل ہی دل میں مسرور اور شاداں ہو کر مسکراتا ہوا آہستہ آہستہ جاتا ہوں اور اس آسان اور سہل طریقہ سے ہمیشہ کامیاب رہتا ہوں۔

ڈیل کارنیگی نے اپنی کتاب میں آلبرٹ ہوبارڈ کی یہ نصیحت نقل کی ہے کہ:۔

جب کبھی آپ گھر سے نکلیں تو لبوں پر مسکراہٹ پیدا کیجئے۔ زور زور سے سانس لے کر اپنے پھیپھڑوں کو ہوا سے پوری طرح بھر لیجئے اور دوستوں کا مسکراہٹ کے ساتھ استقبال کیجئے، پُر تپاک مصافحہ سے محبت میں اضافہ کیجئے مگر ثابت قدمی اور استقلال سے بلا پس و پیش کام میں لگ جائیے اور پوری توجہ اور سرگرمی سے کام میں لگے رہیئے کامیابی آپکے قدم چومے گی۔"

چینی لوگ اس فلسفہ سے بہت واقف تھے انکی ایک ضرب المثل دل پر نقش کر لینے کے قابل ہے

"جس انسان کے چہرہ پر تبسم نہ ہو اس انسان کو دوکان نہیں کھولنی چاہیئے"

فرینک ارونگ نے اوپن ہم کالنس اینڈ کمپنی کے اشتہار میں مسکراہٹ کے متعلق کیا اچھی باتیں کہی ہیں:۔

- تبسم کی کوئی قیمت آپ کو ادا کرنی نہیں پڑتی مگر اس سے بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں
- اس کا پانے والا مالا مال ہو جاتا ہے مگر دینے والا مفلس و نادار نہیں ہوتا
- جو بغیر مسکراہٹ کے زندہ ہے وہ زندہ نہیں بلکہ مردہ ہے
- جو مسکراہٹ سے فائدہ نہ اٹھائے وہ سلیقہ شعار نہیں بلکہ گنوار ہے
- مسکراہٹ دنیا کو مسرت بخشتی ہے اور ہر ایک کو دوست بنانے میں مدد دیتی ہے
- میاں بیوی میں غصہ کا طوفان امڈا ہوا ہے، لڑائی کی آگ بھڑک رہی ہے مگر ایک تبسم کی لہر آتی اور سارے طوفان پر چھا جاتی ہے
- تبسم مردہ دلوں کو جلانے والا، نا امیدوں کا سہارا اور اندھیرے دلوں کا اُجالا ہے
- تبسم نہ تو خریدا جا سکتا ہے اور نہ اس کی بھیک دی جا سکتی ہے۔ یہ اُدھار مل سکتا ہے اور نہ چوری جا سکتا ہے
- تہواروں میں خرید و فروخت کی مصروفیت کی وجہ سے



سیلس مین کے ہونٹوں کا تبسم خشک ہو جائے تو آپ اسے اپنی مسکراہٹ بخش دیجئے، دیکھئے! وہ پھر سے تازہ دم ہو جائے گا۔

• دلوں کی کلی کو کھلانے والی مسکراہٹ خدا نے آپ کو عطا کی ہے۔ خدا کے لئے مسکرائیے اور مسکراتے جائیے، ہر حالت میں اپنے لبوں پر مسکراہٹ قائم رکھئے، اگر آپ واقعی ہر دلعزیز بننا چاہتے ہوں تو "مسکراہٹ اور تبسم" کو ہونٹوں سے جدا نہ کیجئے۔

بقیہ مضمون "ذریعہ تعلیم کا سوال جلدی کا سوال نہیں" بسلسلہ صفحہ ۴۴

میرے نزدیک اب بھی کچھ نہیں گیا۔ ہمیں تمام موجودہ معاملات پر غور کرنا چاہیئے۔ ذریعہ تعلیم کا سوال جلدی کا سوال نہیں ہے۔ یہ سوال کوئی چار پانچ سال بعد آئے گا ہمیں تیسری پرائمری سے تمام اسکولوں میں مراٹھی کو لازمی مضمون کی حیثیت سے شروع کر دینا چاہیئے۔ ہم بالکل ابھی علاقائی زبان کو ذریعہ تعلیم، تعلیم نہیں بنا رہے ہیں۔ موجودہ مدارس کو ضرورۃً طور پر بدلنا نہیں ہے۔ مستقبل میں بھی ایسے مدارس جن کا ذریعہ تعلیم عوام کی پسند کے مطابق ہو، شروع کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ لسانی اقلیتوں کی معاشی اور سماجی بہبود کے لئے مزید مواقع پیدا ہو جائیں۔

جناب امیر علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے موقع پر

ادارہ شیراز ایک خصوصی اشاعت

امیر نمبر

کے نام سے پیش کرنے کا تہیہ کیا ہے۔ اس نمبر کے سرورق پر سرکار حق آگاہ کی بالکل نئی تصویر ہوگی اور یہ نمبر سرکار حق آگاہ کے نامِ نامی سے معنون ہوگا اس نمبر میں سرکار حق آگاہ کا کلام بلاغت نظام، ملک کے نامور ادباء اور شعراء کے بلند پایہ مضامین نظم و نثر اور محبان آل اطہار اور عاشقان حیدر کرارؑ کے یادگار رتھادیر درج رہیں گے

تفصیلات کے لئے مخاطب فرمایئے

ادارہ شیراز اردو ہفتہ وار چادر گھاٹ گیٹ۔ حیدرآباد ۲







کہ آیندہ سال ہندوستان بھی مصنوعی سیارہ خلا میں بھیجے گا
تو کارِ زمیں را نکو ساختی
کہ با آسمان نیز پرداختی

کہ امریکہ کے سائنسدانوں نے بھی ایک عدد قیامت کی پیشین گوئی کر دی ہے
لیکن ان کے حساب سے یہ قیامت آج سے ۶۹ سال بعد آنے والی ہے جبکہ نہ یہ پیشین گوئی کرنے والے سائنسدان رہیں گے نہ موجودہ نسل جو تصدیق یا تکذیب کر سکے۔

کہ سلطان شاہی کی ایک رہنے والی خاتون نے پولس میں درخواست دی ہے کہ اسے شوہر کے ظلم وستم سے بچایا جائے جو روزانہ رات گئے نشہ کی حالت میں گھر آتا ہے
غالباً اس خاتون کا شوہر کوئی ترقی پسند شاعر ہوگا جو ہر رات کسی مشاعرہ سے واپس ہوتا ہوگا۔

کہ موریتانیا میں ایک سال میں ۶۰۱۴ جڑواں بچے پیدا ہوئے
عجب تیری قدرت عجب تیرے کھیل
بعض عورتوں کو ایک بچہ بھی پیدا نہیں ہوتا اور بعض جب کرتی ہیں duplicate کرتی ہیں۔

کہ مرکزی وزیر خوراک نے غلہ ذخیرہ کرنے کے لئے گوداموں کی تعمیر کا پروگرام بنایا ہے
یعنے ایک نعل مل چکی ہے اب کیا ہے؟
صرف تین عدد نعل اور ایک عدد گھوڑا ملتے ہی بس سوار کہلائیں گے۔

کہ مرکزی حکومت سارے ملک میں گانجہ پر پابندی عائد کرنے کے بارے میں غور کر رہی ہے
لیکن گانجہ پر پابندی ہو جائے تو پھر ہمارے باکمال سادھو سنیاسیوں کا، جو چلم کی راکھ سے سونا بناتے ہیں، کیا ہوگا!؟۔

کہ گاما پہلوان کی بیوہ کو حکومت کی جانب سے ماہانہ دو سو روپے پنشن مقرر کیا گیا
گاما کی روح کہہ رہی ہوگی ؎
یاد آئی مرے عیسیٰ کو دوا میرے بعد!

کہ میسور میٹرک کے جعلی اسناد فروخت کرنے والوں کی ایک ٹولی گرفتار کر لی گئی۔
لیکن تعجب ہے کہ یہ لوگ صرف میٹرک ہی کی جعلی سندیں کیوں فروخت کرتے تھے جبکہ ملک میں بی۔ اے، ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے اسنادات کی بھی مانگ ہے

کہ لندن میں جو ہندوستانی خاتون گم ہو گئی تھی۔ مل گئیں
لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ گمشدہ خاتون گھر سے بچھڑ گئی تھیں یا "صاحبِ خانہ" سے۔ اگر صاحب خانہ سے بچھڑ گئی تھیں تو بیماری بہت زور ہی ہوگی جیسا کہ صائب تبریزی نے فرمایا ہے ؎
طفل ہی گر بد چو راہ خانہ را گم می کند
چوں نہ گریم من کہ صاحب خانہ را گم کردہ ام

شیراز علم دادب کا ترجمان اور صاحبِ ذوق کا اخبار ہے

شیراز کا مطالعہ آپ کو دوسرے تمام جرائد کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیگا

قطعہ

رنگِ گُل بادِ بہاری میں رہا
ہر عدو ذلت و خواری میں رہا
شان و حشمت کا ہمیشہ دیکھو
جلوہ بھی آج عماری میں رہا

(درآمد از نذیر باغی)

GRAND HOTEL

مانا کہ حیدرآباد میں سینکڑوں ہوٹلیں ہیں مگر

نیو گرانڈ ہوٹل اینڈ پیراویژن اسٹورس



فون نمبر (۴۵۷۵) ۔ افضل گنج حیدرآباد دکن

• نفاست اور پاکیزگی • باسلیقہ ملازمین • خورد و نوش کے بہترین اشیاء

مفرح مشروبات خوش ذائقہ چائے اور

معقول انتظام کیلئے اپنی آپ نظیر ہے

PHONE No. 237

EMBASSY CAFE

ایمباسی



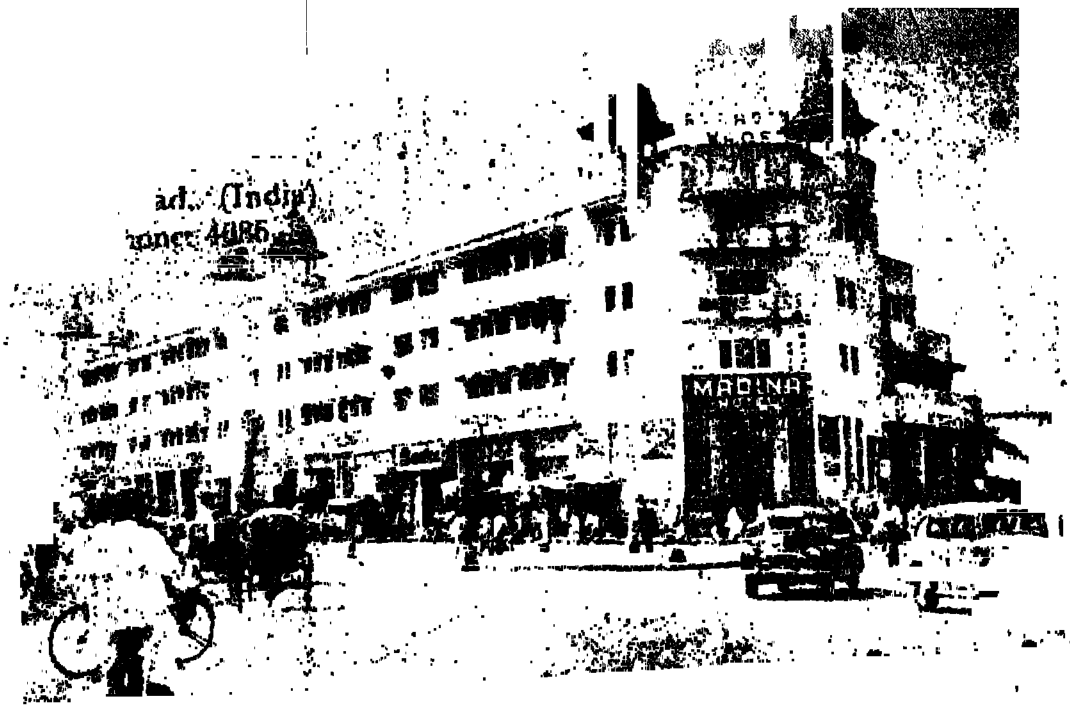
چوراہا بشیر باغ حیدرآباد اے۔ پی

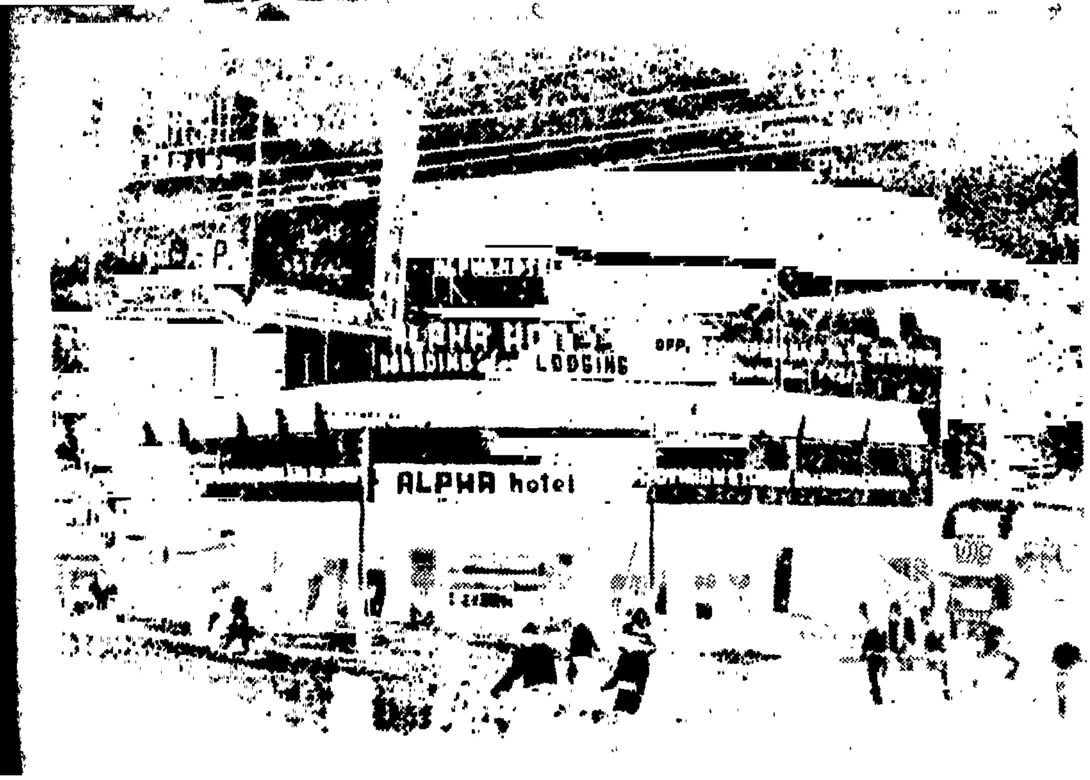
انگریزی اور مغلائی کھانوں اور بہترین انتظام کے لئے اپنی آپ نظیر ہے

خاص کر یہاں کے کری پفس ہمہ گیر شہرت کے حامل ہیں

اگر آپ نے

ایمباسی کیفے کے کری پفس نہیں کھائے ہیں تو گویا آپ نے کری پفس کھائے ہی نہیں




LODGING
ALPHA hotel


Assam Tea Depot
تازہ خوش ذائقہ اعلیٰ درجہ کی چائے
آسام اور نیلگری کے خاص خاص باغات سے راست منگوا کر شہر حیدرآباد و سکندرآباد
کی مشہور اور بڑی بڑی ہوٹلوں میں سپلائی کیجاتی ہے گھریلو استعمال کیلئے
حسب ذیل اقسام کی چائے مثلاً تے۔ ٹی۔ ای۔ آرنج پیکو، بروکن آرنج پیکو،
فنلس اور نیلی کمپیچر اور ہوٹلوں کے لئے خاص قسم کی چائے مثلاً اسپیشل
ہوٹل کمپیچر نمبر (۱) و نمبر (۲)، آسام ہائیگروین ڈسٹ، آسام اسپیشل
ڈسٹ اور ہر قسم کے آسام و نیلگری ڈسٹ، فائن ڈسٹ اور پیکو ڈسٹ وغیرہ
ملنے کا شاندار مرکز
آسام ٹی ڈپو
فون (۵ ۳۴۳۸۵)
نامپلی مارکٹ حیدرآباد





کاکی معنوی مغزی سمجھا تو میں سمجھا — وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مٹا کر آپ کو عثماں یہی کہتا ہے ہر اک سے — کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

سید عثمان شیرازی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر — مقامِ اشاعت: بہادر گنج گیٹ حیدرآباد (۲۲) انڈیا

جلد ۱۵ — روز جمعہ ۲۵ نومبر ۱۹۶۰ء م ۵ جمادی الثانی ۱۳۸۰ء — شمارہ (۴)

غزل

(مطلع)

قوت کہاں ہے آگہی دیکھو قلم میں ہے — ہے یہ نرالا پیچ جو سنبل کے خم میں ہے

بے فکر کرتی جاتی ہے سائل کو دیکھئے زر — یہ شان ہے عجیب جو لطف و کرم میں ہے

رہتی ہے ایک ذات ہی آنکھوں کے سامنے — جلوہ یہ کس کا دیکھئے دیر و حرم میں ہے

کہتا ہے آج دستِ مظہرِ علیؑ سا حسن — نصرت کا جلوہ دیکھ لے تیغِ دو دم میں ہے

دنیا کو چھوڑ کر جو چلا کار بند کے ساتھ — بدخواہ کو بھی دیکھ لے دارِ عدم میں ہے

ہرگز سمجھ نہ اس کو شراب دو آتشہ — تاثیر جان لینے کی پوشیدہ سم میں ہے

برداشت کرتے جاتے ہیں عشاق روز و شب — کیا کیا یہ لطف عشق کا جور و ستم میں ہے

رنگِ کلام کہتا ہے ہر ایک سے سنو — یہ فرق نظم و نثر کے زورِ قلم میں ہے

سازِ نشاط کہتا ہے رندوں سے باغ میں — دیکھو تو دورِ مے کا مزہ دمبدم میں ہے

گل کا بہا ہے اشک جو ماہِ عزا میں دیکھ — شبنم کا قطرہ آج بسا چشمِ نم میں ہے

(مقطع)

ماہِ عزا یہ کہتا ہے عثماں ذرا تو سن
جلوہ حسین ابنِ علیؑ سا علم میں ہے

(آمدہ از نذری باغ)

میری تجویز نسبت سعیدہ بیگم معمرہ ۱۰ یا ۱۱ سالہ یعنی چھوٹی صاحبزادی لیلیٰ بیگم بہ امین الحسن لڑکا معمر ۱۲ یا ۱۳ سالہ

(دہلی والی)

(یعنی نواسہ صاحبزادی داؤد النساء بیگم بطنی دختر صاحبزادی نذیر النساء بیگم)

فرمایا چند ماہ قبل کا واقعہ ہے جبکہ یہ معصوم بچہ اپنی ماں کے ساتھ یہاں تھا۔ اسکو اس بچہ مذکور کے ساتھ ارادہ تھا قرار دوں۔ اور بچہ کی پرورش و تعلیم تربیت کا میں ذمہ لوں (Responsibility)۔ مگر چونکہ اس کا باپ عدن میں سلطان مُکلّہ کی خدمت پر تھا (یعنی سابق سلطان مُکلّہ جوکہ سیف نواز جنگ تھے) اُنھوں نے اس تجویز سے اتفاق بہ این وجہ نہیں کیا کہ بچہ یہاں حیدرآباد میں مستقل سکونت نہیں رکھ سکتا کہ ایک دن یہ باپ کی جگہ لینے والا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے یہ تجویز عملی جامہ نہیں پہن سکی۔ اور معاملہ یہاں ختم ہوگیا۔ مگر خدا کو معلوم ہے کہ باپ کا خیال صحیح بھی ثابت ہوگا یا نہیں کیونکہ حالات دنیا دگرگوں ہیں۔

خیر مضائقہ نہیں آیندہ کوئی موزوں لڑکا نظر میں آئے گا تو اس کے ساتھ نسبت قرار پاکر اخبار نظام گزٹ میں بروقت اعلان ہوگا جس کی جلدی نہیں ہے۔

دیگر بچہ امین الحسن کا نام میں نے ماں اور نانی کی خواہش پر رکھا تھا۔ خدا اس کو عمر طبعی دے مع کردار نیکو کہ بچہ بھولا ہے۔ اور اچھے خاندان کا ہے۔ اور ہونہار معلوم ہوتا ہے۔

مرقوم ۲۴ نومبر ۱۹۶۱ء

(آمدہ از زندری باغ)

قرضہ مظفر النساء بیگم دختر مہاراجہ پیشکار انجہانی

فرمایا اقبال جنگ مرحوم کی وفات کے بعد مرحوم کے ذاتی قرضہ ہو یا دوسرے خانگی امور ہوں ان کی یکسوئی ضروری تھی لہٰذا میری ہدایت کے مطابق یہ کام ہو کر ذریعہ ٹرسٹ کے بعد ... تحقیقات اس کے بقیہ قرضہ کی ادائی بھی اسکی ذاتی رقم سے کردی گئی۔ مگر اسی سلسلہ میں معلوم ہوا کہ اسکی بڑی بہن مظفر النساء بیگم نے بھی کچھ عرصہ تک متفرق طور پر بھائی سے قرضہ لی تھی جسکی ادائی ابھی تک نہیں ہوئی تھی جسکی مقدار رقم ڈیڑھ ہزار کے قریب تھی۔ پس میں نے یہ تصفیہ کردیا ہے کہ قرضہ کی ادائی ضروری ہے لہٰذا جب سے یہہ زیر سرپرستی نذری باغ آئی تھی (اس کی سقیم حالت کے مدنظر اسکے اور اسکی اولاد کے مصارف خورد و نوش ملبوس و علاج معالجہ وغیرہ کے مصارف نذری باغ برداشت کررہا تھا۔ اور شادی خانہ نمبر ۱ میں (اسی حدود میں) ایک پختہ مکان تھا وہاں مقیم تھی۔ لہٰذا باوجود ان رعایتوں اور سہولتوں کے اس کو بھائی سے قرضہ لینے کی ضرورت نہ تھی (اس کا کہنا تھا کہ نامبردہ کی اکلوتی بیٹی جس کی شادی ہوچکی تھی اور اس کا شوہر مفلس ہونے سے مصارف زندگی میں اس کو بیٹی ماں کو مدد دینا پڑا۔ لہٰذا اس غرض سے بھائی سے متفرق اوقات قرضہ لینے کی ضرورت پڑی تھی)۔

الحاصل میں نے یہ تصفیہ کردیا ہے کہ اس کے نذری باغ آنے سے قبل چیاریٹی ٹرسٹ سے اس کے نام ۲۵ روپئے کی جو امداد دیگئی تھی وہ قرضہ کی ادائی میں محسوب ہو (تا ادائی کامل جس کو کم و بیش دو سال کا عرصہ درکار ہے۔ قرضہ بےباق ہونے کیلئے) کہ بجز اس کے اور کوئی دوسری سبیل ادائی کی نہیں تھی۔ اس کے سوا نامبردہ کو آگاہ کردیا ہے کہ اگر آئندہ وہ پھر قرضہ کریگی اور یہہ نذری باغ کو معلوم ہوگا تو اسکو قابل دستگیری نہ سمجھ کر نذری باغ سے فوراً خارج کردیا جائے گا۔ اور ساتھ ہی اس کے اس کا بڑا بیٹا بہادر علی جو عابد جاہ کی بڑی صاحبزادی عابدہ بیگم سے منسوب ہے اس نسبت کو فسخ کردیا جائے گا۔ یہہ سمجھ کر کہ یہ لڑکا۔ لڑکی کے لئے موزوں نہیں ہے۔

خلاصہ یہہ کہ سب امور کا قطعی تصفیہ کرکے نامبردہ کو آگاہ کردیا ہے۔ البتہ اس کے بعد جیسے کچھ حالات پیش آئینگے اس کے مطابق نذری باغ عمل کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔

الحاصل یہ چند سطور لکھ کر بہ نیت ریکارڈ کرنا ضروری خیال کیا بقول۔ داشتہ آید بکار۔

مرقوم ۲۲ نومبر [illegible]

(آمدہ از نذری باغ)

معروضہ مجیب یار جنگ صاحبزادہ نذیر نواز جنگ

(مقیم عدن باغ)

فرمایا اس میں اُنھوں نے لکھا تھا کہ کچھ عرصہ قبل اُنھوں نے آغا حیدرؑ کے لڑکے کی سفارش کی تھی میرے ہاں میری کسی پوتی سے منسوب کرنے سے متعلق کہ یہ بچہ اس وقت اُنھیں کے ساتھ اُن کے مکان میں (یعنے عدن باغ میں) رہتا تھا۔ اور بچہ کا باپ یعنے آغا حیدرؑ نے مجیب یار جنگ کو زمانۂ گزشتہ میں فارسی کی تعلیم نظام کالج میں دی تھی۔ مگر بعض خانگی معاملہ کے سلسلہ میں کچھ نااتفاقی پیدا ہونے سے بچہ مجیب یار جنگ کے مکان میں نہیں ہے۔ لہٰذا آیندہ اگر آغا حیدرؑ کے بچہ کے رویہ میں کسی قسم کی تبدیلی ہوگی تو اسکی ذمہ داری ان پر نہیں رہے گی وغیرہ چنانچہ اونکی تحریر کی بنا پر میں نے آج آغا حیدرؑ کو نذری باغ طلب کرکے واقعات معاملہ دریافت کیا۔ اونھوں نے جو کچھ ان کے علم میں تھا مجھ سے بیان کیا۔ یہ سنکر میں نے ان سے کہدیا کہ میں معاملہ کو سمجھ گیا اور ابتک میرے خیالات ان کے بیٹے اور اُن کی ذات کی حد تک اچھے ہیں کہ میں نے رجب جاہ کی صاحبزادی رقیہ بیگم یعنی کلثوم بیگم کو منسوب کیا ہے جو کہ میری پوتی ہے مقیم مکان گاف جس کا اعلان اخبار نظام گزٹ میں ہوچکا ہے۔ لہٰذا ان کے بچہ کی زندگی پر میری نظر رہے گی۔ اور کبھی کبھی ان کو اور ان کے بچہ کو نذری باغ طلب کیا کروں گا۔ لہٰذا ان کو اس کا اطمینان رکھنا چاہئے کہ ان کو میں طبقۂ شرفاء سے اور زمرۂ وفاداران سے سمجھتا ہوں۔ اور یہاں میری گفتگو ان کے ساتھ ختم ہوئی۔ آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قدیم زمانہ کے لوگ جن کی زندگی ایک نہج پر گذری ہے اور ان کو پاس نمک کا خیال رہا ہے اس زمانہ میں خال خال نظر آتے ہیں اور ایسی قماش کے اصحاب کو نذری باغ اچھی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس کے علاوہ گو آغا حیدرؑ کے بچہ کو میں زیادہ نہیں جانتا تاہم جو کچھ میرا خیال ہے وہ یہ ہے کہ یہ اچھے رویہ کا بچہ معلوم ہوتا ہے اور کوئی سقم اس کی طرز زندگی میں ابتک پایا نہیں گیا۔ زیادہ خدا اس کو عمر طویل و توفیق جزیل دے۔

بقول۔ سالیکہ نکوست از بہارش پیدا

مرقومہ ۲۴ نومبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

درخواست والدہ سعید علی خاں داماد سرکار نامنظور

فرمایا گزشتہ جمعہ یہ لیکر نذری باغ آئی تھی (یعنے معروضہ لیکر جس میں لکھا گیا تھا کہ یہ اپنے دوسرے لڑکے کو نذری باغ کی سرپرستی میں دینا چاہتی ہے) تو اس کا جواب دیا گیا کہ میں اس کو منظور نہیں کرسکتا جبکہ اس کے بڑے بیٹے کا کیا معاملہ تھا (مقیم نذری باغ) وہ منظر عام پر آگیا تھا اخبار نظام گزٹ میں جسکو کچھ عرصہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے دیکھتے ہوئے میں دوبارہ غلطی نہیں کرسکتا کہ مجھے افسوس ہے کہ اس کے بڑے بیٹے کو کیوں اپنی لڑکی دیا کہ یہ اس کے قابل نہیں تھا۔ دوسرے طرف دین یار جنگ اپنی حالیہ علالت کے باعث اسکو میرے ہاں پیش کرنے پر کامل غور نہیں کرسکے کہ یہ موزوں تھا یا نہیں۔

الحاصل بجز اُن اُمور کے جو کہ میرے آزمودہ ہوں آیندہ میں اندھا دُھند کام نہیں کرسکتا جبتک کہ ایسے کوئی خاص وجوہ نہ ہوں۔

دُوم اس موقع پر یہ کہدینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ ایسے اُمور اگر نذری باغ میں آیندہ پیش ہوتے رہیں گے تو یہ راز میں نہیں رہ سکتے بلکہ منظر عام پر آئینگے۔ اور اگر اس سے کرنے والوں کی بے عزتی یا توہین ہوگی تو اس کی ذمہ داری ان کی ذات پر ہوگی نہ کہ نذری باغ پر۔ کیونکہ اگر وہ ایسے حرکتیں نہ کرتے تو پھر تبصرہ کا موقع نہ آتا۔

زیادہ۔ العاقل تکفیتہ الاشارہ۔

نوٹ۔ داماد مذکور کے اعمال اب بھی کیسے ہیں اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ میرے حکم سے پرائیویٹ اسٹیٹ (نظام) میں جتنے دن کام نہیں کیا تھا اس کے الونس کا مطالبہ کیا تھا۔ جو قاعدہ کی رو سے درست نہیں تھا۔ تاہم اگر آیندہ ان اُمور میں سوچ سمجھکر کام نہ کریگا تو پھر اسٹیٹ مذکور میں اسکو کام کرنے کی اجازت نہیں دیجائیگی اس کا اسکو خیال رہے۔

مرقوم ۲۲ر نومبر ۱۹۶۶ء

(آمدہ از نذری باغ)

ایک فاترالعقل شخص کی کذب بیانی جس کا نام عثمان علیؒ ہے

یعنی برادر خورد لطفت علیؒ پدر معین علیؒ و قادر علیؒ مقیم نذری باغ۔

فرمایا شکر ہے اول الذکر کی لڑکی معمرہ ۱۷ یا ۱۸ سالہ جس کا نام محمودہ بیگم ہے اس کا عقد پسر خورد نذیرالدین عہدہ دار صرف خاص اکبر علیؒ کے ساتھ مسجد جودی میں مقررہ طریقہ پر عمل میں آیا۔ یہ ہر دو بہ شمول حیدر علیؒ برادر کلاں ٹرسٹ میں (مع زوجگان) شریک ہیں۔ مگر کذب بیانی کیا تھی اسکی صراحت بھی ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ جانی بیگم مرحومہ جس کا انتقال ہو کر (قلب کے دورہ سے) ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ لڑکی کے باپ نے مجھ سے کہا کہ مرحومہ نے اپنا عندیہ ظاہر کی تھی کہ اوس کی دختر مذکورہ کو اپنے صاحبزادہ امداد جاہ سے منسوب کریگی۔ حالانکہ بعد تحقیق یہ سراسر غلط ثابت ہوا۔ کس لئے کہ دو تین سال سے ایک کم سن لڑکی معمرہ ۱۲ سالہ جس کا نام طلعت بیگم تھا (دختر دیانت علیؒ پسر سعیدالدولہ صوبہ مرحوم) یہ مرحومہ کے صاحبزادہ سے منسوب ہو کر نذری باغ میں زیر نگرانی مرحومہ موجود تھی جبکہ نسبت کا اعلان بھی شیرازہ یا نظام گزٹ میں ہو چکا تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس شخص کی دماغی حالت مثل اپنے بڑے بھائی مذکور قابل اطمینان نہیں ہے۔ اور ہر دو کے تعلقات آپس کے وہ بھی اچھے نہیں ہیں۔ اور اعمال و افعال سے ہر دو فاترالعقل معلوم ہوتے ہیں۔

الحاصل چونکہ اس واقعہ کو شیرازہ میں ریکارڈ پر رہنا ضروری تھا۔ اس لئے چند سطور لکھنے کی ضرورت محسوس کیا۔

مرقوم ۲۴ نومبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

عقد شرعی محمودہ بیگم بہ اکبر علیؑ برادر خورد حیدر علیؑ

(در مسجد جودی)

فرمایا شکر ہے کہ آج صبح کے گیارہ بجے یہ مقررہ طریقہ پر ہوگیا اور نتھ پھا حویلی قدیم میں پہنا دیا جائے گا بعد قدم بوسی حجرۂ مقدس در بڑی دیوڑھی۔ اور زر مہر معجل صہ ۵۰۰ء جو کہ دفتر ٹرسٹ میں لڑکی کے نام سے انوسٹ ہو چکا ہے جس کا انٹرسٹ ماہانہ صہ ۲۵ بہ شکل پاکٹ منی ملے گا اور زن و شوہر کا بلکہ تمام کا اذوقہ مندرجہ ٹرسٹ ہے۔ اور لڑکی ماہ فروری سنہ ۱۹۶۱ء میں اپنے جدید تعمیر کردہ مکان در محلہ مدرسہ عالیہ چلی جائے گی۔ اور متاہل زندگی شروع ہو جائے گی۔

زیادہ مبارک باشد

مرقوم ۲۴ نومبر سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

باسمہ سبحانہٗ

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت

صاحبزادہ نواب میر فیروز علی خان بہادر دام اقبالہ فرزند دلبند نواب محمود جنگ بہادر

قرۃ العین پدر راحت فزا فیروز علیؑ
بہر تاریخ ولادت مصرعہ آمد بہ دست

بالیقیں ہم چشم مادر را ضیا فیروز علیؑ
مشہدی را ایک گل رعنا ادا "فیروز علیؑ"

صاحبزادی مشہدی بیگم صاحبہ ۱۳۸۰ھ

گذرانیدہ
سید کاظم حسین قمر عابدی

(منقول از نظام گزٹ)

۲۱ نومبر ۱۹۶۰ء

قرارداد نسبت قطب النساء بیگم معمرہ ۱۸ سالہ دختر خورشید علیؒ برادر کلاں اسد علی نیر گانوی خان یاور جنگ مرحوم

بہ غلام علی معمر ۲۰ سالہ پسر سردار نواز جنگ مرحوم سابق ناظم تپہ و صوبہ دار گلبرگہ

فرمایا یہ نسبت بھی ہر نقطۂ نظر سے موزوں ہے۔ انشاء اللہ زمانہ قریب میں عقد شرعی مقررہ طریقہ پر ہو جائیگا اس کے بعد یہ ہر دو زن و شوہر اپنے جدید مکان میں مقیم ہو جائیں گے۔

زیادہ مبارک باشد

(آمدہ از نذری باغ)

مرقوم ۲۴ر نومبر ۱۹۶۰ء

زبردست قربانی مفاد کی

فرمایا دو سابق کے خانہ زادان نذری باغ یعنی قادر علیؒ و مختار علیؒ اپنے مفاد کی دیدہ و دانستہ بربادی کر کے اپنے رشتہ داروں کی لڑکیوں سے سانہ پس پشت نذری باغ عقد کر کے باداشاً زمرۂ خانہ زادوں سے اور ٹرسٹ سے خارج ہوتے ہیں۔ یہ واقعہ سب غیر متاہل خانہ زادان نذری باغ میں کافی بیداری پیدا کر دیا ہے کہ سب خواب غفلت سے بیدار ہو گئے ہیں۔ اور اپنے اپنے معاملات میں ہشیاری سے قدم رکھ رہے ہیں۔ لہذا **اگلا گرا پچھلا ہشیار**

فرمایا دنیا کی مثل سچ ہے کہ کثرت کو خطرات سے بچانے کے لئے قلت کی قربانی کو جائز یا ضروری سمجھا گیا ہے۔

خیر جو کچھ انسان کے قسمت میں ہوتا ہے وہ وقوع میں آکر رہتا ہے جس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ جس کو شدنی امور کہتے ہیں۔ چاہے اچھے ہوں یا برے۔ نتیجہ میں اس سے یہاں بحث نہیں ہے۔

(آمدہ از نذری باغ)

مرقوم ۲۴ر نومبر ۱۹۶۰ء

تنبیہ علی حسین نواسہ جعفر مشہدی متوفی کی جو سرگروہ ماتمی گروہ جعفری تھا

فرمایا جبکہ کچھ عرصہ قبل یہ موٹر خانہ نذری باغ میں ملازم تھا مگر بعدہ وہاں سے علیحدہ ہو کر خانہ زادوں میں شریک ہو گیا اور اس وجہ سے اسکی جگہ وہاں خالی ہو گئی۔ اسکی ماں کی سفارش پر اسکے چھوٹے بھائی حیدر حسین کا تقرر ہوا مگر یہ چھوکرا کم و بیش ایک ماہ تک علالت کا بہانہ کر کے نوکری پر نہیں آیا حالانکہ یہ اچھا تھا اور اگر بیمار تھا تو بیماری کا سارٹیفکٹ پیش کرتا جو کہ نہیں کیا جسکی بناء پر یادداشت خدمت سے اسکو علیحدہ کر دیا گیا کہ یہ موٹر خانہ کے قابل نہیں تھا۔

دیگر۔ اسکا بڑا بھائی علی حسین اسکی صحت بیٹھی ہوئی ہے اور قوی کمزور ہیں کہ کپڑوں کا بھرم ہے ورنہ یہ پوست استخوان ہے اور عمر ۲۷ یا ۲۸ سال سے کم نہیں ہے۔ انہیں وجوہ سے اسکی دماغی حالت کا بھروسہ نہیں ہے کہ اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی کچھ کہتا ہے اور کبھی کچھ۔ یعنے کسی چیز پر ٹھکاؤ نہیں ہے۔ مثلاً اسکی ماں نے (یہ خانہ زادوں میں شریک ہونے کے قبل) کریم علی متوفی ایک شخص جو کہ مولوی میراں صاحب مرحوم کا معتقد تھا اسکی دختر افضل بیگم سے نسبت کا قرارداد کی تھی مگر چھوکرے کی ماں کی دماغی حالت ٹھیک نہ ہونے سے حدود نذری باغ میں نیز متعلقہ مقامات پر چلی جاتی تھی۔ چاہے دن ہو یا رات۔ اسی وجہ سے علی حسین نے ایسی بیٹی کیساتھ جو نسبت ہوئی تھی اسکو قائم رکھنا نہیں چاہا۔ مگر اسکا انتظام جب میں نے کیا یعنے مدد و دی حرکت نازیبا کا تو پھر اپنے سابقہ ارادہ پر آمادہ ہوگیا (یعنے اسکے ساتھ اسکا عقد ہونے پر) مگر اسکے چند دن بعد بھی پلٹ گیا۔ یعنے عقد سے انکار کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے دماغ کی کمزوری کی وجہ سے متلون مزاجی اس میں پیدا ہوگئی ہے بلکہ بر آں اسکے بعد اسکے نکاح سے متعلق نذری باغ کو اب تعلق نہیں رہا۔ لہذا وہ اور اسکی ماں جو چاہیں بطور خود انتظام کر لے۔ البتہ یہ چھوکری ماں و بیٹا اگر تجویز کریں گے اسکے ساتھ بروقت اسکا عقد ہو جائیگا [illegible] کی وجہ سے یہ مرد بہت شادی کے قابل نہیں ہے تا آنکہ اسکی صحت درست ہو جائے۔ اب رہا معاملہ کریم علی کی دختر کا وہ کسی دوسرے خانہ زاد کو دیدی جائیگی جسکو اسکی ماں منتخب کرے۔ الحاصل یہ حالات تھے جو کہ ریکارڈ پر آنا تھا اسلیئے نظام نامہ میں بیان ہوئے

حسب باعث علی حسین کا چھوٹا بھائی جسکا نام منظور حسین ہے یہ چھوکرا بھی بیکار سا ہے۔ جو نذری باغ میں رہنے کے قابل نہیں ہے لہذا اسکو سرزنش کی گئی کہ اگر اپنے رویہ کو درست نہ کرے گا تو زمرہ خانہ زادوں سے خارج کر دیا جائیگا۔ خلاصہ یہ کہ یہ دونوں لڑکے جو بیمار ہیں ایسے ہیں جن کو نہ تعلیم ہے نہ تربیت بجز کوچہ گردی کرنے کے۔ ایسی حالت میں انکو کیسے قابل سمجھے جا سکتے ہیں جو نیک [illegible] ہوں یا جن کی قیمت [illegible] نہیں ہو۔ ورنہ نہیں! کیونکہ مثل ہے کہ نخل کو ثمر کا پیوند زیب نہیں دیتا تا آنکہ پارچہ مماثل ہو ورنہ اسپر اعتراض ہوگا کہ یہ کیسے جوڑ پیوند ہے۔

مرقوم ۱۸ نومبر ۱۹۶۰ء

مادۂ تاریخ ولادت صاحبزادہ دوم معصوم پہ صاحبزادی مشہدی بیگم لیلیٰ بیگم

(زوجہ محمود پاشاہ)

(در عدن باغ ۱۹ نومبر سنہ ۱۹۶۰ء م ۲۹ جمادی الاول سنہ ۱۳۸۰ ہجری یوم شنبہ وقت ڈیڑھ ساعت دن)

قطعہ ولادت صاحبزادہ معصوم بنام فیروز علی خاں (جاہ)

(مبارک باشد)

بہر ما این مبارک روز است ٭ گفت عثمان کہ یوم نوروز است

آمدہ او بہ ساعتے نیکو ٭ در چنین روز بین کہ فیروز است

(۱۳۸۰ ہجری)

فرمایا میرا نواسہ اول جسکا نام ممتاز علی خاں (جاہ) ہے بگذشتہ سال ۱۶ ستمبر سنہ ۱۹۵۹ء پیدا ہوا تھا اور اس معصوم کا بھائی اسی ماہ نومبر سنہ ۱۹۶۰ء کی ۱۹ تاریخ کو عالم وجود میں آیا تو اس حساب سے دونوں کی عمروں میں صرف ایک سال کا فرق ہے۔ خدا ان ہر دو گل نو دمیدہ کو بہ باغ جہاں سرسبز و شاداب زندگی عطا کرے بہ عمر طبعی ... بحق نبی و آل الامجاد

نوٹ۔ اس مسرت آگین موقع پر بہ تمول ولادت ہر دو میرا ارشد ... العربا و عیادت خانہ کے بچوں کی امداد کی غرض سے فی مدرسہ یکصد کا اضافہ کیا ہے۔ یہ نومبر سنہ ۱۹۶۰ء سے جیسا کہ صاحبزادی لیلیٰ بیگم بہ محمود پاشاہ اسیطرح سے فی مدرسہ یکصد جاری کیا تھا۔ ... نظام سے علاوہ امداد ... فی مدرسہ یکصد ماہانہ جیسا کی ٹرسٹ۔

بہ حال ایسے خوشی و انبساط کے موقع ... امداد اشخاص کی دستگیری ہوتی ہے ... اس تعریف میں نہیں آسکتے۔ فقط بالخیر

مرقومہ ۱۹ نومبر سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

چمن میں آج یہ بادِ صبا بھی آتی ہے ٭ مریض کے لئے دیکھو دوا بھی آتی ہے

ہر روز عید یہ کہتی ہے نصرت جاوید ٭ عدو کے واسطے دیکھو قضا بھی آتی ہے

(آمدہ از مدرسہ باغ)

عقد اکبر علی پسر غفور بن نذیر الدین سابق عہدہ دار صرف خاص بہ محمودہ بیگم معمرہ ۱۸ سالہ مقرر ہے

بتاریخ ۲۴ نومبر سنہ ۱۹۶۰ء (مطابق ۴ جمادی الثانی سنہ ۱۳۸۰ھ) یوم پنجشنبہ

(مسجد جودی میں صبح دس بجے مقررہ طریقہ پر)

فرمایا یہ لڑکا بیس سال میں قدم رکھا ہے اور عمر کے تناسب سے صحت اچھی ہے۔ لہٰذا یہ تصفیہ کیا کہ اسکے بھائی حیدر علی کے ساتھ ہی اس کا عقد شرعی بھی ہو جائے تو مناسب ہے گو مقابل زندگی ۴ یا ۶ ماہ کے بعد ہوگی جدید تعمیر کردہ مکان میں (درحدود مدرسہ عالیہ) اس کے بعد نذیر الدین کی کوئی اولاد جیا ہے ذکور سے ہو یا اناث سے قابل عقد نہیں ہے جس کو ایک طویل عرصہ درکار ہے۔

زیادہ کیا مبارک بات

(منقول از نظام گزٹ) ـــــ مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۶۰ء

مدیر نظام گزٹ نے نذری باغ کو نوٹس کی اطلاع دی ہے جو کہ منجانب وکیل فرید نواز جنگ اوس کے نام آئی ہے متعلق مضمون نذری باغ شائع شدہ اخبار نظام گزٹ مورخہ ۸ نومبر ۱۹۶۰ء

فرمایا مدیر مذکور سے کہہ دیا گیا ہے اتفاقی رائے اسکے متعلق لیکر جو کچھ جواب دینا ہے دیدیں اپنے وکیل ولی اللہ حسینی کے ذریعہ۔ اور اگر احیاناً فرید نواز جنگ مدیر مذکور کے بالمقابل عدالت جائیں تو اس وقت جو کچھ مکمل مواد یہاں مثل میں موجود ہے، وہ عدالت میں پیش کرنے وکیل مقرر کردہ مدیر نظام گزٹ کو دے دیا جائیگا جبکہ اسکی ضرورت ہو۔

مورخہ ۲۰ نومبر سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

دل بھی پھڑک گیا ہے یہ سوز و گداز سے | ذرہ بہ بند مہتاب سے دیکھو زمانے سے
بستی یہ کہتی آج ہے قسمت کے سامنے | پایہ بلند ہو گیا جائے قرار ہے

(زادہ نذری باغ)

فیوض و برکات میرے دو نواسوں کے نوزائیدہ بطنی صاحبزادی مشہدی بیگم دختر لیلی بیگم

فرمایا جس وقت میری بچی کا عقد شرعی ہوا تھا محمود دیا شاہ کے ساتھ (صاحبزادہ خیر نواز جنگ مرحوم) تو مدرسہ انیس الغربا اور عبادت خانہ کے نام فی مدرسہ یکصد دینار فی ٹرسٹ سے امداد جاری ہوئی تھی۔ مگر بچی کی نوزائیدہ دو اولاد کے وجود میں آنے کی یادگار میں کچھ نہیں کیا گیا تھا۔ لہذا یکم نومبر ۱۹۶۰ء سے جاری شدہ امداد مذکورہ میں یکصد کا اضافہ کیا ہے۔ بہ این وجہ کہ تعداد طلباء کی اچھی خاصی ہے۔ بہرحال مجھے امید ہے کہ جس سلسلۂ تقریب میں یتیم و یسیر لڑکوں کی امداد ہوئی ہے وہ شب و روز ان دو معصوم کے حق میں دست بدعا رہیں گے۔

دیگر خان بہادر تارا پورہ والا سکریٹری ٹرسٹ نے بھی اپنی حد تک اس کار خیر میں حصہ لیا ہے۔ لہذا مستفیض ہونیوالے لڑکے انکے شکر گذار رہیں گے۔ اور اس واقعہ کو کبھی فراموش نہیں کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ کیا اچھا کام ہوا ہے جسکی جتنی تعریف کیجائے کم ہی کم ہے خصوص اس پرآشوب زمانہ میں جبکہ دنیا کے حالات دگرگوں رہیں

نوٹ۔ اس امداد سے صاحبزادی سعادت النساء بیگم جو کہ حقیقی دادی ہے اور لیلی بیگم جو حقیقی نانی ہے دو معصوموں کی بے انتہا خوش ہیں کہ پوتوں اور نواسوں کی ولادت مستحقین کی امداد کا سبب بنی زیادہ عمر کم طویل و توفیق جزیل با دیگر العباد۔!

(منقول از نظام گزٹ)

مرقوم ۲۱ر نومبر ۱۹۶۰ء

تقرر عبد القدیر داماد حامد یار جنگ مرحوم برجائے ہمایوں علی بیگ مرحوم

بہ حیثیت صدر تعمیرات پرائیویٹ اسٹیٹ نظام ورکس کمیٹی انتظامی

(از یکم ڈسمبر ۱۹۶۰ء امتحاناً ۳ ماہ کے لئے)

فرمایا یہ کمیٹی انتظامی کی سفارش پر ہوا ہے جس سے زین یار جنگ نے بھی اتفاق کیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حال میں یہ اپنی خدمت سے (آندھرا گورنمنٹ میں) ریٹائر ہوئے ہیں۔

دیگر۔ مرحوم کے ذمہ نگرانی عاشور خانہ جات دیوڑھی وغیرہ متعلق تھی۔ لہذا صرف اس حد تک یہ کام عارضی طور پر مظفر حسین (مددگار مہتمم کوٹھیات) کے سپرد ہوا ہے۔ یعنی برادر حسینی بیگم و پدر انور بیگم منکوحہ جونیر پرنس (مقیم ورن ویلا)

نوٹ۔ فرمایا آج میں نے عباس علی بیگ فرزند مرحوم کو نذری باغ طلب کر کے دیکھا۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ لڑکا تعطیلات میں مختلف مقامات کے کرکٹ میچ کے سلسلہ میں یہاں آیا ہے جو آئندہ ماہ جنوری ۱۹۶۱ء میں واپس انگلینڈ جانے گا کہ ابھی اس کی تعلیم وہاں ختم نہیں ہوئی ہے۔

خیر یہ چہرہ سے ہونہار بچہ معلوم ہوتا ہے۔ غیب سے اس کو عمر طویل نصیب ہو۔ مع سرسبزی۔

مرقوم ۲۲ر نومبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

اعلان جاری شدہ در نذری باغ

فرمایا حال میں میرے جدید نواسہ کی پیدائش کے سلسلہ میں مدرسۂ انیس الغرباء و عیادتخانہ کو جو مزید امداد دی گئی ہے منجانب پرائیویٹ اسٹیٹ نظام۔ اور چیاریٹی ٹرسٹ تو اس کو دیکھکر مزید امداد کی درخواستیں مختلف اشخاص کی جانب سے یہاں پیش ہو رہی ہیں۔ لہذا آگاہ کیا جاتا ہے کہ جو کچھ ممکن تھا وہ ہو چکا فراخدلی کے ساتھ۔ اس لئے اب اس کے بعد منفرداً ہر ایک کو امداد نہیں دی جا سکتی۔ اور نہ درخواستیں نذری باغ میں لی جا سکتیں۔ لہذا خواہشمندوں کو چاہیئے کہ اگر ضرورت ہو تو اپنی اولاد کو ان دو مدرسوں میں اپنے مذہب و عقائد کے مسئلہ کو سامنے رکھتے ہوئے وہاں شریک کرا دے سکتے ہیں۔ کیونکہ اس سے زائد اور کچھ ممکن نہیں ہے۔ ورنہ اس آگاہی کے بعد کوئی شخص اس کے برعکس کام کرے گا تو اس کے حق میں نتیجہ اچھا نہ ہوگا کہ ہر چیز کو صاف کر دیا گیا ہے اس کا خیال رہے۔

مرقوم ۲۳ر نومبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

ترجمان اہلِ حق ہے قوم کی آواز ہے ★ حق خواہ و حق آگاہ ہے شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

حیدرآباد میں بجلی کے سامان کا کارخانہ

ایک مقامی خبر رساں ادارے نے یہ خبر فراہم کی ہے کہ حیدرآباد میں بھاری برقی سامان کے ایک کارخانہ کے قیام کے امکانات کا جائزہ لینے کیلئے ماہرین کی ایک جماعت حیدرآباد کا دورہ کرے گی۔

حال ہی میں برقی سامان کا ایک کارخانہ تیس کروڑ کے سرمایہ سے بھوپال میں بھی قیام کیا گیا ہے۔ مرکزی حکومت نے تیسرے پنجسالہ منصوبہ کے تحت ایسے دو کارخانوں کے قیام کا فیصلہ کیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حکومت آندھرا پردیش بھاری صنعتیں الاٹ کرنے کے لئے مرکزی حکومت سے مسلسل نمائندگی کرتی چلی آرہی ہے۔ حکومت آندھرا پردیش نے مجوزہ کارخانہ کو لنگم پلی یا راما گنڈم میں قائم کرنے پر زور دیا ہے۔

بلاشبہ مرکزی حکومت کا مستحسن اقدام ہے کہ اس نے حکومت آندھرا پردیش کی نمائندگی کو منظور کرتے ہوئے آندھرا پردیش میں ایک ایسے عظیم الشان کارخانہ کے قیام کا فیصلہ کر لیا۔

آندھرا پردیش میں اگر اس بھاری پلانٹ کی تنصیب عمل میں آئے تو اس سے نہ صرف صنعتی اعتبار سے ملک کا مقام بلند ہوگا، آندھرا پردیش کی صنعتی سرگرمیوں اور آمدنی میں اضافہ ہوگا بلکہ ایک قابلِ لحاظ حد تک ملک میں پھیلی ہوئی بیروزگاری کا بھی

خطیبِ منبر سلونی

کیا ارشاد مبارک ہے کہ ہوشیار رہنے سے دل میں روشنی اور غفلت سے غرور پیدا ہوتا ہے

دور حل کر آئیگا۔ جہاں تک مجوزہ کارخانہ کے نئے مقام کا تعلق ہے، راما گنڈم سے زیادہ لنگم پلی موزوں مقام ہے

مرکزی حکومت نے بھوپال کے پراجکٹ کی منظوری ۱۹۵۷ء میں دی تھی، تین سال بعد اب یہ فیکٹری مکمل ہوئی ہے جسکا افتتاح وزیراعظم نہرو کے ہاتھوں عمل میں آنے والا ہے

بھوپال کی اس فیکٹری کے قیام سے پہلے تین ہزار افراد کو جن میں انجینئر اور کاریگر شریک تھے ٹریننگ دی گئی جسکے لئے ایک ٹریننگ اسکول اور ورکشاپ قائم کی گئی فیکٹری کی تعمیر کے دوران میں تجربہ کار انجینئروں کو اعلیٰ تربیت کیلئے انگلستان روانہ کیا گیا جن میں سے (۱۶۷) انجینئر تربیت پانے کے بعد ہندوستان واپس آچکے اور مزید (۱۸۹) انجینئر اعلیٰ تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بھوپال کے اس کارخانہ میں (۳۲۰۰۰) ملازمین کام کریں گے۔ اور سالانہ ۲۵ کروڑ روپے کا مال تیار ہوگا۔ ان اعداد و شمار سے بجلی کے کارخانہ کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آندھرا پردیش خوش قسمت ہے کہ بھوپال کے بعد ایسے عظیم الشان کارخانہ کیلئے آندھرا پردیش کو منتخب کیا گیا ہے

حقیقت یہ ہے کہ آج آندھرا پردیش میں نہ تو دفاتر معتمدین کے لئے شاندار عمارتوں کی ضرورت ہے، نہ کھیل کود کے میدانوں، پارکوں اور اسٹیڈیم کی۔ آج کی سب سے شدید اہم اور اولین ضرورت صنعتی کارخانوں کا قیام ہے تاکہ ملک میں پھیلی ہوئی ہولناک بیروزگاری کا انسداد ہو سکے

ہمیں توقع ہے کہ ماہرین کی جماعت حیدرآباد آنے کے بعد کارخانہ کے قیام کی سمت جلد از جلد مثبت قدم اٹھائے گی

قطعہ

جور و ستم بھرے ہیں بہت آسمان میں
بے فائدہ ہے بحث عجب این و آن میں
نامِ حسینؑ ابن علیؑ سن کے آج بھی
تعظیم آگئی ہے مرے دل میں جان میں

(لا شک فیہ)

(آمدہ از نذری باغ)

یا علیؑ مدد

بہترین فرنیچر اور قابلِ دید سامان

نواب رستم جنگ مرحوم کا فرنیچر اور دیگر اسباب

عظیم الشان ہراج

نواب رستم جنگ مرحوم اور دوسروں کا بہترین فرنیچر۔ بڑے بڑے قالین
کنٹن چائنا، فریج گھڑیاں۔ بہترین بلوری جھاڑ۔ ماربل اور برونز کے اسٹاچیوز
قدیم قلمی طلائی کلام مجید۔ آئیل پینٹنگس۔ رشین باسکٹ۔ انگلش کراکری
کٹ گلاس کا سامان۔ چائنس گلدان کے علاوہ سینکڑوں قابلِ دید
اشیاء کا ہراج ہوگا۔

علی برادرس

فون نمبر (۵۰۰۳۰)
مکرم جاہی روڈ۔ حیدرآباد

اصحاب حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام

جناب سلمان فارسیؓ

مولوی سید علی حیدر صاحب قبلہ

آپ جب چھوٹے تھے اسی زمانے سے طلب دین کی فکر تھی اور علماء یہود و نصاریٰ کے پاس جاتے رہتے تھے اور جو اس سلسلے میں مصائب ان پر ہوتے تھے ان پر صبر کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ دس آدمیوں نے یکے بعد دیگرے آپ کو اپنا غلام بنا کر فروخت کر دیا اور بالآخر یہاں تک نوبت پہونچی کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک یہودی سے خرید کر لیا۔ آپ کی محبت و اخلاص کا یہ اثر ہوا کہ حضرت رسول خدا نے "سلمان منا اھل البیت" ارشاد فرمایا۔

شیخ محی الدین محمد العربی نے اس حدیث کو سلمان کی عصمت و طہارت کی دلیل قرار دیا ہے اور اپنی کتاب فتوحات کے ایک مقام پر تحریر کیا ہے کہ جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبد مخلص یعنی خالص تھے تو خداوند عالم نے ان کو اور ان کے اہل بیت کو طاہر کیا اور ان سے نجاستوں کو دور کیا۔ اور ہر چیز کو جو انھیں پر عیب بناتی اس سے ان کو جدا فرمایا۔ اور جس سے دور کیا۔ جس کے معنے قدرت کے ہیں جیسا قرآن نے حکایت کی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا"۔

پس جس شخص کی نسبت ان کی طرف ہوگی وہ مطہر ہوگا۔ اسلئے کہ اس کی نسبت وہ لے جائے گی جو ان سے مشابہ ہوا اور جو چیز ان سے مشابہ ہوگی وہ طاہر اور مقدس ہوگی۔ پس یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہے۔ سلمان فارسی کی طہارت اور حفظ الٰہی اور عصمت کے بارے میں۔ پس آپ خود اہل بیت کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جب ان سے مشابہ معصوم اور مطہر قرار پائے تو شبہ کا کیا ذکر ہے سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ وہ عین طہارت ہے۔ اور وجود اس پاکی کے پیشوایان بادشاہت نے خلافت کے معاملہ میں جس قدر اذیتیں پہنچائیں اور

ما اگر ان کی گردن کج ہوگئی اور دم تک وہ گردن آن حالی پر رہی

سید المتالہین حیدر بن علی آملی نے کتاب کشکول میں تحریر فرمایا ہے اور یہ روایت مشائخ حدیث میں عبداللہ بن عفیف سے اور پھر ان کے پدر بزرگوار سے مروی ہے کہ سلمان فارسی قبل ظہور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے تھے اور دین حق کی فکر میں رہتے تھے۔ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث بہ رسالت ہوئے تو یہ حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور جب رسول خدا نے سلمان کی قابلیت علماً و عملاً ملاحظہ فرمائی تو آپ سے مشورہ فرمایا کہ ابتداً اہل مکہ میں سے کسی کو دعوت اسلام دینی چاہیئے۔ مقصد حضرت کا یہ تھا کہ سلمان کا خیال معلوم ہو جائے۔

سلمان نے عرض کی ابتداً ابو فضیل عبد العزیٰ پسر ابو قحافہ کو دعوت اسلام دینی چاہیئے۔ اس لئے کہ وہ تعبیر خواب بیان کرنے میں عرب میں مشہور ہیں اور عرب تعبیر خواب کو ایک قسم کا علم غیب سمجھتے ہیں اور علاوہ بریں علم تاریخ اور انساب عرب سے بھی قدرے واقف ہیں۔ نیز بچوں کی تعلیم بھی کرتے ہیں۔ عرب لوگ اپنے معاملات میں اکثر ان سے رجوع کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں ان کا کافی اثر ہے۔ اگر یہ شخص مسلمان ہو جائے تو آپ کی نبوت کا شہرہ عربوں میں پھیل جائے گا اور وہ بھی اسلام کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ اور یہ شخص بھی بعد اسلام لانے کے چونکہ ان کا مزاج داں ہے ان کو دین اسلام کی طرف مائل کر سکے گا۔ اور کم عقلی اطفال کی وجہ سے محبت ریاست و جاہ اس کے دل میں پیدا ہو گئی ہے جو کم عقلی کا خاصہ ہے۔ آپ کا نبوت کا حال بھی کتب سابقہ سے اس کو معلوم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب وہ طمع اور محبت دنیا کی وجہ سے دین اسلام قبول کر لے گا۔ اور عرب ایسے شخص کی اطاعت کو دلیل حقیقت اسلام سمجھنے لگیں گے۔ اگر آپ نے بجائے اس کے ابتداً کسی دوسرے کو دعوت اسلام دی، تو اس کو حسد اور عناد

قطعہ

پیتا رہتا ہوں مے کو مدت سے ❊ دیکھ لیتا ہوں گل کو مدت سے
کہنی گرا بڑا ہے آج کوچہ سے ❊ سن رہے سب ہیں غل کو مدت سے

(آمدہ از نذری باغ)

پیدا ہوگا۔ کہ دوسرا مجھ پر سبقت لے جاتا ہے۔ لہٰذا وہ آپ کی بدگوئی اور مخالفت کرے گا۔" جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام اور جناب ابی طالب علیہ السلام سے بھی مشورہ فرمایا۔ ان دونوں حضرات نے سلمان فارسی کی رائے پسند کی۔ اس کے بعد آنحضرت نے ابوبکر سے ملاقات کی اور دین اسلام کے لئے متوجہ کیا۔ چنانچہ وہ اسلام لے آئے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کنیت جو ابو الفضل پہلے تھی بدل کر ابوبکر کردی اور نام عبد العزیٰ تھا عبد اللہ کردیا اور آپ ہمیشہ اپنے اصحاب کے مجمع میں فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر نے تم پر روزہ و نماز کے سبب سے سبقت نہیں پائی بلکہ ایک شے کے سبب سے جس کا وقار اس کے دل میں بیٹھا ہوا تھا۔ مراد حضرت کی محبت ریاست تھی۔

ابن قتیبہ نے جو مشاہیر علمائے مخالفین سے ہیں لکھا ہے کہ اٹھارہ آدمی صحابہ میں رافضی تھے جن میں سلمان فارسی کا بھی شمار ہے۔ شیخ اجل ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ نے امالی میں منصور بن روح سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ اے مولا! میں آپ سے سلمان فارسی کا بہت ذکر سنتا ہوں۔ آپ نے فرمایا سلمان فارسی مت کہو سلمان محمدی کہو اور وجہ اس تذکرہ کرنے کی ان کی تین فضیلتیں ہیں۔ جن سے وہ مزین و آراستہ تھے۔ اولاً یہ کہ وہ اپنی خواہش پر امیر المومنین علیہ السلام کی خواہش کو مقدم رکھتے تھے۔ دوسرے یہ کہ فقراء کو دوست رکھتے تھے۔ ان کو دولتمندوں پر ترجیح دیتے تھے۔ تیسرے یہ کہ علماء سے محبت رکھتے تھے۔ تحقیق کہ سلمان ایک عبد صالح مسلمان تھے اور مشرکین سے نہ تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دفعہ صحابہ ... مجمع میں اپنے اپنے نسب کا ذکر کر رہے تھے اور فخر کر رہے تھے سلمان بھی موجود تھے۔ کسی نے سلمان سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے سلمان تمہارا حسب نسب کیا ہے؟ سلمان نے جواب دیا کہ میں سلمان، بندۂ خدا کا بیٹا ہوں۔ میں گمراہ تھا۔ خدا نے مجھ کو محمد کے سبب سے ہدایت فرمائی۔ میں محتاج تھا خدا نے محمد کی وجہ سے مجھے غنی کردیا میں غلام تھا خدا نے محمد کی وجہ سے مجھے آزادی دی۔ یہی میرا حسب نسب ہے۔

کتاب کامل جامع میں ہے کہ سلمان فارسی نے بسبب متابعت آل رسول صلی اللہ علیہ و آلہ ابوبکر سے بیعت نہیں کی۔ تو ایک روز عمر نے ان سے کہا کہ اگر تم بیعت سے انکار کرو تو اپنی عزت پر افتخار قرابت کے باعث نکالا کیا وہ اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد افضل خلق سمجھتے ہیں۔ یہ تم کو کیا ہوا کہ تم بیعت سے انکار کرتے ہو۔ سلمان نے جواب دیا کہ میں دنیا اور آخرت میں ان کا شیعہ ہوں۔ وہ جس سے مخالفت کریں گے اس سے میں بھی مخالفت کروں گا۔ اور جس سے وہ بیعت کریں گے اس سے میں بھی بیعت کرنے تیار رہوں۔

کشف الغمہ میں سلمان سے روایت ہے کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیعت مسلمانوں کی خیر خواہی اور علی بن ابی طالب کو اپنا امام قرار دینے پر کی تھی۔ سید عارف میر مخدوم نے سلمان فارسی کے متعلق بعض اپنے رسائل میں تحریر فرمایا ہے کہ انہوں نے ظاہر و باطن کسی موقع پر علی علیہ السلام کی مخالفت نہیں کی اور علی علیہ السلام نے جو چاہا وہ اس کے ہم خیال رہے۔

شیخ شہید علیہ الرحمۃ نے حاشیہ قواعد میں کتاب صفوۃ سے نقل کیا ہے کہ سلمان نے بنی کندہ کی ایک عورت کے ساتھ شادی کرلی تھی جس سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ اور بکثرت اولاد ہوئی جو فضل و عقل سے آراستہ ہوئے جیسا کہ رجال سے پتہ چلتا ہے۔ حضرت سلمان کے حالات تفصیلی عہد نامہ امیر المومنین علیہ السلام میں ملتے ہیں جو سلمان کے بھائی اور اولاد نے بحکم پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لکھا تھا۔

کتاب درج الدرر اور تاریخ گزیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ڈھائی سو برس (۲۵۰) کی ہوئی اور بعض روایت سے تین سو پچاس سال کی عمر پائی۔ سنہ ۳۶ھ میں بمقام مدائن انتقال فرمایا اور امیر المومنین علیہ السلام کو جب علم ہوا تو رات ہی رات مدائن تشریف لے گئے اور سلمان کو غسل دیکر اسی شب مدینہ واپس ہوئے اس میں کوئی شک نہیں اور کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ سلمان فارسیؓ کو حضرت علی علیہ السلام سے نہایت محبت تھی اور اہل بیت کا بہت پاس و لحاظ تھا۔ اسی سے مخالفین علیؑ نے ان پر ہمیشہ سختیاں کیں۔

قطعہ

بڑھاپے ذائقہ ہے کاتری سے ⁂ نہیں کم عمر کا درجہ کسی سے
طلاّر کہتا ہے یہ میزاں میں تل کر ⁂ بڑھی خوبی بھی موتی کی لڑی سے

(آمنہ از نذری باغ)

(افسانہ)

پسند اپنی اپنی

راز یوسفی

خان بہادر شہاب مرزا شہر کے ممتاز رئیسوں میں شمار ہوتے تھے۔ کسی زمانہ میں انسپکٹر جنرل کے اعلیٰ عہدہ پر فائز رہ چکے ہیں لیکن اب پنشن پر تھے اور باقی زندگی یادِ خدا میں گذار کر اپنی عاقبت سنوار رہے تھے۔ خاندانی رئیس نہ ہوتے تو شاید ملازمت کا دور ختم ہو جانے کے بعد امیرانہ ٹھاٹ میں کمی آجاتی لیکن پنشن پر چلے جانے کے باوجود خانگی رکھ رکھاؤ میں کوئی فرق نہ آیا۔ وہی عالیشان محل نما بنگلہ تھا، وہی ملازموں کی ریل پیل، اسیطرح احباب کی محفلیں جمتیں، شعر و شاعری ہوتی اور شطرنج کی بازیاں لگتیں۔

اس محل نما عالیشان بنگلہ میں خان بہادر تنہا نہ تھے انکی اکلوتی اور چہیتی بیٹی غزالہ بھی تھی جسکا وجود انہیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا وہ زندگی بھر اولاد کی نعمت سے محروم رہے تھے، عمر کے آخری دور میں غزالہ نے جنم لیا تو بیگم رخصت ہوگئیں۔ رنج و مسرت کے اس انوکھے امتزاج نے خان بہادر کی ساری خوشیوں کو خاک میں ملا دیا تھا لیکن وہ بھی اولوالعزم اور بہادر انسان تھے انہوں نے اس کڑی آزمائش کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور صرف غزالہ کی پرورش اور زندگی کے خیال سے رات کی سنگینیوں سے نبرد آزما ہونے پر آمادہ ہوگئے

غزالہ انکی تمام مسرتوں، سوگوار آرزوؤں کا آخری سہارا تھی، انہیں اپنی مرحومہ بیگم سے بے پناہ محبت تھی اور وہ اپنی محبت کی جو آخری نشانی انہیں دے گئی تھیں وہ غزالہ کے حسین پیکر میں انکے سامنے موجود تھی، وہ جب غزالہ کو دیکھتے تو محسوس کرتے جیسے سوکھے دھانوں میں پانی پڑ گیا ہو۔ انکی آنکھیں پیار اور محبت کے جذبے سے چمکنے لگتیں اور مرجھایا ہوا چہرہ گلِ نودمیدہ کی طرح دمکنے لگتا

غزالہ حسن و جمال کا ایک بے مثال پیکر تھی، بوٹا سا قد، متناسب اعضاء، کھلتا ہوا رنگ، طبیعت میں شوخی اور شگفتگی کا رچاؤ۔ وہ حسنِ صورت کیا قد حسنِ سیرت کا بھی مثالی نمونہ تھی۔

یوں تو غزالہ کو پروان چڑھتے دیکھ کر خان بہادر کا دل کنول کے پھول کیطرح کھل اٹھتا تھا لیکن اسکے ساتھ ہی اکیلا رہ جانے کے غم سے کبھی کبھی ان کا حساس دل گھڑی کے پنڈولم کیطرح کانپ اٹھتا۔ وہ اکثر یہ سوچ کر لرز جاتے تھے کہ جب غزالہ دولہن بن کر اپنے سسرال چلی جائے گی تو ان کا کیا بنے گا؟ یہ بھاری سی کوٹھی کاٹ کھانے کو آئیگی۔ یہ عظیم الشان بنگلہ انکے معصوم قہقہوں کو ترس جائیگا، تنہائی کی ناگن ان کے صبر و سکون کو ڈس لے گی وہ آج تک غزالہ کی نازبرداریوں کے لئے زندہ رہے تھے جب غزالہ نہ ہوگی تو انکی زندگی کا کوئی مقصد نہ رہے گا۔ اکلوتی بیٹی کا باپ ہونا بھی کتنی بڑی بدنصیبی ہے اور یہ سوچتے سوچتے انکی پلکیں بوجھل ہو جاتیں

ماہ و سال بیتتے رہے وقت پر لگا کر اڑتا رہا۔

اور آخر وہ دن آ ہی پہنچا جب جوان لڑکیاں پرائی ہو جاتی ہیں وہ بابل کا دیس چھوڑ کر بھائیوں کے خلوص اور بہنوں کے پیار سے منہ موڑ کر اس اجنبی ساجن کے ساتھ

لئے پتے جیسی سے سکتی، روٹی اور بکتی جیسی باتیں ہیں جو اس رنگین حادثہ سے پہلے ان کا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ لیکن ایک سماجی اور روایتی بندھن میں بندھ جانے کے بعد وہ ان کا مجازی خدا بن جاتا ہے۔ وہ اپنے اجنبی ساجن کو اپنا خود جیتی جاگتی ہیں جو جینے تھی، سکے خلوص اور اعتقاد کو ٹھوکر نہیں دیتیں، مگر ہم انکے گھر کی دہلیز سے باہر قدم نکالتی ہیں

غزالہ کی برات آئی، شادیانے بجے، شہنائیوں کی ترنم آواز سے خان بہادر کے محل نما بنگلہ کے در و بام گونج اٹھے، پُرتکلف ضیافت کا اہتمام ہوا۔ رؤسائے شہر کی کثیر تعداد نے اس ضیافت میں شرکت کی، بنگلہ کے دائیں بائیں طرح طرح اور رنگین کاغذوں کی قطاریں لگ گئیں۔ زرق برق قمقمے بتیاں، بنگلہ جگمگا اٹھیں اور ہر طرف سینٹ و عطر کی پھواریں پڑنے لگیں، غزالہ کو دولہن بنایا گیا وہ عروسی جوڑے میں آسمان سے اتری ہوئی حور معلوم ہو رہی تھی، جس نے دیکھا، حیرت و استعجاب میں کھو گیا اور چشم بد دور کہہ کر دلی دعائیں دیں۔

شادی بیاہ کے تمام ہنگامے ختم ہوئے، روشنیاں ماند پڑ گئیں، بہر حال گھر تو پہلے سے بھی اجڑا لگ رہا تھا، بالکل خان بہادر کے مستقبل کی طرح! غزالہ، خان بہادر کو روتا بلکتا چھوڑ کر رخصت ہو گئی۔

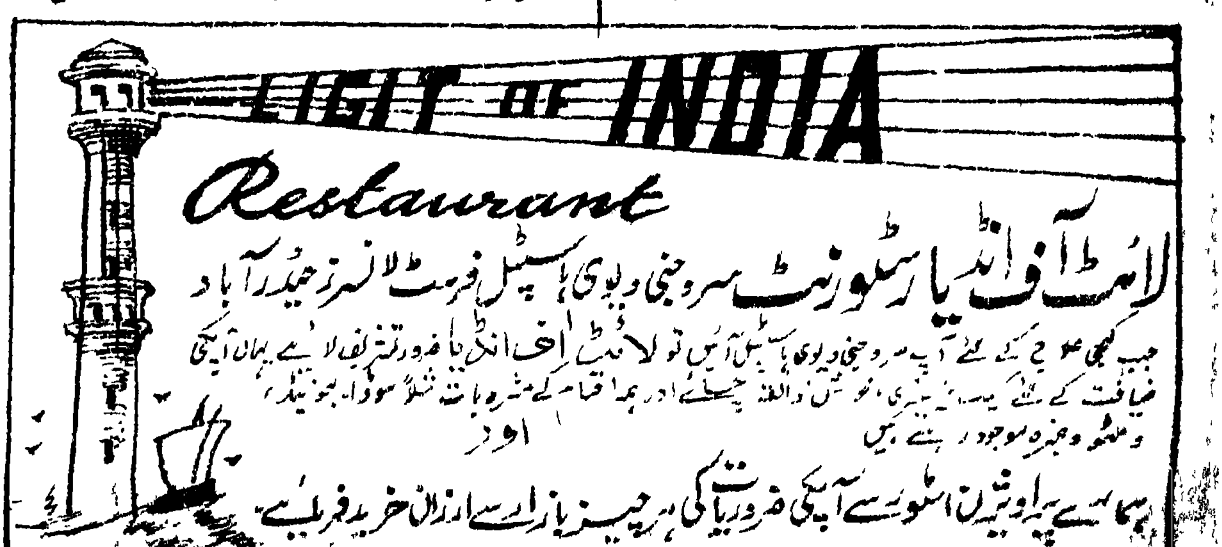
غزالہ کے ہونے والے شوہر مرزا صاحب، بڑے خوش وضع اور خوش پوشاک نوجوان تھے، خاندانی رئیس تھے اور ماضی قریب ہی میں ولایت سے سی۔ ایس۔ پی کا امتحان پاس کر کے آئے تھے یوں تو وہ پہلے ہی یورپ کی زلف گرہ گیر کے اسیر تھے، مغربی تہذیب کے دلدادہ تھے لیکن ولایت کے پانچ سالہ قیام نے تو انکی کایا ہی پلٹ دی تھی۔ ان کے اٹھنے بیٹھنے، کھانے، پینے اور سونے کی ہر ادا فرنگیانہ تھی۔ انکے لیے بس مرزا تو شاید وہ

مذہب تبدیل کر کے عیسائی ہو جاتے لیکن خاندانی دھونس اور جاگیرداری کے لالچ نے انہیں ایسا نہ کرنے دیا

شادی سے پہلے انہوں نے اپنے والد صاحب سے صاف طور پر کہا تھا کہ وہ اپنے ہونے والے سسر سے دوسرے سامان جہیز کے علاوہ ایک کار بھی لیں گے۔ طلعت مرزا کو اپنے بیٹے کی اس خواہش کا بخوبی علم تھا لیکن چونکہ خان بہادر صاحب سے اس رشتہ کی بات طے ہو رہی تھی، ان ہی دنوں انہوں نے ایک نئی موٹر کار خریدی تھی۔ طلعت مرزا نے یہ سوچا کہ خان بہادر یہ موٹر کار جہیز میں دیں گے یقیناً غزالہ کو جہیز میں دینے کے لئے ہوگی، اسی لئے انہوں نے خان بہادر سے فرحت مرزا کی خواہش کا تذکرہ کرنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ اس سے ان کی شرافت و وضعداری پر حرف آتا تھا، لیکن طلعت مرزا کے اعتماد و یقین کو اس وقت زبردست دھکا لگا جب غزالہ کی رخصتی کے وقت خان بہادر نے جہیز کا تمام قیمتی سامان تو غزالہ کیساتھ بھجوا دیا لیکن نئی موٹر کار اسی طرح گیراج کی زینت بنی رہی! فرحت مرزا تو خان بہادر کی یہ ادا ایک آنکھ نہ بھائی، انکی آنکھوں میں خون اتر آیا اور غم و غصہ سے ان کا رواں رواں کانپ اٹھا، انہوں نے خان بہادر کی اس حرکت کو اپنی سخت توہین کے مترادف سمجھا برات کی واپسی تک ان کا غصہ اپنی آخری حدیں پھلانگ چکا تھا

برات گھر پہنچ گئی۔

گیارہ بجے کا عمل تھا، دن بھر کے تھکے ماندے مہمان بے سدھ سوئے پڑے تھے لیکن غزالہ ابھی تک جاگ رہی تھی، جوں جوں وقت گزر رہا تھا اسکی سراسیمگی اور گھبراہٹ میں اضافہ ہو رہا تھا لمحہ بہ لمحہ وقت صرف ہو رہا تھا، جیسے وقت ڈھلتا، گھڑیاں کرب و بے چینی میں تبدیل ہو رہی تھیں۔ فرحت بیگم ابھی تک حجلہ عروسی میں داخل نہ ہوئے تھے اور غزالہ کی بے خواب آنکھیں ابھی تک دل



واپس پر فرشتوں راہ بھی ہوتی تھیں۔

آخر ——

انتظار کی گھڑیاں [illegible] ختم ہوئیں اور رخصتی [illegible]
وہ ڈیوڑھی پر داخل ہوئے [illegible] کی [illegible]
انہوں نے اندر داخل [illegible] کا دروازہ [illegible]
[illegible] بیٹھے ہوئے [illegible] سے غزالہ کے قریب
[illegible] کی طرح سمٹی بیٹھی تھی۔ فرحت بیگم [illegible] دلہن
پلنگ کے قریب آ کر کچھ [illegible] بغیر [illegible] سے
[illegible] وقت طعنوں کے [illegible]
[illegible]

[illegible] خان بہادر [illegible] غزالہ [illegible]
[illegible]

[illegible] غزالہ [illegible] بھی
[illegible] فرحت بیگم نے [illegible]
[illegible] یہ تو بہن [illegible] یا داشت
[illegible] ؟ وہ ابھی [illegible] کہ [illegible]
[illegible] زندگی کی [illegible]
[illegible] دل [illegible]
[illegible] جاتے ہیں [illegible] اور ہماری
[illegible] ذرا [illegible] لیکن
[illegible] اکیلے [illegible]
[illegible] طعنوں [illegible] والیوں [illegible]
[illegible]

غزالہ [illegible] شادی [illegible]
[illegible] حضور [illegible]
[illegible] اس شادی [illegible] حالات [illegible] ہوتا ہوں وہ [illegible]

اکلوتی بیٹی غزالہ کو بہت [illegible] بیوی کا رجحی دیں گے یہ سچ ہے کہ خان
[illegible] جہیز دینے [illegible] کوئی [illegible] نہیں اٹھا رکھی لیکن پھر بھی بیوی کا
[illegible] کی طرح محسوس کر رہا ہوں مجھے خوف ہے کہ میرے اور
تمہارے درمیان [illegible] کہیں جدائی کا سبب نہ بن جائے کل [illegible]
[illegible] خان بہادر کے کان کھول دیا [illegible]
یہ کہہ کر وہ چلی ہوئی [illegible] کی طرح [illegible] ہوا [illegible]
[illegible] اور غزالہ تمام رات اپنی قسمت کو روتی رہی۔
[illegible] دامن [illegible] جھجھکتی ہوئی صبح نمودار ہوئی
[illegible] اور [illegible] خان بہادر
[illegible] رشتہ دار عورتیں غزالہ کو لینے کے لئے پہنچ گئیں۔
غزالہ [illegible] تھی۔ اس کے نکھار کی پاکیزگی گل نو رستہ کی
طرح [illegible] سب کے ماتھے ٹھٹک گئے سسرال کے طور پوچھ
[illegible] گنجائش نہ تھی غزالہ کے بیٹھے سے آئی ہوئی عورتیں خاموشی
[illegible] اپنے ساتھ خان بہادر کے بنگلہ پر لے آئیں
خان بہادر نے غزالہ کے [illegible] چہرہ پر غم کی پرچھائیاں
دیکھیں تو ان کا دل [illegible] میں لرز اٹھا۔ ایک نامعلوم سا خوف ان کے
[illegible] یہ فکر مند سے ہو گئے لیکن غزالہ سے
[illegible] پوچھتے [illegible] شادی ہو جانے کے بعد لڑکیاں پرائی مہمان
[illegible] سے بات کرتے ہوئے [illegible] کو حجاب آنے لگتا ہے
[illegible] کچھ [illegible] عورتوں نے غزالہ سے فرحت مرزا کی
[illegible] خان بہادر کو بھی غزالہ کی
[illegible] ساری وجہ معلوم ہو گئی، خان بہادر کی پیشانی پر سلوٹیں
[illegible] اندوہ کے گہرے سائے پھیل گئے، وہ
[illegible] ادھر ٹہلنے لگے پھر یکایک ان کے چہرہ کا اطمینان
[illegible] جیسے انہوں نے اس پریشانی کا کوئی معقول حل تلاش
کر لیا تھا۔



دوسرے لمحہ خان بہادر کی نئی بیوک کار مرزا فرحت بیگ کے بنگلہ کی طرف تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ منزل پر پہنچ کر کار رکی تو شہ فرنے ایک ملازم کے ہاتھ پیغام بھیج کر فرحت بیگ کو باہر بلوایا اور ایک سربند لفافہ ان کے ہاتھ میں تھما کر مودبانہ طریقہ سے سلام کر کے باہر آ گیا۔ فرحت بیگ نے بہت بے چینی سے لفافہ چاک کر کے پڑھا۔ لکھا تھا۔

"برخوردار فرحت بیگ!

میاں نے یہ کار غزالہ ہی کے لئے خریدی تھی۔ یہ دراصل غزالہ کے جہیز کی آخری قسط تھی۔ میں نے اپنے طور پر یہ طے کیا تھا کہ جب وہ سسرال سے پہلی بار میکے آئیگی تو اس کی واپسی پر یہ آخری تحفہ بھی اس کے حوالے کر دوں گا۔ لیکن گذشتہ رات تم نے غزالہ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ تمہاری نگاہ میں غزالہ ۔۔۔۔ میری لخت جگر غزالہ کی کوئی حیثیت نہ تھی تم نے ایک مجبور باپ کی آخری پونجی کی بیوک کار سے بھی کم قیمت لگائی اور یقین سو فیصدی درست ہے کہ تمہیں غزالہ سے زیادہ بیوک کار کی ضرورت ہے۔ موٹر حاضر ہے مجھے غزالہ کی ضرورت ہے میں نے اسے اپنے ہاں رکھ لیا ہے۔ اب وہ اپنی لیسٹر سے کے وہ اب میرے پاس ہی رہے گی اسے مجھ سے چھیننے کی کبھی کوشش نہ کرنا ۔۔۔ شہاب مرزا"

مرزا فرحت بیگ پر سکتہ طاری ہو گیا، جسم کپکپانے لگا اور خط بافعت چھوٹ کر زمین پر آ رہا۔ انہوں نے بہت حسرت کے ساتھ پورچ میں کھڑی ہوئی بیوک کار کی طرف دیکھا جیسے کہ بیوک کار تیز چمک سے جھلس دینے والی آگ کے تیز شعلے بلند ہو رہے ہیں جن کی حرارت سے ان کا روان روان جلنے لگا، ان کا سر چکرا گیا اور وہ پاس پڑے ہوئے صوفے پر کٹے ہوئے پتنگ کی طرح آ گرے اور دوسرے لمحہ انکی پلکوں پر شرم و ندامت کے موتی تھرتھرا رہے تھے

قطعہ ولادت صاحبزادہ نواب فیروز جاہ بہادر طال اللہ عمرہ

از سید صمصام شیرازی مدیر شیراز

تعالی اللہ این سالِ مبارک
برای شاہِ ما فیروز آمد

شگفتہ نو گلی اندر عدن باغ
نثارِ صورتش سوسن بگردد

ترا محمود علیؑ مسعود و میمون
پسر اقبال مند از لطفِ احمدؐ

مبارک مشہدی بیگم مبارک
سرورِ قلبِ مادر نازشِ جد

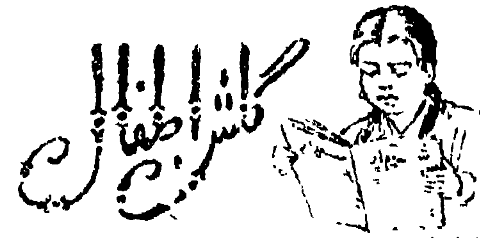
خدایا بر سمائے عزّ و توقیر
ہمیشہ نجم سرکارم بتابد

گلستانِ شہم شاداب بادا
الٰہی از پئے آلِ محمدؐ

ہمایون باد اے سرکارِ صمصام
بہارِ جاودان فیضانِ سرمد

زرین اقوال

جو کچھ انسان کی قسمت میں ہوتا ہے وہ وقوع میں آکر رہتا ہے جس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ (سرکار رفیق آگاہ)



درازی عمر کا راز

بچو! ہمیشہ سے انسان کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنی عمر کو بڑھا لے۔ قدیم زمانہ ہی سے انسان درازی عمر کا راز معلوم کرنے کی کوشش کرتا چلا آرہا ہے اور موجودہ زمانہ میں درازی عمر کے موضوع پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ جو کہ عالمی شہرت رکھنے والے ڈاکٹروں اور حکماء کے سالہا سال کے تجربے کا نتیجہ ہیں۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم زمانہ کے انسانوں کی عمریں طویل ہوا کرتی تھیں۔ انبیاء میں لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے (۹۵۰) سال کی عمر پائی۔ بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام (۹۱۲) سال کی عمر تھی۔ [illegible] (۱۰۰) سال، (۱۵۰) سال اور (۱۲۰) سال کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ [illegible] بھی محلہ اور بل کلاں میں [illegible] ایسے عمر رسیدہ [illegible] سال کی [illegible] (۱۰۰) سال کی عمر باقی تھی۔

موجودہ دور کے ڈاکٹروں اور حکماء نے درازی عمر کے سائنٹیفک [illegible] [illegible]

غم اور غصہ سے بچنے، علی الصباح پابندی کے ساتھ بیدار ہو کر تازہ ہوا کھانے، شراب، کافی، سگریٹ سے پرہیز کرنے، گوشت کم کھانے، تازہ میوے اور ترکاری زیادہ کھانے اور ورزش کرنے سے عمر بڑھتی ہے

بچو! [illegible] بالا طریقوں سے عمر بڑھتی ہے لیکن درازی عمر کا سب سے اہم اور اصل راز "وقت کی قدر" ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے

بچو! ہے یوں درازی عمر کا راز
یہ وقت کی قدر کے سوا کچھ بھی نہیں

[illegible] زندگی کی مدت گنتی کی سانسوں پر ہے اگر ہم ان گنتی کی سانسوں کو صحیح طور پر صرف کریں، تو خود بخود ہماری عمر بڑھ جاتی ہے

ماہرین نے پتہ چلایا ہے کہ ایک انسان اپنی آدھی عمر سونے اور آرام کرنے میں صرف کر دیتا ہے یعنی ہم اپنی مختصر زندگی کے بارہ سال برباد کر دیتے ہیں۔ کھیل کود، لہو و لعب، تماشہ اور سینما بینی میں ہماری زندگی کے سات سال خرچ ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم بیکار باتیں، سینما بینی اور لہو و لعب سے بچیں تو اس طرح ہم اپنی عمر کے (۱۹) سال بچا سکتے ہیں اور ان (۱۹) برسوں کو کسی مفید اور بنیادی کام میں لگا سکتے ہیں۔ اس طرح ہماری زندگی کے (۱۹) سال بڑھ جاتے ہیں۔ وقت کو بچانے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہر لمحہ کو بچایا جائے سیکنڈ سیکنڈ سے منٹ [illegible] ہوتے ہیں [illegible]

گھنٹوں سے دن، دنوں سے ہفتے، ہفتوں سے مہینے اور مہینوں سے سال۔

بچو! سیکنڈ اور منٹ کا بچانا بہت آسان ہے تم اس پر آج ہی سے عمل شروع کردو تو آئندہ تم اپنی زندگی کے کئی سال بچا سکو گے۔ بچو! ہندی زبان کی ایک کہاوت ہے:۔

"کل کا کام آج کر اور آج کا کام اب"

اگر ہم اس پر عمل پیرا ہو جائیں تو خود بخود ہمارا وقت بچا جائے گا

بچو! دنیا میں کئی بڑے لوگ ایسے گذرے ہیں جو وقت کی صحیح قدر کرتے تھے۔ وقت کی صحیح قدر ہی سے وہ لوگ بڑے بن سکے۔ ہمارے سرکار اعلیحضرت حضور نظام بھی ابتداء ہی سے وقت کی صحیح قدر فرماتے ہیں۔ اعلیحضرت حضور نظام جس کام کے لئے جو وقت معین اور مقرر فرماتے ہیں مجال نہیں کہ وہ وقت ٹل سکے۔ ہمارے سرکار اعلیٰ حضرت حضور نظام کی منضبط زندگی اس مصرعہ کی آئینہ دار ہے

ہر کام وقت پر ہے، ہر وقت کام کا ہے

بچو! تم کو چاہیئے کہ تم اعلیحضرت حضور نظام کی روشن زندگی سے سبق حاصل کرکے وقت کا صحیح مد ... اور آئندہ زندگی میں کامیاب اور بڑے آدمی بنو

علی یاور منزل کی آخری مجلس

حیدرآباد ۲۴ر نومبر۔ کل رات علی یاور منزل میں نواب محمد افضل علی خاں صاحب نورالامرائی کی بپا کردہ دس مجلسوں کی آخری مجلس تھی جس کو خطیب اکبر مولوی سید ابن حسن صاحب نونہروی نے مخاطب فرمایا۔ ایک محدود اندازہ کے بموجب تقریباً دس ہزار اہل علم اشخاص نے آپ کا فاضلانہ اور عالمانہ بیان سنا مختصر یہ کہ آپ کی شیریں گفتاری پر طوطی گلزار کی رنگینیاں نثار اور مرغ چمن کی نغمہ سنجیاں فدا تھیں۔ کون نہیں جانتا کہ آپکی خوش الحانی اور گوہر فشانی نے چمن اردو کی بہار کو چار چاند لگا دیئے ہیں لطف زبان نے ناموران سخن کو دریائے حیرت میں غوطہ زن اور اہل زبان کو انگشت بدنداں کر دیا ہے۔ مجلس کے اختتام پر ہر شریک مجلس یہ کہہ رہا تھا کہ نواب محمد افضل علی خاں صاحب کا شکریہ کہ موصوف کی بدولت ہمیں ہر سال فاضل نونہروی کے بلند پایہ مواعظ سننے کا موقع ملتا ہے۔ اس آخری مجلس میں سید الشعراء نواب شید یار جنگ بہادر بھی تشریف فرما تھے

شیراز اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے

شیراز ہر ہفتہ ۵۵، ۵، ۵۵ دانشمندوں کی نظر سے گذرتا ہے

وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

از جناب تمکین کاظمی صاحب

خوش گفتاری اس کا نام نہیں ہے کہ آپ بے تکان گھنٹوں تک کسی اسٹیج پر ترنج بے الحان کی طرح بولتے جائیں۔ یہ پیشہ ور لوگ ، دانتوں کا منجن ، آنکھوں کا سرمہ بیچنے والے اور شعبدہ باز بھی کر سکتے ہیں جن کی تقریر کا اثر بہت ہی کم ہوتا ہے۔ خوش گفتاری اس کو کہتے ہیں کہ آپ خوش اسلوبی سے کسی سے گفتگو کر لیں اور اس کا دل موہ لیں ، دوسرے کو بولنے پر آمادہ کرنا اور اس کی گفتگو کو عمدگی سے سننا بھی خوش گفتاری ہی میں داخل ہے۔

کسی دعوت میں اگر کسی اجنبی سے ملاقات ہو جائے اور آپ اُسے اپنا گرویدہ بنا لیں اور اسکو اپنے تجربات و مشاہدات سنانے کا موقع دیں اور اسکی گفتگو پر جگہ جگہ حیرت اور استعجاب کا اظہار کرتے رہیں اور تحسین و آفرین کرتے جائیں تو پھر آپ اُسکے "امتیاز کل انسانی گفتار" دیکھ کر دنگ رہ جائیں گے اور وہ اس عمدگی سے تقریر کرے گا کہ سب لوگ حیران رہ جائیں گے۔ اور جب وہ اپنی تقریر ختم کریگا تو اسکے دل میں آپکی عظمت گھر کر چکی ہوگی اور وہ آپ کو ایک خوش گفتار اور فصیح البیان شخص سمجھے گا ، حالانکہ آپ نے مسلسل کوئی تقریر نہیں کی۔ صرف آپ نے جو یا موقع حیرت و استعجاب کا اظہار کیا اور بجا داد دی وہی آپکی خوش گفتاری کی دلیل تھی۔

اکثر لوگ بات کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ انہیں کوئی عمدہ سا نرخ ملے اور وہ بولتے جائیں۔ شاعر ، ادیب ، حکیم اور وکیل تو خیر داد کے بھوکے ہوتے ہیں مگر آپ انجینئر سے لے کر بڑے سے بڑے سیاست دان کو بھی اس خصوص میں نمایاں پائیں گے ، یہ کوئی عیب نہیں ہے ، اپنی معلومات کا اظہار اپنے خیالات کا بیان ہر شخص کرنا چاہتا ہے۔

میں جن دنوں گلبرگہ میں تھا تو گلبرگہ ہائی اسکول کی "عماد الملک لائبریری" سے پڑھنے کے لئے کتابیں لیا کرتا تھا ان میں سے بعض کتابوں پر عماد الملک بہادر کے حواشی اور نوٹس لکھے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ ایک حاشیہ کے متعلق میں نے نواب صاحب کو ایک خط لکھا جس کا جواب انہوں نے سرفراز فرمایا اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ جب حیدرآباد آؤ تو مجھ سے ملو ، بہت سی باتیں بتاؤنگا چنانچہ میں نے حیدرآباد پہنچ کر حاضری دی اور موصوف نے گھنٹہ بھر تک مجھ سے گفتگو فرمائی اسکے بعد سے میں ہمیشہ موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا اور نواب صاحب گھنٹوں مجھ سے گفتگو فرمایا کرتے مجھے بولنے کا موقع ہی نہ ملتا ، وہ خود ہی گفتگو فرماتے رہتے اس اثنا میں کوئی صاحب آجاتے تو میرا تعارف یہ کہکر کراتے کہ یہ میرے کمسن دوست اور بڑے خوش گفتار ہیں شاید مجھ سے کمسن ان کے ارادتمندوں میں کوئی اور نہ تھا ، مگر میری خوش گفتاری کا یہ عالم تھا کہ ان کے سامنے بولتے ہوئے جھجک ہوتی تھی۔ مگر میں چونکہ ہمہ تن توجہ بن کر باتیں سنتا تھا اسلئے وہ مجھے خوش گفتار تصور فرماتے تھے

سر راس مسعود سے بھی میری دوستی اسیطرح ہوگئی تھی ایک دفعہ ، حیدرآباد کے ہراج خانہ میں بعض اچھی کتابیں ہراج ہو رہی تھیں ، میں نے بھی دو بنڈل خرید لئے ، گھر لے جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان میں بعض ایسی کتابیں ہیں جو خود مصنفین



نے داسس مسعود کو ہدیتہً دی ہیں۔ چونکہ یہ خاص خاص کتابیں تھیں اور خیال تھا کہ ایسی کتابوں کو وہ بتاریخ تو نہیں کرا سکتے تھے اس لئے میں نے ایک خط کے ذریعہ انہیں اسی واقعہ کی اطلاع دی اور وہ کتابیں ان کے پاس بھجوادیں اسطرح مراسم ہوئے اور ان کے حیدرآباد میں رہنے تک برابر ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ وہ ہمیشہ میری لسانی اور چرب زبانی کی داد دیتے رہے حالانکہ یہ دونوں باتیں مجھ میں نہ تھیں۔ وہ خود اتنے لسان اور ایسے چرب زبان تھے کہ میں ان کے سامنے منھ نہ کھول سکتا تھا

حسرت موہانی نے اردوئے معلّٰی میں غالب کے متعلق لکھا ہے کہ

"ان کے دیوان خانہ میں محلہ کے بے فکرے جمع ہوتے تھے اور ان کے حقے، پان اور کبھی کبھار مٹھائی سے تواضع کیجاتی تھی۔ غالب خود بالاخانہ پر رہتے تھے، مگر ان لوگوں سے کبھی کچھ کام لیتے تھے تو یہ کہ جب کوئی نیا مضمون باندھتے اور اسکی مسرت کے کیف میں بے خود ہوجاتے تو نیچے تشریف لاتے اور وہ شعر لوگوں کو سناتے اور داد لے کر پھر الٹے پاؤں واپس چلے جاتے نیچے سناٹا ہوتا تو کہتے محلہ میں خیریت تو ہے، کوئی حادثہ تو نہیں ہوگیا! ؟ حالی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دیوان خانہ میں جھگڑا ہو رہا تھا لیکن مرزا صاحب آئے دروازہ میں کھڑے ہوکر آپ نے فرمایا " لو بھئی سنو! کیا مضمون ہاتھ آیا ہے " پھر آپ نے شعر پڑھا، اسکی ضروری تشریح کی اور مطمئن ہوکر بالاخانہ پر پہنچ گئے"

اگر آپ کسی کی بات ہمہ تن گوش بن کر اور دل لگا کر سنیں، اس کو پوری طرح سمجھیں اور سمجھ کر جہاں اظہار حیرت و استعجاب کرنا ہو وہاں اس کا اظہار کریں اور جہاں داد دینا ہو داد دیں، جہاں ہنسنا ہو ہنسیں، جہاں اظہار رنج کرنا ہو، کریں تو پھر آپ جیسا دوست ان کا کوئی بھی نہ ہوگا، یہ راز ہے اس کو سمجھ لیجئے، اس پر عمل کیجئے اور پھر اسکی حیرت انگیز تاثیر دیکھیے۔

جیک اوڈفورڈ نے " اسٹرینجرس ان لو " میں لکھا ہے کہ :-

" شاید ہی کوئی انسان ایسا ہو جسکی گفتگو کو توجہ سے سننے کے بعد وہ فریفتہ نہ ہوجاتا ہو۔ یہ گر نہ صرف میل جول، دوستی ملاقات، اور افسری ماتحتی میں کارآمد ہوتا ہے بلکہ تجارت میں بھی بے انتہا مفید ہے۔ اچھے سیلس مین دو ہی خصوصیات رکھتے ہیں، آپکی گفتگو کو توجہ سے سنتے ہیں اور آپ میں انکی چیزوں کی تشویق پیدا کرتے ہیں، یہی سیلس مین کامیاب کہلاتے ہیں "

ایڈورڈ بوک نے، جو ایک مفلس گھرانے کا لڑکا تھا، جس نے بمشکل چھ سال تک تعلیم پائی تھی، اور تیرہ سال کی عمر میں تعلیم چھوڑ کر ایک مدرسہ میں چپراسی ہوگیا تھا، امریکن سوانح عمریوں کی ایک انسائیکلو پیڈیا خرید کر مشاہیر سے مراسلت شروع کی اور ہر ایک سے اس کے بچپن کے حالات دریافت کئے۔ جنرل جمیس، اے گارفیلڈ، جنرل گرانٹ امرسن، فلپ بروکس، وینڈل ہومس، لانگ فیلو، مسز ابراہم لنکن، الکاٹ لوئیسا، جنرل شیرمن، اور جیفرسن ڈیوس وغیرہ نے نہ صرف ان خطوط کے جواب دئے بلکہ ان لوگوں نے اسے چائے اور کھانے کی دعوتیں دیں اور اس نے ان سبھوں سے بے تکلفانہ مراسم پیدا کئے۔

دنیا میں سب سے زیادہ مشاہیر سے ملاقات رکھنے والے اسحاق ایف مارکوسن نے لکھا ہے

" بہت سے آدمی اپنے مخاطب کی باتیں گہری توجہ سے نہیں سنتے، اسی وجہ سے مخاطب پر ان کا اچھا اثر نہیں پڑتا اور انہیں ناکامی ہوتی ہے "

لوگ اچھی باتیں کرنے والے کو اتنا پسند نہیں کرتے جتنا اچھی طرح باتیں سننے والے کو پسند کرتے ہیں۔ امریکہ کی خانہ جنگی کے

زمانہ میں ابراہام لنکن نے الی نا ؤس، علاقہ کے سپرنگ فیلڈ کے رہنے والے اپنے ایک دوست کو خط لکھ کر واشنگٹن بلوایا کہ مجھے بعض اہم ملکی امور میں آپ سے مشورہ کرنا ہے۔ لنکن کا یہ دوست وائٹ ہاؤس پہنچا تو لنکن نے اس سے غلاموں کی آزادی کے اعلان اور دوسرے معاملات پر دیر تک گفتگو کی۔ کئی گھنٹے تک خود ہی بولتا رہا۔ اخبارات کے ایڈیٹوریل، خطوط، مضامین سب نا ... اور پھر پُرتپاک مصافحہ کرکے خدا حافظ کہہ دیا۔ اس غریب سے نہ تو کسی معاملہ میں مشورہ لیا اور نہ اس سے مشورہ لی ضرورت کی گئی۔ بات کیا تھی؟ کچھ بھی نہیں لنکن اپنے فیصلے سنا کر داد لینا چاہتا تھا، اسکے دوست نے داد دی اور وہ مطمئن ہو گیا۔

اگر آپ دنیا کو اپنے خلاف بنانا چاہتے ہوں تو کسی کی بات نہ سنا کیجیے، ہر شخص کی گفتگو ... بیچ میں بول اُٹھیے، بات کاٹ دیجیے۔ پھر دیکھیے کوئی شخص آپ ... منہ لگائے تو میرا ذمہ!

اسلئے دوسروں کی باتیں غور سے سننے کی عادت کیجیے اچھے سامع بنیے ... ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ کہے اور ... سنا کرے ...

جناب امیر علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے موقع پر

احباب کشمیر آزاد کی خوشخبری اشاعت

امیر نمبر

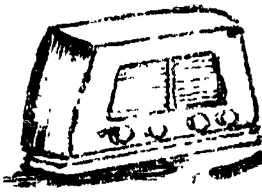
... آ گا ... آ گاہ ... ہو سکا ... اس نمبر میں ... نظام بلاغت ... منظومات بلند پایہ ... ادبیات ...

آج ہی ... کیجیے

ادارہ کشمیر آزاد دو ہفتہ وار

چادرگھاٹ ... حیدرآباد دکن

آندھرا پردیش (انڈیا)



روحانی ریڈیو

از ـــ ... ـــ تیغ و تیر حیدرآبادی

> ... حیدرآبادی کی حیثیت سے ان کے روحانی ... ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جراءت نہیں کرتے ناظرین جانیں اور وہ ... روحانی ... مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ کیا جائے (ایڈیٹر)

... ہم روحانی ... بولن ... ہیں ... آپ ... ہمارے سیاسی قوال سے ... مجھے ... کا مطلع تھا ...

روز اس شہر میں اک حکم نیا ہوتا ہے
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے

اب ... افضل الاطباء ... ذیعقل ... حکیم حضرت ... صاحب ... اپنے طلبا ... خیالات کا ... یعنی نچوڑ پیش فرمائیے۔
آپ ... ہے

...

پہلے بھی تمہارا ... ہوں۔ خیرا آداب ... مطلب، آپ نے یہ خبر ... اخبارات میں ضرور پڑھی ہوگی کہ ہمارے ... نظامیہ طبی کالج میں، جہاں یونانی اور آیورویدک فن طب کی تعلیم دی جاتی ہے وہاں کے استاذ الحکماء لیکچرار ... کالج کے طلباء اور طالبات کو انگریزی زبان میں لیکچر ... رہے ہیں۔ غضب خدا کا ... ایسا ہی ہوا جیسے کوئی ... صاحب ... خمیرہ ... نسخہ ... کو ... کے ... میں ... کسی ... کے مریض کی ورید میں پہنچا دینا۔ ... صاحب ... کو ... سٹلڈ واٹر میں ملا کر ... الفراش مریض کو رات میں تین تین گھنٹے کے وقفہ سے پلائیں ـــ!

یونانی یا دیسی طب اور لیکچر انگریزی میں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

استاذ الحکما علامہ حکیم محمد کبیر الدین صاحب نے آج ... دن کے لئے "قانون شیخ" ... "نفیسی" اور یونانی طب کی ... عربی اور فارسی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا تھا ... کے خلاف طب کی تعلیم انگریزی ... تاکہ یہ لیکچر ... کر ہمارے طلباء نہ حکیم بنیں نہ ڈاکٹر ... "معجون الفلاسفہ" بن جائیں۔

وہ تو ... ہوا کہ ... وہ نباض دوران اور ... زمان حاذق ... جو مریض کی نبض دیکھ کر اس کے گذشتہ ... کے حالات مرض بیان کر دیتے تھے اور ... اس کی آئندہ ... کے ہونے والے ... نہیں کر دیتے تھے اور ... پردے میں ... جیسی ... کو تاگا باندھ کر حکیم صاحب کے ہاتھ میں ... دیا جاتا ... خفر ... اور ... لینے ... دی جائے اور حکیم صاحب



حیدرآباد کیفے

... حیدرآباد ...

آرام دہ ... اور ... سے ... ہوٹل ... سے تیار کردہ تازہ ... یہاں ملتی ہے



ہمارے ... اسٹور سے آپ کی خانہ و ریاست کی ہر چیز بازار کے نرخ ...

... گزشتہ ... استقبال ...

کا امتحان لینے کے لئے حکیم صاحب کے آگے گھوڑے کا قارورہ پیش کیا جاتا تو حکیم صاحب فرماتے کہ مریض کو توسن کم کر دیا جائے اور چنے زیادہ کئے جائیں۔ اگر ہمارے وہ حکماء آج زندہ ہوتے تو یہ خبر سن کر کہ یونانی طبی کالج میں انگریزی زبان میں لکچر دیئے جا رہے ہیں، افراتی مرگ مرنے کی بجائے "شدہ دماغی" میں مبتلا ہو کر اس جہان فانی سے طرف عالم باقی روانہ ہو جاتے۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے یہ لکچرر صاحبان جن کی مادری زبان انگریزی نہیں، جو فن کے قطع نظر ادب کے لحاظ سے کسی گمنام یونیورسٹی کے تھرڈ کلاس انٹر پاس یا بی۔ اے ہوں گے۔ جو طبی مسائل، کلیات اور فلسفہ طب کو اپنی مادری زبان میں بھی اچھی طرح بیان نہیں کر سکتے، انگریزی میں کس طرح سمجھاتے ہوں گے۔ خصوصاً بعض یونانی سینہ بہ سینہ نسخے جو نسل بہ نسل چلے آ رہے ہیں، ایسے ہیں کہ جن کا ترجمہ نہ صرف انگریزی میں بلکہ دنیا کی کسی بھی زبان میں کرنا۔ پارہ کو "قائم النار" کرنے یا اصلی مومیائی نکالنے کے برابر ہے۔ مثلاً اس نسخہ کا ترجمہ انگریزی میں کس طرح ہو سکتا ہے جو خدائے طب، حکیم "اصل السوس" کی بیاض سے نقل کیا گیا ہے۔

مجوا الشافی

شیریں تبسم دلدار ایک گھونٹ۔ لعاب لب۔ یک مثقال۔ برگ گل رخسار، زنخ ماشہ۔ عشقیہ زلف، ایک مٹھی سیب زنخداں، ایک عدد۔ خال کنج دہن۔ ایک عدد غبغب، یک مثقال۔

کوفتہ، بیختہ، بہم آمیختہ بعد گل حکمت استعمال بفرمایند۔

اب بتایئے لکچرار صاحب، اس نسخہ کا کیا ترجمہ فرما سکتے ہیں؟ انگریزی ترجمہ تو رہا ایک طرف، اردو ہی میں سمجھنا اور سمجھ کر سمجھانا مشکل ہے۔

حال ہی کا واقعہ ہے کہ آیورویدک کالج کے ایک فارغ التحصیل ویدجی، شری رسائن پرشاد نے ایک نسخہ تجویز فرمایا تھا جس میں "لعوق سپستان" کو "لعوق سہ پستان" حسب طریقہ ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔ مریض آپ کا نسخہ لئے ہوئے سارے شہر کے دواسازوں اور چھوٹے کے گنجیوں کے پاس پھرتا رہا لیکن کسی نے بھی "لعوق سہ پستان" نہیں دیا البتہ ایک دواساز نے جو ذرا ظریف قسم کا واقع ہوا تھا کہا کہ لعوق سہ پستان تو نہیں البتہ لعوق دو پستان مل سکتا ہے لیکن میری دوکان میں آوٹ آف اسٹاک ہے۔ ہاں! آپ کو مراد خان دواساز قدیم کی دوکان سے مل سکے گا۔

اب جو مریض صاحب، مراد خان دواساز کی دوکان پہنچے اور انہوں نے خان صاحب سے کہا کہ لعوق دو پستان چاہیئے تو یہ سنتے ہی خانصاحب نے نسخہ باندھنے کی بجائے مریض کو بے نقط سنانا شروع کر دیا۔ یہ شور سن کر جب لوگ دواساز کی دوکان پر جمع ہو گئے تو مراد خاں نے کہنا شروع کیا:—

دیکھئے صاحب! یہ شخص کس قدر بدتمیز ہو گیا ہے۔ یہ مجھ بوڑھے آدمی سے جو اسکے دادا کی عمر کا ہے لعوق دو پستان طلب کرتا ہے، کیوں میاں! اپنی والدہ محترمہ کی دوکان سے کیوں طلب نہیں کرتے؟!

سامعین! جب یہ حال ہے کہ وہ لوگ جنکی مادری زبان اردو ہے وہ بھی لعوق سپستان اور لعوق سہ پستان کے فرق کو نہیں سمجھ سکتے تو پھر لکچرار صاحبان اپنے سینہ بہ سینہ نسخوں کا انگریزی میں ترجمہ کر کے طلباء کو کیا خاک سمجھا سکیں گے!؟

لعوق سپستان تو خیر ایک معمولی نسخہ ہے، لیکن جو خاص الخاص اور پیچیدہ نسخے ہیں اور بیاض خاندان شریفی کے

مجربات، "ہزار اسرارِ حکماء" کے مجربات، دوا المسک حار مروارید والا، ماء اللحم طیوری دو آتشہ، علاجِ امراضِ نسیان، معجون شباب آور ہمدرد دواخانہ، ملذذ المسک (ہندوستانی دواخانہ دہلی) اور معجون فوہ ہوم دعام، ان نسخوں کو خود سمجھنا اور سمجھ کر انگریزی زبان میں طلبا کو سمجھانا ــــ مالیخولیا سے کم نہیں۔

دنیائے طب میں یہ بات عام طور پر مشہور ہے کہ جو اساتذہ، طب پڑھاتے ہیں وہ علاج نہیں کر سکتے اور جو علاج کرتے ہیں وہ پڑھا نہیں سکتے ــــ! اب جو ان طب کی تعلیم دینے والے لکچراروں نے اردو ذریعہ تعلیم کو چھوڑ کر انگریزی زبان میں لکچر دینے شروع کر دیئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ان لکچراروں کی عقل کو یا کم از کم زبان کو "عرق النساء" کی بیماری ہو گئی ہے۔ لہذا ہمارے شہر کے حاذق حکما کو خصوصاً یونانی طبی بورڈ کو چاہیئے کہ وہ فوراً لکچرار صاحبان کا علاج کریں اور ان کے لئے نسخہ تجویز کریں

ھو الشافی

ماء اللحم طیوری دو آتشہ (نسخہ خدائے طب حکیم عبد الحمید خاں)

ایک بوتل

برشتہ ۔ سنبل الطیب۔ (کہیں غلطی سے سنبل الطیب کی
۵ تولہ ۔ ۴ تولہ ۔ بجائے سنبل خار نہ ہیں)
مغز جمال گوٹہ ۔ پرے پاؤ تان۔ ناہجا سقنقور
ایک سیر ۔ ایک سیر ۵ ماشہ
پارہ خرس
ایک تولہ

کوفتہ، بیختہ، آمیختہ، بخورانند

اکبر انوری مدیر روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ شمیم اسطرلو دوس صاحب کی تقریر سن رہے تھے اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے، ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے ــ

بزم سعدی کا بارھواں اجلاس

حیدرآباد۔ ۲۱ نومبر ـــ کل رات کے ۹ بجے بزم سعدی کا بارھواں مشاعرہ جناب مولوی رشید احمد صاحب صدیقی موظف سشن جج کی صدارت میں بمقام دفتر شیراز منعقد ہوا۔ سب سے پہلے محترمہ ڈاکٹر شریف النساء ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی لکچرار کلیۂ اناث جامعۂ عثمانیہ نے عرفی شیرازی کی شاعری پر ایک پراز معلومات اور تحقیقی مقالہ زبان فارسی میں گوش گزار سامعین کیا جس کو حضار محفل نے بیحد پسند کیا۔

مشاعرہ کا آغاز صمصام شیرازی کی غزل سے ہوا۔ جناب شفیق سنجر صاحب۔ جناب نواب یسین علی خاں صاحب۔ جناب ذکائی صاحب۔ جناب شرر استانی صاحب، جناب اکبر رضی صاحب۔ جناب عبدالحمید صاحب۔ جناب قمر ساحری صاحب۔ جناب برقی موسوی صاحب۔ جناب حیدر شمسی صاحب۔ محترمہ بانو طاہرہ سعید صاحبہ جناب خسرو قادری صاحب اور علامہ ڈاکٹر نواب طاہر علی خاں صاحب مسلم نے اپنے بلند پایہ کلام سے حاضرین بزم کو محظوظ فرمایا۔ اس مشاعرہ کے لئے دہلی سے جناب تلوک چند صاحب محروم اور کراچی (پاکستان) سے جناب ناصح رضوی صاحب اور جناب ڈاکٹر محمد گل صاحب بلوچ نے طرحی غزلیں روانہ کی تھیں جس کو جناب شفیق سنجر صاحب نے ایرانی لہجہ میں پڑھ کر سنایا۔ آخر میں غیر طرحی دور شروع ہوا جس میں مذکورۂ بالا شعرا کے علاوہ شہزادہ نواب تقی جاہ بہادر، جناب اختر حسن صاحب سابق مدیر پیام۔ جناب مغنی تبسم صاحب، جناب خالد کثیر صاحب۔ جناب تاج قریشی صاحب نے اپنا اپنا منتخب کلام سنایا۔ معزز سامعین میں جناب مولوی حامد علی صاحب عباسی معتمد فینانس۔ علامہ سید علی احمد بلگرامی موظف صوبیدار شاعر اہلبیت علامہ نجم آفندی۔ نواب میر طاہر علی خاں صاحب صدر انڈو عرب سوسائٹی۔ آقای سید علی رضا وزیری۔ آقای رحمت اللہ دانش، آقای حسین ضابطہ آقای ولی اللہ اخوان، جناب مولوی غوث محی الدین صاحب نائب معتمد جنرل ایڈمنسٹریشن، جناب مولوی عبدالمحمود صاحب مددگار معتمد امور داخلہ۔ جناب مولوی سید نظام الدین صاحب، جناب مولوی وحید اللہ خاں صاحب وائس پرنسپل لا کالج۔ محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ ایم۔ اے لکچرار کلیۂ اناث جامعۂ عثمانیہ۔ محترمہ صفیہ سعدی صاحبہ۔ جناب مولوی سید عبدالرحیم صاحب۔ جناب مولوی محمد داؤد خاں صاحب ایم۔ اے (ایڈوکیٹ) جناب مولوی میر حمایت علی صاحب رضوان کے علاوہ دوسرے حضرات بھی موجود تھے۔

جناب قمر ساحری صاحب معتمد بزم کے شکریہ پر یہ ادبی محفل اختتام کو پہنچی۔ غیر طرحی کلام میں شہزادہ تقی جاہ بہادر کا کلام حاصل مشاعرہ رہا۔ خصوصاً شہزادہ کا یہ مصرعہ؎

"یہ اک ذرا سا چھیڑ کے نشتر نکل گیا"

حاضرین کی نوک زباں پر تھا۔ (نامہ نگار)

آقای ولی اللہ اخوان

ہز اکسلنسی آقای مشفق کاظمی بالقابہٗ کے اعزاز میں فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر کی دیوڑھی میں منجانب انجمن ایرانیاں مقیم حیدرآباد جو عصرانہ ترتیب دیا گیا تھا اس عصرانہ میں آقای ولی اللہ اخوان بھی موجود تھے۔ ہز اکسلنسی جب ایوان کو مخاطب فرما رہے تھے تو آقای موصوف احتراماً کھڑے ہوئے تھے۔

ادارۂ شیراز کو افسوس ہے کہ موصوف کا نام رپورٹنگ میں سہو کتابت سے رہ گیا۔ (نامہ نگار)

پس منظر

امریکہ میں انتقال حکومت کی تیاریاں

ریاستہائے متحدہ امریکہ کے نئے صدر جنوری میں اپنے عہدہ کا چارج سنبھالیں گے۔ چنانچہ انتقال حکومت کی تیاریاں شروع ہیں۔ اب کے یہ کام ایسے منظم طریقے پر سرانجام دیا جا رہا ہے جو امریکی تاریخ میں پہلے کبھی اختیار نہیں کیا گیا تھا۔ دورِ جدید میں پہلی بار ۱۹۱۲ء میں ایک سیاسی پارٹی نے دوسری سیاسی پارٹی کو حکومت کی باگ ڈور منتقل کی تھی۔ وہ گھوڑے والی بگھیوں کا زمانہ تھا اور ووڈرو ولسن نے ہاورڈ ٹافٹ سے صدارت کا چارج لیا تھا۔ ان دنوں انتقال کے سلسلے میں خاص مسئلہ یہ تھا کہ وائٹ ہاؤس کا باورچی خانہ اس کے لئے کافی ہے یا نہیں۔ اور کیا کمرے میں ملی ہوئی یا ویٹنگ روم کی جو گائے وائٹ ہاؤس کے سبزہ زاروں میں چرتی پھرتی ہے اس کا [illegible] کیا جائے اور اسے کہاں رکھا جائے۔ آج کے مسائل کہیں زیادہ پیچیدہ ہیں جو مالی بجٹ کی منصوبہ بندی سے لے کر اس وقت دنیا میں امریکی خارجہ پالیسی کی پیچیدگیوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ امریکہ کے انتخابی نظام کے تحت تین طرح کا صدارتی تغیر اور تبدیلی ممکن ہوتی ہے۔ ایک پارٹی کی طرف سے کسی شخص کا صدر منتخب ہونا (جیسا کہ موجودہ صورت میں ہوا ہے) جب عنانِ حکومت سنبھالنے والا اپنے پیشرو کے مقابلے میں دوسری پارٹی سے تعلق رکھتا ہے۔ امریکی تاریخ میں اس قسم کی تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ [illegible] سات موجودہ صدی میں عمل میں آئیں۔ دوسرے جب نیا صدر اسی پارٹی کا ہو جس کا کہ اس کا پیشرو تھا۔ اور سوم جب عہدے دار ابھی عہدہ صدارت پر فائز ہی ہو کہ اس کا انتقال ہو جائے تو نائب صدر صدارت کی ذمہ داریاں سنبھال لیتا ہے۔ تینوں تبدیلیوں میں سے پہلی قسم کی تبدیلی بلاشبہ نہایت مشکل ہوتی ہے کیونکہ اقتدار سنبھالنے والے نئے صدر کو چند ہفتوں کے اندر اندر نئے اور انتہائی پیچیدہ کام سنبھالنے پڑتے ہیں۔

موجودہ حکومت کے انتقال کی تیاریاں پہلے سے شروع ہو چکی تھیں۔ نیشنل کنونشن کے فوراً بعد صدر منتخب نے سابق صدر ٹرومین کے لیڈی کلارک کلیفورڈ سے کہا تھا کہ وہ حکومت کے انتقال سے متعلق معاملات کا جائزہ لینا شروع کر دیں۔ اس سلسلے میں بروکنگس انسٹی ٹیوشن نے جو غیر جانبدار ادارہ ہے تحقیق کی تھی وہ بہت بیش قیمت تھی۔ یہ انسٹی ٹیوشن واشنگٹن میں ایک مشہور پرائیویٹ ادارہ ہے۔ بروکنگس ادارے کی طرف سے نائب صدر ڈاکٹر [illegible] کی رہنمائی میں ۱۲-۱۴ اشخاص کی ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ اس کے ممبران واشنگٹن کے منیجر ست آشنا تھے اور انہوں نے یہ جائزہ لیا کہ ماہرین سیاسیات سرکردہ اصحاب سے ملاقات کی کہ حکومتی تبدیلی کے بعد صدر منتخب کو پہلے دن کیسے اہم ترین اقدامات کرنے چاہئیں۔ مسٹر کلیفورڈ نے کمیٹی کی رپورٹوں کی جانچ پڑتال کی اور انتخاب کے بعد مسٹر کینیڈی نے انہیں نامزد کیا تاکہ وہ عبوری عرصے کے دوران میں وائٹ ہاؤس سے رابطہ قائم رکھیں۔ صدر آئزن ہاور نے جولائی میں ایک پریس کانفرنس میں کہا تھا کہ میرے جانشین خواہ وہ کوئی بھی ہو ہماری تمام موجودہ پالیسیوں سرگرمیوں اور تعلقات سے روشناس ہونے کی سہولت دی جائے گی اور اس کے ساتھ ہی اس مقصد کے لئے پورا موقع مہیا کیا جائے گا۔ انتخاب کے بعد مسٹر آئزن ہاور نے مسٹر کینیڈی سے ملاقات کی تجویز پیش کی جسے صدر منتخب نے قبول کر لیا۔ چنانچہ دونوں میں آنے والے ہفتوں میں ملاقات ہوگی۔ اس دوران میں مسٹر کلیفورڈ نے صدر آئزن ہاور کے وائٹ ہاؤس کے عملے سے مشورے شروع کر دیئے ہیں۔

قطعہ

چاروں طرف جو نام کا ڈنکا بھی بج گیا | جامہ بھی جسم گل پہ ذرا دیکھ سج گیا
افسوس کہتا جاتا ہے کعبہ طواف سے | ہاتھوں سے آج زاہدِ ناداں کے حج گیا

(آمدہ از ندیم باغ)

ن ہوور حکومت کے اراکین بہت حالتوں میں اعلان
کر چکے ہیں کہ وہ ۲۰ جنوری کے بعد بھی اپنے عہدوں پر رہیں
گے بلکہ اُن سے انتقال اختیارات کا کام جلد مکمل ہو
گئے۔ محکمے بیورو اور ایجنسیاں آنے والے افسروں پر بڑے
بڑے مسئلے واضح کرنے اور انہیں مستقبل کے پروگراموں
سے آگاہ کرنے کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ مسٹر آئزن ہوور
تمام محکموں سے اُن خاص زمروں کے مسئلوں کی فہرست
نے کو کہا ہے جو نئے صدر کی اولین توجہ کے مستحق ہوں
- عبوری عرصے کے دوران میں صدر منتخب کو تین بڑے
انجام دینے ہیں۔ ذاتی عملے کا انتخاب، حکومت کے
نظامی کیمپ میں کلیدی عملے کی تقرریاں اور پالیسیوں
ہونی موٹی ہدایات دینا۔ وہائٹ ہاؤس کا عملہ صدر
نہایت معتبر مشیروں کا گروپ ہوتا ہے وہ لوگوں
ان کی ذاتی خواہش کے علاوہ کسی بھی مصلحت کے بغیر منتخب
سکتا ہے۔ لیکن ہر کوئی جانتا ہے کہ نظم و نسق پر اس میں
خاص رنگ غالب ہوتا ہے جہاں سے اُن کا تعلق آتا ہے
جیسے صنعت، یونیورسٹی، پبلک ایڈمنسٹریشن یا کوئی
دیگر شعبہ۔ چونکہ صدر حکومت کا نہایت ضروری جزو
گیا ہے۔ لہٰذا خوش اسلوبی سے کام کرنے والے
ابتدائی ضرورت کی صورت اختیار کر لی ہے۔ مسٹر کلفورڈ
نے جن کا صدارتی عملہ کی تنظیم سے گہرا تعلق رہا ہے ان عہدوں
پُر کرنے کے سلسلے میں مسٹر کینیڈی کی رہنمائی کے لئے انہیں
تجاویز بھیجی ہیں۔ حکومت میں نئے افسروں کا تقرر ایک
بڑی مسئلہ ہے۔ تقریباً ۱۲۰۰ افسروں کی تبدیلی عمل میں
آئے گی۔ ڈیڑھ دو سو افسروں کو تبدیل کرنے کی طرف
پوری توجہ دی جائے گی۔ ان میں وہائٹ ہاؤس کا عملہ
کیبنٹ کے ممبر اور ان کے سرکردہ سیکریٹری، ایجنسیوں
سربراہ اور سفیر وغیرہ شامل ہیں۔ تمام سفیر اور
ایجنسیوں کے سربراہ ہر صدارتی انتخاب کے بعد اپنے
استعفے داخل کرتے ہیں گو اُن میں سے اکثر کو اپنے کام
پر رہنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ انتخاب کا وفاقی حکومت

کے ملازموں پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ ان کی
ملازمتیں ان کی قابلیت پر مبنی ہوتی ہیں اور قانون کے
ذریعہ ان کا تحفظ کیا جاتا ہے۔ وہائٹ ہاؤس کے
عملے کے علاوہ اُن نئی تقرریوں میں سے کچھ ایسی ہیں جن پر
فوری توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بات خاص
طور پر محکمہ خارجہ، محکمۂ دفاع اور بجٹ بیورو پر صادق
آتی ہے۔ بڑی بڑی پالیسیوں کی بنیاد رکھنے میں ضروری
اقدامات میں تاخیر نہیں کی جا سکتی۔ جنوری میں نئے صدر
کو اپنی افتتاحی تقریر میں اپنی پالیسی کا کھلا خاکہ پیش کرنا
پڑتا ہے۔ انہیں پہلے ہی مہینے میں بجٹ کے سلسلے میں اپنا
پیغام کانگریس کو بھیجنا ہوگا۔ اور مخصوص قانونی تجاویز
پیش کرنے کے لئے بھی تیار رہنا پڑے گا۔ چنانچہ اس
سلسلے میں بہت کچھ کام ہو رہا ہے۔ نئے صدر کے لئے
نصف درجن خصوصی کمیٹیاں اور بیس سے زیادہ کلیدی
افراد رپورٹیں اور پالیسی سفارشات تیار کر رہے
ہیں۔ دفاع اور خارجہ پالیسی پر سب سے زیادہ توجہ
دی جا رہی ہے۔ چنانچہ ایڈلائی اسٹیونسن، سینیٹر
سٹوارٹ سائمنگٹن اور پال ایچ نٹزے (جو محکمۂ
خارجہ کے پالیسی پلاننگ عملے کے سابق ڈائرکٹر ہیں)
جیسی ممتاز اور قابل ہستیاں متعلقہ رپورٹیں تیار
کر چکی ہیں۔ اور صدر منتخب اور ان کا عملہ مقرر کرنے
والے افسران رپورٹوں کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

قطعہ

ہاتھ سے شکل جنائی جاتی ║ شمع تربت پہ جلائی جاتی
کاش زاہد سے بھی پی کر مئے کو ║ یہ قسم آج نہ کھائی جاتی

(آمدہ از زندگی باغ)

اپنی ذمہ داریوں سے دست کش نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن اسے غالب بھی نہیں آنا چاہیئے۔ داخلی پروگرام مرتب کرنے میں اس کی وسعت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو لیکن یہ صرف صدر ہی ہے۔ جسے ہماری خارجہ پالیسی کے متعلق بڑے بڑے فیصلے کرنے کا اختیار ہونا چاہیئے۔ اور آئین بھی یہی کچھ کہتا ہے ——— داخلی طور پر بھی ملک کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے صدر کو بھی پالیسیوں میں پہل کرنی اور قانون تجویز کرنے چاہئیں۔ اور آسے اپنے عہدے کے تمام وسائل اور ذرائع ان قوانین کے عمل میں لائے جانے کے لئے استعمال کرنے چاہیئے خواہ ان کا نتیجہ کسی نزع کی صورت میں کیوں نہ نکلے ——— آنے والے برسوں میں ہمیں وائٹ ہاؤس میں حقیقی معنوں میں جدوجہد والے مزاج کی ضرورت ہوگی۔ ہمیں ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہوگی جو کانگریس کے لیڈروں کے دباؤ کے زیر اثر قدم پیچھے نہ ہٹائے اور جو کانگریس کے ایوانوں میں ان اشخاص کا وقار مجروح نہ ہونے دے جو اس کی رائے اور خیالات کی حمایت کرتے ہوں ——— مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی صدر سیاست سے فرار نہیں کر سکتا۔ وہ نہ صرف سارے ملک ہی کا بلکہ اپنی پارٹی کا بھی منتخب شدہ ہوتا ہے۔ اور اگر وہ اس بات پر اصرار کرے کہ وہ تمام لوگوں کا صدر ہے؛ لہٰذا ان میں سے کسی کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہیئے اگر وہ مسائل اور پارٹیوں کے اختلافات کو دھندلا بناتا ہے۔ اگر وہ اپنی پارٹی کی مشنری سے غفلت برتتا ہے یا پارٹی کی لیڈرشپ کو ٹالتا ہے تو اس طرح وہ جمہوری دستور کے آلۂ کار اپنی سیاسی پارٹی ہی کو کمزور نہیں بناتا بلکہ خود جمہوری دستور کار پر بھی ضرب لگاتا ہے۔

میں ابراہیم لنکن کی مثال کو ترجیح دیتا ہوں جو سیاست سے پیدائشی پیشہ ورکی حیثیت سے محبت رکھتے تھے۔ مثلاً وہ سنہ ۱۸۶۳ء اوہایو کی گورنری کے فیصلہ کن نازک نتائج کا ساری رات انتظار کرتے رہے۔ اور جب یونینسٹ پارٹی کا امیدوار کامیاب ہوگیا تو لنکن نے تار بھیجا: "خدائے برتر کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ اوہایو نے ملک کو بچا لیا ہے۔" لیکن وہائٹ ہاؤس صرف سیاسی لیڈرشپ ہی کا نہیں اخلاقی لیڈرشپ کا بھی مرکز ہونا چاہیئے۔ کیونکہ صرف صدر ہی ملکی مفاد کی نمایندگی کرتا ہے۔ اور صرف اسی پر ملک کے تمام علاقوں، حکومت کے تمام محکموں اور دنیا کے تمام ملکوں کی ضروریات اور خواہشات مرکوز ہیں ——— سنہ ۱۹۶۰ء کے وسط میں ہمیں ایک ایسے صدر کی ضرورت ہوگی جو ملک کو بہترین اور عمدہ ترین ساعت پر لے جانے کی رہنمائی اور صلاحیت رکھتا ہو۔ ملک کو ہمارے خطروں اور مواقع سے آگاہ کرے اور ان سے ضروری قربانیاں کرنے کا مطالبہ کرسکے۔

فرینکلن روزویلٹ کے پہلے افتتاحی ایڈریس کے یہ الفاظ سچائی اور صداقت سے بھرپور تھے کہ ملکی زندگی کی ہر ایک تاریک گھڑی میں صاف گوئی اور قوت، مضبوطی پر مبنی لیڈرشپ کو خود لوگوں کی تفہیم اور حمایت حاصل رہی ہے جو فتح اور کامرانی کے لئے ضروری ہے۔ صدر کو اس عہدہ کو غیرمعمولی توانائی، دوربینی اور دوراندیشی عطا کرنی چاہیئے اسے ابراہیم لنکن کی مانند عمل کرنا چاہیئے۔ جب اس نے غلاموں کے اعلان آزادی کے لئے اپنے جنگی کابینہ کا اجلاس بلایا تھا۔ کابینہ کے بہت سے عنصروں کو خوش کرنے اور نمایندگی کی غرض سے اس کابینہ کا بڑی احتیاط سے انتخاب کیا گیا تھا۔ لنکن نے اس موقع پر کہا تھا۔ "میں نے آپ کو اس لئے جمع کیا ہے کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ آپ کو سناؤں۔ میں اصلی معاملے کے متعلق آپ کا مشورہ نہیں چاہتا کیونکہ اس کے متعلق میں نے خود ہی فیصلہ کر رکھا ہے۔" اور بعد میں جب کئی گھنٹوں تک لوگوں سے مصافحہ کرتے کرتے ان کا ہاتھ اور بازو تھکاوٹ سے کمزور ہوگیا تھا تو انہوں نے حاضرین سے کہا۔

"اگر میرا نام تاریخ میں درج ہوا تو وہ صرف اسی کارنامے کی وجہ سے ہوگا۔ میری ساری روح اس میں سمائی ہوئی ہے۔ جب میں اس اعلان پر دستخط کروں گا۔ اگر اس وقت میرا ہاتھ تھرتھرایا تو اس کے بعد جو لوگ اس دستاویز کا معائنہ کریں گے وہ کہیں گے کہ میں ہچکچایا تھا۔" لیکن جب لنکن نے دستخط کئے تو ان کا ہاتھ بالکل نہیں تھرتھرایا —— وہ ذرا بھی نہیں ہچکچائے۔

انہوں نے کوئی گول مول یا دو رخی بات نہیں کی۔ کیونکہ وہ امریکہ کے جرأت مند صدر تھے۔ اور یہی وہ اسپرٹ ہے جس سے ہمیں آنے والے مہینوں اور برسوں میں کام لینا چاہیئے۔

"شیراز"

اہلِ حق کا ترجمان اور صاحبِ ذوق کا ترجمان ہے

قطعہ

گوشِ لیلیٰ میں چاند بالی تھی (حلقۂ طلا)
تھیلی زر کی بھی دیکھ خالی تھی

پی کے خمِ غدیر سے دیکھو
شیخ کے مُنہ پہ بھی بحالی تھی

جان ڈی ریڈ

کلچرل اتاشی امریکی سفارت خانہ

ہندوستانی طالب علم امریکہ میں

سنہ ۶۰-۱۹۵۹ء کے تعلیمی سال میں امریکہ میں بیرونی ملکوں کے ۴۸۳۵۲ طالب علم زیر تعلیم تھے جن میں سے ۴۵۲ ہندوستانی طلبا تھے۔ اس مضمون میں امریکہ میں تعلیم پانے والے یا تعلیم دینے والے ہندوستانیوں کی ایک بڑی تعداد کے متعلق بعض دلچسپ سوالوں کا جواب دینا مقصود ہے۔

وہ سوال یہ ہیں :-

وہ کون تھے؟ وہ امریکہ کیوں گئے؟ وہ امریکہ میں تعلیم دینے کے لئے کہاں کہاں گئے؟ ان کی تعلیمی سرگرمیوں کے اخراجات کون برداشت کرتا ہے؟

وہ کون تھے؟

جیسا کہ ہم توقع رکھ سکتے ہیں کہ ان کی ایک بڑی اکثریت (تقریباً ۸۷ فیصد) کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم پانے والے طلبا پر مشتمل ہے باقی ہندوستانی پروفیسر ہیں جو یا تو امریکی یونیورسٹیوں میں پڑھاتے ہیں یا ریسرچ کا کام کر رہے ہیں۔ ان کی تعداد ۲۵۱ ہے۔ ۲۷۵ ڈاکٹر ہیں۔ جو امریکی ہسپتالوں میں زیر تعلیم ہیں ۱۴۱ طلبا صنعتی کارخانوں میں تعلیم پا رہے ہیں۔

ہندوستانی طلبا کی تعداد ۲۷۳۷ ہے اور امریکہ میں بیرونی طلبا کا یہ تیسرا بڑا گروہ ہے۔ پہلے دو بڑے گروہ بالترتیب کینیڈا کے طلبا اور چینی طلبا کے ہیں — جہاں تک میری معلومات کام کرتی ہیں امریکہ میں جتنے ہندوستانی طالب علم ہیں اتنے کسی اور واحد ملک میں نہیں پائے جاتے — ہندوستانی طلبا امریکہ میں اولاً پوسٹ گریجویٹ علم حاصل کرنے جاتے ہیں۔ چنانچہ ان کی کل تعداد میں سے ۷۶ فیصد طلبا پوسٹ گریجویٹ ہوتے ہیں۔ یہ کسی بھی بیرونی ملک کے طلبا کے مقابلہ میں پوسٹ گریجویٹ تعلیم پانے والوں کا سب سے بڑا گروہ ہے — ادھر لاطینی امریکہ کے ۱۷ فیصد انڈر گریجویٹ طلبا ہیں جو گریجویٹ نصاب کا مطالعہ کرنے گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی خواتین سفر کرنے میں کسی قدر دیر سے راغب ہوئے ہیں۔ چنانچہ چار سو سے کم عورتوں نے ہوائی اور سمندری سفر کی تکلیفیں برداشت کرنے اور امریکہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی جرات دکھائی ہے۔ اسکے برعکس چینی طلبا میں سے تقریباً نصف عورتیں ہیں یہ سب طلبا فارموسا میکاؤ اور ہانگ کانگ سے گئے ہوئے تھے۔

یہ ہندوستانی طلبا امریکہ کیوں گئے؟

اس کا جواب صرف عارضی ہو سکتا ہے۔ طلبا میں سے ۶۰ فیصد اول تو انجینیری طبعیاتی اور نیچرل سائنسوں کا مطالعہ کرتے ہیں گمان غالب ہے کہ وہ ان نصابوں میں امریکی یونیورسٹیوں کی برتری تسلیم کرتے ہیں۔ امریکہ تعلیم دینے یا ریسرچ کرنے والے ہندوستانی پروفیسروں کی اکثریت سائنسدانوں پر مشتمل ہے۔ بہرحال یہ بات نمایاں طور پہ نوٹ کرنے کی ہے کہ ہندوستانی طلبا کی خاصی تعداد (۲۴۷) ایک یا دوسری قسم کے ہیومنٹیز (انسانیات) کے مضمون کا مطالعہ کرتی ہے اور دوسرا گروپ ۴۰۳ طلبا پر مشتمل ہے سوشیل سائنس کے مطالعہ میں دلچسپی رکھتا ہے

امریکہ میں وہ کہاں جاتے ہیں

اس سلسلہ میں ہندوستانی طلبا کے متعلق خاص طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن بیرونی ملکوں کے طلبا کی اکثریت کیلی فورنیا، مینی سوٹا، مشی گن، الی نائے، کولمبیا اور نیو یارک وغیرہ کی یونیورسٹیوں کو عام طور پہ ترجیح دیتی ہے — یہاں یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ ان یونیورسٹیوں میں سے چار کی امداد ریاستی حکومت کی طرف سے کی جاتی ہے۔ لیکن ہندوستانی طلبا اور پروفیسروں کی بڑی تعداد امریکہ بھر کی یونیورسٹیوں اور کالجوں میں پائی جاتی ہے۔

اخراجات کون دیتا ہے؟

جہاں تک امریکہ میں ہندوستانی طلبا کی مالی امداد کا تعلق ہے (جن کی تعداد دو تہائی ہے) یہ سب اپنے ذاتی ذرائع اور وسائل یا غیر سرکاری وظیفوں پر انحصار رکھتے ہیں — "اوپن ڈورز" (کھلے ہوئے دروازے) اس کتاب کا نام ہے جو انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل ایجوکیشن (بین الاقوامی تعلیمی ادارہ) کی طرف سے شائع کی گئی ہے۔ اسی سے میں نے متذکرہ اعداد و شمار اخذ کئے ہیں —

قطعہ

گزرا ہوں دیکھ آج حدودِ ریاض سے ؛ پھیلی ہے یہ خبر بھی کبھی بعض بعض سے
مژدہ کی۔ اور کاج کی۔ تقریب کی سنو ؛ وقعت جو ہے وہ جاتی نہیں اعتراض سے

(آمدہ از نذر کاباغ)

مجھے یقین ہے کہ ان چار سو سے بھی زیادہ ہندوستانی طلباء اور پروفیسروں کا پچھلے سال میرے ساتھ امریکہ آئے یا پڑھتے یا پڑھاتے رہے پورا عملی طور پر یہی تجربہ رہا ہے کہ امریکہ میں دوسروں کے لئے دروازے کھلے ہیں — بعضوں کے لئے تو یہ بہت سہل تجربہ رہا ہے۔ نیا ماحول نئی قسم کی خوراک، نئے دوستوں اور نئی جماعتوں کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنا۔ تو دنیا کے کسی بھی ملک میں بڑا مشکل مسئلہ ہوتا ہے۔ لیکن جو طلباء یا پروفیسر امریکہ سے واپس آئے ہیں ان سے بات چیت سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ان کا تجربہ اس لحاظ سے مفید رہا ہے کہ انہوں نے نئی معلومات حاصل کیں۔ نیا نظریہ نگاہ پیدا کیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہاں نئے دوست بنائے۔

رواجی قوانین سے متعلق ہندوستانی اٹارنی جنرل کے لکچر

لندن میں کتاب کی اشاعت

معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان کے اٹارنی جنرل مسٹر ایم۔ سی۔ سیتلواد نے حال ہی میں لندن میں جو چار لکچر دیئے تھے ان کو برطانیہ میں "کامن لا آف انڈیا" (ہندوستان کے رواجی قوانین) کے نام سے کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔

آئین ہند سے متعلق اپنے لکچر میں مسٹر سیتلواد نے کہا تھا کہ اینگلو سیکسن ممالک کا [illegible] ہندوستانی عدالتوں کو جو اختیارات حاصل ہیں، انگلستان کی عدالتوں سے زیادہ وسیع ہیں اور ہندوستانی شہری نسبتاً کم خرچ پر اور جلد عدالتوں کی امداد طلب کر سکتے ہیں۔ آخر میں مسٹر سیتلواد نے کہا کہ ہندوستان میں غیر ملکی حکومت کی طویل تاریخ کے پیش نظر ہندوستانی شہریوں کا بنیادی [illegible] سے متعلق بہت حساس ہونا قدرتی ہے اور ان کی رائے میں حقوق اور آزادی کی حفاظت کے لئے اعلان حقوق آئین کا ضروری حصہ ہونا چاہئے۔

عالمی ریفیوجی سال

۸۰ لاکھ پونڈ برطانوی چندہ

برطانوی ڈیلیگیشن کی لیڈر لیڈی گولڈز میور نے نیو یارک میں اقوام متحدہ کی سماجی کمیٹی کو بتایا ہے کہ برطانیہ نے عالمی ریفیوجی سال کے لئے تقریباً ۸،۴۲۲،۴۸۰ پونڈ چندہ دیا ہے۔ موصوفہ نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کا اس تجویز پر شکریہ ادا کیا جو انہوں نے عالمی ریفیوجی سال کی یادگار کی برطانوی کوششوں پر کیا ہے۔ لیڈی گولڈز میور نے کہا کہ برطانیہ میں اس سال کی کامیابی برطانوی باشندوں کے اس عقیدہ کی مرہون منت ہے کہ دنیا [illegible] پناہ گزینوں کے مسائل کو حل کرنا ضروری ہے اور ان کا حل [illegible] کے لئے [illegible] کو خود کام کرنا ہوگا۔

یہ یاد رہے کہ شروع میں برطانیہ میں ۲۰۰۰۰۰ پونڈ جمع کرنے کا نشانہ مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن بعد میں اسے بڑھا کر چار گنا کر دیا گیا تھا۔

ماسکو میں برطانوی نمائش

لندن سے آمدہ اطلاع کے مطابق برطانوی صنعتیں ۱۹ مئی تا ۴ جون سوویٹ روس کی راجدھانی ماسکو میں ایک بہت بڑی تجارتی نمائش منعقد کریں گی۔ امید ہے کہ تقریباً دس لاکھ روسی باشندے اس نمائش کو دیکھنے آئیں گے۔ [illegible] کا قول ہے کہ یہ نمائش ان تمام نمائشوں سے بڑی ہوگی جو [illegible] غیر ملکوں نے سوویٹ روس کی راجدھانی میں منعقد کی ہیں۔ [illegible] کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے [illegible] نے بتایا ہے کہ یہ نمائش پرائیویٹ [illegible] کی [illegible] ہے اور [illegible] قدم [illegible] ہے۔ [illegible] نمائش [illegible] تجارت کو فروغ حاصل ہوگا [illegible] بہتر طریقہ سے [illegible]۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ اگلے سال ۲۹ جولائی [illegible] بھی اپنی صنعتی اور تجارتی نمائش منعقد کرے گا۔

قطعہ

جھڑے موتی بھی کیا کیا ہیں قلم سے ٭ بڑھایا یہ بھی مضموں کے رقم سے
کملا کہتا ہے پیرو ہے اپنے ٭ ہوئے مشہور عیسیٰ بھی تو دم سے

(آمدہ از نذری باغ)

سر درد کی بیماری کے متعلق امریکی سائنسدانوں کی تحقیق

نیو یارک کے مونٹے فیور ہسپتال میں سر درد کے شعبے کے ڈائریکٹر اور اعصاب و نفسیات کے مشہور ماہر ڈاکٹر آرنالڈ پی فریڈمین کا بیان ہے کہ ہمارا طریق علاج یہ ہے کہ ہم سر درد کے مریضوں کا مکمل طور پر معائنہ کرتے ہیں۔ ہم مریض کے جذبات، تحریکات، حساسیات اور غذا ہضم کرنے والے نظام کار کا پورا پورا جائزہ لیتے ہیں۔

یہ کلینک یا شعبہ ۱۹۴۵ء میں قائم کیا گیا تھا۔ امریکہ بھر میں سب سے بڑا ہسپتال ہے جس میں نوع انسانی کی عام شکایت سر درد کا علاج اس کے اسباب کا مطالعہ اور جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس شعبے کا عملہ ماہرین اعصاب، ماہرین نفسیات و حساسیات اور ایکسرے وغیرہ کے ۱۲ ماہرین پر مشتمل ہے۔ ان کے علاوہ نرسیں اور دوسرے ماہرین بھی ہیں۔

اب تک اس شعبے میں امریکہ اور دوسرے ملکوں کے دس ہزار مریضوں کا علاج معالجہ ہوا ہے جن میں سے ۹۰ فیصد مردوں، عورتوں اور بچوں کو شفا حاصل ہوئی ہے۔ اس طرح تحقیق اور تشخیص سے علمی معلومات میں اس ہسپتال نے جو اضافہ کیا ہے۔ اور سر درد کے حقیقی اسباب کی چھان بین اور ان کا مناسب علاج دریافت کیا ہے

اس ہسپتال میں سر درد کا علاج جدید طبی تحقیق کرنے والوں کے اس یقین پر مبنی ہے کہ سر درد کی اصلی وجہ اکثر و بیشتر سر میں نہیں بلکہ جسم کے کسی اور حصے میں پیدا ہوتی ہے جس کا اظہار درد سر کی صورت میں نمودار ہوتا ہے — ڈاکٹر فریڈمین نے "نیویارک ٹائمز" میں ایک مضمون میں بتایا ہے کہ ہم مریضوں کا علاج گردن کے اوپری حصے ہی سے نہیں بلکہ گردن سے نیچے کے حصے سے بھی شروع کرتے ہیں۔ یعنی سر درد کی اصل وجہ جسم کے اندرونی نظام میں ڈھونڈی جاتی ہے۔

انہوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اس شعبے میں ان اسباب کا تعین کرنے کیلئے بڑے اور وسیع پیمانے پر تحقیق کی جاتی ہے جن سے سر درد کی علامات پیدا ہوتی ہیں۔ کیونکہ کسی جذباتی الجھن یا جسمانی تکلیف یا دونوں کی وجہ سے سر میں درد ہوتا ہے۔

مرض کی تشخیص کئی سوالوں کی بوچھاڑ سے شروع ہوتی ہے مثلاً درد کس خاص مقام پر ہو رہا ہے۔ ماتھے میں، کھوپڑی کے اوپر کے حصے میں یا سر کے پچھلے حصہ میں یا گردن کے آس پاس؟ درد کس وقت شروع ہوتا ہے؟ کیا یہ اچانک ہی شروع ہوتا ہے یا بتدریج؟ کیا یہ کام کے غیر معمولی دباؤ ورزش یا کھانے کے بعد ہوتا ہے؟ کیا اس کے ساتھ اور بھی تکلیفیں۔ مثلاً بد ہضمی، کانوں کا بجنا۔ بینائی میں خلل پڑنا وغیرہ وغیرہ ہوتی ہیں۔

ہر ایک مریض کا مکمل جسمانی معائنہ کیا جاتا ہے۔ اس کے معائنہ سے لیکر کھوپڑی کے ایکسرے تک سارے متعلقہ معائنے عمل میں لائے جاتے ہیں۔ جدید قسم کی طبی تحقیق سے سر کے اندر کے دماغی رگوں کا نقشہ اور رگوں اور پٹھوں پر ان کے اثرات کی جانچ، آنکھوں کی پتلیوں کے پیچھے کھوپڑی کے اندر امکانی دباؤ کی موجودگی اور سر کی شریانوں پر دباؤ کی کیفیت معلوم کی جاتی ہے۔ ان سب باتوں کی تکمیل کے بعد مریض کی کیفیت کی مکمل کیفیت تیار ہوتی ہے جس میں نفسیاتی معائنے وغیرہ کے بھی درج ہوتے ہیں۔ سر درد کے پرانے مریضوں کی نفسیاتی کیفیت معلوم کرنا ضروری ہے کیونکہ اسی صورت میں مناسب علاج اور ضروری انتظام کیا جا سکتا ہے۔

آسپرین (ASPIRINE) اور دوسری دوائیاں وسیع پیمانے پر دی جاتی ہیں۔ تاہم ڈاکٹر فریڈمین کو یقین ہے کہ مریض کی ذات اور ڈاکٹر اور مریض کے تعلقات زیادہ اہمیت رکھتے ہیں — شدید سر درد کے پرانے مریضوں کے لئے بینائی کی درستی، جراحی — آپریشن وغیرہ نفسیاتی علاج اور بعض صورتوں میں نفسیاتی معائنے بھی علاج کے لئے تجویز کئے جاتے ہیں۔

مونٹے فیور ہسپتال اور دوسرے طبی مرکزوں میں سے پتہ چلا ہے کہ "کھچاؤ و تناؤ" کے باعث جو سر درد ہوتا ہے وہ نہایت عام قسم کے سر دردوں میں سے ہیں۔ اس قسم کا سر درد کسی امر پر حد سے زیادہ توجہ مرکوز کرنے یا کسی خیال میں الجھے رہنے اور جذباتی مسائل کے متعلق فکرمندی کے باعث سر اور گردن کے رگوں اور پٹھوں کے متواتر سکڑے رہنے کا نتیجہ ہوتا ہے۔

ایک اور قسم کے سر درد کا تعلق جذباتی ہیجان سے ہوتا ہے۔

قطعہ

رکھ دیا مصحف کو میں نے چوم کر ۔ عشق کا جادو چلا ہے جھوم کر
شیخ بھی پی کر شراب ناب آج ۔ گھر کو آیا کوچہ کوچہ گھوم کر

(آمدہ از نذر کا باغ)

ہے اور بدہضمی وغیرہ کی شکایت رہتی ہے۔ اسے مائیگرین سر درد یا "درد شقیقہ" (SICK HEADACHE) کہا جاتا ہے۔

ڈاکٹر فریڈ مین کا کہنا ہے کہ اس قسم کے سر درد کا سبب ابھی تک معلوم نہ ہو سکا۔ لیکن مشاہدوں اور حالات سے پتہ چلتا ہے کہ اس قسم کے سر درد میں دباؤ وغیرہ کی وجہ سے رد عمل نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں جو مطالعہ اور تحقیق کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ اس کے حملہ کی ابتدا میں دماغ کے ایک اندرونی مقامی حصے میں دماغی وریدیں سکڑ جاتی ہیں۔ مائیگرین قسم کا سر درد ہونا اکثر ان لوگوں کو ہوتا ہے جو حد سے زیادہ حساس اور ہر کام کو مکمل کرنے والے محنتی اشخاص ہوتے ہیں اور کامیابی حاصل کرنے میں غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر فریڈ مین کا کہنا ہے کہ مردوں کی نسبت عورتوں میں "مائیگرین" (آدھے سر کا درد) زیادہ کثرت سے ہوتا ہے ان کی رائے میں ان کے لئے مردوں اور عورتوں میں جنسی فرق ذمہ دار ہوتا ہے کیونکہ عورتوں کے لئے جذباتی ضروریات اور طلب کی تکمیل محدود رہتی ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ عورتیں مردوں کی نسبت طبی امداد زیادہ کثرت سے حاصل کرتی ہیں۔

"آدھے سیسی" کے مریضوں کے لئے ایک اور دوا حال ہی میں استعمال ہونے لگی ہے۔ ایک جیبی انہیلر (دوا سونگھنے کی دستی مشین) میں رکھ کر ایک دوا اور گولیاں [illegible]

سونگھی ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ فوری آرام پہونچانے میں بہت مفید ہے۔ اگرچہ سر درد کے علاج کا مسئلہ حل کرنے میں بہت کچھ پیش رفت ہو چکی ہے۔ تاہم ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اس سلسلہ میں ترقی اور کامیابی تدریجی ہوگی۔ کیونکہ سر درد کے متعلق حیوانوں پر لیبارٹریوں میں تجربے نہیں کئے جا سکتے۔ اور اس لئے صرف انسانی مریضوں پر ہی تجربات اور تحقیق کی جا سکتی ہے جس کی رفتار قدرتی طور پر تیز نہیں ہو سکتی۔

دانت کے درد کا فوری علاج

نیویارک کے ایک ڈینٹل سرجن (دندان ساز) کے بیان کے مطابق ایک دوا تیار کی گئی ہے جس سے دانت کے درد میں چند سکنڈوں میں ہی آرام آجاتا ہے۔ جس کا نام کلورا سیٹک ( ) ہے۔ اس کا تجربہ دو سو مریضوں پر کیا گیا ہے جن میں سے ۱۰۲ مریضوں کو صرف دس سکنڈ میں آرام آگیا۔ اس دوا کا اثر [illegible] گھنٹے تک رہتا ہے

ایڈوینا ماؤنٹ بیٹن ٹرسٹ کے لئے امداد
شہزادی مارگریٹ نے کنسرٹ میں شرکت کی

پچھلے ہفتہ لندن کے رائل البرٹ ہال میں ایڈوینا ماؤنٹ بیٹن ٹرسٹ کی امداد کے لئے ایک کنسرٹ منعقد کی گئی تھی جس میں شہزادی مارگریٹ اور ان کے شوہر [illegible] نے بھی شرکت کی تھی۔

کنسرٹ کا انتظام "فرینڈز آف ویلور" نام کی انجمن نے کیا تھا یہ انجمن ویلور (جنوبی ہند) کے کرسچین میڈیکل ہسپتال کے مددگاروں نے قائم کی ہے۔ اس ادارے سے لیڈی ماؤنٹ بیٹن کو بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ کالج کے نئے نرسنگ اسکول کا نام انہی کے نام پر رکھا گیا ہے۔ لیڈی ماؤنٹ بیٹن اپنی زندگی میں جو امدادی کام انجام دے رہی تھیں ان کو جاری رکھنے کے لئے مذکورہ ٹرسٹ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

ہندوستانی خاتون لکچرار کا برطانیہ میں مطالعہ
انگریزی پڑھانے کی تربیت

معلوم ہوا ہے کہ [illegible] کرسچین کالج لکھنؤ کی لکچرار مس پرما راوت دوسرے [illegible] کے ہمراہ ان دنوں کارڈف کے ویلش کالج میں بطور غیر ملکی زبان کے انگریزی پڑھانے کے طور طریقوں کا ایک کورس کر رہی ہیں جو کہ ایک سال کا ہے۔ ایک انٹرویو میں موصوفہ نے بتایا ہے یونیورسٹی تعلیم میں انگریزی کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اور اس کورس سے مجھے اپنے کام میں بہت مدد ملے گی۔ جو طلبا اس وقت یہ کورس کر رہے ہیں ان کا تعلق مختلف ملکوں سے ہے لیکن وہ سب ایک مشترکہ زبان یعنی انگریزی بول سکتے ہیں۔ تھوڑے سے عرصہ میں ہم ایک دوسرے کے بہت قریب آگئے ہیں اور ہمارے باہمی مباحثوں نے ایک دوسرے کی [illegible] اور مسائل کو سمجھنے میں بہت مدد دی ہے۔"

خیال ہے کہ مس راوت [illegible] وسط میں واپس ہندوستان آجائیں گی۔

قطعہ

خاکہ میں صورتِ ثانی آئی ؎ پہلے پیری کے جوانی آئی

دِل میں ہر پیرِ دیں کے عثماں ؎ عظمتِ سبعِ مثانی آئی

(آمد از نذیر بانچی)

سنہ ۱۹۶۱ء میں سرکاری تعطیلات

حکومت آندھرا پردیش نے احکام صادر کئے ہیں کہ سنہ ۱۹۶۱ء کے دوران میں ریاستی حکومت کے زیر انتظام تمام سرکاری دفاتر ہر اتوار کو اور جنوری اور اکتوبر کے سوا ہر مہینہ کے آخری سے پہلے سنیچر کو بند رہیں گے۔ حکومت نے یہ احکام بھی صادر کئے ہیں کہ ریاست کے تمام سرکاری دفاتر کو سنہ ۱۹۶۱ء کے دوران میں نیچے بتائے ہوئے دنوں میں عام تعطیل رہے گی۔

تقاریب	جنوری تقویم
بھوگی	۱۳ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء
سنکرانت	۱۴ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء
یوم جمہوریہ	۲۶ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء
ہولی	۳ مارچ سنہ ۱۹۶۱ء
اگادی (تلگو یوم سال نو)	۱۷ مارچ سنہ ۱۹۶۱ء
محرم	۲۴ جون سنہ ۱۹۶۱ء
یوم آزادی	۱۵ اگسٹ سنہ ۱۹۶۱ء
میلاد النبیؐ	۲۵ اگسٹ سنہ ۱۹۶۱ء
سری جینتی	یکم ستمبر سنہ ۱۹۶۱ء
مہاتما گاندھی کا جنم دن	۲ اکتوبر سنہ ۱۹۶۱ء
مہانومی	۱۸ اکتوبر سنہ ۱۹۶۱ء
وجئے دشمی	۱۹ اکتوبر سنہ ۱۹۶۱ء
نرکا چترداسی	۶ نومبر سنہ ۱۹۶۱ء
دیپاولی	۷ نومبر سنہ ۱۹۶۱ء
کرسمس	۲۵ دسمبر سنہ ۱۹۶۱ء

یوم سال نو (یکم جنوری سنہ ۱۹۶۱ء) کا یوم (۱۵ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء) اور رمضان (عید الفطر) (۱۹ مارچ سنہ ۱۹۶۱ء) اتوار کو واقع ہوتے ہیں اس لئے ان کے متعلق علحدہ اعلان نہیں کیا گیا۔

ان تعطیلات کے علاوہ سرکاری ملازمین اپنے اختیار سے نیچے بتائے ہوئے تہواروں کے موقعوں پر سال کے دوران ان تعطیلات سے استفادہ کر سکیں گے۔ ان اختیاری تعطیلات سے صرف متعلقہ مذہبی فرقوں کے ملازمین سرکاری فہرست میں ہر مذہبی فرقے کے لئے بتائے ہوئے موقعوں پر استفادہ کر سکیں گے۔

اہل ہنود کیلئے اختیاری تعطیلات

(۱) مہاشیو راتری - پیر - ۱۳ فروری سنہ ۱۹۶۱ء
(۲) ونایک چتورتھی - بدھ - ۱۳ ستمبر سنہ ۱۹۶۱ء
(۳) تامل یوم سال نو - جمعرات - ۱۳ اپریل سنہ ۱۹۶۱ء
(صرف تامل باشندوں کے لئے)

مسلمانوں کیلئے اختیاری تعطیلات

(۱) شب برات - جمعرات - ۲ فروری سنہ ۱۹۶۱ء
(۲) بقرعید - جمعہ - ۲۶ مئی سنہ ۱۹۶۱ء
(۳) اربعین - جمعرات - ۳ اگسٹ سنہ ۱۹۶۱ء
(صرف اہل تشیع کے لئے)

پارسیوں کیلئے اختیاری تعطیلات

(۱) جمشیدی نوروز - منگل - ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۶۱ء

جین افراد کیلئے اختیاری تعطیلات

(۱) مہاویر جینتی - جمعرات - ۳۰ مارچ سنہ ۱۹۶۱ء

کرسچین افراد کے لئے اختیاری تعطیلات

(۱) گڈ فرائی ڈے - جمعہ - ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۶۱ء
(۲) باکسنگ ڈے - منگل - ۲۶ دسمبر سنہ ۱۹۶۱ء

سکھوں کیلئے اختیاری تعطیلات

(۱) بیساکھی - جمعرات - ۱۳ اپریل سنہ ۱۹۶۱ء
(۲) گرو نانک کا جنم دن - بدھ - ۲۲ نومبر سنہ ۱۹۶۱ء

قطعہ

بلا ہے مقصد جاوید یہ تمنا سے
چلا ہے دور بھی محفل میں جام صہبا سے

ہم بھی ماہ ربیع (الاول) کی یہ کتنی ہے عشاں
ہوئی مسرت بیجد بھی عید زہرا سے

(عید ہم)

(آمدہ از نفرکا یا ؟)

پبلک تعطیلات

آندھرا پردیش میں ۱۹۶۱ء کے دوران میں اتوار کے علاوہ نیچے بتائی ہوئی پبلک تعطیلات بھی ہوں گی

تعطیل	عیسوی تقویم
بھوگی	۱۳ر جنوری ۱۹۶۱ء
سنکرانت	۱۴ر جنوری ۱۹۶۱ء
یوم جمہوریہ	۲۶ر جنوری ۱۹۶۱ء
ہولی	۳ر مارچ ۱۹۶۱ء
اگادی تلگو یوم سال نو	۱۷ر مارچ ۱۹۶۱ء
گڈ فرائیڈے	۳۱ر مارچ ۱۹۶۱ء
محرم	۲۴ر جون ۱۹۶۱ء
ششماہی حسابات کی تکمیل	۳۰ر جون ۱۹۶۱ء
تقریب آزادی	۱۵ر اگست ۱۹۶۱ء
میلاد النبیؐ	۲۵ر اگست ۱۹۶۱ء
سری جینتی	یکم ستمبر ۱۹۶۱ء
مہاتما گاندھی کا جنم دن	۲ر اکتوبر ۱۹۶۱ء
مہا نومی	۱۸ر اکتوبر ۱۹۶۱ء
وجئے دشمی	۱۹ر اکتوبر ۱۹۶۱ء
نرکا چترداسی	۶ر نومبر ۱۹۶۱ء
دیپاولی	۷ر نومبر ۱۹۶۱ء
کرسمس	۲۵ر دسمبر ۱۹۶۱ء

یوم سال نو (یکم جنوری ۱۹۶۱ء) کا نوموا (۱۵ر جنوری ۱۹۶۱ء) رمضان (عید الفطر) (۱۹ر مارچ ۱۹۶۱ء) ششماہی حسابات کی تکمیل (۳۱ دسمبر ۱۹۶۱ء) اتوار کو واقع ہوتے ہیں اسلئے ان کے متعلق علحدہ اعلان نہیں کیا گیا۔ (اطلاعات)

معتمد اسٹیٹ شیعہ کانفرنس کا مکتوب

وزیر امور مذہبی کے نام

جناب منسٹر صاحبہ امور مذہبی و سوشیل سرویس!

جناب عالی - ۱۴ر جولائی ۱۹۵۹ء خط نمبر 79315/E17/58

کا جواب میں نے ۱۰ر اگست ۱۹۵۹ء منجانب شیعہ کانفرنس روانہ کرتے ہوئے یہ خواہش کی ظاہر کی تھی اسلام میں دو بڑے فرقے ہیں سنی اور شیعہ۔ سنٹرل گورنمنٹ نے اس کا لحاظ کرتے ہوئے جائداد وقف کے متعلق جو قانون مرتب کیا اس میں شیعہ وقف اور سنی وقف الگ الگ ہیں اس لئے کانفرنس کی یہ خواہش ہے حیدرآباد آندھرا پردیش میں وقف کے نسبت جو سروے کیا جائے اس میں اس بات کا خیال رہے کہ سروے آفیسر جو مقرر کیا جائے وہ غیر جانبدار ہو اسلئے مسلم طبقہ کے کسی فرقہ کی ناراضی کا باعث ہو اگر ہماری خواہش کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا نہیں کیا جائے گا تو مجبوراً ہم ہم کو احتجاج کرنا پڑے گا۔ امید کرتے ہیں کہ ہماری یہ واجبی خواہش ضرور قبول کی جائے گی۔

سید محمد علی زیدی
معتمد آندھرا پردیش شیعہ کانفرنس

اراکین مجلس اعلیٰ مطلع ہوں

جناب عالی
سلام علیکم۔

بتاریخ ۲۷ر نومبر ۱۹۶۱ء روز یکشنبہ بوقت (۱۰) ساعت دن بمقام حویلی قدیم ”دیوڑھی نواب عنایت جنگ بہادر“ مجلس اعلیٰ مقرر ہے۔ حسب قواعد و ضوابط کانفرنس دفعہ (۲۲) مجلس اعلیٰ مجلس عاملہ کے (۱۴) اراکین کے منجملہ ایک صدر کانفرنس دو نائب صدر۔ ایک خازن (۸) اراکین کا انتخاب کرے گی۔ فقط

سید محمد علی زیدی
معتمد اسٹیٹ شیعہ کانفرنس

قطعہ

کیف و سرور بھر گیا جام شراب میں ‖ عنبر کی بو بھی بس گئی رنگ گلاب میں
ریشتہ بھی خوں کا نوات نبات سے ہوا عیاں ‖ اوصاف عالیہ تھے سمو بو شراب میں

(آمدہ از ندرہ باغ)

برطانیہ کی خبریں

برطانوی فلم انسٹی چیوٹ کے ڈائرکٹر کا دورہ ہند

ایک اطلاع کے مطابق برطانیہ کے فلم انسٹی چیوٹ کے ڈائرکٹر مسٹر جیمز کوین ۱۳ نومبر کو بمبئی پہنچیں گے۔ موصوف ہندوستان میں تین ہفتے قیام کریں گے اور اس دوران میں وزراء، سرکاری افسران، ہندوستانی فلم انڈسٹری کے ذمہ داروں، ڈائرکٹروں اور فنکاروں سے ملاقات کریں گے۔ مسٹر کوین ۱۴ نومبر کو دہلی پہنچیں گے اور ۲۰ نومبر کو واپس بمبئی چلے جائیں گے۔ ۳ دسمبر کو مدراس کے لئے روانہ ہونے سے قبل وہ پونا تشریف لیجائیں گے۔ برطانیہ کے فلم انسٹی چیوٹ کی داغ بیل ۱۹۳۳ء میں ڈالی گئی تھی اور اس کے دو اہم اداروں میں اہم ترین شعبہ یعنی فلموں کا محافظ خانہ قائم کیا گیا تھا۔ اس محافظ خانے میں تقریباً ۲۶۰۰۰ فلمیں رکھی ہیں جو دنیا بھر میں ادبی مجموعہ دنیا کے سب سے بڑے اور بہترین مجموعوں میں شمار ہوتا ہے۔ فلم انسٹی چیوٹ ماہانہ ... نام کا سہ ماہی رسالہ بھی نکالتا ہے جو دنیا بھر کے حلقوں میں جانا جاتا ہے۔

لندن میں اندرانی رحمان کا رقص
برطانوی اخبارات کا خراجِ تحسین

ہندوستانی رقاصہ اندرانی رحمان نے یورپ اور امریکہ کا پانچ ماہ کا دورہ کرنے کے بعد اب لندن میں اپنے فن کا مظاہرہ شروع کیا ہے۔ برطانوی اخبارات نے اپنی ۲ نومبر کی اشاعت میں اس کے آرٹ کی بہت تعریف کی۔ "ڈیلی ٹیلیگراف" نے لکھا ہے اندرانی ۲۰ موہ لینے والی رقاصہ ہے اور اس انداز رقص (جنوبی ہند کے ڈرامائی رقص) اسکے نہایت متناسب جسم کو خوب راس آتا ہے۔ "ڈیلی ایکسپریس" نے اندرانی رحمان کی پارٹی کے ایک رکن ... کے رقص کو خراجِ تحسین ادا کیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ اسکے موثر رقص سے اندرانی کے اور رقص کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔

رابندر ناتھ ٹیگور کی صد سالہ سالگرہ
برطانوی شاعر تقاریب میں شرکت کرے گا

لندن کی ایک اطلاع میں بتایا گیا ہے کہ ممتاز ناول نویس شاعر رچرڈ چرچ نے ٹیگور صد سالہ سالگرہ کی بعض تقاریب میں شرکت کی دعوت قبول کر لی ہے۔ موصوف ۲۸ دسمبر کو بمبئی پہنچیں گے اور آل انڈیا بنگالی لٹریری کانفرنس سے خطاب کرینگے جو ۲۹ دسمبر سے شروع ہو کر ۳ جنوری کو ختم ہوگی۔ بمبئی سے روانہ ہونے کے بعد مسٹر چرچ ہندوستان میں تقریباً سات ہفتے قیام کریں گے اور اس دوران میں مختلف موضوعات پر لیکچر دینگے۔ ان لیکچروں کا انتظام برٹش کونسل نے کیا ہے ان کے ایک لیکچر کا موضوع "ناول نویس کیا کرتا ہے" ہے۔ "آپ بیتی لکھنے کا آرٹ" بھی انکے ایک لیکچر کا موضوع ...

برطانوی فرم کا چیرمین ہندوستان آرہا ہے

معلوم ہوا ہے کہ برطانوی فرم ڈبلیو ایس۔ بالڈن لمیٹڈ کے چیرمین مسٹر ڈبلیو۔ اے۔ مونٹ اس ماہ ہندوستان آکر اپنی فرم کے ... توسیع کے امکانات کا جائزہ لیں گے۔ انکی فرم ہندوستان سے بلیئرڈ، بیاجز (کھلاڑیوں کے رنگین کوٹوں کے بلے) کافی بڑی تعداد میں درآمد کرتی ہے۔ مسٹر مونٹ ان دنوں پاکستان کا دورہ کر رہے ہیں وہ ... نومبر کو دہلی پہنچیں گے اور پھر آگرہ (۱۴ نومبر)، بنارس (۱۵ نومبر)، کلکتہ (۱۶ نومبر) اور بمبئی (۲۰ نومبر) جائیں گے۔

قطعہ

شیخ سے بھی میکدہ میں جو شناسائی ہوئی — رند کی بھی بعد مدت آج یکجائی ہوئی
اے نصیب قسمت یہ کہتا جاتا ہے عثماں سنو — کربلا کے دریہ اب میری جبیں سائی ہوئی

(... از ...)

لندن کی نمائش میں ہندوستانی آرٹسٹوں کے فن پارے

معلوم ہوا ہے کہ ۲۲؍نومبر سے لندن میں کامن ویلتھ آرٹ کی ایک نمائش منعقد کی جائے گی جس میں چھ ہندوستانی آرٹسٹ بھی اپنی بنائی ہوئی تصویریں اور مجسمے پیش کریں گے۔ نمائش جس کا انتظام رائل کامن ویلتھ سوسائٹی کر رہی ہے ۲؍دسمبر کو ختم ہوگی۔

آج کل لندن میں کامن ویلتھ ہفتے" منائے جا رہے ہیں اور مذکورہ نمائش ان ہفتوں ہی کے پروگرام کا ایک حصہ ہے۔ ہندوستانی آرٹسٹوں کے علاوہ آسٹریلیا، برٹش گی آنا، کنیڈا، گھانا، پاکستان، جمیکا، ملایا، مالٹا، مارشیس، نیوزی لینڈ، تانگنیکا، روڈیشیا، سنگاپور، جنوبی آفریقہ اور ٹانگانیکا کے آرٹسٹ اس نمائش میں حصہ لے رہے ہیں۔

ہندوستانی آرٹسٹوں کے نام یہ ہیں —— ایف - این - سوزا، اویناش چندر، کرشن کھنہ، پریم لتا، نیرا سین اور سدا باکرے۔

کولمبو منصوبہ اور برطانیہ

کولمبو منصوبے کے تحت جنوبی و جنوب مشرقی ایشیا کے باشندوں کو امریکہ کے بعد برطانیہ سب سے زیادہ تربیت کی سہولتیں بہم پہونچا رہا ہے منصوبہ کی فنی تعاون کی کونسل کی سالانہ رپورٹ کے مطابق برطانیہ نے ۱۹۵۹ء میں ۶۱۳ باشندوں کو تربیت دی تھی —— جنوبی و جنوبی مشرقی ایشیا کی ترقی کا انحصار نہ صرف سرمایہ بلکہ کاریگروں اور ہنرمندوں پر بھی ہے۔ سرمایہ سے فائدہ تب ہی اٹھایا جا سکتا ہے، جب اس کو صحیح طور پر استعمال میں لایا جا سکے۔ اور ایسا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ کاریگروں اور ہنرمندوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے جوں جوں سرمایہ زیادہ ملتا جا رہا ہے توں توں فنی قابلیت کی ضرورت بھی بڑھتی جا رہی ہے۔ برطانیہ اور امداد دینے والوں ان ملکوں میں سے ہے جنہوں نے تربیت دینے کی پیش کشوں میں اضافہ کرنے کا اعلان کیا ہے۔ برطانیہ بہت سے میدان میں تربیت کی سہولتیں مہیا کر رہا ہے۔ مثلاً زراعت۔ ڈیری فارمنگ، ماہی گیری و ماہی پروری، جنگلات کے انتظامات کا فن۔ معدنی ذخائر کی کھوج، ریلوں کی ترقی، دریائی بحری ٹرانسپورٹ، شہری ہوا بازی، تار ٹیلیفون کا انتظام، طب و صحت، سرکاری نظم و نسق وغیرہ۔ جتنی وسیع تربیت برطانیہ دے رہا ہے اتنی غالباً کوئی اور ملک نہیں دے رہا ہے —— رپورٹ ہذا میں مزید یہ بتایا گیا ہے کہ تربیتی سہولتوں کی مانگ روز بروز بڑھ رہی ہے اور کولمبو منصوبہ کی میعاد میں اضافہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ منصوبہ اس مانگ کو پورا کرنے میں نہایت اہم پارٹ ادا کر رہا ہے۔

امداد حاصل کرنے میں ہندوستان کا سب سے بڑا حصہ

زیر نظر سال کے دوران میں ۲۶۸ر۴ نئی تربیتی جگہوں کی پیشکش کی گئی تھی۔ یعنی ایک سال پہلے کے مقابلہ میں ۳۰۶ زیادہ ہندوستان کو سب سے زیادہ جگہیں (۱۰۴۵) ملی تھیں اس کے بعد پاکستان (۸۰۰) انڈونیشیا (۲۵۷) اور ویٹ نام [illegible]

تربیتی جگہیں مہیا کرنے کے علاوہ اس علاقہ کے ملکوں کو ۳۲۵ ماہر کی خدمات بھی مستعار دی گئی تھیں ۔ ۲۴ ماہرین برطانیہ نے مہیا کئے تھے ہندوستان کے حصہ میں ۳۹ ماہرین آئے تھے۔ رپورٹ میں درگاپور کے کارخانہ فولاد کی تعمیر سے متعلق برطانیہ کے عظیم الشان تعاون کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۳ برطانوی فرموں کی ایک مشترکہ کمپنی نہ صرف اس کارخانے کو تعمیر کر رہی ہے بلکہ وہ ۴۰۰ ہندوستانی انجینیروں اور دیگر عملہ کو تربیت بھی دے رہی ہے۔ برطانیہ نے دہلی کے نئے کالج آف انجینیرنگ و ٹیکنالوجی کے لئے نہ صرف ساز و سامان دینا منظور کیا ہے بلکہ وہ کالج کے لئے ۹ پروفیسروں ۲۰ سپروائزروں اور ٹریننگ کے ایک ڈائرکٹر کی خدمات بھی مستعار دے گا۔

آندھرا پردیش میں کتب خانوں کی ترقی

کسی بھی ملک کے عوام کی سماجی اور تعلیمی ترقی کیلئے کتب خانے انتہائی اہم ادارے ہیں۔ آندھرا پردیش میں کتب خانوں کی تحریک تیزی سے ترقی کر رہی ہے اور پچھلے (۳) برسوں کے دوران خاص طور پر ترقی کی رفتار بہت نمایاں رہی۔ ریاست کے کتب خانوں میں جو اہم طریقے رائج کئے گئے ہیں ان میں سے حسب ذیل اہم ہیں۔

۱۔ کتابوں، ان کے مصنفوں اور مختلف نسخوں وغیرہ کی تاریخ کی تیاری۔

اسٹیٹ سنٹرل لائبریری گنٹور کو یہ کام سونپا گیا ہے جس میں بچوں کی کتب کا کام بھی شامل ہے۔

۲۔ کتابوں کی ترتیب وغیرہ کا یکساں نظام: ریاست کی تمام پبلک لائبریریوں میں ڈیسی مل کلاسی فکیشن کا طریقہ رائج کیا گیا ہے تاکہ یکسانیت پیدا ہو۔ ترتیب کے اس جدید طریقے پر انگلینڈ اور امریکہ جیسے تمام ترقی یافتہ ملکوں میں عمل کیا جاتا ہے۔

۳۔ "اوپن ایکسس سسٹم"۔ تمام ڈسٹرکٹ سنٹرل لائبریریوں اور بڑی بڑی پبلک لائبریریوں میں پرانے "کلوزڈ سسٹم" کے مقابلے میں "اوپن ایکسس سسٹم" مروج ہے اور ناظرین بھی اسے بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔

۴۔ لائبریرین کی حیثیت سے پیشہ ور افراد کا تقرر: ریاست کے اکثر کتب خانوں پر ایسے افراد متعین ہیں جو لائبریری سائنس میں تربیت یافتہ ہیں۔ غیر تربیت یافتہ عملے کو لائبریری سائنس میں "ڈپلوما" کی تربیت کے لئے روانہ کیا جاتا ہے اور انہیں معقول وظیفہ بھی دیا جاتا ہے

(۵) کتب خانوں کے درمیان لین دین:۔ کتب خانوں کے درمیان کتابیں مستعار لینے اور ان کے لین دین کی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔

(۶) ترتیب کیٹالاگنگ کا مرکزی طریقہ:—

ڈسٹرکٹ سنٹرل لائبریریوں میں مرکزی ترتیب و کیٹالاگنگ کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے کیونکہ اس طریقے کو اختیار کرنا کفایت بخش ہے۔ اسٹیٹ سنٹرل لائبریریوں میں بھی رائج کرنے کے اقدام کئے جا رہے ہیں۔

(۷) "لوکل لائبریری اتھارٹیز کے سکریٹری"۔ لوکل لائبریری اتھارٹیز کے ہر زمرے میں ڈسٹرکٹ سنٹرل لائبریرین کو ان کی متعلقہ لوکل لائبریری اتھارٹیز کا سکریٹری بنادیا گیا ہے۔

(۸) شعبہ اطفال:۔ تمام سنٹرل لائبریری اور بعض برانچ لائبریریوں میں شعبہ اطفال قائم کئے گئے ہیں۔

(۹) "ثقافتی وسماجی تعلیم"۔ کی سرگرمیاں تمام سنٹرل لائبریریوں اور چند برانچ لائبریریوں میں منظم کی جارہی ہیں

(۱۰) "ڈیلیوری اسٹیشن":۔ یہ فی الوقت ایسے افراد کی نگرانی میں ہیں جنہیں لائبریری سائنس اور تعلیم بالغان کی تربیت دی گئی ہو۔

(۱۱) تذکرۂ کتب کا "یونین کیٹالاگ": اسٹیٹ ریجنل لائبریری گنٹور نے یہ کام شروع کیا ہے۔

(۱۲) "ٹکٹ طریقہ": کتابیں مستعار دینے کے سلسلے میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ کسی اور اسٹیٹ میں اوپر بتائے ہوئے تمام طریقے رائج نہیں کئے گئے ہیں۔ صرف بعض اسٹیٹوں نے بعض طریقے رائج کئے ہیں۔

نیچے بتلائے ہوئے کتب خانے لوکل لائبریری اتھارٹیز کے تحت ہیں

کتب خانوں کی اقسام۔	یکم اکتوبر ۱۹۵۸ء کو	یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء کو
علاقہ آندھرا		
۱۔ ڈسٹرکٹ سنٹرل لائبریریاں۔	۱۱	۱۱
۲۔ برانچ لائبریریاں۔	۱۲۰	۱۸۲
۳۔ بک ڈپازٹ سنٹر۔	۲۲۶	۳۵۰

قطعہ

ہُوا ہے کیف یہ صَہبائے تَر سے ‖ اُڑی ہے بُلبُلِ شیدا ابھی پَر سے
جَہاں کہتا ہے بیشِ اہلِ دُنیا ‖ خُدا محفوظ رَکھے شورِ وشَر سے

(آمدہ از ندری باغ)

۴۔ امدادی کتب خانے	۸۲۴	۹۸۶
	۱۱۸۱	۱۵۲۹

علاقہ تلنگانہ

۱۔ ڈسٹرکٹ سنٹرل لائبریریاں۔	صفر	۱۰
۲۔ برانچ لائبریریاں۔	صفر	۲۷
۳۔ بک ڈپازٹ سنٹر	صفر	۲۰
۴۔ امدادی کتب خانے۔	۵۶	۷۵
	۵۶	۱۳۲
صدر میزان۔	۱۲۳۷	۱۶۶۱

اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اگرچہ کہ قانون عام کتب خانہ جات حیدرآباد ۱۹۵۵ء میں نافذ کیا گیا۔ لیکن اس قانون کو روبہ عمل لانے کے اقدامات جولائی ۱۹۵۷ء کے بعد کئے گئے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس وقت سے ریاست میں اور خاص طور پر تلنگانہ میں جو ترقی ہوئی وہ متوازن رہی۔

لوکل لائبریری اتھارٹیز کے تحت کتب خانوں میں کتابوں کا اسٹاک:

	یکم اکتوبر ۱۹۵۷ء کو	یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء کو
علاقہ آندھرا	۸۶۵۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰
علاقہ تلنگانہ	۷۵۰۰۰	۲۰۰۰۰۰ سے زائد

ڈسٹرکٹ سنٹرل لائبریریاں اور بعض برانچ لائبریریاں تازہ مطبوعات سے لیس ہیں جن میں بچوں کی کتابیں اور نو آموز بالغوں وغیرہ کے لئے کتابیں موجود ہیں۔

ناظرین

تفصیلات	یکم اکتوبر ۱۹۵۷ء کو		یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء کو	
	آندھرا	تلنگانہ	آندھرا	تلنگانہ
۱۔ ناظرین کی تعداد (یومیہ)	۱۲۷۹۲	۳۰۰	۱۴۲۵۲	۷۵۰۰
۲۔ کتابوں کی تعداد جس سے کتب خانوں میں فی ماہ استفادہ کیا گیا	۱۲۵۴۴	۵۹۰۹۵	۱۶۷۴۷	
۳۔ کتابوں کی تعداد جس سے ہر ماہ مکانات پر پڑھنے کیلئے دیا گیا	۳۱۸۴۳	۴۴۰۶۷	۱۱۷۴۱	

ناظرین کی تعداد میں نیز انہوں نے جدید کتابوں سے استفادہ کیا گیا دونوں کی تعداد میں تدریجی اضافہ ہوا۔

تربیت یافتہ عملہ

اقسام	یکم اکتوبر ۱۹۵۷ء کو		یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء کو	
	آندھرا	تلنگانہ	آندھرا	تلنگانہ
ڈپلوما ہولڈر	۱۱	صفر	۱۱	۷
سرٹیفکٹ ہولڈر	۶۵	صفر	۱۱۰	۲۵

۱۹۵۷ء سے یہ اقدامات کئے گئے ہیں کہ رواں سال کے دوران ڈپلوما کورس میں تربیت کے لئے امیدواروں کی سررشتہ واری اساس پر روانہ کیا جائے۔ (۱۵) امیدوار عثمانیہ یونیورسٹی میں تربیت پا رہے ہیں اور ایک سال کے اندر تمام پبلک لائبریریوں میں تربیت یافتہ لائبریرین ہو جائیں گے۔

فیس کی وصولی

	۵۸۔۱۹۵۷ء	۶۰۔۱۹۵۹ء
علاقہ آندھرا	۱۰۰۲۲۳ روپے	۳۵۸۸۵۴ روپے
علاقہ تلنگانہ	۱۰۵۱۵ روپے	۳۴۱۸۵ روپے۔

جیسا کہ قانون عام کتب خانہ جات حیدرآباد بابت ۱۹۵۵ء میں گنجائش تھی حکومت نے اپنا حصہ پہلی مرتبہ ۵۸۔۱۹۵۷ء میں ادا کیا۔ نیز یہ کہ علاقہ تلنگانہ میں کوئی اخراجات عاید نہیں ہوئے اور نتیجتاً حکومت ہند کی امداد سے استفادہ کرنے کا کوئی موقع ہی نہیں آیا۔ ۱۹۵۷ء سے خصوصی گرانٹ ادا کی گئی ہیں۔ اور حکومت ہند سے امداد بھی طلب کی جا رہی ہے۔

قطعہ

مست بھی ہو گئے زہاد بھی پی کر مئے کو
ماہ آذر بھی کہتا ہے سنو بہمن سے (ماہ)

رنگ بدلے ہوئے عرصہ ہوا دیکھو شئے کو
ایک مدت ہوئی آئے ہوئے ماہ دئے کو (ماہ)

(آمدہ از نذری باغ)

عطیے اور تحائف :- پچھلے تین برسوں کے دوران تین لاکھ روپے سے زائد کی عمارتیں اور فرنیچر حاصل کیا گیا اور لوکل لائبریری اتھارٹیز کو برانچ لائبریریوں کے لئے تحائف کے طور پر دیا گیا۔ لائبریریوں کے لئے مزید عمارتیں بطور عطیہ حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہیں تاکہ کرایہ مکان کے اخراجات سے بچا جا سکے۔

اسٹیٹ سنٹرل لائبریری۔ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد کو (جو سابق میں کتب خانہ آصفیہ کہلاتی تھی) اپریل ۱۹۵۸ء میں ناظم عام کتب خانہ جات کی نگرانی میں لے لیا گیا اس لائبریری کے کام کاج کا تفصیلی معائنہ کیا گیا اور بعض تبدیلیاں کی گئیں۔ اب ناظرین کو بہتر سہولتیں فراہم کی جا رہی ہیں۔ لائبریری کے بعض شعبوں کے لئے (۶۰۸) لاکھ روپے کے اخراجات پر زائد حصے تعمیر کئے جا رہے ہیں۔ شعبے اطفال کی جدید تنظیم کی گئی ہے اور موزوں سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ زائد حصے کی تعمیر مکمل ہو جانے پر شعبہ (سماجی) تعلیم بالغان موثر طور پر وجود میں آ جائے گا۔ کتابوں کی نمائش، فلم شو، فلم اسٹرپ شو، ریڈنگ سرکل اور پبلک لکچروں کا انتظام کیا جا رہا ہے

اسٹیٹ ریجنل لائبریری گنٹور :- اگرچہ اسٹیٹ ریجنل لائبریری، گنٹور حال ہی میں قائم کی گئی ہے لیکن یہ کافی مقبول عام ہے۔ کتابوں، ان کے مصنفوں اور مختلف شعبوں وغیرہ کی تاریخ کی ترتیب اور تلگو کتابوں کے "یونین کیٹا لاگ" کا کام شروع کیا گیا ہے۔

لٹریچر کی اشاعت :- آندھرا پردیش کے قیام سے بعد بچوں کے لئے کتابیں لکھنے کی تکنیک میں مصنفین کو تربیت دینے کے لئے دو راجا نالا میں منعقد کی گئیں۔ ہر راجا نالایا میں (۲۰) مصنفوں کو تربیت دی گئی۔ (۵۴) کتابیں لکھی گئیں اور ان میں سے بعض طبع اور شائع ہو چکی ہیں۔

قانون عام کتب خانہ جات آندھرا پردیش بابت ۱۹۶۰ء

قانون عام کتب خانہ جات آندھرا پردیش بابت ۱۹۶۰ء کی بعض دفعات کو روبعمل لایا گیا مثلاً لوکل لائبریری اتھارٹیز کے سکریٹریوں کی حیثیت سے ڈسٹرکٹ سنٹرل لائبریری کا تقرر، سنٹرل لائبریریوں کا معائنہ ڈسٹرکٹ سنٹرل لائبریرین کو یہ ہدایت کہ وہ برانچ لائبریریوں کا معائنہ کرے فیس کی عاجلانہ وصولی اور ان رقوم کی لوکل لائبریری اتھارٹیز وغیرہ کے فنڈ میں روانگی۔ اس قانون کے مسودہ قواعد مرتب کئے گئے ہیں جو حکومت کے زیر غور ہیں۔ جب ان کی منظوری حاصل ہو جائے تو قانون کی بقیہ دفعات مثلاً اسٹیٹ لائبریری کمیٹی کے قیام اور لوکل لائبریری اتھارٹیز وغیرہ کی تشکیل کو روبہ عمل لایا جائے گا۔

جہاں کہیں ممکن اور ضروری ہو قلمی نسخوں کی اشاعت کے لئے گرانٹ منظور کئے جا رہے ہیں۔ ایسے شاعروں اور فنکاروں کو مالی امداد بھی دی جا رہی ہے۔ جو تنگدستی کی زندگی گزار رہے ہوں۔ اہم اہم کتب خانوں کو کتابوں، فرنیچر اور دوسرے ضروری ساز و سامان کی خریدی کے لئے خصوصی گرانٹ بھی دیئے جا رہے ہیں ایسے کتب خانوں کو بھی سالانہ گرانٹ دی جاتی ہے جو خانگی منتظمین کے تحت ہوں۔

اسی طرح پوری ریاست آندھرا پردیش اور خاص طور پر علاقہ تلنگانہ میں کتب خانوں کی تحریک کے تعلق سے ۲۔۳۔ برسوں کی مدت کے دوران ہمہ جہتی ترقی ہوئی ہے۔ آنے والے برسوں میں اس شعبے میں مزید ترقی کی کئی اسکیمیں مرتب کی جا رہی ہیں۔

قطعہ

کھینچا جائیگا نقشہ بھی یہ ماضی کبتک || قیس و لیلیٰ کی رہے گی یہ کہانی کبتک
آگیا عالم پیری یہی کہتی ہے حیات || باقی رہ جائے گی آخر یہ جوانی کبتک

(آمدہ از نذر علی باغ)



کہ پنڈت نہرو نے فرمایا کہ "تمام خرابیوں کے باوجود کانگریس کی جڑیں مضبوط ہیں۔"
پس معلوم ہوا کہ خرابی جڑوں میں نہیں، بلکہ شاخوں میں، پتوں میں، پھولوں میں اور پھل میں ہے ـــ!

کہ نئی دہلی میں اسپیشل پولس کی جانب سے ایک کانفرنس طلب کی جا رہی ہے جس میں ملک میں پھیلی ہوئی بد اعمالی، رشوت ستانی، اور خیانت کے مسائل پر غور کیا جائیگا۔
نہ صرف نئی دہلی بلکہ ہر شہر میں ایسی کانفرنس ہونی چاہیئے۔

کہ ۱۹۵۹ء میں (۷۷ ۱۹) سرکاری ملازمین بشمول (۳۸۶) گزیٹڈ افسران کے خلاف بد اعمالی، رشوت ستانی اور خیانت کی تحقیقات کی گئی
لاکھوں گزیٹڈ افسروں میں سے صرف (۳۸۶) کے خلاف تحقیقات ـــ! ؎
. خرچ یالائش کہ ارزانی ہنوز

کہ سابق وزیر آندھرا پردیش عمار ریڈی نے فرمایا کہ تحریک امداد باہمی کی ناکامی کا سبب عہدہ داروں کی انتہائی لاپروائی اور اقربا نوازی ہے۔
لیکن اقربا نوازی بھی تو ایک نوع کی "امداد باہمی" ہے

کہ ایک زیر حراست قیدی نے ڈوب کر خودکشی کی کوشش کی تاکہ حراست اور قید حیات دونوں سے رہائی پالے لیکن ناکام رہا ؎
ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا۔

کہ مسٹر نرسنگ پرشاد کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا جس میں "مسلمان، کانگریس سے کیوں دور ہو رہے ہیں" ان اسباب کی چھان بین کرنے پر غور کیا گیا!
کیا انتخابات قریب آ رہے ہیں جو ایسی چھان بین کی جا رہی ہے۔!؟

کہ شری رنگا ریڈی ڈپٹی چیف منسٹر نے فرمایا کہ پولس کارکن قومی اخلاق و کردار کے محافظ ہوتے ہیں۔
جیکی زندہ مثال وہ پولس سب انسپکٹر صاحب ہیں جو نرسس کوارٹرز کے قریب سڑک پر چھاپہ فریادی کرتے ہوئے پائے گئے ـــ!

کہ پولس، رشوت کے نوٹ برآمد کرنے میں ایک باورچی کے ہاتھ پڑ گئی۔
یعنے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے ؎
آب جو آمد و غلام ببرد۔

کہ شری جے پرکاش نارائن نے فرمایا کہ ذات اور زبان کے جھگڑے حکومت خود بھڑکاتی ہے ؎
یہ آئے دن کے فسادات ختم ہو جائیں
زباں کی تیغ کو قانوناً خلاف کریں۔

کہ شری سنجیوا ریڈی سابق وزیر مصنوعات نے فرمایا کہ شری بی رام راجو آندھرا پردیش کانگریس کی صدارت قبول کرنے میں خواہ مخواہ دیر کر رہے ہیں۔
لیکن یہ دیر "دیر آید درست آید" کے اصول پر ہے۔

قطعہ

کس طرح میں نے جوڑ کے دیکھا حساب کو ‖ کس طرح میں نے پڑھ لیا دیکھو کتاب کو
غافل تھا میں۔ نہ تھا کبھی واقف چمن سے بھی ‖ سونگھا ہے میں نے آج ہی لوٹے گلاب کو

(آمد از مندکا باغ)


HOTEL
d... (India)
one: 4686


Hyd-A.P.
ALPHA HOTEL
ALPHA HOTEL
BOARDING and LODGING
OPP. SECUNDERABAD RLY. STATION
ALPHA hotel
PROVISION STORES


ASSAM TEA DEPOT.
تازہ خوش ذائقہ اعلیٰ درجہ کی چائے
نیلگری ڈسٹ۔ فائن ڈسٹ اور پیکو ڈسٹ وغیرہ
ملنے کا شاندار مرکز
آسام ٹی ڈپو


گرانڈ ہوٹل
ٹیلیفون نمبر ۴۳۶۲۴
یوسف بلڈنگ عابد روڈ۔ حیدرآباد دکن
قیام و طعام کا شاندار مرکز • آرام دہ ہوادار کمرے
باسلیقہ مستعد سلارمن • لذیذ کھانے اور مشروبات
اصول حفظان صحت کی پوری پوری پابندی
یہ ایک وہ خصوصیات ہیں جو گرانڈ ہوٹل کو دوسرے ہوٹلوں سے ممتاز کرتے ہیں


Garden Restaurant
گارڈن رسٹورنٹ اینڈ آپراویژن اسٹور
قیام و طعام کا شاندار مرکز
مانا کہ۔ سکندرآباد میں بہت سے لاج ہیں مگر
پر فضا اور صحت بخش مقام ✡ آرام دہ عصری فرنیچر
✡ پاک صاف کشادہ کمروں ✡ لذیذ اور صحت بخش کھانوں

علیؑ کا معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا — وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مثاکر آپ کو فنا کی یہی کہتا ہے ہر اک — کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

سید محمد صمصام شیرازی ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر — مقام اشاعت :- چادر گھاٹ لیٹ حیدر آباد (۲) انڈیا

جلد ۱۵
روز جمعہ
۲ دسمبر ۱۹۶۰ء
۴
۱۲ جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ
شمارہ (۵)

غزل

(مطلع)

حاصل ہوا ہے لطفِ جوانی شباب ہے
معنے اسمجھ میں آئے ہیں شرح کتاب ہے

اعمالِ بد یہ کہتے ہیں دنیا میں خوف ہے
اعدا ابھی بھاگتے ہیں ہیبت عذاب ہے

سب جاں نثار کہتا ہے بابِ نجفؑ سنو
حاصل کرینگے فیض بھی وہ بوتراب ہے

کیسے گھرانے آج یہ دیکھو تو تم ذرا
برباد ہو گئے مٹے خانہ خراب ہے

بادِ صبا یہ کہتی ہے وقتِ خرامِ ناز
بلبل ہے شاد باغ میں بوئے گلاب ہے

کہتے ہیں سارے دیکھنے والے فلک سے آج
پھیلی ہے کیسی روشنی یہ آفتاب ہے

کہتا چمن ہے آج یہ بادِ بہار سے
نکھرے ہیں پھول سارے یہ عطر و سحاب ہے

بیزار ہیں فرشتے بھی اعمال سے سنو
تنگ آگیا ہوں آج حساب و کتاب ہے

(مقطع)

فیضِ خمِ غدیر سے عثماںؔ ذرا یہ دیکھ
میخوار مست آج ہیں جام شراب ہے

(آمدہ از نذری باغ) — مرقوم ۳۰ نومبر ۱۹۶۰ء

یہ سچ ہے کہ قضا و قدر کے احکامات اٹل ہوتے ہیں

(خصوص حیات و ممات کے)

فرمایا میرا دوسرا نواسہ نواب نوز اییدہ جس کا نام فیروز علی خان تھا اور جو پیدا ہو کر ۱۹۔ نومبر ۱۹۶۰ء بروز ۲۸۔ نومبر ۱۹۶۰ء کو کل ایک عشرہ دنیا میں رہ کر چار یوم کی علالت سے گذر گیا۔ یہ محض اُنا کی دودھ کی خرابی کی وجہ سے تھا کہ اس کے سبب سے معصوم کو دست آتے تھے۔ (غالباً پیٹ کو دودھ موافق نہ آیا) جس میں قدرے آؤں بھی شریک تھی جس سے معلوم ہوا کہ پیچش کی بنا رکھی۔ دوسرے طرف اس معصوم کی نگہداشت پر کافی توجہ بھی نہیں تھی۔ جب تک کہ کوئی خرابی سامنے نہ آئی۔ لہذا اس واقعہ کو دیکھتے ہوئے آیندہ کے لئے معقول انتظام ہوا ہے معصوم کے بڑے بھائی ممتاز علی خان کا (در عدن باغ) وہ یہ کہ موجودہ عملۂ ملازمین میں ضروری رد و بدل ہوا ہے۔ اور ڈاکٹر ہرکشن پندر جو کہ معصوموں کے علاج میں ماہر سمجھے گئے ہیں طبی نگرانی پر ان کا تقرر ہو رہا ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر واگھرے کو کام زیادہ ہونے سے فرصت نہیں ہے کہ عدن باغ پر بھی نظر رکھیں۔ گو گاہ گاہ عندالضرورت یہ چلا جاتے ہیں جو کہ دوسری چیز ہے۔ اس کے علاوہ لیلےٰ بیگم نذری باغ کا قیام چھوڑ کر جداگانہ طور پر عدن باغ میں نہیں رہ سکتی گو صبح اور شام دو گھڑی کے لئے نواسوں کو دیکھنے چلی جاتی ہے جو کہ کافی نہیں ہے۔

دوسرے طرف مشہدی بیگم اور اس کے شوہر محمود باشاہ کی عمر ایسی نہیں ہے کہ بچوں کی پرورش اپنی نگرانی میں کر سکیں۔ اور نہ خیر نواز جنگ مرحوم کی بیوی جو کہ بچوں کی دادی ہے اپنا مقام بیگم پیٹھ کو ترک کر کے عدن باغ میں روز و شب رہ سکتیں۔ گو یہ بھی کبھی کبھی یہاں آمد و رفت رکھتی ہیں

الحاصل ان حالات کے مدِ نظر باوجود میرے موجودہ سن و سال جو کہ دورِ انحطاط میں ہے۔ میں روزانہ دو گھڑی کے لئے عدن باغ چلا جاؤں گا یہ دیکھنے کہ وہاں کا انتظام اطمینان بخش ہے یا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ انسان کے قدرت میں جو کچھ ہے کیا گیا ہے اس کے بعد مشیت ہے جس میں انسان مجبور ہے بجز آمنّا و صدقنا کہنے کے۔

دیگر۔ معصوم مذکور کو مسجد جودی میں دفن کیا گیا ہے جہاں خاندان کے افراد موجود ہیں۔ اور کئی معصوموں کے قبور ہیں۔ زیادہ خدا فضل کرے۔

مرقوم ۳۰ نومبر ۱۹۶۰ء ——————

(آمدہ از نذری باغ)

جواب معروضۂ تراب علیؒ پیش شدہ در نذری باغ

(مورخۂ ۲۶ر نومبر ۱۹۶۰ء)

فرمایا اس کا مختصر سا یہی جواب ہے کہ جو مضمون نذری باغ کا نظام گزٹ میں طبع ہوا تھا مورخۂ ۱۵ر نومبر ۱۹۶۰ء ان کی علحدگی از خدمت سے متعلق تو خود ان کے اطلاع دینے پر (ٹیلیفون سے) سکریٹری ٹرسٹ کو کہ ان کے نسبت مضمون مذکور میں جو ریمارک کیا گیا تھا اس کے بعد ان کا خدمت پر رہنا ان کے لئے ناممکن تھا۔ چنانچہ اس کی اطلاع اونہوں نے اسطرح سے دفتر کمیٹی انتظامی کو بھی ٹیلیفون سے دیدی تھی۔ اسپر سے سکریٹری موصوف نے کہا کہ مناسب ہوگا کہ وہ اپنا استعفا باضابطہ طور پر نذری باغ میں پیش کریں۔ اسپر سے اونہوں نے کہا کہ اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ لہذا اس کی اطلاع صاحب موصوف مجھکو دیدیں تو کافی ہے۔ باوجود اس کے ان کا کہنا کہ ان کو خدمت سے علحدہ کیا گیا سراسر غلط ہے اور بے معنا ہے۔

دوم۔ وہ مضمون جو کہ شیراز میں طبع ہوا ہے انہیں سے متعلق مزید صراحت کے ساتھ مورخۂ ۸ار دسمبر ۱۹۶۰ء تو اس میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ صرف ان کے برتاؤ نازیبا (ماتحتین کے ساتھ) اور طبیعت کا رنگ ڈھنگ انکا کیسا تھا (زمانۂ سابق سے) اسی حد تک اسمیں ذکر تھا نہ کہ انکی وفاداری یا دیانت سے متعلق کچھ لکھا گیا تھا جو کہ ایک علحدہ شئے اپنی جگہ تھی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اونہوں نے جو کچھ لکھا ہے تو وہ غور و فکر سے نہیں لکھا ہے بلکہ جو جی میں آیا لکھ مارا۔

بہرحال یہ معاملہ رفت و گذشت ہے۔ لہذا بار بار اس کا اعادہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اور نہ آئندہ نذری باغ سے ان کے معروضوں کا کوئی جواب دیا جانے گا اس کا انکو خیال رہے۔

آخر میں اتنا اور کہدینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ بعض غیر متعلقہ معزز طبقہ کے اصحاب جو اس کارروائی کا علم رکھتے تھے اونہوں نے مجھ سے کہا کہ سرکار نے اس کا جو کچھ تصفیہ کیا وہ ہر طرح سے مناسب تھا اور آئندہ کیلئے (خصوصاً اس پر آشوب زمانہ میں) سب کچھ غور کر کے اس ... کیا ... چنانچہ اون کے اس خیال سے میں متفق تھا کہ مجھے اپنے خانگی امور کو ... میری نظر ہے نہ کہ این و آن پر جو معرض بحث میں کسی طرح نہیں آ سکتے

فسخ نسبت قطب النسا بیگم کی یعنے دختر حیدر علیؑ (برادر کلاں اسد علیؑ)

بہ فرزند سردار نواز جنگ بنام نظام علیؑ

فرمایا لڑکی کے باپ کا کہنا تھا کہ لڑکی کی عمر کم ہے یعنے متاہل زندگی کے قابل نہیں ہے اور کمزور صحت کی ہے۔ لہذا اس کے نکاح کو جو کہ زمانہ قریب میں ہونے والا تھا تین یا چار سال تک ملتوی کیا جائے۔ اس کا جواب میں نے اس کو یہ دیا کہ بہت مناسب ہے ایسا ہی ہوگا۔ مگر ساتھ ہی اس کے آیندہ اس لڑکی کی متاہلا زندگی ہو بھی سکے گی یا نہیں۔ جبکہ حالات دنیا دن بہ دن رنگ بدل رہے ہیں۔ لہذا باپ کو اس کا خیال رہے۔ اور اگر اوس وقت کوئی بات غیر معمولی پیدا ہو تو اس کی ذمہ داری باپ پر رہے گی نہ کہ نذری باغ پر۔

دوئم لڑکے کے ساتھ کوئی دوسری لڑکی تجویز کروں گا کہ یہ اس لڑکی کے خاطر انتظار نہیں کر سکتا کہ اس کی عمر متاہل زندگی کے قابل ہے۔ لہذا اس کا جو کچھ ہونا ہے وہ اپنے وقت پر ہو کر رہے گا۔ خلاصہ یہ کہ معلوم نہیں خدا کو کیا منظور تھا کہ اس میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔ کس لئے کہ حیدر علیؑ کی بڑی لڑکی دیدار النسا بیگم مطلقہ زوجۂ قادر علیؑ (برادر خورد معین علیؑ) کا معاملہ کس نوعیت کا تھا وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔

بہ ہر حال دنیا کی مثل صحیح ہے کہ

خدا شرّے برانگیزد کہ خیر ما در آن باشد

مرقوم ۳۰ رنومبر ۱۹۶۰ء

مدظلہ العالی

بشرفِ ملاحظہ اعلیٰحضرت بندگانِ عالی متعالی

معروضہ۔

خداوند نعمت۔ سرکار نے میرے مرحوم شوہر کی وفادارانہ اور دیرینہ خدمات کا لحاظ فرماتے ہوئے اس کنیز کی گذر بسر اور اس کے بچوں کی تعلیم و پرورش کے لئے جو ماہانہ اذوقہ بہ ذریعہ فرمان مبارک شائع شدہ نظام گزٹ مورخہ ۸ رجب الثانی سنہ ۱۳۸۰ھ جاری فرمایا ہے۔ اس عنایت شاہانہ کے لئے یہ کنیز اور اس کے یتیم بچے تادم زیست دست بہ دعا رہیں گے۔ اس کنیز کی دعا ہے کہ اس کا صلہ پنجتن پاک علیہم السلام کی درگاہ سے سرکار کو عطا ہو۔

ان مراحم خسروانہ پر یہ کنیز ہدیۂ تشکر پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتی ہے۔ خدائے تعالیٰ بہ طفیل محمدؐ و آل محمدؐ سرکار کو عمر و اقبال کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ شاد و خرم رکھے۔ آمین۔

این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

کنیز

اہلیہ مرزا ہمایوں علی بیگ

۲۹۔ نومبر ۱۹۶۰ء

(نقل۔ آمدہ از نذری باغ)

فاتحہ سوم معصوم صاحبزادہ فیروز علی خاں (بطنِ مشہدی بیگم)

(در مسجد جودی)

فرمایا آج یہ مسجد جودی میں صبح گیارہ بجے ہوئی۔ اور معصوم کو انتقال کے بعد گذشتہ دوشنبہ شب کے دس بجے اسی مقام پر لا کر بیت الحزان میں ضریح مقدس کے سامنے رکھدیا گیا تھا جہاں شب بھر قرآن خوانی ہوتی رہی اور یوم سہ شنبہ صبح اسی عمارت سے ملحق ایک کمرہ تھا یہاں غسل و کفن دیکر مسجد جودی میں بڑے قبر کے سرہانے جہاں پیشتر سے معصوموں کے قبور تھے دفن کیا گیا۔

آخر میں اتنا اور کہدینا ضروری سمجھتا ہوں کہ معصوموں کی پرورش با عندالموقع علاج معالجہ صحیح طریقہ پر ہونا توجہ و دلچسپی کے منافی آسان نہیں۔ بلکہ کارے دارد ہے۔ خصوص قیمتی جانوں کا۔ جبکہ یہی پودے اپنے وقت پر جھاڑ بنکر گل و ثمر پیدا کرتے ہیں۔ بہرحال مشیت میں جو کچھ تھا وہ وقوع میں آکر رہا۔

دوم ۔ میرا بڑا نواسہ (معصوم کا بڑا بھائی) باپ کی شباہت زیادہ رکھتا ہے یعنے محمود پاشاہ کی۔ اور چھوٹا نواسہ ماں کی شباہت زیادہ رکھتا تھا۔ یعنے مشہدی بیگم میری بچی کی۔

خدا اس کی روح مطہر کو دارجناں میں آسودہ رکھے۔

بمصداق حدیث شریف ۔ الصبیان عصافیر الجنان ۔

مرقوم یکم دسمبر ۱۹۶۶ء

(ادارہ از نذری باغ)

تیاری مقامات برائے قیام پوتیان سرکار

(یعنی صاحبزادیاں (۷) برادر مقیم مکان گاف)

فرمایا قریب زمانہ میں ان لڑکیوں کے عقد ہوں گے صرف انہیں کی حد تک جو کہ عاقل و بالغ ہیں۔ بالنسبتیں قرار پائی ہیں۔ لہذا محلہ مدرسہ عالیہ میں (درنشیب) جہاں عہدہ داران کے اولاد جو متاہل زندگی رکھتی ہے۔ اس مقام سے ان کو ہٹنا ضروری ہے۔ حالانکہ اس وقت صرف چار اسم وہاں مقیم ہیں اور کل مکان یہاں (۸) ہیں۔ لہذا ان کے لئے پہلے دوسرے مقام پر مکانات تعمیر ہوں گے جس کے بعد ان کی وہاں منتقلی ہوگی اور اس محلہ کے (۸) مکانات خالی ہوئے بعد اس میں ضروری رد و بدل کرکے میرے پوتیوں کے لئے قابل بنایا جائے گا۔

دوم۔ اس وقت موجودہ (۴) اسم جو وہاں ہیں ان کو یہاں سے ہٹنا ہوگا کہ اتنے بڑے مکانات میں ان کی رہنے کی حیثیت نہیں ہے بالمقابل افراد خاندان نظام۔ کہ یہ مکانات اوس وقت خالی رہنے سے ان کے قیام کے لئے دیدیئے گئے تھے۔ ورنہ میں ان کو خاص غرض سے بنوایا تھا چنانچہ اس وقت بعض میری لڑکیاں شادی شدہ مختصر سے مکانات میں مقیم ہیں (حدود نذری باغ میں) جو آنکھوں کے سامنے ہیں۔

———————— مرقومہ ۲۵؍ نومبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ ولادت ہر دو معصوم نوزائیدہ یعنی نواسگان نظام

(بطنی صاحبزادی مشہدی بیگم دختر لیلےٰ بیگم)

شمسِ بختِ او سپہر افلاک ہم تابندہ است ‖ عمرِ فیروزی دگر ممتاز ہم پایندہ است
بہرِ سبزی ہر دو کودکان بنگر ہمیں ‖ قلب عثمان ہر زمان لاریب ہم جوئندہ است

قطعہ دیگر

آمدہ خوب بہ دستم این فال ‖ ماند این ہر دو برادر خوشحال
پیشِ برہان و دیلیلے عثمان ‖ نیست ممکن تو بگو (معظم) قیل و قال

۷۸۶

معروضۂ ادب

فدوی نے تاریخ ولادت نبیرگان صاحبزادہ نواب فیروز علی خان (عزجاہ) و صاحبزادہ نواب ممتاز علی خان (جاہ) نکالی ہے جو بارگاہ اقدس میں بصد ادب پیش ہے۔

فدوی صدیق احمد (فرزند اوستاد جلیل مرحوم)

۷۸۶

قطعہ تاریخ ولادت صاحبزادہ نواب ممتاز علی خان (جاہ) نبیرہ سلطان دکن خلد اللہ ملکہٗ

خدا رکھے جہاں میں شاد و خرم ‖ ہوا اس پر سایہ سبطین نبی کا
ملا ہے مصرع زریں پئے سال ‖ نبیرہ ہے شہ عثمان علی کا

۱۳۷۹ ہجری

۷۸۶

قطعہ تاریخ ولادت صاحبزادہ نواب فیروز علی خان (جاہ) نبیرہ سلطان دکن خلد اللہ ملکہٗ

یہ ہے قرۃ العین نورِ نظر ‖ مبارک نبیرہ ہوا نو آمدہ
پھلے پھولے عثمان کے سایہ میں اب ‖ یہ غنچہ بحق نبی فاطمہ

۱۳۸۰ ہجری

مرقومہ ۲۶ نومبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

معاوضہ دیرینہ خدمات وفادارانہ ہمایون علیؒ بیگ مرحوم
(در پرائیویٹ اسٹیٹ نظام)

فرمایا مدت مقررہ کارکل ان کے سرویس کیلئے نہیں تھی جسکی وجہ سے وظیفہ مرحوم پانے کے مستحق نہیں تھے۔ بجز انعام (وہ بھی خاص طور پر) لہذا نصف مقدار انعام کی (سمکی ۲۷۰۰ روپیہ) انکی زوجہ کے نام ایصال ہونگے (Gratuity) مگر اس کے بعد بھی خاص طور پر مرحوم کی زوجہ کے نام یکمشت کا ۱۰ ذوقہ یکم نومبر ۱۹۶۰ء سے جاری ہوا ہے۔ اس کے علاوہ مرحوم کے ۴ بچے (ذکور ہوں یا اناث) جو تعلیم پا رہے تھے فی اسم ۵ء امداد تعلیمی جیاری ٹرسٹ سے جاری ہوئی یکم نومبر ۱۹۶۰ء سے مطابق مشورہ خان بہادر نارا اوردوالا سکریٹری ٹرسٹ جو کہ مرحوم کے خدمات یا خصوصیات کے مداح تھے۔ لہٰذا حاصل بعد غور کامل جو کچھ صلہ مرحوم کے خاص خدمات کا تھا اس کا تصفیہ ہو چکا۔ اور کارروائی داخل دفتر ہوئی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ دیکھکر بیوہ زوجہ ہمایون علیؒ بیگ کو اطمینان قلب ہوگا۔ اور میری شکرگذار ہوگی کہ معاوضہ خدمات کا معقول تھا۔

دیگر مرحوم کے تجہیز و تکفین کے لئے بھی (بہ شکل مصارف) ایک ہزار ایصال ہوئے تھے۔ زیادہ خدا مرحوم کو جنت نصیب کرے۔

مرقوم ۲۷ دسمبر ۱۹۶۰ء (میر عثمان علی خان) (دستخط آصف جاہ ہفتم)

تیرے منہ سے قوم کی آواز ہے — خیر خواہ شاہ و حق آگاہ پیشہ رانہ ہے

شہباز

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

امتحانات کے جوابی پرچے

جامعۂ عثمانیہ اور ملحقہ کالجوں کے امتحانات میں ابتداء ہی سے طلباء کے لئے یہ سہولت رکھی گئی تھی کہ وہ اپنی مادری زبان میں اردو یا دیوناگری رسم الخط میں جوابات تحریر کریں، قیام جامعہ سے اب تک برابر یہ سہولت برقرار تھی لیکن اب نہ معلوم ارباب جامعہ نے کسی مصلحت یا افادیت دیکھی کہ انہوں نے اس خصوص میں ماہرین کی رائے حاصل کئے بغیر یہ حکم بشکل قطعیت ۱۹۶۱ء میں منعقد ہونے والے امتحانات کے لئے جوابی پرچے صرف انگریزی زبان میں لکھنے کی پابندی عاید کر دی۔

ہماری حکومت، قانون، دستور اور تعلیمی پالیسی کا منشاء ملک میں تعلیم کو عام کرنا اور نئی نسل کو زیادہ سے زیادہ اعلیٰ تعلیم یافتہ بنانا ہے۔ نہ کہ اعلیٰ تعلیم کے حصول میں غیر ضروری، غیر فطری اور غیر مفید رکاوٹیں پیدا کر کے ملک کے لاکھوں ہونہار نوجوانوں کو اعلیٰ تعلیم سے اور ان کے فطری و دستوری حق سے محروم کر دے!

یہ روشن حقیقت کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ جوابی پرچے صرف انگریزی زبان میں تحریر کرنے کی اس تکلیف دہ پابندی کی وجہ سے ملک کے ہزاروں ہی نوجوان، جن سے قوم اور وطن کی بڑی توقعات وابستہ ہیں، دل برداشتہ ہو کر اعلیٰ تعلیم سے محروم ہو جائیں گے یا تو وہ امتحانات ہی میں شریک نہ ہونگے اور اگر باول ناخواستہ شریک بھی ہو جائیں تو وہ جوابی پرچوں میں زبان کی اس غیر متوقع اور اچانک تبدیلی کی وجہ سے مفروضہ نمبرات حاصل نہ کر سکیں گے یا ناکام ہو جائیں گے

ارباب جامعہ کے اس غیر مستحسن اقدام اور تکلیف دہ عمل کی نسبت ملک کے گوشے گوشے سے خوشنا [illegible] جا رہا ہے۔ بالخصوص طلباء تو خاص ان کا اپنا مسئلہ ہے لیکن طلباء کے علاوہ اساتذہ اور ارباب صحافت نے بھی اس خصوص میں تنقید بلحاظ نظر فرما کر اس پر سخت احتجاج کیا ہے، چنانچہ آندھرا پردیش سوشلسٹ پارٹی نے اپنے ایک اجلاس میں جو ۲۰ اور ۲۱ نومبر کو مسٹر وتی کمنڈ یڈی کی صدارت میں منعقد ہوا تھا، ارباب جامعہ کے احکامات کی سخت مذمت کرتے ہوئے ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ "طلباء پر اس پابندی سے تعلیم کے اصولوں کی نفی ہوتی ہے اور اس سے علاقائی زبانوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے

خطیب منبر سلونی

کا ارشاد مبارک ہے کہ علم آدمی کا مددگار ہے اور حکمت (حق کی طرف) رہنمائی کرتی ہے

سوشلسٹ پارٹی نے طلباء کو اپنی ہر ممکن تائید اور حمایت کا یقین دلاتے ہوئے ارباب جامعہ سے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ وہ ہمیشہ کی طرح فارسی اور دیوناگری رسم الخط میں جوابی پرچے تحریر کرنے کی سہولت برقرار رکھے

مسٹر بی۔ شیام سندر، رکن اسمبلی میسور و صدر کل ہند انجمن پسماندہ طبقات نے اس خصوص میں ایک صحافتی بیان کے ذریعہ حکومت آندھرا پردیش اور ارباب جامعہ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ جامعۂ عثمانیہ کی سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے امتحانات کے جوابی پرچے اردو ہی میں لکھنے کی اجازت دے، انہوں نے کہا کہ جامعہ کے قیام کا مقصد یہی تھا کہ ملکی زبان کو ترقی دی جائے، جامعہ کے بنیادی مقصد کے خلاف کوئی اقدام کیا جائے تو اس سے مقصد کو دھکا پہنچے گا۔ اسی سلسلہ میں جامعۂ عثمانیہ اور ملحقہ کالجوں کے صدور بزم اردو نے ارباب جامعہ سے اپیل کی ہے کہ وہ ۱۹۶۱ء کے امتحانات کے جوابی پرچے صرف انگریزی زبان میں تحریر کرنے سے متعلق جو احکامات جاری کئے ہیں وہ غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی کر دیئے جائیں، طلباء نے اس خصوص میں ہندی اور اردو کے اداروں سے بھی اپیل کی ہے کہ وہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے ان تکلیف دہ احکامات کو منسوخ کرائیں۔

اطلاعات کے ایک پریس نوٹ کے بموجب امتحانات کی فیس داخل کرنے کی آخری تاریخ ۱۰ / دسمبر ہے لیکن آج تک ارباب جامعہ کی جانب سے جوابی پرچوں کی زبان کے احکام کے النواء کے بارے میں کوئی تصفیہ نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے طلباء میں بے چینی اور ہراسانی بڑھ رہی ہے امتحانات کے سامنے طلباء میں یہ بے چینی اور ہراسانی ان کے ذہنی انتشار کا سبب ہو سکتی ہے جو ان کی تعلیمی زندگی پر ایک ضرب کاری کی حیثیت رکھتی ہے

ارباب جامعہ سے ہمیں توقع ہے کہ وہ مزید ابتری، ہراسانی اور انتشار پیدا ہونے سے پہلے ہی رائے عامہ کا احترام کرتے ہوئے اپنے احکامات کو غیر معینہ مدت کے لئے واپس لے لیں گے

اس خصوص میں شہزادہ نواب مکرم جاہ بہادر چانسلر سے، جو نہ صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ بلکہ تعلیم کا مقدس جذبہ اور دلی تڑپ رکھتے ہیں، ہماری مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ اپنے اعلیٰ اثر و رسوخ کو استعمال فرما کر ملک کے ہزاروں نوجوان طلباء کی بے چینی کو دور فرمائیں۔

قصیدہ ولادت باسعادت سیدۂ کونین

ہو مبارک بنتِ شاہِ انبیاؐ پیدا ہوئیں
راحتِ جانِ حبیبِ کبریاؐ پیدا ہوئیں

کر دیا آراستہ جنت کو پھر رضوان نے
سیدِ کونین کے گھر فاطمہؑ پیدا ہوئیں

شادماں ہیں حور و غلمان و ملائک انس و جن
مادرِ سبطینؑ و بنتِ مصطفےؐ پیدا ہوئیں

زیبِ آغوشِ خدیجہؑ قرۃ العین رسولؐ
زینتِ کاشانۂ شیرِ خداؑ پیدا ہوئیں

سیدہ خاتونِ جنت فاطمہ زہراؑ بتول
وارثِ خیر البشر خیر النسا پیدا ہوئیں

خُلق میں، ایثار میں، رفتار میں، گفتار میں
ہم شبیہ حضرتِ خیر الوریٰؐ پیدا ہوئیں

سرورِ عالمؐ نے جسکو بضعۃ منی کہا
مومنو آفاق میں وہ مہ لقا پیدا ہوئیں

خوانِ نعمت حلۂ جنت ہوئے جسکو عطا
قدرداں جن کا ہے ربِّ دوسرا پیدا ہوئیں

مرتبہ اولاد کو جن کی امامت کا ملا
نور سے جسکے بنے ارض و سما پیدا ہوئیں

منزلِ زہد و عبادت میں نہیں جنکی نظیر
مالکِ صبر و رضا صدق و صفا پیدا ہوئیں

منبعِ عفو و عنایت مصدرِ جود و سخا
معدنِ لطف و عطا مہر و وفا پیدا ہوئیں

حضرتِ حوا و سارا کو ملا جن سے شرف
فخرِ مریم افتخارِ آسیا پیدا ہوئیں

اے انیسہ امتِ احمدؐ نہ کیوں مسرور ہو
آج بنتِ شافعِ روزِ جزا پیدا ہوئیں

محترمہ سعیدہ اختر صاحبہ المتخلص بہ انیسہ بنت مولوی محمد امداد علی صاحب انصاری مرحوم متعلقہ علاقہ سیٹھ نواب

حضرت سید الشہداء علیہ التحیۃ والثناء

مجالس خمسہ

از پنجشنبہ ۱ار جمادی الثانیہ ۱۳۸۰ھ تا دوشنبہ ۱۵۔ جمادی الثانیہ ۱۳۸۰ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۶۰ء تا ۵ر دسمبر ۱۹۶۰ء بہ سلسلہ ذکرِ برسی) حضرت حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی الانام سید العلماء صاحب النفس الزکیۃ القدسیہ والصفات المطہرۃ الملکوتیہ الفقیہ المتقن مولانا واستاذنا آقای آقا السید ابوالحسن المعروف بہ میرن صاحب قبلہ رضوان اللہ علیہ بہ وقت (۷) ساعت شام بہ دیوڑھی نواب عنایت جنگ بہادر

(مسلسل (۵) روز مقرر ہیں)

عالیجناب مولینا سید ضیاء الحسن صاحب قبلہ سید آبادی مبلغ مدرسۃ الواعظین برائے کلکتہ و پٹنہ بیان فرمائینگے

العارض

معتمد برسی کمیٹی سید العلماء اعلی اللہ مقامہ

(سال ہفدھم)

نقیب ہواکن اخبار ... کا گلدستہ ہے

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا

جشن سالانہ

بتاریخ ۱۹ر جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ ۹ر دسمبر ۱۹۶۰ء بروز جمعہ شب کے ٹھیک (۸) بجے جشن ولادت باسعادت جناب سیدہ علیہا السلام بمقام الاوہ بی بی مقرر ہے

عالیجناب مولوی مہدی حسین صاحب بیان فرمائینگے

و عالیجناب باقر امانت خوانی صاحب اپنا بنا مسدس سنینگے گذارش امید کہ مومنین شرکت فرما کر منتظمین کو ممنون فرمائیں

معروضہ

عباس علی خان مرثیہ خوان

ابن ... خان صاحب مرثیہ خوان مرحوم و مغفور

نوٹ۔ بعد ختم جشن ... بھی ہوگا۔ محترمہ ... صاحبہ ... فرمائیں گی ...

...

۱۹۵۲ء اخبار فروغ تجارت کا بہترین ذریعہ ہے اس میں ... کر کے اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

ذکر ولادت سیدہ کونین اور بچپن کے مختصر حالات

از محترمہ سعیدالنساء صاحبہ بنت مولوی محمد امداد علی صاحب انصاری مرحوم تعلقدار اسٹیٹ نواب سالار جنگ مغفور

سرور کائناتؐ، شب معراج میں جب عرش معلیٰ تشریف لے گئے تو پورے مقامات ملاحظ فرما کر بہشت میں پہنچے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرئیل امینؑ نے آپکے نوش کرنے کے لئے ایک بہشتی سیب کو آپ نے تناول فرمایا اسکے بعد ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ حاملہ ہوئیں۔ زمانہ حمل میں آپ کو تسبیح و تہلیل کی آواز سنائی دیتی تھی ایک دن سرور عالمؐ نے پوچھا کہ کس سے باتیں کر رہی ہو؟ ام المومنین نے جواب دیا کہ میرے شکم میں جو بچہ ہے وہ تنہائی میں ہمکلام ہوکر میرا دل بہلاتا ہے۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، جبرئیلؑ نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ خالق عالم نے آپ کو ایسی دختر عطا کی ہے جس کی نسل سے گیارہ امام پیدا ہونگے جو سارے عالم کے ہادی و رہبر ہونگے۔ یہ بشارت سن کر آپ بہت خوش ہوئیں اور سجدہ بجا لائیں۔

ہجرت سے ۸ سال پہلے ۲۰ ماہ جمادی الثانی روز جمعہ وضع حمل کے آثار معلوم ہوئے، ام المومنین نے قرابت و ہمسایات عورتوں کو طلب کیا لیکن کسی نے بھی آپکی خبر نہ لی، اللہ تعالیٰ نے چار عورتیں حضرت سارا زوجہ حضرت ابراہیمؑ، مریمؑ بنت عمران حضرت عیسیٰؑ کی والدہ، کلثومؑ خواہر حضرت موسیٰؑ، آسیا بنت مزاحم زوجہ فرعون، ان چاروں کو آپکی خدمت کے لئے بھیجا۔ انہوں نے ام المومنین کو سلام کیا اور قریب بیٹھ گئیں۔ ولادت کے وقت ایسا نور ظاہر ہوا کہ جس سے شہر مکہ روشن ہو گیا

مولودہ نے بارگاہ رب العزت میں سجدہ کرکے وحدانیت و رسالت کی گواہی دی اور سب کو سلام کیا، اس کے بعد حوران بہشت نے طشت و ابریق و جامہ معطر لے کر حاضر ہوئیں آبِ کوثر سے غسل دیا، کپڑے پہنا کر ام المومنین کے گود میں دے دیا اور دعا دے کر واپس ہوگئیں ملائکہ نے بھی شاہ انبیاء کی خدمت میں حاضر ہوکر تہنیت ادا کی اور یہ کہا کہ پروردگار عالم درود و سلام کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے آپکی دختر اور اسکی ذریت پر آتش دوزخ حرام کر دی ہے، ان کے محبوں کو بھی دوزخ سے دور کردینگے یہ سن کر آنحضرتؐ نے سجدہ شکر ادا کیا۔

آپکے القاب مبارک میں زیادہ مشہور، سیدہ، زہرا، مریم کبریٰ، عذرا، بتول، معصومہ، رضیہ، زکیہ، صدیقہ ہیں۔ اہل سماوات آپکو النوریہ، السماویہ، الحانیہ [illegible] آپ میں اس قدر زیادہ تھی

کہ ایک مہینہ کی عمر میں ایک ماہ اور ایک ماہ کی عمر میں ایک سال کی معلوم ہوتی تھیں۔ جب آپ پانچ سال کی ہوئیں تو شفیق ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ہجرت سے تین سال پیشتر ام المومنین نے انتقال کیا، سرور کائناتؐ تجہیز و تکفین سے فارغ ہوکر جب گھر میں تشریف لائے تو سیدہؑ بار بار دریافت فرماتی تھیں کہ بابا مجھے میری اماں جان کو کہاں چھوڑ کر آئے ہیں وہ کدھر چلی گئیں۔

پیغمبر خداؐ ملول و مغموم و محزون تو تھے ہی بیٹی کی اضطرابی کیفیت دیکھ کر بیحد رنجیدہ ہوگئے کہ معصومہ کے اس سوال کا کیا جواب دیا جائے اور انکو کیونکر تسلی ہو اس اثناء میں جبرئیل امینؑ حاضر خدمت ہوئے، عرض کی کہ خالق کائنات تعزیت کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ فاطمہ کو میرا سلام کہو اور یہ بھی سنا دو کہ تمہاری والدہ جنت میں طلائی و جواہر سے مرصع مکان میں بیٹھی ہیں، جو بی بی مریمؑ و آسیہؑ کے مکانوں کے درمیان واقع ہے یہ سن کر سیدہؑ کو تسکین ہوئی۔

سیرت و صورت، رفتار و گفتار، حرکات و سکنات میں سیدہؑ اپنے پدر بزرگوار کے مشابہ تھیں، جب آپ آنحضرتؐ کے پاس آتیں تو آنحضرتؐ تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے اور پیشانی پر بوسہ دیتے اور یہ فرماتے کہ اس سے مجھے بہشت کی خوشبو آتی ہے۔ ایک روز رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ زہراؑ کا دست مبارک پکڑے ہوئے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ جو نہیں جانتا ہے وہ پہچان لے کہ یہ میری بیٹی میرا پارۂ جگر ہے جس شخص نے اسکو ستایا اور آزردہ کیا اس نے مجھے ستایا اور آزردہ کیا اور جس نے مجھے آزردہ کیا وہ خدا کو آزردہ کیا جس نے خدا کو آزردہ کیا وہ ملعون ہے۔ تحقیق کہ فاطمہؑ کے غضب سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور اسکی رضا سے خدا راضی ہوتا ہے لعنت ہے اس کے ستانے والوں پر

جناب رسالتمآبؐ، خانہ کعبہ میں نماز پڑھا کرتے تھے ایک دن ابوجہل کے اشارہ سے کفار نے اونٹ کی اوجھڑی لاکر بحالت سجدہ آپکے پشت اقدس پر ڈال دی، جسکے بوجھ سے آپ اٹھ نہیں سکتے تھے کسی نے جاکر معصومہؑ کو اسکی خبر کردی، سنتے ہی بے چین ہوگئیں، خانہ کعبہ پہنچ کر آنحضرتؐ کے اوپر سے اوجھڑی نکال کر پھینک دیا، [illegible]

دیکھ کر لوگ ششدر ہوگئے اور رعب و جلالت سے اسقدر مرعوب ہوئے کہ کسی کو روکنے اور کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی

ایکمرتبہ قریش کی چند عورتیں لباس فاخرہ پہنے ہوئے سرور عالم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ آج ہمارے گھر شادی کی تقریب سے صاحبزادی کو شریک ہونے کی اجازت دیجئے حضورؐ نے انکی درخواست منظور کرلی۔ بیت الشرف میں تشریف لائے، فاطمہ زہراؑ سے ارشاد فرمایا کہ بیٹی! قریش کی عورتوں نے تم کو دعوت دی ہے جانے کے لئے تیار ہوجاؤ۔ سیدہؑ نے کہا کہ مجھے تعمیل حکم میں کوئی عذر نہیں ہے مگر شادی کے قابل میرے پاس لباس نہیں ہے، یہاں مجھ کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے، بابا! عام لوگ ظاہر بین و دنیا پرست ہوتے ہیں وہ کیا جانیں کہ جو لوگ علم و اخلاق کے زیور سے آراستہ ہیں اور حق کی نظر میں مقبول ہیں انکو دنیاوی آرائش و زیبائش سے کیا واسطہ؟ یہ باتیں ہو رہی تھی کہ جبرئیل امین حکم خدا لائے کہ فاطمہؑ کا عروسی میں شریک ہونا مصلحت ہے یہ سن کر آپ روانہ ہوگئیں مکان میں داخل ہوتے ہی اس قدر تیز روشنی ہر جانب پھیل گئی کہ عورتیں دیکھ کر حیران ہوگئیں۔ ان لوگوں کو اس طرح نظر آیا کہ جناب فاطمہ زہراؑ بیش قیمت لباس و زیورات سے آراستہ اور آپکے جلو میں حسین و پاکیزہ لڑکیاں ہیں کوئی دامن سنبھالے ہوئے ہے کسی کے ہاتھ میں تیز صبح انگیٹھی جس میں عود سلگ رہا ہے جس سے تمام گھر معطر ہوگیا ہے کوئی جواہر نگار پنکھا جھل رہی ہے یہ شان و عظمت دیکھ کر بعض عورتیں جادو سمجھ کر گھر چلی گئیں چند خواتین نے معافی چاہی اور قسم کے کھانے لاکر آپکے سامنے رکھا۔ سیدہؑ نے ارشاد فرمایا کہ لذیذ کھانے کی مجھے خواہش نہیں ہے، میری خوشنودی چاہتی ہو تو ایمان لاؤ اور توبہ کرو۔ اچھے عمل کی کوشش کرو جس سے خدا اور رسولؐ خوش ہوں۔

یادگاری مسالمہ

حیدرآباد۔ ۲ر دسمبر۔ کل رات کے (۹) بجے بہ مکان نواب سید کاظم حسین صاحب واثق واقع کوچہ ایرانی ایک غیر طرحی مسالمہ مولوی مرزا علی جعفر صاحب جعفر مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے مرحوم کے بھتیجے مولوی مرزا قمر رضا صاحب ریاحی کی جانب سے منعقد ہوا اس مسالمہ کو جناب سید مصطفےٰ حسین صاحب (سوڈان) نے ریکارڈ فرمایا، مسالمہ کا آغاز مولوی مرزا قمر رضا صاحب کی سلام خوانی سے ہوا۔ سلام پڑھنے سے پہلے موصوف نے مسالمہ کے انعقاد سے متعلق بتایا کہ ایک عرصہ سے جعفر مرحوم کی یادگار میں ایک مسالمہ کے انعقاد کا خیال تھا مگر حالات اسکی اجازت نہ دیتے تھے اب وقت آنے پر اسکی ابتدا کردی گئی ہے۔ آج کل کے مسالموں میں "میں سب سے پہلے" "و پہلے میں آؤ" کی جو تکرار ہے جناب ناوک صاحب لکھنوی کے مشورہ پر قرعہ اندازی کے ذریعہ دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ ہماری پہلی کوشش ہے آپکے تعاون میں ہماری کامیابی ہے۔ زبدۃ العلماء مولوی سید کلب عابد صاحب قبلہ اس مسالمہ میں رونق افروز ہیں وہ قرعہ اٹھاتے گئے، جن کا نام نکلے گا وہی صاحب اپنا کلام سنائیں گے، موصوف نے یہ بھی کہا کہ یہی طریقہ لکھنؤ میں بھی آجکل جاری ہے، شاعرہ میں بالترتیب شعرائے کرام نے اپنا اپنا کلام سنایا اور داد سخنوری لی۔

جناب تاباں عابدی صاحب، جناب باقر امانت خانی صاحب، جناب نقی عابدی صاحب، جناب خالد کیفی صاحب، جناب ناوک لکھنوی صاحب، جناب ساجد رضوی صاحب، جناب سید آر نجفی صاحب، جناب شکر موسوی صاحب، جناب قائم جعفری صاحب، جناب عباس عابدی صاحب، جناب میرزا آغا دل صاحب، جناب نواب میر سعادت علیخاں صاحب رضوی سراج، جناب اسد الصاری صاحب، جناب فاور نوری صاحب، جناب سیف صاحب (ذیاض الدولہ) اور حضرت واثق نے اپنا کلام سوتق النیام سنایا جو حاصل مشاعرہ رہا، ختم مسالمہ سے پہلے مولوی مرزا علی جعفر صاحب مرحوم کے ایک طویل مسدس کے چند منتخب بند جناب مولوی مرزا رضا صاحب نے دردانگیز لہجہ میں سنائے، سورۂ فاتحہ سے جعفر مرحوم کی روح کو حاضرین بزم نے نوازا۔ سامعین کرام اور شعرائے کرام کی تواضع لذیذ چائے سے کی گئی۔ رات کے دو بجے کے قریب یہ مسالمہ نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔

شیراز اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے

قطعہ

دل کو بھی آج سنبھالا نہ گیا
چرخ سے دیکھ لے تارا نہ گیا

گرچہ دھویا ہے عدو نے اسکو
چہرہ سے رنگ یہ کالا نہ گیا

(آمدہ از ندعا یا نجو)

واشنگٹن کا اسلامی مرکز اور مسجد

پانچ لاکھ امریکی ہر سال دیکھنے جاتے ہیں

واشنگٹن۔ ۲۲ر نومبر۔ تمام عقائد اور زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے ۵ لاکھ امریکی ہر سال یہاں کے اسلامی ادارے اور مسجد کو دیکھنے آتے ہیں۔ یہ انکشاف واشنگٹن اسلامی مرکز کے ڈائرکٹر ڈاکٹر محمد حب اللہ نے ایک خاص پریس انٹرویو میں کیا۔ یہ مرکز اسلامی ادارے اور مسجد پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر حب اللہ نے بتایا کہ مرکز میں آنیوالے لوگوں کی اتنی بڑی تعداد اس امر کی مظہر ہے کہ اسلام میں امریکیوں کی دلچسپی متواتر بڑھ رہی ہے آپ نے اس سلسلے میں اسلام اور مسلم ممالک کے متعلق ان سنجیدہ کتابوں کا ذکر کیا جو گذشتہ دس برسوں میں اس ملک میں بھاری تعداد میں شائع ہوئی ہیں۔ اور جن میں ہیگ ہال کی کتاب "ذی شان قرآن کے مفہوم" کا نہایت کامیاب اور ارزاں ایڈیشن بھی شامل ہے۔ آپ اسلام میں امریکیوں کی بڑھتی ہوئی دلچسپی سے کیا نتیجہ اخذ کرتے ہیں؟" ڈاکٹر محمد حب اللہ نے اس سوال کے جواب میں کہا: ایک وقت امریکہ علیحدگی پسند ملک تھا۔ اب وہ باہر کی طرف بھی دیکھنے لگا ہے۔ چنانچہ امریکہ کے لوگ بیرونی دنیا اور دوسرے ملکوں کے بارے میں زیادہ سوچ رہے ہیں۔ ڈاکٹر حب اللہ مرکز کے پہلے ڈائرکٹر تھے۔ اپریل ۱۹۵۹ء میں آپ کا ہرہ میں جامعہ ازہر والے کے پروفیسر رہنے کے بعد اسی پوزیشن پر واپس آگئے۔ یہ مرکز برسوں کی منصوبہ بندی، کام اور واشنگٹن میں اسلامی ملکوں کے سفیروں کی مالی امداد سے بنا ہے۔ امریکیوں نے انفرادی طور پر بھی اس کے لئے چندے دیئے ہیں۔ کچھ برس پہلے اس مرکز کا رسمی طور پر افتتاح ہوا تھا اور صدر آئزن ہوور نے افتتاحی تقریب میں شرکت کی تھی۔ ڈاکٹر حب اللہ نے مزید بتایا کہ گذشتہ برس کے دوران میں جو لوگ اسلامی مرکز دیکھنے آئے ان میں سیکڑوں منظم ٹولیاں بھی تھیں جن کے ساتھ نائب ڈائرکٹر حسنی جابر اور میں نے اسلام کے متعلق بات چیت کی امریکن آیوموبائل ایسوسی ایشن نے شہر کی ثقافتی دلچسپیوں کے متعلق جو معلوماتی کتابیں شائع کی ہیں ان میں اس مرکز کا بھی ذکر ہے۔ ڈاکٹر حب اللہ نے مزید بتایا کہ امریکی لوگ عام طور سے مسلم ملکوں کے جغرافیہ، روایات اور رسم و رواج کے متعلق سوالات دریافت کرتے ہیں لیکن میں بچوں اور نوجوانوں کو اچھے مسلمان بنانے کے طریقوں کے متعلق سوالات میں زیادہ دلچسپی لیتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ گھریلو زندگی میں امریکیوں کی دلچسپی کی ایک صحتمندانہ علامت ہے۔ آپ نے بتایا کہ میں اس امر کی وضاحت کرکے ان سوالوں کے جوابات دیتا ہوں کہ مسلمان اپنے بچوں کی تربیت کنبوں کے رشتوں کی استواری کرنے اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ بچوں کو اپنے کنبے سے شدید نفسیاتی حمایت حاصل ہونی چاہیے۔

قطعہ

زہاد و رند مست ہیں جام شراب سے
نکھرا رخ چمن بھی ہے رنگ گلاب سے
مضبوط ہوگیا ہے دلائل کے ساتھ بھی
پایہ علیؑ کا آج مقدس کتاب (قرآن) سے

(آمدہ از نذری باغ)

یہ سائنس کی دُنیا

رسولی اور سرطان ایسی بیماریوں کے علاج میں پیشقدمی

جسم کا کوئی بھی عضو کاٹنے یا علیحدہ کرنے پر الگ الگ خلیوں میں تقسیم کیا جائے اور ان ٹکڑوں کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا جائے تو یہ سب خلیے کسی بیرونی امداد کے بغیر خود بخود آپس میں جڑ کر پھر اسی عضو کی چھوٹی سی شکل اختیار کریں گے۔ جس سے یہ کاٹے گئے تھے۔ امریکہ کے راک فیلر انسٹی ٹیوٹ میں تین الگ الگ تجربوں میں پروفیسر پال اے وِیس اور ان کے ساتھی پروفیسر اے سیسل ٹیلر نے ایسے ٹکڑوں سے اس طرح نئے گردے، جگر اور نئی جسمانی جلدیں بنتی دیکھی ہیں۔ یہ ٹکڑے اور خلیے جس جس عضو سے کاٹے گئے تھے۔ پھر اسی عضو کی شکل اختیار کر گئے۔ پہلے یہ یقین کیا جاتا تھا کہ اس طرح کے خلیوں کا مجموعہ اسی صورت میں کسی عضو کی شکل اختیار کرے گا۔ جب کوئی سائنسدان ان کو اپنے ہاتھ سے اس عمل کے لئے تیار کرے۔ ان دونوں ڈاکٹروں نے نیشنل اکاڈیمی آف سائنسز کی پروسیڈنگس رپورٹ میں اپنی اس دریافت کا ذکر کیا ہے۔ ان کی اس تکنیک کا مزید مطالعہ کیا جائے گا۔ اور پتہ لگایا جائے گا کہ یہ خلیے دوبارہ خود بخود کیسے جڑ جاتے ہیں۔ راک فیلر انسٹی ٹیوٹ کے سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اگر یہ راز معلوم ہو گیا تو اس سے رسولیوں اور اس قسم کی دوسری بیماریوں کا سبب معلوم ہو سکے گا۔ جن عضووں پر ان ڈاکٹروں نے تجربے کئے وہ آنکھ اور چودہ دن کے چوزوں کے جنین سے لئے گئے تھے اتنے دنوں میں چوزوں کے عضو اچھے خاصے بڑے ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر وِیس اور ڈاکٹر ٹیلر نے تجربوں کے بعد بتایا کہ ان عضووں کے الگ الگ ٹکڑے کرنے کے بعد انہیں یکجا کیا گیا اور کچھ دنوں کے بعد دیکھا گیا کہ انہوں نے پھر اپنے اصلی عضو کی شکل اختیار کر لی ہے۔ چنانچہ ان چوزوں کی جو جلد کاٹی گئی تھی وہ دوبارہ بن گئی۔ یہاں تک کہ اس میں پر بھی نکل آئے۔ جگر کے خلیوں کا جمع ہوا ڈھیر بھی جگر بن گیا اور اس میں صفراوی مادہ بھی بنا۔ گردے کے ٹکڑے گردے کی شکل پا گئے اور اس میں گردے کی تمام خصوصیات پائی گئیں۔ ان ڈاکٹروں نے اپنی رپورٹ میں بتایا ہے کہ اس واضح اور ناقابل تردید ثبوت کی روشنی میں اگر اس طرح کٹے ہوئے خلیوں کو مناسب طریقے سے جمع کیا جائے تو کسی بیرونی امداد یا انسانی ہاتھ یا کیمیاوی چیز ملائے بغیر وہ خلیے اپنے اصلی عضو کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ ایک اہم اور دوررس نتائج رکھنے والی دریافت ہے جس کا سہرا ان دو امریکی ڈاکٹروں کے سر ہے۔ ان کی دریافت سے رسولیوں۔ کینسر (سرطان) اور کئی دوسرے امراض کی اصلی وجہ دریافت کرنے میں مدد ملنے کی توقع ہے اور امید ہے کہ اس سے طبی سائنس کا ایک اور سنگ میل طے ہو سکے گا۔

نئے الیکٹرانک ٹیلی فون!

مورس (الی نائی) میں دنیا کے اولین الیکٹرانک ٹیلی فون ایکسچینج نے تجارتی پیمانے پر کام شروع کیا ہے۔ ٹیلی فون کا یہ نیا نظام امریکہ کی بیل لیبارٹری نے شروع کیا ہے اور کچھ دنوں سے اس نئے طریق کار کے مطابق لوگ ٹیلی فون پر بات چیت کرنے لگے ہیں۔ اس نئے نظام کو ٹیلی فون ایکسچینج سسٹم کے بدلے الیکٹرانک سینٹرل آفس (ای سی او) کہا جاتا ہے۔

قطعہ

کیسی یہ دستِ حنائی نے بھی آفت ڈھائی | اور رسالوں کے لئے ایک مصیبت ڈھائی
واسطے منہ کے یہ آفت بھی بلا تھی بیشک | آتے آتے بھی جماہی نے قیامت ڈھائی

[illegible]

بین الاقوامی دوستی کا مظہر یوم شکریہ

۲۴ نومبر کو ریاستہائے متحدہ امریکہ میں یوم شکریہ منایا گیا۔ روایاتی طریقے کے مطابق اس تقریب پر امریکہ بھر میں سمندر پار کے ہزارہا لوگوں کو امریکی گھروں میں یہ تہوار منانے کی دعوت دی جاتی ہے۔ نیو انگلینڈ کے پہاڑی اور ناہموار علاقے میں پہلے سال کی فصلیں تیار ہونے پر ابتدائی امریکی نو آبادکاروں نے جب ۱۶۲۱ء میں پہلا "یوم شکریہ" منایا تھا تو انہوں نے دوستانہ تعلقات رکھنے والے امریکی انڈینوں (امریکہ کے اصلی قدیمی باشندوں) کو بھی اس تقریب میں شمولیت کی دعوت دی تھی۔ اسی وقت سے امریکہ کے لوگ ہر سال یوم شکریہ کی تقریب مناتے آرہے ہیں۔ انہوں نے اس کے لئے ایک خاص دن مقرر کر رکھا ہے۔ اس دن خدائی برکتوں کے لئے دعا اور شکریہ ادا کیا جاتا ہے ملکی سطح پر یوم شکریہ منانے کا اعلان صدر جارج واشنگٹن نے ۱۷۸۹ء میں کیا تھا لیکن یہ تقریب عام ملکی تعطیل کا دن اس وقت تک نہیں بن سکی جب تک کہ صدر ابراہم لنکن نے ۱۸۶۳ء میں اس سلسلے میں اعلان جاری نہیں کیا۔ اس وقت سے لیکر امریکہ کا ہر ایک صدر یہ دن منائے جانے کا اعلان جاری کرتا آیا ہے۔ اور اب یہ دن ہر سال نومبر کے چوتھے بروار کو منایا جاتا ہے۔ سینکڑوں رضاکار جماعتوں نے امریکی شہروں اور قصبوں میں دنیا بھر کے ان لوگوں کی دعوتوں اور خاطر تواضع کے لئے مرکز قائم کر رکھے ہیں جنہیں حکومت کے مختلف محکمے امریکہ میں مطالعہ یا سیر و سیاحت کی دعوت دیتے ہیں۔ یوں تو دوسرے ملکوں کے لوگوں کو سال کے دوران میں امریکی گھروں میں وقتاً فوقتاً دعوتیں دی جاتی ہیں۔ لیکن "یوم شکریہ" اور کرسمس کے تہواروں پر اُن سب بیرونی لوگوں کو خاص طور پر دعوت دی جاتی ہے جو ان تقریبوں میں شرکت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ مہمان نوازی کے مرکزوں میں بیرونی لوگوں کے متعلق تفصیلی حالات جاننے کی طرف خاص توجہ دی جاتی ہے اور دیکھا جاتا ہے کہ رضاکار میزبانوں اور بیرونی مہمانوں میں کونسی یکساں باتیں یا دلچسپیاں اور پس منظر پائے جاتے ہیں۔ اس طرح آپس میں یکسانیت رکھنے والے میزبانوں کی طرف سے مہمانوں کو دعوت دی جاتی ہے تعلیمی تبادلوں کے پروگرام کے تحت آنے والے وہ لوگ جو امریکہ میں پہلی بار یوم شکریہ کی تقریب میں شمولیت کرتے ہیں، اس تقریب اور رسم و رواج کے متعلق ہر قسم کے استفسارات کرتے ہیں۔ اکثر اوقات کنبے کے بچے یوم شکریہ کے معنی اور بزرگوں کی طرف سے اس کے آغاز کی کہانی سناتے ہیں۔ مثال کے طور پر واشنگٹن انٹرنیشنل سینٹر کی مس مارگریٹ او' ڈونف کا بیان دلچسپی سے خالی نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ امریکہ میں مقیم بیرونی لوگوں کو دعوتیں دینے کا یہ پلان خوشگوار اور پائیدار بین الاقوامی دوستی قائم کرنے میں بہت کامیاب رہا ہے۔ آپ پچھلے گیارہ برس سے مہمان نوازی کے اس بین الاقوامی مرکز کی منتظم چلی آرہی ہیں۔ یہ مرکز ان چند تنظیموں میں سے ہے جن کی امداد حکومت کرتی ہے۔ اس نے امریکہ کی سینکڑوں رضاکار جماعتوں کے مقابلے میں پچھلے سال واشنگٹن (ڈی سی) کے علاقے میں دنیا کے تمام حصوں سے آئے ہوئے ۲۶۰۴ اشخاص کی مہمان نوازی کے انتظامات کئے۔ مرکز کے رجسٹروں میں ایک ہزار سے بھی زیادہ امریکی کنبوں کا اندراج ہے جو بیرونی لوگوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ مس او' ڈونف بتاتی ہیں کہ بعض امریکی کنبے تو بیرونی لوگوں کو صرف چھٹیوں کے دنوں میں دعوت دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے مرکز میں جن میزبان خواتین کے

قطعہ

دورِ مئے باعثِ بہار ہوا — گُل کا جامہ بھی تار تار ہوا
گرچہ اس کو بچایا ہے صد بار — صحبتِ بد سے دل فگار ہوا

(آنند نذری باغی)

درج ہیں اُن میں سے بہت سی سال کے دوران مختلف اوقات پر ان مہمانوں کو بلاتی رہتی ہیں۔ ن ایڈورڈ نوف کا کہنا ہے کہ ان دعوتوں میں اس کا پتہ چلتا ہے کہ دنیا کے لوگوں میں باہمی اختلافات بہ نسبت زیادہ تر یکساں اور مشترکہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ اکثر والدین یہی چاہتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کے لئے اچھے گھر بنائیں۔ وہ خوشحال ہوں۔ ان کا مستقبل پر امید ہو۔ بہت سے بیرونی طالب امریکہ کے اور مذہب میں اعتقاد رکھنے والے کنبوں سے ملنے کے خواہاں ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے سنا ہوتا ہے کہ امریکہ میں لوگ زیادہ تر مادہ پرست ہیں۔ اور دنیاوی مال و دولت میں کھوئے ہوئے ہیں۔ پچھلے دہے سے کچھ زیادہ عرصے سے دنیا کے تمام حصوں سے امریکہ آنیوالے طالب علموں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ چنانچہ بین الاقوامی تعلیمی ادارے (انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل ایجوکیشن) کے بیان کے مطابق ۱۹۵۹ء کے تعلیمی سال میں ۸ ۲ ۳ ۵ ۴ بیرونی طالب علم امریکہ میں یا تو زیر تعلیم تھے یا معلم تھے۔ تقریباً ہر ایک یونیورسٹی میں امریکی مشیر مقرر کئے جاتے ہیں جو بیرونی طلباء کو اس نئے ملک میں رہنے سہنے کے طور طریقے سمجھانے میں مدد دیتے ہیں۔ بہت سے کالجوں میں "فیملی پلان" کی بھی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ "فیملی پلان" کے تحت سال بھر کے لئے مختلف امریکی کنبوں کو ایک یا ایک سے زیادہ بیرونی طلباء کو "متبنیٰ" بنانے کی تحریک کی جاتی ہے۔ [illegible] کے تحت وہ کنبے "متبنیٰ" طالب علم کو مختلف سرگرمیوں، دعوتوں، تقریبوں [illegible] رنگا رنگ کی محفلوں اور مذہبی سرگرمیوں میں شرکت کے لئے بلاتے ہیں اور کالج میں چھٹیاں ہوتی ہیں تو آسے وہ کبھی گھر

پر گزارنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ مہمان نوازی کی بہت سی تنظیمیں الگ الگ اور قدرتی طور پر قائم ہوتی ہیں اور ان کا ملکی بنا پر الحاق نہیں ہوتا مثلاً ان کے نام ورلڈ افیرس کونسل یا انٹرنیشنل سینٹر وغیرہ ہیں۔ بہت سی صورتوں میں عورتوں کے ثقافتی کلب، شہری کلب، چیمبر آف کامرس، کلیسائی تنظیموں اور دوسری ایسی ہی جماعتوں کی طرف سے مہمان نوازی کی جاتی ہے۔ غرض کہ یوم تشکر پر امریکی نہ صرف خود ایک دوسرے کو بلکہ بیرونی لوگوں کو بھی دعوت دیتے اور اس تقریب میں شامل کرتے ہیں جس سے بین الاقوامی مفاہمت کو تقویت ملنے کے علاوہ باہمی دوستی کا رشتہ بھی استوار ہوتا ہے۔

برطانیہ کی برآمدی تنظیم کا عہدہ دار ہندوستان آرہا ہے

لندن سے آمدہ ایک اطلاع کے مطابق مسٹر جے۔ اے۔ جی۔ گائلز جو "بیس ٹیک" نام کی تنظیم کے ایک سینئر عہدہ دار ہیں۔ جلد ہندوستان کا دورہ کریں گے۔ یہ تنظیم، انجینئرنگ سازو سامان اور مشینی آلات تیار کرنے والی مشہور برطانوی فرموں نے اپنے مال کی برآمدات کو فروغ دینے کے لئے قائم کی ہوئی ہے۔ مسٹر گائلز کے دورہ کا مقصد یہ [illegible] ہے کہ ہندوستان میں مشینی آلات اور چھوٹے انجینئرنگ آلات کی [illegible] کیسی ہے۔ مسٹر گائلز ۲۰ر نومبر تا ۴ر دسمبر بمبئی، [illegible] دسمبر بنگلور، ۱۰ر تا ۸ار دسمبر مدراس، ۲۱ر دسمبر تا ۱۱ر جنوری اور پھر ۴ار تا ۱۵ر جنوری کلکتہ اور ۱۵ر تا ۲۰ر جنوری نئی دہلی میں قیام کریں گے۔ [illegible] ۲۰ر دسمبر کو دوبارہ [illegible] جائیں گے اور ۲۰ر دسمبر تک وہاں ٹھہریں گے

قطعہ

بنا ہے کام بھی دیکھو تو یہ پیام ہے آج
یہ کہتی جاتی ہے شانِ سرِ رباب نجف

ملی ہے اُلفت [illegible] تو [illegible] ہے آج
کھلا ہے عقدہ لاحل [illegible] نوا تام ہے آج

(آمدہ از نذری باغ)

پس منظر

اتحادی سبھا کے خصوصی فنڈ میں روس کا حصہ

یونائیٹڈ نیشنز (نیویارک) ۲۴ر اکتوبر۔ اتحادی سبھا میں آج کل روپے پیسے کے معاملوں پر غور ہو رہا ہے۔ اور بلا خوف تردید یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہ پہلا موقعہ ہے جب روس منظر عام پر آنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ سابقہ کارگزاریوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ فنڈ جمع کرنے کا وقت آتا ہے تو روس کے نمائندے منفی رول ادا کرنے پر مطمئن ہو جاتے ہیں روس پہلے ہی واضح کر چکا ہے کہ وہ کانگو میں اتحادی سبھا کے ہنگامی اخراجات میں کچھ نہیں دے گا۔ اس ہفتہ جنرل اسمبلی کی بجٹ کمیٹی میں روسی ترجمان نے کانگو میں اتحادی سبھا کی کارروائیوں اور خصوصاً سیکریٹری جنرل ہیمرشولڈ پر ازسر نو نکتہ چینی کی۔

اتحادی سبھا کے ممبروں کی غالب اکثریت ہیمرشولڈ کی حمایت اور کانگو میں یکطرفہ بلا مداخلت کی مخالفت میں اپنی رائے کا اظہار کر چکی ہے۔ لیکن اس کے باوجود روس اپنی ناپسندیدگی کا متواتر اظہار کئے جا رہا ہے چونکہ روس کی بات مانی نہیں گئی اس لئے اس کے خیال میں کانگو کے سلسلے میں سیکریٹری جنرل نے جو کچھ کیا ہے وہ "غیر قانونی" ہے اور کانگولی عوام کے مفاد کے خلاف ہے۔ جیسا کہ ہیمرشولڈ واضح کر چکے ہیں۔ کسی کو بھی کانگو میں اتحادی سبھا کی مساعی یا اس کے کردار کے بارے میں گمراہ نہیں ہونا چاہئے۔ پچھلے ہفتے جنرل اسمبلی میں عام بحث مباحثے کے ابتدائی مرحلے میں تقریر کرتے ہوئے ہیمرشولڈ نے افریقہ، ایشیا، یورپ اور امریکہ کے ملکوں کے ان لوگوں کو خراج تحسین ادا کیا تھا جو کانگو میں اتحادی سبھا کی خدمت بجا لا رہے ہیں۔ انہوں نے ان لوگوں کی دیانت داری اور ایمان داری کی بڑی تعریف کی تھی۔ سیکریٹری جنرل نے اتحادی سبھا کے جھنڈے کے نیچے باہمی طور پر انجام دی جانے والی بہت سی لازمی سروسوں کا بھی ذکر کیا تھا جن کی بدولت کانگو کا کسی ایک خاص غیر ملکی طاقت کے محتاج بننے کا خطرہ دور ہو گیا ہے اور یہ خطرہ بھی جاتا رہا ہے کہ بیرونی عناصر کو اس ملک میں مفاد خصوصی قائم کرنے کی اجازت مل جائے گی۔ اس طرح ان سروسوں سے حقیقی آزادی قائم کرنے اور انہیں تقویت دینے میں موثر مدد ملیگی۔ روس نے بہت پہلے واضح کر دیا تھا کہ وہ باہمی طور پر کوئی کام انجام دینے کے حق میں نہیں۔ حتیٰ کہ جب کوئی سیاسی مسئلہ بھی ماخوذ ہوتا ہے تو اتحادی سبھا کے پروگراموں کے لئے روس سے مقابلتاً بہت کم چندے ملتے ہیں۔ کئی برسوں تک روس کی یہ پالیسی رہی کہ اتحادی سبھا کی خصوصی ایجنسیوں کا نہ صرف بائیکاٹ کیا جائے بلکہ ان کے کام کو بھی تہ و بالا کیا جائے۔ روس نے سنہ۱۹۵۳ء تک تو اتحادی سبھا کے توسیعی ٹیکنیکل امدادی پروگرام میں شرکت ہی نہیں کی۔ اب وہ اس پروگرام اور اتحادی سبھا کے خصوصی فنڈ میں مقابلتاً تھوڑی سی رقم دے رہا ہے اور وہ بھی روبلوں میں جو غیر ملکی سکے میں منتقل نہیں ہوتے۔ درحقیقت اس رقم کے ساتھ یہ شرط وابستہ ہے کہ اسے روسی بلاک کے مال، ماہروں، اور وظیفوں وغیرہ پر خرچ کیا جائے۔ اتحادی سبھا کے ان دونوں امدادی پروگراموں کی سنہ۱۹۶۱ء کی کارروائیوں کے لئے روس نے ایک کروڑ ۲۰ لاکھ روبل دینے کا وعدہ کیا ہے۔ چندہ جمع کرنے والی کانفرنس میں ایک سوال کے جواب میں روسی نمائندے نے بتایا کہ ان کی حکومت انہی شرطوں کے تحت چندہ دیگی

قطعہ

خوشی دل کو ہوئی پیکِ خبر سے ‖ مچی ہے دھوم یہ وقتِ سحر سے
یہ کہتا جاتا ہے پیرِ مغاں بھی ‖ ہوا ہے کیف دورِ خمر تر سے

(آمدہ از نذری باغ)

جن شرطوں کے تحت وہ اب تک دیتی آئی ہے۔ اس کا خاص مطلب یہ ہے کہ ناقابل انتقال کرنسی کے علاوہ یہ چندہ چار روبل فی ڈالر کے تبادلے کی سرکاری شرح کی بنا پر دیا جائے گا۔ اگرچہ دنیا کی کھلی منڈیوں میں ڈالر کی قیمت روبلوں کی اس تعداد سے دگنے سے بھی زیادہ ہے۔ امریکہ نے ۱۹۶۷ء کے ان دونوں پروگراموں کے لئے سب سے زیادہ رقم دی ہے۔ اس نے ۸ کروڑ ڈالر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ امریکہ اس شرط کے تحت اپنا وعدہ پورا کرے گا کہ ہر پروگرام کے مرکزی فنڈ میں حکومتوں کے کل چندے سے اس کا چندہ ۴۰ فیصد سے تجاوز نہیں کرے گا۔ ۱۹۶۶ء کے ان پروگراموں کے لئے چندے ابھی مکمل طور پر فراہم نہیں ہوئے لیکن اگر ان پروگراموں کے لئے اس برس کا چندوں نمونہ برقرار رہا تو تقریباً چھ یا زیادہ غیر کمیونسٹ ممالک چندوں کی فہرست پر روس سے آگے ہوں گے۔ اگرچہ اتحادی سمجھا کے چندوں کی باقاعدہ تشخیص میں امریکہ کا حصّہ ۳۲،۵ فیصد ہے تاہم جب رضاکارانہ چندوں کا شمار کیا جاتا ہے تو امریکہ کا حصہ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ روس کا حصہ صرف ۶،۱۳ فیصد ہے۔ چونکہ چندوں کی تشخیص "ادائیگی کی قابلیت" پر مبنی ہوتی ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ روس اکثر اپنی اقتصادی فتوحات کی جو شیخیاں بگھارتا ہے ان پر ان اعداد کی روشنی میں غور ہونا چاہئے جو چندوں سے متعلق اتحادی کمیٹی کو دستیاب ہوئے ہیں۔

نوجوان ہندوستانی کسانوں کا دورہ برطانیہ

ہندوستان کے نوجوان کسانوں کے ۱۵ ممبروں نے ابھی ابھی برطانیہ کا ۵ روزہ دورہ ختم کیا ہے۔ برطانیہ میں اپنے قیام کے دوران میں انہوں نے زرعی فارموں کا معائنہ کیا اور برطانوی کسانوں کے کلبوں کے ممبران سے تبادلۂ خیالات بھی کیا۔ روکنگم کے مقام پر انہوں نے مقامی کسانوں کی ایک میٹنگ میں شرکت کی اور ہندوستانی جماعت کی ایک خاتون رکن مس ستونتت برار نے ایک بحث مباحثے میں سوالوں کے جواب دیئے۔ لندن میں ہندوستانی مہمانوں، ہاؤس آف کامنز اور انڈیا کلب دیکھنے گئے۔ انہوں نے "مائی فیر لیڈی" نام کا ایک ڈرامہ بھی دیکھا۔ یہ ہندوستانی کسان ڈنمارک، ہنگری، ہالینڈ اور جرمنی کا دورہ کرنے کے بعد برطانیہ گئے تھے۔ اب وہ بلجیم میں زراعت کا مطالعہ کریں گے۔

ہندوستان میں برطانوی کتابوں کی نمائش

ایک اطلاع مظہر ہے کہ انڈین سائنس کانگریس کی اگلی سالانہ میٹنگ، ماہ جنوری میں رڑکی (یو۔ پی) میں ہو رہی ہے اس موقع پر برٹش کونسل نے سائنس و ٹیکنالوجی کی برطانوی کتابوں کی نمائش منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان کتابوں کو تین حصوں میں بانٹا جائیگا۔ پہلا حصہ ان کتابوں پر مشتمل ہوگا جو پچھلی کانگریس (جنوری ۱۹۶۶ء) کے بعد شائع ہوئی ہیں۔ نمائش کے دوسرے حصہ میں ایسی کتابیں رکھی جائیں گی جو گذشتہ پانچ برسوں کے دوران میں شائع ہوئی ہیں۔ تیسرا حصہ کم قیمت (دس شلنگ یا اس سے کم) کی سائنسی کتابوں پر مشتمل ہوگا۔

قطعہ

منزلت بالا ہوئی معراج سے ‖ ہوگیا ہے نامہ تخت و تاج سے
بہرِ شادی کہتی ہے مِردنگ بھی ‖ پھیلی ہے عشرت مسرت آج سے

(آمدہ از نذری باغ)

برطانیہ کی خبریں

برطانوی سول سروس کے ممتاز رکن کے لیکچر ہندوستان میں

معلوم ہوا ہے کہ سر ہنری سیلف جو برطانوی سول سروس کے ایک ممتاز ممبر ہیں، ۳۰ ڈسمبر کو ہندوستان آرہے ہیں۔ موصوف دہلی، حیدرآباد، کلکتہ اور بمبئی میں لیکچر دیں گے۔ نیز وہ سینئر افسران کے ساتھ انتظامی مسائل سے متعلق غیر رسمی بات چیت بھی کریں گے۔ جنگ کے بعد برطانیہ میں جو قومی صنعتیں قائم ہوئیں سر ہنری سیلف اُن کے معماروں میں شمار ہوتے ہیں۔ ۱۹۴۶ء ۔ ۴۷ء میں وہ وزارت شہری ہوا بازی میں مستقل سیکریٹری اور ۴۷ ۔ ۱۹۵۷ء میں سنٹرل الیکٹری سٹی اتھارٹی کے نائب چیرمین تھے۔ انہوں نے برطانیہ کی ایر لائنز اور بجلی سپلائی کرنے والی کمپنیوں کو قومی بنانے کے عمل میں نہایت اہم پارٹ ادا کیا تھا۔ اُن کی عمر اس وقت ۷۰ سال ہے۔ اور وہ ۱۹۱۴ء میں سول سروس میں شامل ہوئے تھے۔ ۱۹۵۱ء میں انہوں نے ایم۔ ایس۔ سی (ماسٹر آف سائنس) اور ۱۹۵۶ء میں پی۔ ایچ ڈی (فلاسفی) کے امتحانات پاس کئے تھے۔ وہ بیرسٹر بھی ہیں۔

کامن ویلتھ آرٹسٹوں کی تخلیقات لندن میں نمائش

ایک اطلاع کے مطابق ان دنوں لندن میں کامن ویلتھ کے ۸۴ آرٹسٹوں (بشمول ہندوستانی آرٹسٹوں) کے فن پاروں کی نمائش ہو رہی ہے۔ ان کے علاوہ فلمیں بھی دکھائی جارہی ہیں جو کامن ویلتھ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اُجاگر کرتی ہیں۔ تاریخی دستاویزات اور پرانی چھپی ہوئی کتابیں بھی نمائش کی زینت ہیں۔ نمائش کی رسم افتتاح کینیڈا کے ہائی کمشنر کی اہلیہ محترمہ مسز جارج ڈریو نے ادا کی تھی۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ ایک "نہایت دلکش" نمائش ہے۔ لندن میں ان دنوں کامن ویلتھ ہفتے منائے جا رہے ہیں۔ آرٹ نمائش اُنہی کا ایک حصہ ہے۔

برطانیہ میں آرٹ کی تعلیم و تربیت

معیار کو بلند کرنے کا فیصلہ

برطانیہ کی وزارت تعلیم کے ایک اعلان میں بتایا گیا ہے کہ برطانیہ میں آرٹ اور ڈیزائن کے ڈپلوما کا معیار بلند کر دیا جائے گا۔ اس کی سفارش قومی مشاورتی کونسل برائے آرٹ تعلیم نے اپنی پہلی رپورٹ میں کی تھی۔ وزیر تعلیم سر ڈیوڈ ایکلس نے یہ سفارش مان لی ہے۔ نئے سسٹم کے تحت لوکل گورنمنٹ کے تعلیمی حکام کو اس میدان میں زیادہ وسیع اختیارات دیئے جائیں گے۔ آجکل آرٹ و ڈیزائن کے ڈپلوما کے امتحانات برطانیہ کی وزارت تعلیم براہ راست منعقد کرتی ہے۔ اسوقت لوکل گورنمنٹ کے سو سے زائد آرٹ اسکول ہیں جو طلبہ کو ڈیزائن کے نیشنل ڈپلوما کے لئے تیار کرتے ہیں۔ اس سال ۱۶۰۰ سے زائد طلبا اس امتحان میں بیٹھے تھے اور ۱۳۴۷ طلبا کامیاب ہوئے تھے۔ خیال ہے کہ نیا کورس ۱۹۶۳ء میں شروع کیا جائے گا اور اس میں داخلہ ضروری تعلیمی قابلیت رکھنے والے کامن ویلتھ طلبا کے لئے بھی کھلا ہوگا۔

قطعہ

بٹ گئی مئے بھی سبُوساری کی ساری کیسی || از پئے شیخِ حرم آئی ہے باری کیسی
اپنے اعمالِ زبوں سے یہی کہتا ہے جہاں || ہو گئی بہرِ عدو۔ ذلت و خواری کیسی

(آمدہ از غدری باغ)

اچھے بیج، اچھی فصلیں
کیمبرج میں کانفرنس!

اقوام متحدہ کی غذائی و زرعی تنظیم کی طرف سے "بین الاقوامی بیج سال" منایا جا رہا ہے جس میں برطانیہ بھی حصہ لے رہا ہے۔ سال منانے کا مقصد دنیا کی غذائی پیداوار میں اضافہ کرنا ہے۔ اسی سلسلہ میں اگلے ماہ کیمبرج میں ایک قومی کانفرنس منعقد کی جائے گی جس کا موضوع "اچھے بیج، اچھی فصلیں" ہے۔ اس کے علاوہ اقوام متحدہ کی غذائی و زرعی تنظیم کی مہم کے مقاصد کی پوری طرح ملک میں پبلسٹی کی جائے گی۔ کیمبرج کے نیشنل انسٹی ٹیوٹ میں بیجوں سے متعلق ایک کورس بھی منعقد کیا جائے گا۔ جس میں کم ترقی یافتہ ملکوں کے باشندے شرکت کر سکیں گے۔ یہ کورس چھ ہفتوں کا ہوگا۔ مذکورہ کانفرنس میں نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ایگریکلچرل باٹنی کے فیلوز، کسان اور بیجوں کے بیوپاری شرکت کریں گے۔

برطانوی کوہ پیماؤں کی نئی مہم

معلوم ہوا ہے کہ برطانیہ کے کوہ پیماؤں کی ایک جماعت اگلے سال نیپال میں نیوپسے نام کی ہمالیائی چوٹی کو سر کرنے کی کوشش کرے گی۔ یہ چوٹی جس کی بلندی ۲۵,۷۰۰ فٹ ہے مغربی برفستان پر ایورسٹ اور لوہتسے کے پڑوس میں واقع ہے۔ مہم کے لیڈر مسٹر جون واٹرز ہوں گے۔ امید ہے کہ بیشتر کوہ پیما ۸ فروری کو برطانیہ سے اور ساری جماعت ۲۵ مارچ تک کھٹمنڈو سے نیوپسے کے لئے روانہ ہو جائے گی۔

لندن میں کرنسی کی نمائش

ایک اطلاع کے مطابق ماہ دسمبر میں بمقام لندن، کرنسی کی نمائش منعقد کی جائے گی۔ اس کے ذریعہ بتایا جائے گا کہ پرانے زمانہ سے لیکر آج تک کرنسی نے کس طرح اپنی ارتقائی منزلیں طے کی ہیں۔ ایک وقت تھا جب سمندری سیپ سکے کے طور پر استعمال ہوتی تھیں۔ تبت میں ایک ایسے سکہ کا رواج تھا جسے کھایا جا سکتا تھا۔ یہ سب سکے نمائش میں رکھے جائیں گے۔ ایک رومن سکہ بھی جو ۲ ہزار سال پرانا ہے، اس نمائش کی زینت ہوگا۔ برطانوی کمپنی طامس ڈی لا ریو کو زر کاغذی (پیپر کرنسی) چھاپتے ہوئے سو سال ہو چکے ہیں۔ لندن کی نمائش اسی سلسلہ میں منعقد کی جا رہی ہے۔ اس کمپنی نے سب سے پہلے ۱۸۶۰ء میں ماریشس کے لئے نوٹ چھاپے تھے۔ اس نے دنیا بھر کے ملکوں (بشمول ہندوستان، سیلون، نیپال اور پاکستان) کو نوٹ چھاپ کر دیئے ہیں۔ اس نے جتنی قسموں کے نوٹ آج تک چھاپے ہیں وہ سب نمائش میں رکھے جائیں گے۔ علاوہ ازیں ایک فلم بھی دکھائی جائے گی جو بینک نوٹوں کے چھاپنے کے طریقوں پر روشنی ڈالے گی۔ ایسی فلم پہلی بار لوگوں کو دکھائی جا رہی ہے۔

برطانیہ کی زرعی مشینری کی برآمدات میں اضافہ

ایک اطلاع کے مطابق ۱۹۶۰ء کے پہلے ۹ مہینوں میں برطانیہ کی زرعی مشینری کی برآمدات میں گذشتہ سال کی اسی مدت کی برآمدات کے مقابلہ میں ۳۳ فی صدی کا اضافہ ہوا۔ ان میں سے ٹریکٹروں کی برآمدات ۳۸ فیصدی زیادہ تھیں۔ زیر نظر عرصہ کے دوران میں ۶۶,۰۰۰,۰۰۰ پونڈ کی مالیت کے ۱۱۳,۰۶۶ ٹریکٹر برآمد کئے گئے۔

قطعہ

دھوکا دیتا ہی رہے گا ہمیں وعدہ کب تک
رہ بھی جائیگا یہ محرومِ خطوطِ رنگیں

اوڑھتا جائیگا زاہد بھی لبادہ کب تک
ہر ورق آج کتابوں کا بھی سادہ کب تک

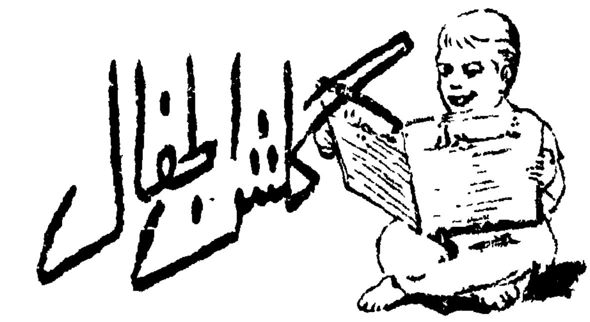
(آمدہ از نذری باغی)

نذرِ خسروؒ

محترمہ بانو طاہرہ سعید صاحبہ بی۔اے

بہشت دیدۂ دل بود شب جائیکہ من بودم — عجب پُر نور محفل بود شب جائیکہ من بودم
نہ طوفانے نہ گردابے نہ فکرِ کشتی و لنگر — سبکساری ساحل بود شب جائیکہ من بودم
جبینِ یار چوں قرآن تجلی خیز و نور افشاں — ظہور ماہِ کامل بود شب جائیکہ من بودم
نبودہ ہیچ احساسِ غمِ دنیا و ما فیہا — سکونِ قلب حاصل بود شب جائیکہ من بودم
نگاہش تیر و خنجر بود بہر عاشقاں لیکن — تبسم مرہم دل بود شب جائیکہ من بودم
محمد میر مجلس بود ساقی ساقیِ کوثر — نمیدانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم

مپرس اے طاہرہ اسرار راہِ منزل جاناں
رسیدن سخت مشکل بود شب جائیکہ من بودم



خوشامد

سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! خوشامد انسانی برائیوں اور کمزوریوں میں سے ایک کمزوری ہے، خوشامد شکر میں لپٹا ہوا ایک زہر ہے جو فوری اثر نہیں کرتا بلکہ رفتہ رفتہ اثر کرتا ہے یہاں تک کہ
[illegible] اخلاقی حیثیت سے ہلاک کر دیتا ہے ... یہ زہر بہت ہی میٹھا اور خوشگوار معلوم ہوتا ہے لیکن ایک مدت کے بعد اسکے مضر اثرات ظاہر ہوتے ہیں

حضرت علی علیہ السلام کا قول ہے
"خوشامد سے انسان مغرور ہو جاتا ہے"
یعنے اپنی خوشامد سننے والا انسان جب خوشامد کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کو اپنی ہر برائی، اچھائی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اسمیں نیک و بد کی تمیز اور پہچان باقی نہیں رہتی ... دایتی

زرین اقوال

قدیم زمانہ کے لوگ جن کی زندگی ایک ہی ڈھب پر گزری ہے اور انکو پاس تک کا خیال رہا ہے اس زمانے میں خال خال نظر آتے ہیں (مرزا حسن ...)

ہر بری بات کو اچھا سمجھنے لگتا ہے، اسطرح وہ مسلسل برائیوں میں مبتلا ہونے لگتا ہے اسی طرح اس کی جسمانی موت نہیں بلکہ اخلاقی موت واقع ہوتی ہے

ابتدا میں ہر انسان کو اپنی خوشامد اچھی معلوم ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ رفتہ رفتہ خوشامد کا عادی ہو جاتا ہے

میرزا صائب تبریزی کہتے ہیں ؎
خوش آمد، بر کرا گفتی خوشامد

یعنے ہر شخص کو خوشامد پسند نہیں آتی، لیکن جو لوگ سمجھدار اور صاحب فہم ہیں وہ کبھی بھی خوشامد کو پسند نہیں کرتے، بڑے لوگ کبھی بھی خوشامدیوں کو یعنے چاپلوسی کرنے والے لوگوں کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتے، وہ خوشامد کرنے والوں کی باتیں رغبت اور توجہ سے نہیں سنتے جسکی وجہ سے آیندہ چاپلوس لوگوں کو ہمت نہیں ہوتی کہ وہ بے جا چاپلوسی کریں اور دن کو رات اور رات کو دن ظاہر کریں

ہمارے سرکار اعلیٰ حضرت حضور نظام بھی کبھی خوشامد کو پسند نہیں فرماتے اور یہی ان کی بزرگی، عظمت اور بڑے پن کی دلیل ہے

بچو! خوشامد اور اظہار عقیدت و سپاس میں فرق ہوتا ہے خوشامد یہ ہے کہ آپ ایک ایسے عہدہ دار کو جو انتہائی ترش رو، بدخلق اور خود غرض ہے یہ کہیں کہ آپ انتہائی منکسر مزاج، خلیق اور انسانیت دوست ہیں، لیکن اظہار عقیدت و سپاس یہ ہے کہ واقعی خوبیوں اور حقیقی محاسن کو آپ سراہیں مثلاً ایک شخص سخی ہے

آپ اس کو کہیں کہ آپ حاتم ہیں تو یہ حق گوئی ہے، خوشامد نہیں وہ اگر کم سخی ہے تو آئندہ زیادہ سخی اور حاتم جیسا بن جائے گا اظہار عقیدت و سپاس میں خلوص ہوتا ہے، خوشامد نہیں ہوتی حقیقت میں عقیدت و سپاس کا اظہار کرنے والا اپنے ممدوح کی خوبیوں کو بیان کر کے ممدوح کی تعریف کے ساتھ ساتھ اپنی محاسن بھی سا ثبوت دیتا ہے اسطرح اظہار عقیدت کرنیوالے کی صائب نظری کی بھی خود بخود تعریف نکل آتی ہے اسی لطیف نکتہ کو حضرت سعدی شیرازی نے اسطرح بیان کیا ہے ؎

مادحِ خورشید، مداحِ خود ست
کہ دو چشمم روشن و نا مرمد است

یعنے سورج کی تعریف درحقیقت خود اپنی تعریف کرنا ہے کہ میری دو آنکھیں روشن ہیں مجھے ”درد“ یعنے آشوب چشم نہیں ہے جب ہی تو میں سورج کی روشنی کو دیکھ سکتا ہوں ظاہر ہے کہ اگر آپکی آنکھیں آئی ہوئی ہیں تو نہ آپ سورج کو دیکھ سکیں گے اور نہ اس کی تعریف کر سکیں گے

بچو! شعراء جو بڑے آدمیوں کی تعریف کرتے ہیں وہ خوشامد نہیں بلکہ اظہار عقیدت و سپاس ہے۔ بچو! تم کو چاہیے کہ تم ابتداء ہی سے خوشامد سے بچیں! کہ تمہارا نفس موٹا نہ ہو اور تم میں برے بھلے کی تمیز باقی رہے اور تم آئندہ چل کر بڑے آدمی بن سکو گے۔

کوچۂ ایرانی میں مجالس ایصال ثواب

حیدرآباد ۳۰ر نومبر۔ شام کے (۷) بجے کوچۂ ایرانی میں سالہائے ما سبق کی طرح اس سال بھی جناب نواب سید کاظم حسین صاحب و اقوتوں کی تیار کردہ دس مجالس ایصال ثواب کی آخری مجلس تھی ان مجالس کو زبدۃ العلماء مولوی سید کلب عابد صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ نے مخاطب فرمایا۔ ہر مجلس اپنی نوعیت کی واحد اور کامیاب مجلس تھی زبدۃ العلماء نے تقریباً پونے دو گھنٹے تک فضائل و مصائب حضرت سید الشہداء عالمانہ اور فاضلانہ انداز میں بیان فرمائے، زبان کی شستگی، بیان کی سلاست اور انداز تخاطب کا کیا کہنا ختم مجلس پر مولوی سید عبداللہ صاحب مرحوم اور دیگر مرحومین کی روح کو سورۂ فاتحہ سے شاد کیا گیا

قبلہ موصوف اب حیدرآباد کے لئے کوئی نئے نہیں رہے اس سے پہلے آپ تین بار حیدرآباد آچکے ہیں اب چوتھی بار سلسلہ مجالس دلیہ مولوی سید عبداللہ صاحب اعلی اللہ مقامہٗ چہارم حیدرآباد آئے ہیں، حیدرآباد کے مومنین آپ سے بخوبی واقف ہو چکے ہیں۔ آپ عماد العلماء حضرت سید کلب حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر والزمان امام الجمعۃ والجماعت مسجد آصف الدولہ لکھنؤ کے فرزند ارجمند ہیں آپکو یہ طرۂ امتیاز حاصل ہے کہ آپ نے نہایت کمسنی میں سند اجتہاد حاصل فرمایا آپ عربی کے علاوہ فارسی مثل اہل زبان بولتے ہیں بعد ختم مجلس جب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو رہے تھے تو انھیں یہ کہتے سنا گیا کہ خدا مولوی سید عبداللہ صاحب کو غریق رحمت کرے کہ انکے فرزند جناب واثق کی وجہ سے ہمیں چھ سال مجتہد کو ہر سال سننے کا موقع مل رہا ہے۔

کوڑھ کا قلع قمع کرنے کی مہم

از قلم :- بینی پیرسن :

ایک اندازہ کے مطابق دنیا میں ۱۵ ملین (۰۰۰،۰۰۰،۱۵) لوگ کوڑھ کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ متعدد ملکوں نے اس مرض پر قابو پانے کے لئے اپنی تنظیمیں قائم کی ہوئی ہیں۔ برٹش لیپرسی ریلیف ایسوسی ایشن (مخفف بیلرا) بھی ایک ایسی تنظیم ہے۔ اس کی داغ بیل ۱۹۲۳ء میں ڈالی گئی تھی۔ اس وقت سے اس نے کامن ویلتھ ملکوں میں اس بیماری کے خلاف مہم چلائی ہوئی ہے اس کام میں اس نے کئی دیگر ملکوں کو بھی مدد دی ہے

کچھ برس پہلے یہ سمجھا جاتا تھا۔ اس بیماری سے نپٹنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ مریض کو دوسروں سے الگ کر دیا جائے لیکن یہ کوئی علاج نہیں تھا۔ بلکہ عمر بھر کی جلاوطنی تھی۔ "جلاوطنی" کے اس ڈر کی وجہ سے متعدد مریض چھپے رہتے تھے جس کے نتیجہ کے طور پر اُن کے خاندان کے دیگر ممبران بھی بیماری میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ کوڑھ کے بعض مریضوں کو جن کی بیماری بہت بڑھ چکی ہوتی ہے اب بھی دوسروں سے الگ کرنا پڑتا ہے لیکن اُن کو خوشگوار ماحول مہیا کیا جاتا ہے اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ جلد تندرست ہو کر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے آملیں گے۔ اگر مرض کا جلد پتہ لگ جائے تو مریض کو صرف کلینک یا اسپتال میں جانا ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے بعض مریض اب بھی آگے آنے سے ڈرتے ہیں۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ اُن کا یہ ڈر دور کیا جائے۔ اور اُن کو بتایا جائے کہ یہ مرض قابل علاج ہے۔ جب تک ہر کیس کا پتہ نہیں لگایا جاتا، اس مرض کا قلع قمع کرنا ناممکن ہے۔

مذکورہ برطانوی تنظیم متعلقہ حکومتوں کی درخواست پر اپنی خدمات پیش کرتی ہے۔ وہ اُن کے ساتھ ملکر کام کرتی ہے۔ اور ان کو عملی، مشاورتی اور مالی امداد دیتی ہے

نائجیریا اور کینیا میں ریسرچ مراکز قائم کئے گئے ہیں۔ جہاں نئی ادویات اور علاج کے طریقوں کی جانچ کی جاتی ہے۔

کوڑھ کی بیماری کی روک تھام کا کام انجام دینے والے ڈاکٹروں اور دوسرے ورکروں کو تربیت دی جاتی ہے بیلرا مختلف ملکوں میں خدمات سرانجام دے رہی ہے اور گیارہ سے زائد ملکوں میں کوڑھ کے مراکز کو مالی امداد دی جا رہی ہے۔ ان ملکوں میں ہندوستان بوگنڈا۔ شمالی بورنیو اور گھانا بھی شامل ہے۔

یہ مراکز عام اسپتالوں کی مانند نہیں ہیں۔ مریض وہاں کام کرتے ہیں۔ نئی دستکاریاں سیکھتے ہیں۔ اور پھر سے نارمل زندگی بسر کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتے ہیں۔ بعض مراکز میں کوڑھ کے مریض زرعی دھندوں میں لگے ہوتے ہیں۔

کوڑھ کے خلاف مہم میں "چلتے پھرتے" کلینکوں سے بھی کام لیا جا رہا ہے گھانا میں "چلتے پھرتے" کلینک کا انچارج ڈاکٹر سال میں ۰۰۰،۳۷ مریضوں کا علاج کر سکتا ہے۔ جیسا کہ بیلرا کی ایگزیکٹو کمیٹی کے چیرمین سر ایلن برنز نے کہا ہے "صرف امداد دینا ہی کافی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگ اپنی مدد آپ کریں متعلقہ ملکوں کی اس بات کیلئے حوصلہ افزائی کرنی چاہئے کہ کوڑھ کے علاج اور کنٹرول کے کام میں وہ اپنے لوگوں کو تربیت دیں۔ جب شمالی نائجیریا نے یہ اسکیم پیش کی کہ افریقی عملہ کو لیپرسی افسران کے طور پر تربیت دی جائے گی تو بیلرا نے اس مقصد کے لئے فوراً ۰۰۰،۷ پونڈ سے زائد رقم دی تھی اور اس امید کا اظہار کیا تھا کہ دوسرے ممالک بھی اس قسم کی اسکیمیں شروع کریں گے۔

قطعہ

ہوئی مسرت قلبی سنو شراب سے آج
رچی ہے شادی بھی دیکھو تو خم رباب سے آج

ہے ثبوتِ خلافت برائے صغرٰی نبی
کھلا ہے رازِ نہفتہ بھی تو کتاب سے آج

(آمدہ از ندر باغ)

بوائے اسکاؤٹ تحریک

اسکاوٹ تحریک کے بانی کی اہلیہ محترمہ اور عالمی چیف گائڈ لیڈی بیڈن پاول ماہ دسمبر میں آل انڈیا اسکاؤٹس اینڈ گائڈز جمہوری میں شرکت کرنے کے لئے ہندوستان تشریف لا رہی ہیں۔ یہ جمہوری بنگلور میں منعقد ہوگی۔

گذشتہ ۵۳ برسوں کے دوران میں اسکاؤٹ تحریک دنیا میں نوجوانوں کی صف اول کی تحریک بن چکی ہے۔ اور جس تصور نے انگلستان میں جنم لیا تھا وہ اب بھلائی کی ایک زبردست طاقت بن چکا ہے۔ اس وقت دنیا میں بوائے اسکاؤٹوں کی تعداد تقریباً ۹۰،۰۰،۰۰۰ ہے۔ اور یہ تحریک ایک سو سے زائد ملکوں میں چل رہی ہے۔ برطانیہ میں بوائے اسکاؤٹوں کی تعداد ۵،۰۰،۰۰۰ سے اوپر ہے۔

یہ عالمگیر تحریک کیسے شروع ہوئی؟ اس کا آغاز محض ایک اتفاق کا نتیجہ تھا۔

اس صدی کے ابتدائی برسوں میں جزیرہ براؤن سی (انگلستان کے جنوبی ساحل سے ذرا پرے) میں ۲۴ لڑکوں کی ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ اس نے اُن کو ایسی دستکاریاں سیکھنے میں مدد دی جو اُن کے لئے اور دوسروں کے لئے مفید ثابت ہو سکتی تھیں۔ اس شخص کا نام لفٹننٹ جنرل رابرٹ بیڈن پاویل تھا۔ جو بعد میں لارڈ بیڈن پاویل کے نام سے مشہور ہوا۔ جو لڑکے مذکورہ جزیرہ میں جمع ہوئے تھے۔ اُن کا تعلق سماج کے ہر طبقہ سے تھا۔ وہ پہلے بوائے اسکاٹ تھے۔ اور انہوں نے پہلے اسکاوٹ کیمپ میں شرکت کی تھی۔

بیڈن پاول جن کو پیار سے "بی۔ پی" کہا جاتا تھا، درحقیقت کوئی نئی تحریک شروع کرنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ لڑکوں کی کئی تحریکیں پہلے ہی سے چل رہی تھیں۔ لیکن وہ یہ ضرور محسوس کرتے تھے کہ بعض نئی سرگرمیوں کی تجویز پیش کرکے وہ لڑکوں کی تحریکوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اسکاؤٹنگ سے متعلق کتابچوں کا ایک سلسلہ لکھنا شروع کیا۔ بس پھر کیا تھا لڑکوں نے ان باتوں پر عمل کرنا شروع کر دیا جو انہوں نے "بی۔ پی" کے لکھے ہوئے کتابچوں میں پڑھی تھیں۔ یہ جلد واضح ہوگیا کہ لڑکے اس "کھیل" یعنی اسکاؤٹنگ سے بہت زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور "بی۔ پی" کو مجبور ہوکر تحریک کو منظم کرنے کے لئے جو انہوں نے اتفاقیہ شروع کی تھی، ایک دفتر قائم کرنا پڑا۔

اسکاؤٹنگ کی مکمل کتاب ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی اور پانچ زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا۔ ایک سال بعد لندن کے کرسٹل پیلیس میں منعقد کی گئی ایک ریلی میں ۱۱،۰۰۰ بوائے اسکاؤٹوں نے شرکت کی۔ "بی۔ پی" کے سامنے اب یہ سوال تھا کہ آیا فوجی سروس ترک کرکے اُن کو اپنا سارا وقت اسکاؤٹنگ کے لئے وقف کر دینا چاہئے یا کہ نہیں۔

۱۹۰۹ء میں شاہ ایڈورڈ ہفتم نے اُن سے پوچھا کہ اُن کا ارادہ کیا ہے۔ دنیا کے نوجوانوں کی یہ خوش قسمتی سمجھئے کہ انہوں نے فیصلہ اسکاؤٹنگ کے حق میں کیا۔

بعد کے برسوں میں یہ تحریک دوسرے ملکوں میں بھی پھیلنی گئی۔ برطانیہ کے بعد چلی پہلا ملک تھا جس نے اس تحریک کو اپنایا۔ جب "بی۔ پی" ۱۹۱۰ء میں کینیڈا اور امریکہ گئے تھے تو اُن کو معلوم ہوا کہ یہ تحریک وہاں بھی پھیل رہی ہے۔

جب ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو

قطعہ

سبزۂ نورس بھی دیکھو سوتے سوتے رہ گیا ‖ تصفیہ بھی آج دیکھو ہوتے ہوتے رہ گیا
بے خیالی سے بھی کہتا ہے یہی کیسہ سنو ‖ زر کو بھی تو آج دیکھو کھوتے کھوتے رہ گیا

(آمدہ از نذری باغ)

بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ بالغ لیڈر نہ ہونے کی وجہ سے تحریک جلد دم توڑ دے گی۔ لیکن اسکاؤٹوں نے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ اور جنگ کے بعد تحریک پہلے سے بھی زیادہ زور پکڑ گئی۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں لندن میں پہلی عالمی جمبوری منعقد کی گئی جس میں ۳۴ ملکوں کے (۸۰۰۰) آٹھ ہزار اسکاؤٹوں نے شرکت کی۔ جمبوری کے اختتام پر یہ اعلان کیا گیا کہ "بی۔ پی" دنیا کے پہلے اور واحد چیف اسکاؤٹ ہیں۔

اب تک ۱۰ عالمی جمبوریاں منعقد ہوئی ہیں۔ ان میں سے آخری جمبوری گذشتہ سال منیلا (فلپائن) میں ہوئی تھی۔

لڑکیاں بھی اس تحریک سے الگ رہنا نہیں چاہتی تھیں۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں "بی۔ پی" نے محسوس کیا کہ آزادی نسواں کی اسپرٹ نے بہت سی لڑکیوں کو اسکاؤٹ تحریک میں شامل ہونے کی ترغیب دی ہے اور کہ یہ ضروری ہے کہ اُن کے لئے ایک الگ تحریک شروع کی جائے۔

انہوں نے لڑکیوں کی تحریک کو منظم کرنے کا کام سب سے پہلے اپنی بہن اور بعد میں اپنی بیوی (لیڈی بیڈن پاول) کو سونپا۔ انہوں نے ہندوستان کی مشہور "گور آف گائیڈز" کے نام پر تحریک کا نام "گائیڈز" منتخب کیا۔

برطانیہ میں گرل گائیڈز کی تعداد ۵۰۰،۰۰۰ اور دنیا میں ۵،۰۰۰،۰۰۰ ہے۔

ہندوستانی محصولاتی افسر کی برطانیہ میں تربیت

معلوم ہوا ہے کہ مسٹر آر۔ بی سنہا جو حکومت ہند کی وزارت مالیات کے شعبۂ محصولات میں معائنہ افسر ہیں۔ ان دنوں لندن میں کولمبو منصوبہ کے تحت ٹیکسوں سے متعلق ایک کورس کر رہے ہیں۔ موصوف نے ایک انٹرویو میں بتایا ہے کہ اس بات سے مجھے بہت دلچسپی ہے کہ محصولاتی اقدامات سے کس طرح برآمدات کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے۔ میں جو کورس کر رہا ہوں وہ بہت وسیع اور جامع ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ میں یہاں ایسے طریقے سیکھ سکوں گا جن پر عمل کر کے ہندوستانی فرموں کی اس بات کے لئے حوصلہ افزائی کی جاسکے گی کہ وہ زیادہ سے زیادہ مال برآمد کریں۔

برطانیہ اور نائجیریا کے درمیان فوجی تعاون

مجوزہ معاہدہ کی اشاعت

برطانیہ اور نائجیریا کی حکومتیں دونوں ملکوں کی مسلح افواج کے درمیان نہایت گہرے تعاون کو فروغ دینے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ یہ اطلاع اس معاہدہ کے مسودہ سے ملی ہے جو ابھی ابھی لندن میں وائٹ پیپر کے طور پر شائع ہوا ہے۔ مسودہ سے متعلق اتفاق اس کانفرنس میں ہوا تھا جو اسی سال لندن میں ہوئی تھی۔ اب اس پر نائجیریا کی فیڈرل پارلیمنٹ کو مہر تصدیق ثبت کرنا ہے۔ حکومت برطانیہ نے مان لیا ہے کہ وہ مسلح افواج کی تربیت اور ترقی میں نائجیریا کو امداد دے گی۔ نائجیریائی فوج کے ممبران کو رائل ملٹری ایکاڈمی سینڈہرسٹ، رائل نیول کالج ڈارٹ متھ

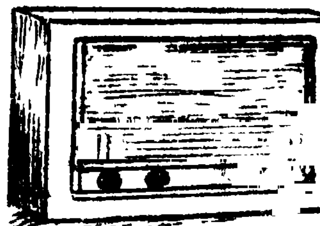
۴ اسٹاف کالج کیمبرلے جیسے اداروں میں تربیت کی سہولیات بہم پہنچائی جائیں گی۔ اگر نائجیریا نے اپنی فضائی فوج قائم کی تو حکومت برطانیہ نائجیریائی افسروں اور جوانوں کو تربیت دے گی۔

پاسبان اصل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے

قطعہ

استقامت بھی تو دیکھو کہ امامت میں رہی — کیسی اُلجھن یہ ذرا دیکھو خلافت میں رہی
راہِ کج چل کے بھی اور کر کے بھی اغلاط اہم — گردشِ خامہ عجب آج کتابت میں رہی

(آمنہ از زندی باغ)



روحانی ریڈیو

ناشر:- مجذوب حیدرآبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے انکے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جراءت نہیں کر سکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہوجائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایکزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ۔ سے بول رہے ہیں ابھی آپ اپنا پسندیدہ ریکارڈ۔۔۔

"باگرم ہم ہم ہم"

سن رہے تھے، اب جناب مبصر ایک مدد تقریر فرمائیں گے، آپکی تقریر کا عنوان ہے

"جرم و سزا"

جناب مبصر:-

روحانی دنیا کے دوستو!

آپ نے یہ خبر فرحت اثر اخبارات میں ضرور پڑھی ہوگی کہ ہماری حکومت، غذائی اشیاء میں ملاوٹ کے انسداد کے لئے ملاوٹ کرنے والوں کو سخت سے سخت اور عبرت ناک سزائیں دینے کی نسبت غور کر رہی ہے بلاشبہ حکومت کا یہ اقدام جو ابھی خیال سے عمل تک نہیں پہنچا ہے ایک اچھا اقدام ہے لیکن جہاں تک ملاوٹ کرنے والوں کی عادت کا تعلق ہے جو اب رفتہ رفتہ طبیعت ثانیہ اور فطرت بن چکی ہے۔ ہزار یا نسو روپے جرمانہ ہفتہ دو ہفتہ قید سادہ یا محلکہ پابند ضمانت سے کام نہیں چلے گا ملاوٹ کے بالکلیہ انسداد کے لئے تو:-

"Should be hanged till death"

کے قسم کی سزا دی جانی چاہیئے، جس طرح کپڑا چرانا درزیوں کی فطرت ثانی اور سونا چرانا۔ سناروں کی طبیعت ثانی ہے یعنی اگر یہ لوگ کپڑا اور سونا نہ چرائیں تو انکے پیٹ میں درد ہوا کرتا ہے، اسی طرح غذائی اشیاء میں ملاوٹ کرنا ایمان فروش تاجروں کی فطرت ثانی ہے، لہٰذا ملاوٹ کرنے والوں کو ان کی نوعیت جرم کے لحاظ سے حسب ذیل سزائیں اگر دی جائیں تو ایک طرف انصاف کا تقاضہ بھی پورا ہوگا اور ملاوٹ کا انسداد بھی کما حقہٗ ہوگا

۱۔ اگر کوئی گوّلی یا سیر دودھ میں آدھ سیر پانی ملا کر "ملاوٹ" دودھ بیچتا ہوا پایا جائے تو اسکی تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ ضبط کی جاکر ہراج کردی جائے اس ہراج سے جو رقم وصول ہو اسکا ½ حصہ سرکار جمع کردی جائے اور باقی ½ رقم گوّلی کو دے دی جائے تاکہ اسطرح دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی صحیح ثابت ہو

۲۔ اگر کوئی شخص گھی میں چربی ملا کر بیچتا ہوا پایا جائے تو ایسے شخص کی تمام جائیداد ضبط کرلی جائے اور اسکو ایک سال کے لئے قید با مشقت کی سزا دیجائے لیکن

جیل میں اس کو سوائے چربی کے اور کوئی چیز کھانے کے لئے نہ دی جائے

۳۔ اگر کوئی تیلی، تیل میں آمیزش کرتا ہوا پایا جائے تو تیل میں کالک ملا کر اس شخص کے منھ پر "غازہ" لیا جائے پھر اس کو اس طرح گدھے پر بٹھایا جائے کہ گدھے کی دم کی طرف اس کا منھ رہے اور گدھے کے منھ کی طرف اس شخص کی دم۔ اس طرح گدھے پر سوار کرنے کے بعد اس کا ایک شاندار جلوس نکالا جائے، یہ جلوس تمام شہر میں گشت کرایا جائے اگر اس سزا کے بعد وہ شخص تیل میں آمیزش کرنا چھوڑ دے تو فبہا المراد، لیکن اس سزا کے بعد بھی اگر جرم کا اعادہ کرے تو ایسے شخص کو جیل بھجوا کر گار کے پتھر سے تیل نکالنے کے لئے کولھو میں جوتا جائے اور جب تک گار کے پتھر سے تیل نہ نکلے اس وقت تک سزا کا سلسلہ جاری رہے

۴۔ اگر کوئی شخص مرچ پوڈر میں آمیزش کرتا ہوا پایا جائے تو ایسے شخص کی آنکھوں میں مرچ لگا کر مسلسل چھ ۶ مہینے تک مرچ کا بھپارہ اور دھونی دی جائے۔

۵۔ اگر کوئی رائس مل کا مالک یا غلہ کا بیوپاری غذائی اجناس میں کنکر اور ڈھیلے ملانے کے جرم میں ماخوذ ہو تو ایسے شخص کو ایک سال کے لئے قید بامشقت کی سزا دی جائے لیکن جیل میں اس شخص سے صرف یہ مشقت لی جائے کہ روزانہ ایک تھیلہ ریت میں آدھا تھیلہ خشخاش اور آدھا تھیلہ تل ملا دی جائے اور اس سے یہ کہا جائے کہ صبح (۶) بجے سے شام کے (۶) بجے تک ریت سے خشخاش اور تل چن چن کر علحدہ کرتا رہے

۶۔ اگر کوئی شخص گڑ کے شیرے سے "شہد خالص" بناتا ہوا پایا جائے تو ایسے شخص کو شہد کی مکھیوں کے چھتے کے قریب الٹا ٹانگ کر مکھیوں کو چھیڑا جائے اس سزا کا سلسلہ مسلسل ایک ماہ جاری رہے

۷۔ اگر کوئی شخص بھٹے کے بالوں اور گھاس کو رنگ کر "اصلی زعفران" بیچتا ہوا پایا جائے تو ایسے شخص کو ایک سال کے لئے جیل بھجوا دیا جائے لیکن جیل میں اس کو سوائے گھاس کے اور کوئی غذا نہ دی جائے

۸۔ اگر کوئی کلال، سیندھی میں کلوروفام ملاتا ہوا پایا جائے تو ایسے شخص کو سیندھی کے درخت سے باندھ کر تمام سیندھی پینے والوں کو حکم دیا جائے کہ ایک ایک گھونٹ سیندھی اپنے اپنے مخصوص طریقے سے اس شخص کے منھ پر روزانہ کلی کیا کریں اور یہ سلسلہ چھ ۶ ماہ تک جاری رہے

۹۔ اگر کوئی کیمونسٹ، معاف کیجئے اگر کوئی کیمسٹ ولایتی ادویات کی بوتلوں میں نقلی دوائیں بھر کر بیچتا ہوا پایا جائے تو ایسے شخص کو چھ مہینہ تک دواخانہ عثمانیہ کے قریب کسی درخت پر الٹا ٹانگ دیا جائے اور دواخانہ عثمانیہ کو آنے جانے والے ہر بیمار کو یہ تاکید کر دی جائے کہ وہ آتے جاتے اس کیمسٹ کے سر پر ایک چپت لگا کر گذرے

اگر حکومت ایسی سزائیں تجویز کرے اور بلا رو رعایت ایسی سزائیں دی جائیں تو میں گیارنٹی دیتا ہوں

کہ صرف چھ مہینے میں ہمارے ملک سے ملاوٹ کرنیوالے اسی طرح غائب ہو جائیں گے جسطرح گدھے کے سر سے سینگ۔
لیکن اگر حکومت مذکورہ بالا سزاؤں کی بجائے محلکہ یا بند ضمانت یا صرف جرمانہ پر اکتفا کرے تو وہی حال ہوگا جو بلا لائٹ سیکل چلانے اور ڈبل سواری سیکل سواروں کا ہوتا ہے، آج جرمانہ ادا کیا اور کل پھر بغیر لائٹ سیکل چلانے لگے ملاوٹ کی پاداش میں اگر صرف جرمانے ہی لئے جائیں تو ملاوٹ کرنے والے جرمانے بھی ادا کرتے رہیں گے اور ملاوٹ بھی کرتے جائیں گے۔ یعنی ؎

مئے بھی پیتے ہیں توبہ کرتے ہیں
یہ بھی جاری ہے وہ بھی جاری ہے

مجھے امید ہے کہ ہماری حکومت میرے ان مشوروں پر جو خالص اور بغیر ملاوٹ کے ہیں۔ اپنی آئندہ فرصت میں غور کرے گی اور ملاوٹ کے انسدادی قانون میں مذکورہ بالا سزاؤں کو شامل کرے گی

ایک ارنوری بیٹھ پر ہم روحانی نشر گاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ جناب ... کی تقریر ... سن رہے تھے اب ہمارے نشریات کا وقت ... ہوتا ہے ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے --- بند

جواں سال مجتہد کے اعزاز میں عشائیہ

حیدرآباد۔ ۲ر ڈسمبر کل رات زبدۃ العلماء مولوی سید کلب عابد صاحب قبلہ مجتہد لکھنو کے اعزاز میں نواب سید محمد حسن خاں صاحب فرزند نواب کمال یار جنگ مرحوم نے دیوڑھی کمال یار جنگ میں ایک پرتکلف عشائیہ ترتیب دیا تھا جسمیں تقریباً (۴۰) سے زائد مومنین بالتمکین شریک تھے جن میں قابل ذکر مولوی سید ضیاء الحسن صاحب قبلہ مبلغ، مولوی سید نقی حسن صاحب وفا، جناب ناوک لکھنوی صاحب، نواب سید کاظم حسین صاحب واثق، نواب سید حسن پاشاہ صاحب صدر اسٹیٹ شیعہ کانفرنس، نواب سید حسین صاحب (چھٹو نواب)، نواب سید رضا علی صاحب، نواب میر فرزند علی صاحب، مولوی مرزا محمد رضا صاحب ریاض، نواب میر طاہر علی خانصاحب صدر انڈو عرب سوسائٹی، آقای حسین خلیلی صدر سیرۃ الزہرا کمیٹی، مولوی سید نظام الدین صاحب، مولوی رئیس مرزا بیگ بہادر، نواب سید اصغر حسین خانصاحب (تراب جنگ)، نواب سید مظفر حسین خانصاحب (احسن یار جنگ) نواب سید عبد الوہاب صاحب، نواب سید عبد المجید صاحب، مولوی مرزا محمد جعفر صاحب اور نواب داؤد علی خان صاحب تھے۔

پس منظر

برلن کا مسئلہ

امریکہ، برطانیہ، اور فرانس اپنے اس فیصلے پر مضبوطی سے قائم ہیں کہ وہ مغربی برلن کے محصور لوگوں کی آزادی اور سلامتی کی حفاظت کریں گے۔ برلن کے متعلق تینوں ملکوں کا یہ موقف ایک نئے پمفلٹ میں دہرایا گیا ہے۔ جو امریکہ کی وزارت خارجہ نے برلن کے مسئلہ سے متعلق جاری کیا ہے۔ تینوں اتحادیوں نے اپنے اس حلف کو دہرایا ہے کہ اگر برلن پر مسلح حملہ کیا گیا تو وہ اسے اپنے اوپر حملہ تصور کریں گے۔ بلاشبہ یہ ایک بہت بھاری ذمہ داری ہے جس کے متعلق روسیوں اور ان کے کٹھ پتلی ممالک کو کسی قسم کی غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔ پمفلٹ میں بتایا گیا ہے کہ مغربی ممالک نے کسی ایسی سرد جنگ کی بھی مزاحمت کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے جس کا تعلق برلن میں ان کے حقوق کے ساتھ ہو جو باقاعدہ بین الاقوامی معاہدوں کے تحت مسلمہ قرار دیئے جا چکے ہیں۔ پمفلٹ میں تفصیل کے ساتھ اس تاریخ کو دہرایا گیا ہے جس سے برلن کی موجودہ صورت حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ اس میں سوویٹ یونین اور مشرقی جرمنی کی کمیونسٹ حکومتوں کی ان پریشان کن کارروائیوں کی تفصیل دی گئی ہے جن سے آزاد برلن کو دوچار ہونا پڑا ہے۔ اس میں اتحادیوں کی ان کوششوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ جو وہ برلن کے مسئلہ نیز منقسم جرمنی کے مسئلہ کو منصفانہ طور پر حل کرنے کی غرض سے کرتے آئے ہیں۔ پمفلٹ میں مزید لکھا ہے کہ برلن کے متعلق اتحادی موقف کے لئے بہت سی وجوہات ذمہ دار ہیں۔ جن سے وہ (اتحادی) دستبردار نہیں ہو سکتے۔ امریکہ اور اس کے ساتھی ممالک نیز مغربی برلن کے باہمت لوگ کمیونسٹوں کے مسلسل دباؤ اور دھمکیوں کے باوجود اس شہر کو آزاد رکھنے میں کامیاب رہے ہیں۔

اس کے نتیجہ کے طور پر برلن ہر مقام کے آزاد لوگوں کی اس جد وجہد کا نشان بن گیا ہے جو وہ اپنی آزادی کو برقرار رکھنے کی غرض سے کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے جو آہنی پردے کے پیچھے ہیں، برلن امید کا ایک روشن مینار ہے۔ برلن ان لوگوں کے لئے غالباً مغربی ممالک کے اتحاد، طاقت اور قوت ارادی کا اطمینان بخش ثبوت ہے۔ جہاں تک مشرقی برلن کے لوگوں کا تعلق ہے ان کے لئے برلن آزاد دنیا کے ساتھ رابطہ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس طرح اسے خاص اہمیت حاصل ہے۔ برلن ان لوگوں کے لئے جرمنی کا روایاتی دارالخلافہ ہے اور یہ اس امید کی نشاندہی کرتا ہے کہ کسی دن جرمنی پھر متحد ہو سکے گا۔ اتنا ہی نہیں۔ جو لوگ پولیس سٹیٹ میں زندگی برداشت نہیں کر سکتے برلن ان لوگوں کے لئے آزادی کے کھلے دروازے کا کام دیتا ہے۔ پمفلٹ میں لکھا ہے کہ اگر برلن کی آزادی چھن گئی تو یہ مغربی ممالک کے لئے آزاد دنیا کے اس مدافعتی ڈھانچے میں پہلا سوراخ ہوگا جو ناٹو کے قیام ہی سے مغربی یورپ میں روسیوں کے پھیلاؤ میں رکاوٹ ثابت ہوا ہے۔ اگر برلن کمیونسٹوں کے دباؤ کی تاب نہ لا سکا تو اس کا مطلب مغربی برلن کی ساڑھے ۱۲ لاکھ آبادی کو کمیونسٹوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دینا ہوگا جو بلا خوف اور مضبوط روسی بلاک کے آگے حوصلے اور ہمت سے ڈٹ کر کھڑی چلی آئی ہے۔ اس قسم کے نقصان کا دنیا بھر کے آزاد لوگوں کے حوصلے اور ہمت پر تباہ کن اثر ہوگا۔ برلن مغربی ممالک کے اس ارادے اور فیصلے کی سب سے بڑی آزمائش ہوگا۔ جو وہ آزاد لوگوں کے حقوق کو کمیونسٹوں اور کمیونسٹ طاقت سے محفوظ رکھنے کے لئے کر چکے ہیں۔

قطعہ

مے ہے چھلکی سحر و شام خم زریں سے
کھنچی جاتی ہے صبا وقت خرام دلکش

مات ہو کر رہی شطرنج کو بھی فرزیں سے
دامن باغ ہے پر آج گل و نسریں سے

(آمد از ندرت باغ)

پس منظر

پارلیمنٹری نظام کو ختم کرنے کے لئے کمیونسٹوں کی چالیں!

پچھلے دنوں اتحادی سبھا میں روسی وزیر اعظم مسٹر خروشچیف نے جو کچھ کیا وہ کوئی نیا یا لاپروائی پر مبنی اقدام نہیں تھا جیسا کہ بہت سے لوگوں کا خیال ہے۔ عملی طور پر انہوں نے ان کمیونسٹ ہتھکنڈوں سے کام لیا جو وہ پچھلے چالیس برس سے بھی زیادہ عرصے سے پارلیمنٹری نظام کے خلاف استعمال کرتے رہے ہیں۔ کمیونسٹ اصولوں کے مطابق پارلیمنٹ ایک ایسا آلہ کار ہے جسے خصوصیت سے کمیونسٹ مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور جب یہ مقاصد پورے ہو جائیں تو اس ادارے کو تباہ کر دیا جاتا ہے۔ پارلیمنٹوں کے متعلق کمیونسٹوں کا رویہ سب سے پہلے ۱۷-۱۹۱۲ء کے دوران میں سامراجی روسی پارلیمنٹ کے دنوں میں ظاہر کیا گیا تھا۔ اس میں لینن نے اپنی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے ممبروں کو ہدایت دی تھی کہ اس ادارے کو کمیونسٹ کاز کو فروغ دینے کے لئے استعمال کیا جائے۔ چنانچہ لینن کی رہنمائی میں کمیونسٹ ممبران پارلیمنٹ نے روسی پارلیمنٹ کی مذمت کی اور گرد و نواح کے شہروں کے عوام کو بھڑکانے کے لئے تقریریں کیں۔ کمیونسٹ ممبروں نے صرف وہی بل تجویز کئے اور صرف انہی کی حمایت کی جن سے مختلف گروہوں میں اشتعال پیدا ہو سکتا اور رنج و غصہ پھیل سکتا تھا۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں کمیونسٹ انٹرنیشنل کی دوسری کانگریس میں پارلیمنٹری نظام کے متعلق کمیونسٹ طریق کار کی تفصیل مرتب کی گئی۔ اس وقت سے ان تجویزوں پر عمل ہو رہا ہے۔ پہلے روسی عوام کو یہ بتایا گیا کہ نیشنل کانگریس کی طرف سے آئین ساز اسمبلی کو ختم کیا جانا جمہوری اور آئین کے مطابق ہے۔ اس کے بعد پارلیمنٹوں کے متعلق سرکاری رویہ کا تعین کیا گیا۔ اس میں کہا گیا کہ پارلیمنٹ بورژوا حکومت کی واضح صورت ہے اس لئے یہ کمیونسٹ سماج سے کسی طرح بھی جوڑ نہیں کھا سکتی۔ پرولتاریوں کا کام تمام بورژوا مشنری اور اس کے ساتھ ہی تمام پارلیمنٹری اداروں کو تباہ و برباد کرنا ہے خواہ یہ جمہوری یا آئینی بادشاہتوں کے قائم کئے ہوئے ہی کیوں نہ ہوں۔ کمیونزم پارلیمنٹوں کو مستقبل کے ادارے کے طور پر مسترد کرتا ہے۔ اور پارلیمنٹوں کو اپنا ہم خیال بنانا بھی ممکنات سے بعید قرار دیتا ہے۔ اس کی خواہش پارلیمنٹوں کو ختم کرنا ہے۔ اس لئے صرف یہی کہنا ممکن ہے کہ اسے بورژوا حکومتی تنظیموں کو تباہ کرنے کے مقصد سے استعمال کیا جاتا ہے۔

ان طریقوں کی وضاحت کے بعد کمیونسٹوں کو ہدایت دی گئی کہ وہ پارلیمنٹوں کی نشستوں کے لئے انتخاب لڑیں اور اندر جا کر اپنے خیالات لوگوں تک پہنچائیں۔ ممبروں کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ آئین ساز ممبر نہیں بلکہ پارٹی کی طرف سے بھیجے ہوئے ایجی ٹیٹر ہیں۔ اور پارلیمنٹ کا کوئی بھی کمیونسٹ ممبر اپنے حلقہ انتخاب کے سامنے نہیں بلکہ کمیونسٹ پارٹی کے سامنے جوابدہ ہے خواہ وہ قانونی ہے یا غیر قانونی۔ کمیونسٹ یہ طریقے مختلف صورتوں میں استعمال کرتے آ رہے ہیں۔ مزدوروں کی تنظیموں میں بھی انہیں استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ امریکہ کی بجلی، ریڈیو اور مشینری کی صنعتوں کی بین الاقوامی یونین کے صدر جیمز کیری اور اے ایف۔ ایل سی۔ آئی۔ او۔ امریکی مزدور

قطعہ

رنگ دیا گُل نے بھی غنچہ بن کر — اور بلبل کو شکنجہ بن کر
جملہ آفات کو نیکوں کے لئے — ڈھا دیا ایک لفنگہ (شخص بد) بن کر

(آمدہ از نذری باغ)

[illegible] نے بھی واضح کیا ہے کہ کمیونسٹ [illegible] تنظیموں پر بھی ۵۰ - ۱۹۴۵ء کے دوران میں ان کے افراد نے پہلے کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ جب کمیونسٹ ملکی حکومتوں پر پارلیمنٹوں کے ذریعہ قابو پانے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ ۱۹۲۰ء کے ہدایت نامے کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اسی طرح بین الاقوامی کانفرنسوں میں بھی عمل کیا جاتا ہے۔ یہی کچھ انہوں نے ڈیمبوب کنونشن کے موقعہ پر کیا جہاں انہیں اکثریت حاصل تھی اور اپنے مفاد کے لئے تیزی سے کم سے کم وقت میں کارروائی کی۔ اور جب اتحادی سبھا جیسی تنظیموں میں یہ اقلیت میں ہوتے ہیں تو اکثریت پر جارحانہ حملے اور مختلف طریقوں سے تنظیم کی کامیاب کارروائی کو درہم برہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اتحادی سبھا میں سال رواں میں ۱۹۲۰ء کے ہدایت نامے پر عمل کیا گیا جب کھروشچوف بغض کو ذہن میں رکھتے ہوئے اٹھے اور اس یقین کے مطابق عمل کیا کہ پارلیمنٹری نظام کو کمیونسٹ اغراض و مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے اور جب کمیونزم کی فتح ہو تو پارلیمنٹری نظام کو تباہ کر دیا جانا چاہیے۔ اگر کھروشچوف اتحادی سبھا کے ایگزیکٹو ڈھانچے میں تبدیلی لانے میں کامیاب ہو جاتے تو گویا اس کا مطلب یہ ہوتا کہ اس تنظیم کو تباہ کرنے کی طرف پہلا قدم اٹھا لیا گیا ہے۔

رائل انڈیا و پاکستان و سیلون سوسائٹی کی گولڈن جوبلی

۱۶ نومبر کو رائل انڈیا و پاکستان و سیلون سوسائٹی کی گولڈن جوبلی کے سلسلے میں لندن میں ایک ڈنر کا انتظام کیا گیا تھا اس موقع پر سوسائٹی ہذا کے صدر لارڈ ہیلیفیکس نے بتایا کہ کس طرح یہ تنظیم معرض وجود میں آئی تھی۔ بات یہ ہوئی کہ مرحوم ولیم راڈنسٹین کا ایک مراسلہ اخبار "ٹائمز" میں شائع ہوا تھا۔ جس میں انہوں نے اس تنقید کا جواب دیا تھا جو ایک لیکچر میں ہندوستانی آرٹ پر کی گئی تھی۔ انہوں نے لکھا تھا کہ ہندوستان کا اعلیٰ آرٹ عوام کے مذہبی جذبات اور خدا سے متعلق اُن کے گہرے تصورات کا مظہر ہے۔ اس مراسلہ کے نتیجے کے طور پر آج سے پچاس سال قبل انڈیا سوسائٹی قائم کی گئی تھی۔ اس کا مقصد برطانیہ میں ہندوستانی آرٹ کی خوبیوں کو اجاگر کرنا تھا۔ سوسائٹی نے ہندوستانی آرٹ سے متعلق متعدد کتابیں شائع کی ہیں اور نمائشیں منعقد کی ہیں۔ اس نے ٹیگور کی مشہور کتاب "گیتا نجلی" بھی شائع کی تھی۔ سوسائٹی کا رسالہ "آرٹ اینڈ لیٹرز" گذشتہ ۲۵ برسوں سے شائع ہو رہا ہے۔ ملکہ میری اکثر ہندوستانی آرٹ کی نمائشیں دیکھنے جایا کرتی تھیں ۱۹۴۴ء میں وہ سوسائٹی کی سرپرست بن گئی تھیں اور اسی سال اس کا نام رائل انڈیا سوسائٹی پڑ گیا تھا۔ اب اس کا نام رائل انڈیا و پاکستان و سیلون سوسائٹی ہے۔

قطعہ

عشق لیلےٰ کی کہانی رہ گئی
بہر گلہ یہ نشانی رہ گئی
آگیا جب عمر کا یہ انقلاب
اُف میری جوانی رہ گئی

[illegible]

جان ٹی رِیڈ

کلچرل اتاشی امریکی سفارتخانہ!

مہاتما گاندھی۔ امریکہ میں

ان لوگوں کے لئے جو گاندھی جی کی عملی زندگی کی روز مرّہ کی مصروفیتوں سے الگ تھلگ رہنے والا ایک روحانی پیغمبر سمجھتے ہیں۔ یہ بات غالباً عجیب و غریب دکھائی دیگی کہ ان کے دو نہایت جوشیلے امریکی مدّاح دنیا دار اور جہاں آشنا صحافی تھے۔ یہ درحقیقت کوئی الٹی بات نہیں ہے۔ کیونکہ وہ لوگ جو ہندوستان کے اس عظیم رہنما کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ بھی ایک حقیقت پسند، زود فہم اور حقیقی معنوں میں جہاں آشنا رہنما تھے۔ جنہوں نے مثالی نتائج کے حصول کے لئے عملی طریقوں کی کھوج کی اور بالآخر انہیں پا لیا۔ گاندھی جی کا شاندار ہی وصف تھا جس نے پہلے پہل امریکہ کے عصر حاضرہ کے دو ممتاز صحافیوں لوئیس فشر اور ونیسنٹ شین کو اس سادہ مزاج شخص کا گرویدہ بنا دیا جو ہندوستان کی تحریک آزادی کی علامت تھے۔ ان میں سے کوئی بھی اپنی نوجوانی کے آغاز میں راہبانہ زندگی کا خوگر نہیں تھا۔ اور نہ کوئی صداقت سے متعلق ہندوستانی نظریے کا سنجیدہ طالب علم بنا۔ شین نے جو آئرش۔ امریکی والدین کے ہاں ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے تھے، شکاگو یونیورسٹی میں کچھ عرصہ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد وسط مغربی امریکہ کے ایک اخبار میں ایک اخبار نویس کے طور پر کام کیا۔ بعد میں وہ چند برس تک "شکاگو ٹریبون" کے یورپی نامہ نگار کے طور پر کام کرتے رہے لیکن ۱۹۳۵ء میں "پرسنل ہسٹری" کی اشاعت کے ساتھ انہیں شہرت اور دولت حاصل ہو گئی۔ یہ نیم سرگزشت نما سیاسی صحافت کی ایک شاندار مثال تھی۔ چار سال بعد ان کی ایک اور کتاب not peace but a sword نے امریکہ بھر کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ اس میں اس وقت کے عالمی حالات کا جائزہ واقعات اور حقائق کی بنیاد پر لیا گیا تھا۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد شین کو ہندوستان کی جدوجہد آزادی اور خصوصاً اس کے حیرت انگیز رہنما میں زیادہ دلچسپی پیدا ہو گئی۔ انہوں نے گاندھی جی کی "گیتا" اور ان کے فکر و عمل کے فلسفے کا زیادہ گہرا مطالعہ کیا۔ مہاتما گاندھی کے قتل سے پہلے جن آخری غیر ملکیوں نے ان سے ملاقات کی تھی ان میں مسٹر شین بھی تھے۔ جب یہ المناک واردات ہوئی مسٹر شین اس وقت برلا ہاؤس کے باغ میں تھے۔ انہوں نے اپنے مشاہدہ اور مطالعہ سے گاندھی جی کے متعلق دو کتابیں لکھیں ۱۹۴۹ء میں "lead thy kindly light" اور ۱۹۵۰ء میں "مہاتما گاندھی" ان کتابوں کے بارے میں نقادوں نے کہا ہے کہ جس طرح یہ گاندھی جی کی روحانی زندگی کا انکشاف کرتی ہیں اسی طرح ایسے اعتقاد کی جانب مصنف کی پیش قدمی کا اظہار بھی کرتی ہیں جس سے اسے اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ نقادوں نے ہندو طرز زندگی کے بارے میں شین کی معلومات کا بھی ذکر کیا ہے۔ لوئیس فشر بھی ایک بلند پایہ صحافی ہیں۔ اور تین اہم اسباب کی بنا پر امریکیوں میں مشہور ہیں۔ سوویٹ روس کے متعلق ان کی جامع اور تازہ ترین معلومات، ان کی آزاد خیالی اور گاندھی جی کے متعلق ان کی مفاہمت۔ مسٹر فشر ۱۸۹۶ء میں فلیڈ لفیا میں پیدا ہوئے تھے۔ پہلی عالمی جنگ میں برطانوی یہودی پلٹن میں کام کرنے کے بعد وہ یورپ میں ایک اخباری نامہ نگار کے طور پر ۱۸ برس تک مقیم رہے اور زیادہ عرصہ روس میں گزارا۔ ہسپانوی خانہ جنگی کے دوران میں، وہ جمہوری حکومت کے سرگرم حامی تھے۔ اس کے جلد بعد انسانی

قطعہ

آج شادی کفِ قاضی سے ہُوئی
واسطے مَرد کے عورت کے سُنو

یاد بھی حَال کی مَاضی سے ہُوئی
یہ کشش صُورتِ راضی سے ہُوئی

(آمدہ از ندی باغ)

آزادی کے متعلق ان کی مسلسل دلچسپی انہیں ہندوستان لے آئی تاکہ وہ ہندوستان کی تحریک آزادی کا قریب سے مشاہدہ کر سکیں۔ ۱۹۴۲ء میں مسٹر فشر نے ہندوستان میں کافی وقت گذارا اور سیواگرام میں گاندھی جی اور ان کے فکر و عمل کے طریقے سے واقفیت حاصل کی۔ اس وقت انہوں نے مہاتما گاندھی کے متعلق اپنی پہلی کتاب لکھی جس کا عنوان تھا "گاندھی جی کے ساتھ ایک ہفتہ"۔ یہ اسی وقت کی بات ہے جب گاندھی جی نے ہندوستان کے کاز کی حمایت کے لئے صدر روزویلٹ کو ایک خط بھیجنے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ خط لوئیس فشر ہی کے ذریعہ صدر امریکہ تک پہنچایا گیا تھا۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ فشر کی "مہاتما گاندھی کی زندگی" جو ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی دنیا میں گاندھی جی کے کارناموں کے متعلق ایک بہترین کتاب ہے۔ یہ ایک موثر اور ڈرامائی کتاب ہے اور اگرچہ مصنف کا اندازِ تحریر واقعیت پسندانہ ہے تاہم اپنے موضوع سے ان کا لگاؤ بالکل عیاں ہے۔ ڈاکٹر جان ہینز اور ڈاکٹر ہومر جیک جیسے گاندھی جی کے دوسرے امریکی چیلوں کی مانند ونسینٹ شین اور لوئیس فشر نے امریکنوں میں گاندھی جی کے متعلق زیادہ سے زیادہ مفاہمت پیدا کرنے اور اس امر کا احساس کرایا ہے یہ بدقسمتی ہے کہ اس بے چین دنیا میں گاندھی جی اپنی خاص قسم کی طاقت رکھتے تھے۔ اور وہ تھی روحانیت کی طاقت۔

قطعہ

... کسی حال میں کھویا نہیں جاتا ... نہیں جاتا
... نہیں جاتا

پالنا

کرشن چندر ایم۔ اے

میرے ہاتھ میں ایک عینک ہے، لوگ سے عینک کہتے ہیں مگر میرے خیال میں یہ صرف کانچ کے ٹکڑے ہیں جو پلاسٹک کی کمانی میں اسطرح پھنسا دیے گئے ہیں جسطرح سماج کی کمانی میں انسان کی زندگی پھنسا دی جاتی ہے۔ یہ زندگی ٹوٹ سکتی ہے مگر اس کمانی سے باہر نہیں نکل سکتی۔ یہی حال ان کانچ کے دو ٹکڑوں کا ہے!

مگر پلاسٹک کی کمانی میں پھنسے ہوئے کانچ کے یہ دو ٹکڑے معمولی بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ جب میں انہیں اپنی آنکھوں پر لگتا ہوں تو میری آنکھوں کو وہ سب کچھ نظر آنے لگتا ہے، وہ سب کچھ جو اس سے پہلے نظر نہ آتا تھا، یا موہوم، مبہم اور پراسرار دکھائی دیتا تھا پھیلا پھیلا، دھندلکوں میں لپٹا ہوا، عینک لگانے پر سب کچھ صاف صاف نظر آنے لگتا ہے جیسے دھند چھٹ گئی ہو، غبار دھل گیا ہو۔ اور ہر چیز فوکس میں ہو۔ میرے خیال میں کانچ کے ٹکڑوں کا کوئی اور فائدہ ہو نہ ہو یہ فائدہ تو ضرور ہے کہ یہ ٹکڑے انسان کی آنکھوں کو ٹھیک کر دیتے ہیں۔ یوں تو ہر انسان کے پاس آنکھیں ہوتی ہیں، آنکھوں میں نظر ہوتی ہے۔ مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان آنکھیں ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں دیکھتا، نگاہ ہوتے ہوئے بھی اندھا رہتا ہے اور ایسا محسوس کرتا ہے جیسے اس کے چاروں طرف اونچی اونچی دیواریں ہوں اور بیچ میں اندھیرا ہو —!

مگر یہ کانچ کے ٹکڑے عجیب ہیں، یہ دیواروں کے پار دیکھ لیتے ہیں، جہاں اندھیرا ہوتا ہے وہاں روشنی کر دیتے ہیں یہ چاہیں تو وقت تھم جائے، آگے بہنے لگے یا پیچھے چلنے لگے۔ جب نظر ان ٹکڑوں میں سے گزرتی ہو تو روشنی سے زیادہ تیز رفتار ہو جاتی ہے، وہ کبھی تو ساری کائنات کا احاطہ کر لیتی ہے اور کبھی ایک نکتہ پر مرکوز ہو جاتی ہے۔

میں ہر روز صبح کا اخبار انہی کانچ کے ٹکڑوں کی مدد سے پڑھتا ہوں، مگر ان کا برتاؤ میری آنکھوں سے عجیب سا ہوتا ہے۔ مثلاً جب آج صبح کے اخبار میں پردھان منتری کی تقریر پڑھنا چاہتا تھا مگر یہ کانچ کے ٹکڑے شاید کچھ اور ہی پڑھنا چاہتے تھے، میں نے جوں ہی پردھان منتری کی تقریر پڑھنی شروع کی میری نظر کے نیچے سے اخبار کے الفاظ پھیلنے لگے، پھیل کر اپنی شکل کھونے لگے اور بڑے بڑے دائرے بن کر میری آنکھوں کے سامنے ناچنے لگے۔ میں نے پریشان ہو کر وہاں سے نظر ہٹالی۔ سوچا، چلو پردھان منتری کی تقریر نہ سہی کوئی دوسری خبر ہی پڑھ لیں گے۔ ذرا معلوم تو کریں افریقہ میں کیا ہو رہا ہے؟ یہ جاننے کے لئے میں نے اخبار کا صفحہ پلٹا تو میری نگاہ پھسلتے پھسلتے، افریقہ کی خبر سے بھی ایک تصویر پر آکر رک گئی اور کانچ کے ٹکڑے فوکس میں آگئے۔ یہ افریقہ کے کسی بڑے نیتا کی تصویر نہ تھی، یہ دراصل ایک یتیم خانہ کی تصویر تھی، جسکے باہر ایک پالنا لٹکا ہوا تھا، تاکہ لوگ حرامی بچوں کو کسی گندی موری میں ڈال دیتے یا کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینکنے کی بجائے اس پالنے میں رکھ جائیں! کتنا نیک خیال آیا تھا کسی کو! جس کسی نے یہ ترکیب نکالی ہے اس کی داد نہ دینا بڑا ظلم ہوگا۔ میں نے پلک جھپکا کر غور سے اس پالنے کی طرف دیکھا اور پلک جھپکنے ہی میں وہاں موجود تھا۔

سانولے رنگ کی ایک عورت اس پالنے میں ایک بچہ رکھ کر اور گھنٹی بجا کر جلدی سے واپس جا رہی تھی۔



"آہستہ — ارے — ٹھہرو!"

میں نے اس سے چلا کر کہا مگر وہ تیزی سے سیڑھی اور گیٹ پر جا کر غائب ہو گئی۔ میں نے ایک بار نے بڑا بڑھتے ہوئے بچے کی طرف دیکھا اور دوسرے لمحے میں اس عورت کی طرف دوڑا اور دوسری گلی کے آخری سرے پر اسے جا لیا۔ وہ ہانپتی ہوئی ایک ٹوٹے ہوئے مکان کے خالی برآمدے میں بیٹھ گئی۔ مجھے قریب آتے دیکھ کر اس کی گھبراہٹ اور پریشانی میں دم بدم اضافہ ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا

"تمہیں شرم نہیں آتی؟ اپنا بچہ اس پالنے میں چھوڑ آئی ہو؟"

مگر بالکل قریب پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ میرا اس سے یوں سوال کرنا ٹھیک نہ تھا کیونکہ وہ عمر کے اس حصے سے گزر چکی تھی جس میں بچے پیدا ہوتے ہیں

اس نے میرے سوال کا کوئی جواب نہ دیا کیونکہ وہ بے حد گھبرا گئی تھی۔ اس نے میرے دونوں پاؤں پکڑ لئے اور ان پر اپنا سر رکھ دیا

"کس کا بچہ ہے؟"

میں نے رک کر پوچھا

"میری بیٹی کا!"

وہ روتی ہوئی بولی

"کہاں رہتی ہو؟"

"سرکی والان کی گلی میں"

"بچے کو واپس لے جاؤ!"

"نہیں لے جا سکتی" بوڑھی عورت نے روتے روتے اپنا سر اٹھایا۔ "میں تو اپنی بیٹی کو بھی محلے میں واپس نہیں لیجا سکتی، لوگ کیا کہیں گے اور برادری کیا کہے گی؟ میری بیٹی کنواری ہے اس کے باپ کو تو بچہ پیدا ہونے کا علم ہی نہیں ہے اسے معلوم ہو گیا تو وہ میری بیٹی کو جان سے مار ڈالے گا"

"اور وہ بدمعاش کہاں ہے جس نے — جس نے —؟"

"اس نے اپنا تبادلہ دہلی سے باہر کرا لیا ہے۔ پہلے تو کہتا تھا کہ شادی کروں گا پھر پیچھے سے تبادلہ کرا کے دہلی سے چلا گیا"

"تو اسے عدالت میں جا کے پکڑ لو، اس پر مقدمہ کر دو!"

"کتنی بدنامی ہوگی بیٹا؟ سارے خاندان کی ناک کٹ جائیگی ذرا سوچو تو میری بیٹی کنواری ہے، ابھی کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے میں کسی دوسری جگہ اس کی شادی کر سکتی ہوں!"

میں اس بوڑھی عورت کے پاس بیٹھ گیا اور اسے بڑے میٹھے لہجے میں سمجھانے کی کوشش کرنے لگا۔

"ذرا سوچو تو ماں! تم اس بچہ کی نانی ہو نانی! وہ تمہارا نواسہ ہے، زندگی بھر شاید تم نے اپنے نواسہ کو گود میں کھلانے کا خواب دیکھا ہوگا اور آج تم اسے یتیم خانے کے پالنے میں چھوڑ آئی ہو، ذرا سوچو تو ماں! تمہاری بیٹی کا پہلا بچہ کن حالات میں پلے گا؟ میں تم سے کہتا ہوں ماں! تم اس بچہ کو واپس لے جاؤ، اسے ماں کا پیار دو، نانی کا لاڈ اور چاؤ دو، اسے بھی تمہارے گھر میں جینے کا اتنا ہی حق ہے جتنا تمہاری بیٹی کو ہے۔ رہا تمہاری بیٹی کی شادی کا سوال، سو ہمارا دیش اب جاگ اٹھا ہے، آج تمہیں ہزاروں روشن خیال نوجوان ایسے مل جائیں گے جو تمہاری بیٹی کی دردناک داستان سے متاثر ہو کر اس سے شادی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے"

بڑی اچھی تقریر تھی۔ اس وقت میں خود بھی اس تقریر سے اس قدر متاثر ہوا کہ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میری تقریر سن کر اس بوڑھی عورت کے چہرہ پر بھی رونق اور آنکھوں میں امید کی جھلک آ گئی، اس نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھ ڈالے اور میری طرف خوشی اور امید سے دیکھتے ہوئے بولی

"بیٹا! کیا تم — تم — میری بچی سے شادی کر لو گے؟"

"میں — میں —؟" میں ایک دم گھبرا گیا۔ "میری بات تو اور ہے۔ میرا مطلب ہے کہ — میری شادی ہو چکی ہے!"

میں نے جھوٹ بول دیا۔ وہ بوڑھی عورت میری طرف اس طرح دیکھنے لگی جیسے اپنے سامنے کسی دوسرے حرامی بچہ کو دیکھ رہی ہو، وہ بہت

دیر تک چپ چاپ دیکھتی رہی پھر جب میں نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں تو اس نے ایک آہ بھر کر "ہے رام" کہا اور پھر وہ اپنے گھٹنوں کو بازوؤں کا سہارا دیکر اٹھی اور میری طرف دیکھے بغیر چپ چاپ وہاں سے چل دی

میں پالنے کی طرف پلٹ آیا اور ایک ایسے کونے میں بیٹھ گیا جہاں سے میں تو پالنے کو صاف دیکھ سکتا تھا لیکن کوئی دوسرا مجھے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ مجھے اس بڑھیا کے سوال پر بڑا غصہ آیا تھا اور نہ گناہ کوئی کرے اور سزا میں بھگتوں، عیش کرے دوسرا اور قیمت چکاؤں میں؟ ایسا احمق نہیں ہوں میں! پھر صاحب یہ کہاں کی تک ہے کہ جو کوئی اچھی تجویز تھا دے اسی کے پلے وہ تجویز باندھ دی جائے، میرا کہنے کا مطلب تو صرف یہ تھا کہ اس ملک میں سینکڑوں ہزاروں ایسے روشن خیال نوجوان ہونگے جو — جو — میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں روشن خیال نہیں ہوں، مگر بھئی! اب میں نے اپنے ذہن میں اپنی ہونے والی بیوی کی جو تصویر بنا رکھی ہے وہ اس لڑکی سے قطعی مختلف ہے اور پھر یہ بات بھی ہے کہ میں ابھی شادی بھی کرنا نہیں چاہتا۔ کوئی زبردستی ہے۔۔۔؟

لیکن مجھے ان عورتوں پر بڑا غصہ آ رہا تھا جو ماں بن کر اپنی مامتا کو بھول جاتی ہیں اور اپنے ننھے بچہ کو یکا یتیم خانہ کے پالنے میں چھوڑ جاتی ہیں۔ میں نے سوچا آج میں دن بھر اس پالنے کی نگرانی کروں گا اور اگر میں دن بھر میں ایک عورت کو بھی شرم دلا کر مجبور کر سکا کہ وہ اپنے بچہ کو واپس لے جائے تو میرا دن ضائع نہ جائے گا۔

لیکن مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا، کوئی ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد ایک نوجوان لڑکی آئی اور نرم کپڑوں میں لپٹا ہوا ایک پارسل سا پالنے میں پھینک کر چلی گئی۔ یکایک پارسل رونے لگا، میں اس لڑکی کے پیچھے دوڑا، وہ لڑکی مجھے دیکھ کر بھاگی اور گلی کی نکڑ پر ایک سیکل سوار سے ٹکراتے ٹکراتے بچی آخر دو چار گلیوں میں سے گھومتی گھامتی وہ سامنے سے پلٹ کر پچھواڑے کی اس سڑک پر آئی جو دیرانہ میں شہر کی پرانی فصیل کے کنارے کنارے چلتی ہے وہ بار بار مڑ کر میری طرف دیکھتی جاتی تھی اور میں اس سے پچاس گز کا فاصلہ رکھ کر اس کے پیچھے پیچھے اسطرح چل رہا تھا، جیسے میں اسکا پیچھا کرنے کیلئے نہیں، بلکہ چہل قدمی کی غرض سے اپنے گھر سے نکلا ہوں۔

دریا گنج سے ذرا پہلے وہ لڑکی فصیل کے باہر کے ایک کونے سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے سامنے آصف علی مرحوم کا بت تھا، نمائش ہو رہی تھی اس لڑکی کے بالکل قریب بائیں طرف ایک گیلری کھائی تھی جو میونسپل کمیٹی والے کھود کر بھول گئے تھے کہ کس مقصد کے لئے کھودی تھی۔ دائیں طرف ایک فلم کا بہت بڑا اشتہار لگا تھا "دل اپنا اور پریت پرائی"۔ میں بڑے اطمینان سے سگریٹ سلگا کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس لڑکی کے قریب پہنچ گیا وہ منھ پھیرے کھڑی تھی۔ "ہلو؟" میں نے آہستہ سے پوچھا "پریت پرائی کا تجربہ کیا؟" وہ یکایک میری طرف گھومی اور مجھے شعلہ بار آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "اگر تم نے میرا پیچھا کیا تو میں پولیس سے شکایت کر دونگی!"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ پولیس سٹیشن چلو اور میری شکایت کر دو اور میں اس لڑکی کی شکایت کر دوں جو ابھی ابھی اپنا بچہ یتیم خانہ کے پالنے میں رکھ آئی ہے۔"

"یہ سراسر جھوٹ ہے، اسکا تمھارے پاس کیا ثبوت ہے؟"

"ثبوت تو ڈاکٹر دیں گے!"

میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔

اسکی شہ رگ زنکاریں بجھ سی گئیں جیسے بجلی کا سوئچ ایکدم آف ہو جائے اسکے خوبصورت چہرہ پر اندھیرا سا چھا گیا اسکے پتلے پتلے ہونٹ کانپنے لگے اور وہ دھیرے دھیرے پوچھنے لگی۔

"تم کتنا روپیہ چاہتے ہو؟"

میں نے پوچھا "تم کتنا دے سکتی ہو؟"

"تمہارے ماتھے سے پسینہ کا ایک سنہرا۔۔۔

گھومتے ہوئے گزر گئے۔ وہ پھر گھبرا گئی۔ بولی

"چلو! موٹر میں چل کے بیٹھو وہاں بات کریں گے"

"تم! تو تم موٹر میں آئی ہو؟" میں نے دل ہی دل میں کہا اور اس کے ساتھ ہو لیا۔ اور ہم دونوں سامنے کا چھوٹا سا پارک کراس کرنے لگے جس میں آصف مل مرحوم کا بت تھا۔ جب میں اس کے ساتھ چل رہا تھا تو مجھے احساس ہوا کہ وہ واقعی پورے قد کی لڑکی ہے اور اسکی کمر بڑی دلکشی کے ساتھ لچکتی ہے، بالوں سے شوخی کے پھولوں کی مہک آتی ہے، اسکی ساڑی کا کپڑا بے حد مہنگا ہے، اسکی گاڑی کا ماڈل صرف دو سال پرانا ہے

ہم دونوں پارک کراس کرکے سڑک کراس کر گئے اور اسکی موٹر میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ اس لڑکی نے اندر بیٹھ کر اپنے سنہری بالیاں اتاریں، پھر اپنے ہاتھ کا منقش کنگن اتارا، پھر اپنا پرس کھول کر اسمیں سے پانسو روپے نکالا اور یہ سب کچھ میرے ہاتھ میں دے کر کہا

"لو سنبھالو یہ سب اور میری جان بخشی کرو!"

"یہ تو بہت کم ہے"

میں نے برا سا منھ بناتے ہوئے کہا

"تو اور تم کیا لوگے؟" مغرور اور بد مزاج لڑکی نے قدا تیز لہجہ میں مجھ سے سوال کیا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے بچہ کو واپس لیجاؤ"

"ناممکن ہے! میں کنواری ہوں!"

"کنواری تو نہیں ہو، یوں کہو کہ تم شادی شدہ نہیں ہو"

"اچھا یوں ہی سہی! پھر؟"

"پھر تم اس شخص سے شادی کیوں نہیں کر لیتیں جس سے تمھیں ایسی شدید محبت رہی ہے۔ تم عجیب ہو، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ تم سے شادی کیوں نہیں کرنے لگا؟"

"وہ تو کرنا چاہتا ہے مگر میں کرنا نہیں چاہتی"

وہ فیصلہ کن لہجہ میں بولی۔

"شاید اس واقعہ کے بعد تمھیں اس سے نفرت پیدا ہو گئی ہے"

میں نے اس سے پوچھا

"نہیں! مجھے تو اس سے شدید محبت ہے" وہ بولی

"تمھیں اس سے محبت ہے؟" میں حیران ہو کر بولا "وہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے تو تم اس سے شادی کیوں نہیں کرتیں"

"وہ غریب ہے، وہ میرا خرچ برداشت نہیں کر سکتا"

"تو تم اپنا خرچ کم کر دو!"

"یہ ناممکن ہے" وہ فیصلہ کن لہجہ میں بولی "میری سب سہیلیوں نے بڑے بڑے لوگوں سے شادیاں کی ہیں، میں بھی ایسا ہی کروں گی میں نئی دلی میں ایک بہت بڑی ملازمت پر کام کرتی ہوں، میں ایک غریب آدمی سے شادی کیوں کروں!؟"

"آئی سی" میں نے سوچتے ہوئے کہا "اچھا تم ایسا کرو کہ یہ بچہ جو تم دونوں کی محبت کا ثمر ہے اسکے باپ کو دیدو، مجھے یقین ہے کہ وہ اسے تمھارے پیار کی آخری نشانی سمجھ کر رکھ لیگا"

"میں اسے یہ بچہ نہیں دے سکتی!"

"کیوں؟"

"کیونکہ یہ اس کا بچہ نہیں ہے جس سے مجھے محبت ہے!"

"جس سے تمھیں محبت ہے یہ اسکا بچہ نہیں ہے!؟" میں حیرت سے بولا "پھر کس کا بچہ ہے؟"

"یہ میرے ایک دوست کا بچہ ہے"

"تو یہ بچہ تمھارا نہیں ہے؟"

"بچہ تو میرا ہے لیکن اس سے نہیں ہے جس سے مجھے محبت ہے، اس بچہ کا باپ دراصل ایک بزنس مین ہے، جو میرا دوست ہے!"

"تو تم اس بزنس مین ہی سے شادی کیوں نہیں کر لیتیں؟ وہ تمھارا خرچ بھی یقیناً برداشت کر سکے گا اور اس غریب بچہ کو اسکا

باپ بھی بن جائے گا۔"

"نہیں! میں اس بزنس مین سے بھی شادی نہیں کرسکتی" وہ لڑکی انتہائی سکون اور طمانیت سے بولی "وہ مجھے پسند نہیں ہے!"

"جو تمھیں پسند ہے اسکا یہ بچہ نہیں ہے اور جسکا بچہ ہے وہ تمھیں پسند نہیں ہے تو تم شادی کروگی تو کس سے کروگی؟ تمھارا مسئلہ بہت پیچیدہ ہے"

"خوبصورت لڑکیوں کے مسئلے بہت جلد حل ہوجاتے ہیں مسٹر!"

وہ ہنسی اور اسکے خوبصورت دانت چند لمحوں کے لئے اس کے گلاب کی پنکھڑیوں جیسے نازک لبوں میں چمک چمک گئے۔ وہ یقیناً خوبصورت تھی مگر اسکی خوبصورتی نرم گرم اور گداز چیزوں کی یاد نہیں دلاتی تھی اسکی خوبصورتی دیکھ کر سخت اور چمکیلی چیزوں کا خیال آتا تھا جیسے بلور، سونا اور موتی خوبصورت لیکن سخت!

اس نے میرا بازو تھپک کر کہا

"میرے لئے چنتا نہ کرو، مجھے ضرور میرے مطلب کا شوہر مل جائے گا ایسا، جو میرے غریب عاشق کی طرح خوبصورت ہو، میرے دوست بزنس مین کی طرح مالدار ہو اور میری پسند کا بھی ہو" اس نے گاڑی کا ہینڈل گھماتے ہوئے کہا "اب تم اپنا مال سنبھالو اور گاڑی سے نیچے اتر جاؤ، جلدی کرو"

"میں جم کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا

"اگر ایسا ہے تو تم اس گاڑی سے نیچے اتر جاؤ!"

"میں کیوں اتر جاؤں؟" وہ حیران ہوکر بولی۔

"اس لئے کہ تم اگر اپنی پسند کی خاطر اپنے بچے کو قربان کرسکتی ہو تو اسی پسند کے لئے تمھیں اس گاڑی سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے کیونکہ یہ گاڑی مجھے پسند ہے۔ یہ گاڑی مجھے دیدو، ورنہ چلو تھانے!"

"مسٹر!" وہ لڑکی ایکدم چیخ کر بولی اور اس نے زور سے میری کلائی پکڑلی! اس نے اپنے لمبے لمبے ناخن زور سے میری کلائی میں گاڑ دیئے "مسٹر! میں تمھیں سب کچھ دے سکتی ہوں مگر یہ گاڑی نہیں دے سکتی۔ اس گاڑی کے لئے تو میں نے یہ بچہ پیدا کیا ہے، میری سب سہیلیوں کے پاس گاڑیاں ہیں، سب ہی اپنی اپنی گاڑیوں پر اِٹھلاکر چلتی تھیں اور بات بات میں اپنی گاڑی کا رعب جتاتی تھیں، حالانکہ مجھے اچھی طرح سے معلوم تھا کہ ان میں سے دو نے اپنی گاڑیاں بالکل اسیطرح حاصل کی تھیں جسطرح میں نے یہ گاڑی حاصل کی ہے۔ سو ہاؤ کُڈ آئی ٹالریٹ اِٹ

"So how could I tolerate it"

میں نے بھی اس بزنس مین سے دوستی کرلی جو دو سال سے میرے پیچھے پڑا ہوا تھا، اس گاڑی کے لئے تو میں نے یہ بچہ پیدا کیا ہے اور تم چاہتے ہو میں یہ گاڑی تمھیں دیدوں؟ آر یو نٹس؟

Are you nuts?

وہ لڑکی واقعی مجھ سے بے حد خفا تھی، اسکا سیج چہرہ ایکدم سرخ ہوگیا تھا اور وہ میری طرف ایسی شدید نفرت سے دیکھ رہی تھی جیسے میں نے اس سے اسکی کار نہیں، اسکی عصمت طلب کی ہو، وہ بار بار اپنا نچلا ہونٹ چبا رہی تھی۔

میں چپ چاپ بیٹھا رہا

تھوڑی دیر کے بعد جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا تو اس نے اپنے ناخن میری زخمی کلائی سے باہر نکال لئے، اپنی پلکیں اپنے رخساروں پر گرائیں اور بڑی کمزور آواز میں بولی

"یہ گاڑی تو میں تمھیں نہیں دے سکتی اور جو تم چاہو......"

"اب تو میں صرف یہ چاہتا ہوں" میں نے جھنجھلاکر اس سے کہا "کہ کوئی ایسی ترکیب ہوجائے جس سے تمھاری ایسی مائیں بچے نہ جنا کریں، بے بی آسٹن جنا کریں، ریڈیو جنا کریں، ریفریجریٹر جنا کریں لیکن بچے نہ جنا کریں اگر ایسا ہوجائے تو اس دنیا میں حرامی بچوں کی پیدائش کا مسئلہ کسی حد تک حل ہوجائے گا!"

یہ کہہ کر میں نیچے اترا، اس کی گاڑی کا گیٹ زور سے بند کرکے چلا

اور جلدی جلدی وہاں سے چلا گیا۔

شام تک کوئی نہ آیا، پالنا خالی ہی رہا۔ رات کا اندھیرا بڑھتا گیا، دل کا سناٹا گہرا ہوتا گیا، گلی کے سیاہ اور میلے ہوئے موڑوں میں بجلی کے دو چار میلے اور پیلے قمقمے مسکرانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ جب نو بجنے کو آئے تو مجھے نہ صرف بھوک لگی بلکہ واپس گھر چلنے کی ٹھانی۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ ایک میلے کچیلے لبادے میں لپٹی ہوئی ایک ٹھگنی سی عورت اس پالنے کے سامنے رکی، دیر تک رکی رہی، پھر اس نے جھک کر اپنے لبادے سے کچھ نکالا اور اسے پالنے میں رکھ دیا اور پھر دیر تک وہاں کھڑی رہی، پھر دھیرے دھیرے واپس ہونے لگی۔ جھنجھلاتے ہوئے میں اس کے تعاقب میں اٹھ کر چلنے ہی والا تھا کہ تاریک سایوں میں وہ عورت پلٹتی ہوئی دکھائی دی۔ واپس آکر اس نے اپنے بچے کو اٹھایا اپنے گلے سے لگایا اور واپس چل دی، مگر گلی کی موڑ تک پہنچ کر وہ پلٹی اس نے واپس آکر اپنے بچے کو پھر پالنے میں رکھ دیا اور گلی سے باہر بھاگ گئی۔

سنگم پر اور ذرا موڑ مڑتے کر ہنوا سے گیر تیج کے عقب سے جو راستہ لال قلعہ کو جاتا ہے ادھر جاتے ہوئے میں نے پیچھے سے اس کا ارادہ بھانپ لیا، یکایک میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ جسے میں نے عورت سمجھا تھا وہ ایک ادھیڑ عمر کا مرد ہے اس کے چہرہ پر کئی دن کی بڑھی ہوئی داڑھی تھی اور اس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں، میں نے اس سے درشت لہجہ میں پوچھا

"تم کس کا بچہ اس پالنے میں چھوڑ آئے ہو؟"

چند لمحوں تک وہ میری طرف پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر وہ میرے پاؤں پر گر گیا اور گڑگڑا کر کہنے لگا

"مجھے معاف کر دو حولدار جی!"

اس نے مجھے سی۔ آئی۔ ڈی کا کوئی آفیسر سمجھا ہوگا وہ گڑگڑا کر معافی مانگ رہا تھا میں نے بھی اس کی غلط فہمی دور کرنا مناسب نہ سمجھا "کس کا بچہ ہے وہ؟" میں نے اس سے پھر سختی سے پوچھا "جلدی بتاؤ؟"

"میرا بچہ ہے!"

"کیا حرام کا بچہ ہے؟"

"نہیں مائی باپ! میری بیوی کا بچہ ہے!"

"تیری بیوی کا بچہ ہے تو پھر تو اسے پالنے میں کیوں رکھ کے آیا؟ تیری بیوی کیسی ماں ہے؟ اس نے تجھے کیسے اس بات کی اجازت دیدی!؟"

"میری بیوی مر چکی ہے حضور! دس دن ہوئے وہ ایک ماہ کا بچہ چھوڑ کر مر گئی گھر میں جو کچھ تھا اس کے کفن دفن پر لگ گیا میں چھ ماہ سے بیکار ہوں، کہیں کوئی کام نہیں ملتا، گھر میں پانچ بچے ہیں۔ یہ چھٹا ایک ننھی سی جان، کل رات سے بھوکا بلک رہا تھا تین دن سے گھر کے سب لوگ فاقے سے ہیں مگر کسی نہ کسی طرح اس کے لئے دودھ ہم لاتے رہے، کل رات سے اس کے لئے دو گھونٹ دودھ بھی نہیں ملا، کیسی دنیا ہے یہ مالک؟ یہاں ننھے بچے کے لئے دودھ بھی نہیں ہے؟ تین دن سے میرے سب بچے میرے ساتھ فاقہ کر رہے ہیں وہ مر جائیں گے میں جانتا ہوں وہ مر جائیں گے پس میں بھی مر جاؤں گا۔ میں نے سوچا یتیم خانہ کے لوگ اس کی پرورش کر سکیں گے، اسلئے ننھی سی جان کو وہاں ڈال آیا ہوں بس!"

"تمہیں معلوم ہے وہ وہاں کیسے رہے گا؟ باپ ہوتے ہوئے بھی ساری زندگی بے باپ کا بیٹا کہلائے گا"

"مگر زندہ تو رہے گا حولدار جی! زندہ تو رہے گا" اس نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور پھر سر جھکا لیا

(باقی بر صفحہ ۴۴)

دنیا کی طاقتور ترین ایٹم شکن مشین

حال ہی میں نیویارک کے نزدیک بروک ہیون نیشنل لیبارٹری میں ایک ایسی ایٹم شکن مشین تیار کی گئی ہے اتنی بڑی مشین اس سے پہلے امریکہ میں کبھی تیار نہیں کی گئی۔ ایک گھنٹہ تک چلنے کے بعد ہی اس مشین نے روشنی کی رفتار یعنی (۱۸۶۰۰۰) میل فی سیکنڈ کی رفتار سے ایٹمی ذرّوں کو "گھما" کر بجلی کا ایک عالمی ریکارڈ قائم کر دیا۔ بروک ہیون کے ماہرین طبیعیات کا بیان ہے کہ اس پہلے تجربے میں ۳۰ ارب الکٹرون والٹ بجلی حاصل کی گئی خیال ہے کہ آئندہ اس سے بھی زیادہ بجلی حاصل کی جائیگی اس مشین کا نام ہے

"Alternating Gradient Synchrotron"

امید کی جاتی ہے کہ اس عظیم طاقتور مشین سے کائنات کے متعلق نئی بنیادی معلومات کا اضافہ ہوگا چونکہ ایک ایکسیلریٹر کی طاقت کا ان مظاہر قدرت سے براہ راست تعلق ہوتا ہے جن کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے جن کے متعلق کم طاقت کی مشینوں سے معلومات حاصل نہیں کی جا سکتیں۔ گذشتہ تیس برسوں کے دوران میں جتنے ایکسیلریٹر بنائے گئے ہیں ان میں سے ہر ایک ایکسیلریٹر اپنے پیشرو سے بہتر تھا۔ ہر ایک نے ماہرین طبیعیات کو نئی معلومات فراہم کیں۔ لیکن ان کے ساتھ ہی ہر ایک نے نئے مسئلے پیدا کئے ہیں جنہیں حل کرنے کے لئے زیادہ بجلی کی ضرورت ہے۔ اسطرح توقع کی جاتی ہے کہ اس نہایت اعلیٰ طاقتی AGS سے وہ معلومات حاصل ہونگی جو پہلی بڑی بڑی مشینوں امریکہ کی ۳ و ۲ ہزار موٹروں اور ۶ ہزار موٹروں روس کی ۱۰ بیوٹس ٹرون اور سوئٹزرلینڈ کی ۲۸ بیو ٹرون سائنکرو وغیرہ سے حاصل نہیں ہو سکتی تھیں غیر معمولی اعلیٰ طاقتی ایکسیلریٹروں کے فوائد آسانی سے سمجھے جا سکتے ہیں۔ تمام ایکسیلریٹر "ایٹمی خورد بینوں" کا کام دیتے ہیں جن کا مقصد ایٹمی مرکزے کے اندرونی حصہ کو دیکھنا ہے۔ ان سے ایٹمی ذرّوں کی رفتار کو تیز کیا جاتا ہے اور ان ذرّوں کی رفتار جتنی تیز ہوتی ہے اتنا ہی زیادہ ایٹمی مرکزے میں اتصال ہوتی جگہ کو "دیکھنے" کا موقع ملتا ہے جہاں کائنات کی نوعیت کا تعین کیا جاتا ہے اس کے علاوہ مشین جتنی زیادہ طاقتور ہوگی وہ اتنے ہی زیادہ ذرّوں کی رفتار کو تیز کرے گی اور تحقیق کے ذریعہ اتنا ہی زیادہ ترقی کا موقع ملے گا۔ بروک ہیون کی مذکورہ مشین کو مختلف قسم کی تحقیق و مطالعہ کے لئے استعمال کیا جائیگا ان ایٹمی ذرّوں کی شناخت جو عام مادے کے ایٹم بناتے ہیں یعنی ماہرین ایٹمی پروٹون اور ایٹمی نیوٹرون جیسے ذرّوں کی بڑی پیمانے پر تیاری جن کے متعلق ابھی کسی کو کچھ نہیں، ایسے عجیب ذرّوں کی تلاش جن کی موجودگی کا ماہرین طبیعیات یقین رکھتے ہیں جن کی ابھی تک دریافت نہیں ہوئی ہے۔ بروک ہیون کے اس مشین کے کام کو بیان کرنے کا بہترین طریقہ یہ دکھانا ہے کہ مشین پروٹونوں کی رفتار ۴۰ گنا سے بھی زیادہ کیونکر بڑھا سکتا ہے۔ اس مشین میں استعمال ہونے والے پروٹون ہائیڈروجن ایٹموں سے لئے جاتے ہیں جو سب سے ہلکے عناصر ہیں۔ پروٹون ایک چھوٹے سے خانے میں جمع کئے جاتے ہیں جہاں ایک برقی قوس ان الیکٹرونوں کو پھاڑتی ہے جو پروٹونوں کے گرد گھومتے ہیں، اسکے نتیجہ سے طاقت والے پروٹون پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح جب پروٹون دستیاب ہوتے ہیں تو تین مرحلوں میں ان کی رفتار کو تیز کیا جاتا ہے پہلے مرحلے میں انہیں ایک کاک کرافٹ والٹن جنریٹروں سے گذارا جاتا ہے جہاں ان کی رفتار ساڑھے سات لاکھ الکٹرون والٹ تک تیز کی جاتی ہے۔ اس کے بعد ان متحرک ذرّوں کو ۱۱۰ فٹ لمبے ایکسیلریٹر میں داخل کیا جاتا ہے جو "لینا ک" کہلاتا ہے جہاں وہ پانچ کروڑ والٹ بجلی سے حرکت کرتے ہیں۔ ان ذرّوں کی رفتار تیز کرنے کا آخری مرحلہ مذکورہ بالا مشین میں عمل میں آتا ہے۔ مشین کا محیط نصف میل ہے اور اسے زمین کے (۱۰) فٹ نیچے سرنگ میں رکھا گیا ہے یہ ایک نہایت پیچیدہ قسم کی مشین ہے۔ ایک ویکیوم ٹیوب اس کا لازمی حصہ ہے جو تانبے کی ایک کھوکھلی ٹیوب ہے اسکی چوڑائی سات انچ اور اونچائی تین انچ ہوتی ہے دائرہ نما سرنگ کے اندر وہاں اس کے ارد گرد ہی گھومتے ہیں اس ٹیوب کے گرد ۲۴۰ مقناطیس کا دائرہ ہوتا ہے جن کا وزن ۴۰۰۰ ٹن ہوتا ہے جب پروٹون "لینا ک" سے تانبے کی ویکیوم ٹیوب میں جاتے ہیں تو یہ طاقتور مقناطیس انہیں تیزی سے دائرہ نما راستے میں لے جاتے ہیں ان مقناطیسوں کو اسطرح ترتیب دی جاتی ہے کہ

قطعہ

بام کے واسطے زینہ نکلا | مال و دولت کا خزینہ نکلا
غیب سے آگئی مدد دیکھو | موجِ طوفاں سے سفینہ نکلا

(آمدہ از نذر کا باغ)

ان کے دباؤ سے یہ دولون گردش میں رہتے ہیں اور ویکیوم ٹیوب کی دیواروں سے ٹکراتے نہیں۔ یروک جیون کی نئی مشین عالمی ماہرینِ طبیعیات کے طویل المیعاد مقصد۔ مادّے کے ناقابلِ تقسیم ٹکڑے کی دریافت کی جانب اہم پیشقدمی کی مظہر ہے۔ توقع ہے کہ نئی مشین سے نئی بنیادی معلومات میں اضافہ ہوگا کیونکہ یہ دوسرے ایکسیلیٹروں کی نسبت کائنات کے اسرار کی زیادہ گہرائی سے تحقیق کر سکتی ہے تاہم یہ اپنی پیشرو مشینوں کی مانند نئے مسئلے پیدا کر سکتی ہے جنکی تحقیق کے لئے اس سے بھی زیادہ ایکسیلیٹروں کی ضرورت پیش آئیگی۔ ان مشینوں کے پلان پہلے ہی امریکہ اور دوسرے ملکوں میں تیار کئے جا رہے ہیں۔ اس کام میں امداد کے لئے یروک جیون کے ماہرین طبیعیات اپنے تحقیق و مطالعے کے نتائج کا انکشاف کرینگے اور دوسرے ملکوں کے دلچسپی رکھنے والے ماہرین طبیعیات سے تعاون کریں گے۔

چاند کے متعلق نیا تحقیقی پروگرام

امریکہ نے چاند کے متعلق ایک نئے تحقیقی پروگرام کا اعلان کیا ہے جسکے تحت خلائی جہازوں کو چاند میں اتارنے کے مقامات کے نقشے تیار کئے جائینگے۔ اس پروگرام کی مالی امداد امریکی خلائی اور فضائی نظامت کی طرف سے کی جائے گی اس تحقیق میں چاند میں اترنے کے امکانی مقامات کے متعلق زمینی تجزیہ کیا جائیگا اور چاند میں جو دہانے اور گڑھے پائے جاتے ہیں وہ غالباً زمین پر آتش فشاں پہاڑوں کے دہانوں کے مماثل ہیں ساتھ ہی زمین پر پائے جانیوالے ٹوٹے ہوئے ستاروں کے ملبے اور دوسرے پُر اسرار مادوں کا اصل ماخذ اور خلا میں گھومنے والے ذرّوں کی نوعیت خاصیت اور انکے اور گرد ارض کے بکھرنے کے اوقات کا پتہ لگایا جائے گا۔

ننھی بھڑ اخروٹ کی لکڑی کی محافظ!

کیلی فورنیا میں اخروٹوں کے جو باغ پائے جاتے ہیں انہیں ایک خاص قسم کا کیڑا لگتا ہے جسے ایفیڈ (Aphid) کہتے ہیں اس سے یہ بیش قیمت درخت اور انکی لکڑی تباہ ہو جاتے ہیں۔ پتہ چلا ہے کہ ان کیڑوں کو ایک قسم کی یورپی بھڑ کھا جاتی ہے چنانچہ کیلی فورنیا میں اس بات کا تجربہ کیا گیا اور خاص قسم کی بھڑیں سنہ ۱۹۵۹ء میں لائی گئیں، لیبارٹریوں میں انکی پرورش کی گئی اور نسل بڑھائی گئی۔ اب ان کی تعداد اتنی ہو گئی ہے کہ سارے کیلی فورنیا میں یہ پھیل کر اخروٹ کی لکڑی کو اس خاص کیڑے ایفیڈ (Aphid) سے محفوظ رکھیں گی۔ یہ کیڑا ان بھڑوں کی دلپسند خوراک ہے۔

بقیہ مضمون "پالنا" بسلسلہ صفحہ ۴۲

آدھی رات ——
پالنا خالی ہے
انسان کے دل کی طرح!
انسان کی بھوک کی طرح!!
میں بہت تھک گیا ہوں اور میں نے جو کچھ آج دیکھا ہے وہ
دیکھ کر واپس گھر بھی نہیں جانا چاہتا، میں تھک کر اور گر کر اسی پالنے
میں سو جانا چاہتا ہوں
گو یہ پالنا بہت چھوٹا ہے
اور ہمارے گناہ بہت بڑے ہیں ——! (ماخوذ)

قطعہ

عقد بھی بندھ نہ سکا آج سنو قاضی سے
کس طرف سے نہیں معلوم کہ آئی ہے بسنت
حال کا دور جدا ہو کے رہا ماضی سے
صحنِ گلزار بھی پُر ہو گیا گلبازی سے

(آمدہ از نذری باغ)

بچوں سے خطاب

از جناب تمکین کاظمی صاحب

یہ کتاب بچوں کے لئے بھی اتنی ہی کارآمد ہے جتنی بڑوں کے لئے، اسی لئے پیارے بچو! تم بھی اسے پڑھو! پھر پڑھو! اور پھر پڑھو جب تک ہر بات تمہاری سمجھ میں نہ آجائے پڑھتے رہو، اسی سے تمہاری زندگی بنے گی، تم دنیا میں کامیاب اور کامران رہوگے، اگر تم نے اس کتاب کو پڑھ لیا، سمجھ لیا اور اس پر عمل کرنے لگے تو یقین جانو، تم خوش قسمت ہو، تمہاری زندگی درخشاں بن جائیگی اور تم بڑے آدمی بن کر رہوگے۔

اس کتاب کو پڑھو، جن باتوں کی سفارش کی گئی ہے ان پر عمل کرو، جن باتوں سے روکا گیا ہے ان کو چھوڑ دو چونکہ تمہارے کام کی باتیں ہر عنوان میں آگئی ہیں، اس لئے تمہاری خاطر ایک باب کا اضافہ کیا جا رہا ہے

بچو! تم قوم کے معمار ہو! تم ملک کے سردار ہو! تم دنیا کے بنانے والے ہو! بڑا ہو کر تمہیں ملک کی حفاظت کرنا ہے، ملک کی خدمت کرنا ہے، ملک تم سے بڑی امیدیں رکھتا ہے، قوم کو تم سے بڑی توقعات ہیں، تم ہی ملک اور قوم کے نگہبان ہو، بانی ہو! سردار ہو۔ تمہیں چاہیے کہ ابھی سے تم اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرو، ابھی سے اپنے آپ کو تیار کرو، آج ہی سے یہ جان لو کہ تمہاری زندگی ملک اور قوم کی ہے

آج ہی سے تم پڑھنے لکھنے میں منہمک ہو جاؤ، صبح جلد اٹھا کرو، ضروریات سے فارغ ہو کر اپنے مذہبی فریضہ کو ادا کرو، چاہے تم کسی مذہب کے ہو، اس مذہب میں جو طریقہ عبادت ہے اس پر صبح سویرے اٹھ کر عمل کرو۔ اس سے تمہیں فرائض کی ادائی کی عادت ہو جائیگی۔ اخلاقی اور روحانی بلندی نصیب ہوگی، اس سے فارغ ہو کر سبق یاد کر لیا کرو اور پھر ناشتہ کر کے وقت سے کچھ پہلے ہی اسکول پہنچ جاؤ۔ اسکول میں دل لگا کر پڑھو، جتنا پڑھو اسے یاد رکھو، حافظہ کو کام میں لاتے رہو، ہر نئی چیز اور نئی بات کو سمجھنے کی کوشش کرو اور اسے حافظے میں محفوظ رکھو۔

ماں باپ، بھائی بہن، استاد سب کا ادب کرو، سب سے محبت کرو، مدرسے کے ساتھیوں سے بھائی چارہ پیدا کرو، ان سے محبت کرو، ایک دوسرے کی مدد سے کام چلتا ہے، اس لئے کوئی آدمی بغیر دوسرے کی مدد کے جی نہیں سکتا، کھیل کود، پڑھنے لکھنے ہر کام میں ساتھیوں کی ضرورت ہے اس لئے ساتھی تمہاری زندگی کا جزو ہیں ان ساتھیوں سے بھائیوں کا سا برتاؤ کرو، ان سے مل جل کر کام کرنے کی عادت کرو، لڑائی جھگڑا نہ مول لو، اپنی طبیعت لڑاکو اور جھگڑالو نہ بناؤ، ہنس مکھ اور خندہ رو بنو، ہر ایک سے ہنس کر بات کرو، پیشانی پر شکن نہ ڈالا کرو، بات ہمیشہ نرمی کیا کرو، کبھی کسی سے جھڑک کر گفتگو نہ کرو، ضد اور ہٹ دھرمی نہ کیا کرو، زبان کو بری باتوں سے روکو، کبھی گالی نہ دو، دوسرا تمہیں گالی دے تو اسے منع کرو اور اس سے یہ بری عادت چھڑاؤ اگر وہ اس عادت کو نہ چھوڑے تو تم اس کا ساتھ چھوڑ دو، ایسے ساتھی سے دوری بھلی۔

بچپن کا زمانہ ہر بات سیکھنے کا ہوتا ہے، تمہیں بھی سیکھنا چاہیے مگر اچھی باتیں اور اچھے لوگوں کی عادتیں سیکھو، تمہاری کتابوں میں جو اچھی باتیں بتائی گئی ہیں، ان پر عمل کرو، ہمیشہ اچھے لوگوں کی باتیں سیکھنے کی کوشش کرو، یہی زمانہ تمہیں بڑا آدمی بننے

گیا بد دوسرے لگا اس لئے بُری عادتوں اور خراب عادتوں سے
بچو، اپنے اخلاق عادات، رہن سہن اور چال و چلن شریفانہ رکھو،
شریف اور اچھے لوگوں کو دیکھتے رہو، اُنکی عادتیں سیکھو۔

پڑھنے لکھنے میں دل لگاؤ، محنت اور کوشش سے پڑھو
یاد رکھو، علم ہی آدمی کو عزت دیتا ہے، بغیر علم کے کوئی شخص ترقی نہیں
کر سکتا۔ پڑھنے لکھنے کے ساتھ ساتھ کھیلنا کودنا بھی ضروری ہے
اپنی صحت کے لئے کھیل کود بھی لازمی سمجھو، کھیل سے تمہیں تندرستی
حاصل ہوگی اور تمہارے ہاتھ پاؤں مضبوط ہوں گے، اسلئے اسکول
کے جتنے کھیل ہیں سب کھیلا کرو، مگر درس کھیلنے کے لئے نہیں جاؤ بلکہ
کے وقت کھیلنا چاہیئے، دن بھر کھیلنا ٹھیک نہیں، پڑھنے لکھنے
کے بعد جسم کو چاق و چوبند بنانے کے لئے کھیلنا لازمی ہے
غلیظ اور کثیف کھیل جو آوارہ گرد بچے کھیلتے ہیں تم ہرگز نہ کھیلو شریف
اور اچھے بچوں میں کھیلا کرو اور کھیل میں لڑائی جھگڑے سے بچو۔

لباس انسان کے لئے ضروری ہے اس کا صاف ستھرا ہونا
لازمی ہے، ہمیشہ پاک و صاف رہو، غسل جلد جلد کیا کرو، ہاتھ پاؤں
اور منہ صاف رکھو، ہمیشہ معمولی اور متوسط مگر صاف ستھرا لباس
پہنا کرو۔ بڑھیا بیش قیمتی لباس بچپن میں پہننا اچھا نہیں، اپنے
والدین سے اس بات کی خواہش کیا کرو کہ اچھا صاف ستھرا لباس
بنایا کریں، لباس ویسا ہی پہنو جیسے شریف لوگ پہنا کرتے ہیں سینما
کے ایکٹروں کا سا لباس نہ پہنو۔

کھیلوں میں میچ، سرکس اور نمائش ضرور دیکھو مگر سینما
بچوں کے لئے مفید نہیں، ابھی ہمارے ملک میں بچوں کے لئے فلم نہیں
بنائے جا رہے ہیں، ہمارے پاس جو فلم بنتے ہیں وہ اخلاق کے لئے کچھ
اچھے نہیں، ان کے دیکھنے سے بجائے فائدہ کے نقصان پہنچنے کا
اندیشہ ہے، اس لئے فلم دیکھنے کی کوشش نہ کرو، جو سکو
کھیل تماشوں میں برابر رہتے ہو، پیدل چلنے اور دوڑنے کی مشق کرو
اس سے صحت اچھی رہتی ہے، صاف اور سادہ غذا کھایا کرو مرغن
اور مسالہ دار غذاؤں کی خواہش نہ کرو اس سے پیٹ خراب ہوتا
ہے، موسمی پھل خوب کھاؤ اور مزے اڑاؤ۔

ادب کا لحاظ رہے ہمیشہ چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے کے
طریقے سیکھو، ہر ایک سے ادب کیساتھ بات چیت کرو، ہر بات
پوری طرح اور صاف کیا کرو، جو بھی بات سوچ سمجھ کر کیا کرو،
جلد بولنا اور بے سوچے سمجھے بولنا بُرا ہے، اپنے سے چھوٹوں کا
لحاظ رکھو۔ غریبوں، معذوروں اور اپاہجوں کی خدمت کرو،
کوئی لنگڑا، لولا اور اندھا نظر آئے تو اسکی حالت پر افسوس کرو،
اسکا مذاق نہ اڑاؤ اور نہ اسے ستاؤ۔

راستہ چلنے میں احتیاط کرو، سامنے اور دائیں سے
بائیں دیکھ کر چلو، اندھا دھند چلنے کی عادت نہ ڈالو، سیکل چلاؤ
تو احتیاط سے چلایا کرو، زیادہ تیز نہ چلاؤ ورنہ سیکل کو بے قابو
ہونے دو۔

فضول خرچی مطلق نہ کرو، فضول چیزیں خریدنے کی عادت
نہ ڈالو صرف ضرورت کی چیزیں لیا کرو، بازاروں اور ہوٹلوں میں کھانے
پینے کی عادت نہ کرو یہ بڑی بُری عادت ہے، چائے کی عادت نہ
ڈالو، ایک قسم کا یہ بھی ایک نشہ ہے، اگر گھر کے لوگ چائے پیا
کرتے ہیں تو تم بھی گھر ہی میں چائے پیا کرو جو ہوٹلوں کی چائے
سے کم خطرناک ہوتی ہے۔ سگریٹ بچوں کے لئے زہر ہوتا ہے جسے
اسکی عادت صحت کو برباد کر دیتی ہے اس سے سینہ، حلق
اور دل متاثر ہوتے ہیں، دوڑنا، محنت کرنا، اچھی طرح کھیلنا
سگریٹ پینے والوں سے نہیں ہوتا، سگریٹ پینے والا اسپورٹسمین
نہیں بن سکتا، اسلئے تم بھی اسے منہ نہ لگاؤ، سگریٹ کی طرح
پان کی عادت بھی بُری ہوتی ہے اس سے بچا کرو۔

ہاتھوں میں مہندی یا ناخنوں پر کیوٹیکس نہ لگایا کرو
یہ زنانہ زینت ہے، بال سر پر رکھو تو صبح صاف کرکے جما لیا کرو، دن
بھر بال سنوارتے رہنا اور کنگھا جیب میں رکھکر پھرنا بُری بات ہے۔

ادب قاعدہ سے مدہو، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے کے طریقے سیکھو، ہر ایک کے ساتھ ادب سے بات چیت کرو، ہر بات پوری طرح اور صاف کیا کرو، جو بھی بات کرو، سوچ سمجھ کر کرو جلد بولنا اور بے سوچے سمجھے بولنا برا ہے، اپنے سے چھوٹوں کا لحاظ رکھو، غریبوں، معذوروں اور اپاہجوں کی خدمت کرو۔ کوئی لنگڑا لولا اور اندھا نظر آئے تو اسکی حالت پر افسوس کرو، اس کا مذاق نہ اڑاؤ اور نہ اسے ستاؤ۔

ہمیشہ ہم عمروں کے ساتھ رہا کرو، بڑی عمر والوں میں زیادہ مت بیٹھا کرو اور نہ ان سے بیہودہ دل لگی مذاق سیکھو، یاد رکھو بچپنا (۱۲) سال کی عمر تک رہتا ہے اسکے بعد تم بچے نہیں نوجوان کہلاؤ گے۔

سنا جاتا ہے



کہ

منتری گوراجی تین سو والنٹیروں کے ساتھ پیدل دہلی تشریف لے جائیں گے۔
اس طرح ریل کے کرایہ کی کفایت تو ہوگی
لیکن وقت ـــــ !؟

کہ

منتری و بدیر کاشش ساج میئر بلدیہ نے فرمایا کہ سنگیت کی ترقی پر توجہ کرنی چاہیے
بیشک ؎
طاؤس و رباب اول طاؤس و رباب آخر

کہ

مولوی جمیل احمد بیگ صاحب رکن بلدیہ نے یہ تحریک پیش کی ہے کہ حیدرآباد میں بمبئی کی طرح فی اجلاس دس روپے کے علاوہ ہر رکن کو ماہانہ تنخواہ روپے دیئے جائیں اور رکن بلدیہ کے گھروں پر ٹیلیفون کا انتظام کیا جائے
لیکن ہماری رائے میں امریکہ کی طرح الاؤنس دیا جانا چاہیے، امریکہ میں ہر اجلاس کا معاوضہ (۵۶۰) روپے ہندوستانی سکہ کے مساوی دیا جاتا ہے

کہ

ایک زیر حراست قیدی نے حوالات میں خودکشی کی کوشش کی ؎
کہ دارد بدر زمانہ زدست تنگی دار

کہ

سیٹھ ڈالمیا نے جعلی کھاتے بنائے تھے
جعلی کھاتے نہ بناتے تو پھر ڈالمیا کیسے بنتے !؟

کہ

غذائی اشیاء میں ملاوٹ کرنے والوں کو عبرتناک سزائیں دینے کی تجویز حکومت کے زیر غور ہے
ہماری رائے میں مناسب سزا یہ ہوسکتی ہے کہ ملاوٹ کرنے والوں کا منہ کالا کر کے گدھے پر ان کا جلوس نکالا جائے ملاوٹ کرنیوالے کو گدھے پر اسطرح بٹھایا جائے کہ گدھے کی دم کیطرف اسکا منہ رہے اور منہ کی طرف دم۔

کہ

ایک اطلاع میں بتایا گیا ہے کہ آتو گوڑہ کے بلدیہ کے حمام میں گندگی کی جارہی ہے
یعنی ؎
ایک حمام سینکڑوں ننگے!

کہ

بھارت میں بداعمالی، رشوت ستانی اور خیانت کے خلاف جنگ کیجائے گی۔
اس مجوزہ جنگ کے لئے پانی پت کا میدان ٹھیک رہے گا۔

کہ

میر آباد کی ایک مسجد میں ایک شخص جوتے چراتے ہوئے گرفتار ہوا
غالباً اسی شخص کی نسبت حضرت حالیؔ نے یہ شعر کہا تھا ؎

اپنے جوتوں سے رہیں سارے نمازی ہشیار
اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت

کہ

پلاننگ کمیشن کے ایک رکن نے بتایا کہ ملک کے ہر حصہ میں شراب بندی ایک ساتھ ہونی چاہیے
"تاکہ ملک کے ہر حصہ میں" خانہ ساز" اور گڑمبہ کی تیاری میں ایک ساتھ اضافہ ہو۔

کہ

ایک، دو سالہ بچی نے مٹی کا تیل پی لیا
بیچاری کو پوڈر کا اپوٹ دودھ نہیں ملا ہوگا

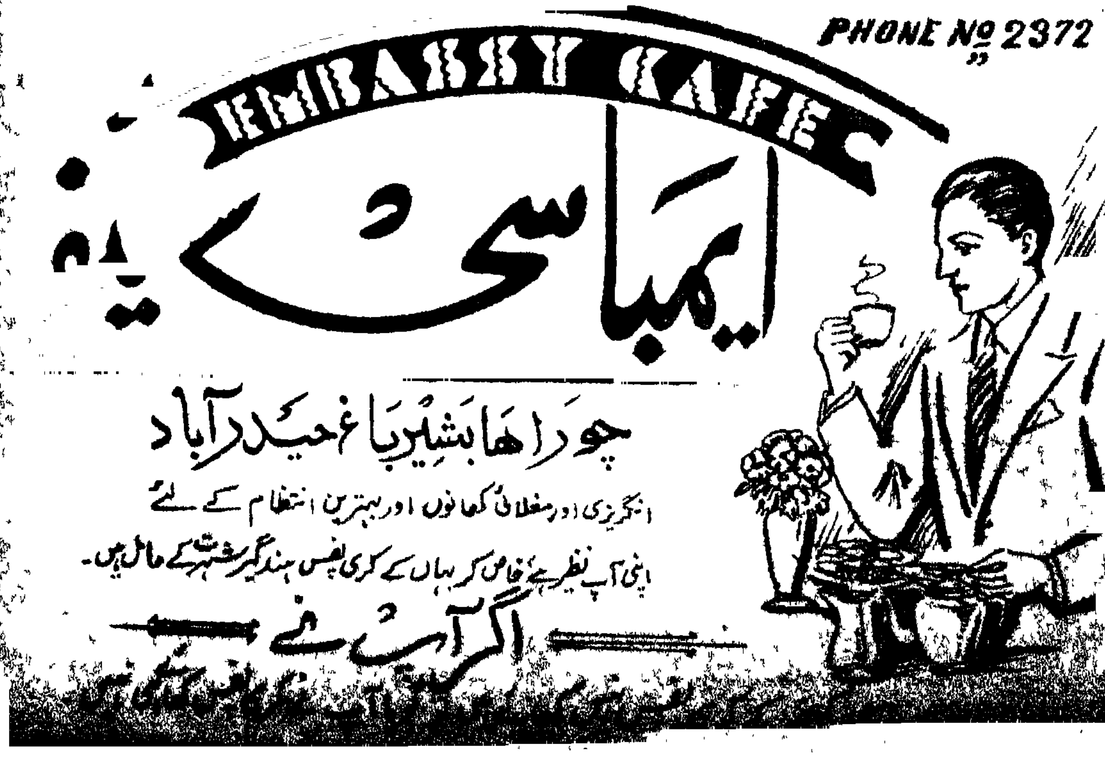
قطعہ

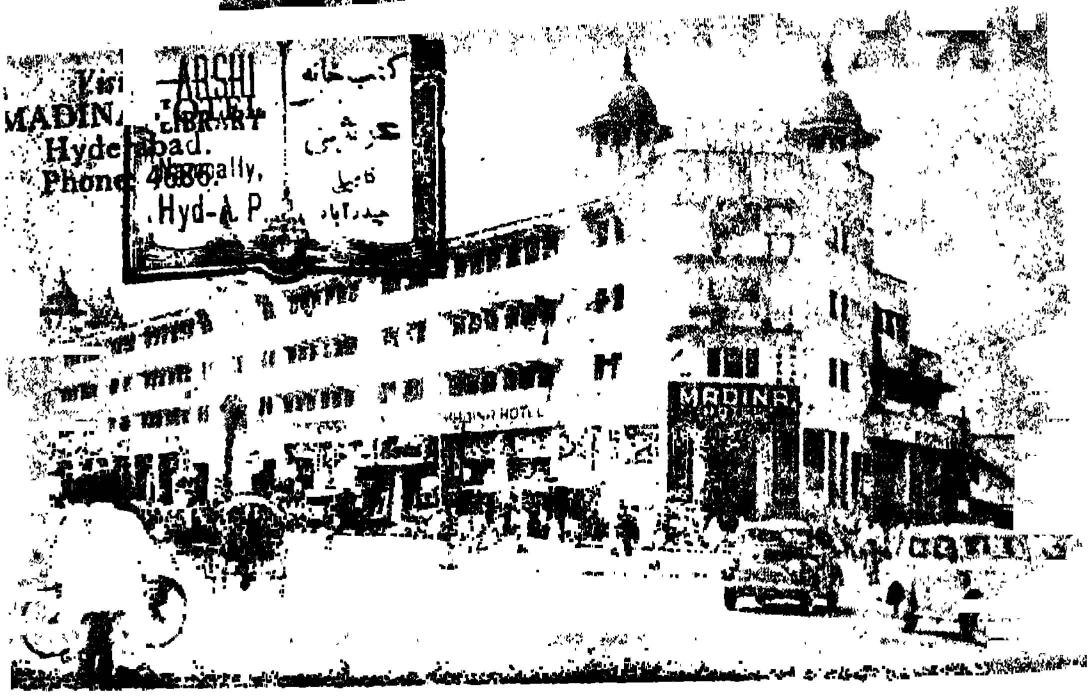
آج دنیا بھی تو مفلوج ہے خود غرضی سے
چین باقی نہ رہا ہاتھ سے گردوں کے سنو
زلفِ لیلیٰ پہ فدا قیس ہوا مرضی سے
کوئی چھوٹا نہ زمانے میں غمِ ارضی سے

(آمدہ از ندرکا باغ)

حیدر ... مطبع ... میں چھپا کر دفتر سیاست (اردو ہفتہ وار) ... سے شائع کیا


GRAND HOTEL
مانا کہ حیدرآباد میں سینکڑوں ہوٹلیں ہیں مگر
نیو گرانڈ ہوٹل اینڈ پروویژن اسٹورس
فون نمبر (۴۵۷۵) ــــ افضل گنج حیدرآباد دکن
نفاست • پاکیزگی • با سلیقہ ملازمین • خورد و نوش کے بہترین اشیاء
مفرح مشروبات خوش ذائقہ چائے اور
معقول انتظام کیلئے ــــ اپنی آپ نظیر ھے


PHONE No 2372
EMBASSY CAFE
ایمباسی کیفے
چوراھا بشیر باغ حیدرآباد
انگریزی اور مغلائی کھانوں اور بہترین انتظام کے لئے
اپنی آپ نظیر ہے خاص کر یہاں کے کری پفس ہندوستان گیر شہرت کے مالک ہیں۔
اگر آپ نے


Visit
MADINA HOTEL
Hyderabad.
Phone 4880.
ARSHI LIBRARY
Nampally,
Hyd-A. P.
کتب خانہ
عرشی
نامپلی
حیدرآباد
MADINA HOTEL


گرانڈ ہوٹل فون نمبر (۲۳۶۴۳)
یوسف بلڈنگ عابڈ روڈ حیدرآباد اے۔ پی
• قیام و طعام کا شاندار مرکز • آرام دہ ہوادار کمرے
• لذیذ کھانے اور مشروبات • باسلیقہ مستعد ملازمین
اور • اصول حفظان صحت کی پوری پوری پابندی
یہیں وہ خصوصیات جو گرانڈ ہوٹل کو دوسری ہوٹلوں سے ممتاز کرتے ہیں۔


Garden
RESTAURANT
LODGE
گارڈن ریسٹورنٹ لاج اینڈ پراویژن اسٹور
قیام و طعام کا شاندار مرکز
PHONE NO'S
5 & 74721

علی کی معنوی پیغمبری سمجھا تو یں سمجھا — وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مثالِ آپ کو عثماں یہی کہتا ہے ہر اک سے — کوئی بابِ نجفؑ کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

سید صمصام شیرازی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر — مقام اشاعت :- چادر گھاٹ گیٹ حیدر آباد (۲) انڈیا

جلد (۱۵) روز جمعہ ۹ دسمبر ۱۹۶۰ء م ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ شمارہ (۶)

نظم یا منقبت

برمصرعہ طرح بزمِ سعدیؒ

"صید کردی دلِ عالم چہ تماشہ کردی"

(مطلع) جلوۂ این چہ بگو نورِ ید بیضا کردی — قلبِ این امت مسلم چہ مصفا کردی

گفت این موسمِ گل پیشِ عنادل بشنو — در چمن بادِ صبا تازہ چہ گلہا کردی

بہرِ بیمارِ محبت کہ نہ آرام بود — گفت این از مطلب این چہ مداوا کردی

بعد مدت ز زیارات مشرف بودہ — رفتہ رفتہ ہمہ تکمیلِ تمنا کردی

گفت نوروز چہ قصہ بہ بہارِ گلہا — جام را پُر بہ بہاران ہمہ صہبا کردی

گفت این وادیٔ ایمن چہ فسانہ بشنو — روشن از نور نگر تو شبِ یلدا کردی

کردہ حیران چہ عجب وادیٔ ایمن بشنو — معجزہ این چہ عصا ید بیضا کردی

در دلِ پاک ہمہ اہلِ نبیؐ مدنی — گفت فرقان تو نگر سورہ طٰہٰ کردی

اے حسینؑ ابنِ علیؑ پیشِ جہان این کارے — سر خود داد چہ گویم کہ تو شاہا کردی

گشت نازان تو نگر باغ جنان ہم فردوس — جامہ مخلوط کہ با عنبرِ سارا کردی

(مقطع) گفت این اہلِ جہان کردہ اشارہ عثمان — از حبِ آلِ محمدؐ چہ مجلا کردی

مرقوم ۷ دسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

میرے قلبی تاثرات سانحہ کی وجہ سے یعنی گذرجانے سے معصوم فیروز علیخاں کے

فرمانا ہے جو سانحہ میرے دوسرے معصوم نواسہ کا جو پیش آیا تو اس کو دیکھتے ہوئے سمجھتا ہوں کہ معصوم کی دیکھ رکھ میں کافی توجہ نہیں ہوئی۔ یعنی ملازمین میں ردو بدل ہوتا تھا جو غفلت سے نہیں ہوا۔

دوم بچوں کے علاج معالجہ کا خاص ڈاکٹر (Expert) مقرر نہیں ہوا تھا جس کا تقرر ضروری تھا۔ اس کے علاوہ عدن باغ میں نانی لیلے بیگم کا مستقل قیام نہیں تھا اور نہ دادی سعادت النسا بیگم کا (بعض مجبوریوں کی وجہ سے) گو کچھ وقت کے لئے عدن باغ چلی جاتی تھیں جو کہ کافی نہیں تھا۔

انہی ممکن یہی وجوہ تھے کہ بچہ کی صحت متاثر ہو کر انا کی دودھ کی خرابی کی وجہ سے معصوم دنیا سے گذر گیا۔ مگر اس واقعہ نے نذری باغ میں بڑی بیداری پیدا کر دی ہے اور انشاء اللہ اب انتظام ایسا ہوگا کہ اس کے بعد اگر کوئی بات پیدا ہوگی تو اس کا صدمہ زیادہ نہ ہوگا۔ یہ سمجھ کر کہ جو کچھ ہونا تھا انتظام وہ موجود تھا اس لئے اس کے بعد مشیت میں دخل نہیں دیا جا سکتا۔

دوسری طرف میرے بڑے نواسہ کی (یعنی ممتاز علی خاں بطنی مشہدی بیگم) جان و صحت کی حفاظت کرنا نانا کا فرض اولین ہے جبکہ روزانہ میری آمد و رفت عدن باغ میں ہوگی اور اس معصوم کو اس طرح سے دیکھا جائیگا۔ جیسا کہ مستری کی مثل ہے کہ تنبولی پان کی الٹ پلٹ کرتا ہے اندیشے سے نکال کر۔ تاکہ پان غفلت سے خراب نہ ہو جائیں۔ اس کے بعد میری دعا ہے کہ یہ موجودہ نواسہ پروان چڑھے تاکہ نانا کو اطمینان قلبی حاصل ہو اور ساتھ ہی شکر ... نذری باغ میں غمی نہیں بلکہ ہمیشہ خوشی رہے اور انشاء اللہ بروز ... ایسا ہی ظہور میں آئیگا ... امید قوی ہے۔

مرقوم ۱۰ دسمبر ۱۹۶۶ء

(آمدہ از نذری باغ)

سخت خطرہ ہے حیدر علیؒ (برادرِ کلاں اسد علیؒ)
(کی دختر کی فراری کا)

فرمایا گذشتہ اس کے خُلع کا واقعہ جو پیش آیا تھا (جو کہ زوجہ تھی قادر علیؒ کی (یعنی برادر خورد معین علیؒ اور اس کے باپ نے مُؤخرالذکر کے قرابتداروں پر چھوکری کے جہیز کا سامان دبا لینے کا الزام لگایا تھا (حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں تھا) تو اگر اس چھوکری کا ٹھکانہ عقدِ دوم سے باپ کی زندگی میں نہ ہوگا تو حالات زمانہ جیسے کچھ دگرگوں ہیں اور آئے دن کیا کیا واقعات پیش آرہے ہیں اس کے مدِنظر یہ باپ کے گھر سے موقع دیکھ کر کہیں فرار نہ ہو جائے جبکہ اس کی دماغی حالت بھی اچھی نہیں ہے کہ کبھی کچھ کہتی ہے اور کبھی کچھ۔ یعنی باپ سے کچھ۔ قرابتداروں سے کچھ۔ اور سابق کے شوہر سے کچھ۔ جس کا ثبوت خود اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تحریرات سے ملتا ہے جو کہ اس وقت مثل متعلقہ پرندری باغ میں موجود ہیں (موسومہ قادر علیؒ قبل خلع)۔ الحاصل اِن حالات مذکورہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے باپ کو چاہیئے کہ اپنے حین حیات خاموشی سے جس کسی لڑکے کو چاہے اس کا نکاح پڑھوا دے۔ ورنہ جو اندیشہ ہے جس کا ذکر اوپر آیا ہے وہ کہیں وقوع میں نہ آئے۔ خلاصہ یہ کہ انسان کو چاہیئے گرد و پیش کے حالات پر نظر رکھ کر کام کرے تاکہ یہ مقولہ دُنیا صادق نہ آئے کہ

چرا کارے کُند عاقل کہ باز آید پشیمانی

دیگر۔ میرے خیال میں یہ چھوکری بھی قادر علیؒ کے لیے موزوں نہیں تھی (عقد کے لیے) کئی وجوہ سے۔ مگر لڑکے کی ماں کے اِصرار سے ایسا ہُوا تھا یعنی نکاح۔ ورنہ میرا ارادہ دُوسری لڑکی کو دینے کا تھا۔ اور اگر ایسا ہوتا تو پھر کسی قسم کی دردسری باقی نہیں رہتی جیسا کہ قادر علیؒ کی۔ زوجہ دوم کا مُعاملہ ہے ریحانہ بیگم کا۔ جس کے ساتھ شوہر کے بہت اچھے تعلقات ہیں۔ دو ہر دو خوش و خرم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اپنے مکان میں در محلہ پرندر گھاسٹ۔ اور میرا خیال ہے کہ ایسی خوبصورت شکل کی زوجہ اس کو قسمت سے ملی تھی جو محض یہ ایک اتفاقیہ چیز تھی۔ و بس۔

مرقوم ۹ دسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از ندری باغ)

رفیع الحسن پسر نصیر الدین مرحوم عہدہ دار صرفخاص

(مقیم مدرسہ عالیہ)

فرمایا اس بونڈے کا دماغ خراب ہے کہ خود کو کوئی چیز سمجھتا ہے۔ بمصداق "من ہم چیزے ہستم" اور دوسرے مماثل حیثیت کے جو لڑکے ہیں عہدہ داروں کے اسی محلہ میں مقیم ان سے خود کو بالا و برتر سمجھتا ہے جو اس کے دماغ کی خرابی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ دوسرے طرف انقلاب زمانہ کی وجہ سے ذی پوزیشن ہستیوں کی کیا حالت ہے یہ اس کے سامنے ہوتے ہوئے یہہ گوشہ گمنامی کا چھوکرا اسکو کون پوچھتا ہے کہ تو ہے کس جھاڑ کی مولی۔ چنانچہ کچھ عرصہ ہوتا ہے کہ ایک مضمون اسی بارہ میں لکھکر نظام گزٹ میں طبع کرایا تھا۔ مگر اس کے بعد بھی اس کے دماغ کی اصلاح نہیں ہوئی ہے جو ایک دن ہو کر رہے گی۔ دوسرے طرف اگر یہہ زیر سرپرستی نذری باغ نہ آتا تو اپنے باپ کے فرسودہ و شکستہ مکان میں پڑا رہتا (در محلہ الاوہ بی بی) جہاں مرحوم کے دوسرے متعلقین اس وقت فروکش ہیں۔

الحاصل جبکہ اس نے اپنا اذوفہ مقرر کردہ ٹرسٹ لینے سے انکار کیا ہے جو کہ دوسرے مماثل ہمسایہ لڑکوں کا ہے (یعنی فی جوڑہ زن و شوہر (نمبر ۳) ماہانہ) بلکہ یہہ چاہتا ہے کہ اس سے بڑھ کر اسکو دیا جائے۔ تو اس کا جواب یہہ ہے۔ "این خیال است و محال است و جنون"

الحاصل دفتر ٹرسٹ کو حکم دیدیا ہے کہ اس کے جتنے مصارف ماہانہ ہیں بہ شمول زوجہ و بچے اسکا بار اسکے مقررہ اذوقہ پر (جمع شدہ در ٹرسٹ) ڈالا جائے کہ ایسا بدکردار یا بدقماش کا چھوکرا جو اپنے دماغ میں سڑا ہوا ہے وہ کسی رعایت یا توجہ کے قابل نہیں ہے۔ اور اسکو یہہ آخری وارننگ (warning) دیگئی ہے۔ اس کے بعد جیسے کچھ حالات پیش آئیں گے اوس کے مطابق نذری باغ عمل کرے گا۔

زیادہ۔ کردنی خویش آمدنی پیش

مرقوم ۷ر دسمبر ۱۹۶۰ء (آمدہ از نذری باغ)

تکمیلِ قول کی تنسیخ یا خلاف ورزئ قاعدۂ مقررہ

فرمایا سابق دو خانہ زاد ان نذری باغ (یعنی مختار علیؑ و قادر علیؑ) کا جو قصہ بربادی کا عالم آشکارا ہے جس کی ذمہ داری باوجود ان پر ہے یا ان کے قرابتداروں پر ہے کہ یہ کس طرح سے مربی و سرپرست کو دھوکا دیکر (جس نے ان کو نذری باغ میں ایسی اونچی زندگی دی تھی جو ان کے سات پشت کو نصیب نہیں تھی اور جو ان کے حق میں ایک نعمت سے کم نہیں تھی۔) اس کو نہ سنبھال کر اپنے قرابتداروں کی لڑکیوں سے پوشیدہ طور پر نکاح کرا کر برباد ہوئے۔ یہ قصہ جو کوئی سنتا ہے وہ افسوس کرتا ہے کہ ان بونڈوں کو یا ان کے کمینہ پوستوں کو یہ این ریش و فش کیا ہوگیا تھا کہ بعوض اس کی روک تھام کرنے کے اُلٹا ان کے ہاں میں ہاں ملا کر ان کو برباد کرکے یہ بے غیرت و بے حیا جھونپڑیوں کے رہنے والے اولاد کی بربادی کا تماشہ دیکھتے رہے اور اس سے مس نہیں ہوئے تو اس سے بڑھ کر اور کیا ان کا کمینہ پن ہوگا۔ بقول۔ کُتّے کو کھیر نہیں پچی۔

خلاصہ یہ کہ یہ قصہ کم و بیش دو سال سے ہے جو رفت و گذشت ہوگیا۔ مگر ساتھ ہی دوسرے نذری باغ کے غیر متاہل خانہ زادان میں بیداری پیدا کرکے آیندہ کی روک تھام کی کہ دوسرے اس واقعہ سے درس عبرت حاصل کر رہے ہیں۔

دوم۔ ان کی زوجگان با وجود عاقل و بالغ ہونے کے اور سب چیز کا علم رکھتے ہوئے کہ یہ نذری باغ کے خانہ زادان ہیں، وہ ان کے ساتھ نکاح پر کیسے راضی ہوئے۔ حالانکہ انکار کرتے کہ خانہ زادان کو برباد کرکے وہ ان کی زوجیت میں نہیں رہ سکتے جو کہ ایک شرمناک بات ہوگی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھوکریاں بھی جھونپڑوں کی ہونے سے اس کا احساس نہیں ہوا۔ یا ان سے خفیہ تعلقات ناجائز ان چھوکروں کے ساتھ تھے کہ وہ خاموش رہے اور اپنے بڑوں کو منع نہیں کئے۔

خلاصہ یہ کہ یہ فعل سراسر ہر دو زن و مرد کے حق میں شگون بد ثابت ہوا جس کا نتیجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ بھی بربادی میں ایک دوسرے کے شریک کار ہیں۔ خدا ایسے خطرناک حرکات سے بقیہ غیر متاہل خانہ زادان نذری باغ کو محفوظ رکھے کہ وہ بھی غلطی کرکے اپنے مفاد کو برباد نہ کریں ورنہ ان کی توہین ہوگی۔ اس کا خیال رہے۔

مرقوم ۷ر دسمبر ۱۹۶۰ء

(املاء از [illegible])

قابلِ قدر خدمات دو متوفی نرسوں کے در زمانہ گذشتہ

(یعنے نذری باغ میں)

فرمایا یہ وہ زمانہ تھا میری تخت نشینی کا بلکہ کچھ مدت اس کے قبل ہی کہ دولہن پاشاہ مرحومہ کے دو بطنی صاحبزادے (یعنے برادران والاشان) اور ایک صاحبزادی اور انکی ہمشیرہ حقیقی (یعنے شہزادی پاشاہ)۔ اور بڑی صاحبزادی بطنی انور بیگم و منجلی صاحبزادی بطنی رضیہ بیگم مرحومہ (یہ ہر دو میری لڑکیاں اس وقت تک مسجد میں مدفون ہیں) اس کے سوا ایلچی بیگم کے بطنی (۵) صاحبزادے اور (۲) صاحبزادیاں جن میں سے بڑی بچی مشہدی بیگم ہے (دیکھئے ذکر) اور اسکی چھوٹی بہن سعیدہ بیگم ہے (دیکھئے ذکر) اور مزید براں صاحبزادہ بطنی جانی بیگم مرحومہ۔ یعنے خلاصہ یہ کہ اول الذکر کے (۵) بچے اور موخر الذکر کے (۸) بچے (بشمول ذکور و اناث) ان سب کی پرورش کے لئے ایک نرس تھی قوم عیسائی سے جس کا نام ہیوم تھا (Hume) اور دوسری نرس تھی جس کا نام پاول تھا یہ بھی قوم عیسائی سے تھی۔ (۵ بچے) (Powell)

الغرض یہ دو نرسیں جو خدمات بچوں کے کئے تھے ایام طفولیت سے تا عمر ۱۰ یا ۱۲ سال یہ ضرور قابل قدر اور ناقابلِ فراموش تھے۔ ایسے کہ ان دونوں نے محض پیسہ کی خاطر نہیں (یعنے معاوضہ خدمت)۔ بلکہ محبت اور دلی لگاؤ کے ساتھ کہ یہہ قبر میں گئے تک ان کو بچوں کا خیال تھا۔ اور مہینوں اپنے گھروں کو چھوڑ کر نذری باغ میں اپنے مفوضہ بچوں کی خدمت میں مصروف تھے۔ اور دنیا سے جاتے وقت یہی جانفشانی یا قلبی لگاؤ کو اپنے پیچھے بطور یادگار چھوڑ گئے (اپنے خدمات کی شکل میں)۔ کیا کہنا اس قسم کی نرسوں کا جو ہزاروں میں معدودے ایسے نکلتے ہیں جن کا جواب نہیں ہوسکتا۔

الغرض مناسب سمجھا کہ چند سطور لکھکر ان کے خدمات یہ بہا کو شیرازہ میں ریکارڈ پر رکھدوں تاکہ آئندہ زمانہ میں دوسرے نرسوں کے لئے یہہ چراغ ہدایت بنے یا قابل تقلید ہو گو اب اس زمانہ میں ان کا بدل ملنا قریب قریب ناممکن ہے کہ زمانہ ہی ایسا ہے کہ جو چیز ہے وہ پیسہ ہے جس کے سامنے دوسری چیزیں ہیچ ہیں۔ چہ جائیکہ وہ صفات مذکورہ جو کہ یقیناً عنقا ہیں۔ بقول۔ الا ماشاء اللہ۔

مرقوم ۷ر ڈسمبر سنہ ۱۹۶۰ء

(آملہ از نذری باغ)

معقول انتظام علاج معالجہ کم سن نواسے و نواسیان نظام

(بخصوص معصوم صاحبزادہ مشہدی بیگم در عدن باغ)

فرمایا ڈاکٹر ہریش چندر کا تقرر اس خدمت پر ہوا ہے یکم ڈسمبر سنہ جاریہ سے اور مجھے امید ہے کہ یہ جو خاص اس فن کے ماہر سمجھے جاتے ہیں اپنے فرائض کو انجام دیکر میری خوشنودی حاصل کرینگے کیونکہ سنا ہے کہ راجہ شیوراج بہادر آنجہانی کے خاندان سے انکا تعلق ہے جو قوم کایستھ ہے۔ ادب اور رفتار و گفتار سے معلوم ہوتا ہے کہ انکا تعلق ذی وجاہت خاندان سے ہے۔

مرقومہ ۲ دسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از عدن باغ)

دو قابل اور تجربہ کار نرسوں کی ضرورت ہے

(عدن باغ میں برائے نگرانی معصوم صاحبزادہ مشہدی بیگم معمر ایک سال)

فرمایا ان کی عمریں ۴۰ یا ۴۵ سال سے زائد نہ ہوں۔ صحت اچھی ہو۔

دوم۔ کہاں کہاں معصوم بچوں کی خدمت انجام دی ہیں۔ اس کا سارٹیفکٹ ان کے پاس ہو۔

سوم۔ تقرر امتحاناً دو ماہ کا ہوگا کہ اس کے بعد اگر موزوں سمجھے جائیں گے تو خدمت پر مستقل کیے جائیں گے ورنہ نہیں

چہارم۔ ماہوار ۵۰ علاوہ دو وقت کا کھانا اور سواری آنے جانے کیلئے دیجائیگی یعنی موٹر

پنجم۔ یہ قوم عیسائی سے ہوں نہ کہ Converts مثلاً اینگلو انڈین ہوں۔ اور خدمت لینے نشست و برخاست ایک دن آڑ کے حساب سے ہوگی۔ اور جو نرسیں اسوقت قدیم عدن باغ میں کام کر رہے ہیں ان کے ماتحت کام کرنا ہوگا۔ کہ یہ جدید ہوے ہیں نا واقف کار ہونگی

پس جو جو خواہشمند خدمات کے ہوں وہ سارٹیفکٹ کے ساتھ ایس۔ این۔ ریڈی کے ہاں رجوع ہوں۔

مرقومہ ۷ دسمبر ۱۹۶۰ء

اعلان جاری کردہ از نذری باغ

فرمایا دو چار یتیم و یسیر لڑکے جن کی عمریں ۲۰ یا ۲۱ سال سے زائد نہ ہوں۔ اور دکھاویں انکی صحت اچھی ہو۔ اور چہرے جاذب نظر ہوں۔ اور سن رُشد کو پہنچے ہوئے ہوں۔ مگر یہہ امامیہ مذہب کے ہوں اور ساتھ ہی نیک کردار ہوں۔ اگر کہیں ایسے لڑکے ہوں تو یس۔ ین۔ ریڈی کے ہاں رجوع ہوں۔
کیونکہ اس وقت کرم علیؑ متوفی جو کہ مولوی میرن صاحب مرحوم کا معتقد تھا اس کی لڑکی معمر ۲۰ سالہ جس کا نام افضل بیگم ہے اور جو زیر سرپرستی نذری باغ ہے اس کا نکاح ہونا ہے۔

رہا نکاح جو ہوگا تو نذری باغ سے مدد دیجانے گی۔ اور بعد عقد یہیں نذری باغ میں اپنی زوجہ کے ساتھ رہے گا۔ اور ممکن ہے کہ یہہ منزل طے ہونے بعد منتخب لڑکا زمرۂ خانہ زادوں میں شریک ہو جائے۔

لہذا اس کام کے لئے ایک ماہ کی مدت دیگئی ہے۔ اس سے زائد نہیں کہ جو کچھ ہونا ہے وہ اسی مدت میں انجام پانا ہے۔

مکرر۔ اس لڑکی کے دو حقیقی بھوئے بھائی یعنے ایک محمد علیؑ دوسرا واحد علیؑ زمرۂ خانہ زادوں میں شریک ہیں۔

(آمدہ از نذری باغ) مرقوم ۷ر دسمبر ۱۹۶۰ء

ترجمانِ اہلِ حق ہے قوم کی آواز ہے ★ پھر خواہ شاہ خو آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

لا فتےٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

مسئلہ گداگری

گداگری کے متعلق ہم اس سے پہلے بھی "شیراز" کے ذریعہ اربابِ حکومت کو متوجہ کر چکے ہیں اس خصوص میں ملک کے مختلف گوشوں سے توجہ دہانی کے بعد اب ہماری حکومت کو یہ احساس پیدا ہو چلا ہے کہ ملک میں گداگروں کی بڑھتی ہوئی تعداد ہماری شہریت کے دامن پر ایک بدنما دھبہ ہے

اگرچہ انسدادِ گداگری کے سلسلہ میں کئی مرتبہ آواز اٹھائی جا چکی ہے لیکن اس مسئلہ سے نمٹنے کے لئے کوئی جامع و قابلِ عمل طریقہ آج تک پیش نہیں کیا گیا۔ ہم اس اداریہ کے ذریعہ حکومت کے آگے چند قابلِ عمل تجاویز پیش کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ محض گداگری کا امتناعی قانون پاس کر دینے سے ملک سے گداگری کی لعنت دور نہیں ہو سکتی اس کے لئے اولین ضرورت یہ ہے کہ گداگروں کیلئے متبادل ذریعہ معاش فراہم کیا جائے۔

سب سے پہلے حکومت کو چاہیے کہ وہ گداگری کا سروے یا گداگروں کی مردم شماری کرے۔ یہ اعداد و شمار حسبِ ذیل تفصیلات پر حاوی ہوں:۔

۱۔ ایسے گداگروں کی تعداد جو بالکل اپاہج اور معذور ہیں، جو بہت سے ضعیف ہیں اور کسی کام کے قابل نہیں۔

۲۔ ایسے گداگر، جو ہٹے کٹے ہیں جنھیں کام فراہم کرنے پر کام انجام دے سکتے ہیں

۳۔ ایسے گداگر جو مذہبی عقائد کے طور پر بھیک مانگ کر اپنی گزر بسر کرتے ہیں جیسے مسلمانوں میں نقش بندا در رفاعی فقیر، ہندوؤں میں سادھو، بدھ، جین، بھکشو اور برہمن وغیرہ

یہ اعداد و شمار پہلے بڑے شہروں کی حد تک مثلاً آندھرا پردیش میں حیدرآباد و سکندرآباد کی حد تک فراہم کئے جائیں اعداد و شمار فراہم ہونے کے بعد ایسے گداگروں کو جو بالکل معذور اور اپاہج ہیں قانوناً بیت المعذورین میں داخل کر دیا جائے اگر کوئی ضعیف گداگر بیت المعذورین میں داخل ہونے سے انکار کرے تو ایسے ضعیف گداگر کو حکومت کی جانب سے اسکی گزر بسر کی حد تک سوشیل ویلفیر کے فنڈ سے تاحیات وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔

ایسے گداگر جو ہٹے کٹے ہیں ان کو جبراً انکی صلاحیت کے موجب کام پر لگایا جائے۔ حکومت کے کارخانوں، تعمیرات اور ترقی کے مزدوروں اور تعمیرات کے بھاری کاموں میں ہٹے کٹے گداگروں کے لئے ایک منصوبہ بنا کر کام فراہم کیا جا سکتا ہے حکومت کے وسیع وسائل کے آگے یہ کوئی دشوار امر نہیں ہے۔

اب رہے ایسے گداگر جو مذہباً بھیک مانگتے ہیں ان کو قانوناً پابند کر دیا جائے کہ وہ شارعِ عام پر یا محلوں میں گھر گھر گھوم کر بھیک نہ مانگیں بلکہ مخیر لوگ ایک منظم ادارہ خیراتی بکس قائم کر کے مذہبی گداگروں کو ان کا حصہ ماہوار یا سہ ماہی پہنچا دیا کریں۔ اگر حکومت قانوناً مذہبی قسم کے گداگروں پر پابندی عائد کر دے تو ممکن ہے کہ بعض گوشوں سے اس پر احتجاج بھی ہو اس لئے مذہبی قسم کے گداگروں پر یک لخت امتناع کی بجائے رفتہ رفتہ ان پر امتناع عائد کیا جا سکتا ہے۔ معذور گداگروں کو وظیفہ مقرر کرنے یا بیت المعذورین کو منظم طریقہ پر چلانے کے لئے حکومت کے مقررہ فنڈ کے علاوہ اہلِ خیر حضرات سے مدد لی جائے ملک میں ایسے ہزاروں صاحبانِ خیر ہیں جو سالانہ سیکڑوں روپے خیرات کرتے ہیں لیکن کسی منظم طریقہ سے یا افادیت کو

خطیب منبر سلونی

کا ارشاد مبارک ہے کہ سخاوت ایک پسندیدہ عمل ہے بخل بیوقوفی اور کنگی ہے

قطعہ

چہرۂ خوب کہ مفتون کرد است
دیدۂ خوب کہ میگون کرد است

قیمتِ عشق و محبت آخر
دلِ ما را ہمہ پُر خون کرد است

...در کھوکر خیرات نہیں دیتے۔ اہلِ خیر حضرات سے یہ گذارش کی جائے ... گھر پر بھیک مانگنے والے ہر پیشہ ور فقیر کو بھیک دے کر ... کو مفت خوری کا عادی بنانے کی بجائے ایک مخصوص رقم ... کی رقم مختص کر دیں اور پھر ہر ماہ یہ رقم بیت المعذورین کے ... عہدہ داروں کو باضابطہ رسید حاصل کر کے ایصال کر دیا کرے ... طرح یہ رقم صرف مستحقین کو ملے گی۔

اس عمل سے اہلِ خیر حضرات کا مقصدِ خیر بھی پورا ... اور حکومت کو بھی گداگری کے مسئلہ سے نمٹنے کے سلسلہ میں مدد ملے گی۔

ہمیں توقع ہے کہ اربابِ حکومت اس سلسلہ میں اندرون جلد ... قانون بنا کر جبراً اس کو نافذ کرنے کی بجائے ایک منصوبہ کے ... قانون کے ساتھ ساتھ ترغیب کے ذریعہ گداگری کے مسئلہ کو حل کریں گے۔

...طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا سلام وعلیٰ ذریتھا اجمعین

جشن ظہور مبارک

... ۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳۸۰ ہجری م ۱۲ ڈسمبر سنہ ۱۹۶۰ء بروز دوشنبہ بوقت ... بجے شب ... محترم نواب ... جنگ بہادر میں جشن مبارک مقرر ہے ... الشعراء نواب ... یار جنگ بہادر ... منقبت اور مولوی سید ... حسین رضا آقا صاحب قبلہ جشن ولادت بیان فرمائیں گے

شرکت کا متمنی

حسین ضابط

صدر سیدۃ الزہرا کمیٹی

... وقت مقررہ سے (۱۰) منٹ قبل تشریف آوری باعث تشکر ہوگی

جگر گوشہ رسولؐ صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا سلام وعلیٰ ذریتھا اجمعین

جشن ظہور مقدس

زیرِ انتظام خواتین سیدۃ الزہرا کمیٹی حیدرآباد

بتاریخ ۱۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳۸۰ ہجری م ۱۱ ڈسمبر سنہ ۱۹۶۰ء بروز یکشنبہ بوقت ۲ ساعت دن بمقام بارگاہ حسینی جلا انعقاد مقرر ہے

نظام العمل

نمبر سلسلہ	اسمائے گرامی	عنوان	وقت مقررہ
۱	جناب شرف النساء بیگم صاحبہ	تلاوت قرآن	۵ منٹ
۲	" اصغری بیگم صاحبہ	تقریر	۱۰ منٹ
۳	" نرجس یوسف علی صاحبہ	قصیدہ	۷ منٹ
۴	" مہدی بیگم صاحبہ	تقریر	۱۰ منٹ
۵	" زہرا المہدی صاحبہ نائب صدر	قصیدہ	۷ منٹ
۶	" صغرا صادق صاحبہ	تقریر	۱۰ منٹ
۷	" سیدہ وحیدہ شہدی صاحبہ	قصیدہ	۷ منٹ
۸	" صبیحہ نور الحسن صاحبہ	تقریر	۱۰ منٹ
۹	" منور بیگم صاحبہ	قصیدہ	۷ منٹ
۱۰	" سلمیٰ بیگم صاحبہ	تقریر	۱۰ منٹ
۱۱	" شمس موسوی صاحبہ	قصیدہ	۷ منٹ
۱۲	" بانو طاہرہ سعید صاحبہ	نظم	۷ منٹ
۱۳	" بشیر سراج صاحبہ	قصیدہ	۷ منٹ
۱۴	" لطیف النساء بیگم صاحبہ صدر کمیٹی	جشنِ ولادت	۲۵ منٹ

چشم براہ

مترنم حیدر
نائب صدر

اشرف النساء بیگم (اہلیہ مولانا اعجاز حسین صاحب مرحوم)
معتمدہ

قطعہ

مست و مدہوش شب روز چو جام کردہ است || جامۂ رنگین تو نگہ رنگ گلابم کردہ است
گفت تحریرِ کتابت چہ فسانہ یہ قلم || این چہ معنے ہمہ مصروف کتابم کردہ است

(آمدہ از ...)

جوانوں سے دو باتیں

از جناب تمکین کاظمی صاحب

حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب نوجوانوں ہی کے لئے زیادہ ہے اور ہمارے راست مخاطب نوجوان ہی ہیں، کیونکہ بچے کتاب کو ابھی سمجھ نہیں سکتے، جوان اپنے کاموں پر لگے ہیں اور بڈھے اپنی زندگی کا بڑا حصہ گذار چکے ہیں ان میں جوشِ عمل اور قوتِ کارکردگی کم رہ گئی ہے اب قوم کو جتنی بھی توقعات ہیں وہ نوجوانوں ہی سے ہیں پندرہ سال کی عمر سے شروع ہوتی ہے اور پچیس سال تک رہتی ہے

نوجوانو! تم ہی ہماری امیدوں کا سہارا ہو، ہماری کامرانی ہو، ہماری آرزوؤں کی منزل ہو۔ تم قوم کے راز ہو، تم ملک کو پروان چڑھانے والے ہو، تم ہی ملک کے ہو اور قوم کے نگہبان۔ عمل پیہم اور محنت کا جوا تمہارے کاندھوں پر ہوگا اور یہ ملک تمہیں سے سرسبز و شاداب ہوگا اس کو تمہی سنوارو گے

نوجوانو! تم پر بڑی ذمہ داریاں ہیں، تمہیں گھر بار سنبھالنا ہے، ماں باپ کی خدمت کرنی ہے، بھائی بہن کی تربیت کرنا ہے، بیوی بچوں کو پالنا ہے، اپنے لئے راستہ بنانا ہے۔ اپنی محنت، کوشش، جد و جہد، دماغ سوزی اور قوتِ عمل سے اپنے آپ کو سنبھالنا ہے، خود کھانا دوسروں کو کھلانا ہے ساتھ ہی ساتھ ملک اور قوم کی خدمت بھی کرنا ہے

سوچو! غور کرو!! اور اپنے آپ کو تیار کرو!!! اٹھارہ سال سے تیس سال تک انسان مکمل ہو جاتا ہے تیس سال کے بعد دماغ میں وہ ذکاوت اور اعضا میں وہ کساوٹ، طبیعت میں وہ جودت اور ذہن میں وہ تیزی باقی نہیں رہتی جواب تک تھی اس عمر تک جو کچھ سیکھنا ہے سیکھ لو، جو کچھ کرنا ہے کر لو اس کے بعد تم آرام سے بیٹھ کر کام کر سکو گے، اتنی جد و جہد کی تم کو ضرورت نہ پڑیگی اور نہ اتنی سختیاں برداشت کرنی پڑینگی۔

قاعدہ ہے کہ کچی شاخ ہی مڑ سکتی ہے سوکھی لکڑی موڑی نہیں جاسکتی، موڑنے کی کوشش میں ٹوٹ جاتی ہے، ابھی تم کچی شاخ ہو، اپنی طبیعت کو بدل سکتے ہو، عادت بدل سکتے ہو، اخلاق سنوار سکتے ہو، کردار بنا سکتے ہو اور اپنے آپ کو جس سانچے میں چاہو ڈھال سکتے ہو۔ محنتی، کارگزار، سمجھدار، نیک، قابل اور ہوشیار بن سکتے ہو۔ پھر دنیا تمہاری ہے اور کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔

تعلیم پاؤ، تربیت حاصل کرو، اخلاق اور کردار پیدا کرو، اسکے سوا تم سے ہمارا کوئی مطالبہ نہیں ہے، یہ اگر تمہیں حاصل ہوگیا تو گویا تم کو دنیا مل گئی اور تم جہاں میں سرخ رو ہو گئے، اگر تم نے اسکی پروا نہ کی اور یہ حاصل نہ کرسکے تو یقین مانو تم کو بدترین زندگی بسر کرنا پڑے گا در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرو گے اور تمہارے لئے دنیا میں کوئی جگہ نہ ہوگی۔

اس کتاب کو پڑھو اور بار بار پڑھو، یہ کتاب تمہارے ہی لئے لکھی گئی ہے اگر کسی بات سے اختلاف ہو تو مجھ سے کہو یا مراسلت کرو، میری غلطی ہو تو میں اصلاح کرلوں گا اور اگر تمہاری سمجھ میں نہ آیا تو تمہیں سمجھا دوں گا، مگر اس کتاب

کو بیکار سمجھ کر پھینک دو۔ زندگی کی چونتیس منزلیں طے کرنے اور (۳۵) سال تک مسلسل جدوجہد اور زندگی کے نشیب وفراز کی واقفیت کے بعد میں اس قابل ہوا ہوں کہ تم کو مخاطب کرسکوں، اب تمہاری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوش حقیقت نیوش ہے

یاد رکھو انسان تعلیم و تربیت، اخلاق و کردار، نہیں جانتے کہ کام آتے اور ضرور کام آتے ہیں۔ ایسا شخص جہاں بھی جاتا ہے عزت پاتا ہے کیونکہ

ادب تاجیست از لطف الٰہی
بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

اسی طرح تم اگر اپنے سر پر ادب کا تاج رکھو گے تو جہاں بھی جاؤ گے عزت پاؤ گے۔ یاد رکھو، محنت اور کام چاہے کیسا ہی ہو انسان کو عقلمندی اور دور اندیشی سے مشکل کام کو آسان بنا دیتی ہے۔

وجود مردم دانا مثال زر طلا است
کہ ہر کجا کہ رود قدر و قیمتش دانند

ایسے شخص کی عزت ہر جگہ، ہر قوم اور ہر ملک میں ہوتی ہے۔

مرد خدا بہ مشرق و مغرب غریب نیست
ہر جا کہ می رود ہمہ ملک خدائے اوست

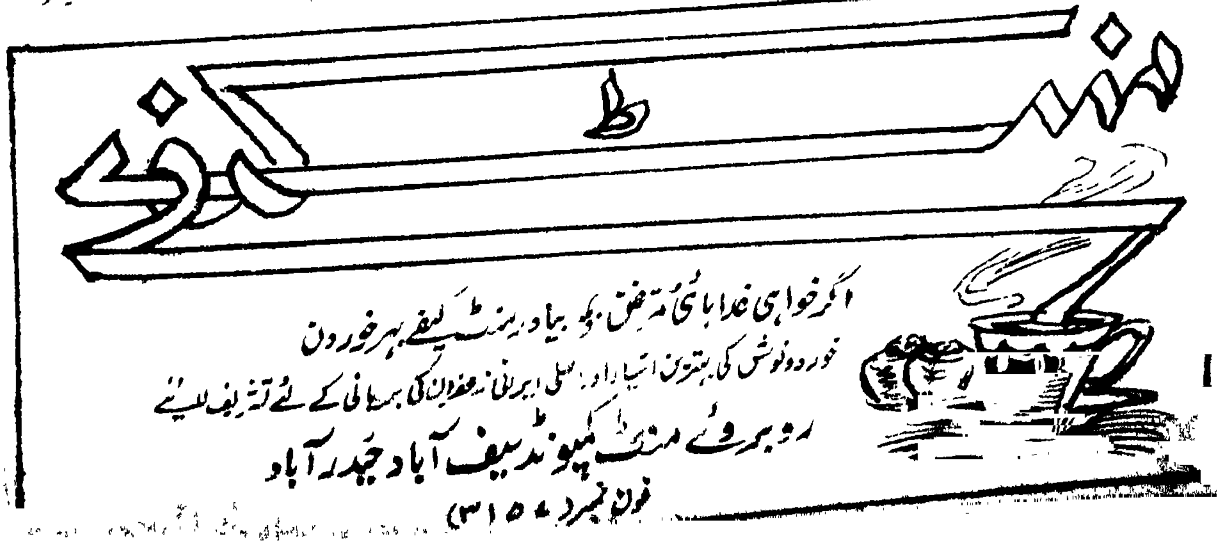
تم دیکھ رہے ہو کہ ان خاندانوں کے افراد جن کے ہاتھوں میں چند سال پہلے حکومت تھی جن کی جاگیریں وسیع اور منصبیں بیش قرار تھیں آج رکشا چلا رہے ہیں اور بڑے بڑے ذی اثر عہدہ داروں کے خاندان کے افراد افلاس و تنگدستی میں مبتلا ہیں۔ آج دیہات و قصبات کے وہ لوگ جنہیں اچھی تعلیم و تربیت حاصل ہوئی تھی دنیا کی جدوجہد میں حصہ لے رہے ہیں اور وزارتوں کی کرسیوں پر براجمان ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت اور محنت و جدوجہد کا ثمرہ ہے جو وہ پا رہے ہیں

ایسے انقلاب دنیا میں بہت آچکے ہیں شیخ سعدی شیرازی نے بھی ملک شام کا ایک ایسا ہی انقلاب اپنی آنکھ سے دیکھا تھا جس کی تفصیل صرف تین شعروں میں انہوں نے کی ہے پڑھو اور عبرت حاصل کرو۔

شنیدہ ام کہ فتنہ در شام
ہر کسے گوشۂ فرار رفتند
روستا زادگان دانشمند
بہ وزیری پادشا رفتند
پسران وزیر ناقص عقل
بہ گدائی بہ روستا رفتند

بالکل وہی حال جو یہاں کا ہے دہقان و کاشتکار وزارت کی کرسیوں پر متمکن ہیں اور وزیرزادے کاسۂ گدائی بدست۔ دنیا گول ہے، تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے، ہر حکومت کی ایک عمر ہوتی ہے اس کا زوال لازمی ہے جو مصائب آج ہم پر آئے ہیں وہ دنیا پر آتے رہے ہیں۔ شعرائے ایران میں سے ان کا آنا جگاہ بنا رہا اور آج تک بنا ہوا ہے، تم نوجوان ہو، تم میں عزم ہے، حوصلہ ہے، ارادہ ہے، دم خم ہے، تم بھی ہمت کرو، ترقی یافتہ ممالک کے نوجوانوں کی طرح تم بھی حالات کا مقابلہ کرو، آلام و آفات کے مقابلہ میں کمر ہمت باندھ کر ڈٹ جاؤ، اپنے عزم سے کہ پلٹ دو، آج ہی سے اپنی طرز زندگی بدل ڈالو، اپنے اعمال کا جائزہ لو اپنے اخلاق کا اندازہ کرو، اپنے کردار کی جانچ کرو ان میں جو خامیاں ہیں انہیں دور کرو، آج سے عملی آدمی بن جاؤ پھر دنیا تمہاری ہے۔

شیر شو! شیرانہ در صحرائے شیران پائے نہ!
مرد شو! مردانہ پند ناصحان را گوش گیر۔



ڈنکرک کی شکست (۱۹ر مئی سنہ ۱۹۴۰ء) کے بعد لندن کے مشہور اخبار ٹیلی گراف نے ۱۸ر جون سنہ ۱۹۴۰ء کو مقالہ افتتاحیہ میں لکھا ہے کہ "ہم ایک بات پر جس قدر افسوس کریں کم ہے اور وہ یہ ہے کہ گزشتہ بیس برس میں ہم نے اپنے نوجوان کو صرف دو چیزیں سکھائیں یعنی ٹینس اور گولف۔ انھیں یا جہاد زندگی کے لئے تیار نہیں کیا جس کی سزا ہمیں بھگتنی پڑی۔"

فرانس کے صدر مارشل پنیان نے ۲۰ر جون سنہ ۱۹۴۰ء کو ایک ریڈیائی تقریر میں کہا کہ "گزشتہ جنگ عظیم کی نسبت اس دفعہ ہمارے پاس اسلحۂ جنگ، افواج اور دیگر وسائل بہت زیادہ تھے۔ حلیف سلطنتیں تعداد میں کافی تھیں اور ہم پھر بھی ہار گئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس شکست کے وجوہ کیا ہیں؟ اس مسئلہ پر غور کرنے کے بعد میں جس نتیجہ پر پہونچا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمیں شکست ہٹلر نے نہیں دی بلکہ اپنے نوجوانوں نے دی جن کا کام کھانا، پینا اور عیش اڑانا تھا"

مجھ سے اگر پوچھا جائے تو میں ایمانداری سے کہوں گا کہ تمہاری بربادی خود تمہارے ہاتھوں ہوئی ہے، سینما بینی، ڈل نشینی، اور عیش و عشرت میں پھنس کر تم نے آپ کو برباد کیا اپنی شعور پیدا نہیں کیا، غلط خرافات کی چکر میں پھنس گئے طوفان بپا کیا اور اب ہائے وائے کر رہے ہیں۔

نوجوانو! اب بھی وقت ہے خرافات کو چھوڑ دو، بیداری شعور پیدا کرو، طبیعت میں صلاحیت، خیالات میں اعلیٰ پن، کردار میں مضبوطی اخلاق اور ایمان میں نوانی پیدا کرو، پھر دیکھو، دنیا تمہاری ہے

"کمر باندھے ہوئے کیوں ڈرتا ہے پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے"

شیراز اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا انتخاب ہے

جناب امیر علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے موقع پر

ادارۂ شیراز ایک خصوصی اشاعت

امیرؑ نمبر

کے نام سے پیش کرنے کا نیت کیا ہے اس نمبر کے سرورق پر سرکار حق آگاہ کی بالکل نئی تصویر ہوگی اور یہ نمبر سرکار حق آگاہ کے نام نامی سے معنون ہوگا اس نمبر میں سرکار حق آگاہ کا کلام بلاغت نظام، ملک کے نامور ادبا، اور سربرآوردہ شعراء کے بلند پایہ مضامین نظم و نثر اور مداحان آل اطہار، عاشقان حیدر کرار علیہ السلام کے یادگار لطائف درج رہیں گے

تفصیلات کے لئے مخاطب فرمائیے

ادارہ شیراز اردو ہفتہ وار

چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد ۲

آندھرا پردیش (انڈیا)

آہ صادق علی امین قوم

یہ خبر نہایت حزن وملال کے ساتھ سنی گئی کہ مولوی میر صادق علی صاحب موظف نائب ناظم ٹپہ نے ایک طویل علالت کے بعد ۵ ستمبر کی رات کو ۲ بجے (۸۱) سال کے سن میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جوں ہی آپ کے انتقال کی خبر عام ہوئی لوگ بلا لحاظ مذہب وملت جوق درجوق آپ کے مکان "خضرا" واقع جام باغ دار الشفاء پر جمع ہونے لگے۔ ٹھیک دس بجے جلوس میت بعد قرآن خوانی ومرثیہ خوانی دائرہ میر مومن رح کی طرف روانہ ہوا جہاں آپ کی تجہیز وتکفین عمل میں آئی۔ مشایعت جنازہ اور نماز میت میں ایک کثیر تعداد مومنین ومسلمین کی شریک تھی۔ نماز جناب آقای سید عبداللہ [illegible] ممتاز الافاضل مجتہد نجف اشرف نے پڑھائی۔ مرحوم کی تدفین مرحوم کے خاندانی ہڑواڑہ واقع دائرہ میر مومن رح میں ایک بجے عمل میں آئی

آپ مولوی سید نظام الدین مرحوم معتمد و مددگار تعلقدار کے فرزند اور مرحوم مولوی سید محمد صاحب شیرازی کے پوتے تھے۔ آپ ۲۸ جمادی الثانی سنہ ۱۲۹۹ھ کو بمقام حیدرآباد پیدا ہوئے۔ السنہ شرقی ومغربی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ سنہ ۱۳۲۰ھ میں سلک ملازمت سرکار عالی میں منسلک ہوئے۔ درجہ بدرجہ ترقی کرتے کرتے نائب ناظم ٹپہ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ٹپہ خانہ جات سرکار عالی کی تنظیم جدید آپ کی رہین منت رہی۔ نظم ونسق میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اصولی اور دیانتدار عہدہ داروں کے صف اول میں آپ کا شمار تھا۔ خوش سلیقگی اور خوش معاملگی آپ کے اوصاف خاص تھے۔ (۴۰) سال تک ملک ومالک کے وفادارانہ خدمات انجام دینے کے بعد آپ وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش ہوئے۔ آپ کو نظامت ٹپہ کا پیشکش بھی کیا گیا مگر آپ نے نظامت ٹپہ کے عہدہ جلیلہ پر قومی خدمات کو ترجیح دی۔ آپ کا یہ ایثار قابل قدر تھا۔ انجمن معین الاخوان اور دار الیتامیٰ کے آپ موسس اور پرجوش کارکن تھے۔ آپ صوم وصلوٰۃ اور وضع قدیم کے پابند تھے۔ حیدرآباد کے مومنین میں بوجہ امانت داری آپ کو خاص امتیاز حاصل رہا۔ آپ یتیمان مسلم کے عاشق صادق اور یتیمان قوم کے سچے پرستار تھے۔ حیدرآباد کا "دار الیتامیٰ" آپ کی امانت داری اور یتیم دوستی کا آئینہ دار ہے۔ زبان خلق کو نقارۂ خدا کہا جاتا ہے۔ ہر شخص آپ کو مومن پاک اور امین قوم کہا کرتا تھا

آپ نے اولاد صالح بھی پائی جو دنیوی وجاہت کیساتھ ساتھ دولت ایمان سے بھی مالا مال ہیں۔ آپ کے بڑے فرزند سید محمد مہدی صاحب محکمہ آبکاری میں سینئر مہتمم ہیں۔ دوسرے فرزند مولوی سید نظام الدین صاحب نظامت معدنیات میں سینئر مددگار ہیں، تیسرے فرزند مولوی سید محمد حمید صاحب پرائیویٹ اسٹیٹ کے محکمہ امور مذہبی میں ملازم ہیں اور چوتھے فرزند مولوی سید محمد مجتبیٰ صاحب مددگار ناظم باغ عامہ ہیں۔ آپ کی ایک دختر مولوی سید محمد علی صاحب [illegible] کی اہلیہ، ایک دختر نواب سید علی خاں صاحب زادہ صاحب جاگیردار کی اہلیہ، ایک دختر مولوی سید عبدالحسین صاحب [illegible] فرزند مولوی میر محمد حسین خاں صاحب فاضل سابق مہتمم میر خانہ مبارک کی اہلیہ، ایک دختر نواب میر سعادت علی خاں صاحب بہادر [illegible] فرزند نواب [illegible] جنگ مرحوم کی اہلیہ، ایک دختر مولوی میر اسد علی صاحب پرنسپل فزیکل ٹریننگ کالج کی اہلیہ اور ایک دختر [illegible] حور النساء بیگم صاحبہ ایم اے لکچرار کلیۂ اناث جامعہ عثمانیہ ہیں جو نئے تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود روزہ نماز اور اسلامی پردہ کی سختی کے ساتھ پابند ہیں۔ مرحوم کی ایک دختر نواب میر یٰسین علی خاں صاحب کی اہلیہ تھیں جو مرحوم کی زندگی ہی میں انتقال کر گئیں

۱۴ مرحوم میر صادق علی صاحب متقی، پرہیزگار، صوم وصلوٰۃ اور وضع قدیم کے پابند تھے۔ حج بیت اللہ الحرام اور چہاردہ معصومین علیہم السلام کی زیارت سے مشرف تھے۔ آپ مولوی میر حمید علی صاحب مرحوم کے داماد تھے، مولوی میر اصغر حسین ناجی مرحوم آپ کے نانا خسر ہوتے تھے

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

ہم اس غم میں مرحوم کے پسماندگان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ خدا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

سائنسی تحقیق میں بین الاقوامی تعاون

سائنسی کارنامے اور دریافتیں سائنسی ترقیوں کا منبع ہیں۔ کسی بھی قسم کی سائنسی تحقیق میں سائنسدان کے لئے اس کے شعبے میں پوری معلومات حاصل کرنا ضروری ہے ورنہ اس کی صلاحیتوں کی ناکامی پر اس کی توانائی اور وقت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اپنے کل (آیوال) کے کام کو مفید بنانے کے لئے اس کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ آج کیا ہو رہا ہے اور کل پر گذرا ہوا کیا ہے۔ کوئی تحقیقی قسم کی تحقیق شروع کرنے کے لئے سائنسی محقق کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ لٹریچر کا مطالعہ کرے اپنے وسائل کا جائزہ لے اور دریافتوں کی توثیق کرے۔ تاہم ایک سائنسدان کی مشکلات پر غور کیجئے۔ آج دنیا میں سائنسی معلومات کے ذخیرے کا ایک پہاڑ سا موجود ہے کیونکہ دوسری عالمی جنگ کے بعد سے تحقیق و مطالعہ اور نئی نئی دریافتوں میں بھاری اضافہ ہوا ہے۔ ہر روز اس پہاڑ کی چوٹیاں اُبھر رہی ہیں۔

ذرا ان حقایق پر غور کیجئے۔

دنیا بھر میں ہر برس تقریباً ۲۹ لاکھ طبع زاد سائنسی مقالے شائع ہو رہے ہیں جو تقریباً ایک کروڑ صفحات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جن رسالہ جات اور مطبوعات میں یہ مقالے شائع ہوتے ہیں ان کی تعداد ۲۵ ہزار سے ۵۰ ہزار تک ہے۔ ان سائنسی رسالوں کے چندے کی رقم سالانہ ساڑھے ۴ کروڑ ڈالر بنتی ہے۔ بیچارے سائنسدان کو اپنے شعبے میں پرانی اور نئی معلومات سے باخبر ہونے کی کوشش میں زبان کے مسئلے کا بھی سامنا کرنا ہوتا ہے چونکہ سائنسی رسالے تقریباً ۱۰۰ ملکوں میں ۵۰ سے زیادہ زبانوں میں شائع ہوتے ہیں اس لئے ہر برس تیار ہونے والا سائنسی لٹریچر ابتدائی طور پر ان زبانوں میں شائع ہوتا ہے جنہیں دنیا کے سائنسدانوں کی نصف سے زیادہ تعداد پڑھ نہیں سکتی۔ اگر ان تمام سائنسی رسالوں کو ایک زبان میں شائع کر دیا جائے اور وہ تمام کے تمام فوراً دستیاب ہو جائیں تو بھی بیچارا اکیلا سائنسدان بعض قسم کی بیرونی امداد کے بغیر اپنے شعبے کی معلومات سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔ خوش قسمتی سے دنیا بھر کے سائنسدان بے یار و مددگار نہیں ہیں۔ انہیں ایسی عظیم بیرونی امداد حاصل ہے جس سے وہ اپنی مشکل پر بہت حد تک قابو پا لیتے ہیں۔ یہ امداد زیادہ تر دو امور پر مشتمل ہے (۱) دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں درجہ وار اختصارات کی اشاعت اور (۲) ان اختصارات کو حاصل کرنے اور انہیں تمام ملکوں کے سائنسدانوں کو مہیا کرنے کے لئے دنیا کے تمام ملکوں کی طرف سے بین الاقوامی تعاون۔ زمانہ مابعد جنگ میں سائنسی معلومات کا سیلاب سا اُمڈ آیا اور ۱۹۴۹ء میں یونیسکو کی طرف سے ایک بین الاقوامی کانفرنس کے انعقاد کے بعد اس سلسلے میں کافی پیش قدمی ہوئی۔ چنانچہ ــــ اسی کانفرنس کے نتیجے کے طور پر ۱۹۵۲ء میں بین الاقوامی بنیاد پر سائنسی اختصارات کی اشاعت شروع ہو گئی۔ یہ کام ایک نئی تنظیم۔ سائنسی یونینوں کی بین الاقوامی کونسل کے ایبسٹریکٹنگ بورڈ کی نگرانی میں شروع ہو گیا۔ پہلا شعبہ جس میں اس تنظیم نے خلاصے شائع کرنے شروع کئے طبیعیات کا تھا۔ چند ملکوں کو چھوڑ کر آسٹریلیا۔ بلجیم۔ کینیڈا۔ فرانس، اٹلی۔ ہالینڈ۔ برطانیہ اور امریکہ کے اداروں نے طبیعیات کے متعلق طبع زاد مقالے شائع کرنے تھے۔ یونیسکو کی طرف سے منظور شدہ اسلوب ہے، فرانسیسی یا انگریزی یا دونوں زبانوں میں مضمون کے خلاصے شائع کرنا منظور کر لیا۔ سائنس کی تحقیق و ترقی کی تیز رفتاری نے (امریکہ میں پچھلے چھ برسوں میں اس کی رفتار دگنی سے زیادہ ہو گئی ہے) سنجیدہ مسئلے پیدا کر دئے ہیں۔ حکومت اور صنعت دونوں ان مسئلوں کو حل کرنے کے لئے مختلف طریقوں سے امداد دے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر دنیا

قطعہ

مژدہ در گوشِ جہاں می آید | از پسِ پردہ عیاں می آید
بہرِ پابوسیٔ این بابِ نجف | روز و شب پیر و جواں می آید

(آمدہ از نذری باغ)

کی عظیم ترین سائنسی تنظیم۔ امریکی کیمیکل سوسائٹی کے خلاصوں اور فہرستوں کی سروس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت اور صنعت دنیا کے تمام سائنسدانوں کو سائنسی معلومات فراہم کرنے میں کیونکر مدد دے رہی ہے (اس تنظیم کے ۹ ہزار سے زیادہ اراکین ہیں۔) اس تنظیم کی طرف سے ہر دو ہفتے کے بعد ایک رسالہ شائع کیا جاتا ہے جس کا نام ہے "کیمیکل اختصارات" اس کی تیاری میں ۳۰۰ کارکنوں کے علاوہ ۲ ہزار ایسے اشخاص بھی حصہ لیتے ہیں جو جزوی طور پر کام کرتے ہیں۔ یہ اشخاص کیمیاؤں کے متعلق موضوعات، زبانوں اور ادبی کاموں میں مہارت رکھتے ہیں۔ اور آزاد دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں مقیم ہیں۔ یہ عملہ اور کمیونسٹ بلاک کے دوسرے ملکوں کی سائنسی مطبوعات کا بھی جائزہ لیتا ہے۔ دنیا کے تمام حصوں میں شائع ہونے والے ۹ ہزار سے زیادہ رسالوں اور ۲۲ ملکوں میں رجسٹر ہونے والی ایجادوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ ہر شمارے میں ۵۰۰ سے زیادہ بڑے بڑے صفحات ہوتے ہیں جو طبعزاد مضامین کے تقریباً ۶ ہزار مختصر معلوماتی اختصارات پر مشتمل ہوتے ہیں "کیمیکل اختصارات" کی تیاری پر ایک سال میں ۲۷ لاکھ ڈالر سے زیادہ لاگت آتی ہے۔ سوسائٹی اس بجٹ کے لئے تین طرح کی قیمتوں کے منصوبے سے ضروری امداد حاصل کرتی ہے۔ صنعت، حکومت اور ملک کی لائبریریاں "کیمیکل اختصارات" کے لئے الگ الگ قیمتیں ادا کرتی ہیں۔ "کیمیکل اختصارات" کے نسخے دنیا کے تقریباً ہر ملک کی یونیورسٹیوں، لائبریریوں اور دوسرے اداروں کے سائنسدانوں کو مہیا کئے جا رہے ہیں۔ اس امریکی سروس کو دنیا کے تمام ملکوں کے کیمیا دان وسیع پیمانے پر استعمال کرتے ہیں۔ امریکی کیمیکل سوسائٹی کی خلاصوں اور فہرستوں کی سروس سائنسی دلچسپی کی خلاصوں اور فہرستوں کی ایسی ہی ۴۸۹ سروسوں میں سے ہے جنہیں اب امریکہ میں عروج حاصل ہو رہا ہے

ہر مہینے مزید سروسوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ ۱۹۵۸ء میں حکومت امریکہ کی نیشنل سائنس فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام نیشنل فیڈریشن آف سائنس کی خلاصوں اور فہرستوں کی سروس کے قیام کے بعد ان سروسوں کا ظہور ہوا ہے۔ یہ امریکی سروسیں کیمیادانی، کے علاوہ فضائی علوم، زراعت۔ حیاتیات انجینئری۔ ریاضی۔ علاج معالجہ، موسمیات۔ ایٹمی سائنس اور خام دھاتیں صاف کرنے کے فن کے متعلق مضامین کے خلاصے شائع کرتی ہیں۔

انتقالِ پُرملال

حیدرآباد:- ۵ر دسمبر۔ یہ خبر گہرے رنج و ملال کے ساتھ سنی گئی کہ کل رات کے بارہ بجے مولوی میر اکبر علی صاحب عرف مہدی منتظم گروہ حضرت ابو الفضل العباس نے دو ماہ کی طویل علالت کے بعد اپنے مکان واقع کوچہ دارا جنگ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جلوس میت میں جملہ ماتمی گروہان کے علاوہ مومنین کی ایک کثیر تعداد شریک تھی تجہیز و تکفین دائرہ میر مومنؒ میں عمل میں آئی۔ مولوی سید اصغر حسن صاحب قبلہ نجفی نے نماز جنازہ پڑھائی تقریباً دن کے ۲ بجے تدفین عمل میں آئی۔

مرحوم منصبدار شاہی اور گروہ ابو الفضل العباس کے تقریباً ۴۰ سال سے منتظم تھے۔ پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ عزاداری شہید کربلا میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ ۱۲ محرم کو اپنے مکان میں مجلس شہید کربلا برپا کرتے تھے۔ عاشور خانہ شہزادہ علی اکبرؑ کی تولیت آپ کو حاصل تھی سرکارِ عالی آگاہ نے بھی ایک سال اس عاشور خانہ کی زیارت فرمائی تھی۔

آپ کے پس ماندگان میں ایک لڑکی اور دو لڑکے ہیں۔ بڑا لڑکا بے روزگار ہے خدا مرحوم کو غریق رحمت کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

قطعہ

ہر دورِ جہاں نظام ضرور | ہر صبح نگر تو شام ضرور
گفت گلہا چہ قصہ بہ چمن | ہر بادِ صبا خرام ضرور

(آئیدہ از نذری مائل)

کاروائی جلسہ سالانہ (چہل و نہم) انجمن وظیفہ سادات و مومنین

منعقدہ ۲۹ و ۳۰ ستمبر و یکم اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء بمقام امامباڑہ ڈپٹی زاہد حسین صاحب محلہ چک الہ آباد

(۱) مولوی فرحت حسین صاحب تلاوت کلام مجید فرمائی اور اس پاک عنوان سے جلسہ کا آغاز ہوا

(۲) خیر مقدم : ممبران کارکن کمیٹی اور لوکل سکریٹری صاحبان اور معزز مہمانان کا خیر مقدم جناب حاجی سید صابر حسین صاحب نقوی صدر مجلس استقبالیہ نے مختصر اور جامع الفاظ میں کیا

(۳) اس کے بعد کتاب "ملت از یام" کے متعلق اعلان ہوا کہ سید منظور حسین صاحب موسوی نے نو سو کاپیاں انجمن وظیفہ سادات و مومنین کو عطا فرمائی ہیں۔ خدائے ملت جناب سید شیخ ممتاز حسین صاحب جونپوری نے اسکا پس منظر بیان فرمایا اور فخر قوم جناب سید کلب عباس صاحب نے مصنف کی ادبی اور مذہبی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ اس کتاب کی اشاعت گویا کہ انجمن کی جانب سے ہوئی ہے اسلئے کہ موسوی صاحب نے اس کی قیمت انجمن کو ہبہ کردی ہے اور اسکو اختیار دیا ہے کہ اسکے محاصل انجمن اپنے اغراض پر صرف کرے

(۴) مرحوم ممبران انجمن جن کے اسماء پڑھ کر جناب کمر ثقلین صاحب نے سنایا ان کے نام پر تمام حاضرین نے ایصال ثواب کے لئے سورۂ فاتحہ اور سورۂ قل ہو اللہ پڑھکر ایصال ثواب کیا اور وظیفہ داران مرحوم کے لئے بھی ایصال ثواب کیا گیا صغری بیگم صاحبہ مرحومہ کے لئے جنھوں نے تین سو روپے سالانہ کی رقم اپنے وصیت نامہ میں مقرر کی ہے ان کے لئے بھی ایصال ثواب کے لئے سورۂ فاتحہ کی قرات کی گئی

(۵) نونہوں کا روائی جلسہ سالانہ سال گذشتہ بذریعہ صدر انجمن کی گئی اور چونکہ اجمالاً سال گذشتہ کی رپورٹ میں جناب دانش صاحب و جناب ثمر بلوسی کی نظمیں چھپنے سے رہ گئی تھیں اسلئے طے پایا کہ ان کو آیندہ سالانہ رپورٹ میں شامل کیا جائے

(۶) حسب ذیل مقامات کے لوکل سکریٹری صاحبان نے اپنی اپنی رپورٹیں پڑھیں

حیدرآباد، سکا پور، بنارس، امروہہ، اعظم گڑھ، الہ آباد، پرتاب گڑھ، لکھنؤ، بہرائچ، بھگوڑل، کھیم پور، اور جونپور

اس سلسلہ میں طے پایا کہ حسب قاعدہ انجمن آیندہ سے لوکل سکریٹری صاحبان کو نقشہ مقررہ بھیجا جایا کرے اور دستور بنائے جائے بنا بریں رپورٹوں کے بجائے نقشہ کی صورت میں رپورٹ پیش کیا کریں

لوکل سکریٹریوں کے رپورٹوں کے پڑھے جانے کے بعد حسب ذیل امور باتفاق آراء طے پائے

(الف) لوکل اور مقامی وظیفہ خواروں کے درمیان اگر کوئی اختلاف ہو تو معزز سکریٹری صاحب، وظیفہ خواران قدیم و جدید کو جو ہدایات فرمائیں انکی ایک نقل لوکل سکریٹری کے پاس بھی بہ حیثیت ممبر روانہ کر دیا کریں اور ان کو نظر انداز کرکے بالا بالا کوئی ہدایت جاری نہ کی جائے۔



(ب) لوکل سکریٹری صاحب سو روپے یا زائد کی رقم مرکزی دفتر کو بذریعہ چیک یا بنک ڈرافٹس یا انشورڈ رجسٹری روانہ کر دیا کریں اور اسی طرح جنرل سکریٹری صاحب بھی رقم بغرض تقسیم وظیفہ لوکل سکریٹری صاحبان کو روانہ کیا کریں

(۷) سید اعجاز حسین صاحب چارجونی سکریٹری شعبۂ لٹریری ان صاحب نے اپنی رپورٹ پڑھ کر سنائی اور رسالہ وظیفہ کی پوری رپورٹ جناب سید علی حیدر صاحب کاظمی نے پڑھ کر سنایا۔ ان رپورٹوں کے سننے کے بعد طے ہوا کہ رسالہ وظیفہ کا حسابی سال یعنی انجمن کے سال سے ساتھ ستمبر سے شروع کیا جائے

(۸) جنرل سکریٹری صاحب نے اپنی رپورٹ بابت سال سنہ ۶۰،۵۹ء پڑھ کر سنائی جسکی بنا پر حسب ذیل امور طے کئے گئے

(الف) وقف صغریٰ بیگم صاحبہ مرحومہ چندا ۵ و وقف نواب میر علی صاحب مرحوم سابق سکریٹری بقایا رقم جو سابق متولیان کے وقت کی ہے اور جسکی وصولی کی کوئی امید نہیں ہے اسکے مطالبہ کو ختم کیا جائے اور جب سے رقم موصول رہتی ہے اسکی وصولی برابر جاری رکھی جائے مگر جو بقایا متولی حال کے ذمہ ہے اسکا مطالبہ باقی رکھا جائے

(ب) آئندہ سے لوکل سکریٹری صاحبان جدید ممبران کی تعداد کیساتھ ان کے ممبری کی مجموعی رقم چندہ کا بھی ذکر کیا کریں تاکہ لوکل سکریٹری صاحبان کی کارگذاری کا صحیح اندازہ کیا جا سکے اور ایسے رپورٹ سکریٹری میں تبصرہ ہو سکے

(ج) نواب سید غضنفر نواب دانش کو دفتر کی جانب سے ایک تحریر روانہ کی جائے کہ جلسہ سالانہ کے جملہ ممبران نے طے کیا ہے کہ نواب صاحب موصوف حسب سابق اپنا انہماک در شوق خدمت اپنے اوارے سے باقی رکھیں اور یہ تحریر بذریعہ غالب نام صاحب پٹنہ جلد سے جلد روانہ کی جائے

(ح) سنین سابقہ و حال کے حسابات کا آڈٹ ضرور کرا لیا جائے خواہ اسمیں انجمن کو آڈٹ کا صرفہ بھی برداشت کرنا پڑے لیکن کوشش کرے کہ آڈٹ میں کم سے کم خرچ کیا جائے اور حتی الامکان آنریری خدمات حاصل کی جائیں

تجاویز سکریٹری انجمن مندرجہ رپورٹ کے متعلق طے پایا کہ ان پر غور و بحث کے بعد علحدہ تجویز پاس کی جائے اور باستثنا ایسی تجاویز کے رپورٹ منظور کی گئی

(۹) مجلس فاتحہ خوانی بانی انجمن - حسب معمول مجلس لذخر ایصال ثواب بانیان انجمن (۹) بجے شب میں منعقد ہوئی اور سید کلب مصطفے صاحب ایڈوکیٹ لکھنؤ نے نہایت کامیاب مجلس پڑھی ورلعبد مجلس سورۂ فاتحہ مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے پڑھا گیا

(۱۰) گولڈن جوبلی - گولڈن جوبلی کے متعلق سید اشفاق حسین صاحب کی تجاویز کا نوٹ جنرل سکریٹری صاحب نے پڑھ کر سنایا جسکے بعد یہ طے پایا کہ گولڈن جوبلی کی تشکیل اور توسیع کی جائے اور اشفاق حسین صاحب سابق کنوینر کا استعفا ان کی معذوری کی وجہ سے قبول کیا جائے اور موصوف کی بجائے اس کے جدید کنوینر سید کلب عباس صاحب مقرر کئے جائیں چنانچہ ایک مرکزی کمیٹی نمائندگان صوبہ جات پر مشتمل تشکیل کی گئی اور اسکو اپنے ممبران میں اضافہ کا اختیار دیا گیا

گولڈن جوبلی کے انعقاد کے پروگرام اور اسکے جلسے کے مقام کے متعلق طے ہوا کہ مقام جلسہ اور پروگرام وطریقہ کار جوبلی کمیٹی کے ارکان بعد کو طے کر کے اعلان کریں گے

(۱۱) سرمایہ منتقل و نیز ضروری تمسکات کی سالانہ جانچ کے لئے حسب ذیل افراد کی ایک کمیٹی بنائی گئی اور طے پایا کہ یہ کمیٹی یکم اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء تک جانچ کر کے اپنی رپورٹ بعد جانچ اس جلسہ میں پیش کر دے چنانچہ ممبران مذکور نے جانچ کر کے اپنی رپورٹ پیش کی جو حسب ذیل

کاروائی کمیٹی (۱) سید ارشاد حسین صاحب (۲) سید امتیاز حسین صاحب (۳) مولوی فرحت حسین صاحب

(۲) بجٹ پیش کردہ جنرل سکریٹری صاحب منظور کیا گیا

(۳) انتخاب عہدہ داران برائے سال ۱۹۶۰ء کا مسئلہ پیش ہو کر حسب ذیل عہدہ داروں کا انتخاب ہوا

(۱) صدر ۔ حاجی ڈاکٹر محمد نبی خاں صاحب حیدرآباد

(۲) نائب صدر ۔ مولوی فرحت حسین صاحب نیابتی خورد بلند

(۳) جنرل سکریٹری ۔ فخر قوم سید کلب عباس صاحب ایڈوکیٹ الہ آباد

(۴) جائنٹ سکریٹری ۔ سید قمر عباس صاحب نقوی ایڈوکیٹ الہ آباد

(۵) پبلسٹی سکریٹری ۔ سید اعجاز حسین صاحب جارچوی امروہہ

(۶) حسب تجویز جنرل سکریٹری صاحب مندرجہ رپورٹ طے پایا کہ وظیفہ بیرون ہند کے شعبہ کے لئے ایک علحدہ سکریٹری کا انتخاب کیا جائے چنانچہ اس جگہ پر سید لطافت حسین صاحب لوکل سکریٹری حیدرآباد کا انتخاب ہوا

(۴) تقسیم وظائف: قدیم وظیفہ خواروں کے تجدید وظائف کی فہرست جنرل سکریٹری انجمن نے پیش کی جس میں ۷۶ پرانے طلباء کے وظائف کی تجدید کی گئی تھی جنکے وظائف کی مجموعی رقم 8392/- ہوتی تھی چنانچہ اس فہرست کی حسب قواعد توثیق کی گئی اور ان کے وظائف بحال رکھے گئے اس سلسلہ میں حسب ذیل امور طے پائے

(الف) جو طلباء وظیفہ پانے کے بعد اور کچھ عرصہ تک اس سے مستفید ہونے کے بعد اسکا لینا بند کر دیتے ہیں اور پھر سلسلہ تعلیم جاری ہونے پر طالب وظیفہ ہوتے ہیں ان کے متعلق یہ معلوم کر لیا جایا کرے کہ وظیفہ سابق پانے کے بعد وظیفہ کے زمانہ تعطل میں کوئی رقم انہوں نے واپس کی ہے یا نہیں اور اگر نہیں کی ہے تو اسکی کیا وجہ ہے ؟

(ب) امسال تقسیم وظیفہ بیرون ہند کا مسئلہ پیش ہوا چونکہ ڈاکٹر حاجی محمد نبی خاں صاحب صدر انجمن کے صاحبزادہ بھی اس کے امیدوار تھے اسلئے وظائف بیرون ہند کے فیصلہ کے وقت حاجی محمد علی خاں صاحب صدر انجمن بیرون جلسہ تشریف لے گئے اور اپنی جگہ پر شیخ ممتاز حسین صاحب جونپوری کو صدر مقرر فرما گئے اور یہ فیصلہ جناب شیخ صاحب کی صدارت میں ہوا

بالاتفاق رائے سید انعام الرحمن صاحب حیدرآباد کی مخالفت کے باوجود یہ قرار پایا کہ امسال کے وظائف بیرون ہند کو حسب ذیل دو امیدوار طلباء پر جو سادات ہیں تقسیم کئے جائیں (۱) ڈاکٹر سید رضا حسین صاحب ... (۲) سید محمد علی خاں صاحب حیدرآباد کو نصف نصف دو ہزار آٹھ سو فی کس ایک سال یا اس سے کم مدت کے لئے حسب قاعدہ میں باقی لازم انجمن دیئے جائیں"

(ج) قدیم وظیفہ داروں جن کا وظیفہ کسی وجہ سے ختم ہو گیا تھا اور اب انہوں نے پھر درخواستیں بغرض وظیفہ دی ہیں ان کو وظیفہ اس شرط پر دیا جائے کہ آخری امتحان میں کم از کم ۴۰ فیصد نمبرات پائے ہوں اس سے کم نمبر پانے والوں کو قابل منظوری رقم وظائف کی کمی کی وجہ سے کوئی وظیفہ اس سال نہیں دیا جا رہا تھا

(د) سلسلہ تقسیم وظائف جدید وظیفہ داروں کے نسبت یہ اصول طے پایا کہ ایسے امیدوار جو آخری امتحان میں تھرڈ ڈویژن میں کامیاب ہوئے ہوں یا ... جنہوں نے ۴۰ فیصد سے کم نمبرات نہیں پائے ہیں ان کو اس سال بوجہ عدم گنجائش ... ۱۲ ماہ کے صرف ۵۱۹ کے وظائف تقسیم کئے جائیں مگر ان تھرڈ ڈویژنرس کے علاوہ فرسٹ اور سیکنڈ ڈویژن کو یہ رسے

سا ۵ ماہ کا وظیفہ دیا جائیگا۔ ان اصولوں کے تحت میں ۴۹ طلباء کو وظائف دیئے گئے جنکی فہرست ضمیمہ الف رپورٹ ہذا ہے اور جنکی مجموعی رقم ۸۹۵۵ ہوتی ہے ان کے علاوہ ۱۵ طلباء کو وظائف خاص اسلئے ۹۵/- ممبران سابق کمیٹی و دیگر حضرات نے اپنے پاس سے بوجہ کمی سرمایہ عطا کئے جو فہرست مذکور میں ہیں

(۱۵) یہ تجویز ہوئی کہ سالانہ رپورٹ ۵۹-۱۹۵۸ء جو شائع شدہ ہے جو عبارت صفحہ ۲۷ پر "وظیفہ بیرون ہند" کی سرخی دے کر شائع ہوئی ہے وہ اسلئے حذف کر دی جائے کہ وہ اصل مسودہ رپورٹ میں نہیں ہے

(۱۶) تجویز سکریٹری انجمن مندرجہ ایجنڈا امر ۲ متعلق ترمیم اسکیل پیش ہو کر طے پایا کہ اسکیل موجودہ باقی رکھا جائے اور جدید اضافہ تعلیم کے لئے جدید اسکیل بنانے کے لئے ایک سب کمیٹی حسب ذیل افراد کی مقرر کی جاتی ہے کہ وہ ان اضافہ کے لئے جدید اسکیل مقرر کر دیں

(۱) پروفیسر سید منظور حسین صاحب موسوی۔ دہلی
(۲) سید محمد احسن صاحب اسلامی ہیڈ ماسٹر لکھنؤ
(۳) سید اشتیاق حسین صاحب ہیڈ ماسٹر کھجوہ

(۱۷) ترمیم بائی لاز (الف) سکریٹری وظائف بیرون ہند کے سلسلہ میں طے پایا کہ دفعہ ۴۸ "بائی لاز" میں جو صدر دفتر کے مقام کے ساکن سکریٹری شعبہ جات کے لئے مقامی ہونے کی شرط ہے وہ حذف کی جائے

(ب) تجویز سکریٹری مندرجہ ایجنڈا امر ۸ کہ بائی لاز کی ترمیم ضروری ہو گئی ہے اسلئے کہ اسکے بعض قواعد ناقابل العمل اور نامناسب ثابت ہوئے کے مخالف ہیں پیش ہو کر طے پایا کہ بائی لاز کی ترمیم کے لئے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے جو ضروری ترمیمات کر کے مرممہ بائی لاز کو نافذ کر دے (۱) شیخ ممتاز حسین صاحب جونپوری (۲) سید ارشاد حسین صاحب وکیل رائے بریلی، (۳) سید محمد احسن صاحب ہیڈ ماسٹر لکھنؤ (۴) سید کلب مصطفےٰ صاحب لکھنؤ (۵) فخر قوم سید کلب عباس صاحب آنریری سکریٹری انجمن

(۱۸) تجویز جنرل سکریٹری انجمن مندرجہ ایجنڈا امر ۳ کہ سال بھر سے زائد ممبر بنے لیکن جو حق انتخاب کے لئے مقرر کی گئی ہے برطرف کی جائے، نامنظور ہوئی مگر تعداد نامزدگی برائے اہلیت انتخاب جو پہلے دس تھی پانچ کر دی گئی

(۱۹) تجویز جنرل سکریٹری مندرجہ ایجنڈا امر ۴ کہ دفعہ ۱۷ میں ترمیم کی جائے یہ اور ایکبار نامزدگی اور پھر انتخاب کے لئے کاروائی نہ کی جایا کرے، مسترد ہوئی اور طے پایا کہ یہ دفعہ منسوخ العمل کی بدستور رکھی جائے

(۲۰) حسب تجویز شیخ ممتاز حسین صاحب جونپوری طے پایا کہ سالہ متعلق دفتری ریکارڈ انجمن کو جو غیر ضروری ریکارڈ کے تلف کرنے کے مستقلاً قومی گھر میں منتقل کر دیئے جائیں اور قومی گھر میں اسکی جگہ کے لئے ممبران قومی گھر سے حیثیت مخصوص انجمن کے محافظ خانہ کے لئے خالی کرایا جائے اور جناب شیخ صاحب اسکی نگرانی اور حفاظت بلا کسی معاوضہ یا متوازنہ اخراجات کے انجام دیتے رہیں گے

(۲۱) تجویز علی عباس صاحب لوکل سکریٹری بارہ بنکی مندرجہ ایجنڈا امر ۵ کہ یہ جگہ کی آمدنی سالانہ رپورٹ میں درج کی جایا کرے پیش ہو کر طے پایا کہ چونکہ کوئی سکریٹری صاحبان کی رپورٹ کے نقشہ میں یہ مقام کی سالانہ آمدنی درج ہوتی ہے اسلئے رپورٹ سالانہ میں ایسا کرنا تحصیل حاصل ہے

(۲۲) تجویز علی عباس صاحب لوکل سکریٹری بارہ بنکی مندرجہ ایجنڈا امر ۶

پیش ہو کر طے پایا کہ پرنسپل کے پاس وظیفہ یاب طلباء کی معافی فیس کی مزید سفارش بھیجنا ان کے حق میں مضر ہوگی اس لئے وہ وظیفہ پانے کے بعد مزید مراعات کے قابل نہ سمجھے جائیں گے لہذا یہ تجویز نامنظور ہوئی۔

(۲۳) تجویز علی عباس صاحب مندرجہ ایجنڈا ۸ کہ نویں درجہ سے نیچے درجہ کے ہونہار طلباء کو بھی وظیفہ دیا جایا کرے پیش ہو کر کثرت آراء سے طے پایا کہ چونکہ چھٹے درجہ تک شہروں میں تعلیم بلا فیس کے ہو گئی ہے اور صرف ساتویں اور آٹھواں درجہ درمیان میں رہ جاتے ہیں اور چھٹے درجہ میں مقابلہ کا امتحان ہوتا ہے جس میں اچھے طلباء وظیفہ حاصل کر سکتے ہیں اس لئے موجودہ طریقہ عمل انجمن کا صرف نویں و دسویں درجہ کے اسکول کے اچھے پوزیشن پانے والے طلباء کو وظیفہ دیا جائے مناسب ہے کسی ترمیم کی ضرورت نہیں ہے

(۲۴) تجویز مرسلہ عظمت علی صاحب امروہہ مندرجہ ایجنڈا ۸ کہ رسالہ وظیفہ فارم درخواست وظیفہ کی قیمت سے چلایا جائے اور انجمن رسالہ وظیفہ کو وہ رقم بطور تحفہ دیا کرے پیش ہو کر نامنظور ہوئی۔

(۲۵) تجویز مرسلہ سید ارشاد حسین صاحب انبیر رائے بریلی مندرجہ ایجنڈا ۹ کہ رسالہ وظیفہ بند کر دیا جائے، پیش ہو کر بعد بحث و مباحثہ طے پایا کہ رسالہ وظیفہ جاری رکھا جائے اور بیلنس شیٹ، سالانہ رپورٹ رسالہ وظیفہ کے ضمیمہ کے طور پر اسی میں شائع کئے جایا کریں اور چندہ رسالہ وظیفہ بجائے ۸ کے ۱۲ مجوزہ قرار دیا گیا

(۲۶) تجویز حاجی محمد سجاد صاحب لکھنؤ مندرجہ ایجنڈا ۱۰ کہ متوفی اور مرحوم وظیفہ داروں کی رقم بقایا شائع نہ کیا جایا کرے بلکہ محل کر دی جایا کرے پیش ہو کر طے پایا کہ انکے بقایا کے شائع ہونا انکے ورثاء کیلئے ادائی کا محرک ہوتا ہے البتہ جب انکی عدم وصولی کا یقین ہو جاتا ہے تو وہ خارج کر دیا جاتا ہے اسلئے موجودہ طریقہ کار میں تبدیلی ہونا ضروری نہیں ہے

(۲۷) اسکے بعد با جازت جناب صدر تجویز مندرجہ ایجنڈا ۱۳ مرسلہ سید منظور حسین صاحب موسوی ہدایت نمبر (۱۱) و (۱۲) سے پہلے پیش ہو کر حسب ذیل ترمیم صورت میں پاس ہوئی۔

"تجویز ہوا کہ ممبران کارکن کمیٹی یا عہدہ داران انجمن آپس کے اختلافات کو پریس میں نہ لیا کریں بلکہ اختلافی مسئلہ کو جناب صدر کے پاس بھیجدیا جائے اور موصوف سے خواہش کی جائے کہ وہ آپس کے اختلافات کو جو پیدا ہو گئے ہیں دور کریں اور حتی الامکان ان اختلافات کو پریس میں نہ آنے دیں اور اگر صدر موصوف تشفی نہ کرا سکیں تو سالانہ جلسہ میں ایسے مسائل طے کئے جایا کریں اور پریس کا ذریعہ اختیار نہ کیا جائے

(۲۸) تجویز ۱۳ مندرجہ ایجنڈا کی منظوری کے بعد اور اس سلسلہ میں جو تقریریں منظور حسین صاحب موسوی اور مخدوم سید کلب عباس صاحب کی ہوئیں ان کے سننے کے بعد سید غالب امام صاحب پٹنہ نے اپنی تجویز مندرجہ ایجنڈا ۱۲ واپس لے لی اور تجویز ۱۱ مندرجہ ایجنڈا غیر ضروری پا کر بلا بحث ڈراپ کی گئی

(۲۹) ایک تجویز دوران جلسہ جناب مرزا بلا فت حسین صاحب ممبر انجمن الہ آباد کی وصول ہوئی تھی جسکے سلسلہ میں طے پایا کہ سالانہ رپورٹ میں جنتری شائع کی جائے جس میں رپورٹ کی اشاعت کی تاریخ سے ختم سال انجمن تک کا کیلنڈر ہوا کرے

(۳۰) تجویز شیخ ممتاز حسین صاحب جونپوری کہ منصبی ممبران کی تعداد زیادہ سے زیادہ دس ہو غیر ضروری اور قبل از وقت سمجھی گئی اسلئے کہ مستقبل قریب میں ممبران منصبی کی تعداد میں مزید اضافہ کا امکان نہیں ہے

(باقی بر صفحہ (۳۱))

تنہائی کا علاج

از قلم:- جون۔ ہمیانڈ:-

(برطانوی جرنلسٹ جو سماجی و فلاحی مسائل کے ماہر ہیں)

میری کا خاوند ایک حادثہ میں ہلاک ہو گیا تھا اور وہ محسوس کرنے لگی تھی کہ اس کا اپنی زندگی سے بھی رشتہ منقطع ہو گیا ہے۔ لیکن اس کے تین بچے تھے اور وہ جانتی تھی کہ اس کے بغیر ان کی زندگی بھی تباہ ہو جائے گی۔ اس کے لیئے زندہ رہنا ضروری تھا۔

دھیرے دھیرے اس میں اتنی ہمت آ گئی کہ وہ اپنے لڑکوں کی پرورش اور ان کی تعلیم و تربیت کے مسائل سے خود نمٹنے لگی۔ چنانچہ وہ مصروف رہنے لگی۔ لیکن اس کی تنہائی اب بھی اس کو تڑپاتی تھی۔ رات کو سوتے وقت وہ محسوس کرتی تھی کہ وہ تنہا اپنے مسائل سے دوچار ہے اور بے رحم دنیا نے اسے نظر انداز کر رکھا ہے۔ اس کے والدین اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ وہ ان کی امداد سے بھی محروم تھی۔ اس کے خاوند کے دوست بھی اب بہت کم نظر آتے تھے۔

اس کی قسمت میں مصیبتیں، پریشانیاں، اور تنہائیاں تھیں۔ اس قسم کی آزمائشوں میں سے ہر بیوہ کو چاہے وہ کوئی بھی ہو اور کہیں بھی رہتی ہو، گزرنا پڑتا ہے۔ میری کی صحت گرنے لگی۔ اس کے ڈاکٹر نے ایک روز اس سے کہا "بیوگی کا کوئی طبی علاج نہیں۔ لیکن مجھے ایک چیز کا علم ہے جو تمہارے لئے بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ اور وہ ہے کمزور کلب۔ ڈاکٹر نے مزید بتایا کہ یہ ایک خاص قسم کا کلب ہے جو بیواؤں کی مدد کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ جب تم ایسی عورتوں سے ملو گی جن کے مسائل تمہارے مسائل سے ملتے جلتے ہیں تو اس چیز کا تم پر صحت مند اثر پڑے گا۔ لڑکوں کی تعلیم و تربیت سے متعلق یہ کلب تم کو ماہرانہ صلاح مشورہ دے سکے گا۔ اس کے علاوہ یہ کلب جز وقتی ملازمتوں اور کم خرچ تفریح کے انتظامات بھی کرتا ہے"۔

ڈاکٹر نے میری کو مذکورہ کلب کا پتہ دیا اور اس نے جلد کلب کی میٹنگوں میں جانا شروع کر دیا۔ اس نے سہیلیاں بنائیں اور ان کے تجربے سے فائدہ اٹھایا اور کچھ عرصہ بعد اس کا احساس تنہائی دور ہو گیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ کلب اس کو وہ زندگی عطا نہیں کر سکتا تھا۔ جو اسے اپنے خاوند کی موت سے پہلے حاصل تھی۔ لیکن کلب نے حال سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے اور مستقبل پر زیادہ بھروسہ رکھنے میں میری کی بہت مدد کی۔

برطانیہ میں اس قسم کے کئی کلب قائم ہو رہے ہیں۔

کمزور کلب تحریک کو ٹونٹن شہر کی رہنے والی مسز مارگریٹ نوڑی نے شروع کی تھی۔ مسز مارگریٹ نوڑی خود سہاگن ہیں۔ لیکن وہ ایک تجربہ کار سوشیل ورکر ہیں اور وہ اچھی طرح جانتی ہیں کہ مسائل رنج و الم کیا ہوتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا وہ بیواؤں کی حالت زار کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئیں۔ انہوں نے پتہ لگایا کہ صرف برطانیہ میں بیواؤں کی تعداد ۲۵ لاکھ سے زیادہ ہے جن میں سے ۵ لاکھ بیواؤں کی عمر ۵۵ سال سے کم ہے۔ چنانچہ انہوں نے بیواؤں کی حالت کو سدھارنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے ایک مقامی اخبار میں اشتہار دیا جن میں بیواؤں سے کہا گیا تھا کہ وہ ان سے ملیں۔ اسطرح پہلا کمزور کلب قائم ہوا۔ اسوقت تین مزید کلب قائم ہو چکے ہیں۔ اور تحریک پھیل رہی ہے۔

مسز نوڑی نے لکھا ہے کہ "بیوگی کی کوئی ذات نہیں۔ کوئی طبقہ نہیں۔ ایک بیوہ اور بے باپ کے بچہ کی مصیبتیں عورتوں کے دلوں میں ہمدردی کے جذبات پیدا کر دیتی ہے چاہے وہ کہیں بھی رہتی ہوں۔ میں اس دن کا انتظار کر رہی ہوں جب کمزور کلبوں کا سلسلہ دنیا بھر میں پھیل جائے گا"۔

قطعہ

رنگ دِہ لعل در بدخشاں است | در صدف نیز دُرِّ غلطاں است

گفت گلگیر این بہ پیشِ لگن | شمع و پروانہ در شبستاں است

(آمدہ از نذری باغ)

غزل

بر طرح مصرع بزم سعدی "صید کردی دل عالم چہ تماشا کردی"

از سید صمصام شیرازی

دلبرا نظم جہان را تہ و بالا کردی — خون کردی دلِ عالم چہ تماشا کردی
بہرِ بربادی و حیرانئ ابنائے وطن — حرفہا ساختی و مجلسِ شوریٰ کردی
جور و بیداد و جفا کردی و ایذا دادی — نازیان آنچہ کہ کردند تو تنہا کردی
وزرا چاق دریں عہد رعیت بیمار — پئے تکلیفِ برایا چہ مداوا کردی
کار بوزینہ نباشد صنما نجاری — مردمان را ز وطن آوارہ و رسوا کردی
ذکر خیرِ تو کنم اے گلِ گلزار جہان — رو کشِ روم و عجم باغِ وطن را کردی
قدر گر کس نکند دھر مکافات کند — من چہ گویم تو چہا بہرِ رعایا کردی
ثبت شد مہرِ تو از روز ازل در دلِ من — زانکہ تو عمرِ خود وقفِ تولا کردی

زندہ و شاد بمان اے شہ صمصام کہ تو
حاصلِ عمر نثارِ رہِ مولا کردی

واپسی

حیدر آباد کے ممتاز ایرانی تاجر آقای حاجی حسین جو کار اپنے وطن مالوف یزد (ایران) سے گزشتہ ہفتہ واپس حیدر آباد ہوئے۔ اسٹیشن پر موصوف کو ایرانیان مقیم حیدر آباد و سکندر آباد کی ایک کثیر جماعت نے "خوش آمدید" کہا۔ آقای حاجی حسین جو کار شیراز کے قدر دانوں میں سے ہیں۔ یزد میں بھی آپ اخبار شیراز کا مطالعہ فرماتے رہے۔

آپ کے ساتھ آقای سید قاسم اور آقای حسن صمتی بھی حیدر آباد وارد ہوئے اول الذکر بحمد اللہ حج و زیارات سے بھی مشرف ہو چکے ہیں۔



گلشن اطفال

موت

از سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! ہر جاندار کو، ہر ذی روح کو ایک دن مرنا ضروری ہے۔ دنیا کو دارِ فانی کہا جاتا ہے اس دارِ فانی میں جو شخص آتا ہے وہ ایک نہ ایک دن رخصت ہو جاتا ہے یہاں آنا، جانے کی دلیل ہے۔ پیدا ہونا مرنے کے لیے ہے موت سے کسی ذی حیات کو مفر نہیں ہے شاعر کہتا ہے ؎

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ، کل ہماری باری ہے

قرآن شریف میں آیا ہے۔ کل من علیھا فان۔ صرف ایک وجہ خدا کو لقلبت باقی ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ قدیم تحقیقات کی روح سے مادّہ کو غیر فانی سمجھا جاتا تھا لیکن اب جدید تحقیقات سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مادّہ اپنی انتہائی فنا کی منزل میں روشنی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مختلف ستاروں سے کروڑوں برس کے بعد جو ہم تک روشنی آ رہی ہے وہ اُن ستاروں کے فنا کا پیام ہے۔ بچو! اسلامی عقیدے کی رو سے موت کے بعد ہم پھر دوسری دنیا میں یعنے روزِ محشر زندہ کیے جاتے ہیں جسکو حیات بعد الموت کہا جاتا ہے اسلئے موت کو زندگی کا ایک وقفہ کہا جاتا ہے چنانچہ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں ؎

موت اک زندگی کا وقفہ ہے
یعنے آگے چلیں گے دم لے کر

بچو! ایک انسان اپنی عمرِ طبعی کو پہنچنے کے بعد یعنے ساٹھ ستر برس کی عمر میں جب مرتا ہے تو اسکے مرنے کا چنداں غم نہیں کیا جاتا لیکن جو بچے پیدا ہوتے ہی یا عالمِ شیر خوارگی اور کم سنی میں مر جاتے ہیں ان کے مرنے کا صدمہ بہت سخت ہوتا ہے کمسن بچوں کی موت پر کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

پھول تو دو دن بہارِ جانفزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

بچو! تم نے شیراز کی گذشتہ اشاعتوں میں پڑھا ہوگا کہ صاحبزادی مشہدی بیگم صاحبہ کا نوزائیدہ بچہ یعنے ہمارے سرکار اعلیحضرت حضور نظام کا نومولود نواسہ جسکا نام فیروز علی خاں رکھا گیا تھا ۱۹ر نومبر کو پیدا ہو کر ۲۸ر نومبر کو یعنے صرف دس دن کی حیات لے کر اس دنیا میں آیا تھا شاعر نے کس مؤثر پیرایہ میں کہا ہے ؎

وہ روزہ پور دخترِ سلطان حق شناس
چون در حضورِ اصغر عالی حشم لبشد
آمد صدائے ہاتف غیبی بہ گوشِ من
فیروز جاہ داخل باغ ارم لبشد

بچو! یہ معصوم بچہ جو اپنی عمر کی ایک بہار بھی دیکھنے نہ پایا اسکی موت کا ماں باپ کو جتنا بھی غم ہو وہ کم ہے لیکن قضا و قدر میں کس کا دخل ہے چنانچہ خود اعلیحضرت حضور نظام کا ارشاد ہے ؎

"یہ سچ ہے کہ قضا و قدر کے احکامات اٹل ہونے میں خصوص حیات ممات کے"

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ معصوم بچے جو دنیا کی کسی برائی سے آلودہ ہوئے بغیر اس دنیا سے گذر جاتے ہیں وہ اپنے ماں باپ کے لئے وسیلۂ بخشائش ہوتے ہیں اگر چیکہ ماں باپ کو ان بچوں کی جدائی کا بہت ہی ملال ہوتا ہے لیکن ان معصوم بچوں کی روحیں جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خوش و خرم رہتی [illegible]

زرین اقوال

قضا و قدر کے احکامات اٹل ہوتے ہیں (سرکار حق آگاہ)

ٹانگوں کے فالج پر فتح پانے کی کوشش!

پولیو یعنی ٹانگوں کا فالج۔ ایک موذی مرض ہے اس کا شکار زیادہ تر بچے ہوتے ہیں۔ امریکہ میں ڈاکٹر ساک نے حال ہی میں اس کا ویکسین بڑی تحقیق اور محنت کے بعد دریافت کیا۔ اب ایک اور امریکی ڈاکٹر نے ۲۵ برس کی محنت اور تحقیق کے بعد اس سے بھی بہتر ویکسین تیار کیا ہے۔

ایک خاموش اور سادہ مزاج سائنسدان نے جو ایسی زبان بولنا پسند کرتا ہے جو ایک فوجی جرنیل کے لئے موزوں ہو سکتی ہے۔ ابھی ابھی ایک طویل تحقیقی مہم مکمل کر لی ہے اور اس میں بڑی کامیابی حاصل کی ہے! اس سائنسدان کا نام ڈاکٹر البرٹ بی سیبن ہے۔ ڈاکٹر البرٹ سیبن ۲۵ برسوں سے لگاتار پولیو (ٹانگوں کا فالج) کے جراثیم کو شکست دینے میں مصروف چلے آئے ہیں۔ چنانچہ آپ جس ہتھیار کی تخلیق کرتے آئے ہیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی وزارت صحت عامہ نے اب اس کی منظوری دی ہے۔ آپ کا یہ ہتھیار زندہ پولیو ویکسین ہے۔ جس کے کھانے سے انسان پولیو کے حملے سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ۱۹۶۱ء کے وسط تک ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں یہ ویکسین وسیع پیمانے پر استعمال کی جانے لگے گی — زندہ پولیو ویکسین جو "ساک ویکسین" کے مقابلے میں کافی سستی ہوگی۔ اس میں مدافعتی مادہ پیدا کرتی ہے جس سے انسان پولیو کے حملے سے بچ جاتا ہے — "ساک ویکسین" ایک اور امریکی سائنسدان ڈاکٹر ساک نے تیار کی ہے لیکن اس میں مردہ جراثیم ہوتے ہیں یہ ویکسین ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ۱۹۵۴ء سے استعمال ہو رہی ہے۔ نئی یعنی زندہ جراثیم والی ویکسین شربت یا مٹھائی وغیرہ کی صورت میں ان بہت سے لوگوں کے لئے زیادہ قابل قبول ہو سکتی ہے جو "ساک ویکسین" کے انجکشن لینے سے انکار کرتے ہیں۔ نیا ویکسین تیار کرنے والے ڈاکٹر البرٹ سیبن نے کئی اور کامیابیاں بھی حاصل کی ہیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے یہ دریافت کیا ہے کہ وائرس بی، جو گدھوں میں پایا جاتا ہے، انسان کی موت کا باعث ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سیبن ۱۹۰۶ء میں روس کے ایک قصبے میں پیدا ہوئے تھے۔ جو اب پولینڈ کا حصہ ہے۔ ان کا افلاس زدہ خاندان دوسرے یہودیوں کی طرح شدید مصائب اور تکالیف کا سامنا کر رہا تھا۔ اس سے پیشتر کہ آپ کے خاندان کو امریکہ جانے کی اجازت ملی آپ پندرہ برس کے ہو گئے تھے۔ ۱۹۵۸ء میں آپ امریکی شہری کی حیثیت سے اپنے آبائی وطن میں ایک معزز سرکاری مہمان کے طور پر واپس گئے۔ اس وقت تک پولینڈ اور سوویت یونین آپ کا تیار کیا ہوا زندہ پولیو ویکسین ۷ کروڑ ۲۰ لاکھ اشخاص پر کامیابی سے آزما چکے تھے۔ ۱۹۲۱ء میں جب آپ کا خاندان نقل وطن کر کے امریکہ پہنچا تو بعض رشتہ داروں نے اس خاندان کی کچھ مدد کی اور ایک چچا نے پال یعنی البرٹ سیبن کو دندان سازی کے ایک اسکول میں داخل کر دیا اور اپنی جیب سے اس کی فیس وغیرہ ادا کی۔ پال اس اسکول میں تین برس لگا چکے تھے کہ انہیں ایک کتاب "مائیکروب ہنٹرس" کا مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کتاب نے میرے سامنے یہ تصویر رکھی کہ انسان کے لئے سائنس کے کیا کچھ معنی ہیں۔ یہی کتاب اس بات میں میرے لئے تقریباً فیصلہ کن ثابت ہوئی کہ مجھے دندان سازی چھوڑ کر طبی ماہر یعنی ڈاکٹر بننا چاہیے۔ بعد میں ایک اور واقع نے ان کی زندگی پر تقریباً ایسا ہی انتقادی اثر ڈالا۔ ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کرنے کے طویل

قطعہ

گفت عنبر کہ مشک تاتار است — وزن الفت بہ دوش ہم بار است
این ثبوت صداقت کردار — جملہ حق گو کہ بر سر دار است

(آمدہ از نظری بلخی)

غرضے کا ابھی یہ پہلا ہی مہینہ تھا کہ انہوں نے کالج کا فریج پورا کرنے کے لئے مشہور ماہر جراثیم ولیم ایچ پارک سے استدعا کی کہ وہ انہیں اپنی لیبارٹری کا ایک گوشہ تحقیقی کام کے لئے استعمال کرنے کی اجازت دیں۔ ڈاکٹر پارک نے ان کی ذہانت اور دلچسپی سے متاثر ہوکر ذاتی طور پر ان میں دلچسپی لینی شروع کی۔ آپ نے بڑی تیزی سے ترقی کی۔ آپ پولیو کی بیماری کا مقابلہ کرنے اور اس کے متعلق تحقیق میں پہلے ہی مصروف تھے کہ ڈاکٹر پارک نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے تیار کئے ہوئے ویکسین کو پہلے انسانی جلد پر آزمائیں اور دیکھیں کہ اس کا کیا اثر ہوتا ہے لیکن سیبن نے یہ تجربہ بے سود پایا اور چار برس کے بعد طبی تحقیق کے راکفیلر ادارے میں ملازمت ملنے پر انہوں نے اصلی تحقیق شروع کی۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ ساری مہم اصلی معنوں میں ایک "دوڑ" تھی جس میں انہیں خود اپنی ہی دلیلوں اور نظریوں کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ بے شک وہ اکیلے طبی کام نہیں کر رہے تھے۔ ڈاکٹر پیٹر اولٹسکی طبی راکفیلر ادارے میں تعینات تھے۔ ان کے ساتھ مل کر انہوں نے اس بات کے ضروری ثبوت فراہم کر لئے کہ پولیو وائرس ٹیسٹ ٹیوبوں میں رگوں کے ٹکڑوں پر پرورش پاتے اور تعداد میں بڑھتے ہیں۔ (واضح رہے کہ سالک ویکسین جس میں مردہ وائرس ہوتے ہیں لیبارٹری ہی میں پولیو وائرس کی مختلف قسموں کی پرورش کرنے سے تیار کئے جاتے ہیں۔) بعد میں جب ڈاکٹر سیبن سنسناٹی یونیورسٹی کے میڈیکل کالج (اوہائیو) میں کام کر رہے تھے تو انہوں نے جسموں کی چیر پھاڑ سے ثابت کیا کہ پولیو وائرس انتڑیوں میں رہتے اور مرکزی اعصابی نظام پر حملہ کرتے ہیں۔ جس سے ٹانگوں کا فالج ہو جاتا ہے۔ اس آخری دریافت کی اہمیت یہ تھی کہ کمزور کئے ہوئے پولیو وائرس انتڑیوں میں پرورش پا کر مدافعتی وائرس پیدا کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ کمزور ہوتے ہیں اس لئے زندہ ہونے

نے باوجود انسان کے مرکزی اعصابی نظام پر حملہ نہیں کر سکتے۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران میں جب ڈاکٹر سیبن فوج کے میڈیکل دستوں میں شامل ہو گئے تو ان کے کام میں رکاوٹ پڑ گئی۔ بہرحال ۱۹۴۹ء میں ہارورڈ یونیورسٹی میں نوبل انعام پانے والے سائنسدانوں نے یہ کام سرعت سے جاری رکھا اور ایک ایسا طریقہ دریافت کیا جس سے پولیو وائرس کی جسم کے باہر بندر کے غیر اعصابی ٹکڑوں پر پرورش کی گئی۔ اس تکنیک کی روشنی میں ڈاکٹر سیبن اور ڈاکٹر سالک دونوں نے مشترکہ دشمن پولیو وائرس کا مقابلہ کرنے کا کام مکمل کر لیا۔ لیکن ڈاکٹر سیبن کے لئے زندہ وائرس کا ویکسین تیار کرنے کا کام نہایت مشکل، محنت طلب، اور پولیو وائرس کی بے شمار قسمیں تیار کرنے سے تعلق رکھتا تھا۔ تاہم صبر و تحمل اور تحقیق سے آخر انہوں نے ۱۹۵۲ء میں پولیو وائرس کی وہ قسمیں دریافت کر لیں جن سے فالج نہیں ہو سکتا تھا اور اس کے ساتھ جلد ہی یہ بات بھی معلوم کر لی کہ شمپینزی بندر کی انتڑیوں میں ان کی پرورش ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد ان کمزور زندہ پولیو وائرسوں کا انسانوں پر تجربے کرنے کا مرحلہ آیا۔ اس میں یہ دیکھنا تھا کہ یہ زندہ وائرس ٹانگوں کے فالج کے حملے کا باعث بنے بغیر مدافعتی وائرس پیدا کرنے کے قابل ہیں یا نہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر سیبن نے پہلے خود یہ زندہ وائرس ویکسین کھایا۔ ان کے ساتھیوں اور دوسرے رضاکاروں نے بھی ان کی پیروی کی۔ اسی اثنا میں وہ پولیو وائرس کی وہ تین قسمیں تیار کرنے میں مصروف رہے جن سے ٹانگوں پر فالج گرتا ہے۔ بعد میں انہوں نے ایک دوا ساز کارخانے میں اس ویکسین کی لاکھوں خوراکیں تیار کرائیں اور عام اطلاع کے لئے مشتہر کر دیا کہ جو سند یافتہ سائنسدان ڈاکٹر اسے آزمانا چاہیں انہیں یہ ویکسین مہیا ہو سکے گی۔ ابتدائی آزمائش کے بعد نہ صرف سوویٹ یونین اور پولینڈ بلکہ میکسیکو، ملایا اور دوسرے ملکوں نے اس کا تجربہ کیا۔ ڈاکٹر سیبن نے

قطعہ

رنگِ عشرت جامِ صہبائی کند — بلبل و گل نیز یکجائی کند
دورِ بادہ گفت با شیخِ حرم — جام را با منکر شناسائی کند

(آمدہ از نذرِ باغ)

اپنی دو نو عمر لڑکیوں کو بھی یہ ویکسین دیا۔ امریکہ کے بعض دوسرے ڈاکٹروں خاص کر ڈاکٹر ہالاری کو پروسکی اور ڈاکٹر ہیرالڈ آر کوکس نے بھی مو ثر زندہ وائرس ویکسین تیار کیا ہے۔ لیکن امریکی وزارت صحت عامہ نے ڈاکٹر سیبن کا تیار کیا ہوا ویکسین سب سے محفوظ اور ڈاکٹر سالک کے مردہ وائرس ویکسین سے بھی بہتر قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر سیبن کے دریافت کئے ہوئے زندہ پولیو وائرس کی پہلی دوسری اور تیسری قسمیں مزید سال بھر تک وسیع پیمانے پر تیار ہونے کی امید نہیں۔ اس دوران میں ڈاکٹر سیبن ایک اور موذی مرض کینسر (سرطان) کے جراثیم اور وائرس دریافت کرنے اور ان کا ویکسین تیار کرنے کے کام میں مصروف رہیں گے۔

ملت شیرازہ، اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے

قطعہ

بین صبا رنگِ چمن را افزود | بوئے این ورد و سمن را افزود
گفت این جام بہ دورِ صہبا | کیف این خمرِ کہن را افزود

(آمدہ از نذری باغ)

نوجوانوں کی عالمی تنظیم!

کسی نے کہا ہے کہ انسان کی بہترین امید اسکی اگلی نسل ہے یہ بات غالباً آج جتنی صحیح ہے اتنی پہلے کبھی نہیں تھی۔ موجودہ دنیا میں متعدد نئی قومیں بیدار ہو چکی ہیں اور وہ اپنے سیاسی و معاشی مقاصد حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ نوجوانوں کو ہر جگہ اپنی تعمیری صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے کا جتنا موقع اب مل رہا ہے اتنا پہلے کسی دور میں نہیں ملا تھا۔

ایک تنظیم جو نوجوانوں کی فطری قوتوں اور تمناؤں کو صحیح راہ دکھلانے کی کوشش کرتی ہے ورلڈ اسمبلی آف یوتھ ہے جس کی داغ بیل ۱۹۴۹ء میں بلجیم کی سرزمین میں ڈالی گئی تھی۔ اس وقت اس کے ممبر ملکوں کی تعداد ۵۵ ہے۔ ہر ملک کی قومی کمیٹی نے تنظیم کے چارٹر یا منشور کی تصدیق کی ہوئی ہے۔ قومی کمیٹی متعلقہ ملک کے نوجوانوں کے ایسے لیڈروں پر مشتمل ہے جو نوجوانوں کی سب سے بڑی اور اہم ترین تنظیموں یا تحریکوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ کسی بھی ملک کے تمام نوجوانوں کا انداز فکر اور عقیدے ایک قسم کے نہیں ہوتے اور یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں ورلڈ اسمبلی آف یوتھ کی مرکزی تنظیم اس بات پر زور دیتی ہے کہ قومی کمیٹی متعلقہ ملک میں جہاں تک ممکن ہو سکے ہر قسم کے خیال ... رہنے والے نوجوانوں کی نمائندہ ہو۔

ورلڈ اسمبلی آف یوتھ یونیسکو (اقوام متحدہ کی سائنسی اور کلچرل تنظیم) غذائی وزرعی تنظیم، بین الاقوامی مزدور تنظیم، عالمی صحت تنظیم کے ذریعہ اقوام متحدہ کے ساتھ منسلک ہے۔ اس تنظیم کا بنیادی مقصد ہر جگہ کے نوجوانوں کی خدمت کرنا ہے اور وہ کئی طریقوں سے اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ ایشیاء افریقہ اور یورپ میں طلباء کے مشترکہ کیمپ لگائے جاتے ہیں نوجوانوں کے مشترکہ مسائل اور کسی ملک کے نوجوانوں کے مخصوص مسائل کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ کم ترقی یافتہ ملکوں کے نوجوانوں کو ترقی یافتہ ملکوں کی زندگی کو دیکھنے کے مواقع مہیا کئے جاتے ہیں۔ ورلڈ اسمبلی آف یوتھ کے اخبارات اور میگزین لکھو کھا نوجوانوں کو تنظیم کی سرگرمیوں سے متعلق واقفیت بہم پہنچاتے رہتے ہیں۔

۱۹۴۹ء سے ورلڈ اسمبلی آف یوتھ کی کونسل کی میٹنگ بلجیم، ترکی، امریکہ، سنگاپور۔ مغربی برلن اور ہندوستان میں ہو چکی ہے۔ اس سال یہ میٹنگ جمہوریہ گھانا میں منعقد کی گئی تھی۔

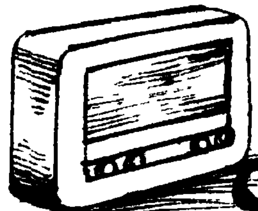
لندن میں ہندوستانی دستکاریوں کی نمائش

کامن ویلتھ پارٹنرشپ ایسوسی ایشن لمیٹڈ نام کی فرم نے لندن میں کامن ویلتھ ملکوں کی مصنوعات کی نمائش منعقد کی ہے جس میں ہندوستانی دستکاریاں بھی رکھی گئی ہیں۔ مذکورہ فرم کا مقصد یورپ میں کامن ویلتھ ملکوں کی مصنوعات کو مقبول بنانا ہے۔ اس کے ڈائرکٹروں کا تعلق کامن ویلتھ کے مختلف ملکوں سے ہے۔

قطعہ

زرِ خالص بہ شکلِ متقال است | محفلِ رقص و وجد در حال است
سالِ نو گفت با منئے وجامے | بہرِ ما این سعید بین فال است

(آمدہ از نذری باغ)



روحانی ریڈیو

ناشر :- مجذوب حیدرآبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے انکے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جراءت نہیں کر سکتے ناظر بن جائیں یا وہ خود ۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایکزار نوری ہیٹر پر، ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ ہمارے شوقین فنکار سے غزل سن رہے تھے جس کا ایک شعر تھا ؂

رہبیس میں رہبروں کے ہیں رہزن
لوٹے جاتے ہیں کارواں اب تک

اب جناب ناداں ہوشیار پوری ایک عدد تقریر فرمائیں گے آپکی تقریر دل پذیر کا عنوان ہے۔
"جوڑے کی رقم"
جناب ناداں ہوشیار پوری :-
روحانی دنیا کے دوستو!
یہ خبر بہجت اثر ضرور آپ کی نظر سے گزری ہوگی کہ ایک ہونے والے نوشاہ نے اپنے ہونے والے ساس اور خسرے، جن کے بارے میں شاعر کہتا ہے ؂

ساس وہ ساس کہ جس ساس سے اخلاص نہ ہو
اور خسرہ ابھی من الجنۃ والناس نہ ہو
ساس وہ ساس کہ جیکا نہیں الٹا سیدھا
ساس وہ ساس جو داماد کے حق میں پھندا

غرضکہ ہونے والے نوشاہ، ساس اور خسرے کو ہتھیلی میں جنت دکھا کر مبلغ چار صد روپیہ سکہ رائج الوقت بابت رقم جوڑا، ایک عدد انگشتری طلائی رونمائی اور ایک عدد بنارسی ساڑی لے اڑا، یہاں بد نصیب دولہن کو منجے کے کمرہ سے منڈپ کے بیچے دالان میں بٹھا کر جلوہ کے لئے تیار کر دیا گیا تھا۔ یا ہر مردانے میں "راز نہیج تا لطف انجانہ" کی ٹوپیں پہنے والے دعوتی اور طفیلی و طفل طفیلی جمع تھے۔ مراثیں ؂

آیا گیے مال ہریالا بنا

کا راگ و تیاگ چھیڑنے کی دھن میں ڈھولک لیئے تیار بیٹھے تھے، محترم قاضی صاحب آنکھوں میں سرمہ جاذب میں سرمہ اور زلفوں میں پھلیل ڈالے مصری بادام کی کشتی سامنے رکھے اور چاول، پان، بڑی سپاری اور مبلغ پانچ روپیہ نذر نقد کا "تصور جاناں" کئے ہوئے سائیکو کلینک لمو سکلک " " بہ لحن داؤدی" پڑھنے کے لئے بے چین بیٹھے ہوئے تھے۔

زنانہ دروازہ پر محترم سالے صاحب موچنگ ٹیکس وصول کرنے کے لئے پہرہ دے رہے تھے، ادھر ساس صاحبہ سر پر پلو ڈالے، اپنے جلوہ کے منتظر جو آج سے ربع صدی قبل واقع ہوا تھا۔ چشم تصور سے

رہی تھیں۔ باہر سہرے صاحب اپنے سر شریف کو ہلکا ہلکا محسوس کر رہے تھے کیونکہ بیٹی کا بوجھ اترنے ہی والا تھا۔ باہر نوبت بجانے والے نقارے اور طوطی پر یہ فلمی گیت ؎

چھوڑ بابل کا گھر موہے پی کے نگر آج جانا پڑا
بجا رہے تھے۔

ایک شاعر غرا سہرا پڑھنے کی طرز میں "گلا صاف کر رہے تھے انتظار کرنے والوں کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ قرآن السعدین کا وقت گزر گیا۔ قاضی صاحب کا پیمانۂ صبر و شکیب لبریز ہو کر چھلک گیا ——

دھوپتیوں کی آئینش سستر سشٹر ترنسر قل ہو اللہ پڑھ کر اب لیسین شریف پڑھنے کی فکر کرنے لگیں

قاضی صاحب کہنے لگے:-

"آخر دولھا میاں کب آئیں گے؟ جب کہ سب دھوتی پر خاست کر جائیں اور میں خود بھی چلا جاؤں ؎

آئیں گے بھی تو کب وہ آئیں گے
آئیں گے جب ہمیں نہ پائیں گے"

سسرے صاحب کہنے لگے:-

"قبلہ قاضی صاحب! تھوڑی دیر اور انتظار کریں بس اب دولھے میاں آیا ہی چاہتے ہیں ؎

سانس جب تک ہے آس باقی ہے
آئیں گے وہ ضرور آئیں گے"

اندر عورتیں دعائیں کرنے لگیں کہ یا قاضی الحاجات! قاضی صاحب کو تھوڑی دیر اور روک لے اور دولھے میاں کو جلد تر بھیج دے۔ لیکن جب دعاؤں کا کوئی اثر نہ ہوا تو ایک منہ پھٹ عورت کہنے لگی ؎

"کیا دعا کے لئے اٹھائیں ہاتھ؟
اب دعا ہی سے ہاتھ اٹھائیں گے"

آخر سورج مغرب میں چھپ گیا، چاند طلوع ہو کر نصف اللیل پر پہنچ گیا۔ "از صبح تا نصف النہار" کے امیدوار ایک ایک کر کے کھسک بیٹھے اٹھ گئے، قاضی صاحب جماہیاں لیتے اور اونگھتے اونگھتے خراٹے لینے لگے، مراثنیں ڈھول پر سر رکھے مجسم عنایت راگ بن گئیں، نوبت والے نقارے پر نقارے کو اوندھا مار کر خود بھی اوندھے پڑ گئے، سالے صاحب "دھنگانہ" ٹیکس کے Exemption کے بارے میں غور کرنے لگے، شاعر صاحب سہرے کا مسودہ جیب میں رکھے رفو چکر ہو گئے، دولھن بیچاری گھونگٹ میں سسکیاں بھرنے لگی، سسرے کا منہ فق اور ساس کا منہ طباق ہو گیا، بریانی کی دیگ حیرانی میں کھو گئے، میٹھے کا منہ انتظار میں پھیکا پڑ گیا، کباب کے جگر سوزِ انتظار میں کباب ہو گئے، دالچے کا دل بیٹھ گیا، قورمے کا جی اتر گیا۔ نان، انتظار کے تنور میں جلتے جلتے کوئلہ ہو گئی۔ لیکن میاں نوشاہ کو نہ آنا تھا نہ آئے ؎

سیاہ آسمان میں تاروں کے چراغ ہیں
ہمارے خاکدان میں چراغِ دل کے داغ ہیں
چراغ سرد ہو گئے مگر نہیں ترا پتہ
تارے زرد ہو گئے مگر نہیں ترا پتہ

آخر پولیس کو اطلاع دی گئی کہ ۴۲۰
"اسم نوشاہ : شری چار سو بیس
اسم پدر نوشاہ : شری آٹھ سو چالیس
اسم مستورات : تہ پردہ

دریافت ملی : میٹرک فیل بی۔ اے پاس
پیشہ : جوڑے کی رقم کا سرقہ
اصلی آمدنی : مبلغ چار صد روپیہ سکہ رائج الوقت
بالائی آمدنی : ایک طلائی انگشتری اور ایک بنارسی ساڑی

ہر جا کہ خواہند دریافت فرمایند"

پولیس کو جب یہ اطلاع ملی تو پولیس حسب ہدایت "ہر جا دریافت" کرنے لگی۔ بعد دریافت معلوم ہوا کہ میاں نوشاہ نے جوڑے کی رقم تو لی میاں محمود سے اور عقد کیا میاں حامد کی دختر نیک اختر سے۔ یعنی محمود کی پگڑی حامد کے سر۔

بہر حال شہری چار سو بیس نوشاہ نے شادی خانہ آبادی کر لی، ڈبل جوڑے کی رقم لی لیکن عقد سنگل (Single) کیا، جلوہ اور رخصتی ہو گئی، اب صرف "ہمجگی" اور "ہاتھ پرتا وے" کا رسم باقی ہے، اسکا انتظام میں سمجھتا ہوں کہ عدالت کی جانب سے ہو جائے گا عدالت سرکاری مہمان خانہ میں پانچ ہمجگی تک مہمان رکھے گی اور "با مشقت" کی صورت میں "ہاتھ پرتا وے" کا رسم بھی ہو جائے گا

اگرچہ کہ چھلہ چھٹی کی رسم لڑکا یا لڑکی تولد ہونے کے بعد انجام پاتی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ پولیس یہ رسم پیشگی انجام دیگی۔ یعنی پہلا چھلہ حوالات میں ہوگا جسمیں نوشاہ کو چھٹی کا دودھ یاد آجائیگا، چھلے اور چھٹی کی رسم کے وقت پولیس والے یہ گیت ڈنڈوں کے ساز پر گائیں گے سہ

آیا کے ہاں مری چھمو کا دولھا
پھنس گئے جوڑے ہونے کے توڑے

لایا کے ہاں مری چھمو کا دولھا
سسرے کو ساس کو الو بنایا
جوڑے کے روپے کھا یا گئے ہاں مری چھمو کا دولھا

آج تو اپ نوری میٹر پر ہم دوحالی لنترگا وے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ جناب نادان ہوشیار پوری کی نظر پرکز رہے تھے۔ آپ ہمارے لنتریات کا وقت ختم ہو چکا ہے ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے

سیخ مصد

بقیہ مضمون کارروائی جلسہ سالانہ سلسلہ صد ۳۱

(۳۱) تجویز سید انیس حسین صاحب نائب المیہ انجمن بہرائچ کہ اس جلسہ کی کارروائی ایسے الفاظ میں شائع ہو کہ جس سے جلسہ کی پوری کارروائی کا صحیح طور پر اندازہ ہو سکے، منظور ہو کر سکریٹری انجمن کو ہدایت ہوئی کہ کارروائی اتنی مختصر نہ ہو کہ رہ معمہ بن جائے

(۳۲) خاتمہ جلسہ سالانہ۔ خاتمہ جلسہ کے وقت جناب سید غالب امام صاحب نے ممبران کارکن کمیٹی و معزز مہمانان کی طرف سے شکریہ ادا کیا اسکے بعد جناب سید صابر حسین صاحب نقوی صدر مجلس استقبالیہ نے صدر انجمن و مہمانان کا شکریہ ادا کیا۔ والنٹیرز کی جانب سے ایک مختصر رسمی و معذرتی تقریب ہوئی اور جلسہ سالانہ قریب ۵ بجے شام کے برخاست ہوا اور سب لوگ یہ شعر پڑھتے ہوئے رخصت ہوئے سہ

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

سید کلب عباس صاحب
جنرل سکریٹری۔ ۲ کلائیو روڈ
الہ آباد۔ (یو۔پی)

برطانیہ کی خبریں

قیامِ امن میں کامن ویلتھ کی اہمیت

ہندوستانی باشندہ کا اظہارِ خیال

انڈین اسکول آف انٹرنیشنل اسٹیڈیز کے فیلو مسٹر ایم۔ ایس۔ راجن ان دنوں برٹش کونسل کی سرپرستی میں انسٹی ٹیوٹ آف کامن ویلتھ اسٹیڈیز میں تحقیقی کام انجام دے رہے ہیں۔ موصوف نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ میرا یہ پختہ یقین ہے کہ عالمی امن کے قیام میں کامن ویلتھ بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ مسٹر راجن ایک سال قبل انڈین کونسل آف ورلڈ افیئرز میں ریسرچ سکریٹری تھے اور وہ ریسرچ کی نگرانی کی خدمات سرانجام دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ اس بات کا بھی لگاتار مطالعہ کرتے رہے تھے کہ عالمی امن میں ہندوستان کیا پارٹ ادا کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ مغرب میں برطانوی تجربہ کی آواز بڑے مفید طریقہ سے بلند کی جا سکتی ہے اور مشرق میں ہندوستان امن کی ایک زبردست قوت ثابت ہو سکتا ہے۔

برطانیہ میں کوئلہ کی کان کنی

ہندوستانی انجینئر کی تربیت!

معلوم ہوا ہے کہ بنارس ہندو یونیورسٹی کے ۲۹ سالہ انجینئرنگ گریجویٹ مسٹر شیوا ناتھ شاستری گزشتہ دو سال سے برطانیہ کے نیشنل کول بورڈ کی ٹریننگ اسکیم کے تحت یارک شائر کے علاقے میں کوئلہ کی کان کنی سے متعلق عملی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ اہلیت کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لئے اب وہ اگلے ماہ ایک امتحان دیں گے۔

برطانوی طب میں میٹرک سسٹم کا استعمال

ایک اطلاع مظہر ہے کہ ۱۹۶۳ء میں "برٹش فارمیکوپیا" (ادویات، طبی فارمولوں وغیرہ کا گائڈ) کا جو نیا ایڈیشن شائع کیا جائے گا۔ اس میں پہلی بار میٹرک سسٹم استعمال ہوگا ڈاکٹروں کی سہولت کے لئے یہ تجویز کیا گیا ہے کہ میٹرک سسٹم کو بتدریج رواج دیا جائے۔ شروع میں اسے دواؤں کی بوتلوں کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ اس تبدیلی کے لئے پارلیمنٹ کی منظوری حاصل کرنا ضروری ہے چنانچہ اس سلسلہ میں جلد ایک بل پیش کیا جائے گا یا ناپ اور تول کے بل میں جس پر پارلیمنٹ اس وقت غور کر رہی ہے، ترمیم کی جائے گی۔

ہندوستانی انجینئر کی تربیت

۳۲ سالہ ہندوستانی انجینئر پرمانند دوانی ان دنوں برطانیہ کے دو بڑے فولاد کے کارخانوں میں تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ اس تربیت کے بعد وہ درگاپور کے کارخانہ فولاد کی رولنگ مل میں پوزیشن کا کام سنبھالیں گے۔ اس وقت وہ اسٹیوورٹس اینڈ لائیڈز نام کی کمپنی کے کارخانہ واقع کوربی (نارتھمپٹن شائر) میں زیرِ تربیت ہیں۔ ۳ ماہ کے بعد وہ کالتھ آرن کمپنی کے کارخانہ واقع ڈرہم میں تربیت حاصل کریں گے۔ ماہ مارچ میں واپس ہندوستان آنے پر مسٹر دوانی درگاپور میں مزید ایک سال زیرِ تربیت رہیں گے۔

قطعہ

نغمۂ خوب از گلو ریزد || قطرۂ مے کہ از سبو ریزد

قبلِ تیاریٔ عبادت ہم || کارِ عصیان کہ از وضو ریزد

(آمدہ از نذری باغ)

(افسانہ)

بھولا

از جناب کرشن چندر صاحب

پہلی بار جب میں نے گوردیال سنگھ کو دیکھا تو اسکا سارا منہ سوجا ہوا تھا اور اس نے اپنی ڈھیلی پگڑی کے شملے سے اسے منہ کو چھپا رکھا تھا۔ شملے سے اوپر گھنی بھوؤں کے نیچے اسکی بڑی بڑی حیران آنکھیں درد سے کراہتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں

"داڑھ کا درد ہے؟" میں نے اس سے پوچھا اس نے اثبات میں سر ہلا دیا

میں نے اسکا منہ کھول کر دیکھا داڑھ اپنی جگہ سے ہل چکی تھی اور داڑھ کے ارد گرد سیاہ خون جم گیا تھا اور مسوڑے سوجے ہوئے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کسی اناڑی نے داڑھ کو کھینچ کر نکالنے کی کوشش کی ہے

"مجھ سے پہلے کس دندان ساز کے پاس گئے تھے؟" میں نے گوردیال سے پوچھا

گوردیال بولا "اسٹیشن کے باہر فٹ پاتھ پر ایک دانت والا بیٹھتا ہے وہ منتر پھونک کر دانت نکالتا ہے بولتا تھا میرے منتر سے داڑھ میں درد نہیں ہوگا اور داڑھ ایک ہی جھٹکے سے نکل آئیگا اور صرف ... آنے لونگا"

"پھر ... ؟"

گوردیال جواب میں درد سے جھلا ... اسے جیسے پوڑے پھنسے جوان کا درد سے بلبلانا عجیب مضحکہ خیز معلوم ہوتا تھا مگر دانت کا درد ہے بھی ایسی بُری چیز۔ محبت کا درد اور دانت کا درد دونوں برابر ہیں، مگر میں سمجھتا ہوں کہ دانت کا درد محبت کے درد سے بھی بھاری ہے اگر کسی شخص کو بیک وقت محبت کا درد اور دانت کا درد لاحق ہو جائے تو وہ سب سے پہلے اپنے دندان ساز کے پاس جائیگا بعد میں اپنی محبوبہ کے ہاں جائیگا! اگر دانت کا درد محبت کے درد سے سوا نہ ہوتا تو میں نے آج دندانسازی کا پیشہ چھوڑ کر عشق سازی کا مطب کھول لیا ہوتا جہاں لوگ اپنے دل کا درد لے کر آتے اور اپنی عقل کی داڑھیں نکلوا کر چلے جاتے!

گوردیال نے درد کی شدت سے اپنی دونوں آنکھیں اس زور سے بند کر لیں جیسے درد اسکے دانت میں نہیں اسکی آنکھ میں ہو رہا ہو، اپنے پچکے ہوئے لہجے میں کہا "پہلے تو جی اس نے ایک کالا دھاگہ لے کر اسپر ایک منتر پڑھا پھر اسنے مجھ سے آٹھ آنے لے کر جیب میں ڈالے پھر اس نے وہ کالا دھاگہ میری داڑھ کے سوراخ میں ڈال کر جو جھٹکا دیا ہے تو مجھے عرش کے تارے نظر آ گئے"

گوردیال کا سارا جسم اس تکلیف دہ لمحہ کی یاد سے لرز گیا سب سے پہلے تو میں نے ... سے دانت کا درد دور کرنے کی دوا لگائی چند منٹ گزر جانے کے بعد جب اسکا درد غائب ہو گیا تو وہ کھسیانے طریقہ سے کچھ مسکراتے کچھ خفا ہوتے ہوئے بولا

"اب مجھے کیا معلوم تھا ڈاکٹر صاحب وہ آدمی پیسے لے کر بے ایمانی کریگا پیسے لیکر تو آدمی کام کرتا ہے بے ایمانی نہیں!"

"بمبئی میں کب سے ہو؟" میں نے اس سے پوچھا

گوردیال نے انگلیوں پر گن کر کہا "آج پورے پندرہ دن ہو گئے"

"کیا کام کرتے ہو؟"

"کام!" گوردیال اپنی داڑھی کھجاتے ہوئے بولا

"میں ادھر ... خورد ضلع لدھیانہ میں کھیتی باڑی کرتا تھا اور باپ میرا ٹرک چلاتا تھا مگر دو ماہ ہوئے میرا باپ مر گیا تو میں کھیتی باڑی اپنے چھوٹے بھائی کو سونپ کر باپ کا ٹرک لیکر بمبئی آ گیا"

سنا تھا یہاں بمبئی میں بہت کام ملتا ہے"

"پھر ملا ؟"

"میونسپلٹی میں ٹنڈر بھر دیا ہے جی ٹھرڈ ہونے کا۔ اب ٹنڈر پاس ہو جائے تو کچھ پیٹ چلے، ابھی تو میرے پاس کوئی گیرج بھی نہیں ہے اور رہنے کی کوئی جگہ بھی نہیں ہے، ادھر آپ کی بغل والی روڈ پر سردار بنتا سنگھ ملوٹ ماسٹر جو رہتے ہیں وہ ہمارے لدھیانہ کے ہیں میں نے ان کے گھر کے باہر سڑک پر ٹرک کھڑا کر دیا ہے اور رات کو وہیں ٹرک میں سو جاتا ہوں، دن بھر میونسپلٹی کے دفتر کے چکر کاٹتا ہوں مگر ابھی تو ٹنڈر پاس نہیں ہوا۔ واہگورو کی کرپا ہوگی تو ہو جائے گا"

پہلے کی منزل میں میرا گیرج خالی تھا کیونکہ میرے پاس کوئی موٹر گاڑی نہ تھی۔ جب میں کلکتے کے بعد بمبئی آیا تو پارٹی لکن نے مجھے اوپر کی منزل میں سے دو کمرے دیدیئے اور نیچے ایک گیرج مگر گیرج خالی ہی رہا، لاہور سے اکھڑنے کے بعد حالات کبھی اتنے نہ سدھر سکے کہ گاڑی لے سکوں، اس لئے اب سوچا کیوں نہ گیرج کرایہ پر دیدوں ؟

میں نے گوردیال سنگھ سے کہا "گیرج تو میرے پاس ایک ہے اور خالی بھی ہے"

"کیا کرایہ ہوگا ؟"

"ساٹھ روپے ہوگا !"

ساٹھ روپے یقیناً زیادہ کرایہ تھا مگر [illegible] کہوں گا تو کہیں نہیں چالیس میں [illegible] تھا کہ [illegible] تھا نہ دی جب گوردیال سنگھ نے مجھ سے کسی طرح بھی [illegible] نہ کیا اس نے فی الفور جیب سے ساٹھ روپے نکال کر مجھے دیئے اور بولا "میں آج شام ہی ٹرک لے کے آ جاؤں گا اور اگر آپ اجازت دیں تو خود بھی اسی گیرج میں [illegible]"

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے ؟" میں نے گوردیال سے کہا

جب گوردیال چلا گیا تو میں نے مڑ کر کمپونڈر سے کہا "یہ بیچارہ گوردیال سنگھ کتنا بھولا ہے، اسے زندگی کا کچھ پتہ ہی نہیں ہے !"

اس واقعہ کے چھ سات روز بعد گوردیال میرے پاس مٹھائی لیکر آیا اور کہنے لگا

"ڈاکٹر صاحب ! میرا ٹنڈر پاس ہو گیا ہے آپکے گھر آنا تو مجھے بہت پھلا جی !"

"پھلا جی ؟" میں نے گوردیال سے استفسار کرتے ہوئے کہا "کیسے تمہارا یہ ٹنڈر منظور ہو گیا۔ میونسپلٹی میں تمہاری کوئی جان پہچان ہوگی ؟"

"نہیں ڈاکٹر صاحب ! اپنی تو کوئی شناخت نہ تھی۔ مگر میونسپلٹی والوں نے بتایا کہ میرا ٹنڈر سب سے کم پیسے کا تھا اس لئے مجھے مل گیا جی ! اور میں نے بھی ڈاکٹر صاحب خوب سوچ سمجھ کر ٹنڈر بھرا تھا، آنے جانے کے پٹرول کا خرچہ لگا لیا، کلینر کی تنخواہ ذرا اپنا روز کا خرچہ اور تھوڑے سے مرمت کے پیسے اور مجھے کیا چاہیئے ڈاکٹر صاحب ! باقی اپنے ہاتھ کی محنت ہے جتنی محنت کروں گا اتنے پیسے بنا لوں گا"

اس نے لڈو توڑ کر میرے منھ میں ڈال دیا، میں نے خوش ہو کر کہا "مبارک ہو گوردیال سنگھ !"

گوردیال سنگھ خوش ہو کر بولا "واہگورو کی کرپا سے [illegible] پھر کل صبح سے ٹھرڈ ہونا شروع کر دوں گا"

یہ کہکر وہ کچھ یاد کر کے زور سے ہنسا

میں نے پوچھا "کیا بات ہے گوردیال !؟"

وہ بولا "جب میرا ٹنڈر پاس ہو گیا تو انجینئر نے مجھے بدھائی [illegible] دی اور بولا "گوردیال سنگھ تم کو اپنا آدمی دیتا ہوں وہ تم کو کواری دکھا دیگا"

میں نے کہا ۔ کیسی کواری ؟ انجینئر صاحب! میں تو یہاں تھرڈ ہونے آیا ہوں شادی کرنے نہیں! ہمارے پنجاب میں" گوردیال نے تشریح کرتے ہوئے کہا "کواری تو اس لڑکی کو کہتے ہیں جس کی شادی نہ ہوئی ہو، اب مجھے کیا معلوم تھا ؟" گوردیال نے ہنس کر اپنے سفید اور بے حد مناسب دانت دکھاتے ہوئے کہا

"بمبئی میں کواری لڑکی کو نہیں کہتے پتھر کی کھان کو کہتے ہیں! کواری ؟ بیٹے . . . بیٹے!!"

گوردیال زور سے ہنسا جو اپنی ڈھیلی پگڑی اپنے سر پر ٹھیک کرتا ہوا چلا گیا ۔ میں نے اپنے میونسپل سے کہا

"بیر ہمارا گوردیال بھی کتنا بھولا ہے اسے زندگی کا کچھ پتہ ہی نہیں ——!"

اسی دن سہ پہر میں جب میں ایک مریض کو دیکھنے کے لئے گھر سے نکلا اور بکٹوری کا زینہ اترتے کرسچن گرجا کے سامنے سے گذرنے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ گوردیال کا ٹرک کھڑا ہے اور گوردیال اپنی پگڑی اتارے ہوئے ایک میلی قمیص پہنے نیچے میلا کچھا پہنے ہوئے جسکا ازار بند ٹخنوں تک لٹک رہا تھا ایک لوہے کے ڈرام کو لئے سامنے رکھے ہوئے اپنی ٹرک کو پانی سے صاف کر رہا ہے

"کواری نہیں گئے ؟"

گوردیال نے میری طرف مڑ کر دیکھا پھر اس نے ٹرک صاف کرنے والا میلا چیتھڑا لوہے کے ڈرام میں زور سے پھینک کر کہا

"گیا تھا ؟"

"پھر ؟ کیا ہوا ——! ؟"

"جھگڑا ہو گیا ——! ؟"

"وہ کیسے ؟"

گوردیال نے جلدی سے اپنا ازار بند کھینچ کر اس لیا

گھبرائے ہوئے لہجہ میں بولا "میں کواری میں گیا وہاں سے پتھر لاد کر ٹرک بھر لیا اور جہاں پر سڑک کی مرمت ہو رہی تھی وہاں جا کر ٹرک خالی کر دیا ۔ اور پھر Overseer سے میں چٹ لیکر اور پرچہ لے کر انجینئر کے پاس میونسپلٹی کے دفتر پہنچا! انجینئر نے میرے ہاتھ میں رسید دیکر کہا یہ دس پھیروں کی رسید ہے یہ رسید لیکر اکاؤنٹنٹ کے پاس جاؤ اور اس سے دس پھیروں کے پیسے لے لو میں نے کہا، مگر میں نے دس پھیرے نہیں لگائے ۔ ابھی ایک ہی پھیرا لگایا ہے انجینئر صاحب! آپکو غلطی ہو رہی ہے"

وہ بولا، وہ سب ٹھیک ہے دس پھیروں کی رسید میں پانچ پھیروں کے پیسے میرے میں پانچ تمہارے سمجھ گئے ؟"

"میں سمجھ گیا مگر سمجھ کر بھی کچھ نہ سمجھا میں نے رسید کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے ماری اور بولا"

"اب ہمارا ملک آزاد ہو چکا ہے انجینئر صاحب!! اب یہ بے ایمانی نہیں چلے گی، اب تو میں تمہارا یہ کام سب کو دکھاؤں گا تم کو کھائے دوں گا —!!"

وہ بولا ۔ تو جاؤ گھر جا کر بیٹھو تمہارا ٹنڈر نامنظور ہو گیا!"

گوردیال نے میری طرف پیٹھ کی اور لوہے کے ڈرام سے گیلا چیتھڑا نکال کر زور زور سے اسے اپنے ٹرک پر رگڑنے لگا تھوڑی دیر تک تو میں چپ چاپ رہا پھر آہستہ سے بولا

"اب تم کیا کرو گے گوردیال! ؟"

گوردیال بجلی کی سی تیزی سے میری طرف مڑا اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے وہ اپنے بازوؤں کو ہلاتے ہوئے بولا! میں جوان ہوں، محنت کر سکتا ہوں، میرا ٹرک موجود ہے جیسے ایک مزدور ہے مجھے کسی کی پرواہ نہیں! ایمانداری کا کام ہی جب تک مجھ سے ہو سکے گا ڈاکٹر صاحب! میں حرام کا پیسہ نہیں کھاؤں گا!"

میں نے آہستہ سے سر جھکا لیا اور چپ چاپ اپنا مریض



دیکھنے کے لئے آگے بڑھ گیا

چار یا پانچ روز کے بعد گوردیال سنگھ پھر میرے پاس آیا اس کے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ تھا اور وہ اور میرے مطب میں آ کر سب کو مٹھائی بانٹنے لگا۔ آج اُسکے ساتھ اسکا کلینر بچتر سنگھ بھی تھا۔ بچتر سنگھ بھی گوردیال سنگھ کی طرح چھ فٹ کا اونچا جوان تھا مگر عمر میں گوردیال سنگھ سے کم، گول گول آنکھیں شرارت سے چمکتی ہوئی۔ اس نے اپنی داڑھی مس کر کے باندھ رکھی تھی اور اسکی پگڑی بھی کسی ہوئی تھی اور وہ دونوں بہت خوش نظر آ رہے تھے

میں نے پیڑا کھاتے ہوئے گوردیال سے پوچھا

"کام مل گیا؟"

"واہگورو کی کرپا سے بڑا اچھا کام ملا ہے۔ پتہ میر کمپنی جو لوہے کے لیاڑ کا کام کرتی ہے، اسکا ٹوٹا پھوٹا لوہا احمد آباد سے یہاں لانا ہوگا اور یہاں سے ردی بھر کر احمد آباد لے جاؤں گا میرا دو ٹن کا ٹرک ہے دونوں طرف سے اچھی کمائی ہو جائے گی"

اس واقعہ کے چار یا پانچ روز بعد تک نہ میں نے گوردیال کو دیکھا اور نہ اسکے ٹرک کو۔ میں نے سمجھا دونوں احمد آباد کے پھیروں میں مصروف ہو گئے۔ چار روز کے بعد مجھے گوردیال اور اسکا ٹرک اور اسکا کلینر بچتر سنگھ گیراج کے باہر نظر آئے مگر مجھے سے کچھ پریشان سے، کسی گہری سوچ میں غلطاں، دونوں ٹرک کے پاس مڈگارڈ پر بیٹھے ہوئے ایک میلی سی کاپی پر اپنا حساب جوڑ رہے تھے!

"کیا حساب کر رہے ہو" میں نے خوش ہو کر کہا

گوردیال نے کمائی کے کرنے والے کو ایک موٹی سی گالی دی میں دو قدم حیرت سے پیچھے ہٹ گیا۔ یہ پہلی بار تھی جب میں نے گوردیال کے منہ سے ایسی گالی سنی۔ اسے سن کر ہی چونکنا ہو گیا ضرور کوئی گڑبڑ ہے میرے پوچھنے پر گوردیال نے بتایا

"میرا ٹرک دو ٹن کا ہے لیکن آپ جانتے ہیں اوور لوڈ (over load) کرنا قانون کے خلاف ہے میں نے یہی سوچ کر ٹرک میں پونے دو ٹن کی ردی بھری اور اُسے لے کر احمد آباد روانہ ہو گیا، راستہ میں سورت کا ناکہ آتا ہے اور دوسرے ناکے بھی آتے ہیں جہاں مال اور اسکا وزن چیک کیا جاتا ہے۔ پہلے ناکہ پر چیک کرنیوالے بابو نے میرا لیسنس دیکھا، گاڑی کا نمبر دیکھا، دوسرے کاغذ دیکھے، وزن دیکھا، ٹرک میں بھرا ہوا سامان دیکھا۔ جب سب دیکھ چکا تو بولا سات روپے نکالو میں نے کہا کس بات کے سات روپے؟ وہ بابو میری طرف حیرت سے دیکھنے لگا پھر اس بابو کیا تھا جو آدمی تھا وہ مجھے ذرا پرے لے جا کر بولا، شاید پہلی بار آئے ہو تم کو معلوم نہیں ہے یہاں ہر ناکہ پر ریٹ Rate بندھا ہوا ہے کسی ناکہ کا سات روپے ہے، کسی کا دس روپے ہے سب جگہ دینا پڑتا ہے سب لوگ دیتے ہیں

میں نے کہا، مگر یہ تو رشوت ہے!

وہ بولا یہ رشوت نہیں ہے ناکہ کا بھتہ ہے

میں نے کہا میں نے اوور لوڈ کیا ہو، میرا لائسنس غلط ہو، گاڑی کا کاغذ ٹھیک نہ ہو، سامان میں دارو لے کے جا رہا ہوں تو سات روپے دوں گا، جب ایمانداری سے کے جا رہا ہوں تو سات روپے کیوں دوں؟

میں نے سات روپے نہیں دیئے تو بابو نے پھر میرے کاغذات دیکھے اور ان میں کوئی نقص نکال کر میری ٹرک کو آگے جانے سے روک دیا۔ دو گھنٹے میں سڑک کے کنارے ٹرک کھڑا کر کے بابو کی خوشامد کرتا رہا مگر جب وہ کسی طرح سے نہیں مانا تو میں نے سات روپے اسکو دیئے پھر اگلے ناکہ پر بھی دیئے اور اس سے اگلے ناکہ پر بندھا بھتہ دیا اسی طرح احمد آباد سے

واپسی پہ بھی تینوں چاروں جگہ بھتہ دیا۔ جب جا کے واپس پہنچا ہوں اور اب میں اور بچتر سنگھ حساب کرتے ہیں تو ہم کو فائدہ کی بجائے اس دھندے میں بھی نقصان نظر آتا ہے ٹرک میں دو ٹن بھر کے لیجائیں تو نقصان ہی نقصان ہے! بچتر سنگھ بولتا ہے تین ٹن بھر کے لیجاؤ، سب کو بھتہ دو اور کماؤ۔ مگر میں بولتا ہوں یہ تو کھلی بے ایمانی ہے ..... ہے کہ نہیں ڈاکٹر صاحب" گوردیال حیران و پریشان اپنی میلی کالی لئے میرے سامنے کھڑا تھا، اسکی میلی کالی سا کھلا ورق زندگی کی کتاب کی طرح لیپنے ماحول میں لرز رہا تھا اور اسکی داڑھی کے بال اُلجھے اُلجھے تھے اور اس کی حیران آنکھوں کی نگاہیں اُلجھی اُلجھی تھیں اور پھر وہ بالکل مجبور اور بے بس آواز میں مجھ سے کہنے لگا

"ڈاکٹر صاحب! میں اپنے ہاتھوں سے اور کھری کمائی کرنا چاہتا ہوں۔ کیا مجھے اس دیس میں کوئی ایسا کام نہ ملے گا!؟"

میں بھلا اسے کیا جواب دیتا خاموشی سے سر جھکائے آگے بڑھ گیا

اب گوردیال سنگھ کا کام میں نکلا تھا۔ اب میں اسے یا اسکے ٹرک کو بہت کم گیرج میں دیکھتا تھا اور جب کبھی گوردیال سنگھ مجھے نظر آتا تو بیحد خوش اور شگفتہ مزاج دکھلائی دیتا۔ کبھی کبھی دو گھوڑے کی بوسکی کی قمیص اور ریشمی تہمد پہنے ہوئے ملتا، سر پر عمدہ کسی ہوئی کشتی نما پگڑی ہوتی اور اسکا کلینر بچتر سنگھ بھی اچھے صاف ستھرے کپڑوں میں ہوتا، ایک بار ہمسایوں نے مجھ سے شکایت بھی کی کہ کل رات کو گوردیال اور بچتر سنگھ نے شراب پی کر سڑک پر دنگا کیا، مگر مجھے ان کی بات کا یقین نہ آیا پھر بھی میں نے اپنا اطمینان کرنے کیلئے دوسرے دن علی الصبح گوردیال سے پوچھنا چاہا۔ مگر میں جب اوپری منزل سے نیچے سیڑھی کے زینے سے اتر کر گیرج کے باہر پہنچا تو گوردیال جا چکا تھا، بات آئی گئی ہو گئی

چند ہفتوں کے بعد مجھے نیتا سنگھ خلوٹ اسٹیپے بتایا کہ احمد آباد سے واپس آتے ہوئے بمبئی کے قریب گوردیال نے رانگ سائیڈ پر ٹرک چلاتے ہوئے ایک آدمی کو ہلاک کر دیا۔ ڈاکٹری معائنہ میں گوردیال شراب میں دھت پایا گیا

"سنا ہے کل عدالت میں اُسے دو ماہ کی جیل بھی ہو گئی ہے" نیتا سنگھ دوا کی پڑیا جیب میں ڈالتے ہوئے بولا

مگر دوسرے ہی دن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے گوردیال کو کھڑکیوں کے شکت زینے پر کھٹ کھٹ کرتے چڑھتے ہوئے دیکھا اسکے ہاتھ میں مٹھائی کا ٹوکرا تھا اور وہ مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھتے ہوئے سیڑھیاں چڑھتا چلا آ رہا تھا

میں نے چلا کر کہا

"ارے گوردیال تمہیں تو جیل ہو گئی تھی!؟"

"ہاں! جیل تو ہوئی ہے ڈاکٹر صاحب! دو مہینے کی سزا ہوئی ہے!"

"مگر تم تو یہاں موجود ہو؟"

"ہاں!" وہ مسکرا کر بولا "میں نے اپنی جگہ بچتر سنگھ کو جیل بھیجدیا ہے"

"اپنی جگہ بچتر سنگھ کو؟" میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ "یہ تم کیا بک رہے ہو؟ یہ ... یہ کیسے ممکن ہے؟"

"میں نے اپنی جگہ مقدمہ میں بچتر سنگھ کو کھڑا کر دیا تھا جب وکیل نے اس سے پوچھا، تمہارا نام؟ تو وہ بولا گوردیال سنگھ باپ کا نام؟ گوربخش سنگھ، کہاں کے رہنے والے ہو؟ پٹی فورو ضلع لدھیانہ۔ یہ ایکسیڈنٹ تم نے کیا؟ جی ہاں

ختم ہو آنکھ سائیڈ پر تھے ؟ جی ہاں ! تم اقبال جرم کرتے ہو ؟ جی ہاں !

عدالت نے اس کو دو ماہ کی سزا دیدی وہ اب جیل میں ہے میری جگہ اور میں جیل کے باہر ہوں۔ وہ دو مہینے وہاں رہیگا اور میں یہاں باہر رہ کر ٹرک چلاؤنگا اور اپنا اور اسکے بال بچوں کا پیٹ پالونگا ، دھندہ تو چالو رہنا ہی چاہیئے ڈاکٹر جی ! اور یہ احمد آباد والے کا ہے میں بہت فائدہ ہے اب میں دونوں کا بھاڑہ ٹن مال ٹرک میں بھر کرلے جاتا ہوں اور آتے جاتے دونوں طرف سے ناکوں کا محصول بچا کر بھی بہت فائدہ میں رہتا ہوں۔ ایماندار کا اس دیس میں گناہ ہے ڈاکٹر صاحب ! اگر میں ایماندار رہتا تو آج بھوکا مرتا ، ابھی بچتر سنگھ کی بیوی رو رہی تھی ، بول رہی تھی میں جا کے عدالت میں کہہ دونگی میں نے اسے دو کسودر پلے دیئے تو چپ ہوگئی ، آخر وہ بھی کیا کرے بال بچوں کا پیٹ تو اسے بھی بھرنا ہے اور اگر بچتر سنگھ میری جگہ جیل نہ جاتا تو آج یہ ٹرک چلا کے کمائی کون کرتا — ؟ کیوں — ؟"

مگر مجھے کسطرح یقین نہ آرہا تھا۔ مگر دیال سنگھ ! میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے یہ کیسے ممکن ہو ؟ تم یہاں تھا ، جیل کوئی دوسرا آدمی جیل میں ؟ یہ — یہ — یہ کیسے ہو سکتا ہے ! ؟"

کور دیال سنگھ ہنسا ، اس نے ڈبہ سے ایک پیڑا نکال کر میرے منہ میں ڈالتے ہوئے کہا

" آپ بھی کتنے بھولے ہیں ڈاکٹر صاحب ! آپ کو زندگی کا کچھ پتہ ہی نہیں — ! "

حضرت مقدسہ خدا و فاطمۃ الزہرا سیدۃ النساء العالمین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا

جشن قدامت

بتاریخ ۲۰ جمادی الآخر ۱۳۸۰ھ ولادت باسعادت بی بی کا چشمہ واقع فلک نما پر

جشن مبارک مقرر ہے

امید کیجاتی ہے کہ

جملہ عقیدتمند بہ عطائے چندہ اپنے اپنے چراغہائے مراد کو شمع شبستان مصطفویؐ سے روشن اور گلہائے مقصود سے بہرہ مند اور زیارت سے مشرف ہوکر شرکت محفل قصیدہ خوانی کی ارکان و سرپرست انجمن عالیجناب نواب نثار یار جنگ بہادر کو ممنون فرمائیں گے

شہریار جنگ معتمد انجمن

جس رسید پر خزانہ دار انجمن ڈاکٹر مولوی میر احمد علی صاحب زیدی کی دستخط ہو جعلی سمجھی جائے گی

باہتمام میر یسین علی موسوی معتمد انجمن

نوٹ :- بلا اخذ رسید مطبوعہ و دستخطی جناب خزانہ دار صاحب چندہ نہ دیں

ایشیائی فلسفے اور زبانوں کے امریکی علماء - ۴

ہوائی یونیورسٹی کے ڈاکٹر چارلس مور

(ڈاکٹر چارلس مور ایک مستند امریکی فلاسفر اور مفکر ہیں۔ ہندوستانی فلسفے سے انہیں نہایت گہری دلچسپی ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ مشرق و مغرب میں مفاہمت بڑھانے میں خاص حصہ لیتے ہیں۔ آپ ہندوستان کا کئی بار دورہ کر چکے ہیں۔ بنارس ہندو یونیورسٹی میں بھی ہندوستانی فلسفے کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں)

ہوائی یونیورسٹی میں فلاسفی کے پروفیسر ڈاکٹر چارلس مور کے بیان کے مطابق "ایشیا اور مغرب کے لوگوں کو ایک دوسرے کی فلاسفی اور نظریوں کے متعلق زیادہ مفاہمت اور معلومات حاصل کرنی چاہئیں تاکہ دونوں کے درمیان زیادہ قریب پیدا ہو۔ اس معاشرہ دنیا میں جو سیاسی اور سوشل انقلابات کی وجہ سے بے چینی ہو رہی ہے باہمی مفاہمت کی کمی سے ہمارے تعلقات پر شدید اثر پڑتا ہے۔" ڈاکٹر مور پچھلے بیس برس سے اس باہمی مفاہمت کو فروغ دینے کے لئے کوشاں ہیں۔ وہ اپنی [illegible] ایشیائی فلاسفی کے متعلق کہتے ہیں کہ مشرقی ملکوں اور جنوبی ایشیا کا فلسفہ ہندوستان کے ذریعہ مغرب میں پھیلا۔ انہوں نے اپنی توجہ سب سے زیادہ ہندوستانی فلسفے اور فکر و خیال پر مبذول کر رکھی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایشیا اور مغرب دونوں ہی فرد کی آزادی، جمہوری حکومت اور انسان کے وقار و عظمت میں پختہ یقین رکھتے ہیں۔ انہی خاص اقدار، اصولوں اور تعلقات سے ہمیں ایک دوسرے کے قریب تر ہونا چاہئے۔

ڈاکٹر مور ہوائی یونیورسٹی کے فلاسفی کے شعبے میں ۱۹۳۶ء میں شامل ہوئے تھے۔ انہوں نے ہوائی کو اپنی سرگرمیوں کے مرکز کے طور پر اس لئے چنا کیونکہ انہوں نے محسوس کیا کہ اس جزیرے کی بین النسلی اسپرٹ ان کے مقاصد کے لئے نہایت موزوں ہے وہ ہوائی کو ایسا واحد مقام سمجھتے ہیں جہاں دوسرے مقامات کے مقابلہ میں مشرق اور مغرب کا زیادہ ملاپ ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہاں ہم آہنگی اور باہمی مفاہمت پائی جاتی ہے۔ پروفیسر مور شکاگو (الی نائی) میں سنہ ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اور امریکہ کی ییل (YALE) یونیورسٹی سے ۱۹۲۶ء میں ڈاکٹوریٹ کی ڈگری حاصل کی تھی۔ اس کے بعد وہ ییل یونیورسٹی ہی میں فلاسفی پڑھاتے رہے اور آخرکار [illegible] کے بعد ہوائی یونیورسٹی کے عملے میں شامل ہو گئے۔ آج کل ڈاکٹر مور فلاسفی کے سینئر پروفیسر ہیں اور صرف نصف وقت ہی پڑھاتے ہیں باقی وقت تصنیف و تالیف رسالوں کی ادارت اور تحقیق میں صرف کرتے ہیں۔

ہوائی یونیورسٹی کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز رکھتے ہوئے ڈاکٹر مور گریجویٹ مطالعہ اور امریکہ میں علمی کے [illegible] وقفے بھی گزارتے رہے ہیں۔ ۴۸-۱۹۴۷ء میں انہیں بنارس ہندو یونیورسٹی اور آکسفورڈ یونیورسٹی میں ہندوستانی فلسفے کے متعلق ریسرچ کے لئے گگنہیم وظیفہ دیا گیا تھا۔ ہندوستان میں قیام کے دوران میں انہوں نے اپنی بعض بڑی بڑی تصنیفات مرتب کیں۔ فلاسفروں کی کئی کانفرنسوں میں مقالے پڑھے جن میں بنارس میں ہندوستانی فلاسفروں اور تھیوسافیکل سوسائٹی کی کانفرنسیں بھی شامل ہیں۔ مسٹر مور ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان میں موجود تھے جب یوم آزادی منایا گیا ان کا کہنا ہے کہ یہ ان کی زندگی کا ایک اہم دن تھا۔ ڈاکٹر مور شمالی کیرولینا کی ڈیوک یونیورسٹی اور نیویارک کی کورنیل یونیورسٹی میں ۱۹۴۰-۴۱ء کے دنوں میں وزیٹنگ پروفیسر کے طور پر تعلیم دیتے رہے۔

قطعہ

رنگِ گلہا کہ بہ بستان آمد || صبحِ ضیائے بہ شبستان آمد
گفت نوروز سعادت افروز || نغمۂ صبح بہ گلستان آمد

(آمدہ از نذری باغ)

ہسا چوسٹس کی بوسٹن یونیورسٹی میں ۱۹۴۸ء اور جنوبی کیلی فورنیا کی یونیورسٹی میں ۱۹۵۲ء میں فلاسفی سے متعلق لیکچر دیتے رہے۔ ہوائی میں سالہا سال کے قیام کے دوران میں انہیں عالمگیر شہرت کے فلاسفروں اور ہندوستانی اور ایشیائی رہنماؤں اور مفکروں کی میزبانی کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے۔ جو مغربی دنیا کے دورے پر جاتے رہے ہیں۔ آپ ۱۹۳۹ء، ۱۹۴۹ء اور ۱۹۵۹ء میں ہوائی یونیورسٹی میں مشرقی اور مغربی فلاسفروں کی کانفرنسوں کے ڈائرکٹر کے طور پر خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں واشنگٹن (ڈی۔ سی) میں فلاسفروں کی پانچویں بین الامریکی کانگریس میں انہوں نے مشرق و مغرب فلسفے پر عالمانہ مقالہ پڑھا تھا۔ مشرق و مغرب کے فلاسفروں کی دوسری کانفرنس ہونولولو میں ۱۹۶۴ء میں منعقد ہوگی۔ ڈاکٹر مور اس کانفرنس کے انعقاد کے بعد یونیورسٹی سے سبکدوش ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور اپنا سارا وقت ریسرچ اور تصنیف و تالیف میں صرف کیا کریں گے۔ ڈاکٹر مور آج کل ہوائی یونیورسٹی پریس کی طرف سے شائع کئے جانیوالے سہ ماہی رسالے "فلاسفی ایسٹ اینڈ ویسٹ" (مشرق و مغرب کی فلاسفی) کے ایڈیٹر بھی ہیں۔ ان کی بیسیوں مطبوعات ہیں۔ مثلاً ایک آمدوادیا کے اعزاز میں پیش کی ہوئی تالیف (جو فلسفے سے متعلق مضامین کا مجموعہ ہے) اور ہندوستانی فلسفے سے متعلق ایک اور تصنیف (Source book in Indian Philosophy) میں بھی ڈاکٹر رادھا کرشنن کے ساتھی ایڈیٹر ہیں۔ بدھ فلاسفی کے بنیادی فلسفے (The essentials of Budhist Philosophy) کی تصنیف میں ونگ ٹسٹ چان کے ساتھی ایڈیٹر ہیں۔ "ایسٹ اینڈ ویسٹ فلاسفی" کے متعلق مضامین کے بھی ایڈیٹر ہیں۔ ڈاکٹر مور ہوائی یونیورسٹی کے احاطے کے قریب ہی نا بنیاد وادی میں ایک آسام دہ یک منزلہ مکان میں رہتے ہیں۔ لیکن عملی طور پر یونیورسٹی لائبریری کے کتابوں سے بھرے ہوئے کمرے اور مختلف مسودوں اور مضامین سے لدے ہوئے میز ہی پر بیشتر وقت گذارتے ہیں۔ وہ ایک متانت پسند پروفیسر دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے لباس میں خفیف سے شکن ہوتے ہیں۔ اور ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے ہیں۔ اور جماعت کو خطاب کرتے ہوئے بولنے سے پہلے گویا ایک ایک لفظ سوچتے ہیں۔ کثرت کار اور اپنی فلسفیانہ ادبی سرگرمیوں اور تقاضوں کے باعث انہیں دوسری بیرونی سرگرمیوں کے لئے نہایت ہی قلیل وقت ملتا ہے۔ انہیں یاد نہیں کہ آیا انہوں نے کبھی کوئی فیصلہ سنائی تھی۔ یا سیر و تفریح کی تھی وہ اس کے خواہاں بھی نہیں۔ ڈاکٹر مور ۱۹۶۴ء کے منتظر ہیں۔ جب ہونولولو میں مشرق اور مغرب کے فلاسفروں کی کانفرنس کے بعد وہ یونیورسٹی سے ریٹائر ہو جائیں گے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس وقت وہ اپنے آپ کو بہت خوش و خرم اور مسرور انسان سمجھیں گے کیونکہ یونیورسٹی میں اپنے فرائض منصبی اور مصروفیات سے سبکدوش ہونے پر وہ ایشیا اور مغربی دنیا میں مفاہمت بڑھانے میں پورا وقت لگا سکیں گے۔ ان کا بیان ہے کہ انہیں ایشیائی۔ ہندوستانی اور امریکی عوام میں مکمل مفاہمت اور قربت کی راہ میں کوئی مشکل اور رکاوٹ نظر نہیں آتی۔

قطعہ

از پئے الفاظ شد و مد شدہ — بہر اعداد انیسر کار بد شدہ
بچۂ زائیدہ گفت قسمتش — بہر نیکان فیصلے ارشد شدہ

(آملہ از نذری باغ)

۔ صوبوں کی لسانی تقسیم
۔ مادری اور علاقائی زبانیں
۔ قاضی تعلیمی اسکیم
۔ میرٹھ تعلیمی کانفرنس

(صرف اردو کی حدود و قیود میں)

از:- اعجاز صدیقی مدیر شاعر بمبئی

> زیر نظر مقالہ حضرت اعجاز صدیقی مدیر "شاعر" بمبئی کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ اعجاز صدیقی اور "شاعر" پچھلے تیس سال سے اردو اور اردو سے متعلق مقاصد کی جو علم برداری کر رہے ہیں وہ کسی کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ "بیت الشاعر" اس کے "جرعات" ہوتے ہیں جو ہر صاحب فکر و نظر کے لئے علم و بصیرت کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ یہ مقالہ بھی "جرعات" ہی سے ماخوذ ہے۔

لسانی بنیادوں پر صوبوں کی تقسیم نے ملک میں جو انتشار، منافرت، احساس برتری و کمتری اور علحدگی پسندی کی فضا پیدا کی ہے' وہ نئے ہندوستان کی تاریخ کا سب سے المناک حادثہ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ انقلاب ہند کے بعد جتنے خونیں حادثات رونما ہوئے ہیں وہ سب صوبوں کی تنظیم نو کا نتیجہ ہیں۔ تو یہ غلط نہ ہوگا۔ ہنوز یہ سلسلہ جاری رہا تو ملک کی سالمیت کا اب کوئی تصور ممکن ہی نہیں۔ آج ہر زبان کا الگ الگ ایک صوبہ اور جس زبان کا ہنوز کوئی صوبہ نہیں بنا ہے اس کے لئے کشت و خون کا بازار گرم ہے۔ یہ حادثہ اگر صرف صوبوں کی تقسیم ہی پر ختم ہو جاتا تو بھی غنیمت تھا۔ لیکن ہوا یہ کہ معاش و معیشت سے لے کر تہذیب و تعلیم اور زبان و مذہب تک کے سوالات شدت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ گویا ہر صوبہ اپنی جگہ ایک آتش فشاں بن کر رہ گیا ہے۔ سلگ رہا ہے۔ لاوا اگل رہا ہے۔ مستقل طور پر یہ چنگاریاں ادھر ادھر اڑ رہی ہیں اس لئے کہ کسی ایک صوبہ میں ایک ہی زبان، ایک ہی تہذیب، ایک ہی مذہب اور ایک ہی فرقے کے لوگ نہیں بستے۔ صوبوں کی تقسیم کا مقصد و منشا جو کچھ بھی ہو، اس کی تفسیریں اور تعبیریں کتنی ہی مختلف سہی۔ لیکن جو سب سے اہم اور نمایاں بات ہے وہ یہ کہ گجراتی، مراٹھی، تلگو، بنگالی، تامل، آسامی، ہندی وغیرہ زبانوں کے صوبے بن گئے مگر نہ بنا تو اردو کا کوئی صوبہ ہے۔ (یہاں صوبہ کشمیر کا ذکر خارج از بحث ہے) اگر اتنی چابکدستی اور ہوشیاری سے صوبوں کی تقسیم کی جاتی تو یہ قطعی طور پر ممکن تھا کہ ایک نہیں کئی اردو کے علاقے بن جاتے۔ اردو کے علاقے تو بڑی بات ہیں صوبوں کی تقسیم کے بعد کسی چھوٹے سے چھوٹے علاقہ کی زبان بھی اردو قرار نہیں دی گئی۔ اردو کی علاقائی حیثیت ختم ہو جانے کے بعد لے دے کر اب صرف مادری زبان کے ذیل میں اس کا ذکر آ جاتا ہے اور چونکہ سرکاری اور علاقائی زبانوں کو ترجیحی حیثیت حاصل ہے' اس لئے غریب اردو بطن مادری میں سسک رہ جاتی ہے۔ زبانوں تک آنے کی اسے اجازت نہیں اور تھوڑی بہت اجازت ہے بھی تو صرف الفاظ تک جا سکتی ہے۔ نقش اس شوخیٔ تحریر کی کتنی ہی فریادی کیوں نہ ہو لیکن یہ تصویریں جو دلوں کو سمجھانے کے لئے پیش کی جاتی ہیں محض کاغذی پیراہن میں! مستقبل کا مورخ جب اس دور کی تاریخ لکھے گا تو اسے بڑا تعجب ہوگا کہ ہر زبان کے چند لاکھ بولنے والوں کو تو اپنا صوبہ مل گیا مگر اردو کے کروڑوں جاننے اور بولنے والوں کو ہندوستان

قطعہ

در چمن بنگر بہاراں می رسد | در صدف ہم دُرِّ غلطاں می رسد
آمد نوروز گفتہ با طرب | مژدہ گلہا بہ بستاں می رسد

(آمدہ از مدرسہ کا باغ)

ایک چپہ بھی نہ ملا۔ اجس زبان کو مشترک تہذیب کا سرمایہ کہا جاتا رہا ہو، جو ہر علاقہ میں کثرت سے بولی سمجھی، پڑھی اور لکھی جاتی ہو، جو پہلے بھی اتحادِ قوم و وطن کا سب سے بڑا ذریعہ تھی اور آج بھی ہے۔ اسی زبان کو قانونی طور پر ہر جگہ سے نکال دیا گیا۔ ایک پوری نسل کو جبریہ اس کی تعلیم سے محروم کر دیا گیا۔ "اردو مسلمانوں کی زبان ہے" کا پروپگنڈہ اسی شدت سے کیا اور کرایا گیا کہ بالآخر مسلمانوں کے ایک طبقہ کو یہ غلط بات کہنے میں کوئی عار نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ کسی طرح ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ اردو تنہا مسلمانوں کی زبان ہے مسلمانوں کی اگر کوئی زبان ہو سکتی ہے تو وہ عربی ہے۔ جس میں ان کی مذہبی کتابیں ہیں۔ جس میں وہ عبادت کرتے ہیں۔ اور جو بیشتر اسلامی ممالک کی زبان ہے اردو تو ایک جدید زبان ہے جس کی تاریخ بتاتی ہے کہ اسے مسلمانوں نے نہیں بلکہ ہندوؤں نے جنم دیا۔ جس کی جنم بھومی ہندوستان اور صرف ہندوستان ہے جو مسلمان بادشاہوں کے علاوہ ہندو راجواڑوں کی بھی سرکاری زبان رہی اور مہاتما گاندھی جسے پورے ملک کی زبان بنانا چاہتے تھے اب یہ قصہ ہائے پارینہ ہیں اور ان کے دہرانے سے کچھ حاصل نہیں۔ جب تک ذہنوں میں تبدیلیاں اور دلوں میں گنجائش پیدا نہیں ہوتی اردو کے لئے پہلی جیسی فضا کا کوئی امکان نہیں۔ اس دور میں بھی ہندوستان کا سب سے بڑا افسانہ نگار کرشن چندر جس کی شہرت ملکوں ملکوں ہے جو دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں سب سے زیادہ چھپتا ہے اور سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے ہندو ہے اور اردو ہی میں لکھتا ہے۔ اس ملک کا آج کا بہت بڑا غزل گو فراق گورکھپوری بھی ہندو ہے۔ پریم چند جسے ہندی والے اپنے سینے سے لگا رہے ہیں، جس کی شہرت کا آفتاب غیر ممالک میں بھی چمک رہا ہے اور ہندوستان کے نام کو چمکا رہا ہے اردو زبان ہی میں ناول و افسانے لکھتا تھا۔ آج ہندی، مراٹھی، گجراتی اور دوسری زبانوں کے رسائل میں اردو زبان کی تخلیقات کی اشاعت انہیں مقبول بنانے میں معاون ہو رہی ہے۔ ہندوستان کی دوسری زبانوں کے جرائد و رسائل اردو کے مشہور لکھنے والوں کو بڑی بڑی رقمیں دیتے ہیں۔ مگر برا ہو اس فرقہ پرستی کا اور سیاسی مصلحت کا کہ اس طرح کی کوئی بھی بات ہندوستان کے فرقہ پرستوں کے لئے قابلِ فخر نہیں۔ اس لئے کہ ان کا تعلق اردو سے ہے اور اکثریتی فرقے کی نظر میں اردو مسلمانوں کی زبان ہے!! دورِ غلامی کی یادگار انگریزی سے عام طور پر نفرت نہیں ہے۔ نفرت ہے تو اس زبان سے جس نے آزادی کی جنگ جتوانے میں سب سے زیادہ مدد کی۔ اس اردو سے بغض و عناد ہے جو ابوالکلام کی زبان ہے اور ابوالکلام آزاد نے اسی زبان میں آخر وقت تک اس ملک کی بے مثال رہبری کی اردو کے ساتھ انگریزی کو بھی دیس نکالا دینے کا بھی نوٹس مل چکا ہے۔ تاکہ آئندہ نسلیں دنیا اور دونوں کے ادب سے کوئی رابطہ نہ رکھ سکیں۔ تعلیمی امور میں استفادہ نہ کر سکیں۔

لسانی صوبوں نے خود مختار ہوتے ہی اپنی اپنی زبانوں کو پہلے سے زیادہ ترقی دینے اور چمکانے کی کوشش شروع کر دی ہیں اور یہ بات غیر فطری نہیں ہے۔ یہ صورت حال اور یہ بیداری سرکاری زبان کے حسبِ نفاذ کا نتیجہ ہے۔ صوبوں نے اب نہ صرف ابتدائی اور ثانوی تعلیم ہی کے لئے علاقائی زبانوں کو لازمی قرار دیدیا ہے بلکہ ان کے تمام سرکاری کام بھی علاقائی زبانوں ہی میں ہوں گے۔ اس سے آگے ایک اہم قدم یہ اور اٹھایا جا رہا ہے کہ یونیورسٹیوں کی اعلیٰ تعلیم بھی علاقائی زبان میں دی جائے۔ ناعاقبت اندیشی کی اس سے بڑی مثال ہندوستان کی تاریخ کے صفحات پر نہیں ملتی۔ گویا اب تمام صوبے اپنی اپنی بولیاں الگ بولیں گے، ایک صوبہ میں دوسرے صوبہ کی زبان سمجھنے والا نہ ملے گا۔ چند سال بعد زبانیں سمجھنے کے لئے ترجمانوں کی ضرورت ہوا کریگی۔

قطعہ

بادِ صبحے نگر بہ گلزار است ‖ رنگِ گلشن بہ دوشِ بر خار است
گفت بادِ بہار با بلبل ‖ ساغرِ مئے برنگِ گلنار است

(آمدہ از نذرِ باغ)

مراٹھی یا گجراتی زبانوں میں تعلیم حاصل کیا ہوا سا متبادل ہندی، بنگالی یا تامل وغیرہ کے صوبوں میں کام نہیں کر سکے گا۔ اسی طرح مو خر الذکر زبانیں جاننے والا مراٹھی اور گجراتی صوبوں میں تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے صرف اپنے اپنے صوبوں میں ملازمت کے امکانات باقی رہ جائیں گے۔ لسانی اعتبار سے تمام رابطے ٹوٹ جائیں گے اس لئے کہ پورے ہندوستان کی کوئی مشترک تعلیمی زبان نہیں ہو گی۔ گویا جس اتحاد کا خواب آزادی کے بعد ہندوستان نے دیکھا تھا وہ پارہ پارہ ہو کر رہ جائے گا۔ جس اعلیٰ تہذیب کو ملک میں پھیلایا گیا تھا وہ سمٹ کر رہ جائے گی۔ مرکز سے لیکر صوبوں تک ایک انتشار ہی ہو گا۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایسی صورت میں ہندی زبان کی کوئی سرکاری حیثیت باقی رہ سکے گی یا نہیں۔ سب سے بڑی دشواری ڈاک میں ہو گی کوئی مراٹھی میں پتہ لکھے گا کوئی گجراتی میں، کوئی بنگالی اور تامل میں، کوئی سندھی اور پنجابی میں، کوئی ہندی اور آسامی میں۔ جس وقت ملک میں انگریزی اور اردو دونوں زبانیں ابتدائی و ثانوی درجوں کے لئے اور انگریزی یونیورسٹی تعلیم کے لئے رائج تھی، وہ وقت ہم سے بہت دور نہیں گیا۔ ہم اس وقت کی خوبیوں اور برکتوں سے واقف ہیں۔ اس اتحاد کا نگت اور یکسانی و ہمواری کی مثال ڈھونڈے سے نہیں لائی جا سکتی۔ علاقائی زبانیں اس وقت بھی تھیں۔ مگر محدود طریقہ پر گھروں، محفلوں اور بعض کاروباری مرحلوں پر اپنے اپنے علاقوں میں ان سے کام لیا جاتا تھا۔ دفاتر میں انگریزی اور اردو اور بازار دل میں بھی عام طور پر یہی زبانیں بولی اور سمجھی جاتی تھیں عام فہم اردو کا دوسرا نام ہندی تھا۔ چونکہ اس صاف اور سیدھی سادی تھی اس لئے ہندی رسم الخط میں بھی وہ گوارا تھی۔ اردو کوئی لکھنا پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو مگر بول ضرور لیا کرتا تھا آج بھی اردو کی

یہ اتحادی حیثیت قائم ہے اور اس کے ذریعہ ہندوستان کی ہر زبان کے بولنے والے کے سامنے اپنا مافی الضمیر آسانی سے بیان کیا جا سکتا ہے۔

علاقائی زبانوں کے اس سیلاب اور انقلاب کو کوئی نہیں روک سکتا۔ پورے ہندوستان سے رابطہ رہے نہ رہے، کم از کم اپنے علاقوں میں، اپنی اپنی زبان کی بنیاد پر تو صوبے خوشحال رہ سکیں گے۔ اب ہر ریاست معاشی، صنعتی، زرعی، تجارتی اور سائنسی اعتبار سے ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کر رہی ہے، بڑے بڑے صنعتی ادارے قائم ہو رہے ہیں۔ ٹیکنیکل تعلیم پر زور دیا جا رہا ہے۔ دستکاریوں کو عام کیا جا رہا ہے اور یہ سب کچھ ایک نظام، ایک ترقیاتی منصوبے کے تحت ریاستی سرکاروں کی مالی امداد سے عمل میں آ رہا ہے۔ نجی اداروں یا غیر سرکاری تعلیم گاہوں کے امکانات ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں لسانی اقلیتوں کے لئے کوئی الگ نظام نہیں بنایا جا سکتا اگر لسانی اقلیتیں صوبوں کی اس ترقیاتی دوڑ میں ساتھ رہنا چاہتی ہیں تو انہیں خود کو ان تعلیمی سانچوں میں ڈھالنا ہو گا۔ جو اس ریاست نے اختیار کئے ہیں۔

پچھلے دس بارہ سال سے اردو تحریک اپنی دفاعی کوششوں ہی کے گرد گھومتی رہی ہے۔ قدیم طرز کے مدارس میں اردو تعلیم کی سہولتوں کا مطالبہ۔ ریڈیو اسٹیشنوں پر اردو کا حصہ، مختلف صوبوں میں اردو جاننے والوں کی تعداد، میونسپلٹی کے کاموں میں اردو کا استعمال، سرکاری علانات کے لئے اردو کی ضرورت، اردو زبان کا نصاب تعلیم، اردو رسائل اخبارات کی ترقی، اردو کتابوں کی طباعت وغیرہ پر اردو والوں کی توجہ زیادہ سے زیادہ مرکوز رہی ہے کانفرنسوں اور شاعروں کے انعقاد میں بیش از بیش منصہ لیا گیا لیکن اس طرف کم ہی لوگوں نے اپنے ذہن کو

قطعہ

در تنِ نیم جان کہ جان آید	گفت مسند نگر کہ شان آید
باشد ماہشت بار در ثبوت دلیل	در صبا عشق کہ ایتیٰ وانی آید

(آمدہ از زرد بابانی)

فکر کو منتقل کیا کہ ہر جگہ سے اردو کی علاقائی حیثیت ختم ہونے کے بعد الگ الگ صوبوں کی زبانوں کے ساتھ اردو کو کس طرح منسلک کیا جائے۔ اردو داں اقلیت اردو کے تحفظ کے ساتھ ریاستی ترقیوں اور تعلیمی تبدیلیوں سے کس طرح خود کو ہم آہنگ کرے۔

اس مرحلہ پر یکایک صوبہ مہاشٹر میں قاضی تعلیمی اسکیم ارباب فکر و نظر کے سامنے آئی جس نے شدت کے ساتھ اردو والوں کو ان کے حال اور مستقبل کا احساس دلایا۔ قاضی اسکیم کی توضیحات و تفصیلات کا علم پورے ہندوستان کو ہو چکا ہے۔ یہ اسکیم مہاراشٹر کے ایک ایک علاقے مرہٹواڑہ کے لئے بنائی گئی ہے۔ جہاں مولانا آزاد ایجوکیشن سوسائٹی کے تحت سٹی لاکھ روپیے کے صرفہ سے ایک ایسا تعلیمی ادارہ قائم کیا جائے گا جو پیشہ ورانہ اور ٹیکنیکل طرز کا ہوگا۔ اسی کے ساتھ ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کا انتظام و اہتمام بھی اسی انداز پر ہوگا۔ جس طرح عام طور پر ہوتا ہے اس اسکیم کی سب سے اہم بات جو شروع سے اب تک موضوع بحث بنی ہوئی ہے وہ مادری اور صوبائی زبان ہے۔ قاضی اسکیم میں دو اسٹیج رکھے گئے ہیں۔ پہلے اسٹیج میں ذریعہ تعلیم اردو تمام مضامین کے لئے شیشو سے ساتویں درجے تک، مراٹھی یا کوئی دوسری علاقائی زبان بحیثیت لازمی مضمون (ہندی اور انگریزی زبانیں عام مدارس کی طرح)

اپنی پوری جزئیات کے ساتھ "قاضی اسکیم" کا لٹریچر اردو اور انگریزی زبانوں میں اظہار رائے کے لئے ماہرین تعلیم، اردو تحریک سے گہری وابستگی رکھنے والوں کے علاوہ تمام اخبارات اور رسائل کو بھی بھیجا گیا۔ چنانچہ اردو، مراٹھی، ہندی اور انگریزی اخبارات میں اس پر کافی بحثیں ہوئیں، مراٹھی زبان کے بعض اخبارات نے اردو کے تعلق سے اس اسکیم کو کھلی ہوئی فرقہ پرستی قرار دیا۔ "مہاراشٹر سماج سکشن پر بشد کانفرنس" کے لیڈروں نے تو ایک مذہبی قرارداد پاس کرکے یہاں تک کہہ دیا کہ اس اسکیم کے بانی قاضی غیاث الدین، وزارت سے استعفا دیدیں۔ دوسری طرف اردو سے جذباتی اور ہنگامی تعلق رکھنے والوں نے اسے اردو کے قتل کے مترادف بتایا۔ صوبہ مہاراشٹر اور ہندوستان کے دوسرے سنجیدہ فکر اداروں اور شخصیتوں نے بھی اس پر غور و خوض کیا۔ انجمن ترقی اردو (ہند) کے اخبار "ہماری زبان" نے اپنی دو اشاعتوں میں اس پر طویل اداریہ لکھا اور اسکیم کی ضرورت، اہمیت اور افادیت کا اعتراف کیا۔

یہاں ان مخالف و موافق آرا پر کسی قسم کا تبصرہ مقصود نہیں۔ اظہار رائے کا ہر شخص کو حق حاصل ہے۔ خواہ کوئی اردو صحیح طور پر لکھنا اور پڑھنا بھی نہ جانتا ہو، اردو تحریک سے معمولی بھی وابستگی بھی نہ رکھتا ہو، کسی سیاسی مصلحت کی بنا پر سنجیدہ یا غیر سنجیدہ، جذباتی یا غیر جذباتی لہجہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اس طویل بحث کا سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ایک خالص لسانی اور تعلیمی مسئلہ کو مذہبی رنگ دیدیا گیا۔ مراٹھی زبان والوں نے اگر اسے فرقہ پرستی کی عینک سے دیکھا تو کم از کم اردو والوں کو یہ انداز فکر اختیار نہ کرنا چاہیئے تھا کہ چونکہ قاضی اسکیم میں ثانوی درجات کے لئے ذریعہ تعلیم مراٹھی ہے اور اردو لازمی مضمون۔ اس لئے مسلمانوں کی تہذیب اور ان کی زبان ہو جائے گی۔ جو لوگ اردو کو مسلمانوں کی زبان سمجھتے ہیں ان سے معذرت کے ساتھ یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کی تاریخ و تعریف سے واقف ہیں اور نہ اردو کی۔ کوئی بھی زبان ایک یا ایک سے زیادہ فرقوں کی زبان ہو سکتی ہے۔ اردو کو تو ہندوستان کے تمام فرقوں کی زبان ہونے کا فخر حاصل ہے۔ البتہ اردو تہذیب کو ہم اردو والے سمجھتے ہیں۔ اسے عزیز رکھتے ہیں اور ان کی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ اردو جاننے والے اپنی ایک مخصوص

قطعہ

نگر رنگِ چمن این تابناک است | دِگر این دورِ بادہ زیرِ تاک است
فدا ... [illegible] | برائے مانہ خوف و بیم و باک است

(آمدہ از ... [illegible])

اور نمایاں تہذیب رکھتے ہیں خواہ وہ کسی فرقے سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں۔

چونکہ قاضی اسکیم وقت کا ایک اہم مطالبہ، ضرورت اور اردو زبان کے تحفظ کے لئے ایک نیا طرز فکر ہے۔ اس لئے ہندوستان بھر میں اس پر غور کیا جا رہا ہے۔ یہ کچھ صوبۂ مہاراشٹر ہی کے لئے مخصوص نہیں اس اسکیم کے بانی کا ایک بیان اس امر کی طرف بھی ہماری توجہ مبذول کرا رہا ہے کہ اس میں تغیر وتبدل کے لئے گنجائش رکھی گئی ہے۔

صوبوں اور زبانوں کے بعض اہم اور نازک موڑ پر "قاضی اسکیم" ہمارے سامنے آئی اور جن عظیم مقاصد کو یہ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اس کا تقاضہ تو یہی تھا کہ اتنی ہی بلندی، گہرائی، اور فکر و تدبر کے ساتھ ہم سر جوڑ کر اس پر سوچتے۔ چنانچہ مہاراشٹر کے بہی خواہان اردو نے میرج (ساؤتھ ستارہ) میں ایک عظیم تعلیمی کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کر لیا جس کی صدارت مصطفیٰ فقیہ جیسے صلح کل مدبر نے کی۔ کانفرنس میں مولانا حفظ الرحمن بھی تشریف لائے۔ مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری وائی بی۔ چوہان نے اس کا افتتاح کیا۔ اس افتتاح پر مراٹھی زبان کے فرقہ پرست اخباروں نے سخت اعتراضات کئے (یہ بات بھی اردو والوں کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے کہ مہاراشٹر کے بیسیوں اضلاع سے جوق در جوق نمائندے شرکت کے لئے آئے۔ مدیران اخبارات۔ ماہرین تعلیم اور مختلف جماعتوں کے افراد نے اس میں شرکت کی۔ اخبارات کی رپورٹ اور شریک ہونے والوں کے بیان کے مطابق اس کانفرنس پر شروع سے آخر تک جذباتی اور ہنگامی رنگ ہی غالب رہا۔ اور ارتجالی طور پر یہ قرارداد منظور کر دی گئی کہ "قاضی اسکیم" اردو کے لئے سخت مضر ہے۔ ساتویں جماعت سے گیارہویں جماعت تک ذریعہ تعلیم Medium of Instruction اردو ہی ہونا چاہیئے۔ یہ جذباتی رو اتنی تیز تھی کہ اردو والے کوئی معقول سے معقول دلیل بھی سننے کے لئے تیار نہ تھے "میرج تعلیمی کانفرنس" میں جو کچھ مجلس سے اردو والوں اس جذبۂ اردو پرستی کے یقین محکم کا پتہ ملتا ہے جسے اصطلاحاً عشق و جنون کہا جاتا ہے! ایسا ہی جنون اور عشق جب قہری رنگ اختیار کر لیتا ہے تو قوموں، فرقوں اور طبقوں کی زندگیاں بدل جاتی ہیں۔ فیصلہ کرنے والوں میں سے کسی کے خلوص کو اشتباہ کی نظر سے نہیں دیکھا جا سکتا اردو کے ساتھ آزادیٔ وطن کے بعد جو کچھ ہوا اور اب جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس کے پیش نظر جذبات جتنے بھی بھڑکیں وہ کم ہیں آج تو وہ فضا پیدا ہو چکی ہے کہ اردو کے لئے اردو والے اپنا خون تک دینے کو تیار ہیں۔

کاش ہم اس جوش، ولولہ اور جذبہ کی تمام تر کششوں کے ساتھ مسئلہ معلومہ پر آج کے حالات کی روشنی میں سوچتے۔ کانفرنس کے شور و شغف میں نہیں، بلکہ کسی بند کمرے کے فکر انگیز ماحول میں۔ ہندوستان کے ایسے ماہرین تعلیم، اردو کے ایسے تجربہ کار خدمت گزاروں اور سیاست دانوں کی موجودگی میں جو حال و مستقبل آشنا ہوں۔ کانفرنسوں میں تو ہم نے پہلے بھی بہت سے فیصلے کئے ہیں لیکن کیا ان پر عمل پیرا ہوا جا سکا؟ نظری اور عملی باتوں میں بڑا فرق ہے۔ اردو کو نقصان پہنچانے کے لئے کروڑوں روپے صرف کئے گئے ہیں۔ ہزار ہا متعصب دل در پردہ اس کی بیخ کنی میں روز و شب سالہا سال سے مصروف ہیں۔ ہر حقیقت کو جھٹلانے اور ٹھکرانے کا تہیہ کر لیا گیا ہے۔ ہمیں اپنے ہر فیصلے سے پہلے عمل اور ردعمل پر اچھی طرح غور کر لینا چاہیئے۔ اپنی توتوں، اپنے اثرات اور حالات و واقعات کا جائزہ لے لینا چاہیئے۔ اردو کے سلسلے میں وسعت نظر اور دور اندیشی کی ضرورت ہے قوموں، تہذیبوں اور زبانوں کے عروج و زوال پر ہماری نظر ہونی چاہیئے۔ ہنگامہ موں کی کیا ہے۔ یہ تو ہر لمحہ برپا کئے جا سکتے ہیں۔ مگر دور رس نتائج کے لئے فکر و شعور کے شاہین کو بہت بلندیوں پر لے جانا ہوتا ہے۔ کیا ہم

قطعہ

بر سرِ طور نگر جلوۂ ربانی بود | بہر ما لطف و کرم بین کہ چہ رحمانی بود
گفت این شان و حشم پیش جہان اسلام | بہر این صہر نبیٔ تخت سلیمانی بود

(آمدہ از نذری باغ) (لا شکیفہ)

خاموشی کے ساتھ بیٹھے کہ ان تمام امور پر غور نہیں کر سکتے تھے؟ اگر اردو والوں کی سرگرمیاں خاموش اور ٹھوس قسم کی ہوں، اس کے معاندانہ جذبات کارفرما نہ ہوں، بلکہ کم از کم اردو کے سلسلہ میں اپنے اپنے سیاسی مصالح کو آلۂ کار نہ بنایا جائے تو دوسروں کو بھڑکنے اور مخالفت کرنے کا اسی طرح موقع نہ ملے۔ ہمیں اپنے بڑے سے بڑے مفاد کو اردو کے مفاد پر قربان کر دینا چاہیے۔ دفاعی اصولوں کا تقاضا تو خاموشی کے ساتھ اور ہاتھ دُور دُور جمع ہم تیار کر لینا ہے نہ کہ ان کا پروپیگنڈہ!!

"قاضی تعلیمی اسکیم" بظاہر مہاراشٹر یا صوبہ مہاراشٹر کے لئے ہے لیکن اس میں ایسی صلاحیتیں ضرور موجود ہیں اردو والوں کی معاشی، سماجی اور تعلیمی ضرورتوں کا یکساں حل بن سکیں خواہ علی حالہ یا کسی جزوی ترمیم کے ساتھ اپنانے میں اردو کا وہ نقصان نہیں ہے جو متصور ہے۔ اردو کے لئے آیندہ جو حالات پیدا کئے جانے والے ہیں، اس میں اس اسکیم سے ایک تحفظ کی صورت پیدا ہوتی ہے صوبائی زبانوں کی مہارت کے ساتھ اردو زبان کو بھی اس کے اعلیٰ معیار تک حاصل کیا جا سکتا ہے۔ شاید صوبہ مہاراشٹر کے اردو والوں کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ بارہ سال سے یو۔ پی میں ثانوی مدارس میں اردو زبان، انگریزی اور سائنس کے ساتھ اختیاری مضامین میں آ جاتی ہے اور اکثر ان دونوں اہم مضامین کی خاطر بچے اردو چھوڑ دیتے ہیں "قاضی اسکیم" میں تیسری جماعت سے گیارہویں جماعت تک اردو نظر انداز تو نہیں ہوتی۔ آج کے حالات میں یہ بات بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے اور سب سے زیادہ اہمیت تو اس بات کی ہے ثانوی تعلیم کی منزل میں کسی علاقائی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانے میں اردو کے ہر طالب علم کو وہ تمام فائدے حاصل ہو سکتے ہیں جو اکثریتی فرقہ کو ہوں گے۔

اگر ثانوی تعلیم کے لئے "قاضی اسکیم" میں تمام مضامین صرف اردو ہی میں پڑھائے جائیں جیسا کہ مطالبہ کیا جا رہا ہے تو کیا یہ اردو تہذیب سے وابستگی رکھنے والے ان لاکھوں بچوں کے لئے بھی قابل قبول ہوگی جو چھوٹے چھوٹے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں بستے ہیں۔ جن کا ماحول مراٹھی (یا کسی دوسری صوبائی زبان) کا ماحول ہے کے آبا و اجداد اردو میں خط و کتابت کرتے ہیں۔ مگر گھروں میں مراٹھی یا کوکنی زبان بولتے ہیں (پنجاب میں پنجابی) یہ بھی اکثریتی فرقے کے ساتھ انہیں زبانوں میں بات چیت کرتے ہیں۔ وہ بچے جنہیں دونوں زبانوں سے کام پڑتا ہے "قاضی اسکیم" ان کی ٹوٹی پھوٹی اردو کو سنوارنے میں بھی معاون ہوگی۔ یہاں پھر وہ بات دہرانی ضروری ہے کہ اردو ایک نہیں کئی فرقوں کی زبان ہے اور تعلیم کا مسئلہ تمام فرقوں کے لئے یکساں۔

شہروں کی بات جانے دیجئے شہروں میں ایسے اسکول موجود ہیں اور شاید کچھ مدت تک باقی رہیں، جن میں ذریعہ تعلیم اردو ہے۔ پھر بھی سائنس، الجبرا، جیومیٹری وغیرہ مضامین انہیں انگریزی ہی میں سیکھنے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ آگے چل کر کالج کی تعلیم میں انگریزی زبان ہی سے کام پڑتا ہے پھر بھی وہ کالج کی انگریزی میں کمزور رہتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ ثانوی منزل میں انگریزی اس معیار کی نہیں ہوتی جس معیار کی ہونی چاہیئے، یا آزادی سے پہلے تھی۔ اگر ہمیں اردو ہی پر اصرار ہے تو پھر بہ کثرت اپنے اسکول قائم کریں، اپنی اردو یونیورسٹی بنائیں، اپنے کالج ہوں۔ اگر یہ سب کچھ ہم کر بھی لیں (جو ناممکن ہے) تو اس کی ضمانت کون دے کہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد صوبائی حکومتوں کی ملازمتیں ایسے طلبا کو مل سکیں گی جنہوں نے سب کچھ اردو میں پڑھا ہوگا۔ بالکل اسی طرح جس طرح آج انگریزی زبان جانے بغیر کسی بھی شعبہ میں گنجائش نہیں نکلتی، خواہ علاقائی یا مادری زبان کسی اعلیٰ معیار کی کیوں نہ آتی ہو۔ بات بڑی نازک ہے۔ کسی ہنگامی فیصلہ سے پہلے ہمیں ان تمام نزاکتوں کو سمجھ لینا چاہیئے۔ رہا اردو تہذیب کے مٹنے کا سوال، تو برسوں کے تجربات نے یہی بتایا اور مشاہدہ کرایا ہے کہ تعلیمی زبانوں کی کسی بھیڑ میں بھی اردو تہذیب نے اپنا رنگ روپ نہیں بدلا۔ اردو تہذیب گھروں میں پیدا ہوتی ہے، تعلیم گاہوں میں نہیں ذرا ٹھنڈے

قطعہ

پئے انسان چو آئینِ بہین است | برائے هر صدف دُرِ ثمین است
برائے حفظِ مال و ہم جواهر | چہا کردار در شکلِ امین است

(آمدہ از نذری باغ) (نگہبان)

ذل سے سوچیئے کہ صحیح اردو تہذیب ہم اردو کے دعویداروں میں سے کتنے کے گھروں میں ہے؟ سہا نصاب تعلیم کا اندیشہ تو یہ خود ہماری کمزوری ہے۔ ایک جمہوریت پسند ملک میں کسی ایک فرقہ کے لئے کوئی مخصوص نصاب نہیں ہو سکتا۔ اردو والوں کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ ایسے نصاب پر احتجاج کریں جو فرقہ پرستی پر مبنی ہو۔ احتجاج پر اکثر صوبوں میں تعلیمی نصاب بدلے بھی جا رہے ہیں۔ در اصل ہم صرف سوچتے ہیں سوچ کر ڈر جاتے ہیں۔ جھجک جاتے ہیں اور اپنے افکار و خیالات و عملی جامہ نہیں پہنا پاتے۔ کیا آج تک ہم نے کوئی کل ہند اردو تعلیم بورڈ قائم کیا؟ ہر صوبہ کی راجدھانی میں اس بورڈ کا دفتر ہو، (دہلی، بمبئی۔ لکھنو یا علیگڈھ میں مرکز ہو) نہایت آسانی کے ساتھ اردو کی تعلیمی دشواریوں پر قابو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

"قاضی تعلیمی اسکیم" میں ہم شروع سے اس امکان کو نظر انداز کرتے آ رہے ہیں کہ کیا ثانوی تعلیم کی منزلوں میں مراٹھی اور اردو دونوں زبانوں کو ذریعہ تعلیم نہیں بنایا جا سکتا؟۔ جو بچہ اردو میں تمام مضامین پڑھنا چاہے وہ اردو میں پڑھے اور جو مراٹھی میں چاہے وہ مراٹھی میں۔ ذریعہ تعلیم کا انتخاب بچوں اور ان کے والدین پر چھوڑ دینا چاہیئے جس طرح آج بھی مادری یا علاقائی زبان کے میڈیم کے علاوہ انگریزی بطور میڈیم اختیار کرنے کی اجازت ہے اسی طرح مراٹھی نصاب تعلیم کو اردو میں ڈھالنے کا تھوڑا سا کام ضرور بڑھ جانے گا لیکن اردو والوں کے لئے ایک راستہ کھلا رہیگا۔ اردو کے ایسے نصابوں میں (مراٹھی، انگریزی اور ہندی تینوں زبانوں کی اصطلاحات قوسین میں اگر دیدی جائیں تو کسی حد تک آسانی ہو سکتی ہے۔ چونکہ بچہ تیسری جماعت سے گیارہویں تک مراٹھی یا اپنے صوبہ کی کوئی دوسری علاقائی زبان لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھے گا اس لئے اس پر پوری طرح حاوی تو ہو ہی جائے گا۔ ان کی اصطلاحات جنہیں دینے سے کالج کی اعلیٰ تعلیم میں زیادہ دشواری نہ ہو گی۔ اور نہ سرکاری ملازمتوں میں۔ ہمیں اس قسم کا تجربہ کرکے دیکھنا چاہیئے۔ لیکن صرف "اردو ذریعۂ تعلیم" کا مطالبہ بہت یک طرفہ ہے۔ یہ ان بچوں کو محروم کر دینا ہے جو مراٹھی میں زیادہ بہتر چل سکتے ہیں۔ اگر قاضی اسکیم میں ذریعۂ تعلیم شروع سے آخر تک صوبائی زبان ہوتی تو بات قابل اعتراض تھی۔ (حالانکہ اس کا فائدہ اور بھی زیادہ ہوتا) اب جبکہ تمام تعلیمی اصول کے مطابق ابتدائی منزل میں ذریعۂ تعلیم مادری زبان (اردو) ہی ہے تو یہ ہنگامہ آرائی کیوں؟ ان صوبوں پر نظر ڈالئے جہاں یہ قانونی رعایت بھی میسر نہیں ہے؟!!

اس وقت اردو والوں کے سامنے قاضی اسکیم کے علاوہ کوئی دوسری اسکیم ایسی نہیں ہے جو ہر جگہ یکساں طور پر اردو کی تعلیمی گتھی سلجھا سکے۔ نظام تعلیم کی حدود و قیود ہیں۔ ہمیں متانت، احتیاط اور پوری ذمہ داری کے ساتھ اس اسکیم کی توانائیوں پر غور کرنا چاہیئے۔ جذباتی انداز فکر اردو زبان اور اس کی تعلیم دونوں کی موت ہے۔

قطعہ

بلبل بہ قفس گفت صبا آہ کشیداست | این جائے حشم بین تو کہ ہر شاہ کشیداست
آنکس کہ بود فائز مقصد بہ جہانے | بر تخت حشم عزت و ہم جاہ کشیداست

(آمدہ از مندری باغ)



کہ راجیہ سبھا میں جہیز لینے اور دینے پر امتناع کا مسودۂ قانون پیش ہو چکا، جس پر غور ہو رہا ہے
اب لڑکیوں کی "نام نویسی" میں اس جملہ کا اضافہ کرنا پڑے گا :-
"جہیز کی لین دین پر امتناع عائد ہو چکا ہے
ہر جا کہ خواہند و ریاضت فرمائند"

کہ ہڑتال میں حصہ لینے والے ملازمین کو بعض مراعات سے محروم کر دیا گیا ہے
کیوں نہ کہتے تھے تم اس گلی میں نہ جا
عمر آخر تباہ ہو کے رہی

کہ محکمۂ اطلاعات و تعلقات عامہ میں توسیع کی جا رہی ہے
کاش! عوامی تعلقات میں بھی توسیع کی جائے

کہ بلدیہ کے ایک انسپکٹر اور ایک بل کلکٹر رشوت لیتے ہوئے پکڑے گئے ہیں
رشوت سے شیر مادر لیکن مرے برادر
پکڑے گئے تو زحمت پکڑے نہ جائیں راحت

کہ ڈاکٹر سمپورنانند بہ حیثیت مدرس کام کرنے کے خواہاں ہیں
"ہنوز بوئے حکومت از دماغ نرفت"

کہ سرکاری ملازمین کے خلاف رشوت ستانی کی تحقیقات کمیٹی نے اینٹی کرپشن بیورو کا قیام عمل میں آیا
اب ان "یاراں دیدہ" راشیوں کا کیا ہوگا، رشوت جن کی فطرتِ ثانی بن چکی ہے!؟

کہ کنٹن جنسی Contingencies فنڈ کو ۶۰ لاکھ سے بڑھا کر ایک کروڑ کر دیا گیا
اب "مادر شیر مادر" کی مثل صادق آئیگی

کہ ناجائز کشید شراب کے ایک اڈہ پر دھاوا کیا گیا
اب دیکھنا یہ ہے کہ "جائز کشید شراب" کے اڈہ پر کب دھاوا کیا جاتا ہے!؟

کہ حیدرآباد میں "صارفین گوشت" نے اپنی ایک انجمن قائم کی۔
اگر انجمن سازی کی یہی رفتار رہی تو کل بکرے بھی اپنی ایک انجمن بنا لیں گے

کہ ہندی پنڈتوں نے ناظم تعلیمات سے مل کر اپنی شکایتیں پیش کیں
گمان غالب ہے کہ یہ شکایتیں "اردو" میں پیش کی گئی ہونگی!

کہ زیادہ قیمتیں وصول کرنے والوں کو موت کی سزا دی جائیگی
کیونکہ وہ "اقتصادی مجرم" ہیں، لیکن یہ سزا کسے نہ دی جائیگی، کیونکہ ہمارے ہندوستانی تنگالی ان سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہے!

کہ ہندی انسائیکلو پیڈیا سنہ ۱۹۶۳ء تک چھپ جائیگی
پھر اسکا ترجمہ کب شائع ہوگا؟ کیونکہ بغیر ترجمہ کے ابھی اس سے استفادہ کرنے والے پیدا نہیں ہوئے۔

قطعہ

خواندہ فرقان بہ کتابت بو سہم
نیز من دستِ صداقت بو سہم
دیدہ این صہرِ نبی جلوہ دہے
بین تو من تختِ خلافت بو سہم

(آمدہ از ندوی ٹیاغ)



مانا کہ حیدرآباد میں سینکڑوں ہوٹلیں ہیں مگر

نیو گرانڈ ہوٹل اینڈ پراویژن

فون نمبر (۴۵۷۵) افضل گنج حیدرآباد دکن

• نفاست و پاکیزگی • باسلیقہ ملازمین • خورد و نوش کے بہترین اشیا

مفرح مشروبات، خوش ذائقہ چائے اور معقول انتظام کیلئے اپنی آپ نظیر ہے

PHONE NO. 2377



EMBASSY CAFE

ایمباسی

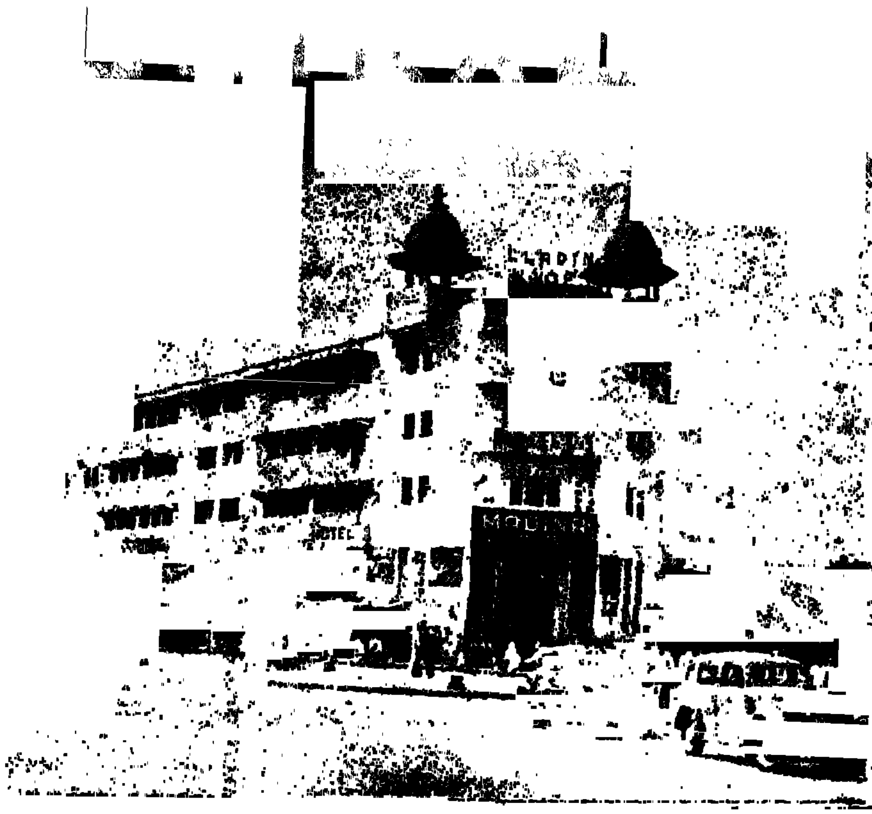
چوراہا بشیر باغ حیدرآباد دکن

انگریزی و مغلائی کھانوں اور بہترین انتظام کیلئے

خاص کر یہاں کے کری پفس بے حد شہرت کے

اگر آپ نے ایمباسی کیفے کے کری پفس نہیں کھائے ہیں تو گویا آپ نے کری پفس کھائے ہی نہیں

...زہ ترین اسٹاک بازار سے ...






REGD. H.507.
SHIRAZ
URDU
WEEKLY.


امرتسری باریک چاول
واحد مرکز

[illegible]
مشکل آپ کے عثماں یہی کہتے ہیں ہم اک شے ... کوئی باب نجف کی بندگی سمجھا تو یہی سمجھا

شمیرا

سرپرست: صمصام عثمان اعجاز الحق — مقام اشاعت: چادر گھاٹ حیدرآباد (۲)، انڈیا

جلد ۱۵ — روز جمعہ ۱۶ ڈسمبر ۱۹۶۰ء م ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ — شمارہ (۷)

نظم یا منقبت

(مطلع) سر کو جب خم کیا میں نے رخِ بطحیٰ دیکھا — کفِ موسیٰ میں بھی میں نے یدِ بیضا دیکھا

خواب میں اور سنو عالمِ بیداری میں — پنجتنؑ کا بھی عجب میں نے سراپا دیکھا

احمدِ پاک کا اور ابنِ ابوطالبؑ کا — شانِ عظمت کا بھی میں نے یہ تماشا دیکھا

حال یہ کثرت و وحدت کا کہوں کیا منہ سے — بند اک آب کے قطرہ میں بھی دریا دیکھا

شکلِ مشہد کے جہاں شاہِ رضاؑ ہیں موجود — ذات میں موسیٰ کاظمؑ کے بھی جلوا دیکھا

کہتی جاتی ہے یہی بادِ صبا بھی گُل سے — ہمرہ بوئے چمن عنبر سارا دیکھا

کہتی ہے بادِ بہاری بھی تصدق ہوکر — آج گلزارِ نجفؑ میں گُلِ رعنا دیکھا

کربلا کے بھی شفاخانہ میں کہتا ہے مریض — واسطے درد کے بھی میں نے مسیحا دیکھا

ارضِ بطحیٰ میں بھی اور بابِ نجفؑ میں یکساں — دونوں بھائی کا ملا کر بھی تجلا دیکھا

(مقطع) سینۂ ذاتِ علیؑ میں ہیں کہوں کیا عثماںؔ
جلوہ گر آنکھ سے بھی سورۂ طٰہٰ دیکھا

مرقوم ۱۴ ڈسمبر ۱۹۶۰ء [illegible]

دین یار جنگ کا خیال درست ہے متعلق

(ضعیفی صدیق احمد فرزند استاد جلیل مرحوم)

فرمایا وہ یہ ہے کہ ابھی تک میرے دواوین کی ترتیب یا اشاعت کا کام شروع نہیں ہوا ہے گو ایک دو بار اس کا ارادہ کر کے یہ پھر رک گیا۔ (بعض وجوہ سے) لہذا صاحب موصوف کا کہنا ہے چونکہ زمانہ گذشتہ میں میرے کلام کو ان کے والد مرحوم نے صلاح دی تھی۔ اور ان کے بعد آپ اُن کے بیٹے یہ کام انجام دیتے رہے ہیں۔ لہذا انہیں کے حین حیات یہ کام مکمل ہو جائے (کم از کم کلام کی نظر ثانی کا) تو زیادہ مناسب ہوگا۔ رہا اشاعت کا کام پیچھے سے ہوتا رہے گا۔ میں نے کہا کہ صاحب موصوف کی رائے سے مجھے اتفاق ہے۔ چنانچہ اس طرف توجہ کر رہا ہوں کہ بیکاری میں وقت ضائع ہو رہا ہے۔

مکرر: میرا ارادہ ہے کہ کمیٹی انتظامی پرائیویٹ اسٹیٹ نظام کے سپرد یہ کام کروں تاکہ دین یار جنگ کی نگرانی میں کام کا آغاز ہو جائے۔ بہرحال انشاء اللہ اب مزید تعویق اس میں نہ ہوگی۔ بقول

"کار امروز بہ فردا مگذار"

مرقوم ۱۴ر دسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قدرت نواز جنگ کی باوجود پیرسن و سال حالاتِ زمانہ پر نظر نہیں کہ اسوقت کونسا کام ممکن ہے اور کونسا ممکن نہیں

فرمایا اس کے دادا کے زمانہ میں (یعنے رفیع الدولہ مرحوم) ان کے گھر کا خانہ ساز حلوا سوہن موسم سرما میں حیدرآباد میں مشہور تھا۔ مگر وہ چیز اسی زمانہ کے ساتھ ختم ہو چکی ۔ لہذا شیخی بگھارنے کے خاطر اس کو اب زندہ رکھنا جب کہ سابق کی خوبی اس میں باقی نہ رہے حماقت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یعنے قدرت نواز جنگ کو چاہیئے تھا کہ اس عادت کو اب موقوف کردے کہ نہ اب وہ قدیم زمانہ کے لوگ زندہ رہے ہیں جو اس کو دل دہی یا تجربہ کہنہ کاری سے تیار کرسکیں۔ اور نہ خالص اشیاء برائے تیاری حلوا سوہن فراہم ہوسکتے۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ زمانہ گذشتہ میں اس چیز کی جو شہرت تھی (انقلاب زمانہ کی وجہ سے) اس کو دھکا نہ پہنچے۔ مگر اس چیز پر اس کو خیال نہیں ہے کہ اندھا دھند کام کرکے اس میں نقص لاتا ہے یعنے اس سال جو حلوا سوہن اس نے تیار کرایا تھا وہ بالکل ناقص تھا یعنی ذائقتاً یا شکل وصورت میں۔ اسی لئے اس سے کہدیا ہے کہ آئندہ سال سے اس خیال کو ترک کرے۔ اسکے علاوہ میرے منہ میں دانت نہ ہونے سے میں کھا بھی نہیں سکتا۔ تاہم چھوٹے بچوں میں اس کو تقسیم کرادیا تاکہ تیار شدہ چیز بیکار نہ جائے۔

مرقوم ۱۲ ردسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

درخواست والدہ لطف علیؑ مددگار زاہد رضوی مہتمم توشکخانہ (نذری باغ)

فرمایا حال میں افضل بیگم چھوکری کی نسبت سے متعلق جو اعلان شیراز میں ہوا تھا تو اس کی بنا پر لطف علیؑ کی ماں جو ضعیفی کی وجہ سے اس کے ہوش و حواس ایک زمانہ سے برابر نہیں ہیں اور دکھاؤ میں دماغ کا توازن درست نہیں دکہائی دیتا ہے پیش کی تھی اپنے دوسرے بیٹے فرخ علیؑ سے متعلق جو کہ شاید امین ہے محلات پولیس میں۔ مگر اس کو جواب دیدیا گیا کہ نذری باغ اس کو منظور نہیں کرسکتا کہ اس کے بیٹے مذکور کا رویہ اچھا نہیں تھا بلکہ ایک طرح کا بد مزاج تھا جو سروس میں بھی رہنے کے قابل نہیں تھا۔ دوسرے طرف یہ ضعیفہ مسلوب الحواس زمرد بیگم کی ماں ہے۔ اور اس کا باپ زمانہ گذشتہ میں علی حسن دواساز تھا نذری باغ کے یونانی دواخانہ پر۔ مگر یہہ بھی نشہ کا عادی تھا اور گنجفہ کے پتوں پر شرط (جوا) بازی لگا کر کھیلا کرتا تھا۔ اس وجہ سے بدنام تھا اور مقروض بھی۔ اور پی کر اپنی زوجہ چنو بیگم کو زدوکوب کرتا تھا۔ یہہ سب حالات مجھے اوسوقت اس کے ترا بتداروں کے ذریعہ معلوم ہوئے تھے۔

بہرحال اس کے (۳) بیٹے ہیں۔ ایک لطف علیؑ (جو اپنی حد تک رویہ کا برا نہیں ہے) دوسرا فرخ علیؑ (جس کے رویہ کی اوپر صراحت ہوئی ہے) اور تیسرا عباس علیؑ (سنا ہے کہ یہہ بھی چنداں اچھا نہیں ہے) اور یہہ تینوں دفتر محلات پولیس میں ملازم ہیں۔ اور انکی رسائی محض زمرد بیگم کی وجہ سے نذری باغ میں ہوئی تھی۔ ورنہ انکا نام و نشان بھی آج یہاں نہ رہتا۔ یہہ تھے اصل حالات اس نسبت افضل بیگم کے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

مکرر اگر ممکن ہو تو عباس علیؑ کے معاملہ پر غور کرسکتا ہوں جس کا کردار بہتر ہے۔

مرقوم ۱۴ ر دسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

مُعاملہ نسبت افضل بیگم لڑکی مقیم نذری باغ

(دختر کرم علیؑ متوفی معتقد مولوی میر ن صاحب مرحوم در زمانہ گذشتہ)

فرمایا اسکی ماں جسکے دماغ کا توازن درست نہیں ہے جس کی وجہ سے نذری باغ میں کچھ عرصہ قبل جو حرکات کرتی تھی۔ چنانچہ اسکی وجہ سے علی حسین نواب جعفر مشہدی متوفی (سرگروہ ماتمی گروہ جعفری) نے اس کے ساتھ عقد کرنے سے انکار کر دیا تھا حالانکہ اسکی ماں نے اس نسبت کو لڑکی نذری باغ آنے سے قبل لگائی تھی۔ جس کا قصہ نظام گزٹ میں شائع ہوا تھا (کچھ عرصہ قبل) یہہ دیوانی چاہتی تھی کہ زمرد بیگم منکوحہ کاظم جاہ مرحوم مقیم نذری باغ کے خاندان میں جو دو لڑکے ہیں ایک عنایت علیؑ۔ دو سرا واصف علیؑ (موخر الذکر جو کہ گڑھے میں گرتے گرتے سنبھلا تھا کہ میسرم کی ایک مدرسں کی چھوکری اس چھوکرے سے اشارہ بازی کرنے سے بدنام ہوا تھا جس کا قصہ بہ اشیراز میں آچکا ہے۔ کسی ایک ہوٹل کے سامنے جو کرایہ کا مکان تھا جس میں یہ چھوکری مقیم تھی) میں اسکی بیٹی افضل بیگم کو منسوب کر دوں۔ مگر میں نے جواب دیدیا کہ اوسکی درخواست کو میں منظور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسکی بیٹی کا قصہ عام ہو جانے سے وہ چھوکری ان چھوکروں کے قابل نہیں تھی۔ اس کے علاوہ لڑکوں کے بزرگ پوزیشن میں لڑکی کے والدین سے بڑھے ہوئے تھے۔

خلاصہ یہ کہ افضل بیگم کی ماں پرلے درجہ کی بدمزاج اور بد دماغ عورت ہے اور مجھے افسوس ہے کہ اس کا شوہر کرم علیؑ گذرے بعد اس کو قابل امداد سمجھکر کیوں نذری باغ میں لیا۔ جس کا یہہ نتیجہ نکلا۔

بہرحال اس چھوکری کا نکاح ہو کر (جس طرح سے ممکن ہو) اس کا ٹھکانہ ہو جائے تاکہ یہ قصہ اب آیندہ بار بار بیان نہ ہوگا جو سننے کے قابل نہیں ہے۔

مرقوم ۱۲ ڈسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

ہیچ وقتہ نگر نماز بود || پیش حق نیز این نیاز بود
گُلِ نیست در نشیب رود || بہر ذاتِ علیؑ فراز بود

(شگفتہ)

(آمدہ از نذری باغ)

قرارداد نسبت زینب بیگم معمرہ ۲۳ یا ۲۴ سالہ بہ لطف علی معمر ۲۷ یا ۲۸ سالہ
وقرارداد نسبت فاطمہ بیگم معمرہ ۲۱ یا ۲۲ سالہ بہ شریف الحسن معمر ۲۷ یا ۲۸ سالہ

(سردست مقیم حویلی قدیم)

فرمایا یہ دو لڑکیاں علی حسین مرحوم جو کہ میری نانی مرحومہ کا بھانجہ تھا اُس کی لڑکیاں ہیں جنکو مادر دکن نے اپنی زیر پرورش لی تھی۔ یعنے یہ گھر کی پروردہ لڑکیاں ہیں اور ذی کردار ہیں۔ اور صحیح ہی شکل وصورت میں بھی فی زمانہ اچھی ہیں۔

دیگر۔ لطف علی زمرد بیگم منکوحہ کاظم جاہ مرحوم کا چھوٹا بھائی ہے۔ (مقیم نذری باغ) اور شریف الحسن تیلی بیگم منکوحہ کاظم جاہ مرحوم کا چھوٹا بھائی ہے (مقیم شادی خانہ نمبر ۲) بہرحال زوجین کے جوڑے ہر طرح سے موزوں ومناسب ہیں۔ اور یہ دو لڑکے میرے خاندان سے وابستہ ہیں۔

زمانۂ قریب میں بعد عقد یہ جدید تعمیر کردہ دو مکانوں میں (محلہ پرینڈر گھاٹ) مقیم ہو جائیں گے جہاں کامل حیثیت سے لڑکے مع زوجگان مقیم ہیں۔ زیادہ۔ مبارک باشد۔

مرقوم ۴ ار دسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

آمد نوید زہر ما نگر فرخندہ بود || ہر گل و غنچہ بہ صحن باغ بنگر خندہ بود
[illegible] گوش گفتہ این جہان || ہر کسے پیش [illegible]

حالت بد حالت سب حال خانزادان

(مقیم نذری باغ)

فرمایا انکی گھرداری ہوکر کم و بیش پانچ۔ چھ۔ سات سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ دوسرے طرف بچہ کشی سے دیکھنے زیادتی اولاد یارات دن اسی کے خیال میں منہمک رہتے ہے) انکی صحتوں پر اثر پڑکر سابق کے چہرے ان کے جو جاذب نظر تھے وہ بات اب باقی نہیں رہی ہے بلکہ اس میں اچھا خاصہ گھاٹے نظر آتا ہے کہ یہ ۲۵ سال سے اوپر ہی عمروں میں یعنی ۳۰ کے قریب قریب اور بے احتیاطی سے جو رنگ و روغن ان کے چہروں پر نمایاں تھا وہ آہستہ آہستہ غائب ہو رہا ہے۔ دوسرے طرف کثرت اولاد سے آیندہ زمانہ میں انکی اولاد کی پرورش کا مسئلہ (صرف دو کی حد کو چھوڑ کر) والدین کو اپنے مقررہ دو ۲ مد ذرائع میں سے کرنا سخت دشواری کا سامنا ہوگا۔ لہذا ابھی سے ان کو احتیاط کرنے کی سخت ضرورت ہے تاکہ اس کے مضر نتائج کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ چونکہ یہ عاقل و بالغ ہیں لہذا یہ چھوٹے بچے نہیں ہیں کہ مدرسہ کے بچوں کے مانند ان کو یہ درس دیا جائے۔ بلکہ ان کو چاہیئے کہ از خود ان اہم امور پر نظر رکھکر کام کرے تاکہ آیندہ خود کردہ را علاجے نیست پر افسوس کرنے کی نوبت نہ آئے۔

حاصل یہ کہ یہ ایک قسم کی آگاہی تھی جو ان کو منجانب مربی و سرپرست دی گئی ہے (Warning) جس کا ان کو خیال رہنا چاہیئے۔ تاکہ غفلت سے کسی قسم کی خرابی نہ پیدا ہو۔ اور ہر کام درست طریقہ پر چلے۔

دیگر۔ ہر ایک خانہ زاد کو اولاد بشمول ذکور و اناث پانچ یا چھ ۶ سے کم نہیں ہے اور ہنوز اس میں زیادتی کا سلسلہ جاری ہے۔ خدا فضل کرے۔

مرقوم ۱۲ ار ڈسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

علم دانستن بہ کار آگہی عاقل شود || ہر کہ کردہ این ابا ننگر کہ او جاہل شود

در صورت شان علوی بہر ہر کس در جہان || این و آن بیکارہ آوردن نگہ باطل شود

معاملہ علی محمد پسر علمی آفندی

(مقیم نذری باغ)

فرمایا اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم یا ۵ سال قبل یہ بچہ جب نذری باغ آیا تھا تو اوسوقت بہت کم سن تھا۔ اور اب اسکی صحت میں تھوڑی بہت ترقی ہوئی ہے۔ تاہم دکھاؤ میں سن رشد کو پہنچے جیسا نظر نہیں آتا ہے۔ اور نہ قصہ متاہل زندگی کے قابل نظر آتے ہیں کہ بظاہر دیکھنے والا اس کو ۱۸ سال سے زائد نہیں سمجھے گا۔ بہرحال میرا ارادہ ہے کہ ڈاکٹروں کی رائے لی جائے۔ بعد امتحان ہر چیز کہ یہ درست ہے متاہل زندگی کے قابل ہے یا نہیں۔ کس لئے کہ یہ زندگی کا معاملہ ہے۔ لہٰذا ہر چیز کا پہلے امتحان ہونا ضروری ہے تاکہ جلدی میں کوئی کام کر کے پیچھے سے کف افسوس ملنے کا موقع نہ آئے۔ کس لئے کہ ہر چیز وقت پر جب ہوتی ہے تو نتیجہ بھی اچھا نکلتا ہے۔

بقول۔ "دیر آید درست آید"

مرقوم ۱۴ / دسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

ہمہ اسلام چون زرنگین بود | عجب جلوہ کنان دین مبین بود
بگفت وارثِ دینِ محمد | نگر تو ذاتِ علوی حق ہمین بود

(لا ریب فیہ)

(آمدہ از نذری باغ)

شیراز

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار

محکمہ برقی کی ڈپازٹ

برقی کے صارف کو ابتداء میں برقی روشنی حاصل کرتے وقت ایک مقررہ رقم بطور امانت (ڈپازٹ) رکھوانا پڑتا ہے جو محکمہ برقی کے قواعد کی رو سے ضروری ہے اور درست ہے یعنی ایک مرتبہ جب صارفین ڈپازٹ جمع کروا دیتے ہیں تو وہ اس وقت تک جمع رہتی ہے جب تک کہ برقی روشنی استعمال کرتے رہیں۔ یہ اصل رقم اسی وقت واپس ہوتی ہے جبکہ آپ برقی روشنی کا استعمال ختم کر دیں اور محکمہ برقی کے واجبات ادا کر کے اپنا تعلق منقطع کریں۔

ظاہر ہے کہ آندھرا پردیش میں برقی کے لاکھوں ہی صارفین ہیں جن کی ڈپازٹ رقم کروڑہا روپے حکومت کے خزانہ میں سالہا سال سے جمع ہے۔ حکومت یقیناً اس رقم امانت کو اپنے کاروبار میں لگا کر اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ جب یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ ڈپازٹ کی یہ خطیر رقم حکومت کے خزانہ میں منجمد حالت میں نہیں ہے بلکہ کاروبار میں لگائی جاتی ہے جس سے حکومت کو فائدہ ہو رہا ہے تو ایسی صورت میں بینکنگ کے عام قانون کی رو سے رقم جمع کرنے والے کو اس رقم کا سالانہ منافع ملنا چاہئے۔

اگر کسی وجہ سے محکمہ برقی اپنے صارفین کو امانت کی رقم پر منافع نہیں دے سکتا ہے تو ایک متبادل صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ڈپازٹ کے لئے نقد رقم طلب کرنے کے بجائے صارفین سے مقررہ رقم ڈپازٹ کی حد تک قومی وثائق پس اندازی طلب کئے جائیں۔ قومی وثیقہ پس اندازی کو رقم ڈپازٹ کی بجائے داخل کرنے کی صورت میں صارفین کو خود بخود وثیقہ پس اندازی کا منافع ملے گا۔ اس طریقہ عمل سے محکمہ برقی کے قانون کے بموجب رقم امانت (ڈپازٹ) کی بھی تکمیل ہوگی اور صارفین کو بھی فائدہ ہو سکتا ہے۔ ڈاک خانہ جات کے ۵ سالہ اور ۱۲ سالہ سیونگ سرٹیفکٹ بھی ڈپازٹ کیلئے قبول کئے جا سکتے ہیں۔

جب محکمہ برقی ادائی بل کے سلسلہ میں اپنے صارفین سے کوئی رعایت نہیں کرتا اور مقررہ مدت میں بل ادا نہ ہونے کی صورت میں برقی روشنی منقطع کر دیتا ہے تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ صارفین کی ایک کثیر رقم ڈپازٹ کے عنوان سے صارفین کو کوئی منافع دئے بغیر وصول کی جائے اور اس رقم کو کاروبار میں لگا کر خود منافع حاصل کرے اور صارفین کو اس سے محروم رکھے۔

ہمیں توقع ہے کہ محکمہ برقی کے ارباب اقتدار اس مسئلہ کو انصاف کی روشنی میں دیکھیں گے اور صارفین کو ان کی رقم ڈپازٹ پر سالانہ اگر نہ سہی پانچ سالہ یا کم از کم بارہ سالہ منافع ادا کریں گے یا سیونگ سرٹیفکٹ کو بطور ڈپازٹ قبول کرنے سے اتفاق فرمائیں گے۔

قطعہ

عیش و عشرت ترک کردن در بہاران مشکل است || گشتن پروانہ ہم در شبستان مشکل است
آمد نوروز گفتہ با صبائے خوش خرام || مرغ را خاموش کردن در گلستان مشکل است

([illegible])

قطعات تاریخ بہ تہنیت سالگرہ مبارک اعلحضرت بندگان عالی ادام اللہ اقبالہم و اجلالہ

از جناب مولوی سید ضیاء الدین صاحب عالی

میرے سلطاں مناؤ سالگرہ | ظلِ سبحان مناؤ سالگرہ
ہے یہ ایمائے مصرعِ تاریخ | شاہ عثمان مناؤ سالگرہ

(۱۳۸۰ھ)

دیگر

اے شہ عثماں تمہاری زیست کو | سامنے رکھکر کیا جب غور بھی
ہر عمل سے اک سبق حاصل ہوا | لائق تقلید پایا طور بھی
رہتی دنیا تک رہے گا یادگار | حکمرانی تک کا اگلا دور بھی
ہوں دعاگو فکر کہتی ہے مجھے | مصرع تاریخ ہو فی الفور بھی

عرض کر عالی حضورِ شاہ میں
عمر تیری ہو دراز اب اور بھی

(۱۳۸۰ھ)

جان ٹی ریڈ
کلچرل اتاشی امریکی سفارتخانہ

آرٹ کی مقبولیت کا راز

جب میں ایک چھوٹا لڑکا تھا۔ اور مشکل سے پڑھ سکتا تھا۔ تو میری ماں کی ایک سہیلی نے مجھے ایک بہت آسان کتاب دی تھی۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو اس کا نام تھا "عظیم فنکاروں کی کہانیاں"۔ یہ ایک پرانی وضع کی کتاب تھی جس کی جلد بھدی اور بے کیف تھی۔ اور جس میں سیاہ و سفید تصویریں بنائی گئی تھیں۔ اس کتاب میں بچوں کی زبان میں مائیکلانجلو، ریمبرانٹ، کاروٹ اور ایسے دوسرے عظیم فنکاروں کی کہانیاں بیان کی گئی تھیں۔ اور ان کے کچھ شاہکاروں پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ میں نے اسے ایک دلکش کتاب پایا اور اس نے مصوری کے متعلق مجھ میں دلچسپی پیدا کی۔ اس نے میرے ساتھ اٹوٹ رشتہ قائم کر لیا مگر میں ایک شائق سے زیادہ کبھی کچھ نہیں بن پایا۔ اگلے روز جب میں ان چیزوں سے روشناس ہوا جو میٹروپالٹن میوزیم آف آرٹ امریکی کنبوں کو آرٹ کے متعلق "میٹروپالیٹن سیمینار" کے نام سے پیش کر رہا ہے۔ تو اپنے پرانے دوست (یعنی کتاب) کی تمنا سے یاد ہو آئی۔ لیکن یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ میرے بچے اور میرے پوتے میری نسبت مصوری کے متعلق زیادہ معلومات زیادہ رنگین اور زیادہ مکمل واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔ آرٹ میوزیم (یعنی عجائب گھر) یا منصوبہ آسان، ظاہراً موثر اور نسبتاً کم خرچ ہے۔ اپنی "کتاب آف دی منتھ کلب" کے سلسلے میں مل کر گھر کے رو بصوب فن کی تعریف اور فن کی تاریخ" پر مشتمل ہم ۲۴ کتابچوں کا ایک سلسلہ شائع کیا ہے ہر کتابچے میں ۱۲ رنگین تصویروں کا ایک مجموعہ ہے جو کتابچے کے اندر ایک تھیلی میں رکھا ہوا ہے۔ تاکہ جب بھی کوئی چاہے اسے فریم میں جڑ دے۔ اس کے علاوہ کتابچے کے خاص موضوع پر ایک عام آدمی کے لئے لیکچر بھی درج ہے۔ پہلا سلسلہ حقیقت پسندی، اظہار تصور، تکنیک اور ترتیب جیسے مضامین سے تعلق رکھتا ہے۔ جبکہ دوسرے سلسلے میں مغربی فن کے مختلف ادوار اور مرکزی رجحانات کی تاریخ کا جائزہ لیا گیا ہے۔ تمام معاملوں میں مضامین کے ساتھ ساتھ رنگین تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ جیسا کہ میں سمجھتا ہوں یہ منصوبہ پرستاران فن کے کسی چھوٹے سے گروپ کے لئے نہیں بلکہ عام امریکی شہریوں کے لئے ہے۔ جس سے وہ شام کو فرصت کے اوقات میں اپنے کنبے کے ساتھ روح کی بالیدگی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس منصوبے کے تحت ہر خریدار کو ہر مہینے مختلف ہوم سیمینار کتابچوں میں سے ایک کتابچہ ملتا ہے اور ہر کتابچے کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس طریقے کی صحت کا جائزہ لینے کے لئے جس سے متوسط طبقے کے لوگ اس فنی ضیافت میں شریک ہو سکتے ہیں تجاویز کرنے شروع ہیں ملک بھر میں بکھرے ہوئے ۲۵ ہزار اشخاص کو پہلا کتابچہ بھیجا۔ ان کے لئے سلسلے کے باقی کتابچوں کا چندہ دینا ضروری نہیں تھا۔ ظاہراً ان میں سے تقریباً ۹۷ فیصد نے اس سلسلے کو جاری رکھنے میں دلچسپی دکھائی۔ ہمارے ہاں بھی اپنے فنون کو مقبول بنانے کا یہ خاص طور سے ایک دلچسپ تجربہ ہے یہ ان غیر سرکاری کوششوں کی ایک مزید مثال ہے جو امریکہ میں اس خط تقسیم کو مٹانے کے لئے کی جا رہی ہیں جو صدیوں سے امراء اور عام لوگوں کے درمیان موجود رہا ہے۔ وہ امراء جن کے پاس فنون سے لطف اندوز ہونے کیلئے وقت اور دولت ہے اور وہ عوام جو ان نعمتوں سے محروم ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آیا ہندوستان میں ایک ایسا ہی منصوبہ ممکن ہے یا نہیں۔ اس ملک کے فنون کے خزانے نامعلوم یا فنی کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہیں۔ وہ ہندوستان

قطعہ

مثل گل من بہ بہارم تاکے | در عزا سینہ فگارم تاکے
فرصتے نیست کہ آرام شود | در جہان من کہ بہ کارم تاکے

(آمدہ از نذری باغ)

کی مذہبی اور ہزار ہا برس کی تاریخ کا حصہ ہیں۔ تاہم کیا یہ فنون کے خزانے ___ اجنتا کی غاروں کی تصویریں یا چدا مبرم کے سنگتراشی کے خوبصورت مجسمے ___ واقعی فدا پایاں فن کے بڑھتے ہوئے طبقے کی دسترس کے اندر ہیں؟ کیا یہ کسی کاروباری ناشر کتب کے لئے ایک تخلیقی تجویز نہیں ہے کہ وہ ملک کے کسی میوزم (عجائب گھر) سے تعاون کے ساتھ کام شروع کرے۔

یہ سائنس کی دُنیا

● ایٹمی دھماکوں میں کیمرے کے ذریعہ تحقیق

دنیا کے دو نہایت تیز رفتار کیمروں سے فوجی اور صنعتی استعمال کے لئے بہتر قسم کے آتشگیر مادّوں کی تیاری میں امریکی سائنسدانوں کو امداد مل رہی ہے۔ ان کیمروں کے ذریعہ ایٹمی دھماکوں اور تجربوں کے وقت تصادم سے پیدا ہونے والی لہروں اور دوسرے مادّوں کے ساتھ ٹکراؤ سے باہمی عمل کی تصویریں کھینچی جاتی ہیں۔ اس طرح اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اس نئے طریقے کی تحقیق سے جو راز دریافت ہوتے ہیں ان سے بہتر قسم کے آتشگیر مادے تیار کرنے میں مدد ملتی ہے اور ان آتشگیر مادوں سے ہتھیاروں کی ساخت اور انہیں گوداموں میں محفوظ رکھنے کے بہتر طریقے بھی معلوم ہوتے ہیں۔ ان کیمروں میں سے ایک برکسنر کیمرا (Brixner Camera) ہے جسے لاس الاماس سائنسی لیبارٹری کے سائنسدانوں نے تیار کیا ہے۔ اس سے ۳۵ ملی میٹر سائز کی تصویروں کے دس لاکھ فریم ایک سکنڈ میں کھینچے جاتے ہیں۔ یعنی ایک معیاری فلمی کیمرے سے ۶ لاکھ ۲۵ ہزار بار کی شرح سے بھی زیادہ۔ اس طرح ایٹمی دھماکے کی ۹۶ تصویریں یکے بعد دیگرے تیار ہوتی ہیں۔ یہ کیمرا ایلومینیم کے ایک فریم میں رکھا گیا ہے جس کے تین طرف آئینے لگے ہوئے ہیں جو لینسوں کی قطار کے ارد گرد ایک سکنڈ میں ۲۴ ہزار بار گھومتے اور ان پر عکس ڈالتے رہتے ہیں۔ کیمرے کو صرف ایک ہی آدمی اٹھا سکتا اور اس سے تصویریں کھینچ سکتا ہے یہ مختلف الاستعمال کیمرا ہے اور پوری تفصیل سے رنگین تصویریں اتارتا ہے۔ دوسرا تیز رفتار کیمرا کیر کیمرا (Kerr Camera) کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کیمرا پیسا ڈونا کیلی فورنیا الیکٹرو سسٹمز انکارپوریشڈ نے امریکی فوج کے لئے تیار کیا تھا۔ اس کی تصویریں کھینچنے کی رفتار ایک ارب کا پانچواں حصہ فی سکنڈ ہے۔ اور ۸ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے لہریں پیدا کرنے والے دھماکوں کی تصویریں کھینچ سکتا ہے۔ اس طرح ایٹمی دھماکوں کے تجربوں کی پوری پوری تفصیل معلوم ہونے سے نئے اور مروجہ آتشگیر مادّوں سے ایسے قابل انحصار ہتھیار تیار کئے جاتے ہیں جو امن اور جنگ دونوں میں کارآمد ہوتے ہیں۔

● گرم و سرد رکھنے کا آلہ

لاس اینجلز میں ۱۹۳۴ء میں دریافت کئے گئے ایک سائنسی اصول کو الیکٹرانک مرتبانوں کو گرم یا سرد رکھنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ امریکہ کی کیریٹ کارپوریشن نے جدید سائنس کی روشنی میں اسے قابل عمل بنایا ہے۔ آج سے ۱۲۶ برس پہلے ایک فرانسیسی سائنسداں ایلٹر نے دریافت کیا تھا کہ اگر دو مختلف قسم کی دھاتوں کے جنکشن میں سے بجلی کی رو گزاری جائے تو اس یا تو حرارت پیدا ہوتی ہے یا جذب ہو جاتی ہے۔ اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ رو کس طرف کا رخ کرتی ہے

قطعہ

بختِ من بین تو کہ فیروز شود | در چمن آمد نو روز شود
دورِ شمسی چہ بگوید بشنو | عیش و عشرت ہمہ این روز شود

(آمدہ از زندگی باغ)

ستاروں کی گردش دیکھنے کا نیا آلہ

امریکہ کی ہیڈن رصدگاہ نے ایک غیر معمولی نیا آلہ بنایا ہے۔ جس سے ستاروں کی حرکت و گردش و دیگر اصولوں کا پتہ چلتا ہے۔ یہ آلہ ایک دیو قامت ٹیلی ویژن کے مشابہ ہے جس میں چار فٹ قطر کی اسکرین لگی ہوئی ہے جس پر مشاہدین سورج کے گرد ستاروں کی عملی حرکات و گردش، چاند کے دُور بینی منظر، مصنوعی سیاروں کے ذریعہ خلائی کوج اور کرۂ ہوائی کی دوسری ہیئتیں اور کیفیتیں دیکھ سکتے ہیں۔ یہ عظیم آلہ لاس اینجلز سائنٹفک انڈسٹریز انکارپوریٹڈ کے شعبۂ سیارگان نے تیار کیا ہے۔ اس کا نام سپر کوپرنی کم پلینی ٹیریم ہے۔

دُنیا کی طاقتور ترین ایکسرے مشین

برنگھم (مساچوسٹس) میں ایک ایسی ایکسرے مشین بنائی جارہی ہے جس کی شعاعیں ایک فٹ موٹی فولادی چادر میں سے گزر سکتی ہیں۔ یہ مشین ہائی وولٹیج انجینئرنگ کارپوریشن تیار کررہی ہے۔ مشین کا نام "لائینک" رکھا گیا ہے۔ اس کے ایجاد کرنے والوں کا بیان ہے کہ دوسری ایکسرے مشینوں کے مقابلے میں یہ ایکسرے شعاعیں پیدا کرنے والی دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور مشین ہے۔ اور ساتھ ہی یہ خوبی بھی ہے کہ اس میں بجلی مقابلتاً بہت کم خرچ ہوتی ہے۔

زیادہ مؤثر ویکسین!

تحقیق کرنے والے سائنسدانوں کی رپورٹ ہے کہ پولیو ویکسین (ٹانگوں کے فالج کا ٹیکہ) جب خناق۔ تشنج اور کالی کھانسی کے ٹیکوں کے ساتھ ملایا جائے تو زیادہ موثر ہوتا ہے۔ ہٹ مین فورکمپنی کے سائنسدانوں نے ۱۹۲ بچوں پر اس مرکب ٹیکے (ویکسین) کے تجربے کئے اُن سے معلوم ہوا کہ پاک ویکسین کی نسبت مرکب ویکسین انجکشن زیادہ نمایاں طور پر موثر ثابت ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اس مرکب ویکسین سے خناق کے حملے کے خلاف زیادہ مدافعتی قوت پیدا ہوتی ہے لیکن کالی کھانسی میں مدافعتی قوت بنیادی طور پر یکساں رہتی ہے۔

۱۹۶۰ء کے کامیاب مصنوعی سیارے

۱۹۶۰ء میں امریکہ نے جو مصنوعی سیارے کامیابی سے خلاء میں پہنچائے اُن کے ذریعہ خلائی تحقیقات میں کافی مدد ملی ہے۔

پائونیئر ۵۔ ۱۱ مارچ ۱۹۶۰ء کو داغا گیا۔ یہ سورج کے گرد مدار پر گھومتا رہا۔ اور ۲ کروڑ ۲۴ لاکھ ۶۲ ہزار ۷ سو ۹ میل کی بلندی سے پیغام نشر کرتا رہا۔ اس کے ذریعہ معلوم ہوا کہ مقناطیسی کرہ ۶۰ ہزار میل کی بلندی تک پھیلا ہوا ہے۔ اس نے ایک ایسے بین السیارگان مقناطیسی کرے کا پتہ لگایا جس کے ماخذ کا ابھی تک علم نہ ہو سکا۔ اس سے اس بات کی بھی تصدیق ہوئی کہ زمین کے تقریباً ۴۰ ہزار میل کی بلندی پر خط استوا کے اوپر گرد ایک برقیاتی کا ایک حلقہ گھومتا رہتا ہے۔

ٹائرس ۱۔ پہلی اپریل ۱۹۶۰ء کو داغا گیا۔ اس میں لگے ہوئے طاقتور کیمروں کے ذریعہ بادلوں کی ۲۳ ہزار سے زیادہ تصویریں کھینچی گئیں۔ اس نے وسیع سمندری اور برفانی علاقوں میں آندھیوں کا پتہ لگایا۔ اور زیادہ صحیح موسمی پیشگوئی کے امکانات روشن ہوئے۔ اس کا نشری

قطعہ

چُرزِ مے ساغرِ شراب بُوَد	‖	جملہ اسرار در کتاب (مقدس) بُوَد
اِین ہمہ اہلِ جہان می گویند	‖	ذاتِ ممتاز بُوتراب بُوَد

(لا شک فیہ)

(آمدہ از نذری باغ)

سلسلہ اب تک قائم ہے۔

ٹرانزٹ 1-B

۱۳۔ اپریل کو چھوڑا گیا۔ اس کے ذریعہ سمندری اور ہوائی جہاز رانی کے راستوں کی سمت اور متعلقہ امور جاننے میں مدد ملے گی۔

میڈاس ۲

۲۴ر مئی کو خلاء میں پہنچایا گیا۔ یہ ایسے مصنوعی سیارے تیار کرنے کے پروگرام کے سلسلے میں پہلا تجربہ ہے جو دشمن کے راکٹوں کا داغنے کے ساتھ ہی سراغ لگا سکے۔ ابھی تک اس کے نشریات جاری ہیں۔

ٹرانزٹ II-A

۲۲ر جون کو داغا گیا۔ اس کے ذریعہ ہر موسم میں سمندری اور ہوائی جہاز رانی کے متعلق زیادہ بہتر تجربے کرنا مقصود تھا۔ اس میں ایسا الیکٹرانک کلاک لگا ہوا ہے جس سے دنیا میں وقت کے متعلق زیادہ صحیح تعین ہو سکے گا۔ اس کے تمام تجربے کامیابی سے جاری ہیں۔ ایڈ نشری آلے بدستور کام کر رہے ہیں۔ ۹ امریکی بحری تحقیقی تجربہ گاہ کی طرف سے ۲۲ر جون کو ہی ٹرانزٹ II-A کے ساتھ ایک "ننھی منی" سیارہ بھی چھوڑا گیا تھا۔ اس کے ذریعہ زمین سے ٹکرانے والی آفتابی شعاعوں کی مختلف قسموں کی کھوج مقصود تھی۔ یہ ابھی تک معلومات نشر کر رہا ہے۔ ایک ہی راکٹ کے ذریعہ یہ دونوں سیارے داغے گئے تھے۔ جو خلاء میں پہنچنے پر الگ الگ ہو گئے۔

ایکو ۱

سائنسی آلات سے لیس یہ دیو قامت غبارہ ۱۲ر اگست کو خلاء میں پہنچایا گیا۔ اس کے ذریعہ ریڈیائی پیغامات۔ موسیقی۔ اور تصویریں لمبے فاصلے کے دور دراز مقامات تک پہنچانے کے تجربے کیے گئے۔ یہ ابھی تک پیغامات وصول اور نشر کر رہا ہے۔

کوریئر 1-B

۴۔ اکتوبر کو داغا گیا۔ اس کے ذریعہ بین الاقوامی ریڈیائی پیغام رسانی کے لئے مصنوعی سیاروں کے استعمال کے امکانات ثابت ہوئے۔ ابھی تک اس کے ذریعہ معلومات نشر ہو رہی ہیں۔

ایکسپلورر ۸

۲ر نومبر کو خلاء میں پہنچایا گیا۔ اس میں نہایت پیچیدہ قسم کے سائنسی تحقیقی آلات لگے ہوئے ہیں۔ جن کے ذریعہ زمین سے ۲۵۰ سے ۱۵۰۰ گز کی بلندی پر برقی کرے اور ٹوٹے ہوئے ستاروں کے تابکار ٹکڑوں کے متعلق معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔ یہ ستارہ ابھی تک بدستور کام کر رہا ہے۔

ڈسکورر ۸

۳ر نومبر کو یہ مصنوعی سیارہ بہتر ریڈیائی پیغام رسانی اور نشریات کے لئے برقی کرے میں تابکاری کے درجے معلوم کرنے کے سلسلے میں داغا گیا ہے۔

ٹائرس ۲

۲۳ر نومبر کو چھوڑا گیا۔ ۲۸۰ پونڈ وزنی یہ ستارہ خلاء میں معلومات کے اندراج سے موسمی پیشگوئی کے لئے مقصود ہے۔

اقوام متحدہ کا بچوں کا فنڈ۔ برطانوی چندہ

ایک اطلاع کے مطابق حکومت برطانیہ نے اس سال اقوام متحدہ کے انٹرنیشنل چلڈرنز ایمرجینسی فنڈ میں ۳۳۵,۰۰۰ پونڈ چندہ دیا ہے۔ یہ رقم گذشتہ سال کے چندہ سے ۱۰۰,۰۰۰ پونڈ زیادہ ہے۔ گذشتہ سال سرکاری امداد کے علاوہ برطانوی اسکولوں، مزدور انجمنوں اور دیگر پرائیویٹ افراد نے ۲۰,۰۰۰ پونڈ چندہ دیا تھا۔

قطعہ

بہرِ گلہا چہ نزاکت باشد ‖ از کفِ خامہ کتابت باشد
کردنِ فرق بہ خوب و ہم زشت ‖ گفت این عقل و فراست باشد

(آمدہ از نقد ما بارغ)

کھیتی باڑی کی باتیں

(آندھرا پردیش)

جوار کی فصل!

آندھرا پردیش میں ستمبر ۱۹۶۰ء کے ختم تک جوار کی فصل کے زیر کاشت رقبہ کا تخمینہ (۲۳۱۷۲۰۰) ایکڑ تھا۔ پچھلے سال کی متناظر مدت کا تخمینہ (۲۵۴۵۱۰۰) ایکڑ رہا۔ اس طرح ۹ فیصد کی کمی واقع ہوئی۔ پچھلے (۵) برسوں کی متناظر مدت کے اوسط تخمینی رقبے کے مقابلے میں، جو (۲۶۸۶۸۰۰) ایکڑ تھا موجودہ مدت میں (۱۴) فیصد کی کمی واقع ہوئی ہے۔ اضلاع نیلور، کرنول اور مغربی گوداوری میں اس سال رقبہ زیر کاشت اتنا ہی ہے جتنا پچھلے سال تھا جبکہ ریاست کے تمام اضلاع میں رقبہ میں کمی واقع ہوئی بجز چتور کے جہاں اضافہ ہوا ہے! اطلاع ملی ہے کہ آندھرا پردیش میں جون تا آگسٹ سنہ ۶۰ء کے مہینوں میں بارش کم ہونے اور بارش کی عدم مساوی تقسیم سے کھڑی فصل کی حالت عام طور پر غیر اطمینان بخش ہے اطلاع ملی ہے کہ اضلاع میدک، گنٹور، کرنول، چتور، مشرقی گوداوری، نیلور۔ اننت پور کے بعض حصوں میں بروقت بارش نہ ہونے اور ناکافی بارش کی وجہ سے فصل کی بوائی میں تاخیر واقع ہوئی۔ جبکہ اضلاع کڑپا، چتور، مشرقی گوداوری، نیلور اور اننت پور کے بعض حصوں میں بارش نہ ہونے سے فصل کی بوائی روک دی گئی۔ اطلاع ملی ہے کہ خشک سالی کے حالات کی وجہ سے فصل کو اضلاع میدک، نلگنڈہ، کڑپا، گنٹور، کرنول، چتور۔ مشرقی گوداوری اور نیلور میں سخت نقصان پہنچا۔ نتیجتاً کم پیداوار ہونے کی توقع ہے۔

تل کی فصل!

آندھرا پردیش میں ستمبر سنہ ۶۰ء کے ختم تک تل کے زیر کاشت رقبے کا تخمینہ (۵۹۷۲۰۰) ایکڑ رہا۔ پچھلے سال کی متناظر مدت کے تخمینے (۵۵۷۱۰۰) ایکڑ اور پچھلے (۵) برسوں کی متناظر مدت کے اوسط تخمینی رقبے (۵۵۷۱۰۰) ایکڑ کے مقابلے میں ترتیب وار (۵) اور (۹) فیصد کی کمی واقع ہوئی ہے۔ اضلاع وساکھاپٹنم اور نیلور میں اس سال رقبہ زیر کاشت اتنا ہی ہے جتنا پچھلے برس تھا۔ ریاست کے دوسرے تمام اضلاع میں رقبہ زیر کاشت میں کمی واقع ہوئی سوائے کڑپا اور حیدرآباد کے جہاں اضافہ کا اندازہ ہے۔ اطلاع ملی ہے کہ ریاست میں فصل کی حالت عام طور پر غیر اطمینان بخش ہے۔ مزید اطلاع ملی ہے کہ اسے اضلاع کرنول، چتور، مشرقی گوداوری، اننت پور اور کرشنا میں خشک سالی کے حالات کی وجہ سے نقصان پہنچا۔

راگی کی فصل!

آندھرا پردیش میں ستمبر سنہ ۱۹۶۰ء کے ختم تک راگی کی فصل کے تحت زیر کاشت رقبے کا تخمینہ (۴۴۷۵۰۰) ایکڑ رہا۔ پہلے سال کی متناظر مدت کا تخمینہ (۴۶۳۲۰۰) ایکڑ تھا۔ اس طرح ۳ فیصد کی کمی واقع ہوئی۔ پچھلے (۵) برسوں کے اوسط تخمینی رقبے (۴۷۸۵۰۰) ایکڑ کے مقابلے میں ۶ فیصد کی کمی واقع ہوئی ہے۔ ریاست کے تمام اضلاع میں رقبہ زیر کاشت میں کمی واقع ہوئی ہے سوائے اضلاع سریکاکلم اننت پور اور حیدرآباد کے جہاں اضافے کا تخمینہ ہے اضلاع وساکھاپٹنم۔ مغربی گوداوری، گنٹور، نیلور۔ کرنول۔ ورنگل۔ کھمم۔ کریم نگر اور عادل آباد میں اس سال رقبہ زیر کاشت اتنا ہی ہے جتنا پچھلے سال تھا۔ اطلاع ملی ہے کہ جون تا آگسٹ سنہ ۱۹۶۰ء کے دوران بارش میں تاخیر ناکافی بارش اور عدم مساوی تقسیم سے کھڑی فصل

قطعہ

گفت گلہا بہ بہارے باشم | ہمہ مشکِ تتارے باشم
گفت این ماہِ محترم عثماں | در غزا سینہ فگارے باشم

(آمدہ از نذری باغ)

کی حالت عام طور پر غیر اطمینان بخش ہے۔ اطلاع ملی ہے کہ اضلاع چتور، مشرقی گوداوری اور نیلور کے بعض حصوں میں بوائی میں تاخیر ہوئی جب کہ بر وقت اور ناکافی بارش کی وجہ سے اضلاع چتور اور مشرقی گوداوری کے بعض حصوں میں بوائی روک دی گئی۔ اطلاع ملی ہے کہ اضلاع چتور، مشرقی گوداوری اور کرشنا کے بعض حصوں میں فصل کو خشک سالی کے حالات سے نقصان پہنچا۔

روئی کی فصل!

آندھرا پردیش میں ستمبر ۱۹۶۰ء کے ختم تک روئی کی فصل کے تحت زیر کاشت رقبے کا تخمینہ (۵۳۶۵۰۰) ایکڑ رہا۔ پچھلے سال کی متناظر مدت کا تخمینہ (۵۵۶۸۰۰) ایکڑ اور پچھلے ۵ برسوں کی متناظر مدت کا اوسط تخمینہ (۵۴۲۱۰۰) ایکڑ تھا۔ اس طرح ترتیب وار ۴ اور (۱) فیصد کی کمی واقع ہوئی۔ تمام اضلاع میں رقبہ زیر کاشت میں کمی واقع ہوئی سوائے حیدرآباد، نظام آباد، میدک اور محبوب نگر کے جہاں اضافے کا تخمینہ ہے۔ اضلاع سریکاکلم، کڑپا، نلگنڈہ اور ورنگل میں اس سال زیر کاشت رقبہ اتنا ہی ہے جتنا پچھلے سال تھا۔ جبکہ یہ اضافہ اضلاع چتور اور کھمم میں بہت تھوڑا یا قابل نظر انداز ہے۔ یہ فصل اضلاع گنٹور، نیلور، کرنول، اننت پور، کڑپا اور عادل آباد میں اہم ہے کیونکہ ان اضلاع میں ریاست کے مجموعی زیر کاشت رقبے کا (۹۳) فیصد حصہ ہے۔ اضلاع کرنول، کڑپا، اننت پور کے بعض حصوں میں روئی کی فصل کی بوائی میں بارش کی تاخیر اور ناکافی بارش سے تاخیر واقع ہوئی۔ اطلاع ملی ہے کہ اضلاع کڑپا، گنٹور، اننت پور، کرشنا اور کرنول کے بعض حصوں میں فصل کو خشک سالی کے حالات سے نقصان پہنچا۔ اور اس طرح پیداوار کم ہونے کی توقع ہے۔ ضلع کڑپا کے بعض حصوں میں فصل کو کیڑے مکوڑوں سے نقصان پہنچا۔

آلو کی فصل!

آندھرا پردیش میں ۶۰-۱۹۵۹ء کے لئے آلو کی فصل کے تحت زیر کاشت رقبے کا تخمینہ (۱۰۸۸) ایکڑ ہے پچھلے سال کا تخمینہ ۱۰۸۴ ایکڑ تھا۔ اس طرح بہت خفیف سا اضافہ ہوا ہے۔ پچھلے ۵ برسوں کا اوسط تخمینی رقبہ (۱۰۴۶) ایکڑ تھا۔ اس طرح موجودہ رقبے میں ۴ فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ علاقہ آندھرا میں یہ فصل قابل لحاظ نہیں اگائی جاتی ہے۔ اضلاع نظام آباد، میدک اور محبوب نگر میں پچھلے سال کے مقابلے میں رقبہ زیر کاشت کا اضافہ ہوا ہے جبکہ ضلع حیدرآباد میں کمی واقع ہوئی ہے۔ علاقہ آندھرا اور اضلاع ورنگل اور کریم نگر میں اس فصل کے تحت اس سال اتنا ہی رقبہ ہے جتنا پچھلے سال تھا۔ یہ فصل اضلاع حیدرآباد اور میدک میں اہم ہے۔ جہاں ریاست میں اس فصل کے تحت مجموعی رقبہ کا (۸۰) فیصد حصہ ہے۔ رواں سال کے دوران آلو کی فصل کی پیداوار کا تخمینہ (۱۵۹۵) ٹن ہے۔ پچھلے سال کا تخمینہ (۱۷۳۴) ٹن تھا۔ اس طرح ۸ فیصد کی کمی واقع ہوئی ہے۔ پچھلے ۵ برسوں کی اوسط تخمینی پیداوار (۱۶۶۱) کے مقابلے میں موجودہ تخمینے میں ۴ فیصد کی کمی واقع ہوئی ہے۔

تمباکو کی فصل!

ختم اکتوبر ۱۹۶۰ء کی مدت تک کیلئے تمباکو کی فصل تیسری پیش قیاسی کے مطابق تمباکو کی فصل کی منتقلی اضلاع کرشنا اور گنٹور میں جاری ہے۔ بارش کی کمی کی وجہ سے اطلاع ملی ہے کہ منتقلی کا کام ضلع مشرقی گوداوری میں روک دیا گیا اور ابھی سبب کے پیش نظر ضلع نیلور میں اب تک انجام نہیں دیا گیا۔ غیر موافق موسمی حالات کی وجہ سے ضلع مشرقی گوداوری میں فصل کے تحت رقبے میں کمی واقع ہوئی۔ اطلاع ملی ہے کہ رقبہ اضلاع کرشنا اور گنٹور میں نارمل ہے۔

قطعہ

خاموش نہیں تو یہ تدبیر کوئی | ہر نوشتہ کہ بہ تقدیر ہوا
کربلا گفت بہ آوازِ بلند | دینِ اسلام پہ تقدیر ہوا

حسینیہ فخر قوم میں عید میلاد بتولؑ

حیدرآباد ۔ ۱۳ ڈسمبر کل رات کے ساڑھے بجے حسینیہ فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر میں عید میلاد بتول عذرا فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سیرۃ الزہرا کمیٹی کی جانب سے نہایت اعلی پیمانہ پر منایا گیا۔ دیوڑھی کو رنگ برنگی جھنڈیوں سے آراستہ و پیراستہ کیا گیا تھا۔ سبز، سرخ اور سفید جھنڈیاں، امام حسینؑ کی مظلومیت کا اعلان امام حسن علیہ السلام کی سبز قبائی کا پرچار اور رسول مقبولؐ کے پیغام امن کی اشاعت کر رہی تھیں۔ دیوڑھی بجلی کے قمقموں سے جگمگا رہی تھی۔ باب الداخلہ پر حیدرآباد کے ممتاز ایرانی تاجر آقای حسین ضابط صدر نشین سیرۃ الزہرا کمیٹی مومنین کا خیر مقدم کر رہے تھے۔ جشن کا آغاز مدرسہ جعفریہ کے ایک کمسن اور ہونہار بچہ کی قراءت کلام پاک سے ہوا۔ مولوی رضا حسین صاحب ذاکر نے مولود خوانی کی۔ کیپٹن میر عباس علی صاحب عابدی نے برجستہ قصیدہ سنایا۔ کمسن ذاکر مرزا ہاشم حسین صاحب نے بڑے زور و شور کے ساتھ جناب فاطمۃ الزہراؑ کی ولادت باسعادت کے حالات گوش گزار سامعین کئے۔ سید الشعراء نواب شبیر یار جنگ بہادر نے معصومہ کونینؑ کی شان میں اپنے ایک طویل مسدس کے چند بند بارگاہ صدیقہ طاہرہؑ میں پیش کئے، آپکے مسدس کا ہر مصرعہ عقیدت اور ولا میں ڈوبا ہوا تھا اور آپکا ہر بند اپنی جگہ ایک مکمل قصیدہ تھا۔ سید الشعراء کے بعد مولوی سید غلام معین صاحب الشبیر پر رضا آقا نے فضائل فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اس جوش سے بیان فرمائے کہ جن لوگوں نے مولوی سید تنا حسین صاحب قبلہ مرحوم کو جوانی میں پڑھتے دیکھا تھا انکی تصویر آنکھوں میں پھر گئی آقای جعفر کربلائی نے عراقی لہجہ میں زیارت پڑھائی دس بجے یہ مبارک و مسعود تقریب نعرہ صلوٰۃ اور مبارکباد کی گونج میں اختتام کو پہنچی۔ آقای حسین ضابط مومنین کی شیرینی سے تواضع کر رہے تھے۔ کارکنان سیرۃ الزہرا کمیٹی خصوصاً مولوی مرزا ابوالحسن صاحب آنریری جنرل سکریٹری لائق مبارکباد ہیں کہ ان کی کوششوں سے سال بہ سال یہ جشن اچھے پیمانہ پر منعقد ہو رہا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ جشن آئندہ سال آقای حسین ضابط کی بے پناہ عقیدت سے جو آپ کو سیدہ کونینؑ سے ہے اور بھی اعلی پیمانہ پر منعقد ہوگا

عقدِ مسعود

حیدرآباد ۔ ۱۰ ڈسمبر آج شام کے چار بجے بارگاہ حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام میں عمدۃ الحکماء حکیم میر دادر علی صاحب موسوی متولی بارگاہ کی پوتری عزیزی روح پرور عرف ثریا بیگم دختر مولوی میر عسکر علی صاحب عرف آغا جان کا نکاح سید مجتبیٰ صاحب فرزند مولوی سید مصطفیٰ صاحب قبلہ سے ہوا۔ مولوی سید ضیاء الحسن صاحب مبلغ نے دولہا کی طرف سے اور مولوی ریاض الدین حیدر صاحب نے دولہن کی طرف سے صیغۂ نکاح جاری فرمایا۔ طرفین کے خویش و اقارب اور دوست احباب کے علاوہ مومنین و معززین شہر اس تقریب میں شریک تھے جن میں قابل ذکر امیر اعظم نواب تراب یار جنگ بہادر، سید الشعراء نواب شبیر یار جنگ بہادر، نواب عباس یار جنگ بہادر، نواب لشکر نواز جنگ بہادر (محمد پاشاہ)، نواب معین یار جنگ بہادر، نواب مرزا سیف علیخان صاحب جاگیردار، کرنل سید زین العابدین صاحب دیان پائیگاہ، مولوی میر محبوب علی صاحب ڈپٹی کلکٹر، مولوی رشید احمد صاحب مبیناً موظف سشن جج، مولوی حبیب احمد صاحب مددگار معتمد سیول سپلائیز، اور مولوی سید کرار علی صاحب مددگار ناظم آبکاری ضلع میدک ہیں

خدا مبارک کرے

گلپوشی

حیدرآباد ۔ ۱۴ ڈسمبر کل رات کے آٹھ بجے نواب سید حسن پاشاہ صاحب کی اکلوتی دختر نیک اختر کی تسمیہ خوانی کی تقریب کوچۂ ایرانی میں منعقد تھی۔ باب الداخلہ پر نوبت اور شہنائی بج رہی تھی، مکان اور ساری گلی رنگا رنگ کے برقی قمقموں سے جگمگا رہی تھی۔ اس تقریب میں نواب سید حسن پاشاہ صاحب کے قریبی رشتہ داروں کے علاوہ نواب سالار جنگ کے آبائی افراد خاندان، امراء، معززین شہر، وکلا اور ڈاکٹر صاحبان بھی شریک تھے، اس موقع پر ایک پر تکلف عشائیہ بھی ترتیب دیا گیا تھا۔ مبارک باشد

مدینہ بلڈنگ میں شاندار ظہرانہ

حیدرآباد۔ ۱۱ر دسمبر آج ایک بجے مدینہ بلڈنگ میں ممتاز ایرانی تاجر آقا ی۔۔۔ ضابطہ صدر سیرۃ الزہرا کمیٹی کی جانب سے جناب مولوی سید ضیاء حسن صاحب مبلغ مدرسۃ الواعظین معینہ ملکتہ فرزند حجۃ الاسلام مولوی سید ابوالحسن المشہور بہ میران صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کے اعزاز میں ایک پر تکلف لنچ ترتیب دیا گیا تھا۔ مدعوئین میں ۔۔۔ کرشاعر اہلبیت علامہ نجم آفندی عالم جناب مولوی سید عباس حسین صاحب بلند رضوی، مولوی سید علی حسن صاحب وفا، مولوی سید یوسف علی آغا صاحب، مولوی سید ناصر حسین صاحب رضوی، مولوی سید علی حیدر صاحب (ایشیا اینڈ سنس)، آقای سید احمد حسین کرمانی، ڈاکٹر سید مہدی علی صاحب، مولوی سید معاذ حسین صاحب سیکرٹری ۔۔۔ کیپٹن سید محمد علی صاحب زیدی متولی ۔۔۔ خاص ناسا، مولوی سید حامد صاحب زیدی جنرل سکریٹری انجمن استان ہوٹل و ۔۔۔ اندرا ۔۔۔ اور مولوی سید ابوالحسن صاحب تبریزی جنرل سکریٹری سیرۃ الزہرا کمیٹی ہیں۔

ایک نئی ہوٹل

پاکیزگی پسند، اچھی چائے پینے والے اور لذیذ اور پاک کھانے والوں کے حلقہ میں یہ خبر بڑی مسرت کیساتھ سنی جائیگی کہ پرانے پل کے محلہ میں ایرانی صاحبان ایک نئی ہوٹل کا افتتاح کر رہے ہیں جس سے محلہ کی رونق میں اضافہ ہوگا۔ ہوٹل کے نام اور تاریخ افتتاح کا اعلان عنقریب کیا جائے گا
تاریخ افتتاح کا ——— انتظار فرمائیے!

حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا

جشن ولادت

۲۹ر جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ م ۱۹ر دسمبر ۱۹۶۰ء

روز دوشنبہ رات کے (۸) بجے مقرر ہے

ملتمس سید عباس اللہ قادری

خلف الصدق مولوی سید سعد اللہ قادری مرحوم مدیر سلطنت
چیل بازار کاچی گوڑہ حیدرآباد

امریکہ میں کتابوں کا عظیم کاروبار!

امریکہ میں آج کتابوں کی اشاعت جن بلندیوں پر پہنچ گئی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ ۱۹۵۹ء میں یہاں تقریباً ۱۵ ہزار نئی کتابیں شائع کی گئیں۔ ان میں سنسکرت، بنگالی۔ جاپانی اور چینی زبانوں میں شائع شدہ کتابوں کے ترجمے بھی شامل ہیں۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں کتابوں کی اشاعت عملاً ہر نوع اور ہر شاخ کے لحاظ سے نئی بلندیوں پر پہنچی ہوئی ہے۔ اگر اس بات کو صرف کتابوں کی اس تعداد کی روشنی میں زیر غور لایا جائے جو یہاں چھپتی اور تقسیم ہوتی ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سے پہلے امریکہ میں کتابوں کی اشاعت ان بلندیوں پر نہیں پہنچی تھی۔ عام خیال کے مطابق امریکہ میں کتابیں شائع کرنے کے عظیم کاروبار کے تقریباً ۸۰۰ بڑے بڑے نمائندہ پبلشر پائے جاتے ہیں۔ اس تعداد میں مزید ۴۱۸ پبلشروں کو بھی شامل کیا جانا چاہیئے جو عالمانہ تصانیف چھاپنے والے یونیورسٹی پریس۔ پبلشروں۔ مختلف مذہبی انجمنوں، علمی یا ٹیکنیکل سوسائٹیوں اور منافع نہ کمانے والے یا کوآپریٹو اداروں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اندازہ ہے کہ کتابیں شائع کرنے والے امریکی پبلشر مختلف موضوعات پر تمام قسموں کی تقریباً ڈیڑھ لاکھ کتابیں چھاپ کر فروخت کے لئے تیار رکھتے ہیں۔ جن ۸۰۰ پبلشروں کے بنیادی گروپ کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اُن میں سے تقریباً ۳۸۲ پبلشروں نے ۱۹۵۹ء میں پانچ یا اس سے زائد نئے موضوعات کے متعلق کتابیں شائع کیں۔ یا پہلی کتابوں کے نئے ایڈیشن چھاپے۔ اس طرح ۱۹۵۹ء میں ان پبلشروں نے جو ۱۴۰۷۶ کتابیں شائع کیں ان میں سے ۱۳۴۶۶ نئی کتابیں تھیں یعنی پچھلے سال میں ۹۰ فیصد نئی کتابیں شائع کی گئیں۔ ۱۹۵۸ء کے مقابلے میں ۱۹۵۹ء میں جو ۱۴۸۷۶ نئی کتابیں شائع ہوئیں ان میں ۹۶۲ نئے موضوعات کا اضافہ ہوا۔ مضامین کے لحاظ سے ۱۹۵۸ء کے مقابلے میں ۱۹۵۹ء میں افسانوی کتابوں میں (جو سب سے زیادہ چھپتی ہیں) ۹۰ فیصد کا اضافہ ہوا۔ ان کی کل تعداد ۲۴۳۷ تھی۔ بچوں کے متعلق کتابیں سب سے زیادہ چھپنے والی کتابوں میں دوسرے درجے پر ہیں۔ جہاں ۱۹۵۸ء میں ان کی تعداد صرف ۱۵۲۲ تھی وہاں ۱۹۵۹ء میں ان کی تعداد ۱۶۴۷ تک جا پہنچی۔ دینی کتابیں سب سے زیادہ چھپنے والی تصانیف میں تیسرے درجے پر تھیں۔ ۱۹۵۹ء میں جو کتابیں شائع ہوئیں ان میں دوسری زبانوں سے ترجمہ کی ہوئی ۷۷۵ کتابیں ان کی تعداد صرف ۱۵۲۲ تھی۔ وہاں ۱۹۵۹ء میں ان کی تعداد ۱۶۴۷ تک جا پہنچی دینی کتابیں سب سے زیادہ چھپنے والی تصانیف میں تیسرے درجے پر تھیں۔ ۱۹۵۹ء میں جو کتابیں شائع ہوئیں ان میں دوسری زبانوں سے ترجمہ کی ہوئی ۷۷۵ کتابیں تھیں۔ فرانسیسی زبان سے ۲۴۹ کتابوں کا ترجمہ ہوا جن میں ۱۶۷ افسانوی اور ۵۴ دینی کتب تھیں۔ ترجمے کی دوسری کتابوں میں سنسکرت۔ بنگالی۔ جاپانی چینی اور عبرانی زبانوں کی کتابیں بھی شامل ہیں۔ کتابیں شائع کرنے کی صنعت کے سالانہ اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۵۹ء میں کتابوں کی فروخت کا ریکارڈ ماضی کی نسبت بلند تر رہا اور اس میں ۱۹۵۷ء کے مقابلے میں ۱۳۰۲ فیصد اضافہ ہوا۔ کتابوں کی تقسیم کئی طریقوں سے عمل میں آتی ہے جس کا انحصار کتاب کی نوعیت، اس کے متوقع قارئین اور بعض صورتوں میں اس کی قیمت پر ہوتا ہے۔ نام نہاد "تجارتی کتابیں" اوّلین طور پر پرچون کتب فروشوں یا ڈیپارٹمنٹ اسٹوروں کے ذریعہ فروخت

قطعہ

ساقی بگفت ذائقۂ مئے بہ قندرفت || مرغانِ باغ حیف کہ در قید و بند رفت (قفس)
دانیم ماچہ واقعہ رفتہ بہ خلدِ این || چابک سوارِ روحِ نگر بر سمند رفت (اسپ)

(آمدہ از نذری باغ)

کی جاتی ہیں۔ اس قسم کی کتابیں ڈاک۔ کتابوں کے کلبوں اسکولوں اور لائبریریوں کے ذریعہ بھی براہ راست گاہکوں کو پہنچی جاتی ہیں۔ اخباروں اور رسالوں میں ان کتابوں پر تبصرے بھی شائع ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ زیادہ تر عام لوگوں کے مطالعہ کے لئے مقصود ہوتی ہیں۔ افسانوی کتابوں کے میدان میں لیون یورس کا ناول EXODUS سنہ ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا تھا۔ اسی سال اس کی ۹۰ ہزار کاپیاں بکی تھیں۔ ۱۹۵۹ء میں بھی یہ ناول سب سے زیادہ فروخت ہوا۔ اور اصلی ایڈیشن کی ۳ لاکھ ۵۲ ہزار جلدیں بکی گئیں۔ اس کا کاغذی جلد والا ایڈیشن اکتوبر ۱۹۵۹ء میں چھپا اور سال کے خاتمے تک یعنی صرف ۳ مہینوں میں اس کی ۲۰ لاکھ کاپیاں بک چکی تھیں۔ ان تجارتی کتابوں پر مصنفوں کو پرچون قیمت کے مطابق ۱۰ سے ۱۵ فیصد تک رائلٹی ملتی ہے۔ اس کا انحصار کتاب کی نوعیت اور فروخت کی تعداد پر ہے۔ کتابوں کے کلبوں اور دوبارہ اشاعت سے جو آمدنی ہوتی ہے پبلشر اور مصنف اس کا نصف نصف مساوی طور پر بانٹ لیتے ہیں۔

میگزینوں سے تقریباً ۸۵۰

بچوں کیلئے کتابیں۔

تھوک فروشوں کا غذی جلد والی کتابیں بیچتے ہیں۔ ۱۹۵۹ء میں ۲۱۰ پبلشروں نے ۱۵۷۵ عنوانوں کے تحت کتابیں شائع کیں۔ اس قسم کے انتظامات کی موجودگی سے یہ ظاہر ہوتا کہ بچوں کے لئے سستی کتابوں کی بھی وسیع فروخت ہوگی۔ جلد سازی کے بہتر طریقوں بیکس چھپائی اور رنگوں کی تعداد میں ایک ایک ایڈیشن شائع کرنے کے باعث یہ ممکن ہوا ہے کہ قارئین کو خاص طور پر کم قیمت پر یہ کتابیں ملیں۔ تقریباً ایک سو پبلشر بچوں کی کتابیں شائع کرتے ہیں۔ اور وہ اس میدان میں پبلشروں کی نصف تعداد کے لئے آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔

لائبریریاں!

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں آج ۱۷ ہزار سے زیادہ لائبریریاں ہیں۔ ان کی امداد پبلک فنڈوں یا عطیوں کے ذریعہ کی جاتی ہے اور قارئین طلباء اور تحقیق کرنے والے ان سے مفت استفادہ کرسکتے ہیں۔ قدرتی طور پر لائبریریاں بھاری تعداد میں کتابیں خریدنے والوں میں سے ہیں۔ اندازہ ہے کہ ان کے ذریعہ سنہ ۱۹۵۹ء میں پچاس کروڑ سے زیادہ کتابیں لوگوں کو مطالعہ کے لئے مستعار دی گئیں۔ درسی نصاب چھاپنے والی کمپنیوں کے لئے اتنی بھاری آمدنی اس بات کی مظہر ہے کہ امریکہ کے ثانوی اسکولوں۔ کالجوں۔ اور یونیورسٹیوں میں طلبا کی تعداد میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ سنہ ۱۹۴۵ء کے مقابلے میں ابتدائی اور ثانوی اسکولوں میں کتابوں کی فروخت تگنی اور کالجوں کی سطح پر تقریباً دگنی ہوگئی ہے۔ سنہ ۱۹۵۹ء کے بیت چھڑکے اعداد و شمار کے مطابق امریکہ کے ابتدائی اور ثانوی اسکولوں، کالجوں۔ اور یونیورسٹیوں میں طلبا کی تعداد ۴ کروڑ ۶۲ لاکھ ۳۷ ہزار تھی۔ سنہ ۱۹۷۰ء تک ابتدائی اسکولوں میں طالب علموں کی تعداد میں ۲۵ فیصد ثانوی اسکولوں میں ۵۰ فیصد اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ۱۰۰ فیصد اضافے کی توقع ہے۔ درسی نصابوں کے تقریباً ۱۶۰ پبلشر جدید درسی کتابوں کی ضرورت پوری کررہے ہیں

عوام کو براہ راست فروخت!

سنہ ۱۹۵۹ء میں ۷۰ لاکھ سے زیادہ اشخاص نے ان پبلشروں کی کتابیں ایک سو تک کلبوں کے ذریعہ خریدیں۔ ان کلبوں کے ذریعہ ممبر ایک سال میں عموماً چار سے چھ کتابیں خریدتے ہیں۔ تاکہ قیمتوں میں رعایت ہوسکے۔ یہ کلب اپنے ممبروں کی تعداد بڑھانے اور رکنیت سے الگ ہونے والوں کی جگہ پُر کرنے کے لئے اخباروں اور دوسرے وسائل سے اشتہار بھی دیتے ہیں۔ ہر طرح کی کتابیں بیچنے والے بڑے بڑے کلبوں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے کلب بھی ہیں۔ جو صرف خاص خاص موضوعات اور مضامین مثلاً سیر و سیاحت، تاریخ۔ سائنس۔ آرٹ۔ مذہب،

قطعہ

روحِ معنٰی ہمرۂ خامہ کتابت می کند | جرعۂ مئے بہر زاہد ہم کفایت می کند
تا نباشد چار پایہ ممکنے ہرگز نشد | قصر سہ پایہ چگونہ این خلافت می کند

(آمدہ از نذری باغ)

ڈرامہ اور بچوں کی کتابیں فروخت کرتے ہیں۔ براہِ راست فروخت کے علاوہ ڈاک میں بھی کتابیں بھیجی جاتی ہیں۔

چندے پر کتابوں کی فروخت!

براہ راست کتابیں فروخت کرنے کا سب سے بڑا کاروبار چندے یعنی قسطوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ خاص کر قیمتی حوالہ جاتی کتابوں مثلاً انسائیکلو پیڈیا وغیرہ کی فروخت میں برتا جاتا ہے۔ گاہک قسطوں میں قیمت ادا کرتے رہتے ہیں۔ اس قسم کی بیش قیمت کتابیں کتب فروشوں اور رسٹوروں کے ذریعے بہت کم بیچی جاتی ہیں۔ تمام امور کو مدنظر رکھ کر مجموعی طور پر امریکہ میں آج کل کتابوں کی اشاعت اور خرید و فروخت کو صحت مندانہ ترقی حاصل ہے۔ سب سے بڑھ کر اہم بات یہ ہے کہ امریکہ میں کتابوں کی اشاعت میں مکمل آزادی پائی جاتی ہے اور کسی قسم کی پابندی عاید نہیں ہوتی خواہ یہ کتابیں کسی بھی نوعیت کی ہوں۔ یہی وہ چیز ہے جو فکر و خیال کے اظہار کی آزادی کو بامعنی، بامطلب اور جوہردار بناتی ہے اور یہی اصل جمہوریت ہے۔

توانا بود ہرکہ دانا بود

بزم سعدی

محترما خاطر عالی را مستحضر می سازد

(سیزدہم) روز یکشنبہ ۱۸ دسامبر ۱۹۶۰ میلادی ساعت چہار بعد از ظہر جلسہ بزم سعدی بصدارت دانشمند محترم علامہ دکتر طاہر علی خان مسلم منعقد است محترمہ بانو رضیہ بیگم سخن ران دار العلوم بانوان مقالہ ای نسبت بہ شاعری شاعر گرانقدر "نظامی" بسمع حضار بزم خواہند رسانید و نیز مشاعرہ ای بمصرع ذیل شروع خواہد شد تقاضا و انتظار دارد کہ جنابعالی با تشریف آوری خود رونق این بزم را بیفزایید۔

مصرع۔ صید کردی دل عالم چہ تماشا کردی۔
قافیہ تمنا۔

بمنزل	منجانب	
باجی جمال النساء بیگم	(محترمہ بانو رضیہ بیگم ایم اے)	ترساجری معتمد
عقب انوار العلوم کالج نیلی		بزم سعدی

قطعہ

پُر ز صہبا پیالہ می گیرم | گرد مہتاب ہالہ می گیرم
این محرم بگفت جامہ درید | در عزا آہ و نالہ می گیرم

(آمدہ از نذری باغ)

پس منظر

جب رُوس نے جرمنی کے ساتھ مِلکر دُنیا کی بندر بانٹ کا فیصلہ کیا تھا

آج سے ۱۹ برس پہلے ۔ ۷ر دسمبر ۱۹۴۱ء کو۔ جاپان نے پرل ہاربر میں امریکہ کی بحری چھاؤنی پر اچانک حملہ کر دیا تھا جس کی وجہ سے امریکہ کو دوسری عالمی جنگ میں شامل ہونا پڑا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر جاپان نے پرل ہاربر پر حملہ نہ کیا ہوتا اور اگر امریکہ مجوزہ طاقتوں کے خلاف اتحادیوں کا ساتھ دینے کی بجائے اس جدوجہد سے الگ تھلگ رہتا تو آج دنیا کا نقشہ کیا ہوتا؟

اس قسم کے مفروضات میں اس خفیہ معاہدے پر توجہ دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ جو سنہ ۱۹۴۰ء میں نازی جرمنی کے وزیر خارجہ وان ربن ٹراپ اور روس کے وزیر خارجہ مالوٹوف میں زیر بحث تھا۔ جنگ کے بعد نازی جرمنی کے محافظ خانے سے جو ڈپلومیٹک دستاویزیں برآمد کی گئی تھیں ان میں مذکورہ خفیہ معاہدے کی دستاویز بھی تھی۔ اس میں محوری طاقتوں (جرمنی۔ اٹلی اور جاپان) اور سوویٹ یونین نے اعلان کیا تھا کہ وہ کن کن علاقوں کو ہتھیانا چاہتے ہیں۔ اس دستاویز میں کہا گیا تھا کہ جرمنی۔ اٹلی۔ جاپان۔ اور روس کے نمائندے آج اس معاہدہ پر دستخط کرنے کے بعد حسب ذیل اعلان کرتے ہیں۔

(۱) "جرمنی اعلان کرتا ہے کہ آج کے معاہدہ کے بعد یورپ میں علاقائی تبدیلیوں کے علاوہ اس (جرمنی) کی علاقائی اُمنگیں وسطی افریقہ کے علاقوں میں مرکوز ہیں"۔

(۲) "اٹلی اعلان کرتا ہے کہ آج کے معاہدے کے بعد یورپ میں علاقائی تبدیلیوں کے علاوہ اس (اٹلی) کی علاقائی اُمنگیں شمالی اور شمالی مشرقی افریقہ کے علاقوں میں مرکوز ہیں"۔

(۳) "جاپان اعلان کرتا ہے کہ اس کی علاقائی اُمنگیں سلطنت جاپان کے جزیرے کے جنوب میں مشرقی ایشیاء کے علاقے میں مرکوز ہیں"۔

(۴) "سوویٹ یونین اعلان کرتا ہے کہ اس کی علاقائی اُمنگیں روس کی ملکی حدود کے جنوب میں بحر ہند کی سمت میں مرکوز ہیں"۔

"چاروں طاقتیں اعلان کرتی ہیں کہ مخصوص سوالوں کا تصفیہ آیندہ پر چھوڑ کر وہ باہمی طور پر ان علاقائی اُمنگوں کا احترام کریں گی اور ان کے حصول کی مخالفت نہیں کریں گی"۔

ان ملکوں کی وہ امیدیں پوری نہیں ہوئیں۔ نازی جرمنی نے سوویت یونین سے اپنا معاہدہ توڑ لیا اور انجام کار اتحادیوں کے ہاتھوں جنگ میں شکست کھائی جس میں امریکہ دسمبر ۱۹۴۱ء سے اپنی صنعتی اور فوجی طاقت کے ساتھ شامل ہوگیا تھا۔ لیکن وان ربن ٹراپ اور مالوٹوف کا وہ معاہدہ ریکارڈ کا حصہ بن چکا ہے اور اس امر کی منحوس علامت ہے کہ ان کی کامیابی پر کیا کچھ ظہور میں آسکتا تھا۔ ان دنوں اتحادی سبھا میں نوآبادیاتی نظام پر بحث کے دوران میں سوویت یونین ایسا اعلان کرنے کے لئے کوئی موقعہ خالی نہیں جانے دیتا جس سے ظاہر ہو کہ "سامراج" کی مخالفت میں اس کا ریکارڈ بہت نیک رہا ہے۔" اگر سوویت یونین اور محوری طاقتوں کا سنہ ۱۹۴۰ء کا منصوبہ کبھی کامیاب ہوگیا ہوتا تو آج اس بحث کی نوعیت محض علمی ہوتی۔ اتحادی سبھا کے روبرو دوسرے بہت سے معاملوں کا بھی یہی حال ہوتا مثال کے طور پر آج کانگو کا مسئلہ ہی نہ ہوتا کیونکہ آزاد کانگو کا وجود ہی نہ ہوتا۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد جن ملکوں کو آزادی ملی ہے وہ کبھی آزاد ہی نہ ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اتحادی سبھا بھی قطعاً وجود میں نہ آتی۔

سنٹرل ڈیری دہلی کیلئے برطانوی مشینری

معلوم ہوا ہے کہ دہلی ملک اسکیم کی سنٹرل ڈیری میں جس کا افتتاح راشٹرپتی ڈاکٹر راجندر پرشاد نے ۲ر دسمبر کو کیا تھا۔ جو مشینری نصب کی گئی ہے اس کا ایک بڑا حصہ برطانوی مشینری پر مشتمل ہے۔ لندن کی گراہم اینڈ مینوفیکچرنگ کمپنی نے ایک لاکھ پونڈ سے زائد قیمت کی ایسی مشینری سپلائی کی ہے جس سے دودھ صاف کیا جاتا ہے اور بوتلوں میں بھرا جاتا ہے دیگر برطانوی فرموں نے دودھ کے برتن صاف کرنے والی مشین، بوائلرز وغیرہ سپلائی کئے ہیں۔ سنٹرل ڈیری نہایت جدید طرز کی ڈیری ہے۔ اس کے لئے سرمایہ نیوزی لینڈ نے کولمبو منصوبہ کے تحت دیا ہے۔ مشینری کے لئے ٹینڈر طلب کئے گئے تھے اور اس کے نتیجے کے طور پر برطانوی کمپنیوں کو ۱۷۰۰۰۰ پونڈ سے زائد مالیت کے آرڈر ملے تھے۔

اِمشب

از: سید صمصام شیرازی

بمناسبت شب سالگرہ ہمایونی نوشتہ شدہ است

زنم از فرطِ شادی سجدہا بر سجدہا امشب — کنم حمدِ خدا امشب کنم شکرِ خدا امشب

مہِ ماہِ رجب جلوہ نما شد بر سما امشب — بشد رونق فروزِ باغِ عالم شاہِ ما امشب

نوید آمد بہ نظام الملک سادس را — ز راہِ لطف مارا داد بادِ دلکشا امشب

بدنیا آمدہ فرزندِ بی بی لمتہ الزہرا — نہادہ بادولت شوکت بسر تاجِ ولا امشب

چو فردا جشنِ میلادِ شہ ما منعقد گردد — کنم روشن چراغِ محفلِ مہر و وفا امشب

ببانگِ طبل نوشم بادۂ گلرنگ اے ساقی — کہ بد مستی کند از نوشِ من ہر پارسا امشب

حضورِ حق بصد اخلاص اے صمصام شیرازی
کنم سرکارِ آصف جاہِ ہفتم را دعا امشب



غرّۂ رجب المرجب

از سیدہ طاہرہ بیگم

غرّۂ رجب المرجب ہمارے اعلیحضرت بندگان عالی کی سالگرہ کا دن ہے۔ ہمارے اعلیحضرت سلخ جمادی الثانی کو پیدا ہوئے ہندوستان میں تو ایک سے بڑھکر ایک حکمران ہوا مگر جو خوبی ہمارے اعلیحضرت میں ہے وہ کبھی میں نہیں! اعلیٰ حضرت ہمارے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہیں۔ حیدرآباد کی سرزمین کا چپہ چپہ اور حیدرآباد کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ حیدرآباد کی ہمہ جہتی ترقی اعلیحضرت کی رہین منت رہی ہے۔ اعلیحضرت کے دور کی خوشحالی، فارغ البالی اور ارزانی حقیقتاً وہ برکات ہیں جو رہتی دنیا تک یادگار رہینگے

سچ پوچھا جائے تو غرّۂ رجب المرجب ہمارے لئے عید سے کم نہیں۔ یہ غریبوں کی عید کا دن ہے، یتیموں کی عید کا دن ہے۔ اسیروں کی عید کا دن ہے بیکسوں کی عید کا دن ہے، بے لبسوں کی عید کا دن ہے۔ پوچھو نظام چیارٹی ٹرسٹ سے کہ گزشتہ سال کتنے غریب کتنے محتاج کتنے یتیم، کتنے اسیر کتنے بےکس، کتنے بےلبس اور کتنے نادار طالب علموں نے فیض پایا!؟

زرّین اقوال

زمانہ تو ایسا ہے کہ جو چیز ہے وہ پیسہ ہے جس کے سامنے دوسری چیز میں ہیچ ہیں (دسترکارحق آگاہ)

پیارے بچو! غرّۂ رجب کو ہم سب کو ملکر دعا مانگنا چاہئیے کہ خدا ہمارے اعلیحضرت کے مقاصد دینی و دنیوی بر لائے اور اعلیحضرت کو جنم دینے والی بی بی (مادرِ دکن نوراللہ مرقدھا) کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

بچو! ہمارے اعلیحضرت کو ماں کی خدمت کا شرف حاصل رہا ہے۔ ماں ہی کی بے پناہ اور لازوال دعائیں شامل حال ہیں جو دشمنوں سے اعلیحضرت کی حفاظت کرتی ہیں

خدا ہمارے اعلیحضرت کو ہمارے سروں پہ صد و سی ۱۳۰ سال سلامت باکرامت رکھے کہ آج بھی اعلیحضرت کے فیض سے ساری دنیا مستفید ہو رہی ہے

آمین ثم آمین یارب العالمین

بتقریب سالگرہ ہمایونی

از جناب سید کاظم حسین صاحب قمر عابدی

للّٰہ الحمد نہیں عید سے کم سالگرہ
باعث ہے سبب دوری غم سالگرہ
جتنک آتا ہے بعد ایک کے پھر دوسرا سال
شہ کی ہر سال مناتے رہیں ہم سالگرہ

محبت آفرین بوتل

الف لیلیٰ میں بوتل کے جن کا قصہ مشہور ہے کہ ایک ماہی گیر کے جال میں ایک بوتل آگئی تھی اور جب ماہی گیر نے بوتل کا کاگ کھولا تو اس میں سے دھواں نکلنا شروع ہوا جو آناً فاناً آسمان پر چھاگیا اور پھر اسی دھوئیں نے جن کی شکل اختیار کر لی تھی۔ یہ بہت پرانی بات ہے اور شاید بات بھی خیالی ہے لیکن اس بیسویں صدی میں ایک سفید فام حسین دوشیزہ کو ساحل سمندر پر ایک بوتل دستیاب ہوئی اور جب دوشیزہ نے اس بوتل کا کاگ کھولا تو اس بوتل سے بھی ایک عجیب چیز نکلی اور یہ بات افسانہ نہیں بلکہ واقعہ ہے۔

سنہرے بالوں والی خوبصورت دوشیزہ شیلی پاولہ جیننگس ہے جو لندن میں ٹائپسٹ کی حیثیت سے کام کرتی ہے یہ لڑکی اسپین میں بیٹی ڈورا کے ساحل پر ریت کے ٹیلے پر دھوپ کھا رہی تھی کہ اچانک اسکی نگاہ ایک ایسی بوتل پر پڑی جسکا نصف سے زیادہ حصہ ریت میں دفن تھا اور جس کی گردن ریت سے باہر نظر آرہی تھی۔ اس لڑکی نے جھپٹ کر ریت سے بوتل کو نکال لیا۔ بوتل کا کاگ بند تھا اور جب اس نے بوتل کا کاگ کھولا تو اس کو بوتل کے اندر سے ایک خط ملا۔ گویا وہ بوتل لفافہ کا کام انجام دے رہی تھی۔ آپ نے اکثر درختوں کے تنوں پر یا قدیم عمارتوں کی دیواروں پر لوگوں کے نام اور ان کے نشانات لکھے ہوئے دیکھے ہوں گے۔ ان کندہ تحریروں کا مقصد یہی تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ کسی خاص شخصیت کے لئے کوئی تحریر لکھے اور یہ امید رکھے کہ جس کے لئے تحریر لکھی گئی ہوگی وہ کبھی ادھر سے گزرتے ہوئے اسکو دیکھ سکے گا، کبھی صرف اس مقام پر پہنچنے کی یادگار قائم کرنا مقصد ہوتا ہے اور کبھی ادھر سے گزرنے والوں کو متوجہ کرنے کے لئے کوئی شخص اپنا نام یا کوئی چست فقرہ کندہ کردیتا ہے اور اس بوتل سے برآمد ہونے والے خط کا مقصد بھی ایسا ہی کچھ ہوسکتا ہے

جب اس لڑکی نے کاغذ کی تہوں کو کھول کر اس خط کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ وہ خط ایک امریکی فوجی جیک ولسن نے لکھا تھا جو ایبزور کے ہوائی اڈہ پر اس وقت متعین تھا۔ یہ خط اس حسین دوشیزہ کے نام تھا جو اتفاق سے اس بوتل کو اور اسکے اندر سے خط کو دستیاب کرسکے۔ ولسن نے خط میں اپنا مختصر تعارف کرایا تھا اور لکھا تھا کہ جس کو یہ خط ملے وہ ولسن سے خط و کتابت کرے۔ خط کے ساتھ ولسن کا ایک فوٹو بھی تھا۔ خوبصورت نوجوان ٹائپسٹ پاولہ جیننگس نے دیکھا کہ وہ ایک خوبصورت، وجیہہ اور کشیدہ قامت نوجوان کا فوٹو تھا، اس نے اس فوٹو کو پسندیدہ نظروں سے دیکھا اور اپنے دل کی گہرائیوں میں یہ اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکی۔ اس جوان کے حسین تصور میں جس مرد کی شبیہ ابھرتی رہتی ہے یہ اسی مرد کا فوٹو ہوسکتا ہے اور اس لڑکی نے متاثر ہوکر اسپین ہی میں قیام کے دوران اس امریکی کو خط لکھ دیا لیکن وہ رخصت پر وہ اسپین کی سیر کررہی تھی اور جلد ہی اپنے وطن لندن واپس جانے والی تھی اس نے خط میں اس نے اپنا لندن کا پتہ لکھا تھا اور جب وہ رخصت کے دن ختم کرکے اسپین سے لندن واپس آگئی تو وہاں اس کو اپنے خط کا جواب ڈاک سے مل گیا۔

خط و کتابت کے بعد ولسن نے پاولہ کو ٹیلیفون لیا اور ٹرنک کال پر اس سے پہلی بار طویل گفتگو کی اور اس کے بعد اس نے پاولہ کو بتادیا کہ وہ اسکی میٹھی اور سریلی آواز سن کر مطمئن ہے

اور آواز سے ہی اس نے انکی شکل و صورت کا اندازہ لگالیا ہے جسکے نتیجہ میں وہ اسکے معیار شوق پر پوری اترتی ہے۔ خط کے آخر میں پاؤلہ سے اس نے دریافت کیا تھا کہ ابھی تم میری شریک حیات بننا پسند کرو گی۔ پاؤلہ نے بحری تار کے ذریعہ وہ پین کو فوراً اپنی منظوری بھیج دی۔ اور اس طرح بوتل بند محبت سے دونوں کے دل سرشار ہوگئے۔ اسی سال موسم سرما میں دونوں کی شادی ہونا طے پائی ہے اور انکی شادی کے رسوم میں اس محبت آفرین بوتل کو خاص اہمیت سے رکھا جائے گا اور شادی کے بعد یہ نوجوان جوڑا اس بوتل کو اپنی محبت کے یادگار کی طور پر محفوظ رکھے گا

اب اس بوتل کا قصہ سنیئے کہ وہ اس ریت پر جہاں وہ پاؤلہ کو ملی کس طرح پہونچی تھی۔ امریکی فوجی نے اس بوتل کے اندر خط رکھ کر اور اسکو کاگ سے بند کر کے سمندر کی لہروں کے حوالہ کردیا تھا۔ بند بوتل ڈوب نہیں سکتی اس لئے یہ سمندر میں ہچکولے کھاتی پھری۔ یہ بوتل مسلسل چھ سال تک سمندر کی سطح پر تیرتی رہی اور تقریباً بیس ہزار میل کا سفر طے کرتی رہی سنہ ۱۹۲۹ء میں ایک جرمن جہاز کے ملاح نے اس بوتل کو سمندر سے باہر نکالا لیکن اس بوتل کے اندرونی حصہ پر ایک کاغذ چسپاں تھا جو شیشہ کے اس پار بوتل کے باہر پڑھا جا سکتا تھا۔ اس پرچہ پر یہ عبارت ثبت تھی کہ جس مرد کو یہ بوتل ملے وہ اس کو کھولے بغیر سمندر میں ڈال دے۔ چنانچہ اس جرمن ملاح نے بوتل کو پھر سمندر میں ڈال دیا۔ سمندر میں تیرتی ہوئی یہ بوتل جنوبی امریکہ کی انتہائی جنوبی راس تک پہونچا اور کیپ ہورن کے گرد ہوتی ہوئی بحر اطلانتک میں پہونچ گئی۔ سمندر کا پانی بتا نہیں مگر اس پر تیرتی ہوئی بوتل جیسی ہلکی چیزیں ہوا کے جھونکوں اور سمندر کی لہروں سے نہایت تیزی کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچ جاتی ہیں اور اس طرح یہ بوتل اسپین کے ساحل پر پہونچی اور لہروں نے اسکو ریت پر پھینکدیا جہاں وہ پاؤلہ کو ملی۔

دارالیتامی میں مجلس ایصال ثواب

حیدرآباد:۔ ۱۲ر ڈسمبر کل صبح کے (۹) بجے دارالیتامی حیدرآباد، واقع بازار نورالامراء میں مجلس ایصال ثواب مولوی میر صادق علی صاحب مرحوم (امین قوم) بجانب مجلس انتظامی دارالیتامی برپا تھی۔ قرآن خوانی کے بعد سوزخوانی ہوئی۔ رضا عیز صاحب نے مرثیہ پڑھا۔ جناب مولوی سید مجتبےٰ احمد صاحب نے نہایت ہی درد انگیز اور رقت خیز لہجہ میں مجلس کو مخاطب فرمایا۔ دوران بیان میں موصوف نے مرحوم کے قومی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ مرحوم بڑے پایہ کے بزرگ حال نفس مطلق تھے، صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے، حج بیت اللہ الحرام اور زیارت عتبات عالیہ سے مشرف تھے اور دیانت داری قوم میں "امین قوم" مشہور تھے مرحوم کا قومی کارنامہ "دارالیتامی" باقیات الصالحات سے ہے۔

مرحوم کے ذکر کے ساتھ ساتھ موصوف نے آپ کے بھائی مولوی سید علی رضا صاحب متوفی چیف انجینئر کے گرانمایہ خدمات، کوششوں اور کاوشوں کا ذکر بھی فرمایا۔ اہل مجلس کو سنایا کہ آپ نے عمارت دارالیتامی کی تعمیر میں جو کچھ انجینئری کا کمال دکھایا ہے وہ یہ کہ تاریخ تعمیر سے آج تک اس کی نگہداشت پر کوئی خرچہ عائد نہیں ہوا ہے۔ قوم انجینئر صاحب کی بھی ممنون و مشکور ہے۔

آپ نے مرحوم کی موت کو ایک ناقابل تلافی نقصان قوم بتلاتے ہوئے مصائب سیدالشہداءؑ پر اپنے بیان کو ختم فرمایا۔ مومنین نے مرحوم کی روح کو سورۂ فاتحہ سے ثواب دلایا۔ یتیم خانہ کے بچے بھی شریک مجلس تھے۔

قطعۂ تاریخ وفات حسرت آیات امین قوم مولوی سید صادق علی اعلیٰ اللہ مقامہٗ

از

جناب سید برق موسوی صاحب

آں عزادار حسینؑ و عاشق آل نبیؐ
آں امین قوم یکتائے زمانہ مرد راد

حاجی و زوّار، مومن متقی، عالی خصال
آں مددگار یتیمان پاک دل نیکو نہاد

رفت از دار فنا سوئے بہشت جاودان
مصرعہ ہائے سال رحلت برق از من یاد باد

خلد مامن سید صادق علی از صدق دل
(۱۳۸۰ھ)

خلد ساکن سید صادق علی قدسی نژاد
(۱۳۸۰ھ)

برطانیہ کی خبریں!

ملکہ الزبتھ دوئم کا نیا ذاتی جھنڈا

بکنگھم محل کے ایک اعلان میں بتایا گیا ہے کہ ملکہ معظمہ نے ایک نیا ذاتی جھنڈا اپنایا ہے جو کہ ہندوستان اور پاکستان کے دورہ کے دوران میں پہلی بار دیکھا جا سکے گا۔ اعلان میں مزید یہ بتایا گیا ہے کہ نیا جھنڈا شاہی پرچم کی جگہ نہیں لے گا۔ شاہی پرچم کا تعلق خاص طور سے برطانیہ سے ہے لیکن نیا جھنڈا بالکل ذاتی ہوگا۔ اور وہ کامن ویلتھ کے کسی بھی ملک کے ساتھ مخصوص طور پر وابستہ نہیں ہوگا۔ وزیر اعظم برطانیہ اور کامن ویلتھ ملکوں کی تمام حکومتوں کو نئے جھنڈا کے متعلق اطلاع دے دی گئی ہے۔ شاہی دورہ کے دوران میں نیا جھنڈا موٹر کاروں، ہوائی جہازوں اور عمارتوں پر لہرایا جائے گا جن میں ملکہ معظمہ موجود ہونگی۔

برطانیہ کا نیا ایٹمی بجلی گھر!

معلوم ہوا ہے کہ سفوک نام کی کاؤنٹی میں سائزویل کے مقام پر ایک نیا ایٹمی بجلی گھر تعمیر کیا جائے گا۔ جو ۵۸۰ میگاواٹ بجلی سپلائی کر سکے گا۔ تعمیر کا کام ماہ اپریل میں شروع ہو جائے گا اور امید ہے کہ بجلی گھر ۱۹۶۵ء میں چالو ہو جائے گا۔ یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس بجلی گھر سے جو بجلی پیدا ہوگی وہ دنیا میں کسی بھی ایٹمی بجلی گھر کی بجلی سے سستی ہوگی۔ جب یہ بجلی گھر مکمل ہو جائے گا تو برطانیہ کے ایٹمی بجلی گھروں کی بجلی ۳۰۰۰ میگاواٹ تک پہنچ جائے گی۔ پروگرام یہ ہے کہ ۱۹۶۸ء تک ایٹمی بجلی گھروں کے ذریعہ ۵۰۰۰ میگاواٹ بجلی پیدا کی جائے۔

ہندوستان میں چاول کی پیداوار

کامن ویلتھ ایگریکلچرل کمیٹی کی تازہ ترین رپورٹ میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ ۶۱-۱۹۶۰ء میں چاول کی فصل کے امکانات مجموعی طور پر تسلی بخش ہیں۔ اگرچہ ایشیا اور یورپ کے بعض حصوں میں غیر موافق موسمی حالات دیکھنے میں آئے ہیں۔ بعض علاقوں میں خشک سالی اور سیلابوں کے باوجود ہندوستان میں بہترین فصل کی امید ہے۔ رپورٹ میں مزید یہ بتایا گیا ہے کہ ۱۹۵۹ء کے دوران میں چاول کی تجارت ایک سال پہلے کی بہ نسبت خاصی زیادہ ہوئی ہے۔

ہندوستانی پروفیسر کا برطانیہ میں مطالعہ

معلوم ہوا ہے کہ لکھنؤ یونیورسٹی میں انگریزی ادب کے اسسٹنٹ پروفیسر مسٹر ایس۔ ایم۔ سنہا ان دنوں یونیورسٹی کالج لندن میں صوتیات (Phonetics) کا ایک کورس کر رہے ہیں۔ جو کہ ایک سال کا ہے۔ اس مقصد کے لئے برٹش کونسل نے ان کو وظیفہ دیا ہے موصوف نے بتایا ہے کہ لکھنؤ یونیورسٹی انگریزی صوتیات کا ایک شعبہ قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ جن انگریز باشندوں نے ادب کا نوبل پرائز حاصل کیا ہوا ہے مسٹر سنہا ان کے بارے میں ایک کتاب لکھ رہے ہیں۔ برطانیہ میں اپنے قیام کے دوران میں وہ سر ونسٹن چرچل، برٹرینڈ رسل اور ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ سے ملاقات کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ ان سب نے یہ ادبی اعزاز پایا ہوا ہے۔

للسیرانز علم و ادب اور خبر و سیاست کا گلدستہ ہے
للسیرانز ہر ہفتہ ۵۵،۵۵،۵ اشخاص کی نظر سے گذرتا ہے

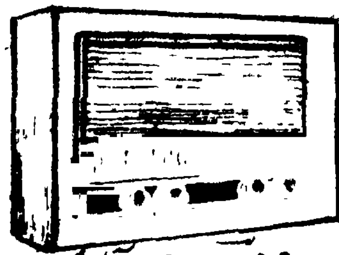
قطعہ

در چمن فصلِ بہاران تا کجے
رفت این موسم گرما گفتہ

نیز این شمع شبستان تا کجے
دورِ مے ہم بہ زمستان تا کجے

(آمدہ از زندگی باغ)

روحانی ریڈیو



ناشر:- مجذوب حیدرآبادی

> یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی کتاب سے لئے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرات نہیں کر سکتے، ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ابھی ابھی نوری بیٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ ہمارے شوقین فنکار سے غزل سن رہے تھے جس کا مطلع تھا ؎

ستئ قدرت ہے رائیگاں اب تک
نامکمل ہے یہ جہاں اب تک

اب سابق ادور سیر اور عالیہ گذار مولوی سقف الدین صاحب ستون ایک عدد تقریر فرمائیں گے آپکی تقریر بر ظرافت خمیر کا عنوان ہے
" دفاتر معتمدین کی تعمیر "

مولوی سقف الدین صاحب ستون :-

" ہماری تعمیر پسند حکومت نے دفاتر معتمدین کی تعمیر کا کیا اعلان کیا کہ ملک کے انجینیر صاحبان اور ٹھیکہ دار صاحبان کے بھاگوں چھینکا ٹوٹ گیا اور دفاتر معتمدین کی موجودہ عمارت زبان حال سے غالب کا یہ شعر گنگنانے لگی ؎

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولٰی برق خرمن کا، خون گرم دہقاں کا

عموماً تعمیر سے پہلے تعمیر کا خیال پیدا ہوتا ہے پھر خیال سے عمل کی منزل تک پہنچنے کے لئے ایک منصوبہ بنایا جاتا ہے جو عموماً پانچ سالہ یا دس سالہ ہوتا ہے اور معشوق کے وعدے کی طرح اندرون مدت بہت کم وفا ہوتا ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

وعدہ ترا پنجسالہ منصوبہ تھا
دس سال کے بعد بھی جو ایفا نہ ہوا

بیان کیا جاتا ہے کہ مجوزہ دفاتر معتمدین کی تعمیر کے سلسلہ میں جگہ کے انتخاب میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا اس اختلاف کی وجہ سے یہ اندیشہ ہو رہا ہے کہ بننے والی عمارت خلل پذیر رہے گی جیسا کہ لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی نے فرمایا ہے ؎

خلل پذیر بود ہر بنا کہ می بینی
مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل است

ظاہر ہے کہ جو بنا محبت کی بجائے اختلاف پر رکھی جاتی ہے اسکی تعمیر کرنے والے پر خطر رہتے ہیں

جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

اونچے محلوں کے عوض رکھتے جو الفت کی بنا
آج ہنستے نہ کھنڈر قصر کے معماروں پر

کسی عمارت کی بنیاد رکھنے سے قبل جب اختلاف رونما ہو تو یہ اختلاف گویا "خشت اول" ہے اور جب خشت اول ہی کج ہو تو پھر عمارت سیدھی تعمیر ہونا معلوم! جیسا کہ سعدی شیرازی نے فرمایا ہے ؎

خشت اول چون نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج!

سابقہ ایک اعلان کے بموجب دفاتر معتمدین کی یہ عمارت اس مقام پر بننے والی تھی جہاں گاندھی بھون کی فلک بوس عمارت، عمری نہل سے باتیں کر رہی ہے! معاف کیجئے آسمان سے باتیں کر رہی ہے — گاندھی بھون جس کا افتتاح کرنے سے پنڈت نہرو نے انکار کیا تھا اور کیوں انکار کیا تھا ؎

این پا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

پھر ایک اعلان میں بتایا گیا کہ دفاتر معتمدین کا موجودہ عمارت ہی کے قرب و جوار کی تمام زمین حاصل کر کے عمارت کی تعمیر اور توسیع کی جائے گی جس کا نقشہ بھی بن چکا تھا ابھی اس کی روشنائی بھی خشک نہ ہونے پائی تھی کہ پھر ایک اعلان کیا گیا کہ دفاتر معتمدین کی یہ عمارت مجوزہ بلند پیر تعمیر کی جائیگی۔ پھر ایک دوسرے اعلان میں بتایا گیا کہ یہ عمارت بیگم پیٹ میں تعمیر کی جائیگی۔ بالاخر تجویز دارو مدار کے بارے میں جب جہاز گاہ والوں نے اعتراض کیا کہ طیران گاہ کے قریب ایسی بلند عمارت کی تعمیر سے ہوائی جہازوں کے اترنے میں دشواری ہوگی تو پھر سابقہ تمام اعلانات کو منسوخ کرتے ہوئے یہ تجویز کی گئی کہ یہ عمارت باغ عام میں تعمیر کی جائے۔ جگہ کے اس جدید انتخاب کی نسبت غیر معتبر راویوں کا بیان ہے کہ دفاتر معتمدین کی تعمیر کا نقشہ مرتب کرنے والوں کے خواب میں مولوی جمال الدین مرحوم باغ عامی تشریف لائے تھے اور موصوف نے خواب میں ہدایت کی کہ دفاتر معتمدین کی عمارت باغ عام ہی میں تعمیر کی جائے۔

جگہ کے انتخاب کی بات اس نوبت پر تھی کہ پھر یہ رائے پیش کی گئی کہ مجوزہ عمارت سیتا پھل منڈی میں تعمیر کی جائے۔ ان متضاد تجاویز اور اختلاف آراء کی وجہ سے نوبت باین جا رسید کہ ؎

شد پریشان خواب من از کثرت تعبیرہا

حالات کی اس نئی موڑ پر صحیح طور پر بتانا، نظریہ اضافت کی تشریح کی طرح مشکل و ناممکن ہو گیا کہ یہ عمارت بن بھی رہی ہے یا نہیں!؟ اور اگر بن رہی ہے تو کہاں بن رہی ہے!؟

جگہ کے انتخاب کے بارے میں اس اختلاف اور موجودہ صورتحال کا ذکر جب میں نے عالیجناب دادا لال جھمکر رام جھمکر والا سے کیا تو موصوف میرا معروضہ سنتے ہی فوراً مراقبہ میں چلے گئے ایک گھنٹہ چالیس منٹ بیس سکنڈ کے بعد جب مراقبے سے برآمد ہوئے تو گردن اٹھا کر کہنے لگے کہ جب جگہ کے بارے میں اختلاف ہیں تو اختلافات دور کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ یہ عمارت سرے سے زمین ہی پر نہ بنائی جائے بلکہ چاند پر یا مریخ پر بنائی جائے اور میری رائے چاند پر بنانا زیادہ موزوں رہے گا کیونکہ امریکہ کا کوئی ادارہ چاند پر پلاٹ فروخت کر رہا ہے، لوگ دھڑا دھڑ پلاٹ خرید کر رجسٹری کروا رہے ہیں، بہتر یہی ہے کہ چاند پر پلاٹ ختم ہو جیسے پہلے ہی



ایک مربع اور مسطح پلاٹ خرید لیا جائے اور ـــــ ہاں
اچھا یاد آیا چاند پر دفاتر معتمدین کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے
کے لئے حیدرآباد کے سابق چیف منسٹر اور حالیہ گورنر یو، پی
میری مراد ہے مسٹر بورگل رام کشن راؤ کو دعوت دی جائے
موصوف کے ذوق تعمیر سے امید ہے کہ موصوف ایک "مختصر مفید"
تقریر کے بعد مجوزہ عمارت کا سنگ بنیاد رکھیں گے۔
سنگ بنیاد رکھنے کے بعد انجنیئر کا سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس
انجنیئر کی ماہرانہ اور فنکارانہ خدمات سے استفادہ کیا جائے
میرے خیال میں چاند پر بنائی جانے والی اس مجوزہ عمارت کے
لئے ان انجنیئروں کی خدمات افادیت درجات حاصل کئے
جانا مناسب ہے جنھوں نے گاؤں کی پوری آبادی اور مکینوں
کو بہا دینے والا مشہورہ آغاق بند تعمیر فرمایا تھا۔
انجنیئر کے انتخاب کا مسئلہ حل ہونے کے بعد اب
گتہ داران کرام کا سوال پیدا ہوتا ہے، میری رائے ہے
کہ چاند پر بنائی جانے والی اس عمارت کا گتہ حیدرآباد کے
ان ماہر گتہ داروں کو دیا جائے جنھوں نے حال ہی میں نئے پل
کی توسیع کا کثیر کام قلیل رقم اور قلیل وقت میں انجام دیا تھا
لھذا ہماری تعمیر پسند حکومت کو میرا بلا فیس مشورہ
ہے کہ فوراً چاند پر ایک پلاٹ خرید لے۔ پلاٹ خریدنے
کے لئے ہمارے کسی معتمد صاحب کو سرکاری خرچ پر فوراً
امریکہ روانہ کرے۔ پلاٹ کا تصفیہ اور رجسٹری ہوتے ہی
حکومت روس سے بات چیت کی جائے کہ وہ آیندہ جب
کبھی خلائی راکٹ چاند پر روانہ کرے تو راکٹ میں پودوں،
چوہوں اور کیڑے مکوڑوں کی بجائے ہمارے گتہ داروں اور
انجنیئروں کو راکٹ میں بٹھا کر خیر خوبی کیساتھ چاند میں پہنچا دے
تاکہ وہ چاند میں پہنچتے ہی دفاتر معتمدین کی جلد از جلد تعمیر شروع
کردیں ـــــ "

اخبار نوری بیڑ پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول
رہے ہیں ابھی آپ مولوی سقف الدین صاحب ستون سے
تقریر سن رہے تھے اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہوچکا
ہے ہمیں آیندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔ جلے بند

…ہے۔ اس وقت ان عہدوں پر ۲۶۴ امریکی … رہے ہیں۔ جو کل ملازمتوں کا ۳ء۲۲ فیصد … گزشتہ ۱۹۵۹ء میں ۲۸ فیصد تعداد بہت زیادہ … تو اب ۲۲ فیصد تعداد کیوں بہت زیادہ … کی جاتی ہے؟ بجٹ کے حساب سے تو ملازمتوں … امریکیوں کی تعداد ۳۰۰ سے زیادہ ہونی چاہئے۔ … امریکہ نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ بجٹ میں جو رقم … ادا کی ہیں صرف ان کی بنا پر سیکریٹریٹ میں ملازمتیں … ہیں۔ اگرچہ اس لحاظ سے اس کے شہری کم تعداد … ملازم ہیں تاہم اس نے کبھی شکایت نہیں کی۔ امریکہ نے … اس سال بجٹ کا ۳۲٫۵۱ حصہ دیا ہے اور اس کے … شہریوں کی تعداد ۳ء۲۲ فیصد ہے۔ اس پر بھی اس نے … کوئی شکایت نہیں کی۔ مشاہدین نے اس امر پر تعجب کا … اظہار کیا ہے کہ روسی بلاک بجٹ سے متعلق رقم جو … کی تشخیص تقریباً ۲۰ فیصد ہے اور جو درحقیقت … اس سے بہت کم رقم دیتا ہے) سیکریٹریٹ کی ملازمتوں … میں ۳۳ فیصد کا مطالبہ کر رہا ہے۔

میلکم میکڈانلڈ "ایشین کلب" کے مہمان ہوں گے

بی۔ بی۔ سی کا پروگرام

لندن سے آمدہ ایک اطلاع میں بتایا گیا ہے کہ میلکم میکڈانلڈ جو کچھ عرصہ پہلے ہندوستان میں برطانوی ہائی کمشنر تھے۔ ۱۹ر دسمبر کو بی۔ بی۔ سی کے "ایشین کلب" کے مہمان بنیں گے۔ یہ پروگرام جنرل اوورسیز سروس میں پیش کیا جائے گا۔ مسٹر میکڈانلڈ کا پبلک سروس کا تجربہ … وسیع ہے۔ جنگ سے قبل وہ برطانوی کیبنٹ کے … اس کے بعد انہوں نے کینیڈا میں برطانوی ہائی کمشنر … کے عہدہ پر خدمات سرانجام دی تھیں۔ ایشیا میں انہوں نے تقریباً ۱۴ برس گزارے ہیں۔ ہندوستان میں برطانوی ہائی کمشنر مقرر ہونے سے قبل وہ جنوب مشرقی ایشیا میں برطانیہ کے کمشنر جنرل تھے۔ "ایشین کلب" کے ممبران مسٹر میکڈانلڈ سے مشرق میں ان کے تاثرات سے متعلق سوالات پوچھیں گے۔ "ہندو" مدراس کے نمائندہ مسٹر کے ایس۔ شیلونکر صدارت کے فرائض انجام دیں گے۔

ہندوستانی آئی سرجن کا برطانیہ میں مطالعہ

ولنگڈن ہسپتال نئی دہلی کے آنکھوں کے جونیئر سرجن ڈاکٹر ایس۔ سی۔ سنگل نے برطانیہ میں اپنے دو ماہ کے قیام کے دوران میں جتنا کچھ سیکھ لیا ہے اتنا بہت سے طلبا سال بھر میں بھی نہیں سیکھے۔ موصوف انسٹی ٹیوٹ برائے امراض چشم میں ایک سال کا ڈپلوما کورس کرنے کے لئے ماہ ستمبر میں لندن پہنچے تھے۔ انہوں نے ایف۔ آر۔ سی۔ ایس۔ امتحان کا پہلا پارٹ پہلے ہی سے پاس کر لیا ہے۔ اور وہ دوسرے اور آخری پارٹ کا امتحان وسط مئی میں ایڈنبرا میں دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہاں امتحان لندن کے امتحان سے دو ماہ پہلے ہوتا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے سال کے قیام کے دوران میں زیادہ سے زیادہ کام کر لوں"۔ ڈاکٹر سنگل کولمبو منصوبہ کے تحت برطانیہ میں مطالعہ کر رہے ہیں۔

قطعہ

این عجب نشہ کہ در گل باشد — گفت گلزار کہ ہم گل باشد
سخت حیران و پریشان بلبل — پیچ و خم گفت بہ سنبل باشد

(آمدہ اظہری باغ)

بینجامن ای ویسٹ

روسی روبل کی قیمت میں تبدیلی — ایک حقیقی جائزہ

حکومت روس نے حال ہی میں روبل کی قیمت میں جو اضافہ کیا ہے مالیات کے ماہرین کی رائے میں خود سوویٹ یونین کے اندر یا کمیونسٹ ملکوں سے اس کی تجارت پر اس کا کوئی اہم اثر نہیں پڑے گا۔ جس کے پیش نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر سوویٹ حکومت نے اصلاح زر سے متعلق ان پیچیدہ نظریوں کو کیوں اختیار کیا ہے؟ اس میں اچھی خاصی پیچیدگیاں ہیں۔ ایک، تین، پانچ، اور دس روبل کے نئے نوٹ چھاپنے پڑیں گے۔ بھاری تعداد میں نئے سکے ڈھالنے ہوں گے تاکہ ۱۰ پرانے روبلوں میں ایک نئے روبل کا تبادلہ ہو سکے۔ اس طرح دھات سکے کے تناسب سے کاغذی نوٹ کی قیمت میں تیزی سے اضافہ ہوگا۔ نئے سکے کے ساتھ پرانے سکے کے تبادلے کے لئے مشینری قائم کرنی پڑے گی۔ سرکاری بجٹ سے لے کر سب سے چھوٹی فیکٹری تک کے حساب کتاب اور بہی کھاتے میں تبدیلی ضروری ہو گی۔ بہرحال جب نئے روبل کے سونے کی اصل قیمت پر نظر ڈالی جائے تو اس سوال کے جواب کی پہلی جھلک نظر آتی ہے۔ سرکاری بیانوں کے مطابق نئے سکے میں سونا زیادہ ہوگا۔ چنانچہ نئے روبل کو "بھاری روبل" کہا گیا ہے۔ تاہم ریاضی کے بالکل ابتدائی اصولوں سے نئے روبل سے متعلق انتہائی دلچسپ کہانی ظاہر ہوتی ہے۔ موجودہ روبل کی مالیت اندازاً سونے کے ۲۲۲ء گرام کے برابر ہے۔ موجودہ دس روبلوں کے مقابلے میں ایک نئے روبل کی مالیت شرح تبادلہ کے مطابق ۲۲ء۲ گرام ہونی چاہیئے۔ لیکن اس نام نہاد بھاری روبل میں ۲۲ء۲ گرام مالیت کا سونا جانا جیسا کہ ہونا چاہیئے تھا۔ اس میں صرف ۹۸ء سونا ہے۔ یعنی سوویٹ باشندے ایک نئے تبادلے میں جو اپنے پرانے دس روبل دیں گے ان روبل میں سونے کی مقدار کے مقابلے میں کمی سے کم مقدار کا سونا ہوگا۔ اسی طرح وہ تبادلے میں کم مقدار سونے کا نیا روبل لیں گے۔ اس طرح ریاضی کے اعتبار قاعدے کے مطابق نام نہاد نیا روبل حقیقت میں سونے کی مقدار کے لحاظ سے ہلکا روبل ہے۔ قیمت کے نئے روبل اور پرانے روبل میں صرف ایک بات مشترک ہو گی اور وہ ہے اس کا نام یعنی "روبل"۔ ورنہ نیا سونے کی مالیت کے لحاظ سے پرانے روبل کے مقابلے میں دوگنے سے بھی زیادہ ہلکا ہے۔

مقدار زر کے لحاظ سے سکے کی یہ اصلاح اس کے سوا کچھ نہیں کہ سوویٹ کرنسی کی قیمت میں ۵۰ فیصد سے بھی زیادہ کمی کر دی گئی ہے۔ یہ اس بات کا ایک خاموش اعتراف ہے کہ پچھلے چند برسوں میں افراط زر سے کرنسی کی قوت خرید میں زنگ لگ گیا ہے اور پہلی جو حالت ہے سوویٹ حکومت اپنے مالیاتی نظام کو اس حقیقت کے مطابق ہی تشکیل و ترتیب دینا چاہتی ہے۔ یہ بھی دس روبلوں کے مقابلے میں نئے روبل میں نصف سے کم سونا رکھنا سوویٹ یونین میں، آج کل کی قیمتوں اور افراط کی روشنی میں زیادہ حقیقت پسندانہ قیمت ہے۔ ڈالر کی قیمت کی روشنی میں نئے روبل کے متعلق سرکاری اعلان میں جس بین الاقوامی پہلو کا اظہار کیا گیا ہے بڑا دلچسپ ہے۔ بین الاقوامی منڈی میں نیا روبل دس روبلوں کے مساوی نہیں سمجھا جائے گا بلکہ صرف پرانے روبلوں کے برابر اس کی قیمت تصور کی جائے کیونکہ یہ اس سے سونے کی مقدار سے قریب ہے۔ یہ اس بات کے اظہار کا بھی ایک طریقہ ہے کہ سوویٹ حکومت مبادلے کی موجودہ شرح کو تسلیم نہیں کرتی

قطعہ

وقت و ساعت کہ گزاردم امشب || عیش و عشرت بہ بہارم امشب

اینچہ تصویر کشیدہ خامہ || جملہ نقشہ بہ نظارم امشب

(آمدہ از زندگی باغ)

...الاقوامی سطح پر سوویٹ یونین کے ساتھ تجارت میں روبل سے بہت کم اثر پڑنے کی توقع ہے۔ بین الاقوامی ماہرین مالیات اس امر پر متفق ہیں کہ روبل کی قیمت میں اضافہ در حقیقت سونے اور ڈالر دونوں کے حساب سے ۵۰ فیصد کی بجائے برابر ہے۔ وہ اس امر پر بھی متفق ہیں کہ تمام پہلوؤں پر غور کیا جائے تو روس کے نئے سکے کا روس کی ملکی معیشت اور دوسرے ملکوں کے ساتھ اس کے تجارتی تعلقات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ یہ ہے غیر کمیونسٹ دنیا کا رد عمل جہاں روبل کی قیمت میں اضافے کے متعلق روسی دعوؤں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ اس اضافے کی تہہ میں یہ مرکزی خیال کام کر رہا ہے کہ دنیا روبل اقتصادی طاقت کا مظہر ہے اور اسی خیال میں مالی اصلاح کے عظیم مقصد کی تلاش کی جا سکتی ہے۔ ایک ایسے ملک میں جہاں ... مال اور سروسوں کی قیمت حکومت کے حکم سے من مانے طور پر طے کی جاتی ہے سکے میں عوامی اعتماد خصوصاً ایک نفسیاتی معاملہ ہے۔ اسی طرح اقتصادی طاقت کے قیام کی خواہش ہی سے نیا سکہ بنایا گیا ہے جس کا وہی پرانا نام ہے۔ اس کی قیمت دس گنا بڑھائی گئی ہے۔ لیکن اس میں سونے کی مقدار دگنی سے کم کر دی گئی ہے۔

قطعہ

این چہ مدح و ہم ثنا این بیکسی می کند ۔۔ زآب زمزم جامہ را شست و شوئی می کند
گفت این کردار انسان این چہ افسانہ شنو ۔۔ بہر مقصد در جہان این ... می کند

(... بابا)

سمندروں کے نیچے کی دنیا۔ دلچسپ اور ناقابل یقین!

" امریکی سائنسدانوں نے سمندروں کی دنیا کے بارے میں ایک سالہ تحقیق مکمل کرلی ہے جس کے دوران میں انہوں نے بیسیوں ناقابل یقین باتیں دریافت کی ہیں۔ اس تحقیق کا ایک بڑا مقصد یہ تھا کہ سمندروں کے نیچے جو ۴۵ ہزار میل لمبا شگاف ہے اس کے بارے میں ضروری حالات معلوم کئے جائیں۔ دوران تحقیق سائنسدانوں نے یہ بھی پتہ لگایا ہے کہ راس امید سے تقریباً ۱۵۰ میل دور سمندر کے نیچے ایک عظیم پہاڑ ہے جس کی چوٹی سمندر کی تہہ سے تقریباً ۱۶ ہزار فٹ اونچی ہے۔"

کولمبیا یونیورسٹی کے سمندری تحقیقی جہاز "ویما" نے زمین اور سمندروں کے متعلق بیسیوں نئے حقائق دریافت کئے ہیں۔ یہ جہاز حال ہی میں دنیا کے گرد ایک بے مثال سمندری سفر پر تھا جس کے دوران میں یہ بحر قطب شمالی اور بحر قطب جنوبی میں سے بھی گذرا۔ یہ غیر معمولی بحری تحقیقی سفر تقریباً ایک برس تک جاری رہا۔ جہاز یکم اکتوبر ۱۹۵۹ء کو نیو یارک سے روانہ ہوا تھا۔ اور ۲۴ ستمبر کو نیو یارک میں واپسی پر اس کا سفر ختم ہوا۔ ویما میں سوار سائنسدانوں نے اس سفر میں اتنی نئی معلومات حاصل کی ہیں اور اتنی بڑی بڑی دریافتیں کی ہیں کہ ان کے مکمل تجزیے اور چھان بین میں کئی مہینے لگیں گے۔ سائنسدانوں کی یہ جماعت درجن بھر ماہرین پر مشتمل تھی۔ جو خاص طور سے کولمبیا یونیورسٹی کے شعبۂ تجربات اور ارضیات کے ادارے لیمنٹ جیولاجیکل آبزرویٹری سے چنے گئے تھے۔ اس گروپ کے سربراہ ڈاکٹر ماریس ایونگ تھے۔ اس سفر کا ایک بڑا مقصد سمندروں کے وسط میں واقع ایک شگاف کا مطالعہ کرنا تھا۔ یہ شگاف ۴۵ ہزار میل لمبا ہے جو دنیا کے بڑے بڑے سمندروں کی تہہ میں واقع ہے۔ سائنسدانوں کا یقین ہے کہ یہ دنیا کی سب سے بڑی اور سب سے کم معروف وادی ہے۔ ویما میں سوار سائنسدانوں نے سراغ لگایا کہ بحر اوقیانوس کی تہہ میں اس شگاف سے بحر ہند میں واقع ایک ایسی وادی جا ملتی ہے۔ یہ دونوں شگاف جنوبی افریقہ کے جنوبی سرے میں پہنچکر آپس میں ملتے ہیں۔ پیمائشی آلات سے صحیح صحیح پیمائش کرنے سے معلوم ہوا کہ سمندر کی سطح کے نیچے اس وادی کی چوٹی یعنی بالائی حصہ ایک سے دو میل دور ہے۔ اور اس عظیم شگاف کی تہہ سمندر کے نیچے دو سے تین میل تک کی گہرائی پر ہے۔ اس وادی کی چوڑائی تہہ میں ایک سے پانچ میل تک اور چوٹی پر ۴ سے ۳۰ میل تک ہے۔ ایک نہایت حیران کن دریافت یہ تھی کہ کیپ آف گڈ ہوپ (راس امید) سے ۱۵۰ میل دور سمندر کے نیچے ایک عظیم پہاڑ واقع ہے۔ سمندر کی تہہ سے جس کی چوٹی ۱۵۹۸۰ فٹ اونچی اور سطح سمندر سے صرف ۱۲۰ فٹ نیچے ہے۔ اس کی مخروطی شکل سے معلوم ہوتا ہے کہ ماضی میں یہ غالباً آتش فشاں پہاڑ ہوگا۔ ایک اور دلچسپ دریافت اس عظیم کینین (Canyon) یا وادی کی تھی جس کے سامنے امریکہ کا مشہور عالم گرینڈ کینین بہت ہی چھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ یہ کینین ارجنٹائنا کے ساحل کے جنوب کی طرف سمندر

واقع ہے۔ پیمائش سے پتہ چلا ہے کہ یہ وادی نصف سے لے کر ایک میل تک گہری ہے اس کی چوٹی یعنی بالائی حصہ ۵ تا ۱۲ میل تک چوڑا اور اس کی تہہ تقریباً ایک میل چوڑی ہے۔ یہ کئی سو میل لمبی ہے ویما جہاز کے سائنس دانوں کا یقین ہے کہ یہ عظیم وادی برفانی زمانہ قدیم اس دریا کے بہاؤ کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے جو ایک مدت پیرا رجن ٹائنا میں سے بہتا ہوا سمندر میں گرتا تھا

مارچ ۱۹۶۶ء میں آسٹریلیا کے ساحل سے دور ویما کے سائنسدانوں نے سمندر کے نیچے دھماکے کئے جن کی آواز نصف کرہ ارض کے گرد یعنی آسٹریلیا کے جنوبی ساحل سے لے کر بحر ہند سے ہوتی ہوئی شمالی اوقیانوس میں جزائر برمودا تک کوئی ۱۲ ہزار میل کے فاصلے پر سنائی دی آوازیں ۲۲۳ منٹ یعنی تین گھنٹے ۴۳ منٹ میں برمودا جا پہنچیں۔ ان کی رفتار ۳۲۵ میل فی گھنٹہ تھی۔ اور ویما جہاز سے دھماکوں کے متعلق ریڈیو تار پہنچنے سے پہلے ہی یہ آوازیں برمودا میں سنی جا چکی تھیں۔ یہ تجربہ اس جہاز کے سائنسدانوں کے سربراہ ڈاکٹر مارس یونگ کے "سوفر سسٹم" کے تحت کیا گیا۔ ڈاکٹر یونگ نے یہ پتہ لگایا تھا کہ سمندروں کے نیچے بھی ایک ایسا راستہ ہے جس کے ذریعہ آواز حیرت انگیز فاصلوں تک سفر کرتی ہے۔ آواز کے سفر کرنے کے ان راستوں کا انحصار پانی کے درجہ حرارت پر ہے معتدل اور گرم علاقوں میں یہ راستے عموماً کئی ہزار فٹ نیچے ہوتے ہیں۔ اس سفر میں ویما کے سائنسدانوں نے لیمنٹ رصدگاہ کے سائنسدانوں کی اس بات کی تصدیق کی کہ سمندر کے نیچے وقتاً فوقتاً زمین میں دراری کٹاؤ واقع ہوتا ہے جسے سائنسداں "گدلی لہریں" کہتے ہیں۔ جب یہ جہاز جنوبی افریقہ کے مغربی ساحل سے کوئی ۳۰۰ سو میل دور تھا تو سائنسدانوں نے سمندر کی تہہ سے کم گہرے مقامات پر ریت اور پتھریلے اندر دبے ہوئے مادوں کے نمونے نکالے۔ ان کے معائنے سے پتہ چلا کہ یہ غالباً ان لہروں سے اپنے اصلی مقام سے کئی میل دور پہنچے ہوئے تھے جو انہیں ایکسپریس ریل گاڑی کی رفتار کے ساتھ بہا کر لے گئی تھیں۔ متذکرہ صدر اور دوسری کئی دریافتوں کے علاوہ ان سائنسدانوں نے کئی دوسرے اہم تحقیقی کارنامے بھی سرانجام دیئے ہیں۔ مثلاً انہوں نے بحر قطب جنوبی کے پانی کے نمونے جمع کئے تاکہ سمندروں کے پانیوں کے باہمی تعلق اور عالمی آب و ہوا کے متعلق تحقیق کی جائے۔ انہوں نے سمندر کی گہرائی سے بیکٹیریا اکٹھے کئے تاکہ اینٹی بائیوٹک دوائیاں تیار کرنے کے نئے امکانی وسیلے ڈھونڈے جائیں۔ ان سائنسدانوں نے پورٹوریکو، جنوبی افریقہ کے ساحلوں، آسٹریلیا اور شمالی پیرا دور سے پرے سمندر کے نیچے قشر زمین کی موٹائی جانچنے کے لئے آتشگیر مادوں سے دھماکے پیدا کئے اور جس طرح زلزلہ سالانہ ہے اس کے اندر چٹانوں اور طبقوں کے پھٹنے سے جو آوازیں آئیں انکو ریکارڈ کیا۔ ویما جہاز جدھر سے بھی گزرا اس نے گہرائی ناپنے کے آلوں سے سمندروں کی گہرائی کی بھی جانچ کی۔ یہ بات اس لئے ضروری تھی کیونکہ ابھی بہت سے ایسے سمندر ہیں جن کی گہرائی کا تعین جدید آلوں سے کبھی نہیں کیا گیا تھا۔ پانی کے درجہ حرارت کے بھی ان گنت ریکارڈ تیار کئے گئے۔ اسی طرح زمین کے مقناطیسی طبقہ کی پیمائش بھی کی گئی اور وقتاً وقتاً سمندر کی تہہ سے زمین کے نمونے بھی تہہ کو کھودنے والی مشین کے ذریعہ حاصل کئے گئے۔ یہ مشین ۲۵۰۰ پونڈ وزنی ہے۔ جو سمندر کی تہہ کو کھودتی اور نمونے لے کر اوپر آتی ہے۔ خواہ یہ تہہ سمندر کی سطح سے کتنی ہی دور کیوں نہ ہو۔



(افسانہ)

کھٹے انار میٹھے انار

از جناب کرشن چندر صاحب ایم اے

وہ اس دنیا میں میرا سب سے اچھا دوست تھا، اسکا جسم دبلا تھا، قد چھوٹا، رنگ سیاہ، گال اندر کو پچکے ہوئے ہونٹ بے حد سیاہ۔ لیکن جب وہ ہنستا تھا تو اسکے سارے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا۔ اسکی گول گول سیاہ بٹن جیسی آنکھوں میں دلیری اور شرارت کی چمک آ جاتی تھی اور اسکی تیز ہنسی کا فوارہ یوں پیڑ در پیڑ شگوفوں میں پھوٹتا تھا جیسے دیوالی کی رات پر سیاہ آسمان کے پس منظر میں ایک آتشین انار فضا میں بلند ہو جائے اسکا نام منو تھا وہ ہمارے باغ کے مالی کا لڑکا تھا اس کی عمر بمشکل چھ سات سال کی ہوگی اتنی ہی میری عمر ہوگی

ہمارا باغ بہت خوبصورت تھا جہاں جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے فوارے تھے، پھولوں کے قطعے تھے اونچی نیچی گھاٹیاں اور ڈھلوانیں تھیں ایک چھوٹا سا تالاب تھا جسپر ایک ننھا سا پل بنا ہوا تھا جب غروب آفتاب کے وقت میری بڑی بہن اور اس کا شوہر آتے اور اس پل پر کھڑے ہو کر ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر تو ولیوں کی طرح ڈوبتے سورج کو چپ چاپ دیکھا کرتے اور منہ سے کچھ نہ کہتے۔ جانے یہ بڑی عمر کے لوگ ڈوبتے ہوئے سورج میں کیا دیکھتے ہیں!؟ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا

ہمارے باغ میں کاشمیری سیب تھے اور فرنچ ایپل کلو کے کھٹے میٹھے سیب، سنہری خوبانیوں کے پیڑ تھے اور ہری جلد والے آلو بخارے جب پک جاتے تو کئی جگہ سے اودے ہو جاتے اور ان کی جلد میں دانت گڑو دو تو ان میں سے میٹھا سرخ رس نکلتا تھا۔ وہاں پر بگو گوشے تھے اور ناشپاتیاں، آڑو، آلو بخارے، شفتالو، چیری اور شہتوت۔ جب بہار آتی تو اتنے رنگوں کے پھول لے کر آتی اتنے پرندوں کی چہکار لے کر آتی، اتنے بھونروں، شہد کی مکھیوں اور تتلیوں کی اڑانیں لے کر آتی کہ ان سب کے پیچھے بھاگنا مشکل تھا بڑا ہی خوبصورت باغ تھا ہمارا، دنیا کا وہ کون سا درخت تھا جو ہمارے باغ میں نہیں تھا — !؟

بس ایک کمی تھی، ہمارے باغ میں انار کا پیڑ نہیں تھا چھوٹی چھوٹی کھٹی اناریاں کے تو بہت سے پیڑ تھے لیکن میٹھے انار کا ایک بھی پیڑ نہیں تھا اور جتنے میٹھے انار تھے سب اچھے کے باغ میں تھے دنیا کے کسی باغ میں نہ تھے اور جب ہمارے باغ میں نہ تھے تو اور کہاں ہوں گے !؟

نہر میں نہاتے نہاتے جو اوپر کے پہاڑی چشموں سے آتی تھی اور شہر کے نیاپا چشمے کے نیچے ناتی تھی پہلے اچھے کے باغ کے قریب سے گزرتی تھی، جب میں اور منو راجہ کے خاردار آہنی جنگلوں کے پیچھے اناروں کو درختوں سے لٹکتے دیکھتے تو ہمارے منہ میں پانی بھر آتا، کیسے پیارے پیارے تھے وہ! جلد کیسی صاف اور شفاف، ہلکی ہلکی دداہٹ اپنے رخساروں پر لئے ہوئے، وہ انار کس طرح فضا میں جھولتے اور ہنستے دکھائی دیتے تھے پہلے تو انار کی شاخوں پر کلیاں پھوٹتی تھیں اور ان ہی کلیوں میں شہابی رنگ کے پھول کھلتے تھے، پھر ان پھولوں کے دہانے سے چھوٹے چھوٹے کورا



پیدا ہوتے تھے اور بڑھتے بڑھتے شہد کی ڈلیوں کی طرح ٹپکنے لگتے تھے۔ پھر ایک دن شاخیں خالی ہو جاتیں اور ہمیں معلوم ہو جاتا کہ جتنے میٹھے انار تھے سب راجہ جی کے محل میں پہنچ گئے

نہر میں تیرتے تیرتے ہم اور منو خالی درختوں کو بڑی حسرت سے تکا کرتے

"کیا ہماری قسمت میں میٹھے انار کبھی نہ آئیں گے!؟"

ایک روز جب میٹھے اناروں کا جوبن شباب پر تھا مجھ سے نہ رہا گیا، میں پانی میں تیرتے تیرتے پانی کی کلیاں منو پر پھینکتے ہوئے کہا

"چلو! راجہ جی کے باغ میں چلیں میٹھے انار توڑ دیں"

منو ڈر گیا، بولا "راجہ جی ماریں گے"

"راجہ جی یہاں ہیں کدھر؟ وہ تو اپنے محل میں ہیں!"

"تو مالی ہوگا، نہیں معلوم ہے راجہ جی کے باغ کا مالی کتنا ظالم ہے؟ میرا باپ کہتا تھا......"

میں نے اسکی بات کاٹ کے کہا

"اس تپتی دوپہر میں مالی کہاں ہوگا، ہوا ہوگا مجھے تو کہیں نظر نہیں آتا!"

"کسی جھاڑی کے پیچھے چھپا بیٹھا ہوگا چنو!"

منو نے انتہائی رازداری سے کہا

"تم نہیں جانتے، سب ہی مالی ایسا کرتے ہیں، میرا باپ بھی اسی طرح گھات لگا کے بیٹھتا ہے اپنے باغ میں جب باہر کے لڑکے باغ پر چھاپہ مارنے کی کوشش کرتے ہیں"

"میں سب جانتا ہوں" وہ بڑی دانشمندی سے بولا

میں نہر سے نکل کر خاردار آہنی جنگلے کے قریب آگیا اور بولا

"منو بڑے بزدل ہو اندر جانے سے ڈرتے ہو؟"

منو آنکھ کر کنارے پر آرہا اور وہ اپنی لنگوٹی کستے ہوئے بولا

"کون ڈرتا ہے؟ میں کہ تم؟ اندر چل کر دیکھو"

اتنا کہہ کے وہ دو تاروں کو اوپر نیچے کھینچ کر ہاتھ کے اندر کود گیا اسکے پیچھے میں کودا۔ جلدی جلدی ہرن کی طرح قلانچیں بھرتے ہوئے ہم دونوں ایک ہی پیڑ پر چڑھ گئے اور میٹھے انار توڑ توڑ کر اپنی جھولیاں بھر لے گئے۔

لیکن پہلا انار ہم نے جھولی میں نہیں ڈالا اسے توڑ کر فوراً دانت سے کاٹا، میٹھے اناروں کا شہد اور اسکی جلد کا کڑوا ذائقہ، دونوں ذائقے ایک ہی منہ میں ہماری زبان پر آئے لیکن برسوں کی حسرت نے کڑواہٹ کا ذائقہ بھلا دیا، ہونٹوں پر انار کی شیرینی آگئی مٹھاس باقی رہ گئی

میں نے چٹخارے لیتے ہوئے کہا

"آہ ہا! کتنا میٹھا ہے!"

اسکے بعد ہیروں کی ڈالیاں جیسے بوجھ سے ہلنے لگیں ہم نے اتنے انار توڑ لئے جتنے ہماری جھولی میں بھی نہ آسکتے تھے بڑی مشکل سے اور بڑی حسرت سے انار لٹکتے ہوئے ہم پیڑ سے اترے، کتنے ہی انار درخت پر باقی رہ گئے اور ابھی سارا باغ ان اناروں سے بھرا پڑا تھا کاش! ہماری جھولی بھی اتنی بڑی ہوتی جتنا ہمارا دل تھا!

"چلو! اب بھاگ چلیں" میں نے صلاح دی

منو کی للچائی ہوئی نظریں دوسرے پیڑ پر پڑیں،

اس نے آہستہ سے کہا

"چنو دیکھو! اس پیڑ کے انار کتنے بڑے بڑے ہیں!"

"مالی آجائے گا"

"مالی کی ایسی تیسی!" منو بڑی جیداری سے بولا

"راجہ جی آ رہا ہیں بھگو!"

جواب میں منو نے بڑے زور کا قہقہہ لگایا، منو کے بول کو گھن لگ چکا تھا اب وہ کسی راجہ کی پروا نہ کرتا تھا

منو نے کہا "ہم ان اناروں کو اس جھاڑی کے نیچے چھپا دیں گے اور اس پیڑ پہ چڑھ کر پیڑ سے بچے انار توڑ لیں گے"

ہم دونوں لگا جھٹ کا پھاٹک پر یوں کے پیچھے جا کر ابھی اپنی جھولی کی گانٹھیں کھول کر انار نیچے گرا رہے ہی تو آئے تھے کہ ایک سر پوش مالی ہاتھ منو کی گردن پر پڑا اور ایک میری پیٹھ پر! اور کسی نے گھما کر ہمیں اپنی مضبوط بانہوں میں جکڑ لیا

ایک دیو ہیکل مالی ہمارے سر پر کھڑا تھا اور ہم اس کی ٹانگوں میں جکڑے ہوئے تھے اور ہماری جھولیاں اناروں سے بھری ہوئی تھیں میں اور منو رونے لگے، خاردار جنگلے کے باہر بڑی خوبصورت نہر تھی، اس کا نیلا اور چمکتا ہوا پانی تیزی سے بل کھاتا ہوا اس بے باکانہ آزادی سے بہہ رہا تھا

مالی نے ہم دونوں کو لے جا کے راجہ جی کی حوالات میں بند کر دیا

سارے شہر میں آگ کی طرح یہ خبر پھیل گئی۔ راجہ جی کے باغ میں چور گھس آئے تھے، انہوں نے راجہ جی کے میٹھے انار توڑ لیے تھے، صدیوں سے کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی تھی کہ راجہ جی کے میٹھے اناروں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے، حسرت ہر ایک کے دل میں تھی، ہمت کسی کے دل میں نہ تھی! الٰہی یہ کیسے ہو گیا!

لوگ متعجب تھے اور جوق در جوق ہمیں دیکھنے کے لئے آنے لگے اور ہمیں دیکھ کر اور بھی حیرت کا اظہار کرنے لگے دو چھوٹے چھوٹے بچے، ایک دھوتی باندھے، ایک لنگوٹ پہنے ہوئے دوسرا خالی نیکر پہنے ہوئے، یہ نحیف و کمزور بچے! انہوں نے میٹھے اناروں پر ہاتھ ڈالا تھا۔

ایک گھنٹہ گزر گیا، دو گھنٹے گزر گئے، جب سہ پہر جانے لگی تو حوالات کا آہنی دروازہ شور مچاتا ہوا کھلا اور میرے والد میری روتی ہوئی والدہ کو لیکر حوالات میں داخل ہوئے میری والدہ نے لپک کر مجھے اپنے سینہ سے لگا لیا اور سسک سسک کر رونے لگی اور میرا منھ چومنے لگی میں بھی رونے لگا اور منو بھی۔

میرے والد نے مجھے انگلی سے لگا لیا اور بولے

"چلو! گھر چلو"

میں اپنے والد کے ساتھ ہولے ہولے چلنے لگا یکایک منو دوڑتا ہوا آیا اور میرے باپ کی ٹانگوں سے لپٹ گیا

"چاچا! مجھے بھی لے چلو چاچا جی!"

میرے باپ نے پلٹ کر منو کو ایک لات جمائی، منو دھڑام سے حوالات کے سخت فرش پہ جا گرا اور بیہوش ہو گیا تھا اب کے میری ماں نے اسے بڑے زور کا طمانچہ رسید کیا اور بولی

"بدمعاش! ہمارے بچہ کی عادت بگاڑتا ہے اسے بری بری باتیں سکھاتا ہے!"

"میں نے مجھے اناروں کے لئے کہا تھا"

میرے والد میری ماں سے ہمدردی آواز میں کہنے لگے

"اپنے بچہ کو بری صحبت سے بچاؤ ورنہ ان کمینوں کے ساتھ رہ کر بگڑ جائے گا" کہاں میری بات سنتی ہے

تھانیدار بولا

"ڈاکٹر صاحب! آپ راجہ جی کا علاج کرتے ہیں اسی لئے آپکے بچہ کو چھوڑ دیا، ورنہ آپ جانتے ہیں راجہ جی کے باغ میں کوئی چوری کرے تو پتہ نہیں کیا مار سکتے ہیں"

"میں جانتا ہوں! میں جانتا ہوں"

میرے والد بڑی لجاجت سے بولے آپکی بڑی مہربانی ہے

تھانیدار صاحب! "آیندہ سے میں خود خیال رکھوں گا"
میرے والد مجھے لے کے چلے آئے، حوالات کا آہنی دروازہ منو پر بند ہوگیا

شام ڈھلے منو بھی واپس آگیا، مالی کی تو ہمت نہ پڑتی تھی لیکن منو کی ماں اپنے چاندی کے کڑے گروی رکھ کے دس روپے لائی اور تھانیدار کے پاس گئی اور اس سے اپنا بچہ چھڑا لائی، جب میں نے منو کو دیکھا تو وہ اس وقت اپنے جھونپڑے سے کچھ دور حیران و پریشان گلاب کی ایک جھاڑی کے پاس کھڑا کچھ سوچ رہا تھا میں خوشی کے مارے بھاگتا ہوا اسکے پاس گیا اور اس سے کہا "آؤ! منو کھیلیں"

منو چپ رہا
میں نے منو کو لالچ دلاتے ہوئے کہا
"آؤ شرط بدلے ہو؟" اگر تم آڑو کی اس آخری پھننگ تک پہونچ جاؤ تو میں تمھیں چار پیسے دوں گا"
چار پیسے! چار پیسے!!
چار پیسے بہت ہوتے ہیں، منو کی آنکھوں میں حرص اور خوشی کی ایک چمک ایک لحظہ کے لئے پیدا ہوئی۔
مجھے بھی معلوم تھا اور منو کو بھی معلوم تھا کہ منو مجھ سے زیادہ تیزی سے درخت کی آخری پھننگ پر پہونچ سکتا ہے۔ پیسے تو گویا اسکی جیت میں تھے مگر وہ خوشی کی کھلکھلاتی ہوئی چمک صرف ایک لحظہ کے لئے منو کی آنکھوں میں نمودار ہوئی دوسرے لحظہ میں یکایک بجھ گئی، منو نے انکار میں سر ہلا دیا۔
"منو! مجھے معلوم ہے کس پیڑ کی کس شاخ پر دو ناشپاتیاں پک کر تیار ہوگئی ہیں، آؤ ان کو مل کے حاصل کریں، ایک میں لوں گا، دوسری تمہیں دوں گا —!"

"سچ!"
منو نے پھر آہستہ سے انکار میں سر ہلا دیا
"دیکھو منو شام جارہی ہے، خوبصورت تتلیاں پھولوں میں سر چھپانے کی جگہ ڈھونڈھ رہی ہیں، آؤ تتلیاں پکڑ لیں ڈھیر ساری تتلیاں پکڑ لیں، اب وہ اڑ نہ سکیں گی"
منو نے پھر انکار میں سر ہلا دیا
"میں تمھیں دو ہنسلے دوں گا آؤ میرے ساتھ کھیلو"
منو نے پھر سر ہلا دیا
میں نے بڑی لجاجت سے اپنا ہاتھ اسکی طرف بڑھایا اور اس سے کہا
"کیوں منو! ؟ میرے ساتھ کیوں نہیں کھیلوگے؟ کیا تم میرے دوست نہیں ہو! ؟"
منو کا ہاتھ ذرا سا آگے بڑھا پھر واپس اپنی جگہ پر پھیلا گیا، اسکی گردن کا حلقوم — دو تین بار گویا اسکی دبلی پتلی گردن کے اندر گڑگڑاتے ہوئے اوپر نیچے گزرا پھر اپنی جگہ ساکت ہوگیا
اس نے بڑی مشکل سے اپنے روندھے ہوئے گلے سے کہا
"نہیں چھوٹے! تم ڈاکٹر کے لڑکے ہو، میں مالی کا لڑکا ہوں، میری تمہاری دوستی کیا!!؟"
اتنا کہہ کر وہ روتا ہوا مڑا اور اپنے جھونپڑے کے اندر چلا گیا۔ (ماخوذ)

شرافت

از جناب تمکین کاظمی صاحب

یہ بڑا اہم حاصل موضوع ہے اسکی تفصیل آپ اخلاق کی کتابوں میں پڑھ سکتے ہیں مگر اخلاقِ جلالی، اخلاقِ ناصری اور اخلاقِ محسنی سے شاید ہی آپکو تشفی ہو۔ اسلئے مسٹر کارڈونل یومن کے ایک مضمون کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے اسے پڑھ کر شرافت کا اندازہ کیجئے اسمیں جو جو باتیں آپ میں موجود ہیں انھیں اپنی عادت بنا لیجئے اور جو باتیں نہیں ہیں انہیں اختیار کیجئے اور اپنے آپ کو ایسا ہی بنانے کی کوشش کیجئے

شریف کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ اسکا مطمحِ نظر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش والوں کے خیالات یا عمل میں کسی طرح کی رکاوٹ پیدا نہ ہونے دے وہ اسطرح بات کرتا ہے گویا خود کچھ نہیں کہہ رہا ہے بلکہ دوسروں کی گفتگو میں … رہا … شریف کی سب سے بڑی … یہ ہے کہ وہ … اپنے گرد و پیش والوں کے خیالات کی رو کو روکتے نہیں نہ ہی ان میں جھکولے پیدا ہونے … اچھی یہ آرزو ہوتی ہے کہ لوگ اسکی … میں بیٹھ کر ٹھنڈے ٹھنڈے محسوس کریں اور بے تکلف … ہونے پائے۔ وہ تمام مجمع پر اسطرح نظر رکھتا ہے کہ کسی کی بھی رعایت ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ اگر کوئی شرمیلا ہے تو اسکے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے کہ بحالات اسکا پر آسان ہو جائیں۔ اگر کوئی اپنے کو ٹاٹ باہر سمجھتا ہے تو اسکے دل میں ہمہ

کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ بھی اپنے کو پوری طرح شریک سمجھے۔ اپنے تنکے کے ساتھ درگذر سے کام لیتا ہے اور مخاطب کی دماغی کیفیات کو جانچ کر اس سے خطاب کرتا ہے ایسے نکتے کا پہلو بچا جاتا ہے جسکو دوسرا خلاف انصاف سمجھے یا جس سے کسی کو تکلیف پہنچے۔ وہ گفتگو کرنے میں اپنے کو نمایاں کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ اتنا بولتا ہے کہ لوگوں پر گراں ہونے لگے

وہ اپنے جذبات ہلکے کر کے ظاہر کرتا ہے اور اس انداز سے احساس کرتا ہے جیسے خود بیمار ہو رہا ہے بقول شاعر

دل کو اس عاجزی سے دیتا ہوں
کوئی جانے سوال کرتا ہوں

وہ اپنا ذکر مجبوراً کرتا ہے اور اگر اپنے اوپر سے اعتراض دور کرتا ہے تو دوسرے کی غلطیاں دکھا کر طنز کے ذریعے سے اپنی بریت نہیں ڈھونڈھتا۔ وہ منت اور ڈھکوسلے سے دلچسپی نہیں لیتا نہ یاوہ گوئی پر کان دھرتا ہے۔ جو لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں ان کی نیک نیتی پر بلاوجہ شک نہیں کرتا، اور دوسروں کے افعال کے معنے لگانے میں تنگ خیالی سے کام نہیں لیتا وہ بحث کرنے میں چھوٹاپن نہیں آنے دیتا

وہ مباحثے میں دوسروں کی فروگذاشت سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھاتا۔ مسئلے اور ذاتیات کو خلط ملط نہیں کرتا نہ چوٹ کرنے کو دلیل تصور کرتا ہے اور نہ ایسے نکتے کہتا ہے جس کو صاف صاف نہ کہہ سکے

وہ دشمن سے ایسا برتاؤ کرتا ہے جیسے ایک دن دوست ہونے والا ہے اسمیں اس قدر صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ بدتمیزیوں کو اپنی بلند نظری سے قابل اعتناء نہیں سمجھتا۔ وہ کینہ پروری نہیں کرتا اور دوسرے نے اگر چوٹ کی ہے تو یاد نہیں رکھتا وہ تحمل سے

کام لیتا ہے۔ ضبط کرنا قدرت نے سکھا دیا ہے ورنہ اتنی قوت برداشت کر دیا ہے کہ لیتا ہے ورنہ وہ یہ کہہ کر برداشت کر لیتا ہے کہ چھوٹے ورلی پر چلی۔ وہ مفارقت پر یہ کہہ کر بسر کرتا ہے کہ غم آخر کب نہیں۔

وہ موت پر یوں راضی ہو جاتا ہے کہ موت حضرت آدم کی میراث ہے۔ اگر وہ کسی سے بحث میں پھنس جاتا ہے تو اسکا کھایا ہوا ذہن تیز فہم لیکن نیم تربیت یافت مقابل کی تنکر کلامی سے اپنے کو بچا لیتا ہے کیونکہ ایسا مقابل اکثر اناڑیوں کے ایسے ہاتھ مارتا ہے جو بجائے صاف کاٹنے کے ... کی طرح کھرد سے چھیتے اور موضوع بحث کو چھوڑ کر ضمنیات میں جا پڑتا ہے جس سے مباحث میں بجائے سلجھاؤ کے الجھاؤ زیادہ ہو جاتا ہے

شریف آدمی اپنی رائے میں صحیح ہو یا غلط لیکن ہٹ دھرمی سے کوسوں دور ہوتا ہے وہ بڑے بڑے لفظوں سے اغلاق پیدا نہیں کرتا اور باوجود اختصار کے بات ایسی کہتا ہے جس کے سمجھنے میں شک نہیں رہتا اسکے کلام کا طرۂ امتیاز تین باتیں ہوتی ہیں (۱) صفائی (۲) رعایت (۳) درگذر

وہ اپنے مقابل کے نقطۂ نظر کو سمجھ کر اسکی عزت کرتا ہے اور اسکی غلطیوں کا سبب دریافت کر لیتا ہے۔ وہ عقل انسانی کی تنگ حدود سے بھی باخبر رہتا ہے اور اسکی قوت کو بھی جانتا ہے، اسکے منصب سے واقف ہے اور اس کی خامیاں بھی اسکے پیش نظر ہیں۔

اگر وہ دہریہ ہے تو اپنے علم کی گہرائی اور وسعت کی وجہ سے وہ مذہب پر آوازے نہ کسے گا نہ اس کے توڑ پھوڑ میں لگا رہے گا، اسکی عقل سلیم باوجود اسکی دہریت کے اسکو تنگ نظری اور متعصب ہونے کے عیوب سے بچا لے گی۔

وہ ... کی قدر کرے گا ... اور مذہبی ... کی ... کی نظر سے دیکھے گا اور مذہب کے شعبوں کی حفاظت کو ... کسی کی ... اور کسی میں قناعت ان کو باقی رکھنے کے لئے ... گا۔

ایسا شخص وہ ... مذہب کے بزرگوں کی بھی توقیر کریگا گو ان کے خیالات سے اتفاق نہ کرے گا اسکے لئے یہ ضروری نہ ہوگا کہ اصول مذہب پر موقع بے موقع اعتراض جڑے یا ان کی ہر وقت مخالفت ہی کرتا رہے، وہ ... رواداری کا ضامن ہوگا نہ صرف اس وجہ سے کہ اسکا فلسفہ ہر خیال کو منصفانہ نظر سے دیکھنے کی تعلیم دیتا ہے بلکہ اس لئے بھی کہ خود اسکی طبیعت میں ایک نرمی اور لوچ ہے

مگر اسکا کوئی مروجہ مذہب نہیں ہے تو ... میں لازماً وہ بلندی شان اور خوبصورتی ہو گی جس کے بغیر کوئی فلسفہ یا حکمت دنیا میں نہیں پائی جاتی۔

سنا آپ نے! یہ خاکہ ہے شریف کا، یہ خاکہ ذہن میں رکھئے اور اپنے آپ کو اس کسوٹی پر کس کر دیکھ لیجئے کسی پر ظاہر نہ کیجئے، اپنی حد تک صحیح صحیح غور کیجئے۔ جس بات کی کمی ہے اسکو پورا کرنے کی کوشش کیجئے۔ ان شاء اللہ بہت جلد آپ اس معیار پر پورے اتر جائیں گے۔

چارمینار تحقیقی و تاریخی نقطۂ نظر سے

از جناب سید محمد عبدالغفار صاحب نبیرۂ نواب نصیب الدولہ مرحوم

سرزمین دکن یوں تو بہت سی تاریخی عمارتوں کا مرکز ہے لیکن شہر حیدرآباد میں ایک ایسی قطب شاہی یادگار ہے جو اس شہر کی زینت بنی ہوئی ہے۔ اس عمارت سے مذہبی تقدس وابستہ ہے۔ چارمینار کی وجہ تعمیر تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ ہے کہ ابراہیم قلی قطب شاہ کے دور حکومت میں سلطنت گولکنڈہ کی آبادی اتنی بڑھ گئی تھی کہ مکانات اور پانی کی سربراہی مشکل تھی۔ ابتدا میں یہ تغیر حالات اور دوسرے امور میں منہمک رہنے کی وجہ سے بادشاہ اس طرف کوئی توجہ نہ کرسکا پھر بھی حسین ساگر ابراہیم باغ [illegible] آبادی کی [illegible] اپنے چھوٹے فرزند شہزادہ مرزا محمد قلی کی قسمت میں [illegible] پیدا ہوا

ابراہیم قلی قطب شاہ کے انتقال کے بعد نوعمر شہزادہ سریر آرائے سلطنت ہوا اور [illegible] باپ کا جانشین ثابت ہوا۔ اسی ہونہار بادشاہ کی امور سلطنت میں رہبری کرنے والوں میں قابل ذکر حضرت میر محمد مومن استرآبادی علیہ الرحمہ ہیں جن کے علم و عقل کی روشنی میں بادشاہ نے اپنے لئے راہ [illegible] اس خدا رسیدہ بزرگ نے مفید مشوروں سے [illegible] کی طرف رغبت دلائی [illegible] اور اہل ملک کے تمام ضروریات پورے ہونے لگے ان چند اہم اور ضروری مشوروں میں ایک مشورہ یہ بھی تھا کہ ایک جدید شہر بسایا جائے جسمیں ہر طرح کی آسانیاں موجود ہوں۔ بادشاہ نے اسکو قبول کرلیا اور حضرت میر مومن علیہ الرحمہ نے ایک اچھی ساعت میں مناسب مقام پر نئے شہر کی بنیاد رکھنے کی تجویز فرمائی۔ گولکنڈہ سے تقریباً پانچ میل فاصلہ پر موسی ندی کے کنارے ایک وسیع میدان میں اولاً ایک متبرک عمارت کی تعمیر شروع کی گئی جسکا مقصد ملک کے لئے فیض و برکت حاصل کرنا تھا۔ سلطنت کے میر تعمیر حضرت حسین شاہ ولی علیہ الرحمہ کے فنی اصول اور ماہرانہ اساس پر ۹۹۸ھ میں یہ کام آغاز ہوا جسکی تاریخ تکمیل یا حافظ سنہ ۱۰۰۰ھ ہے۔

اسی بارہ گوشہ چودہ کمن کی عمارت کو چارمینار کہتے ہیں۔ نہایت رفیع الشان اور اونچے چار میناروں کے درمیان بڑی بڑی کشادہ محراب نما چار کمانیں ہیں۔ ساتھ ہی عمارت میں ہر جگہ آٹھ کا عدد نمایاں ہے۔ یہی چاروں مینار اوپر کو جاکر آٹھ ہو گئے۔ اسیطرح عمارت کے اندرونی ہشت پہلو ساخت میں کمانوں سے ملحق چار محراب مجرد کی شکل بنائے گئے ہیں ہر محراب اور کمان کی پیشانی پر ایک علم [illegible] درمیان [illegible] یا اللہ یا محمد یا علی بشکل طغرا لکھا ہوا ہے اسی طرح علم بھی آٹھ ہی ہیں۔ چاروں کمانوں کے اندرونی و بیرونی جانب پہلوئی چھوٹی دوالیں اور اوپر کی چھوٹی بڑی کمانیں یا تو آٹھ یا بارہ یا چودہ کے عدد کو ظاہر کرتی ہیں جنمیں مخصوص مذہبیت پائی جاتی ہے۔ اوپر کی وسیع چھت پر ایک مسجد تعمیر کی گئی مسجد کے مقابل مشرقی سمت ایک کمرہ کی وضع کا اونچا چبوترا سا گنبد ہے جس کے دونوں پہلوؤں میں آمد و رفت کے لئے سیڑھیاں بنائی گئی ہیں۔ یہ ہشت پہلو چھوٹا سا گنبد مسجد کا گلدستہ اذان ہے جہاں سے موذن پانچوں وقت نماز کے لئے اذان کہتے تھے۔ اذان کہنے کے لئے ہر مسجد کے صحن میں ایک

بلند اور خوش وضع محراب نما اذان نما بنایا جاتا ہے کیونکہ اذان کی آواز لوگوں تک پہنچنے کے لئے ذرا سی اونچائی ضروری ہے۔ چنانچہ اس قاعدہ کو یہاں بھی ترک نہیں کیا گیا کیونکہ یہ مسجد کی خصوصیات میں سے ایک نمایاں علامت ہے بہرحال اس توضیح و تشریح کے بعد یہ بات متحقق ہوگئی کہ اس مقدس اسلامی عمارت کی تعمیر کا مقصد فیوض و برکات حاصل کرنا تھا۔ یہ عمارت عشق و محبت کی یادگار نہیں ہوسکتی اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ اس عمارت کو مذہبی یادگار سے تعلق نہیں تو پھر مسجد، علم اور علم پر طغرے کس لئے بنائے گئے ہیں اگر عشق و محبت کے باہمی تعلقات کی یادگار باقی رکھنا ہوتا تو اسکو مذہب کے رنگ میں پیش نہیں کیا جاتا بلکہ اسمیں ساغر و مینا، ساز و نغمہ، چنگ و رباب کو ناچ و رنگ کی تصویروں کو دکھایا جاتا اگر یہ عمارت مقبرہ ہوتی تو بھی گنجائش تھی کہ اسمیں مذہب کو تبرکاً رکھا گیا ہو۔ یہاں تو ایسا بھی نہیں ہے ان حالات اور واقعات کی موجودگی اور قرائن سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ اس مقدس مذہبی عمارت کو بھاگ متی کی محبت میں تعمیر کیا گیا ہے

حسب بیان مؤلف گلزار آصفیہ جو ۱۲۵۸ہجری میں بہ عہد سلطنت سلطان دکن نواب ناصر الدولہ آصف رابع لکھی گئی ثابت ہوتا ہے کہ یہ عمارت امام ہشتم علی ابن موسیٰ الرضا کے روضہ کی شباہت میں تعمیر کرکے شہر کو آفات و بلیات سے محفوظ رکھنے کے لئے حضرت امام ضامن علیہ السلام کی ضمانت میں دیدیا گیا۔ یہ بھی عجیب خصوصیت ہے کہ اس مقدس روضہ کی تعمیر کرنے والا بادشاہ محمد قلی قطب شاہ اپنے خاندانی سلسلہ کا چوتھا بادشاہ تھا اور پھر پہلی بار اس عمارت کی مرمت و درستگی کرانیوالے تاجدار غفران منزل نواب ناصر الدولہ بھی خانوادۂ آصف جاہی کے چوتھے فرمانروا تھے۔ غیر صحیح طور پر اسطرح کی غلط بیانی کا ایک اور واقعہ تعمیر پل قدیم سے متعلق مشہور کردیا گیا ہے کہ سلطان ابراہیم قلی قطب شاہ کا یہی فرزند (جو بعد میں محمد قلی قطب شاہ کے لقب سے وارث تخت و تاج ہوا) کی نوجوانی کے عالم میں جبکہ رات کی تاریکی میں شہزادہ قلعہ سے گھوڑے پر سوار ہوکر اپنی محبوبہ بھاگ متی کے مکان واقع موضع چنچلم (موجودہ شاہ علی بنڈہ) کو جایا کرتا تھا

ایک رات جب شدت کی بارش ہو رہی تھی شب عادت شہزادہ قلعہ سے نکلا اور جب ندی کے کنارے پہنچا تو دیکھا کہ ندی جوش پر ہے۔ شہزادہ بلا پس و پیش گھوڑے کو ندی کی زبردست موجوں میں ڈال کر پار اتر گیا۔ شاہی جاسوس نے یہ خبر بادشاہ سے عرض کی۔ بادشاہ نے فوراً ایک پل تعمیر کرنے کا حکم دیدیا

خود طلب امر یہ ہے کہ موسیٰ ندی جو آج بھی موجود ہے اور آج کے زمانہ میں جبکہ چھر پور بہتی ہو دیکھنے والے اس بات کا اندازہ کرسکتے ہیں کہ کوئی شخص گھوڑے پر سوار ہوکر اس کو پار بھی کرسکتا ہے یا نہیں؟ پانی کی قوت کے سامنے گھوڑا تو کیا ہاتھی بھی چکنا چور کر لیے جاتے ہیں دوسری بات جو بہت ہی مضحکہ خیز ہے وہ یہ کہ جب سلطان محمد قلی قطب شاہ جب تخت سلطنت پر بیٹھا اسکی عمر ۱۵ سال کی تھی اور پل کی تعمیر کا واقعہ اسکے باپ ابراہیم قلی قطب شاہ کے عہد کا ہے۔ اس پل کی تعمیر دو سال میں ہوئی ہے۔ ابتدائی کام ابراہیم قلی قطب شاہ کے عہد میں شروع ہوا۔ اس طرح دو سال کی تعمیر محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں ہوئی جسکی تکمیل کی تاریخ صراط المستقیم ۹۹۰ھ ہے، باپ کی زندگی میں جب

پل کی تعمیر شروع ہوئی اسکی عمر (۱۴) سال سے زیادہ نہ تھی کیا کوئی ذی عقل اس بات کو تسلیم کرے گا کہ (۱۴) سال کی عمر میں عشق و محبت اور ارتکاب معصیت میں مبتلا ہوا جاسکتا ہے پل کی تعمیر کا سبب صرف یہ تھا کہ ابراہیم قلی قطب شاہ کے زمانہ میں گولکنڈہ جنوبی ہند میں ہیرے جواہرات کی بہت بڑی تجارتی منڈی تھی اور ہر قسم کی تجارت ترقی پر تھی۔ وہ راستے جو عموماً گولکنڈہ کی طرف آتے تھے موجودہ بستیاں علی آباد اور لال دروازہ کے قریب سے گزرتے تھے خصوصاً سیکا کول اور راجمندری کے راستے ان ہی مقامات سے ہو کر گزرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت شاہ چراغ علیہ الرحمہ نے وارد دکن ہونے کے بعد اسی دوراہے کو اپنا مقام قرار دیا تھا۔ سوداگروں کو شہر گولکنڈہ پہنچنے کے لئے موسیٰ ندی کو پار کرنا لازمی تھا بغیر ندی پار کئے کوئی اور راستہ نہ تھا جو قلعہ کو پہنچتا ہو۔ دوسرے موسم برسات میں سوداگروں کو ندی کا زور گھٹنے تک کنارے پر پڑاؤ ڈالنا پڑتا اور ہفتوں پانی کم نہ ہوتا اس دشواری کے پیش نظر پل کی تعمیر از بس ضروری تھی۔ اس قسم کے غلط واقعات اس قدر زبان زد عوام ہیں کہ لوگ حقیقت کو تسلیم کرنے میں تکلف کرتے ہیں

قطب شاہی بادشاہوں کے تعلق سے محض لاعلمی یا دانستہ طریقہ پر عیش پرست اور رند مشرب بتلایا جاتا ہے اور حقائق شاہد ہیں کہ وہ علم دوست، عابد اور زاہد تھے۔ جن میں محمد قطب شاہ پنجم بانی مکہ مسجد تو درجہ علم میں مقام اجتہاد پر فائز تھے جن کی ساری عمر عبادتوں میں گزری۔ نماز پنجگانہ کے ساتھ نماز تہجد بھی ادا ہوتی تھی، اس بادشاہ کی عمر صرف ۴۵ سال تھی جب اس دار فانی سے وہ گزر گئے اور ابوالحسن قطب شاہ الموسوم "تاناشاہ" کے متعلق خود گلزار آصفیہ کا بیان قابل سند ہے۔ اگر یہ عیش پرست معصیت کے خوگر اور عشق باز ہوتے تو سرزمین دکن پر جگہ جگہ عالیشان مسجدوں کے تاج محل اور مینا روں کی عمارتیں نظر آتیں۔ قطب شاہی گنبدوں میں قرآنی آیتوں اور اسمائے ائمہ معصومین کی بجائے گل و بلبل زیب تعویذ ہوتے۔ شاہ جہاں بادشاہ اور ارجمند بانو بیگم ایک دوسرے کی وصیت کے مطابق تاج محل میں مدفون ہیں۔ برخلاف اس کے بانی حیدرآباد محمد قلی قطب شاہ اپنے بنائے ہوئے مقبرہ میں تنہا آسودۂ خاک ہیں۔

اقوال جناب امیرؑ کیلنڈر کی شکل میں

ممتاز ایرانی تاجر آقای حسین ضابط کی ایک نئی پیشکش

باب علم علی ابن ابیطالبؑ کے بعض اقوال تحفہ کی شکل اور کیلنڈر کی صورت میں آقای حسین ضابط نے مدینہ ہوٹل کی جانب سے شائع کیا ہے جس پر مدینہ ہوٹل کی ہی تصویر ہے۔ آقای حسین ضابط کی شخصیت اب کسی تعارف کی محتاج نہیں رہی ہے۔ آقای موصوف ایسی تحریکات میں بہ شوق دل کھول کر حصہ لیتے ہیں چنانچہ قبل ازیں حضرت علیؑ کے اقوال کو Saying of Ali کے نام سے انگریزی میں اور حضرت علیؑ کے اقوال، فارسی میں چارٹ کی شکل میں طبع کروا کے ہزار ہا چارٹ مفت تقسیم کئے ہیں جو قریب قریب تمام مومنین کے گھروں اور کتب خانوں میں موجود ہیں۔ یہ کیلنڈر آقای حسین ضابط کے اہتمام سے مدینہ ہوٹل کی طرف سے ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر تقسیم ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ آقای موصوف کی کوششوں کو کامیاب کرے اور اسکا اجر عطا فرمائے حقیقت میں باب علم کے اقوال دینی و دنیوی فلاح و بہبودی کا موجب ہیں انکی نشر و اشاعت کرنا بہت بڑا دینی کام ہے اور اسی میں مدینہ ہوٹل کی ترقی کا راز مضمر ہے۔



کہ گورنر پنجاب نے تمام زبانوں کے لئے دیوناگری رسم الخط اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے
تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری
اس مشورہ پر اگر خدانخواستہ عمل کر لیا گیا تو ان تمام زبانوں کا لٹریچر جو دیوناگری رسم الخط میں نہیں ہے اسکو دیوناگری میں منتقل کرنے تک قیامت آ جائے گی۔

کہ وزیر اغذیہ مسٹر پاٹل نے فرمایا کہ "اجناس کی سرکاری تجارت کی اسکیم پر فی الحال عمل کرنے کی ضرورت نہیں"
حقیقتاً ابھی جلدی ہے، ابھی اجناس کو اور گراں اور گراں ہونے دیجئے۔

کہ حسین ساگر میں خودکشی کرنے والی لڑکی کو دواخانہ سے خارج کیا گیا
لیکن وہ تو دنیا سے خارج ہونا چاہتی تھی

کہ پہاڑی قبائل کے ایک وفد نے مرکزی وزیر داخلہ سے ملاقات کر کے متحدہ پہاڑی ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا
چند دنوں بعد خبر آئیگی کہ ریاستی قائدین نے دریائی ریاست کا مطالبہ پیش کر دیا

کہ آیوڈین پینے والا نوجوان دواخانہ سے فرار ہو گیا
لیکن بھاگ جائے گا کہاں ؂
بر زمین کہ رسیدیم آسمان پیدا است

کہ استانیوں کو چھیڑنے پر ایک شخص گرفتار کر لیا گیا
اس سے بہتر ہوتا ہے کہ جناب فرہاد کا عشق ترقی پر ہے اب وہ طالبات سے گزر کر استانیوں کو چھیڑ رہے ہیں

کہ ایک پوسٹ کارڈ پورے ایک سال بیس دن کی مدت میں کانپور سے لکھنؤ پہنچا۔
ہم سمجھتے ہیں کہ یہ پوسٹ کارڈ ڈسپیچ پر بہتر ہے پیپر جس میں ڈالنے کی بجائے اگر کچھوے کے پاؤں سے باندھ دیا جاتا تو اس سے کم مدت میں مرسل الیہ کو پہنچ جاتا

کہ پیناڈو اکو کی ٹولی کا ایک رکن پولیس سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا
لیکن یہ ڈاکو بھی عجیب ہوتے ہیں کہ راون کی طرح جب ایک مرتا ہے تو سینکڑوں نئے پیدا ہو جاتے ہیں

کہ ایک ڈرامہ اسٹیج کئے جانے والا ہے جسکا نام ہے "بربریت کی گود میں پاکیزہ موتی"
ہماری رائے میں اس ڈرامہ کے بعد ایک اور ڈرامہ کیا جانا چاہئے جسکا نام ہو "صدف کی آغوش میں پاکیزہ ہیرا"

کہ اکالی ستیہ گرہوں کو منتشر کرنے کے لئے پولیس نے پارلیمنٹ ہاؤس کے قریب اشک آور گیس چھوڑی تھی جو لوک سبھا کی عمارت میں داخل ہو گئی
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے بیبی
یار کا پاؤں زلفِ دراز میں الجھ جاتا ہے

قطعہ

رنگِ گل ہا بہ گلستاں دیدم ‖ بادِ صبحے بہ خیاباں دیدم
گفت آوازِ دف و چنگ بہ مئے ‖ عیش و عشرت بہ بہاراں دیدم


NEW
GRAND HOTEL
PHONE NO. 4575
ماناکہ حیدرآباد میں سینکڑوں ہوٹلیں ہیں مگر
نیو گرانڈ ہوٹل اینڈ پراویژن اسٹورس


PHONE NO. 2377
EMBASSY CAFE
ایمباسی
اگر آپ نے ایمباسی کیفے کے کری پفس نہیں کھائے ہیں تو گویا آپ نے کری پفس
Polsons
Lactodan

REGD. H.507.

SHIRAZ URDU WEEKLY.

مطبوعہ نامی پریس، نظام شاہی روڈ

علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا | وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
ملا کر آپ کو عثمان یہی کہتا ہے ہر اسے | نبی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو سمجھا

شیراز

سید صمصام شیرازی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر — مقام اشاعت بر چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (دکن) انڈیا

جلد ۱۵

روز جمعہ

۲۳ دسمبر ۱۹۶۰ء

۲

۴

رجب المرجب ۱۳۸۰ھ

شمارہ (۸)

قطعہ

عجیب دبدبہ دیکھو تو ذوالفقار میں تھا | عجیب حسن بھی یہ کلک زرنگار میں تھا
یہ کہتی جاتی ہے عظمت بھی آج دنیا سے | عدد بھی ایک کا موجود صد ہزار میں تھا

غزل

(مطلع) عجب مستی ہے دیکھو آج پھیلی جامِ صہبا کی | ملی بیمار کو امداد بھی دستِ مسیحا کی
یہ کہتا جاتا ہے فرقان کہ وہ قرآنِ ناطق ہیں | علیؑ کے دل میں ہے عظمت نمایاں آج طٰہٰ کی
خدا لیجائے ہم کو بھی کسی دن یہ نجف دیکھو | کوئی حد آج باقی ہے نہ دیکھو اس تمنا کی
نہ تھا کوئی بجز انکے جو کرتا کام یہ دیکھو | علیؑ کی ذات سے پیدا ہے عظمت یدِ بیضا کی
ثنا بھی مدح بھی کرتی ہے جو دن رات ہر ساعت | ذرا دیکھو کہ یہ توریت بھی لو آج موسیٰؑ کی
صلیبِ پاک کہتا ہے ہر اک پیرو مسیحا کا | عجب یہ نام لیوا بن گئی ہے آج عیسیٰؑ کی
یہ کہتا جاتا ہے دینِ مبیں آواز سے سن لو | ہمیشہ سے یہ عظمت ساری دنیا میں ہے نقطی کی

(مقطع) ہوئی ہے یہ حقیقت منکشف ہر ایک پر عثماں

مصرعۂ طرح "خدا کے فضل سے ہے ہر فضیلت میرے مولاؑ کی"

مرقومہ ۲۲ دسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از زندری یا منی)

[illegible]

میرا حالیہ تجربہ ذاتی یا مشاہدہ عینی

فرمایا دُنیا کا مقولہ کہ دُعا یا مستحقین کو امداد ردِّ بلا کا سبب ہوتا ہے۔ مگر میرا تجربہ بتاتا ہے کہ دراصل اِس کا کچھ اثر قضا و قدر کے اٹل احکامات پر نہیں پڑتا جو کہ وقوع میں آکر رہتے ہیں۔ چاہے اچھے نتائج کے ہوں یا مُضر نتائج کے اس سے یہاں بحث نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جو نومولود معصوم (یعنے میرا دوسرا نواسہ بطنی مشہدی بیگم جس کا نام فیروز علیؑ خان تھا) وجود میں آیا تھا تو اِس سلسلہ میں انیس الغربا عبادت خانہ کے یتیم، بیسیر لڑکوں کو مستقل جو اِمداد چیارٹی ٹرسٹ اور پرائیویٹ اسٹیٹ نظام سے دی تھی (شائع شدہ در شیرازہ نظام گزٹ گذشتہ ماہ نومبر ۱۹۶۰ء) تو یہ محض بیکار گئی۔ کہ ذرا سے دُودھ کی خرابی کی وجہ سے یا کماحقہٗ عدمِ نگرانی سے معصوم کی قیمتی جان ضائع گئی۔ اور جن لڑکوں کو فیض پہنچا تھا اُن کی دُعا معصوم کے کام نہ آئی۔ پس اِس کا لازمی یہ نتیجہ نکلا کہ آئندہ سے اِس قسم کی امداد دینے کا راستہ مسدود ہو چکا۔ اور انشاء اللہ آئندہ پھر ایسی غلطی نہ ہوگی۔ یہ سمجھ کر کہ قدیم زمانہ کے خیالات محض بیکار اور فرسودہ ہیں بلکہ جو کچھ ہوتا ہے وہ انسان کے مقدرات کا نتیجہ ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ بہرحال عقلاء صرف ایک ٹھوکر کے بعد ہمیشہ کیلئے بیدار ہو جاتے ہیں نہ کہ حمقا یا ابلہان کہ ٹھوکر پر ٹھوکر کھانے کے بعد بھی بیدار نہیں ہوتے۔ بلکہ خوابِ غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔

الحاصل عدن باغ میں میرے بڑے نواسہ (بطنی مشہدی بیگم) جس کا نام ممتاز علیؑ خان ہے اِس کی دیکھ رکھ اور پرورش کے لئے بیداری کے ساتھ جو انتظام ہوا ہے وہ لائق دید ہے۔ اور اِس کام کے لئے میری نقد عمر کو وقف کر دیا ہے تاکہ یہ معصوم پروان چڑھکر یہ سمجھے کہ اوس کے نانا نے کس طرح سے اِس کی دیکھ رکھ یا پرورش کی تھی جس کا نشو و نما اوس کے نانا کا رہینِ منت ہے۔ آیندہ غیب کے اُمور کا حال بجز خدا کسی اور کو نہیں ہوسکتا۔

زیادہ السعی منی والاتمام من اللہ

مرقوم ۲۰ر دسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از ندری بلغ)

یہ مثل صداقت پر مبنی ہے

فرمایا مستورات کا مقولہ جو معنٰی او مفہوم کے لحاظ سے ہر طرح درست ہے۔ یعنی عورتوں کیلئے جتنا آسان ہے کہ دردِ زہ کی مصیبت کو صرف ایک ہی دفعہ اون کو برداشت کرنا ہے۔ مگر نومولود معصوموں کی پرورش یا دکھ درد کا مداوا آسان نہیں تاکہ کارِ بے دارد ہے کہ یہ پروان چڑھنے تک معلوم نہیں کن کن دشوار گذار یا سخت منازل کو طے کرنا ہے قبل اس کے کہ وہ سن رشد کو پہنچکر گھرداری سے لگ جائیں۔

فرمایا مثلاً بیلے بیگم کے سب بچے (بشمول اناث و ذکور) مع بچہ جانی بیگم مرحومہ کی پرورش یا دکھ درد کی الٹ پلٹ زمانہ گذشتہ میں جو کچھ نذری باغ میں ہوئی تھی وہ سب واقف کار احباب سے پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ کام کرنے والوں کے دلوں سے پوچھا جائے کہ کس قدر محنت۔ یا جانفشانی سے یہ کام ہوا تھا جبکہ فضل خدا شامل ہوکر ہماری محنت کو بیکار نہیں بلکہ باکار بنایا۔ اور آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھکر مسرت کے مارے جامہ سے باہر ہیں کہ ایک زمانہ میں جو یہ بچے مثل پودوں کے تھے آج وہی الحمد للہ درخت بنکر ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ جس سے بڑھکر ہماری محنت یا دردسری کا معاوضہ نہیں مل سکتا۔ جو دستِ غیب سے ہم کو عطا ہوا۔

۳۔ آخر میں ایک فقرہ اور کہکر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایسے اہم مواقع پر (جس کا ذکر اوپر آیا ہے) کام کرنے والوں کو بھی دلچسپی اور ہمدردی کرنا (صدق دل سے) ضروری ہے۔ نہ کہ محض معاوضہ خدمت حاصل کرنے کے خیال سے کام کرتے چلے جانا جبکہ ان دو حالت میں بڑا فرق ہے۔ اس کے علاوہ جن جانوں کی بھلائی کے لئے کام ہوتا ہے ونکی کیا قدر و قیمت ہے اس کا بھی ان کو احساس رکھنا ضروری ہے تاکہ سب متفرق اجزاء ایک جگہ مل کر خوشآیند نتیجہ پیدا کریں۔ ورنہ وہ گھر کونسا ہے جہاں معصوموں کی پرورش یا دکھ درد نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ ہر گھر میں ایسا ہوتا ہے۔ البتہ فرق ہے تو صرف اسی قدر کہ ایسے کام انجام دینے کے لئے وسائل یا ذرائع کا مہیا رہنا ضروری ہے ورنہ کام میں رکاوٹ پیدا ہو جانے گی۔ یا عدم استطاعت کی وجہ سے دل کی تمنا دل ہی میں رہجانے گی جو بروقت عملی جامہ نہیں پہن سکے گی۔ جس کی وجہ سے ممکن ہے کہ کامیابی کی صورت نظر نہ آئے۔ یا کسی حادثہ کی وجہ سے ملال یا تاسف پیدا ہو جائے۔

خلاصہ یہ کہ یہ سب امور کسی قدر نازک ہیں۔ لہذا ان کو کماحقہ سمجھنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔ اِلّا ماشاءَ اللہ۔ بشرطیکہ یہ گھرانے ذی حیثیت یا ذی وجاہت کے ہوں نہ کہ غریب و غربا جو کسی حالت میں گنتی و شمار میں نہیں آسکتے۔

بقول۔ خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

مرقوم ۲۰ر دسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

اعلان جاری کردہ از نذری باغ

فرمایا آجکل روزانہ درخواستیں نذری باغ میں پیش ہو رہی ہیں کہ ان کی اولاد کو چاہے اناث ہو یا ذکور نذری باغ کی سرپرستی میں لینے سے متعلق : یا کاظم جاہ مرحوم کی صاحبزادیوں کی نسبتوں سے متعلق (لڑکوں کے نام لکھکر) تو اس کا جواب یہہ ہے کہ آیندہ شق اول کا راستہ مسدود ہو چکا ہے کہ موجودہ نمبر مقیم نذری باغ بہت زیادہ ہے۔ لہذا اس کے ہوتے ہوئے اس میں مزید زیادتی نہیں ہو سکتی۔

اب رہا شق دوم کا جواب یہہ ہے کہ ان لڑکیوں کی نسبتیں قریب قرار پا چکی ہیں جس کا اعلان سر دست قبل از وقت سمجھا جائے گا۔ لہذا جو کچھ ہونا ہے وہ بر وقت ہو جائے گا۔ ایسی حالت میں جبکہ ہر دو مسئلہ کو صاف کر دیا گیا ہے تو اس کے بعد بھی اگر درخواستیں نذری باغ میں وصول ہوں گی تو بمن متعینہ دیوڑہی کو حکم دیدیا گیا ہے کہ داخل نہ ہوں۔ بلکہ باہر ہی کا باہر واپس کر دی جائیں۔ یہہ کہکر کہ داخل نہیں ہو سکتیں۔ نظر بر آن آنیوالوں کو چاہیئے کہ ان امور پر نظر رکھکر کام کریں۔ ورنہ آئندہ بادہند کام کر کے اپنے ہاتھوں اپنی تذلیل نہ کریں وبس۔

مرقوم ۲۰ر دسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

بہار گل میں بھی بھر بھر کے جام لیتے تھے ۔۔۔ کہ اس کے بعد بھی دیکھو تو دام لیتے تھے
[illegible] مام ہمارے نہ کوئی تھا دیگر ۔۔۔ کہ گرتے وقت بھی (رحمت) ہاتھوں کو تھام لیتے تھے

(آمدہ از نذری باغ)

دو موزون ازدواجی جوڑے

فرمایا افضل بیگم منسوب ہوئی ہے عباس علیؑ سے (یعنی برادر خورد زمرد بیگم) اور فاطمہ بیگم (دختر علی حسین مرحوم) شریف الحسن سے۔ اول الذکر پہلے منسوب تھی علی حسین سے (یعنی نواسہ جعفر مشہدی متوفی) اور مؤخر الذکر لڑکی منسوب ہونے والی تھی محمد علیؑ سے (یعنی پسر ذکی خوشنویس) اور یہ سابقہ تجاویز کیا تھے ان کا ذکر نظام گزٹ اور شیراز میں آچکا ہے۔ جس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔

بہرحال حالیہ نسبتیں سابقہ تجاویز سے بہتر ہیں۔ بایں وجہ کہ یہ دو جدید لڑکوں کے بزرگ میرے گھر سے وابستہ تھے۔ اور امید ہے کہ نتیجہ زمانہ آئندہ میں بہتر برآمد ہوگا۔ کیونکہ ان ہر دو لڑکیوں کا عقد زمانہ قریب میں ہونے والا ہے۔

زیادہ مبارک باشد

مرقوم: ۲ر دسمبر سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

سالگرہ ہمایونی

حیدرآباد: ۲۰ر دسمبر سالہائے ماسبق کی طرح اس سال بھی نواب میر طاہر علی خاں صاحب (علی برادرس آکشنرز) صدر انڈو عرب سوسائٹی و نائب صدر آل انڈیا شیعہ کانفرنس نے اعلیٰ حضرت بندگانِ عالی کی پرمسرت سالگرہ کے موقع پر دار الیتامیٰ بازار نور الامرا اور یتیم خانہ انیس الغربا نام پلی اور دوسرے یتیم خانوں اور یتیموں میں پانچسو روپیہ تقسیم کئے ہیں تاکہ آج جو اعلیٰحضرت حضور نظام کی سالگرہ کا مبارک دن ہے یتیم بچوں میں شیرینی تقسیم کیجائے اور یتیم بچے حضور نظام کی درازی عمر و اقبال کی دعا کریں۔



یوم عید برائے مالخیتن پرائیویٹ اسٹیٹ نظام

فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ جسدن سے جناب تراب علی صاحب دام لطفہ از خدمت دالس پرزیڈنٹ کمیٹی مذکورہ سبکدوش ہوئے (بطور خود اپنی خواہش سے نہ کہ انکو ہٹایا گیا) سب اشخاص مذکورنے دوگانہ شکریہ کا ادا کیا کہ ایک مصیبت سے انکو نجات ملی جبکہ جناب کے برتاؤ غیر مہذبانہ سے اون کا ناک میں دم تھا اور اب اطمینان کی سانس لیتے ہوئے اپنے آقا اور مالک کے حق میں دست بدعا ہیں کہ ان مصائب سے ان کو نجات بخشی۔

الحاصل مناسب سمجھا کہ گو یہ معاملہ تصفیہ پاکر کچھ عرصہ گذرا ہے تاہم اس سلسلہ میں چند سطور لکھکر شیراز میں ریکارڈ کرادوں تاکہ یہ واقعہ بھی زمانہ آیندہ میں یادگار رہے۔

"خانہ بدوشی جناب والا کی"

فرمایا یہہ سنکر مجھے تعجب ہوا کہ زمانہ گذشتہ سے تا این وقت آپکی خدمت کرنے ایک دو ملازم بھی نہیں تھے بلکہ خود اپنا کام آپ کر لیتے تھے۔ حالانکہ جہاں کہیں آپ برسر خدمت تھے تو آپ کا معقول مشاہرہ تھا۔ باوجود اس کے آپ کی بہ کسر نفسی ضرور قابل داد ہے۔ غالباً اون اشخاص کے ہاں جو ان نکات کو سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتے ہیں۔

دوم یہہ بھی معلوم ہوا کہ آپ جبکہ وطن میں ان چیزوں کے عادی نہیں تھے یعنے راحت و آرام کے تو پھر یہ کیسا ممکن تھا جبکہ غیر ممالک میں آپنے سیر و سیاحت فرمائی تھی (غالباً اپنے معلومات دنیا کو وسیع کرنے کی غرض سے) مگر اس کے ساتھ ہی بے ادبی معاف کر ان چیزوں سے آپ سراسر ناواقف تھے کہ انقلاب کیوجہ سے دنیا کے کیا دگرگون حالات تھے۔ با حزم احتیاط اسکو کہتے ہیں اور اس کی روشنی میں انسان کو کسطرح کام کرنا چاہیئے یا اپنے طرز روش میں اصلاح فرماتے مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ آپ اپنے قدیم عادات و خصائل کے پابند رہے جس کی وجہ سے جو طرف خصوص اون اصحاب کو جو کہ آپ سے واقف تھے یہہ نظر آیا کہ آپ کا وطیرۂ زندگی اس مقولہ کے مطابق رہا کہ ہمان آش در کاسہ۔

خیر یہ بھی جو بیان ہوا ہے تو حالیہ واقعہ کے سلسلہ میں۔ ورنہ اسکی بھی ضرورت نہ تھی۔

بقول حال ماضی توجہ پرسی از من
آنکہ رفتہ بہ سر دوش ہوا

۲۰ر دسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذر ھاباغ)

بی بیگم زوجۂ محمود علیؒ پسر آغا ناصر یار جنگ مرحوم

ہمشیرۂ خورد غلام عسکریؒ غلام علیؒ پوتے صارم جنگ مرحوم بخشی

(مقیم محلہ پرنڈر گھاسٹ)

فرمایا اس چھوکری کا دماغ چلا ہوا ہے۔ اور روزمرہ کے کاموں کے سلسلہ میں یہ دیوانی اپنے سے باہر ہوکر زنانہ ملازمین کے ساتھ مارپیٹ کرتی ہے۔ چنانچہ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ ایک ملازمہ کو یہ مجنونہ چینی کی رکابی پھینک کر ماری تھی جس کی وجہ سے اس کی پیشانی پر زخم آکر دواخانہ میں ٹانکے دیئے گئے تھے اور ضرر شدید کے سلسلہ میں اس پر مقدمہ چلایا جاسکتا تھا تاکہ اس کا دماغ درست ہوتا۔ مجھے افسوس ہے کہ کیوں اس بدمزاج چھوکری کو محمود علیؒ غریب مزاج اور پاگل چھوکرے کے ساتھ اس کا عقد کرایا تھا جو کہ اس کے قابل نہیں تھی۔ اور یہ سارا قصور والدین اپنی اولاد کو درست تعلیم و تربیت نہ دلانے کا ہے جو اس رنگ میں ظاہر ہوا ہے۔ الحاصل اسی وجہ سے کوئی ملازمہ اس کے گھر میں نوکری کرنے پر تیار نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ چند سطور اس وجہ سے لکھکر شتہراً ہیں طبع کرایا ہے تاکہ اس کا باپ سید علیؒ جو کہ بے چارہ اکثر دمہ سے علیل رہتا ہے واقف ہوجائے۔ البتہ اس کے دو بیٹے غلام عسکری و غلام علیؒ (مقیم محلہ مدرسۂ عالیہ) جو اپنے کردار کے لحاظ سے اچھے ہیں اون کو اپنی بہن کے معاملہ سے تعلق نہیں ہے۔ مگر آخر میں اتنا اور کہوں گا کہ ان دونوں کی ماں کا دماغ بھی اطمینان بخش حالت میں نہیں ہے اور وہ عمر رسیدہ عورت اپنی حالت میں پڑی ہوئی ہے۔ زیادہ کردنی خویش آمدنی پیش پر نظر رہے کہ حالات دنیا دگرگوں ہیں۔

مرقوم ۲۰ ر دسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

میری حالیہ سالگرہ کے موقع پر چند افراد از طبقہ جاگیرداروں نے تہنیت کے سلسلہ میں اپنی زبون حالت کا ذکر کیا تھا معروضہ ہیں

فرمایا اِس میں اُنہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ ضرور ایک حد تک صحیح ہے کہ جاگیرات کا معاوضہ مسدود ہوچکا ہے اور یہ بے سہارا رہ گئے ہیں۔ مگر دوسرے طرف اِنکو اس کا بھی خیال رہنا چاہیئے کہ قبل پولیس ایکشن جو عرفی ان کی مالی حالت تھی وہ انقلاب زمانہ کے لحاظ سے باقی نہیں رہی۔ اور امداد پانے والوں کی تعداد محدود نہیں ہے بلکہ غالباً بہت زائد ہے۔ ایسی حالت میں مشکل یہ ہے کہ کما حقہ اسطرف میرا متوجہ ہونا آسان نہیں بلکہ کار دارد ہے تاہم یہ اولادیں اُون ذی وجاہت گھرانوں کے جنکے بزرگ میرے خاندان کی وفاداری میں بے داغ تھے ایسی حالت میں اِنکی اولاد کی زبون حالت کو بھی میں دیکھ نہیں سکتا۔ تاہم جو کچھ ماہانہ امداد چیارٹی ٹرسٹ سے ممکن ہوگی اِن کو یکم جنوری سال نو عیسوی ۱۹۶۱ء سے دیجائیگی۔ لہذا یہ اصحاب مطمئن رہیں کہ نظام کے خاندان کا ایک رکن جو اِسوقت نذری باغ میں موجود ہے اُونکو بے سہارا نہیں چھوڑے گا۔ اور جو کچھ ممکن ہوگا وہ کرنے سے پہلو تہی نہیں کرے گا۔

آخر میں یہہ دیکھ کر مجھے مسرت ہے کہ ان کے بزرگوں کی خیرسگالی جو میرے بزرگوں کے ساتھ تھی زمانہ گذشتہ میں۔ وہ اب تک اِن کی اولاد کے قلوب میں جاگزیں ہے (باوجود انقلاب) یعنی فراموش نہیں ہوئی جس کا صلہ مجھے دینا ضروری ہے وبس۔

زیادہ عمرت دراز باد کہ این ہم غنیمت است

مرقوم ۲۱ر دسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

نھیں ہوس ہے ہمیں عمر بھر جوانی کی | برائے گوش نہ حاجت ہے قصہ خوانی کی
ہو شوق دل میں جو بہر سماعت نکتہ | کہ شرح خوب ہے یہہ خوبیٔ معانی کی

(آمدہ از نذری باغ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۷۸۶

بشرف ملاحظہ سرکار فیض آثار شیدائی ہشت و چہار بادہ کش خم غدیر فدائے جناب امیر سلطان القلوب خلد اللہ ملکہ

بعد از آستاں بوسی ———— مودبانہ عرض ہے کہ

مربی و محسن اعلیٰ سرکار والا۔ اخبار نظام گزٹ مورخہ ۱۷ شوال المکرم ۱۳۷۹ھ میں بعنوان "ناقابل برداشت منظر" جو منظر شہود پر جلوہ گر ہوا اس کا ہر لفظ ہر نکتہ جاگیرداروں کے قلب پر کندہ ہو گیا ہے

سلطان القلوب نے جو فرمایا ہے "کاسہ گدائی کا نقشہ انکی آنکھوں میں (یعنی جاگیردار) پھر رہا ہے" یہ حقیقت پر مبنی ہے۔ بقول انیس مرحوم سہ طلب سے عار ہے اللہ کے فقیروں کو۔ کبھی جو ہو گیا پھیرا صدا سنا کے چلے۔
اس کے بعد عین اللہ کے پیرو آقا نے ہمارے اسلاف کی وفاداریوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ یہ وہ طمانیت بھرا جملہ ہے جو ہمارے ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا ہے۔ باب نجف اشرف پر اپنی پیشانی مبارک رکھنے والے بارگاہ حسینی میں سجدہ تعظیمی فرمانے والے آقا کے لئے ہم دعا کرتے ہیں کہ ہمارے سرپرست اعلیٰ کو بحق علی اعلیٰ خداوند تعالیٰ صدوسی سلامت باکرامت رکھے آج (۷۷) ویں سالگرہ مبارک کی مسرت میں ہم یہ دعا نامہ پیش کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں

تاریخ یکم رجب المرجب ۱۳۸۰ھ — معروضہ گذاران دعاگویاں

(دستخط) سید نادر علی خاں (دستخط) سید عباس علی خاں — (دستخط) میر احمد علی خاں

نبیرگان کیار جنگ منصور الدولہ — نبیرۂ رفعت الملک

(دستخط) محمد ممتاز الدین خاں — (دستخط) مرزا دلدار علی خاں

نبیرۂ شہامت جنگ امیر الدولہ — نبیرۂ مستقیم الدولہ

(نقل آمدہ از زندگی باغ)

رباعی

در حب علی می شود ایمان حاصل ⁂ از بغض کشش روئے شود نا کامل

در انفس و آفاق عیان است علی ⁂ حقا کہ علی حق است و غیرش باطل

پیش کردہ و گفتۂ نذیر احمد ہاشمی والاقدری نائب دین یار زر روضۂ مقدسہ

(آمدہ از زندگی باغ)

بتقریب سالگرہ ہفتاد و ہفتم اعلیٰحضرت قدر قدرت بندگان عالی متعالی ادام اللہ عمرہٗ و اجلالہٗ

قطعۂ تہنیت

موسم نوروز و فصل گلفشاں آوردہ ای ٭ شادمانی دل و آرام جان آوردہ ای
اے نوید سال نو صد حبذا صد مرحبا ٭ تو بہ نذری باغ گلہائے جناں آوردہ ای

"شیر یزداں بھی"

(مطلع) مبارک سال نو شاہا تجھے عشرت کے ساماں بھی ۔ مراد دل بھی حاصل عافیت بھی قلب شاداں بھی
تبسم پاش ہیں کلیاں چمن بھی مسکراتا ہے ۔ سمن بھی موتیا بھی لالہ گلگوں بھی ریحاں بھی
یہ فرط شادمانی آج سب جامہ سے باہر ہیں ۔ عنادل بھی صبا بھی زنان گلشن بھی بہاراں بھی
یہ لائے سال نو بیتاب تھے اے ظل سبحانی ۔ تمنا بھی دعا بھی آرزو بھی دل کے ارماں بھی
حسینی بادشہ ہے کیوں نہوں سایہ فگن چاروں ۔ حسن بھی فاطمہ بھی مصطفےٰ بھی شیر یزداں بھی
صدقے شاہ عثماں کیلئے ہم لے کے بیٹھے ہیں ۔ سناں بھی تیغ بھی تلوار بھی شمشیر براں بھی
اٹھائے ہیں دعا کو ہاتھ شہ کو عمر خضری دے ۔ فرنگی پارسی بھی اور ہندو بھی مسلماں بھی
رہیں دائم شہ عثماں کے حصہ میں بھی یہ یارب ۔ تفخر بھی علوئے مرتبت بھی حشمت و شاں بھی

(مقطع) لٹاؤں لیکے معدن سے بھی صادق شہ کے قدموں پر
زمرد بھی در شہوار بھی یاقوت و مرجاں بھی

گذرانیدہ خانہ زاد صادق علی مقیم نذری باغ (فرزند اکبر عبداللہ بالجہم علاقہ بیسرم)
یکم رجب المرجب ۱۳۸۲ھ یوم سہ شنبہ

نوٹ ۔ استاد جلیل مرحوم کے بڑے فرزند صدیق احمد صاحب نے کہیں کہیں خفیف سی اصلاح دی ہے اور ان کا کہنا ہے کہ یہ کمسن لڑکے نے جو نظم تہنیت لکھ کر پیش کی ہے وہ ضرور قابل تحسین و آفرین ہے اور رنگ کلام بتاتا ہے کہ مذاق سخن ثقہ رکھتا ہے انکی رائے سے مجھے اتفاق ہے بطور صلہ اسکو دستی گھڑی دینے والا ہوں کہ یہ پڑھا لکھا ہے اور ذکی کردار ہے
(آمدہ از نذری باغ)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

ترجمان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے ★ خیر خواہ شاہ و حق آگاہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

خطیب منبر سلونیؑ

کا ارشاد مبارک ہے کہ تعلم کی مدار سمجھ پر ہے اور سمجھ کی مدار ذہن کی تیزی پر ہے۔

ملازمین کیلئے تلنگی دانی کا لزوم

ایک مقامی خبر رساں ادارہ کی اطلاع کے بموجب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے ایک گشتی جاری ہوئی ہے جسکی رو سے تمام ملازمین کے لئے تین سال کی مدت میں اس قدر تلنگی سیکھنا لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ تلنگی میں دفتری کاروبار چلا سکیں۔ اس حکم سے صرف ملازمین درجہ چہارم اور ایسے ملازمین کو مستثنے کیا گیا ہے جن کی عمر (۴۵) سال سے متجاوز ہو چکی ہو یا جن کی مادری زبان تلنگو ہو۔ بیان کیا گیا ہے کہ ملازمین کی تلنگی دانی کا امتحان ... پبلک سروس کمیشن کی جانب سے لیا جائے گا۔ اگر تین سال کی مدت میں کوئی ملازم یہ امتحان کامیاب نہ کرسکے تو پہلے اس کا اضافہ تدریجی روک دیا جائے گا، ازاں بعد اسکو خدمت سے بھی علحدہ کیا جا سکے گا

جہاں تلنگی سیکھنے کا تعلق ہے حکومت مقتدر ہے کہ وہ اپنے ملازمین کو زیادہ سے زیادہ کارکرد اور مفید بنانے کے لئے نہ صرف تلگو بلکہ متعدد زبانیں سکھا سکتی ہے لیکن کوئی زبان زبردستی مسلط کرنے کی بجائے ترغیبی پیرایہ زیادہ مناسب ہے۔ ہمارے ہر دلعزیز وزیر اعظم پنڈت نہرو اور صدر جمہوریہ نے متعدد بار اپنی تقاریر میں اس کا اظہار فرمایا ہے کہ کسی پر کوئی زبان مسلط نہ کی جائے گی۔ پنڈت نہرو اور صدر جمہوریہ کے دیے ہوئے تیقنات کی روشنی میں ہماری حکومت آندھرا پردیش کا یہ جملہ کہ "تین سال کی مہلت میں امتحان کامیاب نہ کرنے کی صورت میں اضافہ تدریجی مسدود کردیا جائے گا یا ملازمین کو ملازمت سے علحدہ کردیا جائیگا" ملازمین کو ہراساں اور خوف زدہ کرنے اور تلگو کو زبردستی مسلط کرنے کی تعریف میں آتا ہے۔ اس حکم کے مضمرات میں وہ تکلیف دہ عزائم بھی جھلکتے نظر آتے ہیں جو گزشتہ دور میں ہزاروں مدرسین کو زبان دانی کے بہانے بیروزگار اور زندہ درگور کرنے کا سبب ہوئے تھے

اس سلسلہ میں سب سے اہم اور بنیادی سوال یہ ہے کہ آخر ہماری حکومت کو تلنگی میں دفتری کاروبار چلانے کی ایسی کیا خاص جلدی ہے!؟ خصوصاً ان حقائق پر نظر کرتے ہوئے کہ آندھرا پردیش کی تشکیل کے بعد تین چار سال کے عرصہ میں جو لوگ نئے نئے سلک ملازمت میں داخل ہوئے ہیں ان میں ایک محتاط اندازے کے بموجب ۷۵ فیصد لوگ تلنگی سے واقف ہیں اور اس وقت جو نسل علاقائی زبان کے لزوم کے ساتھ تعلیم پا رہی ہے وہ تین چار سال کے بعد ہی موجودہ ملازمین سے دفتری کاروبار اپنے ہاتھوں میں لے لے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ نئی نسل ابتداء ہی سے تلنگی پڑھتی آرہی ہے۔ اس طرح زیادہ سے زیادہ چار پانچ سال بعد ہر سرکاری ملازمت میں سب کے سب تلنگی دان ملازمین خود بخود آجائیں گے۔ کہ ہماری مہربان حکومت چار پانچ سال صبر کرلے تو موجودہ ملازمین کو پریشان کرنے، ان کے اضافہ جات تدریجی روکنے یا انکو ملازمت سے ہٹانے اور اس طرح بدنامی مول لینے سے بچ جاتی

اب رہے سابق حکومت حیدرآباد کے غیر تلنگی دان ملازمین۔ ان کی تعداد ہی کتنی ہے!؟ یہ لوگ خود آنے

قطعہ

ذرا تو دیکھ لے بارش بھی جھومتی آئی ۔۔۔ ادھر شراب کی مستی بھی گھومتی آئی
وفا شعار خدائی علیؑ کے کہتے ہیں ۔۔۔ گھٹا بھی انکے قدم آج چومتی آئی

(آمدہ از ندرو باغ)

میں نمک کے برابر ہیں۔ اور ان کی حالت برگِ خزاں رسیدہ کی طرح ہے۔ ان میں کے بیشتر لوگ بیس بیس سالہ ملازمت کی تکمیل کر چکے ہیں اور ان کی عمر چالیس چالیس سال سے متجاوز ہو چکی ہے۔ آج نہیں تو چار یا پانچ سال میں تاریخ سے لوٹ کر گرنے ہی والے ہیں یعنی وظیفہ پر سبکدوش ہونے والے ہیں۔ پھر ایسے ملازمین کو تلنگی داتی کے عنوان سے ہراساں کرنے میں حکومت کو کیا کوئی فائدہ ہوسکے گا!؟

دوسرے یہ کہ ہماری حکومت فی الوقت اضلاع کی سطح پر اور وہیں دفاتر میں تلگو رائج کرنا چاہتی ہے۔ نظماء و معتمدین اور دفاتر حیدرآباد و سکندرآباد کی سطح پر ابھی تلگو رائج کرنے کا خود حکومت نے کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا ہے۔ ایسی صورت میں تمام ملازمین پر تلنگی کا لزوم عائد کرنا کہاں تک درست ہوسکتا ہے!؟ چاہیئے تو یہ تھا کہ پہلے صرف اضلاع کے دفاتر کی حد تک احکام دیئے جائیں اور مستقر حیدرآباد و سکندرآباد کے دفاتر کو اس سے فی الوقت مستثنےٰ رکھا جائے۔ جب تمام اضلاع اور وہیں دفاتر میں تلگو رائج ہو جائے تو اس کے بعد دفاتر نظماء و معتمدین کی سطح پر اور مستقر حیدرآباد و سکندرآباد کے دفاتر میں بھی تلگو رائج کی جاسکتی ہے۔ اس عرصہ میں موجودہ ملازمین خود بخود وظیفہ پر سبکدوش ہو جائیں گے اور ان کی جگہ نئے تلگو دان ملازمین حاصل کریں گے۔

لیکن مذکورہ بالا تعالیق کے باوصف ہماری حکومت سابقہ حکومت حیدرآباد کے بچے کھچے ملازمین کو اس آخری عمر میں "مسلمان" بنانا ہی چاہتی ہے تو انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ حکومت نہایت ہی فراخدلی کے ساتھ ملازمین کو تلنگی سیکھنے کی سہولتیں عطا کرے وہ اس طرح کہ ہر دفتر میں ایک تلگو کلاس قائم کی جائے اور ملازمین کو روزانہ دو گھنٹے قبل دفتر یہ خواست کرکے تلگو کی ٹریننگ کلاس میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت ہے۔ اگر اس طرح کیا گیا تو ملازمین نہایت ہی شوق اور رغبت کیا تھ تلنگی سیکھیں گے اس طرح حکومت کا منشاء باحسن الوجوہ پورا ہوگا۔

اعلیٰ تعلیم کیلئے روانگی

حیدرآباد۔ ۱۹ر ڈسمبر۔ مشہور اسپورٹس مین فٹبال اور بیڈ منٹن کے کھلاڑی مرزا حامد علی مرزا بی۔ کام اعلیٰ تعلیم کے لئے بعزم لندن، بمبئی روانہ ہوئے۔ ناسپلی اسٹیشن پر آپکو خدا حافظ کہنے کے لئے دوست احباب اور عہدہ داروں کا ایک کثیر مجمع تھا مسٹر حامد علی مرزا، مولوی محمود مرزا سابق مددگار معتمد صنعت و حرفت حکومت حیدرآباد و حال عہدہ دار حکومت مرکزی کے صاحبزادے ہیں۔ ایک اعلیٰ اسپورٹسمین ہونے کے ساتھ ساتھ تعلیمی میدان میں بھی آپ ایک ذہین ترین فرد ہیں۔ اعلیٰ ثانوی سے لے کر بی۔ کام تک آپ کا ایک شاندار تعلیمی ریکارڈ رہا ہے۔ موصوف ایک صنعتی دماغ لے کر پیدا ہوئے ہیں وہ اپنے اسی رحجان کی بناء پر اعلیٰ صنعتی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ لندن تشریف لیجا رہے ہیں۔ توقع ہے کہ موصوف اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے واپس ہونے کے بعد قوم اور وطن کے شاندار خدمات انجام دیں گے۔

تصحیح

مولوی میر صادق علی صاحب مرحوم کی تاریخ پیدائش ۲۸ر جمادی الاولیٰ ہے۔ ۲۸ر جمادی الثانی غلط اطلاع کی بناء پر تحریر ہوا ہے آپ کے پسماندگان میں آپکی رفیقہ حیات محترمہ سیدہ احمدی بیگم صاحبہ بنت مولوی میر حمید علی صاحب خواہر مولوی میر سخاوت علی صاحب مجید ہیں۔ ناظرین صحت فرمالیں

تنبیر از اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے
یہ ہر ہفتہ ۵۵،۵،۵۵ اشخاص کی نظر سے گزرتا ہے

قطعہ

عجیب کیف بھی جامِ شراب سے نکلا
بجز علیؑ کے نہ تھا کوئی جانشینِ نبیؐ
(لا شک فیہ)

عجیب رنگ بھی روئے گلاب سے نکلا
یہ رازِ خفیہ بھی شرحِ کتاب (مقدس) سے نکلا

(آمدہ از نذر کا باغ)

سوانحی خاکہ

ملکہ الزبتھ دوئم

ہرمجسٹی ملکہ الزبتھ دوئم ۲۱ اپریل ۱۹۲۶ء کو لندن میں پیدا ہوئی تھیں۔ پانچ ہفتوں کے بعد بکنگھم محل کے گرجا گھر میں بچہ کا نام الزبتھ الیگزینڈر میری رکھا گیا۔

ان کے ابتدائی سال ۱۴۵ پکیڈلی لندن (یہ مکان اُن کے والدین ڈیوک و ڈچیز آف یارک نے اُن کی پیدائش کے تھوڑے عرصہ بعد لیا تھا) و انسٹ لدج وائٹ رچمانڈ پارک اور اپنے دادا دادی شاہ جارج پنجم اور ملکہ میری کی دیہی رہائش گاہوں میں گذرے تھے۔ جب وہ چھ سال کی تھیں تو اُن کے والدین نے ونڈسر گریٹ پارک میں واقع رائل لدج کو اپنی دیہی رہائش گاہ بنا لیا تھا۔

شہزادی الزبتھ اور شہزادی مارگریٹ (جو چار سال بعد پیدا ہوئی تھیں) نے اپنی تعلیم اسکاٹ لینڈ کی رہنے والی ایک معلمہ مس میرین کرافورڈ کی نگرانی میں گھر پر حاصل کی۔ یہ معلمہ ایڈنبرا یونیورسٹی کی گریجویٹ تھیں۔ جب ڈیوک آف یارک شاہ جارج ششم کے طور پر تخت پر بیٹھے تو شہزادی الزبتھ نے آئینی تاریخ اور قانون کا مطالعہ شروع کیا۔ شہزادی بڑی سنجیدگی اور ذمہ داری کے ساتھ اپنی تعلیم سے دلچسپی لیتی تھیں۔

پبلک زندگی میں داخلہ! ۱۴ برس کی عمر میں شہزادی نے ریڈیو پر پہلی تقریر کی۔ یہ اکتوبر ۱۹۴۰ء کی بات ہے۔ اس موقع پر انہوں نے برطانیہ اور دیگر کامن ویلتھ ملکوں کے بچوں کے لئے ایک پیغام نشر کیا تھا۔ تقریر سننے کے بعد جنوبی افریقہ کی مشہور ناول نویس سارہ گرٹرڈ ملن نے اپنی ڈائری میں لکھا تھا

"تقریر نہایت عمدہ تھی۔ اور اگر دنیا میں ایک نشست اور ملاقات کا سلسلہ جاری رہا تو یہ بچی (یکہ) اچھی ملکہ بنے گی"

۱۹۴۲ء کے شروع میں شہزادی الزبتھ شاہی پیادہ فوج کی پہلی رجمنٹ "گرینیڈیر گارڈز" کی کرنل بنائی گئیں اور اپنے ۱۶ ویں جنم دن پر انہوں نے رجمنٹ کا معائنہ کیا۔ یہ اُن کی پہلی پبلک مصروفیت تھی۔ اس کے بعد اُن کی پبلک مصروفیات کا سلسلہ دراز ہوتا گیا۔ موسیقی کی وہ رسیا ہیں۔ ۱۷ سال کی عمر میں انہوں نے رائل کالج آف میوزک کی صدارت منظور کرلی تھی۔ ۱۹۴۳ء کے موسم خزاں میں وہ سرکاری حیثیت سے پہلی بار ایک کنسرٹ کے سلسلہ میں اس کالج میں گئیں اور انہوں نے انعامی میڈل عطا کئے۔ اب انہوں نے ملک کے اندر اپنے والدین کے ہمراہ دورہ پر جانا شروع کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں کئی دیگر عہدوں کی ذمہ داریاں بھی انہوں نے سنبھال لی تھیں۔ ۱۸ سال کی عمر تک پہنچنے کے بعد اُن کو شاہ جارج ششم کی غیر حاضری (جب وہ اطالوی محاذ جنگ پر گئے تھے) میں مشیر مملکت مقرر کیا گیا۔

تفریحات! شہزادی جب اپنے پبلک فرائض یا مطالعہ میں مصروف نہیں ہوتی تھیں تو وہ اپنی عمر کی لڑکیوں کی عام تفریحات سے لطف اندوز ہوتی تھیں۔ آرٹ اور موسیقی سے اُن کو گہری دلچسپی ہے۔ وہ مس میبل لینڈر سے پیانو سیکھتی رہی ہیں۔ گھر سے باہر کھلی ہوا میں کھیل کود کا اُن کو ہمیشہ شوق رہا ہے۔ وہ ایک بہت ہی اچھی گھوڑ سوار ہیں۔ اپنی بہن مارگریٹ کے ہمراہ وہ اکثر اپنے والد کے ساتھ ونڈسر گریٹ پارک میں گھوڑسواری کیا کرتی تھیں۔ تیراکی کی بھی وہ بہت شائق ہیں۔ ۱۳ سال کی عمر میں انہوں نے تیراکی کے ایک مقابلہ میں بچوں کی چیلنج شیلڈ جیتی تھی۔ شوقیہ ڈراموں میں حصہ لینا بھی ننھی شہزادی کی دلپسند تفریحات میں شامل تھا۔ ۱۱ سال کی عمر میں وہ گرل گائڈ تحریک میں شامل ہوگئی تھیں۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد شہزادی الزبتھ کا زیادہ

قطعہ

باغ کو گل کی ضرورت کیا ہے
نیز بلبل کی ضرورت کیا ہے
چشم مخمور کے ہوتے موجود
خم کو بھی مل کی ضرورت کیا ہے

(شراب)

(آمدہ از زندگی باغ)

سے زیادہ وقت پبلک مصروفیات پر صرف ہونے لگا
بہت سی انجمنیں اُن کی سرپرستی کی طلبگار تھیں۔ پبلک
تقاریب میں شرکت کرنے کے لئے اُن کو ملک کے مختلف
حصوں میں جانا پڑتا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں وہ اپنے والدین اور
بہن کے ہمراہ جنوبی افریقہ کے دورہ پر گئیں۔ اسی دورہ
کے دوران میں شہزادی نے اپنی ۲۱ویں سالگرہ منائی
تھی۔ اور کیپ ٹاؤن میں ریڈیو پر کامن ویلتھ سے خطاب
کرتے ہوئے یہ حلف اٹھایا، کہ میں اپنی ساری زندگی
کامن ویلتھ عوام اور کامن ویلتھ برادری کے لئے وقف
کردوں گی۔

شادی! جنوبی افریقہ سے شاہی خاندان کی واپسی
کے تھوڑے عرصہ بعد شاہ جارج ششم
نے اعلان کیا کہ انہوں نے شہزادی الزبتھ اور لفٹننٹ
فلپ ماؤنٹ بیٹن کی نسبت پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا
ہے۔ لفٹننٹ ماؤنٹ بیٹن کا جنم ایک شاہی خاندان میں
ہوا تھا۔ لیکن جب وہ برطانوی شہری بنے تو انہوں نے اپنا
شاہی لقب ترک کر دیا تھا۔ ڈنمارک کے شاہ کرسچن نہم
اُن کے پردادا تھے۔ ماں کے رشتے سے اُن کا سلسلہ نسب
ملکہ وکٹوریہ سے جا ملتا ہے۔ شہزادی الزبتھ کو وہ متعدد
برسوں سے جانتے تھے۔ کیونکہ اُن کا لڑکپن برطانیہ میں تعلیم
حاصل کرنے میں اور اپنے ماموں لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے
گھر پر گذرا تھا۔

لفٹننٹ ماؤنٹ بیٹن اور شہزادی کی رسم شادی
۲۰ر نومبر ۱۹۴۷ء کو ادا کی گئی۔ اس موقع پر دولہا کو ڈیوک
آف ایڈنبرا" اور ہز رائل ہائی نس" کے خطابات سے
نوازا گیا تھا۔ وارث سلطنت پرنس آف ویلز اگلے سال
اور اس کی بہن شہزادی این ۱۹۵۰ء میں پیدا ہوئی تھی۔
ملکہ اور ڈیوک آف ایڈنبرا کا تیسرا بچہ شہزادہ اینڈریو
فروری ۱۹۶۰ء میں پیدا ہوا۔

شاہی دورے! ملکہ الزبتھ دوئم دوسرے ملکوں کا
سرکاری حیثیت سے متعدد بار
دورہ کرچکی ہیں۔ تخت نشینی سے قبل وہ ڈیوک آف ایڈنبرا
کے ہمراہ فرانس اور یونان گئی تھیں۔ اور ۱۹۵۱ء میں
انہوں نے کینیڈا کا دورہ کیا تھا۔ جب شاہ جارج ششم
اپنی علالت کی وجہ سے آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے دورہ
پر جانے کے قابل نہیں تھے تو یہ فرض شہزادی نے ادا کیا
تھا۔ اور جب وہ اس دورہ کے دوران میں کینیا میں مقیم
تھیں تو انہوں نے اپنے والد کے انتقال پر ملال اور اپنی
تخت نشینی کی خبر سنی تھی۔

ملکہ الزبتھ دوئم کی رسم تاجپوشی ۲ر جون ۱۹۵۳ء
کو ادا کی گئی۔ کامن ویلتھ ملکوں اور متعدد غیر ملکوں کے
نمائندوں نے اس میں شرکت کی تھی۔ تاریخ میں پہلی بار
برطانوی حکمران کی تاجپوشی کی تقاریب ٹیلی ویژن پر دکھائی
گئی تھیں اور دنیا بھر میں نشر کی گئی تھیں۔ نومبر ۱۹۵۳ء اور
مئی ۱۹۵۴ء کے درمیان ملکہ اور ڈیوک آف ایڈنبرا نے
برمودا، جمیکا، فجی، ٹونگا، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا، سیلون
یوگنڈا، مالٹا اور جبرالٹر کا دورہ کیا۔ ۱۹۵۹ء میں
ملکہ الزبتھ دوبارہ کنیڈا گئی تھیں۔ ڈیوک آف ایڈنبرا کے
ہمراہ انہوں نے ۱۹۵۵ء میں ناروے، اگلے سال سویڈن
۱۹۵۷ء میں پرتگال، فرانس اور ڈنمارک اور ۱۹۵۸ء
میں نیدرلینڈ کا دورہ کیا تھا۔

لندن میں موسمیات سے متعلق کانفرنس
ہندوستانی ڈیلیگیٹ کی شرکت

لندن میں موسمیات سے متعلق ایک کانفرنس شروع
ہوئی ہے جس میں ۳۰ ملکوں کے نمائندے شامل ہوئے ہیں۔
ہندوستان کی طرف سے ماہر موسمیات مسٹر کے۔ این راؤ
کانفرنس میں حصہ لے رہے ہیں۔ اس کا انتظام عالمی موسمیاتی
تنظیم کے کمیشن نے کیا ہے۔ کانفرنس ۱۶ر دسمبر تک
جاری رہی تھی۔

قطعہ

دل کو جب بیقرار کر ہی دیا ॥ اور بے اختیار کر ہی دیا
ہمرہِ فصلِ گل بہار نے آج ॥ مئے کو بھی سازگار کر ہی دیا

(آمدہ از نذری باغ)

شاہی بچے!

از قلم:- ڈوروتھی لیرڈ!

ملکہ الزبتھ دوئم اور ڈیوک آف ایڈنبرا کے تین بچے ہیں۔ سب سے بڑا بچہ یعنی پرنس آف ویلز کی عمر ۱۲ سال ہے اور وہ اس وقت برک شائر کا ونٹی میں "چیم" نام کے بورڈنگ اسکول میں زیر تعلیم ہے۔ شہزادی این کو اپنی دو دیگر ننھی لڑکیوں کے ساتھ گھر پر تعلیم دی جا رہی ہے۔ اُس کی عمر ۱۰ سال ہے۔ سب سے چھوٹا بچہ یعنی شہزادہ اینڈریو جنوری ۱۹۶۰ء میں پیدا ہوا تھا۔

اگرچہ ان بچوں بالخصوص پرنس آف ویلز کو ایک دن نہایت ذمہ داری کے کام انجام دینا ہوں گے۔ لیکن ملکہ معظمہ اور ڈیوک موصوف یہ چاہتے ہیں کہ جہاں تک ہوسکے ان کے بچے دیگر بچوں کی طرح تعلیم و تربیت حاصل کریں اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے زیادہ سے زیادہ بچوں سے ملیں جلیں۔

ملکہ معظمہ اور ڈیوک آف ایڈنبرا جانتے ہیں کہ مستقبل میں اُن کے بچے پبلک کی توجہ کا مرکز بن جائیں گے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ بچپن میں وہ اپنی زندگی بغیر کسی تشہیر و اشاعت کے اور خوشگوار ماحول میں صحت مندانہ طریقوں پر گذاریں لہٰذا شاہی بچوں کی روزمرہ کی سرگرمیوں کی پبلسٹی کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی۔

پرنس آف ویلز شروع میں لندن کے ایک چھوٹے سے اسکول میں پڑھنے جایا کرتا تھا۔ پھر اسے "چیم" بھیجنے کا فیصلہ ہوا۔ اس کے والد بھی کسی زمانہ میں وہاں پڑھتے تھے۔ جب ۱۹۵۷ء میں وہ اس اسکول میں داخل ہوا تو اخبارات اور لوگوں نے اپنی بہت زیادہ دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے یہ دلچسپی اب ختم ہو گئی ہے۔

اسکول میں شہزادہ کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا ہے جو دوسرے بچوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسکول کی تقریبات میں دیگر والدین کی طرح ملکہ معظمہ اور ڈیوک بھی شامل ہوتے ہیں۔ اور اس چیز کی کوئی تشہیر و اشاعت نہیں کی جاتی۔

شہزادی این بکنگھم محل میں اپنی سہیلیوں کے ہمراہ معلمہ مس پیبلز سے درس لیتی ہے۔ وہ "براؤنی پیک" (اسکاؤٹ تنظیم) کی سرگرم رکن ہیں۔ اس تنظیم کی ممبر لڑکیوں کو بکنگھم محل کے میدان میں تربیت دی جاتی ہے۔

ملکہ معظمہ کے سب سے چھوٹے بیٹے شہزادہ اینڈریو کو دیکھنے کا لوگوں کو بہت کم موقع ملتا ہے۔ وہ زیادہ تر اپنی نرسری ہی میں رہتا ہے۔ ہوا خوری کے لئے اُسے بکنگھم محل کے میدانوں میں لے جایا جاتا ہے۔ اس سال جب شاہی خاندان سیر و تفریح کے لئے بیلمورل (اسکاٹ لینڈ میں شاہی رہائش گاہ) گیا تھا تو شہزادہ اینڈریو بھی اُس کے ساتھ تھا۔ شہزادہ کی تازہ ترین فوٹو سے یہ تاثر ملتا ہے کہ اُس کا بھائی اور بہن دونوں "بے بی" کو اپنے درمیان میں دیکھ کر بہت ہی خوش ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ملکہ معظمہ اور ڈیوک آف ایڈنبرا اپنے ہندوستانی دورہ کے دوران میں اپنے بچوں کی کمی بہت زیادہ محسوس کریں گے۔ اگرچہ ملکہ معظمہ ہر روز سرکاری فرائض انجام دینے میں متعدد گھنٹے مصروف رہتی ہیں اور ڈیوک آف ایڈنبرا کی مصروفیات بھی بہت زیادہ ہیں۔ لیکن پرنس آف ویلز (اسکول کی تعطیلات میں) اور شہزادی این بکنگھم محل میں ہر روز کچھ وقت اپنے والدین کی صحبت میں گزارتے ہیں۔ جب شاہی خاندان ونڈسر کیسل، سینڈرنگھم یا بیلمورل جاتا ہے۔ تو وہ تقریباً سارا وقت اپنے والدین کے ہمراہ رہتے ہیں۔

قطعہ

جلوۂ طور یاد ہے ہم کو ‖ صورتِ حور یاد ہے ہم کو
کس کی زلفوں کو دیکھ کر رخ پر ‖ شب میں بھی نور یاد ہے ہم کو

(آمدہ از نذری باغ)

ملکہ کی پُرمسرت گھریلو زندگی

ملکہ الزبتھ دوئم نہ صرف برطانیہ بلکہ سمندر پار کی کئی دیگر اقوام کی بھی ملکہ ہیں۔ کامن ویلتھ برادری کی وہ سربراہ ہیں۔ اس لحاظ سے اُن کو دنیا میں نہایت اعلیٰ مقام حاصل ہے اُن کے چہرے پر مسکراہٹوں کے جو پھول کھلتے ہیں وہ اُن کی گھریلو زندگی کی خوشیوں اور مسرتوں کا پتہ دیتے ہیں۔ جن کی جھلک اُن کی پبلک سرگرمیوں میں بھی نظر آتی ہے۔

شاہی دکھ ران سے اس بات کی توقع کی جاتی ہے کہ وہ نہ صرف دنیا کے روبرو مثالی کردار پیش کرے بلکہ ایک انسان کے طور پر اس میں "قدرتی پن" بھی موجود ہو۔ قدرت اور ترتیب کی بدولت ملکہ الزبتھ دوئم میں یہ خوبیاں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ رسمی تقریبات کے موقع پر ملکہ نہایت پرسکون اور پُرشکوہ ڈھنگ سے اپنے فرائض انجام دیتی ہیں۔ اور تقریبات کے اختتام پر وہ نہایت سادہ مزاجی اور مروت کے ساتھ ہر کسی سے خواہ وہ امیر ہو خواہ غریب، پیش آتی ہیں۔

ملکہ اور ڈیوک آف ایڈنبرا کا ایک اہم فریضہ اپنے بچوں کی پرورش کرنا ہے۔ کسی بچہ کی صحیح طور پر پرورش کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ اور جب اس بچہ کو ایک دن دولت کامن ویلتھ برادری کے آئینی سربراہ کا رول ادا کرنا ہو تو یہ کام اور بھی کٹھن ہو جاتا ہے۔

ملکہ الزبتھ اور ڈیوک آف ایڈنبرا شہزادہ چارلس کو جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے ایک عام لڑکے کی طرح تربیت دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک بار ملکہ معظمہ نے کہا تھا کہ اُن کے بیٹے کو سب سے پہلے اچھا انسان بننے کی تربیت ملنی چاہئے کیونکہ اگر وہ ایک اچھا انسان نہیں تو ایک اچھا بادشاہ وہ کیونکر بن سکتا ہے۔

شہزادہ چارلس کی عمر اس وقت تقریباً ۱۲ سال ہے۔ اس کا جسم مضبوط اور مزاج بہت پیارا ہے۔ اس کو اپنے آپ پر پورا بھروسہ ہے۔ اپنے گرد و پیش ہر چیز سے متعلق معلومات حاصل کرنے کا وہ بہت مشتاق ہے۔ وہ دلیر ہے۔ اور ہر مشکل کام کے لئے تیار رہتا ہے۔ اُس کے والدین یہ سننا تو پسند نہیں کریں گے کہ اُن کا بیٹا غیر معمولی خداداد قابلیت کا مالک ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ شہزادہ چارلس کافی ذہین واقع ہوا ہے اور اپنی عمر کے اوسط لڑکوں کی بہ نسبت اس میں زیادہ ثابت قدمی اور صلاحیتیں پائی جاتی ہیں۔ جہاں تک اُن کے فرائض اجازت دیتے ہیں، ملکہ معظمہ اور ڈیوک آف ایڈنبرا زیادہ سے زیادہ وقت اپنے بچوں کی سنگت میں گذارنا پسند کرتے ہیں۔ جب وہ بکنگھم محل میں ہوتے ہیں تو اُن کے بچے ناشتہ کے بعد اُن سے ملنے جاتے ہیں۔ ملکہ معظمہ چائے اور سونے کے وقت کے درمیان بھی اُن سے ملتی ہیں۔ جب شاہی خاندان لندن سے باہر جاتا ہے تو بچے زیادہ وقت اپنے والدین ہی کے ساتھ گذارتے ہیں۔ ملکہ اور ڈیوک آف ایڈنبرا اپنی شوقیہ سرگرمیوں میں اپنے بچوں کو بھی شامل کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر شہزادہ چارلس اور شہزادی این نے گھڑ سواری سے متعلق اپنی ابتدائی تربیت ملکہ سے پائی ہے۔ ڈیوک آف ایڈنبرا نے دونوں بچوں کو پیراکی کی تربیت دی ہے۔ شہزادہ چارلس کرکٹ کھیلنے اور کشتی چلانے کے بنیادی اصول اپنے والد سے سیکھے ہیں۔ ملکہ الزبتھ اور ڈیوک آف ایڈنبرا دونوں کو دیہی زندگی زیادہ پسند ہے۔ وہ اکثر اپنے بچوں کے ہمراہ پکنک پر جاتے ہیں۔

قطعہ

کس قدر راہ صاف ہیں انسان میں
دیتی جاتی ہے گواہی یہ کتاب
یاد ہے یہ دل میں بھی اور جان میں
آیتیں ہیں جو علیؑ کی شان میں

(آمدہ از زندگی باغ)

”تاج“ اور کامن ویلتھ کا ارتقا

ملکہ الزبتھ دوئم برطانیہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، جنوبی افریقہ، نائجیریا، سیلون، اور ان کے ماتحت علاقوں کی ملکہ ہیں۔ ان تمام ملکوں کے شہری ”تاج“ کے تئیں اپنی وفاداری کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ان سب کا نظم و نسق ”تاج“ کے نام پر چلایا جاتا ہے۔

ہندوستان، پاکستان، اور گھانا کے شہری ”تاج“ کے تئیں اپنی وفاداری کا اظہار نہیں کرتے کیونکہ ان ملکوں کے سربراہ ان کے صدر ہیں۔ لیکن یہ سب ممالک ملکہ کو کامن ویلتھ کی ممبر اقوام کے آزادانہ میل جول اور اتحاد کی ”علامت“ اور اس طرح کامن ویلتھ کی سربراہ ضرور مانتے ہیں۔ ملایائی فیڈریشن کے سربراہ کو وہاں کی ریاستوں کے شاہی حکمران اپنے میں سے کسی کو منتخب کرتے ہیں۔ ملایائی فیڈریشن، ہندوستان، پاکستان، اور گھانا کی طرح جمہوریہ تو نہیں لیکن اس کے شہری ”تاج“ کے تئیں نہیں بلکہ اپنے سربراہ کے تئیں وفاداری کا اظہار کرتے ہیں۔ ہندوستان کی طرح ملایائی فیڈریشن بھی ملکہ کو کامن ویلتھ کی سربراہ تسلیم کرتی ہے۔

برطانوی بادشاہت کی پائیداری اور کامن ویلتھ کی نشو و نما میں اس کا مفید رول اس بات کا نتیجہ ہے کہ کامن ویلتھ ملکوں میں روایات کو اتنی اہمیت حاصل ہے جتنی کہ قوانین کو حاصل ہے آئینی روایات اور قوانین میں فرق یہ ہے کہ عدالتیں اول الذکر کو تسلیم نہیں کرتی ہیں۔ وہ صرف قوانین کی روشنی میں مقدمات کا فیصلہ کرتی ہیں۔ لیکن آئینی روایات کی افادیت اور اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اُن کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اُن کو بڑی آسانی سے ساتھ نئے حالات کے مطابق ڈھالا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر بادشاہ کے مخصوص اختیارات پر جو پابندیاں لگی ہوئی ہیں وہ زیادہ تر روایات ہی کا نتیجہ ہیں۔

آج کل بادشاہ کے مخصوص اختیارات عوام کی خواہشات کے مطابق استعمال ہوتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ بادشاہ (یا ملکہ) وزراء کے صلاح مشورہ سے اپنے اختیارات استعمال کرتا ہے اور وزراء جمہوری طرز پر منتخب کی ہوئی پارلیمنٹ کے روبرو جوابدہ ہیں۔ کامن ویلتھ کے جو ممالک ”تاج“ کے تئیں اپنی وفاداری کا اظہار کرتے ہیں انہوں نے اپنی الگ مجلس تقنین قائم کی ہوئی ہیں۔ اور وہ ”تاج“ کے نام پر نظم و نسق چلاتی ہیں۔ کامن ویلتھ ملکوں میں حکومت خود اختیاری (سیلف گورنمنٹ) کی تعمیر و ترقی میں بادشاہت نے نہایت اہم رول ادا کیا ہے۔ کامن ویلتھ کی زندگی اور طاقت کا انحصار بہت حد تک آئینی بادشاہت پر ہے۔

۱۹۲۶ء کی امپیریل کانفرنس نے کامن ویلتھ اقوام کی تعریف یوں کی تھی۔ ”برطانوی سلطنت کے اندر یہ خود مختار قومیں ہیں۔ رتبہ میں ایک دوسرے کے برابر ہیں، اپنے اندرونی اور بیرونی امور میں وہ کسی لحاظ سے بھی ایک دوسرے کے تابع نہیں ہیں۔ وہ سب ”تاج“ کے تئیں اپنی وفاداری کے ذریعہ ایک دوسرے سے منسلک ہیں“

کامن ویلتھ کا سربراہ!

”تاج“ کے اختیارات جس طریقہ سے آجکل استعمال ہو رہے ہیں۔ اس کے پیش نظر بادشاہت کی اہمیت کا احساس بڑھتا جا رہا ہے۔ کامن ویلتھ تعلقات میں کتنی لچک پائی جاتی ہے اس کا مظاہرہ ۱۹۴۹ء میں کامن ویلتھ وزرائے اعظم کی کانفرنس میں ہوا تھا۔ جو

قطعہ

حُسن کی آج نزاکت بھی ہوئی　　ہر عُشّاق قیامت بھی ہوئی
پُوچھ لے خامۂ بہزاد سے یہ　　کِس کی صُورت سے شباہت بھی ہوئی

(آمدہ از نذر کا باغ)

سرکار حق آگاہ کی (۷۷) ویں سالگرہ

حیدرآباد ۔ ۲۰ ڈسمبر۔ آج صبح سرکار حق آگاہ کی ۷۷ ویں سالگرہ حسب سابق نہایت سادگی کے ساتھ منائی گئی۔ جشن سالگرہ میں محلات مبارک، ہز ہائنس پرنس آف برار شہزادہ والاشان نواب اعظم جاہ بہادر، ہز ہائنس پرنس دُرِ شہوار، شہزادہ والاشان نواب معظم جاہ بہادر مرحوم، علیا حضرت انور بیگم صاحبہ، محترمہ شہزادی پاشاہ صاحبہ، شہزادہ نواب مکرم جاہ بہادر، شہزادی پرنس اسریٰ صاحبہ، صاحبزادہ نواب شجاعت جاہ بہادر، صاحبزادہ نواب مفخمت جاہ بہادر، شہزادگان بلند اقبال و شہزادیان فرخندہ فال و دامادان نیکو خصال، اور عہدہ داران پرائیویٹ اسٹیٹ و نظام ٹرسٹس کے علاوہ امیر اعظم نواب شہزاد یار جنگ بہادر، فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر، سید الشعراء نواب شہید یار جنگ بہادر، نواب شاہنواز جنگ بہادر، نواب میر مظہر علی خاں صاحب موجود تھے۔

دس بجے سواری سرکار حق آگاہ شہزادی پاشاہ صاحبہ کے ساتھ نذری باغ سے رونق افروز کنگ کوٹھی مبارک ہوئی۔ پاشاہ داماد نواب کاظم نواز جنگ بہادر محلہ پاشاہ نے استقبال کی شاہانہ عزت حاصل کی۔ جمعیت پیرمنے لگا رڈ آف آنر پیش کیا اور پیریاں عربی و ماہی۔ مہمانوں کے لئے اٹ ہوم کا انتظام کیا گیا تھا۔ مبارک سلامت اور مراسم قدمبوسی و پیش کشی نذر کے بعد یہ پُر مسرت تقریب اختتام کو پہنچی۔

خدا سرکار کو صد ہا سال سلامت با کرامت رکھے اور سرکار کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے

این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

ہندوستان کے اس فیصلہ پر غور کرنے کے لئے لندن میں منعقد کی گئی تھی کہ وہ جمہوریہ بننا چاہتا ہے۔ وزرائے اعظم کے اعلامیہ میں کہا گیا تھا۔ "حکومت ہند نے کامن ویلتھ کے دوسرے ملکوں کو مطلع کر دیا ہے کہ نئے آئین کے تحت ہندوستان جمہوریہ بننا چاہتا ہے۔ لیکن اس نے اپنی یہ خواہش بھی ظاہر کی ہے کہ ہندوستان کامن ویلتھ کی مکمل رکنیت برقرار رکھے گا۔ وہ بادشاہ کو آزاد اقوام کے آزادانہ تعلقات اور اتحاد کی علامت اور اس طرح اسے کامن ویلتھ کا سربراہ تسلیم کرتا ہے۔ چنانچہ کامن ویلتھ کی دیگر اقوام کو منظور ہے کہ ہندوستان کامن ویلتھ کا ممبر بنا رہے۔ لہٰذا ملکہ کو کامن ویلتھ کی سربراہ ماننا کامن ویلتھ ممبرشپ کی کسوٹی ہے۔ اگرچہ ہندوستان پاکستان اور گھانا کے سوا باقی سب ممالک "تاج" سے تئیں اپنی وفاداری کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

قطعہ

چہرہ اُترا ہے یہ نقاہت سے || دن بھی کٹتے ہیں کس مصیبت سے
دِل کا دکھڑا بیان ہو کیسا || فائدہ کچھ نہیں کنایت سے

(آمدہ از نذری باغ)

سوانحی خاکہ!

شہزادہ فلپ

ملکہ الزبتھ ثانی کے شریک حیات شہزادہ فلپ (ڈیوک آف ایڈنبرا) ۱۰ رجون ۱۹۲۱ء کو پیدا ہوئے تھے۔ وہ ڈنمارک کے ایک شاہی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ماں کے رشتہ سے اُن کا سلسلۂ نسب ملکہ الزبتھ ثانی کی طرح ملکہ وکٹوریہ سے جا ملتا ہے۔ جب وہ اپنا شاہی لقب ترک کرکے برطانوی شہری بنے تھے تو انہوں نے اپنی والدہ کا خاندانی نام "ماؤنٹ بیٹن" اختیار کر لیا تھا۔ شہزادہ فلپ حصولِ تعلیم کے لئے بچپن ہی میں برطانیہ آگئے تھے۔ اسکول کی تعطیلات وہ اپنی نانی (لیڈی ملفورڈ) یا جرمنی میں اپنی بہنوں کے ہاں گذارتے تھے۔ انگلستان میں "چیم" نام کے بورڈنگ اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ جرمنی میں مسٹر کرٹ ہان کے اسکول میں داخل ہوئے تھے۔ اور نازیوں کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد جب مسٹر کرٹ ہان نے اسکاٹ لینڈ میں اپنا اسکول قائم کر لیا تو شہزادہ موصوف بھی وہاں چلے گئے۔ اپنے اسکول میں وہ بہت ہر دلعزیز تھے۔ وہ ایک اچھے کھلاڑی مانے جاتے تھے۔ تیراکی اور کھیلوں کے وہ بہت شائق تھے۔ اسکول کی کرکٹ اور ہاکی کی ٹیموں کے وہ کپتان تھے۔ مسٹر ہان صحیح معنوں میں ترقی پسند اسکول ماسٹر تھے۔ اُن کا ایک تعلیمی نظریہ یہ تھا کہ اُن کے شاگردوں کو مقامی لوگوں کی زندگی سے دلچسپی لینا چاہیئے۔ ایلگن (جہاں کہ یہ اسکول واقع تھا) کے لوگ شہزادہ فلپ کو اچھی طرح سے جانتے تھے۔ بہت سے مقامی لڑکے اُن کے دوست بن گئے تھے۔

سمندر سے پیار!

شہزادہ فلپ کو سمندر سے بچپن ہی سے بے پناہ محبت تھی۔ کشتی چلانے کا اُن کو بہت شوق تھا۔ زمانۂ طالب علمی ہی میں وہ ایک ماہر ملاح بن گئے تھے۔ مئی ۱۹۳۹ء میں وہ بحری کیڈٹ بنا لئے گئے۔ بحری زندگی اختیار کرکے انہوں نے ماؤنٹ بیٹن گھرانے کی روایات کو برقرار رکھا۔ اُن کے نانا پرنس لوئی آف بیٹن برگ امیر البحر اور فرسٹ بحری لارڈ (بحری بورڈ کا رکن۔ اس بورڈ کے ہاتھ میں بحریہ کا انتظام ہے اور یہ متعلقہ وزیر اور دیگر تو ممبروں پر مشتمل ہے) تھے۔ اُن کے ماموں لارڈ ماؤنٹ بیٹن موجودہ فرسٹ بحری لارڈ ہیں۔ شہزادہ کا ایک اور ماموں اور ایک ماموں زاد بھائی بھی شاہی بحریہ کی خدمات سر انجام دیتے رہے تھے۔

شہزادہ فلپ نے شاہی بحری کالج واقع ڈارٹ منتھ میں اپنی تربیت ابھی مکمل نہیں کی تھی کہ جنگ چھڑ گئی۔ مذکورہ کالج میں انہوں نے بہترین کیڈٹ ہونے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ جنوری ۱۹۴۰ء میں اُن کو "ریملیز" نام کے جنگی جہاز کا چھوٹا افسر بنایا گیا۔ سال کے اختتام پر اُن کو بحرۂ روم کے بیڑا کے ایک جہاز "ویلنٹ" میں تعینات کیا گیا۔ اُن کی جنگی خدمات کی ایڈمرل سر اینڈریو کننگھم (اب لارڈ کننگھم) نے بہت تعریف کی تھی۔

۱۹۴۲ء میں شہزادہ فلپ ترقی کرکے لفٹیننٹ بن گئے اور اُن کو "ویلس" نام کے جہاز میں مامور کیا گیا۔ ۱۹۴۳ء میں انہوں نے سسلی میں فوجیں اُتارنے کی مہم میں حصہ لیا۔ ۱۹۴۴ء میں اُن کو نئے برطانوی جہاز "وھلپ" کا فرسٹ لفٹیننٹ مقرر کیا گیا۔ اور وہ مشرق بعید گئے جہاں انہوں نے جاپان کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ کچھ عرصہ وہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے اے۔ ڈی۔ سی کے طور پر کام کرتے رہے۔ جو اس وقت جنوب مشرقی ایشیا میں اتحادیوں کے سپریم کمانڈر تھے۔ جب جاپانیوں نے خلیج ٹوکیو میں ہتھیار ڈالے تو شہزادہ فلپ موقع پر موجود تھے۔

قطعہ

گُلِ بستاں کو مُسکرانا تھا
راہ میں بھی قدم بڑھانا تھا
رُوئے زیبا کے سامنے افسوس
میرے دل کو فریب کھانا تھا

(آمدہ از نذر کی بابت)

جنگ کے بعد وہ دو تربیتی اداروں میں خدمات سرانجام دیتے رہے تھے۔

جولائی ۱۹۴۷ء میں لفٹننٹ ماؤنٹ بیٹن (جو فروری ۱۹۴۷ء میں برطانوی شہریت اختیار کرنے کے وقت انہوں نے اپنا شاہی لقب ترک کردیا تھا) اور شہزادی الزبتھ کی نسبت کا اعلان ہوا۔ ۲۰ر نومبر کو شادی کی رسم ادا کی گئی۔ شادی کے وقت شاہ جارج ششم نے دولہا کو "ڈیوک آف ایڈنبرا" لقب عطا کیا۔ اور اپنے نام سے پہلے "ہز رائل ہائی نس" کا خطاب استعمال کرنے کی منظوری دی۔

شادی کے بعد بھی کچھ برس ڈیوک آف ایڈنبرا نے اپنی بحری زندگی جاری رکھی۔ جولائی ۱۹۵۰ء میں وہ ترقی پاکر لفٹننٹ کمانڈر بن گئے اور اُن کو جہاز "میگپائی" کی کمان سونپی گئی جو اس وقت مالٹا میں تھا۔ جولائی ۱۹۵۱ء تک وہ اس کی کمان کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس کے بعد وہ چھٹی پر چلے گئے اور یہ اعلان ہوا کہ جب تک شاہ اور ملکہ اپنے مجوزہ کامن ویلتھ دورہ سے واپس نہیں آجاتے، ڈیوک آف ایڈنبرا کسی بحری عہدہ پر کام نہیں کریں گے۔ جب شاہ جارج خرابی صحت کے باعث دورہ پر نہ جا سکے تو شہزادی الزبتھ اور ڈیوک آف ایڈنبرا نے یہ دورہ شروع کیا۔ لیکن شاہ جارج ششم کی اچانک وفات کی وجہ سے اُن کو دورہ درمیان ہی میں ترک کرنا پڑا۔

ملکہ الزبتھ دوم کی تخت نشینی کے وقت سے ڈیوک آف ایڈنبرا قومی زندگی میں نہایت اہم پارٹ ادا کررہے ہیں۔ سائنسی و صنعتی ترقی کے کاموں سے اُن کو خاص طور پر دلچسپی ہے کھیل کود کی سرگرمیوں سے بھی وہ اپنی بہت زیادہ دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔ دسمبر ۱۹۵۱ء میں اُن کو نیوی کا کمانڈر بنایا گیا تھا۔ ۱۹۵۳ء میں وہ تاجپوشی کمیشن کے چیئرمین تھے۔

سائنس سے وہ نمایاں طور پر دلچسپی لیتے ہیں۔ ۱۹۵۱ء میں اُن کو برطانوی انجمن برائے فروغ سائنس کا صدر بنایا گیا تھا۔ اپنے صدارتی خطبہ سے انہوں نے ہر کسی کو متاثر کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ تمام سائنسی کوششوں کو پرکھنے کا معیار یہ ہے کہ وہ کس حد تک عوام کی زندگی کے حالات کو بہتر بنانے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔

شہزادہ فلپ انگریزی بولنے والوں کی یونین کے صدر ہیں۔ اپنی تخت نشینی سے قبل ملکہ اس یونین کی صدر تھیں۔ وہ نیشنل پلینگ فیلڈز ایسوسی ایشن کے بھی صدر ہیں۔ اس کے علاوہ وہ جسمانی تفریح کی مرکزی کونسل کی صدارت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ ۱۹۴۹ء تا ۱۹۵۰ء وہ ایم۔ سی۔ سی کے صدر رہے۔ متعدد یونیورسٹیوں نے اُن کو اعزازی ڈگریاں دی ہوئی ہیں۔ فروری ۱۹۵۷ء میں یہ اعلان ہوا تھا کہ ہر مجسٹی نے ڈیوک آف ایڈنبرا کو شہزادہ کا لقب عطا کیا ہے۔ اور مستقبل میں اُن کو شہزادہ فلپ ڈیوک آف ایڈنبرا کے نام سے یاد کیا جائے گا۔

ڈیوک موصوف ملکہ معظمہ کے ہمراہ کئی ملکوں کا دورہ کرچکے ہیں۔ وہ تنہا بھی کئی بار دوسرے ملکوں میں گئے ہیں۔ ۱۹۵۹ء کے شروع میں انہوں نے ہندوستان اور پاکستان کا دورہ کیا تھا۔ آزادی کے بعد شاہی خاندان کے کسی رکن کا یہ پہلا دورہ تھا۔



قطعہ

جب کوئی دیکھ طیش میں آیا | بعد اس کے وہ عیش میں آیا
باوجودیکہ غیر میں تھا شمار | خوں لگا کر وہ خویش میں آیا

(آمدہ از نذری باغ)

فرانسس گیوڑمان

حیوانوں اور جانوروں کی عادات۔ دلچسپ تجربے!

انسان صدیوں سے یہ جاننے کی کوشش کرتا آیا ہے کہ حیوانوں اور جانوروں کی عادات و خصائل کی تہہ میں کونسی وجوہات کام کرتی ہیں۔ امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی کے ڈاکٹر سکنر جو نفسیات کی دنیا میں بڑی شہرت رکھتے ہیں، ان وجوہات کو جاننے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ ذیل کے مضمون میں ان کے دلچسپ تجربوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

حیوانوں اور جانوروں کی عادات و خصائل کی تہہ میں کونسی وجوہ کام کرتی ہیں؟ انسان صدیوں سے اس سوال پر دماغ سوزی کرتا رہا ہے۔ لیکن وہ جانوروں، حیوانوں اور پرندوں وغیرہ کی عادات کا جائزہ کس طرح لے سکتا تھا؟ اس نے عادتوں کا مطالعہ کیا ہے تو لا شبہ وہ کونسی قوتیں ہیں جو ان کی عادات و خصائل کی نوعیت اور رنگ ڈھنگ کا تعین کرتی ہیں؟ امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی میں علم نفسیات کے شعبے کے ڈاکٹر بی۔ ایف سکنر اور ان کے ساتھیوں نے کبوتروں کا ایک جھنڈ پال رکھا ہے اور مذکورہ سوال کا جواب تلاش کرنے کے لئے عمدہ تجرباتی طریقے استعمال کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر سکنر تجرباتی نفسیات کے علم میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ وہ حیوانوں، جانوروں اور انسانوں وغیرہ کے رویے اور طور طریقوں اور عادات و خصائل کے متعلق تحقیق کرنے میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں ایک باقاعدہ اور باقاعدہ سائنس قائم کرنا چاہتے ہیں۔ آج سے تیس برس پہلے جب سکنر نے تحقیق کا کام شروع کیا تھا تو لیباریٹریوں کی تکنیک بہت ہی پیچیدہ تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے چوہوں پر اپنے تجربے شروع کئے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے ایک خاص قسم کا صندوقچہ تیار کیا جو اب "سکنر بکس" کے نام مشہور ہے۔ [illegible] چوہوں کو اپنی خوراک حاصل کرنے کے لئے ایک خاص کل [illegible]۔ جب وہ اس کے لیور کو دباتے تو انہیں خوراک کا ایک گولہ مل سکتا تھا۔ چوہوں کو انہوں نے رفتہ رفتہ [illegible] اور ان کی عادات و خصائل کا مطالعہ کرتے رہتے۔ ایک دفعہ جب وہ لیور ٹوٹ گیا تو چوہوں کو اسے بار بار دبانے پر بھی خوراک نہ ملی۔ اس سے یا تو کیا ہوا کہ انہوں نے لیور کو دبانا ہی ترک کر دیا۔ اس طریقے سے چوہوں کی خوراک کی عادات کا مطالعہ کیا گیا۔

چوہوں پر تجربوں کے بعد انہوں نے کبوتروں پر تجربے شروع کئے کیونکہ چوہوں کے مقابلے میں ان کی عمر لمبی ہوتی ہے اور یہ کئی قسم کے پیچیدہ کام بھی کر سکتے ہیں۔ ان کے لئے بھی ایک صندوقچہ بنایا گیا۔ اس میں ایسا طریقہ رکھا گیا کہ کبوتر ایک رکابی پر چونچ مارے بغیر خوراک حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ جب کبوتروں نے یہ طریقہ سیکھ لیا تو ڈاکٹر سکنر نے انہیں خوراک حاصل کرنے کے زیادہ پیچیدہ طریقے سکھانے شروع کئے۔ اس کے بعد انہیں روشنیوں کے رنگوں اور ان کی مختلف شکلوں میں امتیاز کرنا سکھایا اور مختلف رفتار کے ساتھ چونچیں مار مار کر انہیں خوراک حاصل کرنے کی تربیت دی۔ اسی طرح انہیں کئی لوگوں کی مختلف سُریں بجانے، پیانو بجانے اور یہاں تک کہ پینگ پانگ کھیلنے کا طریقہ بھی سکھایا۔ ڈاکٹر سکنر نے اس سلسلے میں واضح کیا کہ "ہم ان کی عادات و خصائل کا مطالعہ کرنے میں اس لئے دلچسپی نہیں رکھتے تھے کہ اس سے ہم محظوظ ہوتے تھے یا یہ ڈرامائی نوعیت رکھتے تھے بلکہ ہم ان عادات کے اسباب اور ان میں تبدیلی لانے کے طریقے جاننا چاہتے تھے۔ ان توسیعی مطالعوں اور تحقیق سے ڈاکٹر سکنر نے حیوانوں، پرندوں اور جانوروں

قطعہ

قطرے نے [illegible] گیا ‖ انساں بھی یہ تہہ گو نہ گیا
پھر صبر [illegible] ‖ سر سے سودائے جستجو نہ گیا

(ماخوذ از [illegible])

کی عادات و خصائل کے متعلق کئی تھیوریاں قائم کی ہیں ان تمام عادات و خصائل کا بنیادی نکتہ مشروط جوابی عمل ہے۔ اس طرح کوئی تحریک یا ترغیب پانے پر ہی یہ پرندے یا چوہے وغیرہ حرکت میں آتے ہیں۔ یعنی اگر رکابی پر چونچ مارنے سے خوراک نہ مل سکے تو یہ کبوتر اس پر چونچ مارنا بند کر دیں گے۔ جس طرح چوہوں نے لیور کو دبانا چھوڑ دیا تھا جب ٹوٹنے کی وجہ سے اس کے ذریعہ خوراک نہیں مل سکتی تھی۔ کبوتر کو یہ سکھایا گیا کہ وہ سرخ رکابی کے بدلے سبز رکابی پر چونچ مارے تو خوراک مل سکے گی۔ اس طرح اگر اسے خوراک ملتی گئی تو وہ سبز رنگ کی رکابی کو پہچانتے ہوئے اسی پر چونچ مارے گا۔ لیکن اگر سبز رکابی سے خوراک حاصل نہ ہو سکے تو وہ اس پر بھی چونچیں مارنا ترک کر دے گا۔

اسی اصول کے مطابق کبوتر پنگ پانگ کے گیند پر اسی صورت میں چونچ مارے گا۔ جب ایسا کرنے سے اسے کچھ کھانے کو ملے گا۔ یہی ترکیب دوسرے ساتھی کبوتر پر بھی برتی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ دونوں کبوتر گیند پر باری باری سے چونچیں مارتے اور ایک دوسرے کی طرف اسے ڈھکیلتے ہیں۔ اس طریقے سے وہ پنگ پانگ کھیل سیکھ جاتے ہیں۔ لیکن اگر چونچیں مارنے پر انہیں خوراک نہ ملے تو وہ پنگ پانگ کھیل بھی ترک کر دیں گے۔ ڈاکٹر سکنر نے ان تجربوں کو جذبات مشتعل کرنے پر بھی استعمال کیا ہے۔ کبوتر عام طور پر امن پسند ہوتے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر سکنر انہیں آپس میں لڑنا بھی سکھاتے ہیں۔ اس میں بھی وہ یہی گر استعمال کرتے ہیں کہ ایک کبوتر دوسرے کبوتر پر چونچ مارے تو اسے جھوٹ موٹ کھانے کو کچھ ملے گا۔ اس طرح کبوتر آپس میں چونچ بازی کرنے لگتے ہیں۔ اور محض خوراک حاصل کرنے کے لئے لڑائی کا یہ سلسلہ چل پڑتا ہے اس میں بھی جب ایک دوسرے کو چونچیں مارنے سے خوراک نہ ملے تو یہ لڑائی بھی بند ہو جاتی ہے۔ ان تجربوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ان عادات و خصائل کے لئے کوئی نہ کوئی چیز محرک ہوتی ہے جیسے مذکرہ صورتوں میں خوراک محرک رہی ہے۔

طلباء کی تربیت اور تجربے

طالب علموں کو سکھانے پڑھانے اور تعلیم و تربیت دینے کے لئے بھی ڈاکٹر سکنر نے انہی تھیوری اور تجربے کی روشنی میں ایک غیر معمولی تعلیمی طریق کار رائج کیا۔ انہوں نے ایک صندوقچہ تیار کیا ہے۔ جسے وہ خود "تعلیمی مشین" کا نام دیتے ہیں۔ یہ صندوقچہ بھی انہی اصولوں پر بنایا گیا ہے جو "سکنر بکس" کی تیاری میں استعمال کئے گئے ہیں۔ اس صندوقچے یا بکس میں ایک لیور لگا ہوتا ہے۔ بکس کے اندر سوالوں اور ان کے جوابوں کا ایک پرچہ رکھا جاتا ہے۔ بکس کے اوپر کے حصے میں ایک شیشہ رکھا گیا ہے جس کے ذریعہ ہر ایک سوال باری باری سے نظر آتا ہے۔ طالب علم جب لیور دباتا ہے تو ایک سوال سامنے آ جاتا ہے وہ اس میں خالی جگہ پر جواب لکھتا ہے۔ پھر لیور دباتا ہے تو اس کا صحیح حل نکل آتا ہے اور پہلا سوال اور اس کا جواب ایک کھڑکی نما خانے میں پہنچ جاتا ہے جہاں طالب علم اپنے جواب کو غلط ہونے کی صورت میں بدل نہیں سکتا۔ اس کے بعد پھر لیور دبانے پر تیسرا پھر چوتھا سوال سامنے آتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ سارا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ ان سوالوں میں ایک خاص بات یہ ہوتی ہے کہ ہر سوال پہلے سوال کی کڑی ہوتا ہے اور ان کے حل کرنے میں طالب علم کو قدرے مزید معلومات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح اگرچہ طالب علم کسی ایسے موضوع کے متعلق ہی سوالوں کا جواب دے رہا ہو جس کا اسے پہلے سے کوئی علم نہ ہو پھر بھی وہ ان کا جواب دے سکتا ہے۔ سوالوں کا سلسلہ کچھ ایسے ڈھنگ سے لکھا ہوتا ہے کہ طالب علم کو ان کا جواب سوچنے میں کوئی خاص مشکل پیش نہیں آتی۔ ذرا سے غور کرنے سے وہ سوال کا جواب تلاش کر لیتا ہے۔

قطعہ

کیسے آفات ہیں زمانے کے ‖ اتفاقات ہیں زمانے کے
رنگ ہر دم بدل جو دیتے ہیں ‖ اختراعات ہیں زمانے کے

(آمدہ از نذری باغ)

برطانوی انجینرنگ فرم کی صدسالہ سالگرہ

ان دنوں برطانوی فرم ڈیو ڈبراؤن کارپوریشن لمیٹڈ اپنی صدسالہ سالگرہ منارہی ہے۔ اس فرم کا کاروبار دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے۔ گذشتہ ہفتہ اسے مشینی آلات کا ایک آرڈر سوویٹ روس سے ملا تھا۔ جس کی مالیت ۵۰۰۰۰۰ پونڈ ہے۔ زرعی ملکوں میں اس کی بنائی ہوئی زرعی مشنری بہت مقبول ہے۔ موجودہ چیرمن اور منیجنگ ڈائرکٹر کے دادا نے ہڈرز فیلڈ (یارک شائر) کے مقام پر ۱۸۶۰ء میں ایک چھوٹی سی ورکشاپ قائم کی تھی۔ اس وقت سے یہ فرم ترقی کی منزلیں لگاتار طے کرتی گئی ہے۔

سنگاپور میں برطانیہ کے سفارتی نمائندوں کی کانفرنس

برطانیہ کے دفتر خارجہ کے ایک اعلان کے مطابق سنگاپور میں بہار ہ رجنوری جنوبی و جنوب مشرقی ایشیا میں مامور برطانوی سفیروں، ہائی کمشنروں، اعلیٰ فوجی افسروں اور گورنروں کی کانفرنس ہوگی جس میں برطانوی کیبنٹ کے رکن مسٹر ایڈورڈ ہیتھ بھی شرکت کریں گے کانفرنس کی صدارت کے فرائض سنگاپور میں برطانوی کمشنر جنرل برائے جنوب مشرقی ایشیا لارڈ سلکرک انجام دیں گے۔ یہ سالانہ کانفرنس ہے جس کا مقصد اس علاقہ میں حکومت برطانیہ کو پالیسی سے متعلق صلاح مشورہ دینے والے اعلیٰ افسران کو اس بات کا موقع فراہم کرنا ہے کہ وہ جنوب مشرقی ایشیا کے امور پر تبادلہ خیالات کریں۔

اس طرح اسے ذہنی تربیت ملتی ہے۔ ڈاکٹر سکنر کا بیان ہے کہ ہر ایک طالب علم اپنی اپنی بساط، لیاقت اور سوجھ بوجھ کے مطابق ترقی کرتا جاتا ہے۔ اس کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ وہ خود بخود سیکھتا جاتا ہے مشین پر آنے سے پہلے اس نے مشین میں رکھے ہوئے مضمون سے متعلق کوئی مطالعہ نہیں کیا ہوتا۔ لیکن مشین کے ذریعہ وہ ساری بات سیکھ لیتا اور سوالوں کے صحیح حل کامیابی سے ڈھونڈ لیتا ہے۔ طلباء کا کہنا ہے کہ انہیں اس مشین کے استعمال اور اس کے ذریعہ تعلیم حاصل کرنے میں کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی اور اپنے اوپر کوئی جبر نہیں کرنا پڑتا۔ ڈاکٹر بی۔ ایف سکنر کی تھیوریاں اور تکنیک جدید نفسیاتی تحقیق کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ دنیا کے ایک مشہور ترین تجرباتی ماہر نفسیات ہیں۔ حیرت انگیز طور پر بہت سے علوم کے ماہر اور باکمال ہمہ گیر شخص ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور سائنس اور فلسفی کے رسالوں اور جرائد میں آپ کے مضامین اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔

قطعہ

بڑا ہی درجہ ہے نعمت کھلانے والوں کا
خدا سے ڈر یہ طریقہ نہیں ہے خوب سمجھ
گلے بھی بیچ میں آکر ملانے والوں کا
بلا سبب بھی تو یہ دل جلانے والوں کا

(آمدہ از نذری باغ)



گلشن اطفال

ایفائے عہد

از سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! ایفائے عہد کے معنے ہیں وعدہ کو پورا کرنا، وعدہ پورا کرنا انسانی فضیلت اور بزرگی میں سے ایک فضیلت اور بزرگی ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ مومن کی نشانی یہ ہے کہ وہ جب وعدہ کرے گا پورا کرے گا اور جب کوئی بات کہے گا سچی بات کہے گا اور منافق اسکے برخلاف جب وعدہ کرے گا پورا نہ کرے گا اور جب بھی کوئی بات کہے گا، جھوٹ کہے گا۔ عربی زبان کا ایک مقولہ ہے

اَلکَرِیمُ اِذَا وَعَدَ وَفَا

کریم وہ ہے جو وعدہ وفا کرے۔ ایفائے عہد کے بارے میں باب العلم حضرت علی علیہ السلام کے کئی زرین اقوال ہیں جن کے منجملہ چند یہ ہیں

۱۔ وفائے عہد اور سچائی دونوں سگے بھائی ہیں

۲۔ وفائے عہد بزرگوں کی صفت اور عہد شکنی کمینوں کی خصلت ہے

زرین اقوال

قدیم زمانہ کے خیالات محض بیہودہ اور فرسودہ ہیں

(اسپکار حق آگاہ)

۳۔ سخی کا وعدہ نقد ہے جو جلد پورا ہوتا ہے اور کنجوس کا وعدہ ٹال مٹول ہے

۴۔ وعدہ ایک طرح کی بیماری ہے اور اس کا پورا کرنا تندرستی ہے

۵۔ وعدہ کر کے ٹال دینے سے بہتر یہ ہے کہ وعدہ ہی نہ کرو کریم ہیتے تو وعدہ ہی نہیں کرتا لیکن جب وعدہ کرتا ہے حتی الامکان اسکو پورا کر کے دکھاتا ہے

حقیقت یہ ہے کہ وعدہ کرنا بالکل آسان ہے لیکن اسکو پورا کرنا سخت مشکل ہے۔ جیسا کہ آپ اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں

وعدہ آسان ہے، وعدہ کی وفا مشکل ہے

کسی سے وعدہ کر کے اسکو ٹال دینے اور ناامید کرنے سے کہیں بہتر یہ ہے کہ وعدہ نہ کر کے اسکی امید پوری کی جائے۔

بچو! ہمارے سرکار آنحضرت رسول خدا صلعم کی پوری زندگی سے جہاں ہمیں علم ... ہمدردی اور خلوص کے کئی سبق ملتے ہیں وہیں ایفائے عہد کے کئی ... درس ملتے ہیں۔ ہمارے سرکار آنحضرت حضور صلعم کو ابتداء ہی سے اپنے قول و قرار اور وعدہ کا پاس رہا ہے

بچو! تم کو چاہیئے کہ تم آنحضرت حضور صلعم کی پاک زندگی سے سبق لو۔

امریکہ کے نئے وزیر خارجہ ڈین رسک

۵۱ سالہ ڈین رسک جو راک فیلر فاؤنڈیشن کے سربراہ ہیں۔ جارجیا کے رہنے والے ہیں۔ آپ شمالی کیرولینا کے ڈیوڈسن کالج کے گریجویٹ ہیں۔ جہاں آپ فی بیٹا کاپا کے ممبر تھے جو ایک اعزازی عالمانہ سوسائٹی ہے۔ آپ روڈس وظیفے پر تین سال تک سینٹ جانز کالج (آکسفورڈ) میں فلاسفی پولیٹیکل سائنس اور ایکونومکس (اقتصادیات) پڑھتے رہے۔ آکسفورڈ میں آپ نے آرٹ میں ایم۔ اے کی ڈگری اور سیسل امن انعام حاصل کیا تھا۔ ۱۹۳۴ء میں آکسفورڈ چھوڑنے کے بعد ڈین رسک چھ برس تک اوک لینڈ (کیلی فورنیا) کے ملز کالج میں گورنمنٹ اور بین الاقوامی تعلقات کے معاون پروفیسر کے طور پر کام کرتے رہے جس کے دوران میں آپ دو سال تک فیکلٹی کے ڈین بھی رہے۔ جنگ کے شروع میں آپ فوج میں شامل ہوئے اور کچھ دیر بعد چین۔ برما محاذ کے نائب چیف مقرر ہوئے ۱۹۴۶ء میں جب آپ فوج کی ملازمت سے سبکدوش ہوئے تو آپ کرنل کے عہدے پر تھے۔ جس کے بعد آپ کچھ عرصہ کیلئے وزیر جنگ کے سویلین اسسٹنٹ کے طور پر کام کرتے رہے۔ ۵۱-۱۹۴۷ء میں آپ اقوام متحدہ کے امور کے اسسٹنٹ سیکریٹری رہے۔ جس کے بعد آپ ڈپٹی انڈر سیکریٹری اور مشرق بعید کے معاملات کے اسسٹنٹ سیکریٹری مقرر ہوئے۔ جاپان کے ساتھ معاہدہ کی آخری بات چیت میں آپ نے اہم رول ادا کیا ۱۹۵۲ء میں آپ نے جاپان میں امریکی فوجیں رکھنے کا سمجھوتہ کیا جس کے بعد آپ عالمگیر شہرت کے ادارہ راک فیلر فاؤنڈیشن کے سربراہ [illegible]

امریکہ کے نائب وزیر خارجہ چیسٹر باؤلز

امریکہ کے صدر منتخب جان ایف کینڈی نے ہند میں امریکہ کے سابق سفیر مسٹر چیسٹر باؤلز کو امریکی سینٹ کی تابع منظوری نائب وزیر خارجہ مقرر کیا ہے۔ مسٹر باؤلز ایک ممتاز بیوپاری۔ گورنمنٹ ایڈمنسٹریٹر۔ ڈپلومیٹ۔ ریاستی گورنر اور مصنف کی حیثیت سے مشہور رہے ہیں۔ آپ امریکی ایوان نمایندگان کے ممبر بھی تھے۔ کئی برسوں سے بین الاقوامی معاملات میں دلچسپی کے باعث آپ دوسرے ملکوں سے امریکی تعلقات اور عالمی مسائل کے متعلق گہری مفاہمت اور سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ ۱۹۵۱ء-۵۳ میں ہندوستان اور نیپال میں امریکی سفیر کی حیثیت سے آپ نے جو کام انجام دیا اس سے دونوں ملکوں اور امریکہ میں زیادہ قریبی تعلقات قائم ہوگئے۔ آپ دوستانہ مزاج اور بے تکلف طبیعت کے مالک ہیں۔ آپ نے امریکی ٹیکنیکل مہارت۔ مالی امداد اور عملی نظریوں کے ذریعہ جمہوریت کو فروغ دینے کی کامیاب کوشش کی۔ عالمی معاملات کے متعلق آپ کے علم و مفاہمت کا اظہار ان وسیع اشاعت چھ کتابوں سے ہوتا ہے جو آپ نے ۱۹۴۶ء سے لیکر ۱۹۵۶ء تک کے عرصے میں لکھی ہیں۔ ان کے نام ہیں۔ ٹومارو وداؤٹ فیئر (Tomorrow Without Fear) (بے خوف مستقبل) ایمبسڈرس رپورٹ (Ambassador's Report) (سفیر کی رپورٹ) ویگنگ دی پیس (Waging the Peace) (امن کے

لئے جد و جہد) New Dimensions Of Peace (امن کی نئی وسعتیں) امریکن پالیٹکس ان اے ریولیوشنری ورلڈ (American Politics in a Revolutionary world) (عالمی انقلاب میں امریکی سیاست)۔
افریقاز چیلنج ٹو امریکہ ۔ (Africas Challenge to America) امریکہ کو افریقہ کا چیلنج ۔

آپ ۱۹۰۱ء میں سپرنگ فیلڈ میسا چوسٹس میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے والد کا نام چارلس ایلن باؤلز اور والدہ کا نیلی ہیرس باؤلز تھا۔ آپ نے دنلگفورڈ کنکٹی کٹ میں چوآٹ اسکول میں تعلیم پائی اور ایل یونیورسٹی سے ۱۹۲۴ء میں بی ایس سی کی ڈگری لینے کے بعد سال بھر اخبار "سپرنگ فیلڈ ری پبلکن" کے رپورٹر کے طور پر قائم کیا۔ یہ انہی کے خاندان کا اخبار تھا۔ جسے اُن کے پردادا نے قائم کیا تھا۔ اور اب ان کے دادا اس کے ایڈیٹر تھے۔ ۱۹۲۵ء میں آپ نیویارک کی ایک اشتہاری کمپنی۔ جارج بیٹن کمپنی میں شامل ہوگئے۔ اور چار برس بعد اپنے دوست ولیم بینٹن کے ساتھ ایک ایڈورٹائیزنگ اینڈ مارکٹنگ ریسرچ ایجنسی قائم کی۔
جولائی سے اکتوبر ۱۹۴۳ء تک واشنگٹن میں۔ او۔ پی۔ اے (قیمتوں کو متوازن رکھنے کا شعبہ) کے جنرل مینجر رہے۔ بعد میں صدر روزویلٹ نے آپ کو نیشنل پرائس ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا۔ اس عہدے پر آپ ۱۹۴۶ء تک فائز رہے اور امریکی کانگریس اور عام پبلک کے تعاون سے دوسری عالمی جنگ میں قیمتوں کو گھٹانے میں نمایاں کامیابی پائی۔
۴۶-۴۳ ۱۹ء میں جنگی پیداواری بورڈ اور جنگ کے لئے پیٹرولیم کونسل کے بھی ممبر رہے۔ جنگ کے بعد فوری سے جولائی ۱۹۴۶ء تک آپ صدر ٹرومین کی حکومت میں اکانامک سٹیبلائزیشن (اقتصادی استحکامی شعبے) کے ڈائریکٹر رہے جہاں افراط زر پر کنٹرول رکھنے کا اہم کام آپکے سپرد تھا۔ امریکی داخلی سیاست میں مسٹر باؤلز ۱۹۴۰ء میں ڈیموکریٹک نیشنل کنونشن میں کنکٹی کٹ کے ڈیلی گیٹ تھے۔ اور نومبر میں فرینکلن ڈی روزویلٹ کے صدارتی انتخاب کے سلسلے میں صدارتی الیکٹر تھے۔ ۱۹۴۸ء میں کنکٹی کٹ کے دو سال کے لئے گورنر منتخب ہوئے۔
بین الاقوامی میدان میں آپ ۱۹۴۶ء میں پیرس میں یونیسکو کی پہلی کانفرنس میں امریکی ڈیلی گیٹ تھے۔ اور ۴۷-۱۹۴۶ء میں یونیسکو کے لئے امریکی نیشنل کے ممبر رہے۔ ۴۸-۱۹۴۷ء میں آپ اتحادی سبھا کے سکریٹری جنرل کے نائب خصوصی تھے۔ ۱۹۴۸ء میں آپ نے اتحادی سبھا کی طرف سے سرکاری طور پر انگلستان۔ فرانس۔ اٹلی، آسٹریا۔ ہنگری۔ چیکوسلواکیہ۔ اور پولینڈ کا دورہ کیا۔ صدر ٹرومین نے آپ کو ۱۹۵۸ء میں آپ ایوان نمائندگان کے ممبر چنے گئے جہاں آپ نے خارجہ تعلقات کمیٹی میں نمایاں کام کیا۔ جولائی ۱۹۶۰ء میں ڈیموکریٹک پلیٹ فارم کمیٹی کے چیرمین کی حیثیت سے آپ نے ڈیموکریٹک پارٹی کے لئے سیاسی مقاصد اور دوسرے متعلقہ امور پر مبنی خطبہ تیار کیا جس کی بنا پر صدر منتخب کینیڈی صدارتی انتخابی مہم میں کامیاب ہوئے۔

ملکہ معظمہ اور ڈیوک آف ایڈنبرا کی تفریحات

از قلم:۔ ڈورتھی۔ لیرڈ۔

ملکہ الزبتھ ثانی اور ڈیوک آف ایڈنبرا کی اولین تفریح اُن کے بچے ہیں۔ گھر کے خوشگوار ماحول میں وہ اُن پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ دوسرے والدین کی طرح وہ بھی یہ چاہتے ہیں کہ اُن کے بچے اُن مشاغل سے لطف اندوز ہوں جن سے وہ خود لطف اندوز ہوتے ہیں دونوں کو دیہی زندگی سے بہت پیار ہے۔ بچوں کے ہمراہ پکنک۔ کتوں کے ساتھ نیو فورڈ سر گریٹ پارک کے کھلے میدانوں یا بلمورل کے ارد گرد پہاڑی راستوں میں گھوڑے کی سواری اُن کو بہت پیاری ہے

گو ملکہ الزبتھ اور ڈیوک آف ایڈنبرا کے بہت سے تفریحی مشاغل ایک سے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُن کی دلچسپیاں بالکل یکساں ہیں۔ چونکہ ملکہ معظمہ کی پرورش زیادہ تر دیہی علاقے میں ہوئی تھی اس لئے اُن کو دیہی مشاغل زیادہ پسند ہیں۔ وہ رائفل کا اچھا نشانہ باندھتی ہیں۔ سامن مچھلی کا شکار اُن کو بہت مرغوب ہے۔ سیر و تفریح کے وقت ویلز کی اسپنل کے چھوٹے چھوٹے کتے ملکہ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ملکہ ایک اچھی پیانو نواز ہیں اور اپنی والدہ کی طرح خوبصورت ڈانسر بھی۔ اسکاٹ لینڈ کے دیہی رقص کی تو وہ ماہر تصور کی جاتی ہیں۔

ملکہ الزبتھ ثانی کا ایک بہت بڑا تفریحی مشغلہ ریس کے گھوڑے پالنا ہے۔ اُن کے گھوڑوں نے گھوڑ دوڑ میں متعدد بار میدان مارا ہے۔ گھوڑ دوڑ میں وہ خود بازی بھی بدلتی ہیں۔ گھوڑ سواری کی وہ بہت لطف اندوز ہوتی ہیں۔

ڈیوک آف ایڈنبرا بھی ایک اچھے گھڑ سوار ہیں۔ پولو کے بہت اچھے کھلاڑی ہیں۔ وہ اسپورٹس دیکھنے کی بہ نسبت اُن میں حصہ لینا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ کرکٹ سے بہت زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ تیرنا اُن کا ایک محبوب مشغلہ ہے۔ موسم سرما میں اسکواش ریکٹ اکثر کھیلتے ہیں۔ بکنگھم محل کے تالاب میں انہوں نے شہزادہ چارلس اور شہزادی این کو تیرنے کی تربیت دی تھی۔

بیشتر بحری افسران کی طرح ڈیوک آف ایڈنبرا کو کشتی چلانا بہت پسند ہے۔ اسکول کے ایام میں بھی وہ طوفانی سمندر میں بادبانی کشتی چلاتے رہتے تھے وہ کامیاب فوٹوگرافر بھی ہیں۔

قطعہ

ہوگئی شرح بیانی کیسی　　اور گلہ کی شبانی کیسی
قیس و لیلےٰ کے عشق کی آخر　　ہوگئی ختم کہانی کیسی

(آمدہ از نذری باغ)

برطانیہ کی خبریں

لیڈی بیڈن پاول کا دورۂ ہند

۲۵ر دسمبر کو دہلی پہنچیں گی!

معلوم ہوا ہے کہ اسکاوٹ تحریک کے بانی لارڈ بیڈن پاول کی اہلیہ محترمہ اور عالمی چیف گائڈ لیڈی بیڈن پاول ۲۵ر دسمبر کو دہلی پہنچ رہی ہیں۔ وہ ہندوستان میں تقریباً ۲ ماہ قیام کریں گی۔ ۲۳ سال کے بعد لیڈی بیڈن پاول پہلی مرتبہ ہندوستان آرہی ہیں۔ لندن میں ایک انٹرویو کے دوران میں انہوں نے اس بات پر بے حد خوشی کا اظہار کیا ہے کہ اتنے برسوں کے بعد وہ پھر ہندوستان کو دیکھ سکیں گی۔ انہوں نے بتایا ہے کہ ان کے خاوند کو ہندوستان سے بہت پیار تھا۔ لیڈی بیڈن پاول ۲۶ ڈسمبر کو بنگلور میں آل انڈیا گرل جمبوری کا افتتاح کریں گی۔ ہندوستان میں اپنے قیام کے دوران میں وہ مختلف شہروں میں لیکچر دیں گی۔ اور گائڈز و گائڈ لیڈروں سے ملاقات کریں گی۔

برطانوی وزیر اعظم ہندوستانی طلبا ہوسٹل میں

لندن سے آمدہ ایک اطلاع کے مطابق برطانوی وزیر اعظم مسٹر ہیرلڈ میکملن نے ۷ر ڈسمبر کو وائی۔ ایم۔ سی۔ اے۔ انڈین اسٹوڈنٹس یونین و ہوسٹل کا معائنہ کیا اور ہندوستانی طلبا سے ملاقات کی۔ لیڈی ڈوروتھی میکملن ان کے ہمراہ تھیں۔ برطانیہ میں مقیم ہندوستانی

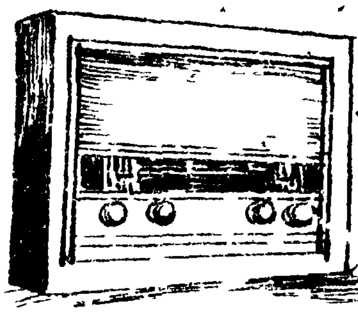
ہائی کمشنر مسز وجے لکشمی پنڈت نے ان کا استقبال کیا۔

برطانوی وزیر اعظم نے ۱۹۵۸ء میں اپنے ہندوستانی دورہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں اس دن کو کبھی نہیں بھول سکوں گا جب دہلی کے لال قلعہ کی تقریب میں ہزارہا لوگوں نے میرا خیر مقدم کیا تھا۔ میں لوگوں کے جوش کو دیکھ کر جذبات سے اتنا زیادہ مغلوب ہو گیا تھا کہ میں صرف چند الفاظ ہی بول سکا تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ جب ملکہ معظمہ ہندوستان جائیں گی تو ہندوستانی عوام نہایت شاندار طریقہ سے ان کا استقبال کریں گے۔ مسٹر میکملن نے بتایا کہ برطانیہ میں سمندر پار کے طلبا کی تعداد اس وقت تقریباً پچاس ہزار ہے جن میں دو تہائی طلباء کا تعلق کامن ویلتھ ملکوں سے ہے۔ یہ تعداد دس سال قبل کی تعداد سے پانچ گنا ہے۔

ملکہ معظمہ کا پیغام کرسمس

بی۔ بی۔ سی۔ کے اعلان کے مطابق ملکہ معظمہ کا کامن ویلتھ عوام کے نام کرسمس پیغام ۲۵ر دسمبر کو ہندوستانی وقت کے مطابق ساڑھے آٹھ بجے شب ۴۲۰ ۔ ۱۹ ۔ ۴۱ ۔ ۲۵ اور ۲۲۶ ۔ ۳۰ میٹر پر سنا جاسکے گا۔ گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی ملکہ معظمہ کا پیغام پہلے ہی سے ریکارڈ کر لیا جائے گا۔ پیغام کی ٹیلی ویژن فلم بھی تیار کی جائے گی جسے سمندر پار کے ملکوں میں دکھایا جائیگا۔

روحانی ریڈیو



ناشر :- مجذوب حیدرآبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی پسند ہے ۔ ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جراءت نہیں کر سکتے ۔ ناظرین جانیں یا وہ خود ۔ روحانی نشریات میں آج معاملات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں ، اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم خاص کا خیال نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایکبار نوری میٹر پر روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ ہمارے شو عین ... غزل سن رہے تھے جیسا ایک شعر تھا ؎

جسم کا زور گھٹا ، پیٹ کی طاقت دل کی
پیر جب ہوتے ہیں ہم لوگ جوان ہوتے ہیں

اب جناب ... عمدہ تقریر ابھی ... فرمائیں کے آپکی تقریر کا عنوان ہے "وزیروں کا ضمیمہ"

نا معین یا تمکین !

یہ خبر عبرت اثر آپکی نظر سے ضرور گزری ہوگی کہ ہمارے وطن آندھرا پردیش کی کابینہ میں ایک نہ دو پورے چار وزیران باتدبیر کا اضافہ ہو رہا ہے بالفاظ دیگر چار خدمت گزاران قوم کو عوام پر مشق ناز کرنے کے لئے کانگریس کی جانب سے اس ضمانت کیسا تھ لائسنس دیا جا رہا ہے کہ ؎

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

ہندوستان کی تاریخ میں خاندان بارہہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو بادشاہ گر تھا ۔ ہندوستان کی آئندہ لکھی جانے والی تاریخوں میں خاندان کانگریس کا ذکر کیا جائے گا جو " وزیر گر " ہے ۔ اس خصوص میں ایک ماہر معاشیات و اعداد و شمار کا بیان ہے کہ اگر کانگریس کے کارخانہ سے اسی طرح وزیر ڈھل کر نکلتے رہیں یعنی کانگریس اسیطرح وزیر سازی کرتی رہے تو ایک دن ایسا آئیگا کہ کانگریس کے تمام چوانی ادھنی اور روپیہ والے ممبر ، وزیر بن جائیں گے اور کانگریس میں ڈھونڈنے سے دوا کے لئے بھی ایک سیدھا سادھا انسان نہ مل سکے گا ۔ اس دفعہ فاجعہ پر ایک شاعر نے بھی کیا خوب کہا ہے ؎

کانگریس کا ہر بدھو ، مفتون نظر آتا ہے
لیلائے وزارت کا مجنون نظر آتا ہے
یہ پھول وزارت کی ہے جسم پہ پایا جیسے
انسان تماشا کوئی ڈھپول نظر آتا ہے
مجھکو ان کی قدرت ہے اک طرفہ تماشہ ہے

انڈے سے نکلتے ہی چوں چوں نظر آتے ہے
بنگلہ بھی ہے موٹر بھی، کمتدر بھی ہر طرح چوں بھی
لیڈر تو مجھے طرفہ معجون نظر آتا ہے

سوانگریس کی موجودہ صفتِ وزیر سازی یا "وزیر زیادہ اُگاؤ" کی مہم کی وجہ سے آج کل پامسٹوں، نجومیوں اور نیلی راجاؤں کا بازار بھی گرم ہو گیا ہے چنانچہ کل ہی کا ذکر ہے کہ ایک کھدر پوش نیتا دواخانہ عثمانیہ کے سامنے فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوئے ایک نجومی کو اپنا ہاتھ دکھا رہے تھے۔ نجومی بڑا ہوشیار اور ذہین تھا اُس نے کھدر کا لباس یعنی لفافہ دیکھتے ہی خط کا مضمون تاڑ لیا۔ ہتھیلی کی لکیروں کو غور سے دیکھ کر کہنے لگا:-

آپ کے ہاتھ کی لکیریں کہہ رہی ہیں کہ آپ اسی مہینے کے ختم تک بلکہ اسی ہفتہ میں وزیر ہونے والے ہیں یہ آپ کی پانچوں اُنگلیاں گھی میں اور سر کڑھائی میں ہونے والا ہے عنقریب آپ اپنے یہ کالے کالے ہاتھ بہتی گنگا میں دھوئیں گے، آپ کے دن سنہرے اور راتیں روپہری ہونے والی ہیں۔ وزارت کی ہُما آپ کے گھر آنے والی ہے البتہ ایک "گنڈلم" ہے وہ گنڈلم اگر ٹل گیا تو بیڑا پار ہے اس گنڈلم کو ٹالنے کے لئے کالی جمعرات کو لال چیونٹیوں کو سفید شکر کھلاؤ۔ جاؤ بھگوان تمہارا بھلی کرے، لیکن وزیر ہونے کے بعد مجھے نہ بھولنا۔ اگر تمہیں وزیر بننے کے بعد جنگلات کا قلمدان وزارت مل جائے تو مجھے جنگلات کا کنٹراکٹ دار بنا دینا، اگر آبکاری کا قلمدان تمہارے تو میرے لئے گڑمبہ سازی کا ایک کارخانہ کھلوا دینا اور اگر تعمیرات کا قلمدان مل جائے تو مجھے ناگرجونا ساگر کا کنٹراکٹ دار بنا دینا۔

مِن مِنتھرے نے جب وزیروں کی بہ کثرت ولادت کے بارے میں سیاسی دادا لالی بجھکڑ سے ایک غیر رسمی پریس کانفرنس میں اُن کا نقطۂ نظر دریافت کیا تو موصوف نے آلو بونڈا چباتے ہوئے فرمایا کہ:-

بچّہ! تم جانتے ہو کہ کانگریس میں چند دنوں پہلے کچھ اختلافات پیدا ہو گئے تھے جس کی وجہ سے کانگریس دو فرقوں میں بٹ گئی تھی۔ ایک برسرِ اقتدار کانگریس دوسرے ناراض کانگریس۔ برسرِ اقتدار کانگریسی تو لڈو پیڑے کھاتے، موٹروں میں دندناتے اور موج اُڑاتے تھے لیکن ناراض کانگریسی سے

خونِ دل پینے کو اور لختِ جگر کھانے کو
یہ غذا ملتی ہے جاناں ترے دیوانے کو

گنگناتے ہوئے، جوتے چٹخاتے اور ہوا کھاتے پھرتے تھے۔ معاً ان ناراض کانگریسیوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کیا بات ہے کہ ہم بھی کھادی کا لباس پہنتے ہیں اور یہ برسرِ اقتدار کانگریسی بھی کھادی کا لباس پہنتے ہیں ہم بھی مہاتما گاندھی کا نام لے لے کر تقریریں کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی۔ ہم بھی جنتا کو سبز باغ دکھاتے ہیں اور یہ بھی۔ پھر کیا بات ہے؟ وہ تو وزیر بنے رہیں اور ہم بدستور جوتے چٹخایا کریں

لھذا یہ سوچ کر انہوں نے چیخ و پکار شروع کی اور گھر کے بھیدی بن کر لنکا ڈھانے کی فکر کرنے لگے ان کے یہ عزائم دیکھ کر وزیروں کو چنتا ہوئی اور انہوں نے یہ سوچا کہ اکیلے اکیلے کھانا ہضم کرنا مشکل ہے کیوں نہ اس "خوانِ یغما" میں ان ناراض کانگریسیوں کو بھی شریک کر لیا جائے، جب ان کو بھی وزارت ملجائیگی تو ان کے

منہ بند ہو جائیں گے دنیا سے اختلافات اور چیخ و پکار ختم!
ان کا سارا گلہ تو بس گلے لگانے کے لئے ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

گلے لگ جاؤ آؤ سب گلے مٹ جائیں پل بھر میں
زباں پر میری شکوہ بہر تقریب کلام آیا

لہٰذا وزارت کا دسترخوان وسیع کر دیا گیا تا کہ سب بہتی گنگا میں ہاتھ دھو کر ؎

ادیم وطن سفرہ عام اوست
بریں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست

گنگناتے ہوئے لڈو پیڑے کھائیں اور پھر ڈکار بھی نہ لیں"

یہ سن کر میں نے داد الال بجھکڑ سے عرض کیا کہ دادا جی یہ تو آپ کا حسن ظن ہے (" ظا" سے " ز" سے نہیں) ورنہ کھانے پینے کی بات غلط ہے یہ تو انتظامی مصلحتیں ہیں جنکی بناء پر وزیروں کی تعداد میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ اس مصلحت کو ہم کیا سمجھ سکتے ہیں؟ جیسا کہ لسان الغیب حافظ شیرازی نے فرمایا ہے ؎

رموز قوم و وطن کا نگریسیاں دانند
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

ایکزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ جناب مبصر کی تقریر سن رہے تھے اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔ جئے ہند

بزم سعدی کا شاندار اجلاس

سرکار حق آگاہ کا کلام مودت نظام پڑھا گیا

بزم سعدی کا تیرھواں اجلاس ۱۸ر دسمبر کو علامہ ڈاکٹر طاہر علیخاں مسلم کی صدارت میں بمکان باجی جمال النساء صاحبہ منعقد ہوا۔ محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ ایم اے لکچرار کلیہ اناث جامعہ عثمانیہ نے فارسی کے مشہور شاعر نظامی گنجوی پر اپنا مختصر مقالہ سنایا جسکو حاضرین نے بیحد پسند کیا۔ طرحی مشاعرہ کا آغاز اعلیٰحضرت بندگان عالی مد ظلہم العالی کی طرحی غزل سے کیا گیا۔ جناب قمر ساحری صاحب معتمد بزم سعدی نے نہایت ہی شگفتہ لہجہ میں کلام بلاغت نظام پڑھا۔ سرکار حق آگاہ کے ہر ہر شعر پر صدائے تحسین و آفرین بلند تھی۔ اس مشاعرہ کیلئے افغانستان کے مشہور شاعر عبدالحق بیتاب نے اور کراچی (پاکستان) سے ڈاکٹر گل محمد بلوچ نے اپنی طرحی غزل روانہ کی تھی۔ ایرانیان مقیم حیدرآباد۔ آقای رحمت اللہ دانش و آقای سید علی رضا وزیری کی طرحی غزلیں بھی پڑھی گئیں جسکو بیحد پسند کیا گیا۔ حیدرآباد کے فارسی گو شعراء میں علامہ ڈاکٹر طاہر مسلم، علامہ حیرت بدایوانی، جناب سید تقی موسوی صاحب، جناب قمر ساحری صاحب، جناب نور محمد صاحب نور، محترمہ رابعہ طاہر سعیدہ صاحبہ، جناب شفیق سنجر صاحب، جناب حیدر شمسی صاحب، جناب ذکائی صاحب، جناب شمس الدین تاباں صاحب، جناب اکبر رضی صاحب، جناب بشر آشنائی صاحب اور رحمت اللہ تیرانی نے اپنا طرحی کلام سنایا اردو دور میں جناب اختر حسن صاحب ایم اے، جناب تاج قریشی صاحب، جناب حبیب احمد صاحب صدیقی، جناب ابو محمود فکری صاحب، اور جناب خالد رشیدی صاحب نے اپنا کلام سنایا۔ معزز سامعین میں جناب اکبر حسن صاحب (سابق جج) مولوی عبدالمحمود صاحب مددگار معتمد داخلہ، مولوی سید نظام الدین صاحب

سینئر ریڈر کا رناظم معدنیات، پروفیسر عالم خوندمیری، ڈاکٹر رشید النساء صاحبہ، باجی جمال النساء صاحبہ، اور رابعہ برنی صاحبہ کے علاوہ دوسرے ذی علم

آہ سُدھرے مرحوم غازی یار جنگ

حیدرآباد :- ۱۸ ڈسمبر کل رات الحاج نواب غازی یار جنگ بہادر متوطن رکن عثمانیہ عدالت العالیہ و سابق صدر نشین پائیگاہ نے ایک مختصر سی علالت کے بعد بعارضہ قلب بعمر (۸۳) سال کی داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کا اصلی نام غازی الدین احمد تھا۔ آپکے شائستہ رہے لوث اور وفادارانہ خدمات کی بنا پر اعلیحضرت بندگان عالی نے آپکو "غازی یار جنگ" کے خطاب سے مفتخر فرمایا تھا۔ آپ شمس العلماء نواب عزیز جنگ ولا کے خلف اکبر تھے۔ آپ ۱۸۷۷ء کو پیدا ہوئے ۱۸۹۷ء میں آپ بہ حیثیت آنریری مجسٹریٹ سلک ملازمت سرکار عالی میں داخل ہوئے و درجہ بدرجہ ترقی کرکے آپ ۱۹۲۵ء میں ناظم عدالت دار القضا مقرر ہوئے۔ فرمان مبارک کے مندرجہ ذیل الفاظ سے آپکی شخصیت کا پتہ چلتا ہے

"نظامت دار القضا پر غازی الدین احمد کو مقرر کرتا ہوں جو کہ شمس العلماء کے فرزند ہیں جو کہ مندرجہ اور مستحق شخص ہیں جو اس خدمت کے اہل ہیں"

آپ چھ سال تک ناظم دار القضا اور سات سال تک بعہدہ ناظم عدالت دیوانی (سیشن جج) رہے اسکے بعد عثمانیہ عدالت العالیہ کی رکنیت پر آپ کو ترقی ملی۔ عدالت ہائے ممالک محروسہ سرکار عالی کے اسپیشل جنرل کی حیثیت سے ایک عرصہ تک کارگزار رہے۔ ۱۹۳۹ء میں آپ وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش ہوئے۔ وظیفہ کے بعد انتظام کمیٹی پائیگاہ نواب سلطان الملک کے رکن فرمان خسروی سے مقرر ہوئے۔ ذات محمدی یار جنگ مغفور صدر نشین کمیٹی کے انتقال کے بعد آپکو اعلیحضرت بندگان عالی نے بورڈ آف ٹرسٹ پائیگاہ مذکور کا صدر نشین مقرر فرمایا۔ پولیس ایکشن کے قبل تک آپ اس خدمت پر فائز رہے۔ حج بیت اللہ الحرام سے مشرف اور کئی بار مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے۔ جب تک آپ صحت مند رہے صبح و شام پا پیادہ اپنے مکان سے مسجد الماس بغرض ادائی نماز آتے اور جاتے وقت اپنے والد مرحوم کی قبر پر فاتحہ خوانی کرنے کی سعادت حاصل کرتے رہے۔ آپ اپنے والد کی جیتی جاگتی بولتی چالتی اور چلتی پھرتی تصویر تھے۔

آپ نے اپنا بیان مدینہ کی امداد کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا افراد خاندان کے ساتھ آپ کا غیر معمولی سلوک تھا۔ آپ نمازوں کے سختی سے پابند تھے۔ مدینہ منورہ تک بار بار نور الامراء آپکے موفر ... خان بہادر احمد علاء الدین احمد نواز جنگ مرحوم آپ کا بیحد احترام کرتے تھے ... آپکی تحریک و ترغیب کا نتیجہ ہے

جلوس جنازہ میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد شریک تھی۔ آپکی تدفین مسجد الماس میں آپکے والد مرحوم کے پائنتی عمل میں آئی۔ مجلس علمائے دکن کے معتمد جناب مولوی سید بادشاہ حسینی صاحب نے نماز پڑھائی مرحوم کے قدیم ملازم محمد مولانا صاحب کو آپکے مرنے کا بے حد ملال تھا ہر کسی سے تدفین کے وقت مرحوم کی خوبیاں بیان کرکے روتے جا رہے تھے

راقم الحروف کو مرحوم سے ... حاصل تھا۔ مرحوم ... راقم الحروف کے والد سے بڑی محبت تھی اسی بنا پر مرحوم جب کبھی راقم الحروف کے مکان پر سے گزرتے تھے تو راقم الحروف سے مل لیا کرتے تھے ذیل کا قطعہ تاریخ راقم الحروف کے ... ایک ... لکھا ہے۔

رفت از دار جہان نزد پدر ✤ بادل مغموم غازی یار جنگ

سال رحلت سجمہ صمصام گفت ✤ آہ سُدھرے مرحوم غازی یار جنگ

—— (۱۳۸۰ھ) ——

خدا مرحوم کو بخشے ... مرحوم کے پسماندگان کو ... صبر جمیل عطا فرمائے

غیاث اقبال

مُلّا نصیر الدین

مُلّا نصیر الدین ایک عجیب آدمی تھا ایسا آدمی مشکل ہی سے پیدا ہوتا ہے اس میں خوبیاں تو بے شمار تھیں لیکن سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ کسی کا دل نہیں دُکھاتا تھا، وہ ہمیشہ دوسروں کو خوش رکھتا تھا، خود بیوقوف بن جاتا تھا لیکن دوسروں کو ہنساتا تھا لوگوں کو لڑنے اور جھگڑنے سے باز رکھتا تھا چونکہ وہ امن اور سکون بھی چاہتا تھا

مُلّا نصیر الدین کی بیوقوفی کے قصے دنیا بھر میں مشہور ہیں، اسکی ہنسی کی کہانیاں آج بھی سنی اور سنائی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسکا نام زندہ ہے وہ دس بیس برس پہلے پیدا نہیں ہوا تھا اس کو پیدا ہوئے کئی صدیاں گزر چکی ہیں۔ سنہ ۱۲۰۸ء میں ترکی کے ایک گاؤں "ہورتو" میں پیدا ہوا تھا اس کا باپ عبداللہ اپنے گاؤں کی مسجد کا امام تھا اس نے نصیر الدین کو خوب پڑھایا لکھایا اور اس زمانے کے لحاظ سے اسکو تعلیم دلوائی تھی۔

نصیر الدین لکھنے پڑھنے کے ساتھ ساتھ دستکاری بھی سیکھتا تھا، اس نے درزی کا کام سیکھا، موچی، بڑھئی اور جولاہے کا ہنر حاصل کیا، سپہ گری سیکھی اور نہ جانے کیا کیا سیکھا۔ چودہ یا پندرہ سال کی عمر ہوگی کہ نصیر الدین ایک درزی کی دوکان پر کام سیکھتا تھا ایک روز درزی ایک پیالہ بھر ریشمی رومال ڈھانپ کر لایا اور نصیر الدین سے بولا بیٹا! اس پیالہ میں زہر ہے اسکو ہاتھ نہ لگانا، میں زمیندار کے یہاں ہوکر ابھی واپس آتا ہوں۔ درزی چلا گیا تو نصیر الدین نے رومال اٹھا کر دیکھا ارے یہ تو شہد ہے شہد! استاد نے اس خیال سے جھوٹ بولا ہوگا کہ شہد کا نام لوں گا تو نصیر الدین ضرور چٹ کر جائے گا۔

نصیر الدین مسکرایا اور رومال لے کر نانبائی کی دوکان پر پہنچا۔ میاں نانبائی! میرے پاس پیسے تو ہیں نہیں اگر دو گرم گرم نانفتان دے کر یہ رومال لے لو تو کتنا اچھا ہو۔ تمہیں ریشمی رومال مل جائے گا اور میرا پیٹ بھر جائیگا۔ نانبائی نے خوشی خوشی رومال لے لیا اور دو نانفتان دے دیئے نصیر الدین نے واپس آکر دونوں نانفتان شہد سے کھائے اور دہیں لیٹ گیا۔ درزی واپس آیا تو پیالہ پر رومال موجود نہ تھا اس نے ناراض ہوکر کہا نصیر الدین! رومال کیا ہوا؟

نصیر الدین نے منہ بنا کر جواب دیا، استاد! ذرا آنکھ لگ گئی تھی کہ چور رومال لے گیا۔ درزی نے بگڑتے ہوئے کہا، پھر تم نے چور کو تلاش کیوں نہیں کیا!؟

نصیر الدین نے کہا، استاد! میں نے اسے بہت تلاش کیا لیکن وہ نہیں ملا آخر میں نے سوچا کہ آپ سے شرمندگی ہوگی اسلئے میرا مر جانا ہی بہتر ہے میں نے پیالہ کا سارا زہر چاٹ لیا اور یہاں لیٹ کر موت کا انتظار کر رہا ہوں لیکن وہ ابھی نہیں آئی۔ درزی اپنے جھوٹ پر بہت شرمندہ ہوا اور خاموشی سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

نصیر الدین بچپن ہی سے ایسی باتیں کرتا تھا کہ لوگ سن کر کہتے تھے یہ بیوقوف ہے لیکن جب وہ غور کرتے تو انھیں ماننا پڑتا کہ نصیر الدین بہت ہی ذہین اور عقلمند ہے۔

نصیرالدین ان ہی باتوں کی بدولت لوگوں میں مقبول ہوا اور علم حاصل کرنے کے بعد اپنے گاؤں کا قاضی مقرر کیا گیا اور ملّا نصیرالدین کہلانے لگا۔ ملّا نصیرالدین کہتا تھا کہ انسان جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسکا ضمیر اسے کام کی اچھائی یا برائی بتا دیتا ہے، اگر انسان اسکا کہا مان لیتا ہے تو فائدہ اٹھاتا ہے ورنہ اسے تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ نقصان سے بھی دوچار ہوتا ہے۔

ایکمرتبہ ملّا کی بیوی میکے گئی ہوئی تھی، ادھر ملّا کا گدھا بیمار تھا، ملّا خود کھانا پکاتا، گدھے کی دوا دارو کرتا اور لوگوں کے جھگڑے بھی چکاتا۔ اسی طرح ایک ہفتہ گزر گیا آخر ملّا نے پریشان ہوکر ارادہ کیا کہ خود جاکر بیوی کو لے آئے۔ اس نے کپڑے پہنے اور اصطبل میں جاکر گدھے کو تیار کیا حالانکہ گدھا سواری کے قابل نہیں تھا لیکن ملّا بھی مجبور تھا وہ گدھے کے بغیر گھر سے قدم نہیں نکالتا تھا۔ اس نے گدھے پر سواری تو نہیں کی لیکن ساتھ ضرور لے لیا اور رسی پکڑ کر پیدل ہی روانہ ہوا۔ ابھی گاؤں کے قریب سے گزر رہا تھا کہ مسجد کے قریب والی جھاڑیوں میں سے ایک آدمی نکل آیا اور ملّا کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ ملّا حیرانی سے کبھی خود کو دیکھتا تھا اور کبھی اس اجنبی کو۔ بات یہ تھی کہ اجنبی ملّا کا ہمشکل تھا ایک بال کا بھی فرق نہ تھا، شکل کے ساتھ ساتھ اسکی چال، اسکا لباس، سب کچھ ایک جیسا تھا۔ ملّا کا گدھا بھی حیران تھا کہ اس کا مالک تو اسکی رسی تھامے ہوئے ہے اس جیسی شکل کا ایک اور آدمی کہاں سے آموجود ہوا

نصیرالدین نے پوچھا، تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟

اس نے جواب میں چلّا چلّا کر کہنا شروع کیا، اے ملّا! تیری عقل تو نہیں ماری گئی، گدھا بیمار ہے اسکو کھینچے لئے چلا جارہا ہے یہ بے زبان جانور تجھے بددعا دے رہا ہوگا! یہ کہہ کر ہنس پڑا اور واپس چلا جا۔ ملّا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ اجنبی پہلے ہی بول اٹھا کہ ملّا! تو نے گھر کس پر چھوڑا ہے؟ جا اور مکان کی حفاظت کر۔ ملّا نصیرالدین کو اجنبی کی بات پر بہت غصہ آیا اور اس نے گردن کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا: جا بوڑھے اپنا کام کر، میں اپنا بھلا برا خوب سمجھتا ہوں۔ ملّا کی بات سن کر اجنبی کی آنکھیں لال پڑگئیں اور وہ سنبھلنے سے پہلے ہی گر پڑا ملّا نصیرالدین اسکو اٹھانے کیلئے آگے بڑھا لیکن اجنبی غائب ہوگیا جیسے وہ آدمی نہیں کوئی بلا تھی۔

ملّا اپنے سسرال چلا گیا لیکن بیوی کو بیمار دیکھ کر مجبور ہوا اور واپس چلا آیا۔ واپسی پر اسے معلوم ہوا کہ مکان میں چوری ہوگئی ہے اور زیادہ مالیت کی تمام چیزیں جاتی رہیں۔ ملّا نصیرالدین سر پکڑ کر بیٹھ گیا، اب اسے خیال آیا کہ وہ اجنبی کوئی انسان نہیں تھا بلکہ وہ اسکا ضمیر تھا مگر وہ اسکا کہا مان لیتا تو یہ نقصان نہ اٹھانا پڑتا۔

گاؤں کا ایک زمیندار شہر سے واپس آیا تو اس نے گاؤں والوں کو دعوت دی۔ اس دعوت میں ملّا نصیرالدین بھی موجود تھا اس کا وہاں ہونا تو ویسے بھی ضروری تھا کیونکہ وہ گاؤں کا قاضی تھا اسکے علاوہ اسکی یہ خوبی بھی تھی کہ جب کسی محفل میں بیٹھتا تو لوگوں کو ہنساتے رہتا تھا۔ زمیندار نے کھانے کے بعد لوگوں کو ایک چاقو دکھایا چونکہ اس گاؤں والوں نے پہلے کبھی چاقو نہ دیکھا تھا اسلئے سب ہی نے تعجب سے دیکھا۔ زمیندار نے پوچھا کیا ہوا اس چیز کا نام کیا ہوسکتا ہے؟ کیا تم میں سے کوئی شخص بتا سکتا ہے؟ جواب میں سب نے سر ہلا دیا۔ آخر زمیندار نے ملّا نصیرالدین سے پوچھا قاضی صاحب! آپ کو تو ضرور ہی معلوم ہوگا آپ ہی بتایئے

ملا نے سادگی سے جواب دیا کہ یہ آدمی کا بچہ ہے ابھی اسکے دانت نہیں نکلے تمام لوگ قہقہہ مار کر ہنس پڑے، زمیندار نے کہا کہ قاضی صاحب آپ نے تو کمال کر دیا ایسا نام تبایا ہے کہ جیسے دماغ میں بھی آ ہی نہیں سکتا تھا۔ ملا نصیرالدین نے اکڑ کر کہا آخر ہم بھی ولی ہیں ولی! ایک شخص کو یہ بات بڑی ناگوار گزری اس نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ آپ خود کو ولی کس طرح کہہ سکتے ہیں آپکے پاس کوئی ثبوت بھی ہے؟

ملا نے کہا ہم اگر پتھر کو اشارہ کر دیں تو وہ لڑھکتا ہوا ہمارے قدموں میں آجائے، دریا کیطرف انگلی اٹھا دیں تو اس کا پانی رخ بدل دے کیا ان خوبیوں کے ہوتے ہوئے بھی ہم ولی نہیں ہو سکتے؟ اس شخص نے کہا اگر یہ بات ہے تو آپ سامنے والے درخت کو اپنے قریب بلا کر دکھائیں۔

یہ کونسی بڑی بات ہے ابھی بلاتا ہوں کہہ کر ملا نے درخت کو اشارہ کیا اور زبان سے کہا کہ میاں درخت! میرے قریب آجاؤ، آجاؤ، آجاؤ!! ملا بہت دیر تک آواز دیتا رہا لیکن درخت تو درخت اسکا پتہ بھی نہ ہلا۔ آخر ملا اٹھ کر خود ہی درخت کے پاس چلا گیا لوگوں نے کہا کہ یہ کیا مذاق ہے؟ ملا نے جواب دیا ولیوں میں غرور نہیں ہوتا، جب کوئی ان کے پاس نہیں آتا تو وہ خود ہی اسکے پاس چلے جاتے ہیں ملا کے اس جواب سے لوگ ہنستے ہنستے دوہرے ہوگئے اور تھوڑی دیر کے بعد اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے

صبح سویرے ایک شخص نے ملا کے مکان پر دستک دی ملا نے دروازہ کھول کر اسے اندر بلا لیا اور آنیکی وجہ دریافت کی اس شخص نے کہا ملا صاحب! رات کو کھانا زیادہ کھا لیا تھا اسلئے خواب دکھائی دیا لیکن غضب یہ ہوا کہ خواب میں شیطان کو دیکھا، ملا نے پوچھا شیطان کی صورت کیسی تھی؟

تو اس نے جواب دیا کہ گدھے جیسی تھی۔ ملا نے ہنس کر کہا کہ وہ شیطان تو کیا ہوگا تم نے اپنا سایہ دیکھ لیا ہوگا۔ وہ شخص شرمندہ ہو کر چلا گیا اور ملا نے بیٹھ کر ناشتہ کیا، ناشتہ سے فارغ ہو کر اپنے دفتر کو چلا۔ دفتر کیا تھا؟ گاؤں کی عدالت تھی۔ ملا صبح آٹھ بجے جا کر بیٹھ جاتا اور دو بجے تک وہاں رہتا تھا اگر کوئی معاملہ ہو تو فیصلہ کر دیا ورنہ وقت پورا ہونے پر ہی چلا آتا تھا، آج دفتر میں پہنچتے ہی ایک معاملہ پیش ہوا۔ چودھری خدا بخش اپنے سائیس کی ہاتھ اپنے ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھا اور پانچ چھ آدمی اسکے ہمراہ تھے

ملا نے دریافت کیا، چودھری صاحب! اس نے چوری کی ہے، کسی کو گالی دی ہے یا آپکی عدول حکمی کی ہے؟ چودھری نے عرض کی، قاضی صاحب! قصہ بہت بڑا ہے لیکن جب تک آپ پورا قصہ نہیں سنیں گے صحیح نتیجے پر نہیں پہنچ سکیں گے اسلئے مجھے اجازت دیجئے کہ میں شروع سے آخر تک جو کچھ ہوا ہے بیان کر دوں۔ ملا نے گدی پر آرام سے بیٹھتے ہوئے کہا، قصہ بڑا ہو یا چھوٹا آپ بیان کیجئے لیکن جھوٹ ہرگز نہ بولیں۔ چودھری خدا بخش نے کہا کہ اگر میں جھوٹ کہوں تو مجھ پر جنت کے دروازے بند ہو جائیں، اور دوزخ کے تمام انگارے مجھ پر برس پڑیں۔ ملا نے ہنستے ہوئے کہا ایسا نہ کہو چودھری صاحب! انگارہ کیا ان نہ بلانا، ہم بے قصوروں کو بھی آپکے ساتھ جلنا پڑ جائیگا۔

چودھری نے یوں قصہ بیان کرنا شروع کیا:—

میں کل شام گھوڑے پر شہر کے لئے روانہ ہوا تھا یہ سائیس میرے ہمراہ تھا، راستہ میں رات ہوگئی تو میں نے کہا اندھیرے میں آگے جانا مناسب نہیں لہذا کسی درخت کے نیچے سو کر رات گزار دیں۔ سائیس نے میری ہاں میں ہاں ملائی اور ہم نے گھوڑے

کی زین اُتار کر ایک طرف رکھ دی اور گھوڑے کو درخت سے باندھ دیا۔ میں نے سائیس سے کہا کہ تم سو رہو میں جاگ کر پہرہ دوں گا کہیں ایسا نہ ہو کہ چور گھوڑے کو کھول کر لے جائیں۔ سائیس نے مجھے اطمینان دلایا کہ میں آپ کا نمک خوار ہوں بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آقا جاگ کر رات گزارے اور ملازم پڑا سوتا رہے۔ آپ بےفکری سے سو رہیں میں گھوڑے کی نگرانی کروں گا۔ میں سو گیا لیکن دو گھنٹے کے بعد آنکھ کھلی میں نے پوچھا کہ میاں جاگ رہے ہو یا سو گئے؟ جواب ملا کہ جاگ تو رہا ہوں لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ زمین پانی پر کسطرح کھڑی ہوئی ہے؟ یہ ڈوب کیوں نہیں جاتی؟

میں نے کہا کہ اگر تو اسیطرح سوچتا رہا تو چور گھوڑے کو ضرور لے جائیں گے، بےوقوف! سوچنے کی بجائے نگرانی کر۔ میں پھر سو گیا لیکن جب آنکھ کھلی اور میں نے پوچھا، جاگ رہے ہو یا سو گئے؟ تو اس نے جواب دیا کہ جاگ تو رہا ہوں لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ خدا نے بغیر ستونوں کے آسمان کو کس طرح قائم کر رکھا ہے؟ میں نے اسے پھر برا بھلا کہا اور سو گیا لیکن ایک گھنٹے کے بعد پھر آنکھ کھل گئی، میں نے پوچھا کہ جاگ رہے ہو یا سو گئے؟ تو کم بخت بولا کہ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ لوگ خدا کو بڑا ہی منصف بتاتے ہیں لیکن یہ کیا منصفی ہے کہ میں بھی انسان ہوں اور آپ بھی، لیکن آپ آقا ہیں اور میں سائیس، آخر دونوں کو ایک جیسا ہونا چاہئے تھا

مجھے اس بات پر بہت غصہ آیا اور برا بھلا کہہ کر سو گیا۔ سورج نکلنے سے کچھ دیر پہلے میری آنکھ پھر کھل گئی تو میں نے پوچھا کہ جاگ رہے ہو یا سو گئے تو کمبخت نے جواب دیا کہ خدا نے میری سن لی، سچ ہے کہ وہ بڑا ہی انصاف والا ہے۔ چور گھوڑا کھول کر لے گئے اب آپ آقا ہے اور نہ میں سائیس

قاضی صاحب! اس کمبخت نے میرا گھوڑا غائب کرا دیا میں شہر کیسے جاتا۔ واپس آنے کے لئے اٹھا اور اسکو حکم دیا کہ زین اٹھا کر گاؤں لے چل تو اس نے انکار کر دیا اب میں اسے آپ کے پاس لے کر آیا ہوں تاکہ آپ فیصلہ فرمائیں کہ زین اسکو اٹھا کر لانی چاہئے یا مجھے؟ ملا نصیر الدین سر جھکا کر بہت دیر تک سوچتا رہا اسکے بعد اس نے سائیس سے پوچھا کہ آج کے بعد تم ان کے یہاں نوکر رہو گے یا نہیں؟

چودھری: بیچ میں بول اٹھا میں اس بدبخت کو آج ہی نوکری سے جواب دیدوں گا اگر یہ میرے یہاں رہا تو اسے دیکھ دیکھ کر مجھے اپنا گھوڑا یاد آئے گا اور اسطرح مجھے ہر وقت ہی صدمہ اٹھانا پڑے گا۔

ملا نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا:-

چودھری صاحب! آپ ابھی اسی وقت اسکی تنخواہ ادا کر دیں اسکے بعد یہ جا کر زین اٹھا لائے گا اگر آپ نے تنخواہ نہ دی تو یہ زین نہیں لائے گا۔ چودھری نے تھیلی سے روپے نکال کر سائیس کو دیئے اور دل میں بہت خوش ہوا کہ اب سائیس کو غلاموں کی طرح زین اٹھا کر لانا پڑے گی۔ سائیس کو اپنی بات نیچی ہونے کا افسوس تھا۔ اس نے ملا کے قریب جا کر آہستہ سے کہا کہ قاضی جی! مجھے تنخواہ نہیں چاہیئے کیونکہ میں نے عہد کیا تھا کہ زین اٹھا کر نہیں لاؤں گا۔ ملا نے جواب دیا کہ تنخواہ کے روپے تو جیب میں رکھ لے اور اس کے ساتھ چلا جا تجھے زین نہیں اٹھانی پڑے گی۔ سائیس کیا کرتا، چودھری کے ساتھ ہو لیا۔ ایک گھنٹے کے بعد سائیس دوڑتا ہوا آیا اور ملا کے پاؤں پکڑ لئے کہ میں زین اٹھانے سے بچ گیا چونکہ ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی کوئی زین اٹھا کر لے گیا

قاضی نے کہا کہ میں تو پہلے ہی سمجھ گیا تھا، زین

کھلے راستے میں چھوڑ آئے ہو، بھلا کون بیوقوف چھوڑ دے گا! اس لئے تو میں نے تجھے پہلے تنخواہ دلوادی تھی۔ ساہوکار ملا کی دانائی کا قائل ہوگیا اور ہمیشہ اُسکی خدمت کرتا رہا

ایک روز ملا نے مٹی کے پیالے، برتن، صراحیاں اور کچھ برتن خریدے اور بورے میں بھر کر گدھے کی پیٹھ پر لاد لئے کمہار نے کہا کہ ملا صاحب! یہ بات بُری معلوم ہوتی ہے کہ آپ اسطرح برتن لے کر جائیں۔ لوگ کہیں گے یہ کام تو کمہار کا تھا ایک قاضی کو زیب نہیں دیتا۔ ملا نے جواب دیا کہ بھیا! کمہار بھی خدا کا بندہ ہے اور قاضی بھی۔ اپنے گھر کا کام کرنے میں کسی کو جھجک کیوں ہو؟ مٹھائی کی ٹوکری تو خوشی خوشی اٹھا کر لے جاتے ہیں، مٹی کے برتن گدھے پر لے جانے میں شان کیوں گھٹ جاتی ہے؟ میں ایسی باتوں کی پروا نہیں کرتا اور جو لوگ ایسا سوچتے ہیں وہ دنیا میں کبھی ترقی نہیں کرسکتے؟

ملا تقریر کرنے کے بعد گھر کی طرف چل دیے، راستہ میں ایک پیالہ بلوری سے گر کر ٹوٹ گیا، ایک راہ گیر نے دیکھ کر ملا سے کہا کہ پیالہ ٹوٹ گیا ہے اور آپ بڑھے چلے جارہے ہیں؟ ملا نے کہا کہ مجھے خبر ہے لیکن جب وہ ٹوٹ گیا تو ٹوٹ گیا اب میں کیا افسوس کروں!؟ راہ گیر نے دل میں کہا کہ ملا نے کتنی بڑی بات کہی ہے، سچ ہے جو گذر جائے اسکا غم اور فکر کرنے سے کیا حاصل؟

رات کے وقت دو چوروں نے ملا کے مکان میں نقب لگائی، ملا کی آنکھ کھل گئی لیکن اس نے شور نہ مچایا بلکہ بھاگ کر کپڑوں کی الماری میں چھپ گیا۔ چور مکان میں داخل ہوئے لیکن جب انھیں کوئی اچھی چیز نہیں ملی تو انھوں نے الماری کا رخ کیا اور الماری کھولتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ اندر ملا نصیرالدین کھڑے ہوئے ہیں۔ چوروں نے کہا کہ عجیب بزدل ہو، جان بچا کر یہاں چھپ گئے۔ ہم کیا تمھیں جان سے مار دیتے؟ ملا نے جواب دیا کہ میں بزدل تو نہیں ہوں دراصل میں منھ دکھلانے کے قابل نہیں، بھلا آپ جیسے شریف انسان یہاں آنے کی تکلیف فرمائیں اور گھر میں ویرانی کے سوا کچھ بھی نہیں، اسلئے میں منھ چھپائے کھڑا ہوں۔ چور بہت شرمندہ ہوئے اور گردن لٹکا کر واپس چلے گئے۔

ایک روز بارش ہورہی تھی اور ملا نصیرالدین کھڑکی میں کھڑے ہوئے تماشہ دیکھ رہے تھے اتنے میں انکی نظر اپنے ایک دوست پر پڑی جو دوڑتا ہوا چلا آرہا تھا ملا نے آواز دے کر کہا کہ میاں! یہ تو خدا کی رحمت ہے اس سے بچ کر بھاگ رہے ہو؟ ملا کا دوست آہستہ آہستہ چلنے لگا اور گھر پہنچنے تک اسکے تمام کپڑے بھیگ گئے۔ دو تین روز کے بعد ملا کا دوست کھڑکی میں کھڑا ہوا تھا اُس نے دیکھا کہ بارش ہورہی ہے اور ملا دوڑتا ہوا چلا جارہا ہے۔ اس نے چلا کر کہا کہ اے ملا! شرم نہیں آتی، خدا کی رحمت سے بچنا چاہتا ہے!

ملا نے جواب دیا کمبخت شرم! کیا تو چاہتا ہے کہ رحمت خداوندی میرے پاؤں تلے روندی جائے، دوست دانتوں میں انگلی دبا کر رہ گیا شام کے وقت ملا نصیرالدین ایک محفل میں بیٹھا ہوا تھا، ہنسی مذاق کی باتیں ہورہی تھیں جب ملا کی باری آئی تو اس نے کہا کہ میں کیا بات کروں، مجھے مدت سے حلوہ کھانے کو نہیں ملا، دعوتوں میں جاتا ہوں سب کچھ مل جاتا ہے لیکن حلوہ نہیں ملتا! ایک شخص نے پوچھا کہ آپ اپنے گھر میں کیوں نہیں پکوا لیتے؟ حلوہ پکانا تو بہت ہی آسان ہے۔

ملا نے کہا کہ جس وقت میرا دل چاہتا ہے اسوقت

گھر میں شکر نہیں ہوتی۔ ملا کی یہ بات سن کر ایک اور شخص بولا کہ ہمیشہ تو ایسا نہیں ہوسکتا! تو ملا نے کہا کہ ہاں بھائی اگر طبیعت چاہتی ہے تو شکر موجود ہوتی ہے لیکن اس وقت گھی نہیں ہوتا۔ ایک اور نے کہا کہ کیا کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ گھی اور شکر دونوں ایک ہی وقت میں گھر میں موجود رہوں؟

ملا نے جواب دیا کہ ہاں ایسا بھی ہوا ہے لیکن اس وقت میں گھر میں نہ ہوا۔ ساری محفل قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

ملا نصیر الدین کو تیتر بہت پسند تھے۔ ایک روز اس نے قصاب سے ڈیڑھ سیر گوشت کی بوٹیاں خریدیں اور گھر جا کر بیوی سے کہا کہ آج تیتر تیار کر کے رکھو میں ابھی آتا ہوں اور وہ کسی کام سے چلا گیا۔ ملا کے جانے پر کچھ مہمان گھر آ گئے اور ملا کی بیوی نے تیتر انہیں کھلا دیئے۔ ملا نے گھر واپس پہنچ کر بیوی سے فرمائش کی کہ لاؤ جلدی کرو بھوک شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔ بیوی نے مذاقاً یہ بات بنا دی کہ تیتر تو میں نے بنا کر رکھے تھے لیکن کیا کروں اس موٹی بلی نے ان کا خاتمہ کر دیئے۔ ملا نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، جھٹ بلی کو پکڑ لیا اور اسکو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا دوسرے میں ڈیڑھ سیر کا باٹ رکھ کر وزن کیا، بلی پورے ڈیڑھ سیر کی نکلی۔ ملا نے چلا کر بیوی سے کہا کہ اس بلی کا وزن تو ڈیڑھ سیر ہے اور تیتروں کا وزن بھی ڈیڑھ سیر تھا اب سچ بتاؤ کہ اگر یہ بلی ہے تو میرے تیتر کہاں گئے اگر تیتر یہ ہیں تو پھر بلی کہاں ہے!؟

بیوی تو بیوی ہی تھی اس بات پر ہنسی کو ضبط نہ کر سکی۔ بیوی نے اصل بات بیان کر دی اور ملا کو پڑوس سے آئی ہوئی کڑھی کھانے کو ملی۔

ملا نصیر الدین گاؤں کا قاضی تھا، بڑے اور چھوٹے ہر قسم کے مقدموں کا فیصلہ کرتا تھا لیکن فقیرانہ زندگی بسر کرتا تھا چونکہ وہ لوگوں سے فیس بہت کم لیتا تھا اسلئے اسکے پاس زیادہ دولت نہ تھی۔ بیوی ہر روز ملا نصیر الدین کو طعنے دیتی اور کہتی تمہاری عزت گاؤں کے تمام لوگوں سے زیادہ ہے لیکن تمہاری دولت گاؤں کے ایک معمولی کسان سے بھی کم ہے۔ ملا جواب میں کہہ دیتا کہ خدا کے نیک بندے وہ ہیں جو پیٹ سے زیادہ گھر میں نہ رکھیں اس لئے میں لوگوں سے فیس بھی کم لیتا ہوں اور زیادہ کمانے کی فکر بھی نہیں کرتا۔

ایک روز ملا کی بیوی بہت زیادہ ناراض ہوئی نہ کھانا پکایا نہ گھر میں چراغ روشن کیا۔ بات یہ تھی کہ اسکے بھائی کی شادی ہونے والی تھی اور اسے دو سو دیناروں کی ضرورت تھی۔ ملا نصیر الدین پر جب بیوی کے ناراض ہونے کا اثر نہ پڑا تو بیوی نے کہا کہ صبح سے میں دروازہ بند کر کے بیٹھ جاؤں گی اور تم کو گھر میں داخل ہونے نہ دونگی خواہ دس سال گزر جائیں اور میں بھوک سے مر ہی کیوں نہ جاؤں لیکن اپنی بات پر قائم رہوں گی ورنہ وعدہ کرو کہ دو روز میں دو سو دینار کا انتظام کر دو گے!

ملا کی بیوی ضد کی پوری تھی جو زبان سے نکالتی کر دکھاتی، لیکن ملا بھی مجبور تھا وہ کس امید پر وعدہ کر لیتا خاموش ہو رہا۔ صبح سویرے ملا اپنے دفتر چلا گیا اور تمام دن فکر میں ڈوبا رہا اور سوچتا رہا کہ دو سو دینار کہاں سے لائے۔ ملا کا ایک دوست اپنے اونٹ کو لئے ہوئے ملا کے پاس پہنچا اور بہت دیر تک بیٹھا باتیں کرتا رہا لیکن ملا نے توجہ دے کر بات نہ کی۔ آخر اسکے دوست نے پوچھا کہ کیا بات ہے نصیر الدین؟ آج کس فکر میں ڈوبے ہوئے ہو؟ نہ بات کرتے ہو اور نہ جواب دیتے ہو اور نہ ہنستے ہو؟

ملا نے ایک لمبا سانس لیتے ہوئے کہا میں خداوند کریم



کا شکر ادا کرنے میں مصروف ہوں کہ اس نے اونٹوں کے پَر نہیں لگائے ورنہ وہ اڑتے اڑتے ہمارے مکانوں پر اترتے اور چھتوں میں شگاف پڑ جاتے۔ ملّا کے دوست نے کہا آپ بھی بڑی دور کی کوڑی لاتے ہیں اسی لئے تو آپ گاؤں کے قاضی ہیں۔ ملّا نصیر الدین شام تک اپنے دفتر میں رہا لیکن کسی سے اپنے دل کا حال بیان نہ کیا، شام کو بھی اس خیال سے گھر نہ گیا کہ بیوی دو سو دینار کے لئے جھگڑا کرے گی

سورج غروب ہونے لگا تو ملّا گاؤں سے باہر چلا گیا۔ دور ویرانہ میں ایک خانقاہ تھی وہاں جا کر پناہ لیا بھوک سے نڈھال ہوا جا رہا تھا لیکن کیا کرتا بے بس تھا ایک کونے میں لیٹ رہا۔ روشنی کا انتظام تھا اور نہ بستر کا بندوبست۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک فقیر بھی اس خانقاہ میں داخل ہوا لیکن اندھیرے کی وجہ سے وہ ملّا کو نہ دیکھ سکا اور ایک طرف بیٹھ کر کچھ بڑبڑانے لگا۔ فقیر کے پاس ایک تھیلہ بھی تھا اس نے اس میں ہاتھ ڈال کر موم نکالا اور ایک مورت بنا کر سامنے رکھ دی پھر جھولی میں سے چراغ نکال کر روشن کیا اور مورتی پر نگاہیں جما کر بولا تو آدمؑ ہے۔ خدا تعالے نے تجھے بہشت میں جگہ دی تھی جہاں شہد اور دودھ کی نہریں بہتی تھیں طرح طرح کی نعمتیں تیرے لئے رکھی تھیں اے آدمؑ! تو نے خدا کی نافرمانی کی اور گندم کا دانہ کھا لیا، تجھے اس کی سزا ملی اور تو جنت سے نکال کر زمین پر پھینک دیا گیا تیرے اولاد ہوئی انہیں سے ہم بھی ہیں، ہم بھیک مانگتے ہیں، چوری کرتے ہیں، محنت اور مشقت بھی کرتے ہیں لیکن تو آرام سے سو رہا ہے۔ تو آرام سے سوتا رہے گا، ہم گناہ کریں گے تو دوزخ میں ڈالے جائیں گے لیکن ہمارے گناہوں کی سزا تجھے نہیں ملے گی۔ تو گندم کا دانہ کھا کر یہاں آیا تھا۔

اور یہاں سے جا کر سو گیا ہمیں مصیبت میں مبتلا کر گیا اس خانقاہ میں پھر تیرا کیا کام ہے؟

اتنا کہہ کر فقیر نے مورت پر ڈنڈا رسید کیا اور مورتی ٹوٹ گئی، اس نے پھر ایک مورت اور بنائی اور بولا تیرا نام حوّا ہے تو نے ہی آدمؑ کو گندم کا دانہ کھلایا تھا اگر تو ایسا نہ کرتی تو ہم پر مصیبتیں نازل نہ ہوتیں۔ اس مورت کو بھی ڈنڈا مار کر توڑ دیا۔ فقیر نے ایک مورت اور بنائی، تو کون ہے؟ ہاں! میں پہچان گیا تو شیطان ہے۔ کمبخت! تو نے ہی حوّا اور آدمؑ کو گندم کھانے پر آمادہ کیا تھا اور آج بھی تو ہم لوگوں کو بہکاتا رہتا ہے۔ فقیر نے ایک ڈنڈا مار کر اسے بھی توڑ دیا

فقیر اسی طرح مورتیاں بناتا رہا۔ کبھی کسی ولی کا نام لیتا اور کبھی کسی پیغمبر کا، اور دو چار باتیں کرنے کے بعد اسے توڑ دیتا۔ آخر اس نے ایک مورتی اور بنائی۔ تجھے خدا کہتے ہیں، تیرے ہی کہنے سے سب کام ہوتے ہیں اور تیرے ہی کہنے سے ہم دوزخ میں ڈالے جائیں گے، پھر مجھے کیا ضرورت ہے کہ تجھے یہاں رکھوں۔ فقیر چاہتا تھا کہ ڈنڈا مار کر مورت کو توڑ دے کہ ملّا نصیر الدین نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ اور کہنے لگا کہ تھوڑی دیر صبر کر۔ مجھے دو سو دینار لینے ہیں وہ میں اس سے لے لوں، پھر اس کو توڑ دینا۔ اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو میں تجھ سے لوں گا چونکہ دو سو دینار کے بغیر میری بیوی مجھے گھر میں آنے نہیں دے گی۔

ملّا چلا چلا کر ایسی باتیں کرنے لگا کہ فقیر بدحواس ہو کر بھاگ نکلا۔ ملّا نے اس کے تھیلے اور جھولی کی تلاشی لی تو پانچ سو دینار نکلے۔ ملّا نے دینار رومال میں باندھے اور خانقاہ سے نکل کر گھر کی جانب روانہ ہوا۔ گھر پہنچ کر ملّا نے

بیوی کے سامنے پانچ سو دینار رکھ دیئے اور کہا کہ آج میں نے خدا کا ساتھ دیا اور اسے ہار کھانے سے بچا لیا تھا اس نے انعام میں یہ پانچ سو دینار روپے دیے ہیں۔ بیوی نے کہا کہ خدا کو کون مار رہا تھا کیا بکتے ہو؟ ملا نے ہنس کر تمام واقعہ بیان کر دیا دونوں خوب ہنسے اور سمجھ یا بچھ دیو کر انہوں نے ایک ساتھ کھانا کھایا

اس واقعہ کے ایک ہفتہ بعد کا ذکر ہے کہ ملا گدھے کے لئے گھاس خرید کر لا رہا تھا اور گھر میں داخل ہونا ہی چاہتا تھا کہ ایک گھوڑے سوار نے اسے آواز دے کر روک لیا

کیا آپ ہی ملا نصیر الدین ہیں؟

جی ہاں! کہئے تو ایسا ہی ہے فرمائیے کیا کام ہے؟

آپ کو قاضی شہر نے یاد فرمایا ہے وہ یہاں سے پانچویں گاؤں میں ہیں آپ سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتے ہیں سوار یہ پیغام دے کر چلا گیا۔ ملا نصیر الدین گھر میں جا کر نئے کپڑے نکال رہا تھا کہ یکا یک بارش شروع ہو گئی ملا بہت پریشان ہوا قاضی شہر کا بلاوا، ادھر بارش، ادھر سواری کے لئے اڑیل گدھا، وہ کرے تو کیا کرے، آخر اس نے ایک تدبیر سوچ لی اور مسکراتا ہوا کمرے میں چلا گیا

ملا نصیر الدین نے گدھے کی پیٹھ پر ایک بوری رکھی اس میں نئے کپڑے اور ان پر ایک بوری تاکہ کپڑے بارش میں بھیگنے نہ پائیں۔ جسم پر پہنے ہوئے کپڑے اتار دیے اور ان کی جگہ صرف ایک چادر لپیٹ لی ملا نے چھڑی کے ایک سرے پر رسی میں گھاس باندھ کر لٹکا دی اب ملا گدھے پر اس شان سے سوار ہوا کہ ایک ہاتھ میں گدھے کی رسی تھام لی اور دوسرے ہاتھ میں چھڑی، گھاس گدھے کے منہ کے سامنے لٹک رہی تھی، گدھے نے گھاس پر منہ مارنے کے لئے قدم آگے بڑھائے گھاس اور آگے سرک گئی۔ گدھے نے پھر قدم بڑھائے لیکن گھاس اور آگے چلی گئی۔ ہوتے ہوتے گدھے نے دوڑنا شروع کر دیا گھاس سامنے نظر آ رہی تھی لیکن باوجود سرپٹ دوڑنے کے منہ اس تک نہ پہنچتا تھا، ملا اپنی تجویز پر بہت خوش تھا۔ گدھا زندگی میں پہلی بار اتنا تیز دوڑا تھا کہ آنکھ جھپکتے ہی وہ پانچویں گاؤں میں پہنچ گیا۔ ملا نے چھڑی زمین پر پھینک دی اور گدھا رک گیا

ملا نے گدھے سے اتر کر چادر سے سر خشک کیا اور نئے کپڑے پہن کر قاضی شہر کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ قاضی ملا کے خشک کپڑے دیکھ کر حیران رہ گیا اس نے پوچھا کہ ملا میرا منشی تو گھوڑے پر سوار تھا لیکن پھر بھی وہ بارش میں بھیگ گیا لیکن تم کس ہوائی گھوڑے پر آئے ہو کہ نہ تمہارا سر بھیگا ہوا ہے اور نہ ہی تمہارے کپڑے؟ یہ تو ایک نئی بات ہے۔

ملا نے عرض کی کہ مجھ غریب کے پاس تو ایک معمولی سا گدھا ہے جس کی سواری کرتا ہوں لیکن وہ گدھا بارش میں اتنا تیز دوڑتا ہے کہ ہوا بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اگر یقین نہ ہو تو خود دیکھ لیجئے۔ قاضی شہر نے باہر جا کر دیکھا تو سچ مچ گدھا کھڑا ہوا تھا۔ قاضی نے ملا سے کہا کہ آپ میرا گھوڑا لے لیجئے اور یہ گدھا مجھے عنایت کر دیجئے۔ بارش کے دنوں میں مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ملا نے جواب دیا کہ یہ گدھا دو گھوڑوں کی قیمت کے برابر ہے میں بھلا ایک گھوڑا لے کر کیا کروں گا؟

قاضی نے کہا کہ آپ میرا گھوڑا بھی لے لیجئے اور سو دینار اور دیئے دیتا ہوں۔ ملا نے خوش ہو کر اپنا گدھا قاضی شہر کو دے دیا۔ ملا نے سو دینار کی تھیلی سنبھالی اور قاضی کے گھوڑے پر سوار ہو کر چلتا بنا۔ دو چار روز ٹھہرنے کے بعد

قاضی نے شہر جانے کا ارادہ کیا اور گدھے کو کھلا پلا کر اس پر سوار ہوا۔ اتفاق سے بارش بھی ہو رہی تھی۔ گدھا اپنی رفتار سے چلنے لگا لیکن اسمیں وہ تیزی نہ آئی جو ملا نے بیان کی تھی۔ گاؤں سے نکل کر گدھا چلتے چلتے رک گیا۔ قاضی نے رسی کھینچی، ڈنڈے رسید کئے، لاتیں ماریں، نیچے اتر کر دھکا دیا، آگے جا کر رسی پکڑ کر کھینچا لیکن گدھا تھا کہ ہلنے کا نام نہ لیتا تھا۔ قاضی شہر اندر سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا اوپر سے بارش ہو رہی تھی۔ بیچارے نے ہتھیار ڈال دیئے اور واپس گاؤں میں آگیا

قاضی نے ایک چودھری کو ملا کے پاس روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اس نے دھوکہ دیا ہے اسکا انجام برا ہوگا۔ چودھری نے ملا نصیر الدین کو تمام واقعہ بھی سنایا اور قاضی شہر کا پیغام بھی دے دیا۔ ملا نصیر الدین نے چودھری کو بتایا کہ وہ کسطرح لدھے کو تیزی سے لے کر گیا تھا پھر اس نے کہا کہ جا کر قاضی سے کہدو کہ تم ابھی نااہل ہو گدھوں سے کام لینا سیکھو۔ چودھری نے واپس جا کر قاضی شہر کو تمام حال کہہ سنایا۔ قاضی حیرت میں رہ گیا اور ملا کی دانائی پر اتنا خوش ہوا کہ ملا کا گدھا بھی اسے واپس بھیجدیا۔

ملا نصیر الدین کا پڑوسی بڑا لالچی اور بے ایمان تھا۔ ایک روز ملا نے فرائی پین (تلنے کا برتن) مانگا۔ پڑوسی نے اسے دیدیا۔ ملا نے پندرہ روز تک فرائی پین اپنے پاس رکھا اور سولہویں روز ایک چھوٹا سا فرائی پین اور خرید لیا پھر دونوں فرائی پین لے جا کر پڑوسی کو دے دیئے۔ پڑوسی نے کہا کہ یہ ننھا سا فرائی پین کہاں سے آیا تو ملا نے کہا کہ بھائی تمہارے فرائی پین نے بچہ دیا ہے۔ جب فرائی پین تمہارا ہے تو بچہ کے بھی حقدار تم ہی ہو۔ پڑوسی نے خوش ہو کر دونوں فرائی پین رکھ لئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ملا نے پھر فرائی پین مانگ لیا اور ایک مہینہ تک اپنے پاس رکھا۔ آخر پڑوسی نے آ کر اپنا فرائی پین مانگا تو ملا نے کہا کہ بھائی! مجھے افسوس ہے کہ تمہارا فرائی پین مر گیا ہے۔ پڑوسی نے کہا کہ فرائی پین تو پیتل کا تھا وہ کیسے مر سکتا ہے تو ملا نے منہ چڑا کر جواب دیا کہ جب اس نے بچہ دیا تھا تو اس وقت نہ سوچا کہ پیتل کا فرائی پین بچہ کسطرح دے سکتا ہے؟ اگر وہ بچہ دے سکتا ہے تو مر بھی سکتا ہے، جاؤ یہاں سے۔ پڑوسی اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

ملا نصیر الدین نے اپنے لڑکے سے کہا کہ جا کر چشمہ سے صراحی میں پانی لے آؤ لیکن صراحی نہ توڑ دینا۔ ملا اتنا کہہ کر لڑکے کے ایک زور کا تھپڑ رسید کیا۔ ایک شخص نے پوچھا ملا جی! لڑکے نے صراحی تو نہیں توڑی پھر آپ نے اسے کیوں مارا؟ ملا نے جواب دیا کہ تم ٹھیک کہتے ہو لیکن صراحی ٹوٹ جانے کے بعد میرے تھپڑ مارنے کا کیا فائدہ ہوتا؟

ملا نصیر الدین ایک گاؤں میں پہنچا اور لوگوں سے کہا کہ میرے لئے نہایت عمدہ عمدہ کھانے لے آؤ ورنہ تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک کروں گا جو پچھلے گاؤں والوں کے ساتھ کر چکا ہوں۔ لوگ دوڑ گئے اور فوراً ہی عمدہ اور لذیذ کھانے لا کر ملا کے سامنے دسترخوان بچھا دیا۔ کھانے کے بعد لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ نے پچھلے گاؤں والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ ملا نے جواب دیا کہ جب انہوں نے میرا کہا پورا نہ کیا تو میں آگے چل دیا۔ بس اگر تم نہ کھلاتے تو میں کہیں اور چلا جاتا۔ گاؤں والے ہونقوں کی طرح ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ جب ملا چلنے لگا تو ایک آدمی نے سوال کیا کہ حضرت! یہ تو بتایئے کہ دنیا میں کچھ آدمی ایک طرف جاتے ہیں تو کچھ آدمی دوسری طرف، یہ تمام لوگ ایک ہی طرف کیوں نہیں چلتے؟

تو ملاّ نے جواب دیا کہ سب ایک طرف چلیں تو زمین کا وزن ایک طرف زیادہ ہو جائے اور دوسری طرف کم۔ ایسی حالت میں دنیا کے ڈوبنے کا اندیشہ ہے۔ اسلئے تمام لوگ ایک ہی طرف نہیں چلتے۔ گاؤں والوں نے کہا کہ کھانا کھلا کر ایک کام کی بات تو معلوم ہوئی۔ اب یہ کھانا مہنگا نہیں پڑا۔

ملاّ نصیر الدین کا گدھا بیٹھو تو نہیں تھا لیکن پھر بھی ملاّ پیسے بچانا چاہتا تھا۔ اس نے چارہ میں کمی کرنی شروع کر دی اور ہر روز تھوڑا سا دانہ اور تھوڑے سے چنے کم کر دیتا تھا۔ ہوتے ہوتے چارہ برائے نام رہ گیا۔ گدھا بھوکا رہتا۔ بے زبان جانور تھا۔ زبان سے تو کیا کہتا مگر ارتا پڑا رہتا لیکن ملاّ نے توجہ نہ دی۔ ایک دن ملاّ نے دیکھا کہ گدھا زمین پر مرا ہوا پڑا ہے۔ ملاّ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اس نے کہا کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ گدھا آخر گدھا نکلا اور اس وقت مرا جب کم کھانے اور فاقہ کرنے کا عادی ہو چکا تھا۔

ملاّ کو گدھے کے مرنے کا بہت افسوس تھا۔ کئی روز تک اس نے عدالت کو بند رکھا اور دن تمام گھر پر ہی پڑا رہتا آخر ایک روز اسکے دوست مزاج پرسی کو آئے اور بہ طے پایا کہ گدھے کا چالیسواں ضرور کیا جائے گا۔ ملاّ نے اس موقعہ کے لئے دو درجن بٹیر خرید لئے۔ چالیسواں کے دن ملاّ نے بٹیروں کو ذبح کیا اور نہایت عمدہ سالن تیار کر کے ٹوکرے کے نیچے رکھ دیا اور دوستوں کو بلانے کے لئے چلا گیا ملاّ کا پڑوسی لالچی اور بے ایمان تھا ہی، اس نے زندہ بٹیر لے جا کر ٹوکرے کے نیچے رکھ دیے اور پکا ہوا سالن اٹھا کر لے گیا۔ ملاّ اپنے دوستوں کے ساتھ گھر واپس آیا۔ سالن سامنے لانے کے لئے ٹوکرے کو اٹھایا تو بٹیر ایک دم اڑ گئے ملاّ کو حیرانی ہوئی اس نے کہا کہ اے میرے مولا! میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ تیرے دل میں یہ خواہش کیوں ہوئی کہ ان بٹیروں کو دوبارہ زندہ کرے لیکن میں نے ان کے پکانے میں جو گھی اور مصالحہ پر جو خرچ کیا تھا وہ کس سے وصول کروں؟ ملاّ کی اس بات کا قدرت نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ چند روز بعد اسے بھی دنیا سے اٹھا لیا۔ ملاّ ۶۷ برس کی عمر میں سنہ ۱۲۸۴ء میں لوگوں کو روتا چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوا لیکن چالیسویں کے بعد لوگ اس کی باتیں یاد کر کے ہنسنے لگے اور آج بھی ہنس رہے ہیں۔

انجمن مدیران اردو جرائد میعاتی)

حیدرآباد ۱۱ر دسمبر۔ شری گیان چند صاحب ورما ایڈیٹر آریہ ویر اطلاع دیتے ہیں کہ آج صبح کے دس بجے ادارہ ماہنامہ ارشاد واقع مغلپورہ میں زیر صدارت مولوی مرزا امام بیگ صاحب رونق ایڈیٹر دکن نیوز و مدیر رسالہ درس القرآن، مدیران میعاتی اردو جرائد کا ایک جلسہ منعقد ہوا جسمیں قریب قریب تمام میعاتی اردو جرائد کے مدیران شریک تھے۔ اسمیں انجمن کا نام اور عہدہ داروں کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس انجمن کے قیام کا مقصد میعاتی اردو اخبار و رسائل کی اہمیت کو حکومت پر واضح کرنا ہے۔ اغراض و مقاصد ہنوز زیر طبع ہیں۔ مدیر ماہنامہ ارشاد مولوی سید غوث محی الدین صاحب قادری جاوید بی۔ اے۔ بی ٹی، ڈی ٹی آئی اس یونین کے صدر چنے گئے ہیں اور نائب صدارت کے لئے مدیر آریہ ویر کا چناؤ عمل میں آیا اور شکیل انور صاحب مدیر اقدام و دیکھ بس یونین کے خازن منتخب ہوئے ہیں معتمد اور اراکین عاملہ کے انتخاب کا اختیار صدر کو دیا گیا ہے۔

یہ سائنس کی دنیا

موسمی پیشگوئیوں کا عالمگیر نظام

امریکہ نے موسم کی جانچ کرنے کے لئے حال ہی میں جو مصنوعی سیارہ ٹائرس دوئم داغا ہے اس سے موصول شدہ بادلوں کی تصویریں دنیا بھر کے بیشتر سائنسدانوں کو بھیجی گئی ہیں۔ ایک تصویر سے پتہ چلا تھا کہ موسم سرما کا پہلا برفانی طوفان امریکہ کے وسطی مغرب کے میدانوں کی جانب بڑھ رہا ہے۔ اسی طرح ٹائرس اوّل گذشتہ اپریل میں داغا گیا تھا اس نے تین مہینے تک زمین پر تصویریں بھیجی تھیں جس سے ثابت ہوگیا تھا کہ بادلوں کی تصویروں سے موسمی پیشگوئیاں کرنا قطعی ممکن ہے۔ موسمی خبریں زیادہ تر ناقابل ذکر ہوتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اگر کسی علاقے کے لوگوں کو پہلے سے خبردار نہ کیا جا سکے تو ایک خطرناک طوفان کی آمد کی خبر سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ لہٰذا مصنوعی سیارے کی اطلاعات سائنسدانوں تک جلد از جلد پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی جانچ میں مہارت پیدا کی جائے۔ بلاشبہ اس میں ایک مشکل یہ پیش آتی ہے کہ یہ کسی قدر نئی بات ہے۔ حتیٰ کہ موسمی پیشگوئیاں کرنے والے ماہرین بھی بادلوں کی ان تصویروں کا مطالعہ کرنے کے لئے ہی لگے ہوں۔ ٹائرس دوئم کو داغنے سے کچھ عرصہ پہلے امریکہ کے محکمۂ موسمیات نے موسمی پیشگوئیاں کرنے والوں کے لئے موسمیات کے متعلق ایک نصاب کا اہتمام کیا جس میں انہیں بتایا گیا کہ زمین سے انتہائی بلندیوں پر لی گئی بادلوں کی تصویروں کی کیونکر تشریح کی جا سکتی ہے۔ ٹائرس دوئم بادلوں کی تصویریں برقی لہروں کے ذریعے زمین کی جانب بھیجتا ہے۔ جنہیں فلم پر ریکارڈ کیا جاتا ہے۔ جب اس فلم سے تصویریں تیار کی جاتی ہیں تو تجزیہ کار بادلوں کے صحیح جغرافیائی مقام کا تعین اور ان کی موسمی اہمیت کا مطالعہ کرتے ہیں۔

ٹائرس دوئم میں تنگ اور وسیع زاویہ کے ٹیلیویژن کیمروں کے علاوہ دو بے نظیر ریڈیو میٹر بھی ہیں۔ یہ مختلف درجہ ہائے حرارت اور زمین کی طرف سے جذب ہونے والی شمسی توانائی کا تعین کرتے ہیں۔ دونوں کا موسم کی ساخت پر براہ راست اثر ہوتا ہے۔ اس وقت موسمی معلومات فراہم کرنے کے لئے کئی چیزوں سے کام لیا جا رہا ہے نیویارک شہر میں ایک ۰۷ منزلہ عمارت کی چوٹی پر ایک راڈار نصب ہے جو آنے والے طوفانوں کا سراغ لگا لیتا ہے راڈار سمندر اور زمین کے وسیع رقبوں پر بارش کی مقدار کا بھی اندازہ کر لیتا ہے۔ شمالی کرۂ ارض میں ہزاروں فٹ کی بلندی پر ۶۰۰ غبارے انتہائی بلندیوں کے متعلق مشاہدات زمین کی جانب روانہ کرتے ہیں۔ یہ مشاہدات ایک کمپیوٹر مشین میں داخل ہوتے ہیں۔ جو ایک موسمی نقشہ تیار کر دیتی ہے جس سے دو تین روز پہلے ہی موسم کے متعلق خود بخود پیشگوئی ہو جاتی ہے امسال ایک دس سالہ پروگرام شروع کیا گیا ہے جس کے تحت طوفانوں کو بہتر طور پر سمجھنے میں امداد دینے کے لئے تمام جدید مشینوں کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ پچھلے برس امریکہ میں ایسے ۶۰۰ طوفان آئے تھے۔ موسمیاتی ملکہ اس تحقیق و مطالعہ کی بنا پر اطلاعات کا ایک باقاعدہ سلسلہ جاری کر رہا ہے۔ عام لوگوں کے لئے روز آنہ موسمی پیشگوئیوں کے متعلق اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ چار چار بلیٹن جاری کئے جاتے ہیں۔ چند شہروں میں ایک خاص نمبر پر فون کرنے سے موسم کے متعلق تازہ ترین اطلاعات مل جاتی ہیں۔ جوں جوں مصنوعی سیارے موسمی مشاہدات بھیجنے میں زیادہ کامیاب ہوتے جائیں گے اور مشاہدات موصول کرنے والے ان مشاہدات کی تشریح کرنے میں مہارت حاصل کرتے جائیں گے توں توں موسموں کے متعلق زیادہ معلومات

قطعہ

چھوڑ کر اپنوں کو جب دیکھو نظر جاتی رہی	پھر تو شب بھی ہو کے یہ سحر جاتی رہی
زاہدوں کی سمت کہتا جاتا ہے پیر مغاں	چھوڑ کر رندوں کو دیکھو عمر جاتی رہی

(آمد و اذ نذر رضا باقی)

مہیا ہوتی رہیں گی۔ موسمی پیشگوئیوں کا ایک عالمی نظام بھی قریب قریب حقیقت بنتا جا رہا ہے۔ طوفانوں کے متعلق نقشے بھی پہلے تیار کر لیا جایا کریں گے۔ جن کے بارے میں جاپان، ہندوستان اور پاکستان جیسے ملکوں میں کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کہاں سے آتے ہیں۔ اس طرح ہزاروں زندگیاں بچائی جاسکیں گی۔

۹ کروڑ اشخاص کو ٹانگوں کے فالج کے ٹیکے لگائے گئے!

سرجن جنرل لیرائنے ای برنی نے واشنگٹن کی امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کی کانفرنس میں بتایا کہ امریکہ نے سالک ٹیکے کی امداد سے ٹانگوں کے فالج کو کنٹرول کرنے میں بڑی پیش قدمی کی ہے۔ گذشتہ پانچ برسوں میں امریکہ میں ۹ کروڑ ۲۰ لاکھ اشخاص کو کم از کم سالک کا ایک ٹیکہ لگایا گیا۔ ان میں سے ۷ کروڑ ۸۰ لاکھ اشخاص کو ٹیکوں کا پورا کورس دیا گیا اور اب وہ مکمل طور پر محفوظ ہیں۔ یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے جس کی نظیر طبی تاریخ میں نہیں ملتی۔ توقع ہے کہ ایک برس کے اندر اندر اس بیماری پر قابو پانے کے لئے کھائی جانے والی دوائی بھی تیار ہو جائے گی۔

تابکاری کے اثرات کی جانچ کیلئے ایٹمی بھٹی!

امریکہ میں انسان پر تابکاری کے اثرات کے متعلق اہم معلومات حاصل کرنے کے سلسلے میں ایک نئی ایٹمی بھٹی کی تیاری کا کام شروع ہو گیا ہے۔ یہ ایٹمی بھٹی فوج کی نئی ریڈیو بائیولوجی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں نصب کی گئی ہے۔ جو واشنگٹن کے مضافات میں بتھسڈا نیول میڈیکل سینٹر کی زمین پر واقع ہے۔ توقع ہے کہ یہ سنہ ۱۹۶۲ء کے اواخر میں مکمل ہو جائے گی۔ نئی ایٹمی بھٹی سے تینوں فوجی سروسوں کے سائنس دانوں کے لئے ایٹمی تابکاری کے حیاتیاتی اثرات کے متعلق ایک وسیع پروگرام شروع کیا جائے گا۔ اس ایٹمی بھٹی میں طاقتور نیوٹران اور گاما شعاعیں پیدا ہوں گی جن پر کنٹرول بھی رہے گا۔ اور جن کی لہریں ایک سیکنڈ کے قلیل ترین حصے میں پیدا ہوں گی اور پہلی بار انہیں ایک نہایت محفوظ کمرے میں رکھے ہوئے بڑے بڑے جانوروں پر چھوڑا جائے گا۔

پلاسٹک کے پھیپھڑوں کا مطالعہ

ایک سائنسدان نے حال میں ایک خوردبین میں غور سے دیکھا اور اسے مونگے کے ایک درخت جیسی ایک چیز نظر آئی۔ اس کی بہت سی چھوٹی چھوٹی ٹہنیاں تھیں جو ریشوں کی مانند نرم و نازک معلوم ہوتی تھیں۔ جو چیز اس نے دیکھی وہ پھیپھڑوں کے خونی شریانی نظام کا پلاسٹک کا سانچہ تھا جس سے دل کو آکسیجن ملتی ہے۔ یہ سانچہ پہلی بار بنایا گیا ہے۔ یہ سانچہ جس سے ایسی معلومات حاصل ہوتی ہیں جو دوسرے کسی ذریعے سے میسر نہیں ہوتیں لاس اینجلس (کیلی فورنیا) کے ماؤنٹ سینائی ہسپتال کی طرف سے بنایا گیا ہے جو امراض دل کے ایک توسیعی تحقیقی پروگرام کا مرکز ہے۔ ہسپتال کے سائنسدانوں کو امید ہے کہ اس پلاسٹک کے سانچے کے مطالعہ کا نتیجہ دل اور دوران خون کی بیماریوں کے بہتر علاج کی صورت میں نکلے گا۔ پلاسٹک کے سانچے کی تکنیک کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس میں خون کے ایک ایک جز کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ ان نہایت چھوٹی رگوں میں خون کسی پراسرار عمل سے کاربن ڈائی آکسائیڈ چھوڑتا ہے اور آکسیجن حاصل کرتا ہے۔ آکسیجن حاصل کرنے کے اس عمل سے جو ہر سانس کے ساتھ جاری رہتا ہے زندگی برقرار رہتی ہے۔ اس سے دل کو اس قدر توانائی حاصل ہوتی ہے جو ایک منٹ میں ۶ سے ۲۰ گیلن تک خون پمپ کرنے کے لئے ضروری ہے۔ چونکہ دنیا میں "امراض دل" سے زیادہ اموات واقع ہوتی ہیں اور آکسیجن حاصل کرنے کے عمل میں خرابی ہونے سے اکثر دلی امراض پیدا ہوتے ہیں اس لئے علاج معالجے

قطعہ

چھوڑ کر میدان کو بھی یہ جنگجو کیسے ہوئے
دوست تھے جو وہ ہمارے پھر عدو کیسے ہوئے

کہتا جاتا ہے یہ تلوں موسم گل کا سنو
دامن گلہائے رنگیں نذر لو کیسے ہوئے

(آزاد (زندگی بانی))

اسلوب بیان

از جناب تمکین کاظمی صاحب

خلیفہ ہارون رشید نے بغداد کے ایک مشہور معبّر کو بلا کر اپنا خواب سنایا کہ "میں نے اپنے پورے دانت ایک ایک کر کے گرتے ہوئے دیکھے ہیں"۔ یہ سن کر معبّر نے تعبیر دی کہ "آپ کے سارے عزیز و اقارب مر جائیں گے" یہ تعبیر خلیفہ ہارون رشید کو بڑی ناگوار گزری اور اس نے معبّر کو دربار سے نکلوا دیا اور دوسرے معبّر کو بلوایا اور اس سے بھی خلیفہ نے یہی خواب بیان کیا جس نے تعبیر دی کہ "بڑا مبارک خواب ہے آپ اپنے خاندان میں سب سے طویل عمر پائیں گے" تعبیر سن کر ہارون رشید خوش ہو گیا اور اعزاز و اکرام کے ساتھ معبّر کو رخصت کیا

سُنا آپ نے! تعبیر ایک ہی تھی، صرف اسلوب بیان کا فرق تھا۔ تعبیر الرؤیا میں دانت کا گرنا اعزّہ کے مرنے کی علامت ہے، ایک ایک کر کے سارے دانت گرنے سے مراد تمام عزیز و اقارب کی موت تھی، پہلے معبّر نے صاف صاف سنا دیا اور اپنے تمام عزیز و اقارب کے مرنے کی اطلاع پا کر خلیفہ ہارون رشید کو رنج ہونا فطری بات تھی اس لئے اس نے معبّر کو نکلوا دیا۔ دوسرے معبّر نے بھی یہی تعبیر دی مگر نہایت عمدہ پیرایہ میں۔ ظاہر ہے کہ جس شخص کے خاندان والے ایک ایک کر کے اس کے سامنے مر جائیں گے وہ اپنے سارے خاندان میں لمبی عمر ہی پائے گا اسی کو اسلوب بیان کہتے ہیں

نظام الملک آصف جاہ کے پاس ایک ایرانی پیش ہوا جو نوکری کا خواہاں تھا۔ آصف جاہ نے پوچھا

"کچھ لکھنا پڑھنا جانتے ہو؟" تو عرض کیا

"کم و بیش!" آصف جاہ نے پوچھا

"لکھنے پڑھنے میں کمی و بیشی کیسی؟" تو عرض کیا

"از علماء کم و از جہلاء بیش!"

اس جواب پر آصف جاہ پھڑک گئے فرمانے لگے

"اس شخص نے کم و بیش کا بڑا صحیح استعمال کیا ہے"

اسلوب بیان کی خوبی یہ ہے کہ اپنے مافی الضمیر کو عمدگی، صفائی، صحت اور شائستگی سے اس طرح ادا کریں کہ سننے والے متاثر ہوں اور لطف حاصل کریں

آج کل اکھڑی اکھڑی باتیں کرنا، آدھے آدھے جملے بولنا، بے ڈھنگے پن سے بات کرنا، چبا چبا کر اس طرح گفتگو کرنا کہ مخاطب سمجھ نہ سکے، عام ہو گیا ہے نہ تو اپنا مطلب پورا ادا کر سکیں گے اور نہ مخاطب کو مطمئن کر سکیں گے۔

نوجوانوں میں خصوصاً یہ مرض بڑھتا جا رہا ہے، یہ نہایت بُری بات ہے۔ اس سے نہ صرف انسان کی قدر گھٹ جاتی ہے بلکہ وہ ہر جگہ گھاٹے میں رہتا ہے۔

ہر آدمی کے لئے جو زبان سے الفاظ ادا کرنے کی قابلیت رکھتا ہے اسلوب بیان پر قادر ہونا ضروری ہے کوئی پیشہ ہو۔ مقرر، لیڈر، وکیل، طبیب، مدرس اور تاجر وغیرہ ہر شخص کے لئے یہ اتنا ضروری ہے کہ اسلوب بیان اچھا ہو تاکہ اہل معاملہ یا اپنے گاہکوں کو مطمئن کر سکے اور اپنا کاروبار عمدگی سے چلا سکے۔ تجارت پیشہ لوگوں میں وہی دوکاندار یا سیلز مین کامیاب ثابت ہو سکتا ہے جس کا اسلوب بیان اچھا ہو ورنہ وہ گاہکوں کو مطمئن کر سکے گا اور نہ اس کا کام اچھی طرح چل سکے گا۔

حیدرآباد میں شروع سے اس طرف بہت کم توجہ کی گئی، کم گوئی اور اختصار شرافت اور امارت کا لوازمہ سمجھا جاتا تھا اسی لئے امرا و شرفا کم سے کم گفتگو کرتے اور مختصر سے مختصر الفاظ میں اپنا مطلب ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے جس کی وجہ سے حیدرآباد میں اچھے مقرر بہت کم پیدا ہوئے اسکے علاوہ عربی فارسی کے الفاظ کا استعمال بھی قابلیت اور علمیت کا معیار کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا جسکی وجہ سے اسلوب بیان اور تجدید ہوگیا

رفعت یار جنگ اول (ثانی)، عماد جنگ (اول)، مولوی حبیب الدین، مولوی سید محمد یوسف الدین نظامت جنگ بہادر کی کم گوئی اور اختصار کے قصے اب تک مشہور ہیں۔ یہ حضرات جملوں کی بجائے الفاظ سے اور الفاظ کی بجائے ہاں، ہوں اور اشاروں سے کام لینے کے عادی تھے مولوی سید محمد یوسف الدین میری والدہ کے حقیقی ماموں تھے اور میری والدہ کی پرورش و پرداخت تعلیم و تربیت انھوں نے کی تھی۔ اس لئے میں بھی ان کے یہاں بہت رہا ہوں مگر جملے ان کی زبان سے سن نہ سکا الفاظ سنتا اور اشارے دیکھتا رہا۔ اسی طرح مولوی حبیب الدین سے بھی ہمارے خاندانی مراسم تھے، میں انکی خدمت میں بھی حاضر ہوا کرتا، ان کا تو یہ حال تھا کہ یا تو چپ یا کوئی گلا ٹھیک طرح نہ آتا تو "سالی اعتراض لے آؤ" کہہ کر تنبیہی تنگا یا کرتے تھے، رفعت یار جنگ ثانی سے بھی ملنا رہنا مجھ کو حاصل ہوا ہے۔ انکی کم گوئی سابق الذکر دونوں بزرگوں سے بھی زیادہ تھی۔ نظامت جنگ بہادر سے میرے مراسم بہت ہی کم ہیں مگر انکی مختصر گوئی اور کم گوئی کے قصے تک دل سناتا رہا ہوں یہ حضرات ملک کے قابل ترین اور لائق ترین افراد تھے، نہایت اچھے عہدہ دار، بہترین انشا پرداز، مگر بات چیت میں ایسے مختصر!

حیدرآباد کے علماء اور مشائخین میں بھی یہی عیب رہا ہے، علامہ انوار اللہ خاں (فضیلت جنگ) بحر العلوم تھے تصانیف بے شمار تھے مگر طلاقت لسانی اور اسلوب بیان نہ رکھتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان بزرگوں نے اس طرف توجہ ہی نہیں کی۔

حیدرآباد میں آج سے پچاس ساٹھ سال قبل بعض صاحبان علم نے انجمن اور کلب قائم کرکے تقاریر کا سلسلہ شروع کیا اور رفتہ رفتہ لوگوں نے تقریر کی طرف توجہ کی چنانچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی نواب بہادر یار جنگ تھے جنھیں خداوند تعالیٰ نے طلاقت لسانی دی تھی اور انھوں نے اپنی کوشش سے خاص اسلوب بیان پیدا کیا تھا

سید خورشید علی، سردار نواز جنگ، قطب الدین تسلی، مصطفیٰ جنگ، ڈاکٹر عبدالباسط، ڈاکٹر حکیم مقصود جنگ وغیرہ نے البتہ حیدرآبادیوں کی اس فروگذاشت کی تلافی کردی اور ان حضرات کا اسلوب بیان نہایت اچھا رہا۔ مگر ان بزرگوں کے بعد پھر خلا محسوس ہو رہا ہے اور حیدرآباد کا نوجوان طلاقت لسانی سے معرا اور اسلوب بیان سے کورا ہوتا جارہا ہے

گزشتہ پچاس سال کے عرصہ میں ہمارے ملک میں لکھنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ ابتداً حیدرآبادی تصنیف و تالیف سے دور ہی رہتے تھے۔ نواب رفیع الدین خاں امیر کبیر اور مہاراجہ چندولال شادان کے تقریباً ایک صدی بعد مولوی اکبر علی مدیر صحیفہ، حکیم سید شمس اللہ قادری، مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت، راجہ راجیشور راؤ اصغر، نائک راؤ اور وٹھل راؤ نے اس طرف نہ صرف خود توجہ دی بلکہ دوسروں کو بھی اس راستہ پر لگایا

ان لوگوں کا احسان حیدرآباد کی فلمی دنیا پر ہمیشہ رہے گا۔ اب ماشاء اللہ ڈاکٹر میر یادت علی خاں، ڈاکٹر ولی الدین، ڈاکٹر راحت اللہ، ڈاکٹر زور، پروفیسر سروری، پروفیسر سید محمد، طور پروفیسر رشید و فرد جیسے اہل قلم موجود ہیں اور نوجوان نسل جو ابھر رہی ہے اس کی اٹھان تو بس قیامت کی ہے۔ انشاء اللہ یہ لوگ، نہ صرف حیدرآباد بلکہ سارے ہندوستان کے لئے باعث فخر ہوں گے۔ کاش! اہل وطن اسلوب نگارش کیا تھ اتھ اسلوب بیان پر بھی توجہ کریں۔

شادی خانہ آبادی

حیدرآباد۔ ۲۱؍ دسمبر۔ کل شام کے ۴ بجے نواب سید البر علی ظہور فرزند نواب سید احمد صاحب زوار کا نکاح امیر النساء بیگم صاحبہ دختر مولوی سید احمد حسین صاحب ماسٹر سے ہوا۔ محفل عروسی میں طرفین کے خویش واقارب، دوست احباب، امراء اور معززین شہر کی ایک کثیر جماعت ... تھی۔ مقتبسہ سے پہلے قصیدہ خوانی ہوئی۔ سب کے آخر میں شاعر اہلبیت علامہ نجم آفندی نے معصوم سفیم امام نہم کی شان میں قصیدہ سنایا۔ باعتبار محفل نعرہ درود کی گونج میں قصیدہ کی داد دی۔ دولھا کی طرف سے مولوی سید نقی حسن صاحب وکیل اور دولہن کی طرف سے مولوی سید ریاض الدین حیدر رضا نے صیغہ نکاح جاری فرمایا۔ رات کے ۹ بجے مبارک سلامت کی گونج میں یہ ... آگیں تقریب اختتام کو پہونچی۔ مدعوئین میں قابل ذکر ابر منظم نواب تراب یار جنگ بہادر، نواب عباس یار جنگ بہادر، نواب عسکر نواز جنگ بہادر (محمد پاشاہ)، نواب معین یار جنگ بہادر، نواب سید زین العابدین خاں صاحب (صارم جنگ)، نواب سید اصغر حسین (تراب جنگ) نواب سید محمد حسین خانصاحب (کمال یار جنگ)، نواب سید مظفر حسین خانصاحب (محسن یار جنگ)، نواب مرزا سکندر علی خانصاحب، نواب مرزا احسن علی خاں ... نواب میر شبیر علی خاں صاحب عابد



کہ دو عورتوں کو ایک شخص کی پاکٹ اڑاتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا
حسن کو دل اڑانا چاہیے وہ پاکٹ اڑانے لگے!

کہ قومی بچت کے سلسلہ میں ختم نومبر ۱۹۶۰ء تک دو کروڑ روپے جمع کئے گئے
لیکن حیرت ہے کہ اس قلت و گرانی کے دور میں "Who can save and have can save?"

کہ کراچی کے ممتاز سوشلسٹ لیڈر مبارک ساغر کو پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کر لیا گیا
گویا نام کا قافیہ ساغر کو بنا کر مطلع پورا کر دیا گیا اب دیکھنا یہ ہے کہ مقطع میں کس کو لیا جاتا ہے!؟

کہ مٹر لومبا کو زدوکوب کرنے کے بعد موصوف کا سر مونڈھ دیا گیا
اب صرف اولے برسا دیئے جائیں تو "اتمامِ کرم" ہو جاتا ہے

کہ حیدرآباد میں جیب کتروں کا اضافہ ہو رہا ہے!
کیوں نہ جیب کتروں پر "پیشہ ورانہ ٹیکس" عاید کر دیا جائے! محکمۂ بلدیہ کے لئے لمحۂ فکر —!

کہ حکومت آندھرا پردیش نے ایک گشتی کے ذریعہ تمام ملازمین پر تلگو سیکھنے کی پابندی عاید کر دی ہے
اس کے بعد یہ خبر متوقع ہے کہ دیگر تلگی والوں کو وسیع پر عائد کر دیا گیا۔

کہ "اندھیرا دل کے راجہ" کو گرفتار کر لیا گیا
اب دیکھنا یہ ہے کہ "اندھیرے" کو کب گرفتار کیا جاتا ہے!؟

کہ نامپلی ریلوے اسٹیشن پر ایک پولس کے عہدہ دار کی جیب کاٹ لی گئی
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے!

کہ گرانی کے خاتمہ کے لئے حیدرآباد کی خواتین دعا کرنے والی ہیں ؎
کیا دعا کے لئے اٹھائیں ہاتھ
اب دعا ہی سے ہاتھ اٹھائیں گے

کہ مغربی بنگال اسمبلی میں کانگریسی اور مخالف ارکان میں جھڑپ ہو گئی!
آپ سے تم، تم سے تو ہونے لگی۔

کہ دنیا کی آبادی میں فی گھنٹہ (۵) ہزار نفوس کا اضافہ ہو رہا ہے۔
جب ہی تو دانایانِ فرنگ نے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم اور راکٹ ایجاد کئے ہیں۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے!

کہ لوک سبھا میں بعض اراکین ایسی زبان استعمال کرتے ہیں جس کو سمجھنے کیلئے بغل میں ہمیشہ ایک سنسکرت ڈکشنری رکھنا ناگزیر ہے

شیراز اہلِ حق کا ترجمان اور صاحبانِ ذوق کا اخبار ہے

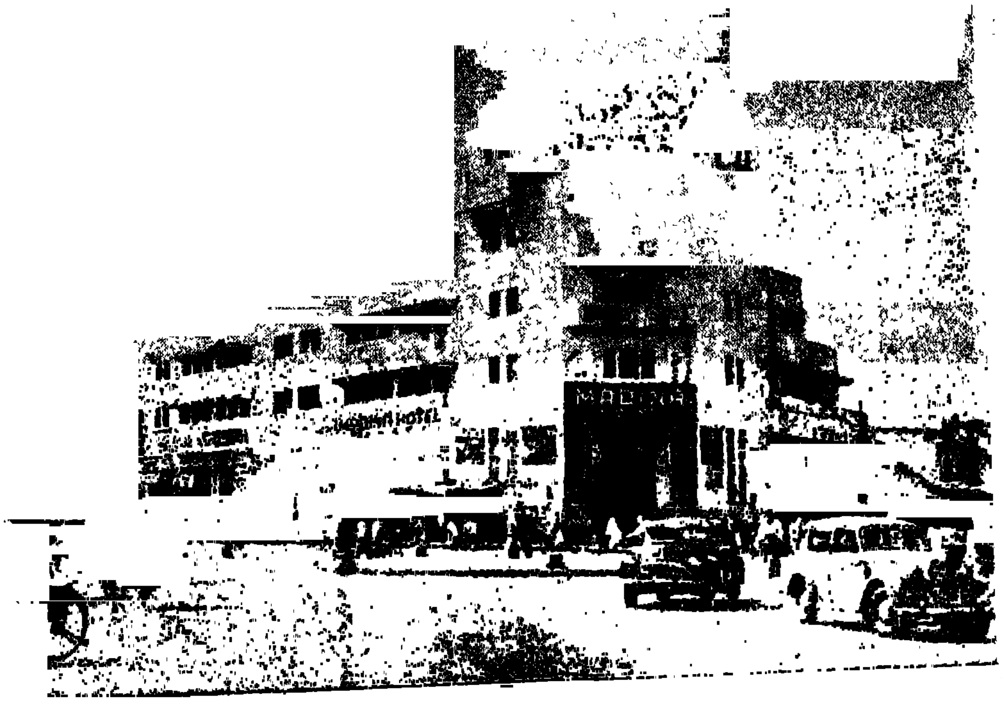
قطعہ

ذرا تو دیکھ لے سبزہ بھی خواب سے چونکا ‖ ہر ایک رند بھی دیکھو شراب سے چونکا
جو آئی فصلِ بہاری تو کہتا ہے بستاں ‖ کہ مرغِ دام بھی بوئے گلاب سے چونکا

(آمدہ از نذرِ باغ)


NEW
GRAND HOTEL
مانا کہ حیدرآباد میں سینکڑوں ہوٹلیں ہیں مگر
نیو گرانڈ ہوٹل اینڈ پراویژن اسٹورس
افضل گنج حیدرآباد اے پی


PHONE NO. 2377
EMBASSY CAFE
ایمبیسی کیفے
چوراہا بشیر باغ حیدرآباد اے پی



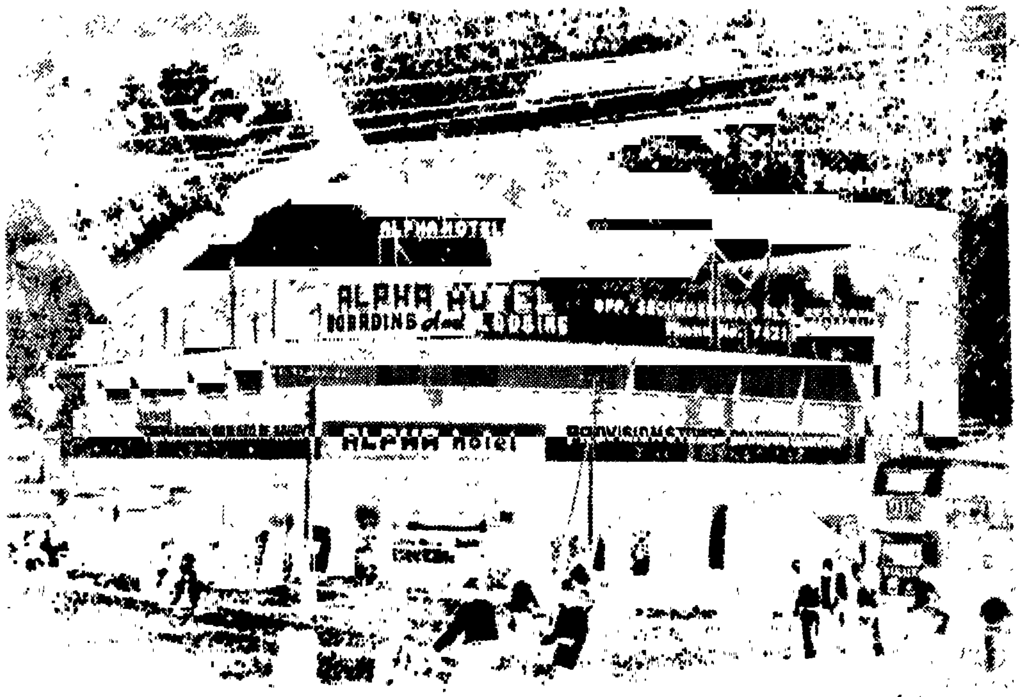


REGD. H.507.

SHIRAZ URDU WEEKLY.



شیراز



ALPHA HOTEL
ALPHA HOTEL
BOARDING and LODGING
OPP. SECUNDERABAD RLY.
ALPHA Hotel

علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا
وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
کو عرفاں یہی کہتا ہے ہر اک سے
ئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

سید صمصام شیرازی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر۔ مقام اشاعت:- چادر گھاٹ بیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۵
روز جمعہ
۳۰ ڈسمبر ۱۹۶۰ء
م
۱۱ رجب المرجب ۱۳۸۰ھ
شمارہ (۹)

نظم بہ شکل عید امیری

مطلع و ہم مقطع

جو تھے تفضیل کے منکر وہ قائل ہوتے جاتے ہیں — سوئے ذاتِ علیؑ عثمانؓ و مائل ہوتے جاتے ہیں
ہر اک کے سامنے کہتی ہے سُن لو یہ حقیقت بھی — بیاں بھی کس طرح دیکھو فضائل ہوتے جاتے ہیں
پئے شرحِ معانی نیز اسرارِ نہاں دیکھو — درِ مولا علیؑ پر جمع سائل ہوتے جاتے ہیں
تجاہل چھوڑ کر امرِ حقیقت کہتا جاتا ہے — کہ جاہل پر بھی روشن اب دلائل ہوتے جاتے ہیں
ثبوت ایسا ہے یہ کامل کہ آخر تیغ برہاں سے — دلِ اعدا بھی کیسے آج گھائل ہوتے جاتے ہیں
علیؑ کی صورتِ اقدس میں کہتا ہے یہی رشتہ — نبیؐ کے بھی عیاں شکل و شمائل ہوتے جاتے ہیں

جو پیچیدہ بنے تھے مدتوں سے حقِ علوی میں
عجب حل آج یہ دیکھو مسائل ہوتے جاتے ہیں

مرقوم ۲۰ ڈسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از ندی باغ)

نانا اگرچہ نذری باغ میں ہے تاہم عدن باغ پر جہاں معصوم نواسہ ہے نظر ہے۔

یعنے ممتاز علی خاں پڑپطنی صاحبزادی شہدی بیگم (دختر لیلےٰ بیگم)

فرمایا بچی کے دو بچوں میں سے بفضلہ ایک اس وقت زندہ و سلامت ہے جو کہ اگر پروان چڑھے گا سن رشد کو پہنچکر تو بچی کے بعد اس کا وارث شرعی ہوگا (بہ شمول پدر محمود پاشاہ) اس لئے بھی اس معصوم کی پرورش اور دکھ درد کے طرف میری توجہ (حالیہ سانحہ کی وجہ سے) بہت زیادہ ہے جہاں میں دو وقت جاتا ہوں صبح اور شام گو لمحہ لمحہ کی خبر مجھے ملتی رہتی ہے۔ اور عملہ جو کام کر رہا ہے اس میں کمی و بیشی ہوئی ہے اور معصوم کی جان کے مقابل میرے ہاں پیسہ کی کوئی وقعت نہیں ہے بلکہ جو مقصد اس معصوم کی پرورش کا ہے وہ دل میں جاگزین ہے۔ اور روز و شب دعائے خیر معصوم کی سلامتی کی ہوتی رہتی ہے اور خدا سے لو لگی ہوتی ہے کہ اس کو عمر طبعی کو پہنچائے تاکہ نانا کی محنت چیز ہو اور وہ بارگاہِ ربّ العزت میں سربہ سجود ہو کہ اوس نے اپنا فضل و کرم کیا۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی نانا کی نہ تمنا ہے اور نہ آرزو۔ کہ الحمد للہ ہر چیز سے وہ بے نیاز ہوگیا ہے کہ اپنا مقصد حیات اس دار فانی میں حاصل کر چکا ہے اور ہر طرح سے مطمئن ہے۔

مرقوم ۲۷ر دسمبر ۱۹۶۰ء ——————

(آمدہ از نذری باغ)

خودغرض اشخاص کے نازیبا حرکات

فرمایا بعض لوگ میری سالگرہ کے موقع پر۔ یا عیدین کے موقع پر جو تہنیت کے قطعے لاکر نذری باغ میں پیش کرتے ہیں تو یا نظم کے سلسلہ میں یا نثر کی شکل میں (یعنے معروضے) پیش کرتے ہیں جس میں استدعا رہتی ہے ان کو پرائیویٹ اسٹیٹ نظام میں کوئی خدمت دینے کی۔ یا کچھ نقد معاوضہ ملنے کی۔ تو میں نے مناسب سمجھا کہ چند سطور لکھکر ایسی بیہودہ حرکت پر روشنی ڈالوں کہ اگر آئندہ ایسا ہوگا تو ان کے قطعے یا معروضے نذری باغ میں قبول نہیں کئے جائیں گے۔ بلکہ واپس کردیئے جائیں گے۔ کس لئے کہ کسی چیز میں عقیدت یا خلوص بتانا مقصود ہو تو اس میں خودغرضی کا شائبہ نہ ہونا چاہیئے۔ ورنہ اس کی خوبی میں فرق آئے گا۔ مگر دوسرے طرف یہ نکات کو سمجھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں نہ کہ زر کے بندے۔ یا خودغرضی کے غلام۔ لہذا مجھے افسوس ہے کہ ایسے امور اندھا دھند کئے جاتے ہیں۔ درآنحالیکہ ان کے نتائج سے چشم پوشی کی جاتی ہے جس کی وجہ سے کرنے والوں کی تذلیل یا توہین کا سبب بنے۔

مرقوم ۲۷ رڈسمبر ۱۹۶۰ء

(مدہ : نذری باغ)

بیان محمود علیؑ پسر آغا ناصر یار جنگ مرحوم و شوہر بی بیگم دختر سید علیؑ فرزند ضامن جنگ بخشی مرحوم

(مقیم محلہ پرنڈر گھاسٹ)

فرمایا میرا مضمون اس دیوانی کے حرکات نازیبا سے متعلق جو شیراز میں طبع ہوا ہے۔ اسی سلسلہ میں اس چھوکرے کو بالمشافہ طلب کر کے حالات دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ دیوانی جو دماغ چلی ہوئی ہے بعض اوقات شوہر کے ساتھ بھی برتاؤ اچھا نہیں رکھتی ہے۔ اور اوس کا یہہ بھی خیال تھا کہ ہفتہ میں ایک دفعہ جو اس کی ماں یہاں آتی ہے بیٹی سے ملنے تو وہ بھی بیٹی کو نصیحت نہیں کرتی ہے بلکہ اوس کے نازیبا حرکات پر چشم پوشی کرتی ہے وغیرہ اور بیٹی کو متنبہ نہیں کرتی ہے کہ ایسے حرکات اوس کے حق میں ایک دن مضر نتیجہ پیدا کریں گے۔ لہٰذا میں نے اس سے کہدیا کہ اگر آیندہ یہہ دیوانی اپنے رویہ کو درست نہ رکھے گی تو اس کا سخت اندیشہ ہے کہ کسی واقعہ کے سلسلہ میں اس کا طلاق ہو کر نذری باغ سے اسکو خارج کر دیا جائیگا تاکہ نذری باغ کی بدنامی نہ ہو کہ ایسے قماش کے چھوکریاں جبکہ خانہ زادوں کے زوجگان ہیں اس کا معقول انتظام نہیں کیا جاتا ہے۔ بلکہ اسکو جائز رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ آیندہ نگرانی رکھنے کے لئے ایس۔ ین۔ ریڈی کو حکم دیا ہے کہ اگر کوئی غیر معمولی بات پیدا ہو تو مجھے فوراً اطلاع دیجائے تاکہ میں اس کا تدارک کروں۔ لہٰذا یہہ چند سطور جو لکھا ہے وہ محض چھوکری کے باپ سید علیؑ کی اطلاع کی غرض سے ہے وبس۔

مرقوم ۲۷ر ڈسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

علیؑ پاشاہ کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی

فرمایا وہ یہ تھی کہ دین یار جنگ کی علالت کے باعث جناب تراب علیؑ صاحب دام لطفہ کا تقرر بہ حیثیت وائس چیرمن کمیٹی انتظامی پرائیویٹ اسٹیٹ نظام ہوا تھا (معلوم نہیں کہ یہ کس گڑبڑ میں ہوا ورنہ جناب اس ذمہ داری کے اہل نہیں تھے کہ اس انقلابی دور میں حزم و احتیاط سے کام کرتے) تو بچہ نے میرے اسٹاف کے اراکین سے کہا کہ آثار و قرائن بتاتے ہیں کہ یہ تقرر جو ہوا ہے وہ کامیاب ثابت نہ ہوگا کہ چھ ماہ میں اس کا نتیجہ نکل آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا!

خلاصہ یہ کہ جناب کا طریقۂ کار ہر کس و ناکس پر ظاہر تھا کہ زمانۂ گذشتہ سے لے کر تا ایں وقت وہ کس نوعیت کا تھا کہ آپ جہاں کہیں برسر خدمت تھے تو اوس کا کیا نتیجہ برآمد ہوا تھا وہ راز سربستہ نہیں تھا بلکہ آشکارا تھا۔

الحاصل مناسب سمجھا کہ اس صحیح پیشین گوئی کو بھی شیرازے میں ریکارڈ کرادوں تاکہ زمانہ آیندہ میں جناب کا کارنامہ جو زریں حروف میں لکھے جانے کے قابل تھا وہ یادگار رہے۔ بمصداق۔ نوشتہ بماند سیاہ بر سفید

مرقوم ۲۷ر دسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

تشریح لفظ حفظ ما تقدم شائع شدہ در شیراز مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۶۰ء

فرمایا بعض وجوہ سے جو نسبت دین یار جنگ کی نواسی رضیہ بیگم معمرہ ۸ یا ۹ سالہ دختر محمدؐ حیدر عہدہ دار دفتر ٹرسٹ بہ فضل جاہ معمر ۱۶ سالہ (یعنی صاحبزادہ لیلےٰ بیگم) تھی وہ قطعی طور پر منسوخ کر دیا ہے جس سے بچی کے نانا دین یار جنگ کو بھی اتفاق تھا۔

زیادہ۔ الخیر فیما وقع۔

مرقومہ ۲۷ دسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

این چہ نفرین بر عدو شرح بیانی می زند | قہقہہ بر رُوئے پیری ہم جوانی می زند
خامہ بہزاد گفتہ بر سرِ خاکہ کشید | طعنہ بیجا اگر تو کلکِ مانی می زند

(آمدہ از نذری باغ)

چھٹی خواجہ کے چلہ میں در محلہ مغلپورہ

فرمایا اس سال ۶ر رجب کو میرا جانا نہیں ہو سکا بہ این وجہ کہ زمین پر میں نہیں بیٹھ سکتا اس کے سوا قوالی میرے زیادہ پسند بھی نہیں جبکہ ہارمونیم و ڈھولک کا استعمال ہوتا ہے بعوض طبلہ و طنبورہ کے ۔ اس کے علاوہ اب گانے والے بھی جیسا کہ زمانہ گذشتہ میں تھے وہ باقی نہیں رہے خصوصاً تان رس خان کی چوکی جو زمانہ گذشتہ سے لیکر میرے وقت تک تھی اور جو مغلائی دربار وں کے موقع پر خلوت میں مسند کے سامنے گاتی تھی (دوران پیشکشی نذور) جبکہ مزامیر طنبورہ و طبلہ رہتا تھا اور گانے والے بھی کہنہ مشق جو حیدرآباد میں مشہور قوال تھے وہ چیز دوسری تھی۔
الحاصل مرور زمانہ سے قدیم چیزیں غائب ہو رہی ہیں جس کی وجہ سے طبیعت بھی اس طرف راغب نہیں ہوتی ہے اور اس وقت جہاں جہاں یہ ہوتا ہے وہ محض رسمی طور پر ہوتا ہے ورنہ اس سے زیادہ نہیں۔

مرقوم ۲۷ر دسمبر ۱۹۶۰ء   (آمدہ انندری باغ)

لیاقت علمی جناب تراب علی صاحب دام لطفہ

فرمایا سنا ہے وہ بھی معتبر ذریعہ سے جس کا ثبوت بھی موجود ہے کہ آپ زبان انگریزی میں چار سطر اپنے قلم سے صحیح املا و انشاء کے ساتھ لکھ نہیں سکتے۔ اور نہ اس زبان میں کسی مسئلہ پر بحث و مباحثہ (Grammatically) (Discuss) فرما سکتے ہیں۔ اب رہا اردو مادری زبان کو سنا ہے یہ بھی عجیب و غریب قسم کی ہے کہ معنےٰ و مفہوم صاف نہیں بلکہ بقول معنےٰ در بطن شاعر مبہم یا بے ربط!

خلاصہ یہ کہ آپکی لیاقت معمولی درجہ کی ہے کہ لیاقت علمی محدود ہے۔ لہٰذا اگر کسی کو یہ باور نہ ہو تو آپ کا امتحان لیکر دیکھ لے کہ صحیح ہے یا غلط۔ بمصداق ہمین گوئے ہمین میدان۔

مگر دوسری طرف پرائیویٹ اسٹیٹ نظام کے امثلہ جو آپ کے کلک زر نگار سے مزین ہیں وہ ثبوت قطعی میں موجود ہیں۔ جو ناقابل انکار ہیں!

زیادہ۔ عمرت دراز باد کہ این ہم غنیمت است

مرقوم ۲۹ دسمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از بندری باغ)

نعم البدل

فرمایا سکینہ بیگم لڑکی معمرہ ۱۷ یا ۱۸ سالہ جسکو میری تجویز تھی کہ اونچے گھرانے میں دوں۔ مگر بعض وجوہ سے یہ معاملہ نہیں بنا کہ بعض مشکلات درمیان میں حائل تھے۔ مگر کچھ مضائقہ نہیں۔ دوسری طرف قدرت نے اس کو معاوضہ دیدیا کہ یہ میرے پوتے احمد علی خاں (مقیم عدن باغ) معمرہ ۲۰ سالہ سے منسوب ہوگئی ہے جو صاحبزادہ کاظم جاہ مرحوم ہے (بطنی منکوحہ موتی بیگم مقیم شادی خانہ نمبر ۲)۔ انشاء اللہ قریب زمانہ میں عقد ہوگا۔

دیگر یہ لڑکی وہی ہے جس کو سینیر پرنسس نے پسند کی تھیں یہ کہکر کہ ایسی صورت و شکل کی لڑکیاں شاذ و نادر نظر میں آتی ہیں چاہے بڑے گھرانوں کے ہوں یا متوسط یا چھوٹے گھرانوں کی جس سے یہاں بحث نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ لڑکی زمرد بیگم منکوحہ کاظم جاہ مرحوم کے رشتہ میں ہے اور امامیہ مذہب کی ہے۔ اور اس کے دو بھائی نذری باغ میں موجود ہیں۔ ایک واصف علی حقیقی بڑا بھائی۔ اور دوسرا عنایت علی ممیرا بھائی۔ اور نانی کا نام فاطمہ بیگم۔ اور نانا مرحوم حکیم فرخ علی خان تھے از طبقہ حکمائے یونانی سے زمانہ گذشتہ میں۔ ماں کا نام فیاض النساء بیگم اور ماموں کا نام خورشید علی یہ سب لوگ طبقہ شرفا سے ہیں۔ اور سرکاری مکان میں مقیم ہیں (قریب اسٹور محلہ نارائن گوڑہ)

بہرحال موزوں و مناسب ازدواجی جوڑہ تجویز ہوا مطابق مثل۔ وہ نہ سہی یہ سہی۔ اور لڑکے کو میں خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ اس کو ایسی رفیقہ حیات ملی۔

زیادہ۔ مبارک باشد۔

نوٹ۔ اس بچہ کا نام منتی ہے کہ ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوا تھا اور گفتگو کے وقت کسی قدر ہکلاتا ہے مگر کچھ مضائقہ نہیں کہ لڑکی کو شوہر پوزیشن والا ملا۔ زہے قسمت!

مرقوم ۲۳ ر ڈسمبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

دہوکا دہی برائے حصولِ امداد تعلیمی

(از چیاریٹی ٹرسٹ)

فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے (اور تحقیق سے بھی ثابت ہے) کہ جن بچوں کے بڑے ہیں وہ اپنی اولاد کو تعلیم دلانے کے خیال سے یہہ امداد حاصل کرتے ہیں۔ مگر دراصل یہ تعلیم کے مصارف اور مدرسوں کی فیس میں صرف نہیں ہوتے ہیں بلکہ وہ اپنے ذاتی اغراض کی تکمیل میں یہہ رقم صرف کرتے ہیں اور تعلیمی فیس ادا نہ ہونے کی صورت میں بچوں کی تعلیم موقوف ہو جاتی ہے۔ انکی یہہ گری ہوئی حرکت قابلِ نفرت ہے۔ پس میں نے اس کا سدباب یہہ کیا ہے کہ سالِ نو جنوری ۱۹۶۱ء سے جتنی اس قسم کی امداد چیاریٹی ٹرسٹ سے جاری ہے وہ بچوں کے بڑوں کے ہاتھ میں نہ دی جائے بلکہ دفتر ٹرسٹ راست ہر ماہ یس۔ین۔ریڈی کے سپرد کرکے انکی رسید حاصل کی جائے تاکہ وہ خود راست جس جس مدرسہ کو دینا ہے دیکر اپنا اطمینان حاصل کریں گے (رسائد لیکر) تاکہ جس غرض سے امداد دی جا رہی ہے وہ بیکار نہ جائے بلکہ کارآمد ہو اور بیچ میں یہہ دست درازی بچوں کے والدین کی مسدود ہو۔ افسوس ایسا کام کرکے بھی ان کو شرم نہیں آتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ غیرت ہوا باشد۔

مرقوم ۲۴ر ڈسمبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

دنیا میں ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ نہ کہ اس کے آگے

فرمایا بے جا مصارف کا بار اب نذری باغ خود برداشت نہیں کرسکتا۔ بلکہ اس کا بار سب اولاد عُہدہ داران ہوں مع اہل و عیال یا خانہ زادان ہوں متاہل یا غیر متاہل یا انکے اہل و عیال ہوں۔ چاہے تیمارداری میں ہو انکی یا ان کے زوجگان کی زچگیوں میں ہو یعنے انکے ٹرسٹ میں جو رقم جمع ہے یہ مصرف میں آئے گی اس سے بحث نہیں کہ یہ متاہل ہوں یا غیر متاہل۔ البتہ جو ٹرسٹ میں ابھی تک شامل نہیں ہیں ان کا بار نذری باغ برداشت کرے گا جب تک کہ یہ ٹرسٹ میں شریک نہ ہو جائیں۔ کیونکہ ان سب کو معلوم نہیں ہے کہ اس کا سلسلہ ہر وقت کیا جاری ہے۔ اور ذرہ ذرہ سی باتوں میں یہ اپنے دماغ کی نزاکتیں بتاتے رہتے ہیں۔ دوسری طرف اگر یہ نذری باغ میں نہ ہوتے تو ان کو کوئی پوچھکر نہ دیکھتا کہ یہ کس باغ کی مولی ہیں۔ یعنے کوئے گمنامی میں رہتے۔

بہر حال یکم جنوری سال نو ۱۹۶۱ء سے اس کا عمل میرے حسب الحکم دفتر ٹرسٹ میں ہوگا۔ اور یہ چند سطور اس وجہ سے لکھا ہے تاکہ ان لوگوں کو اس کا علم ہو جائے۔ اور غفلت میں نہ رہیں۔

الحاصل میرا خیال ہے کہ اگر ان .. رف کی روک تھام نہ ہوگی تو شریک شدہ افراد ٹرسٹ کی مجمعہ قسم جو آئندہ زمانہ کی ضرورتوں میں صرف ہونے والی ہے وہ ان امور مذکورہ میں صرف ہو کر ایک حبہ بھی پس انداز نہ ہوگا۔ اور اذوقہ پانے والوں کی صبح ہو جائے گی۔ اس کا خیال رہے۔ کیونکہ حالات زمانہ دگرگوں ہیں جس کا احساس غالباً انکو نہیں ہے کہ وہ کس نوعیت کے ہیں۔

مرقوم ۲۶ر ڈسمبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

بے غیرتی یا شرمناک حالات

فرمایا جتنے خانہ زاد نذری باغ میں ہیں اگر ان کے قرابتدار چاہے ذکور سے ہوں یا اناث سے ان کو ایک دفعہ نذری باغ سے مدد دے کر شریک دواخانہ کرا دیا گیا تو یہ ہر وقت اسی قسم کی درخواست پیش کرتے رہتے ہیں۔ دوسری طرف اس کے کیا مصارف ہوتے ہیں تیمارداری کے اس کا انکو احساس نہیں ہے بقول

مالِ مفت دلِ بے رحم

پس ان کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اگر ایک دفعہ ایسا ہوا تو اسکے یہ معنے نہیں کہ گھڑی گھڑی اسکی تکرار ہو۔

دوسری طرف اِن کو اِس کا احساس رہنا چاہیئے کہ بھلا ہوا انکی اولاد نذری باغ میں ہے جسکی آڑ لے کر وہ ایسی حرکتیں کرتے رہتے ہیں مگر دوسری طرف اگر ایسا نہ ہوتا تو اوس وقت کیا کرتے؟ کیا دوسرے بھی جن کی اولاد یہاں نہیں ہے وہ ایسا کر رہے ہیں ہرگز نہیں۔ پس اگر ایک وقت کبھی اس قسم کی امداد دی گئی تو بارِ دیگر ایسا ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ کوئی کام اگر نذری باغ کرے گا تو سب کے حق میں مساوی العمل ہونا چاہیئے نہ کہ اِدھر کچھ۔ اور اُدھر کچھ جسکو غیر منصفانہ سمجھا جائیگا۔ پس یہ چند سطور بطور آگاہی سمجھ کر طبع کرانا ضروری خیال کیا گیا تاکہ یہ ناواجبی سلسلہ مسدود ہو۔ لہذا سب کو چاہیئے کہ عقل سے کام لے کر کام کریں۔ ورنہ ان کا داخلہ نذری باغ میں یاداشتاً مسدود ہوگا اس کا خیال رہے

———— مرقوم ۲۸ر دسمبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

ترجمانِ اہلِ حق ہے قوم کی آواز ہے — خیر خواہ و شاہی آگاہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

خطیب منبر سلونیؑ

کا ارشاد مبارک ہے کہ اپنی حاجت سے پہلے دوسروں کی حاجت برلانی کرنا ایک بڑی فضیلت کی بات ہے

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ بابُ العلمؑ کی ولادت سے دُنیا پر علم و حکمت، قرآن و تفسیر، فقہ و حدیث اور عدل و انصاف کا دروازہ کھل گیا اور دنیا نے اس نفسِ پیغمبرؐ کو دیکھا، اس وجہُ اللہ کو دیکھا جسکا چہرہ دیکھنا عبادت ہے، جسکا ذکر کرنا عبادت ہے۔

رسولِ مقبولؐ کا ارشاد ہے:۔

"علیؑ حق کیسا تھ ہے اور حق علیؑ کیساتھ ہے"

اسی لئے صاحبانِ بصیرت کے نزدیک عیدِ امیرؑ اہلِ حق کی عید ہے۔

ہمارے سرکارِ حق آگاہ جو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے والہ و شیدا ہیں، ایک خاص جذبِ ایمانی کے ساتھ عیدِ امیرؑ مناتے ہیں۔ آپ کے جوشِ عقیدت اور جذبۂ وِلا کو دیکھ کر بے ساختہ دل پکار اُٹھتا ہے ؎

این والہ جمالِ حق و صادق الولا
این عاشقِ محمدؐ و آلِ محمد است

تیرہ رجب ۱۳

آج حضرت علیؑ ابن ابیطالب کی ولادت باسعادت کا دن ہے۔ کون علیؑ —؟ وہ علیؑ جو اگر پیدا نہ ہوتا تو نہ ...ت کا اعلان ہوتا اور نہ دینِ حق پھیلتا نہ کفرستانِ ...رب میں آخری رسولؐ کی نبوت کی تصدیق کرنے والا کوئی ...ہتا۔ اسلئے آج کا دن اسلام کی عید کا دن ہے، ایمان ...کی عید کا دن ہے۔

آپ اسلام کی تاریخ دیکھئے، آپکو معلوم ہوگا کہ سب سے پہلے حضرت علیؑ نے خاتم النبیینؐ کی نبوت کی تصدیق فرمائی، سب سے پہلے حضرت علیؑ نے اسلام قبول فرمایا ...ب علیؑ نے آنکھیں کھولیں تو سرورِ کائناتؐ کے چہرۂ اقدس ...کو دیکھا اور رسولِ مقبولؐ کی آنکھیں بند ہونے تک رزم و بزم ...ں برابر آپکے ساتھ رہے

قطعہ

بہ دِل ہائے کینہ جرص خام است
زہے قسمت پئے ناغیبت افکار

دِگر صہبائے رنگین ہم بہ جام است
نگرعثمانؑ بہ پشتِ ما امامؑ است

(آدمہ دہند)

(لاثمک منہ)

سرکاری عہدہ دار! عوام کے خدمت گزار ہیں نہ کہ حاکم

پنڈت نہرو نے سرکاری عہدہ داروں کے تعلق سے متعدد بار اپنی تقریروں میں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ "سرکاری عہدہ دار عوام کے خادم ہیں وہ اپنے آپ کو عوام کا حاکم تصور نہ کریں سرکاری عہدہ داروں کو محض عوام کی خدمت کے لئے عہدے دیئے گئے ہیں انہیں عوام پر حکومت کرنے کے لئے عہدے نہیں دیئے گئے"

آزادی سے پہلے حکومت کی گشتیوں میں ملازمین سرکار کو Government Servants لکھا جاتا تھا لیکن آزادی کے بعد حکومت اور خدمت کے فرق کو واضح کرنے اور خدمت کا تصور عام کرنے کے لئے ملازمین سرکار کو Public Servants لکھا جانے لگا ہے چنانچہ ہماری حکومت آندھرا پردیش نے بھی "فنڈامنٹل رولس" اور حکومت کی دوسری مطبوعات میں Public Servants کا لفظ بطور خاص استعمال کیا ہے۔

اس کے قطع نظر سوشلزم اور جمہوریت کا واضح تصور بھی یہی ہے کہ سرکاری عہدہ دار چاہے وہ کوئی ہو، وزیر ہو، معتمد ہو یا ناظم ہو، اس کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ عوام کا نمائندہ ہے جس کو عوام نے اپنی خدمت کے لئے مقرر کیا ہے وہ عوام سے جدا گانہ اور برتر دیا لامتناہی اختیار رکھنے والا حاکم نہیں

آزادی کے بعد اور لسانی بنیادوں پر ریاستوں کے قیام کے بعد سرکاری عہدہ داروں میں عوام کے خادم ہونے کا صحت مند تصور بڑی حد تک پیدا ہو چکا ہے لیکن آج بھی بعض ایسے مغرور اور فرعون بے سامان قسم کے عہدہ دار موجود ہیں جن کا دماغ تا حال ٹھکانے نہیں لگا۔ چنانچہ محکمہ آبرسانی حیدرآباد کے ایک مددگار کے بارے میں عوام کو سخت شکایت ہے کہ ان کا سلوک عوام اور اہل معاملہ سے ٹھیک نہیں ہے۔ ان مددگار صاحب کی بد خلقی، تشددی اور رعونت سے نہ صرف عوام بلکہ ماتحتین بھی نالاں ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آبرسانی کے یہ مددگار صاحب صارفین آب اور عوام سے گالی گلوچ اور جھڑکی کے سوا سیدھے منہ بات نہیں کرتے۔

محکمہ آبرسانی کے معتمد اور متعلقہ وزیر سے عوام کا مطالبہ ہے کہ ایسے بد خلق مددگار صاحبین، حیدرآباد جیسے مہذب اور شائستہ شہر میں رکھے جانے کے قابل نہیں ان مددگار صاحب کا تبادلہ واقعات کی تحقیق کے بعد فوراً کسی ضلع پر کر دیا جائے تاکہ عوامی شکایات کا ازالہ ہو سکے۔

مولی الکونین ابوالحسنین علی ابن ابیطالبؑ

جشن ولادت باسعادت

منجانب انجمن پنجتنیؑ عاشور خانہ قطبی گوڑہ

۱۶ر رجب المرجب سنہ ۱۳۸۰ھ روز چہارشنبہ شام کے (۶) بجے بمقام عاشور خانہ قطبی گوڑہ بپابندی وقت مقرر ہے

ممتاز شعرا اپنا کلام مودت التیام بارگاہ میں پیش کرینگے صدر انجمن محترم جناب سید عباس حسین صاحب نقوی بھی اپنا کلام عقیدت نظام گوش گزار سامعین فرمائینگے۔ جبیب العلما مولوی سید محمد صادق صاحب قبلہ نجفی ذکر ولادت باسعادت سے قلوب مومنین کو شاد فرمائینگے بعد ختم جشن مبارک صندل مبارک برآمد ہوگا۔ محبان اہلبیت اطہارؑ و عاشقان حیدر کرارؑ شریک جشن و جلوس صندل ہو کر خوشنودی خدا و رسولؐ اور ائمہ اطہارؑ حاصل فرمائیں

الداعی سید سجاد علی معتمد

بین المدارس تحریری مقابلہ

انجمن طلبا مدرسہ جعفریہ دارالشفا حیدرآباد کی جانب سے بین المدارس تحریری مقابلہ بعنوان "تبلیغ اسلام میں حضرت علی علیہ السلام کا حصہ" منعقد ہے۔ طلبا و طالبات بلا کسی فیس کے حصہ لے سکتے ہیں۔ مضامین بخوش خط فل اسکیپ تین صفحوں سے زائد نہ ہوں اور مع پتہ یکم جنوری سنہ ۱۹۶۱ء تک مدرسہ کے پتہ پر وصول ہو جائیں۔ اول، دوم اور سوم آنے والے طلبا اور طالبات کو بتاریخ ۷ر جنوری سنہ ۱۹۶۱ء مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں انعامات دیئے جائیں گے۔

امام المتقین امیر المومنین

ازسید العلماء مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ

انسان ایک سچا راستہ بتانے والی کی تلاش میں ہر وقت لگا ہوتا ہے۔ یہ پیاس اسکو ہر بھٹکتے ہوئے بالو کے تختے کیطرف دوڑاتی ہے وہ پانی سمجھ کر لپک جاتا ہے مگر بعد میں دھوکہ ہوتا ہے۔ ضرورت ہے ایسے بے خطا انسان کی جسکی ساری زندگی میں کتنی ہی گہری نگاہ سے چھان بین کی جائے اسکی بلندی میں کوئی کمی کیسی نقص پیدا ہوتی چلے جائے پھر یہ کہ وہ انسان کے کسی ایک گروہ یا کسی ایک جگہ کے رہنے والوں ہی کے لئے مثال نہ ہو بلکہ دنیا کا ہر آدمی اسکی زندگی کو اپنے لئے نمونہ سمجھے عام طور پر بڑے بڑے انسانوں کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو محدود نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر نوشیروان عادل ایک انصاف پرور بادشاہ کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے مگر وہ سلاطین ہی کے لئے نمونہ ہے۔ رعایا کو کس طرح مل جل کر صلح و آشتی کیساتھ رہنا چاہیے یہ سبق نوشیروان کی سیرت سے حاصل نہیں ہو سکتا حاتم کا نام سخاوت میں مشہور ہے مگر وقت آنے پر قوم و ملت کے لئے لڑائی کس طرح لڑی جا سکتی ہے، اسے حاتم کی زندگی میں تلاش کرنا بیکار ہے۔ بڑے بڑے بہادروں کا نام دلاوری میں سامنے آتا ہے، مگر وقت پڑنے پر مظالم کس طرح سہے جا سکتے ہیں انکی زندگی اسکو نہیں بتا سکتی۔

یہ ہو سکتا ہے کہ ہر ہر صفت کی مثال کے لئے ایک ایک آدمی کا نام پیش کر دیا جائے مگر اسکا مجموعہ بھی یہ نہ بتا سکے گا کہ ان صفتوں کا ایک ساتھ استعمال کیونکر ہو سکتا ہے اور ان کا میل جول اس طریقہ پر کہ پورے طور سے ہر ایک کی مناسب حد اور موقع استعمال معلوم ہو سکے کیونکر ہو سکتا ہے اس کے لئے تو ایک ایسی راہ نما درکار ہے جو ایک اکیلا ان تمام انسانی اوصاف کا مجموعہ ہو جسنے زندگی کی ہر منزل میں قدم رکھا ہو اور ہر راستہ میں اپنے قدم کے نشان چھوڑے ہوں۔ یہ تاریخ عالم میں ڈھونڈھنے پر ایسی ہستی اگر کوئی نظر آتی ہے تو وہ صرف علی ابن ابیطالب کی ذات ہے۔ ضرورت ہے کہ دنیا آپکی زندگی کے ہر ہر رخ سے واقف ہو اور اس میں اپنی رہنمائی کے پہلو تلاش کرے۔ اسی نقطۂ نظر سے یہ مختصر مقالہ پیش کیا جا رہا ہے۔ یقیناً یہ چند صفحے اس اتھاہ سمندر کے ایک قطرہ کے برابر بھی نہیں ہیں مگر اسے ایک خاکہ سمجھنا چاہیے جسکے انداز پر ایک بڑی سے بڑی کتاب بھی تیار کی جا سکتی ہے۔

نسب

حضرت علیؑ، آل ابراہیم میں قریش کی نسل سے بنی ہاشم کے ممتاز گھرانے میں عبد المطلب کے فرزند ابوطالب کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بھی ہاشم کے خاندان کی معزز خاتون تھیں۔ صرف ایک واسطے سے آپ کا نسب حضرت پیغمبر خدا محمد مصطفےؐ سے مل جاتا ہے۔ وہ محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب اور یہ علی ابن ابیطالبؑ ابن عبد المطلب۔ آپکے والد ابوطالب ہی نے رسول اللہؐ کی پرورش بھی کی تھی۔

ولادت

پیغمبر خداؐ کی عمر (۳۰) برس کی تھی جب خانۂ کعبہ جیسے مقدس مقام پر ۱۳ رجب سنہ ۳۰ عام الفیل

میں علیؑ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد ابوطالب اور ماں فاطمہ بنت اسد کو جو خوشی ہونا چاہیئے تھی وہ تو ہوئی مگر سب سے زیادہ رسول اللہؐ اس بچہ کو دیکھ کر خوش ہوئے شاید بچہ کے خط و خال سے اسی وقت یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ آیندہ چل کر رسولؐ کا قوت بازو اور دست راست ثابت ہوگا!

تربیت

حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ علیؑ کی پرورش براہ راست حضرت محمد مصطفےٰؐ کے ذمہ ہوئی۔ آپ نے انتہائی محبت اور توجہ سے اپنا پورا وقت اس چھوٹے بھائی کی علمی اور اخلاقی تربیت میں صرف کیا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ علیؑ دس برس کے سن میں ایسے تھے کہ پیغمبرؐ کے دعویٰ رسالت کرنے پر ان کے سب سے پہلے پیرو بلکہ ان کے دعوے کے گواہ قرار پائیں۔

بعثت

علیؑ کا دس برس کا سن تھا جب حضرت محمد مصطفےٰؐ عملی طور پر پیغام الٰہی کے پہنچانے پر مامور ہوئے اسی کو بعثت کہتے ہیں۔ زمانہ، ماحول، شہر، اپنی قوم اور خاندان سب کے خلاف ایک ایسی مہم شروع کی جا رہی تھی جس میں رسولؐ کا ساتھ دینے والا کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا سوائے اسی دس برس کے بچے کے، جسے پیغمبرؐ نے اسی دن کے لئے پہلے ہی تیار کیا تھا۔ پیغمبرؐ نے رسالت کا دعویٰ کیا اور علیؑ نے سب سے پہلے اسکی تصدیق کی اور ایمان اختیار کیا

دور ابتلا

پیغمبرؐ کا دعویٰ رسالت کرنا تھا کہ ہر ذرہ رسولؐ کا دشمن نظر آنے لگا۔ وہی لوگ جو کل تک آپ کی سچائی اور امانت داری کا دم بھرتے رہے تھے آج آپ کو جھوٹا، دیوانہ، جادوگر اور نہ جانے کیا کیا کہنے لگے راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے، پتھر مارے جاتے اور سر پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا۔ اس سخت وقت میں رسولؐ کا ہر مصیبت میں شریک صرف ایک بچہ تھا۔ وہی علیؑ جس نے بھائی کا ساتھ دینے میں کبھی ہمت نہیں ہاری۔ برابر محبت و وفاداری کا دم بھرتے رہے، ہر ہر بات میں رسولؐ کے سینہ سپر رہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت بھی آیا جب مخالف گروہ نے انتہائی سختی کے ساتھ یہ طے کر لیا کہ پیغمبرؐ کا اور ان کے تمام گھر والوں کا بائیکاٹ کیا جائے حالات اتنے خراب تھے کہ جانوں کے لالے پڑ گئے تھے۔ ابوطالب نے تمام اپنے ساتھیوں کو حضرت محمد مصطفےٰؐ سمیت ایک پہاڑ کے دامن میں محفوظ قلعہ میں بند کر دیا۔ تین برس تک اسی قید و بند کی زندگی بسر کرنا پڑی۔ اسمیں ہر شب یہ اندیشہ تھا کہ کہیں دشمن شب خون نہ ماریں اسلئے ابوطالب نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ رات بھر رسولؐ کو ایک بستر پر نہیں رہنے دیتے تھے بلکہ کبھی جعفرؑ کو رسولؐ کے بستر پر اور رسولؐ کو جعفرؑ کے بستر پر لٹاتے تھے اور رسولؐ کو علیؑ کے بستر پر، مطلب یہ تھا کہ اگر دشمن رسولؐ کے بستر کا پتہ لگا کر حملہ کرنا چاہے تو میرا جو بھی بیٹا چاہے قتل ہو جائے مگر رسولؐ کا بال بیکا نہ ہو۔ اس طرح علیؑ بچپنے ہی سے فداکاری اور جاں نثاری کے سبق کو عملی طور پر دہراتے رہے۔

ہجرت

اسکے بعد وہ وقت آیا کہ ابوطالب کی وفات ہوگئی اور اس جاں نثار چچا کی وفات سے پیغمبرؐ کا دل ٹوٹ گیا اور آپکے مخالفوں کی ہمت بڑھ گئی۔ آخر ان سب نے ایکا کیا کہ ایک رات جمع ہو کر پیغمبرؐ کے گھر کو گھیر لیں اور حضرت کو شہید کر ڈالیں۔ حضرت کو

اسکی اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنے جاں نثار بھائی علیؑ کو بلا کر اس واقعہ کی اطلاع دی اور فرمایا کہ میری جان کی رکھوالی یوں ہو سکتی ہے کہ تم آج کی رات میرے بستر پہ میری چادر اوڑھ کر سو رہو اور میں چھپ کر مکہ سے روانہ ہو جاؤں۔ کوئی دوسرا ہوتا تو یہ پیغام سنتے ہی اس کا دل ہل جاتا مگر علیؑ نے یہ سن کر کہ میرے ذریعے سے رسولؐ کی جان کی حفاظت ہوں، خدا کا شکر ادا کیا اور بہت خوش ہوئے۔ یعنی رسولؐ کا فدیہ قرار دیا جا رہا ہے۔ مرضی ہوا کہ رسالت مآبؐ شب کے وقت مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور علی ابن ابی طالبؑ رسولؐ کے بستر پر سو گئے۔ چاروں طرف خون کے پیاسے دشمن تلواریں کھینچے ہوئے، نیزے لئے ہوئے، مکان کو گھیرے ہوئے تھے۔ بس اس بات کی دیر تھی کہ ذرا صبح ہو اور سب کے سب گھر میں گھس کر رسالت مآبؐ کو قتل کر ڈالیں

علیؑ اطمینان کے ساتھ بستر پر آرام کرتے رہے اور ذرا بھی اپنی جان کا خیال نہ کیا۔ دشمنوں کو صبح کے وقت یہ معلوم ہوا کہ دھوکہ ہوا، علیؑ تھے۔ انہوں نے آپ پر یہ دباؤ ڈالنا چاہا کہ آپ بتلا دیں کہ رسولؐ کہاں ہیں، مگر علیؑ نے بڑے بہادرانہ تیوروں سے یہ بتلانے سے قطعی انکار کر دیا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ رسول اللہؐ مکہ سے کافی دور تک بغیر کسی گھبراہٹ و رکاوٹ کے تشریف لے جا سکے علیؑ تین روز تک مکہ میں رہے۔ جن جن کی امانتیں رسول اللہ کے پاس تھیں ان تک انکی امانتوں کو پہنچا کر رسولؐ کے گھر کی عورتوں کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے

کئی روز تک آپ راتوں رات پیدل چل کر اس طرح کہ پیروں سے تمام خون بہہ رہا تھا، مدینہ میں رسولؐ کے پاس پہنچے اسی واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علیؑ پر رسولؐ کو سب سے زیادہ اعتماد تھا۔ جس وفاداری، ہمت اور دلیری سے علیؑ نے اس ذمہ داری کو پورا کیا ہے وہ بھی اپنی آپ مثال ہے۔

شادی

رسولؐ نے مدینہ میں آکر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہ زہراؑ کا عقد علیؑ کے ساتھ کر دیا، رسولؐ اپنی بیٹی کو انتہائی عزیز رکھتے تھے اور عزت اتنی کرتے تھے کہ جب فاطمہ زہراؑ آتی تھیں تو رسولؐ تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے ہر شخص اس بات کا طلبگار تھا کہ رسولؐ کی اس معزز بیٹی کے ساتھ منسوب ہونے کا شرف اسے حاصل ہو۔ دو ایک نے ہمت بھی کی کہ وہ رسولؐ کو پیغام دیں مگر حضرت نے سب کی خواہشوں کو رد کر دیا اور کہا کہ فاطمہؑ کی شادی بغیر حکم خدا نہیں ہو سکتی۔ ہجرت کا پہلا سال تھا جب رسولؐ نے علیؑ کو اس عزت کے لئے منتخب کیا۔ یہ شادی نہایت سادگی کے ساتھ انجام دی گئی۔ شہنشاہ دین و دنیا حضرت پیغمبر خداؐ کی بیٹی اور اس کو پیغمبرؐ کی طرف سے جہیز بھی نہیں دیا گیا۔ خود فاطمہؑ کا مہر تھا جو علیؑ سے لے کر کچھ سامان خانہ داری فاطمہؑ کے لئے خرید کر ساتھ کر دیا وہ بھی کیا؟ مٹی کے کچھ برتن، کھجور کی چھال کے تکیے، چمڑے کا بستر، چرخہ، چکی اور پانی بھرنے کی مشک۔ اس طرح کا سامان دیا گیا۔ علیؑ نے مہر ادا کرنے کیلئے اپنی زرہ فروخت کی اور اس سے فاطمہ زہراؑ کا مہر ادا کیا جو ایک سو سات دینار کی تعداد سے زیادہ نہ تھا اس طرح مسلمانوں کے واسطے ہمیشہ کے لئے ایک مثال قائم کر دی گئی کہ وہ اپنے تقریبات کے سلسلہ میں فضول خرچی نہ کیا کریں۔

خانہ داری

فاطمہؑ اور علیؑ کی زندگی گھریلو زندگی کا

ایک بے مثال نمونہ تھی۔ مرد اور عورت آپس میں کسطرح ایک دوسرے کے شریک حیات ثابت ہو سکتے ہیں، آپس میں کسطرح تقسیم عمل ہونا چاہیے اور کیونکر دونوں کی زندگی ایک دوسرے کے لئے مددگار ثابت ہو سکتی ہے؟ وہ گھر دنیا کی آرائشوں سے دور، راحت طلبی اور تن آسانی سے بالکل علیحدہ تھا، محنت اور مشقت کے ساتھ ساتھ دلی اطمینان اور آپس کی محبت و اعتماد کے لحاظ سے ایک جنت بنا ہوا تھا۔ جہاں سے علیؑ صبح کو مشکیزہ لیکر جاتے تھے اور یہودیوں کے باغ میں پانی دیتے تھے اور جو کچھ مزدوری ملتی تھی اسے لے کر گھر پر آتے تھے بازار سے جو خرید کر فاطمہؑ کو دیتے تھے اور فاطمہؑ چکی پیستی، کھانا پکاتی اور گھر میں جھاڑو دیتی تھیں۔ فرصت کے اوقات میں چرخہ چلاتی تھیں اور خود اپنے اور اپنے گھر والوں کے لباس کے لئے اور کبھی مزدوری کے طور پر سوت کاتتی تھیں اور اس طرح گھر میں رہ کر زندگی کی مہم میں اپنے شوہر کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔

جہاد

مکہ میں آکر پیغمبرؐ کو مخالف گروہ نے آرام سے بیٹھنے نہ دیا آپکے وہ مددگار جو مکہ میں تھے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دی جانے لگیں۔ بعض کو قتل کیا، بعض کو قید کیا اور بعض کو زدوکوب کیا اور تکلیفیں پہنچائیں۔ یہی نہیں بلکہ اسلحہ اور فوج جمع کر کے خود رسولؐ کے خلاف مدینہ پر چڑھائی کر دی اس موقع پر رسولؐ کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ مدینہ والوں کے گھروں کی حفاظت کرتے جنھوں نے آپکو انتہائی ناگوار حالات میں پناہ دی تھی اور آپکی نصرت اور امداد کا وعدہ کیا تھا۔ آپ نے کسی طرح پسند نہ کیا کہ آپ شہر کے اندر گھر کر مقابلہ کریں اور دشمن کو یہ موقع دیں کہ وہ مدینہ کی پر امن آبادی کو اور عورتوں اور بچوں کو بھی پریشان کر سکے گو آپکے ساتھ تعداد بہت کم تھی صرف تین سو تیرہ آدمی تھے ہتھیار بھی نہ تھے مگر آپ نے یہ طے کر لیا کہ آپ باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کریں گے چنانچہ پہلی لڑائی اسلام کی ہوئی جو جنگ بدر کے نام سے مشہور ہے۔ اس لڑائی میں رسولؐ نے زیادہ اپنے عزیزوں کو خطرہ میں ڈالا۔ چنانچہ آپکے چچا زاد بھائی عبیدہ ابن حارث ابن عبدالمطلب اس جنگ میں شہید ہوئے۔ علی ابن ابی طالبؑ کو جنگ کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ (۲۵) برس کی عمر تھی مگر جنگ کی فتح کا سہرا علیؑ کے سر رہا جتنے مشرکین قتل ہوئے تھے ان میں سے آدھے صرف علیؑ کے ہاتھ سے مقتول تھے اور آدھے تمام مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے

اس کے بعد احد، خندق، خیبر اور آخر میں حنین، یہ وہ بڑی لڑائیاں ہیں جن میں علیؑ نے رسولؐ کے ساتھ رہ کر اپنی بے نظیر بہادری کے جوہر دکھلائے۔ تقریباً ان تمام لڑائیوں میں علیؑ کو علمداری کا عہدہ بھی حاصل رہا۔ اسکے علاوہ بہت سی لڑائیاں ایسی تھیں جن میں رسولؐ نے علیؑ کو تنہا بھیجا اور انہوں نے اکیلے فتح بھی حاصل کی۔ ان تمام لڑائیوں میں حضرت علیؑ نے بڑی بہادری اور ثابت قدمی دکھائی اور انتہائی استقلال، تحمل، اور شرافت سے کام لیا جسکا اقرار خود ان کے دشمن بھی کرتے تھے۔ خندق کی لڑائی میں دشمن کے سب سے بڑے سپاہی عمرو ابن عبدود کو جب آپ نے مغلوب کر لیا اور اس کا سر کاٹنے کے لئے اسکے سینہ پر بیٹھے تو اس نے آپکے چہرہ پر تھوک دیا، آپکو غصہ آگیا اور آپ اسکے سینہ پر سے اتر آئے۔ صرف اس خیال سے کہ اگر غصہ میں اسکو قتل کیا تو یہ فعل خدا کی راہ میں نہ ہوگا بلکہ اپنی خواہش نفس کے مطابق ہوگا، کچھ دیر کے بعد آپ نے اسکو قتل کیا۔ اس زمانہ میں دشمن کو ذلیل کرنے کے لئے اسکی لاش کو برہنہ کر دیتے تھے

مگر حضرت علیؑ نے اسکی زرہ نہیں اتاری اگرچہ کہ وہ بہت قیمتی تھی۔ چنانچہ اسکی بہن جب اپنے بھائی کی لاش پر آئی تو اس نے کہا کہ کسی اور نے میرے بھائی کو قتل کیا ہوتا تو میں عمر بھر روتی مگر مجھے یہ دیکھ کر صبر آگیا کہ اس کا قاتل علیؑ کا سا شریف انسان ہے جس نے اپنے دشمن کی لاش کی توہین گوارا نہیں کی۔ آپ نے کبھی دشمن کی عورتوں یا بچوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور کبھی مالِ غنیمت کی طرف رخ نہیں کیا

خدمات

علاوہ جہاد کے اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے لئے کسی کام کے کرنے میں آپکو انکار نہ تھا یہ کام مختلف طریقے کے تھے۔ رسولؐ کی طرف سے عہدناموں کا لکھنا، خطوط تحریر کرنا آپکے ذمہ تھا قرآن کی آیتیں جو اترتی تھیں ان کا لکھنا بھی اکثر آپکے ذمہ ہوتا تھا اور لکھے ہوئے اجزائے قرآن کے امانت دار بھی آپ تھے۔ اسکے علاوہ یمن کی جانب تبلیغ اسلام کے لئے پیغمبرؐ نے آپکو روانہ کیا۔ آپکی کامیاب تبلیغ کا اثر یہ تھا کہ سارا یمن مسلمان ہوگیا۔ جب سورۂ برائت نازل ہوا تو اس کی تبلیغ کے لئے بحکم خدا آپ ہی مقرر ہوئے اور آپ نے جاکر مشرکین کو سورۂ برائت کی آیتیں سنائیں۔ اسکے علاوہ رسالتمآبؐ کی ہر خدمت انجام دینے کے لئے تیار رہتے تھے یہاں تک کہ یہ بھی دیکھا گیا کہ رسولؐ کی عبا اپنے ہاتھ سے سی رہے ہیں۔ علیؑ اسے اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے

اعزاز

حضرت علیؑ کی خدمتوں کی بناء پر رسولؐ ان کی بہت عزت کرتے تھے اور اپنے قول و فعل سے انکی خوبیوں کو ظاہر کرتے رہتے تھے اور کبھی یہ کہتے تھے کہ علی مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں کبھی یہ کہنا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ کبھی یہ کہ تم سب میں بہترین فیصلہ کرنے والا علیؑ ہے، کبھی یہ کہ علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ کبھی یہ کہ علیؑ مجھ سے وہ تعلق رکھتے ہیں جو روح کو جسم سے یا سر کو بدن سے ہے، کبھی یہ کہ وہ خدا و رسولؐ کے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ یہاں تک کہ مباہلہ کے واقعہ میں علیؑ کو نفسِ رسولؐ کا خطاب ملا۔ علیؑ کے اعزاز یہ تھے کہ مسجد میں سب کے دروازے بند ہوگئے تو علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا گیا۔ جب مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ کیا گیا تو علیؑ کو پیغمبرؐ نے اپنا دنیا و آخرت کا بھائی قرار دیا اور سب سے آخر میں غدیر خم کے میدان میں ہزاروں مسلمانوں کے مجمع میں علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کرکے یہ اعلان فرمادیا کہ جسطرح میں مسلمانوں کا سرپرست اور حاکم ہوں اسی طرح علیؑ سب کے سرپرست اور حاکم ہیں۔ یہ اتنا بڑا اعزاز تھا کہ تمام مسلمانوں نے مبارکباد دی اور سب نے یہ سمجھا کہ پیغمبرؐ نے علیؑ کی ولیعہدی اور جانشینی کا اعلان کردیا ہے

رسولؐ کی وفات

ہجرت کے دس برس پورے ہوئے تھے جب پیغمبر خداؐ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جو مرض الموت ثابت ہوئی۔ یہ خاندان رسولؐ کے لئے ایک قیامت خیز مصیبت کا وقت تھا۔ علیؑ رسولؐ کی بیماری میں برابر پاس موجود رہتے اور تیمارداری میں مصروف رہتے تھے اور رسولؐ بھی علیؑ کا اپنے پاس سے ہٹنا ایک لمحہ کے لئے گوارا نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آیا جب رسولؐ عالم احتضار میں تھے، آپ نے علیؑ کو اپنے پاس بلایا اور سینہ سے لگا کر بہت دیر تک آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے

ضروری وصیتیں فرمائیں اس گفتگو کے بعد ہی علیؓ کو اپنے سینے [سے لپٹا] دیا اور ان کا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ لیا جو وقت [آپ] کی روح جسم سے جدا ہوئی ہے اس وقت بھی علیؓ کا [ہاتھ] رسولؐ کے سینہ پر رکھا ہوا تھا

[بعد] رسولؐ

جیتے زندگی بھر پیغمبرؐ کا ساتھ دیا وہ بعد رسولؐ آپکی لاش کو کس طرح چھوڑتا چنانچہ رسولؐ کی تجہیز [و تکفین] اور غسل و کفن علیؓ ہی کے ہاتھوں ہوا اور قبر میں بھی آپ نے رسولؐ کو اتارا۔ رسولؐ کے دفن سے فرصت ہوتے [ہی] یہ معلوم ہوا کہ اتنی دیر میں پیغمبرؐ کی جانشینی کا انتظام [ہو گیا] ہے، اگر کوئی دوسرا انسان ہوتا تو جنگ آزمائی پر [تیار] ہو جاتا مگر علیؓ کو اسلامی مفاد اتنا عزیز تھا کہ آپ نے [اپنے] حقوق کے اعلان کے باوجود اپنی طرف سے مسلمانوں میں [خانہ] جنگی پیدا ہونے نہیں دی بلکہ جس وقت ضرورت پڑی اس [وقت] اسلامی مفاد کی خاطر آپ نے امداد دینے سے دریغ [نہ]یں کی۔ مشکل مسائل کا فیصلہ ضروری مشورے لئے جاتے [ت]و مفید رائے کے اظہار سے بھی پہلو تہی نہیں کیا۔ اس کے علاوہ [خو]د خاموشی کے ساتھ اسلام کی روحانی اور علمی خدمت میں [مصر]وف رہے۔ قرآن کو ترتیب نزول کے مطابق ناسخ و [منسو]خ اور محکم اور متشابہ کی تشریح کے ساتھ مرتب کیا۔ [مسلما]نوں کے علمی طبقے میں تصنیف و تالیف کا اور علمی تحقیق کا [ذو]ق پیدا کیا اور خود بھی تفسیر اور کلام اور فقہ و احکام کے [بار]ے میں ایک مفید علمی ذخیرہ فراہم کیا۔ بہت سے ایسے [شا]گرد تیار کئے جو مسلمانوں کی آئندہ علمی زندگی کے لئے [بڑ]ی کام انجام دے سکیں

زبان عربی کی حفاظت کے لئے علم نحو کی داغ بیل ڈالی اور صرف اور معانی بیان کے اصول کو بھی بیان کیا۔ اسطرح سبق دیا کہ اگر ہولے زمانہ مخالف بھی ہو اور اقتدار نہ بھی تسلیم کیا جائے تو انسان کو گوشہ نشینی اور کسمپرسی میں بھی اپنے فرائض کو فراموش نہ کرنا چاہیے ذاتی اعزاز اور منصب کی خاطر مفاد ملی کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور جہاں تک ممکن ہو انسان اپنی ملت، قوم اور مذہب کی خدمت ہر حال میں کرتا رہے

خلافت

(۲۵) برس تک رسولؐ کے بعد علیؓ نے خانہ نشینی میں بسر کی ۳۵ھ ہجری میں مسلمانوں نے خلافت اسلامی کا منصب علیؓ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے پہلے انکار کیا، لیکن جب مسلمانوں کا اصرار حد سے زیادہ بڑھا تو آپ نے اس شرط سے منظور کیا کہ میں بالکل قرآن اور سنت پیغمبرؐ کے مطابق حکومت کروں گا اور کسی رورعایت سے کام نہ لوں گا۔ مسلمانوں نے اس شرط کو منظور کیا اور آپ نے خلافت کی ذمہ داری قبول کی مگر زمانہ آپکی خالص مذہبی سلطنت کو برداشت نہ کر سکا آپکے خلاف بنی امیہ اور بہت سے وہ لوگ کھڑے ہوگئے جنھیں آپکی مذہبی حکومت میں اپنے اقتدار کے زائل ہونے کا خطرہ تھا۔ آپ نے ان سب سے مقابلہ کرنا اپنا فرض سمجھا اور جمل اور صفین اور نہروان کی خونریز لڑائیاں ہوئیں جن میں علی ابن ابیطالبؑ نے ایسی شجاعت اور بہادری سے جنگ کی جو بدر و احد، خندق و خیبر میں کسی وقت دیکھی جا چکی تھی اور زمانہ کو یاد تھی۔ ان لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے آپ کو موقع نہیں مل سکا کہ آپ کا دل جیسا چاہتا تھا اسیطرح اصلاح فرمائیں، پھر بھی آپ نے اس مختصر سی مدت میں اسلام کی سادہ زندگی، مساوات

اور نیک کمائی کے لئے محنت مزدوری کی تعلیم کے نقش تازہ کر دیئے آپ شہنشاہِ اسلام ہونے کے باوجود کھجوروں کی دوکان پر بیٹھنا اور اپنے ہاتھ سے کھجوریں بیچنا برا نہیں سمجھتے تھے۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے، غریبوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھا لیتے تھے، جو روپیہ بیت المال میں آتا تھا اسے تمام مستحقین پر برابر تقسیم کرتے تھے، یہاں تک کہ آپکے سگے بھائی جناب عقیل نے یہ چاہا کہ کچھ انہیں دوسرے مسلمانوں سے زیادہ مل جائے مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو خیر یہ بھی ہو سکتا تھا مگر یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے مجھے حق نہیں ہے کہ میں اس میں سے کسی اپنے عزیز کو دوسروں سے زیادہ دوں

انتہا ہے کہ اگر کبھی بیت المال میں شب کے وقت بیٹھے ہوئے اور حساب و کتاب میں مصروف ہوئے اور کوئی ملاقات کے لئے آکر غیر متعلق باتیں کرنے لگا تو آپ نے چراغ بڑھا دیا کہ بیت المال کے چراغ کو میرے ذاتی کام میں صرف نہ ہونا چاہیئے۔ آپکی کوشش یہ رہتی تھی کہ جو کچھ بیت المال میں آئے وہ جلد سے جلد حقداروں تک پہونچ جائے آپ اسلامی خزانے میں مال کا جمع رکھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

سید تراب علی صاحب بھی چل بسے

یہ خبر نہایت حزن و ملال کے ساتھ سنی جائے گی مولوی سید تراب علی صاحب منصبدار نے ایک عرصہ کی علالت کے بعد ۲۴ دسمبر کو صبح ۱/۲ ۱۰ بجے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ انتہائی نیک، مرنجان و مرنج، پابند صوم و صلواۃ، متقی، عاشق ائمۂ اطہار اور عزاداری حسین گروہ اصغری کے بانیاں اور سرگرم کارکنان میں آپکا شمار تھا۔ مرنے سے قبل آپ نے اپنی خاندانی جائداد مجالس حسین اور محافل جشن کی انجام دہی کے لئے وقف فرما دیا تھا۔ آپ کی یادگار چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہے۔ ہم اس غم میں مرحوم کے پسماندگان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ خدا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے

می آید

از دانشمند محترم آقای رحمت الله دانش

نکہت خوب و خوش از باد صبا می آید | بوئی خوش از قدم دلبر ما می آید
آسمان گشتہ چراغان ز طفیل قدمش | آن شہ کون و مکان بدر دجی می آید
مجلس آراستہ کن جام می آور بمیان | دلبر امشب ز سر صدق و صفا می آید
مظہر ذات خدا رہبر جبرئیل امین | از پس پردہ برون جانب ما می آید
خانہ کعبہ مزین ز قدومش امروز | معنی لوح و قلم ارض و سما می آید
فاش شد سر خدا کعبہ منور از نور | منبع جود و کرم مہر و وفا می آید

نیست وقت مژدہ برہم زدن امشب دانش
نور بخش از پی تعیین قضا می آید

وقت ۱۱ بجے دن

دعوت عام

آقای حسین ضابط (مدینہ ہوٹل) صدر سیرۃ الزہرا کمیٹی اطلاع دیتے ہیں کہ ۱۳ رجب المرجب ۱۳۸۰ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۶۱ء روز یکشنبہ جشن ولادت باسعادت امیر مومنان حضرت علی علیہ السلام کو شریف پر مقرر ہے اس سلسلہ میں ایرانیان مقیم حیدرآباد و سکندرآباد کی جانب سے دعوت عام کا انتظام کیا گیا ہے۔ خدا ایرانیوں کے اس نذر کو قبول کرے اور مولا ان کو خوشحال رکھے۔



احسان

از سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! احسان کرنا انسانی خوبیوں میں سے ایک اعلیٰ خوبی ہے۔ احسان کی صفت اولیاء اللہ، ائمہ اور پیغمبروں کی صفت ہے۔ احسان کے مراتب اور درجے ہوتے ہیں، ایک شخص صرف اپنے ہی رشتہ داروں پر احسان کرتا ہے۔ یہ احسان کی ایک معمولی قسم ہے، دوسرا صرف اپنے ہی ہم مذہب یا ہم وطن لوگوں پر احسان کرتا ہے، یہ بھی احسان کی ایک معمولی قسم ہے اور ایک شخص ایسا ہوتا ہے جو بلالحاظ مذہب و ملت اور قوم و وطن انسانیت پر احسان کرتا ہے۔ یہ احسان کی اعلیٰ قسم اور انتہائی معراج ہے

بچو! ہمارے سرکار اعلیٰحضرت حضور نظام احسان کے اسی اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔ وہ بلالحاظ مذہب و ملت، قوم و وطن بہ حیثیت انسان سب پر احسان کرتے ہیں سب کو فیض پہنچاتے ہیں۔ بے سہارا انسان اپنی حاجتیں لے کر ان کے در احسان پر آتے اور بامراد لوٹتے ہیں

زرین اقوال

انسان کو چاہیئے کہ گرد و پیش کے حالات پر نظر رکھکر کلام کرے

(سرکار حق آگاہ)

شعراء اپنے پُرخلوص جذباتِ عقیدت پیش کرتے ہیں اور موردِ احسان بنتے ہیں لیکن اعلیٰحضرت حضور نظام شعراء کے خلوص کو بھی پرکھتے ہیں۔ جس کے کلام میں خلوص نہیں ہوتا اور جسکے کلام کا مقصد محض کاسہ گدائی ہوتا ہے اسکو وہ کبھی نہیں نوازتے

بچو! احسان کی اعلیٰ صفت پر باب العلم حضرت علی علیہ السلام کے کئی زرین اقوال ہیں۔ جن کے منجملہ چند یہ ہیں:—

۱۔ سب سے اچھا انسان وہ ہے جو انسانوں پر احسان کرتا ہے جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے

۲۔ احسان کبھی نہیں مرتا

۳۔ احسان کرکے ہم ایک بندۂ آزاد کو اپنا غلام بنا سکتے ہیں

۴۔ احسان بڑائی کی علامت ہے

۵۔ بڑے لوگ ہمیشہ احسان کرتے ہیں

بچو! باب العلم حضرت علی علیہ السلام کے ان اقوال کو تم اپنی زندگی میں مشعلِ راہ بناؤ اور اعلیٰحضرت بندگانِ عالی کی نیک زندگی سے سبق حاصل کرکے اپنے آپ میں احسان کی صفت پیدا کرو۔

ڈاکٹر ایلن ڈلارڈ براؤن

کھلے سماج میں تعلیم

پبلک پالیسی کے سارے حلقۂ اثر میں شاید تعلیم سے بڑھ کر اور کوئی سوال نہیں کہ جس پر امریکی عوام جوش و خروش سے بحث کرتے ہوں۔ اپنے بچوں کے لئے جس نوعیت کی تعلیم وہ مہیا کرتے ہیں۔ اس کے متعلق صرف امریکی ہی گہری تشویش اور فکر و تردد نہیں رکھتے بلکہ یہ اُن تمام لوگوں کی مشترکہ فکرمندی کا معاملہ ہے جو ایک کھلے سماج کی قدروں کو برقرار رکھنے اور توسیع دینے کے خواہاں ہیں۔ ذاتی آزادی کھلے سماجوں کی ایک بڑی خصوصیت ہے اس آزادی کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب اولاً باطنی آزادی ہے یعنی ضمیر، خیال و فکر اور تقریر کی آزادی۔ مغربی کھلے سماج میں یہ آزادیاں اس حد تک حاصل کی گئی ہیں جو اُن لوگوں کے لئے تقریباً حیرتناک ہے جو زیادہ مطلق العنان اور زیادہ بندشوں والی حکومتوں میں رہتے ہیں۔ مشترکہ نصب العین حاصل کرنے کے لئے اپنی پسند کی جماعتیں یعنی ہر قسم کی سوسائٹیاں، ٹریڈ یونین، کارپوریشنیں، مشاورتی کمپنیاں، خیراتی ادارے اور باشبہ سیاسی تنظیمیں قائم کرنے کی پوری آزادی بھی اسی طرح ضروری اور اہم ہے مثلاً امریکہ میں ہمیں سارے تعلیمی نظام میں ابتدا ہی سے سکھایا جاتا ہے کہ آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد کتنی طویل اور کٹھن تھی اور قانون اور عدالتوں کا وسیع اور پیچیدہ ڈھانچہ تعمیر کرنے میں کتنی محنت اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں جو ہماری انفرادی اور اجتماعی سرگرمیوں میں ہمارا تحفظ کرتی ہیں۔ ہم نے سیکھا ہے کہ آزاد سماج کو ہمیشہ ہوشیار اور چوکنا رہنا چاہیے۔

اسی لئے ہم آزاد پریس اور حکومت پر نکتہ چینی کرنے کے حق پر زور دیتے ہیں۔ اسی طرح ہم قانون بنانے والوں کے ان فرائض پر بھی زور دیتے ہیں۔ جو شہریوں کے ان فیصلوں کے تحت جو وہ آزادانہ انتخابات کے ذریعہ کرتے ہیں۔ عوامی فلاح و بہبود کے بارے میں ان پر (قانون بنانے والوں پر) عائد ہوتے ہیں۔ ہر ایک سماج نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ٹیکس لگانے کا اختیار تباہ کرنے کے اختیار کے مترادف ہے لیکن ایک کھلے سماج میں ہر شخص کو اپنے منتخب نمائندوں کی وساطت سے آواز اٹھانے کا حق ہے کہ اس کی محنت و مشقت کے پھل کا کتنا حصہ مشترکہ ضروریات کے لئے اور کتنا پبلک مقاصد کے لئے وقف ہونا چاہیے۔ ان تمام آزادیوں کے بچاؤ اور ان لوگوں کی آزادی کے لئے جن کے ایک نہ ایک دن آزادی حاصل کرنے کی امید ہے۔ ہم ایسے اخراجات کی حمایت کرتے ہیں۔ جو منطقی طور پر حق بجانب ہوں۔ ان میں تعلیم کے اخراجات بھی شامل ہیں۔ چونکہ امن ہی ہر طرح کی آزادی اور بحالی کا جارحے کی پہلی شرط ہے۔ اور چونکہ اسی رشتے سے کوئی بھی کھلا سماج منحصر رہتا ہے لہذا ہم ایک۔ ایسی دنیا کے خواب کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہیں جس میں ایک دوسرے کیلئے باہمی احترام اور مفاہمت پائی جاتی ہو۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک کھلے سماج کو زیادہ محدود ہونا چاہیے۔ اور کہ یہ تاریخ کا ایک ناگزیر عمل ہے۔ ہم یہ دعویٰ تسلیم نہیں کرتے لیکن شاید ایک بند سماج کے لئے اس کے سوا کوئی اور متبادل صورت نہیں کہ وہ زیادہ کھلے سماج کی صورت اختیار کرے۔ کم سے کم ایک آزاد دنیا ہے تو ہماری یہی امید ہے۔ تاریخ میں ہمارا اعتقاد انسان میں اعتقاد کے مترادف ہے۔ اسی طرح تعلیم میں ہمارا اعتقاد انسان کی آئندہ تعمیر میں اعتقاد کے برابر ہے۔ اس آزاد اور جمہوری اعتقاد کو بعض اوقات مطلق العنان نکتہ چین۔ نرم اور بے ربط و بے ضبط قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس حد کی کیں مطلق العنان

قطعہ

نگر باب نجفت قصرِ معلاً || پئے اَدٰ کار ہم جائے مُصلاً
برائے جانشیں بہرِ خلافت || چہا برہال و ہم بجتِ مجلاً

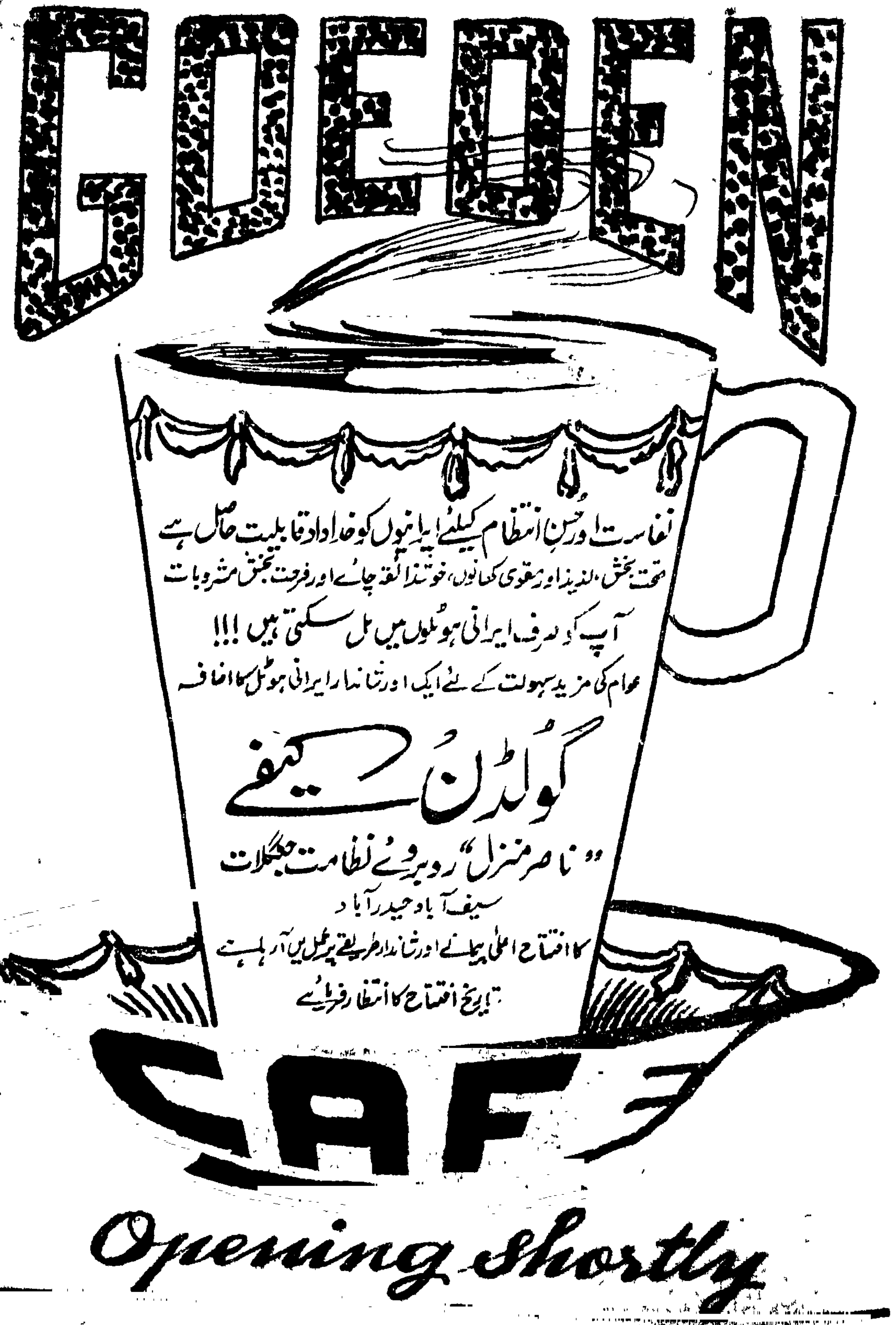
(آمدہ از نذری باغی)

حکومتوں نے نقصان اٹھاکر بار بار اس کے برعکس سبق سیکھا ہے۔ تمام لوگ جو انسانی وقار اور عظمت کا احترام کرتے ہیں بہ حیثیت تعلیم کو انفرادی آزادی حاصل کرنے کا نہایت طاقتور وسیلہ اور ایک آزاد سماج کا انتہائی یقینی ضامن قرار دیتے ہیں۔ ایک آزاد سماج میں تعلیم کی یہ خصوصیت ہے کہ اس سے سماج میں حس و حرکت پیدا ہوتی ہے۔ باہر سے آکر امریکہ میں آباد ہونے والے لوگ اس امر کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ اگرچہ کسی بھی تعلیمی نظام میں ٹیکنیکل یا پیشہ ورانہ تربیت پر زیادہ زور دینا ضروری ہے۔ اور امریکہ پر بعض اوقات یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ ٹیکنیکل تعلیم پر ضرورت سے زیادہ زور دیتا ہے۔ تاہم ہم اپنے عالمگیر پبلک تعلیمی نظام میں لبرل آرٹ پر اس سے بھی زیادہ زور دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو دانشمندانہ شہرت مثلاً تاریخ، سیاست، سوشل سائنس وغیرہ کے لئے ضروری ہوں۔ چونکہ کسی بھی ملک کی کل آبادی کے تناسب سے ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم پانے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس لئے ہمارے ۱۹۰۰ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طلباء کی بھاری اکثریت لبرل آرٹ اور سوشل سائنس کی تعلیم پاتی ہے۔ ہم اس بات کی حوصلہ شکنی کرنے کی سعی کرتے ہیں کہ ہمارے ٹیکنیشن محض ٹیکنیشین بنے رہیں۔ اور جیسا کہ عموماً کھلے سماج کا شیوہ ہے ہم مطالعہ اور معلموں اور طلباء کے باہمی تبادلے کے ذریعے دوسرے ملکوں کی زبانوں، ثقافتوں اور تاریخی ارتقاء کے مطالعہ پر از سر نو زور دیتے ہیں۔ پلائی ماؤتھ راک سے جہاں پہلے پہل نو وارد آکر اترے تھے نیویارک میں اتحادی سبھا کے صدر دفتر کی عمارت تک دو سو میل سے قدرے زیادہ فاصلہ ہے لیکن ان کے مابین تعلیم یافتہ دل و دماغ اور آزاد لوگوں کے ضمیر میں ۳ سو برس سے بھی زیادہ عرصے کا اعتقاد و اعتماد پایا جاتا ہے یہ اعتقاد ایک ورثہ ہے جو صرف یہیں ہی نہیں بلکہ کھلے سماج کی قدر و قیمت کو عزیز رکھنے والے ہر جگہ کے لوگوں کو بھی ملا ہے۔

قطعہ

به قلب مومن و مسلم که جلوهٔ دین است　　شراب خم غدیرے به جام زرین است
چه ربط هست نه دانم میان این الفاظ　　عجیب رمز نگر تو به سین و هم شین است

(آمنہ [illegible])


GOEDEN
نفاست اور حسنِ انتظام کیلئے ایرانیوں کو خداداد قابلیت حاصل ہے
صحت بخش، لذیذ اور مقوی کھانوں، خوش ذائقہ چائے اور فرحت بخش مشروبات
آپ کو صرف ایرانی ہوٹلوں میں مل سکتی ہیں!!!
عوام کی مزید سہولت کے لئے ایک اور شاندار ایرانی ہوٹل کا اضافہ
گولڈن کیفے
"ناصر منزل" روبروئے نظامت جنگلات
سیف آباد حیدرآباد
کا افتتاح اعلیٰ پیمانے اور شاندار طریقے پر عمل میں آرہا ہے
تاریخ افتتاح کا انتظار فرمائیے
CAFE
Opening Shortly

برطانیہ کی خبریں

۱۹۵۹ء میں ایک لاکھ تیس ہزار برطانوی باشندوں نے دوسرے ملکوں میں سکونت اختیار کی

برطانیہ کے مائگریشن بورڈ (یہ بورڈ ۱۹۵۳ء میں قائم کیا گیا تھا) کی چھٹی رپورٹ کے مطابق ۱۹۵۹ء کے دوران میں ۱۳۰,۰۰۰ برطانوی باشندے دوسرے ملکوں میں جا بسے تھے۔ ۱۹۵۸ء میں ان کی تعداد ۱۴۲,۰۰۰ تھی۔ زیر نظر سال کے دوران میں برطانوی باشندوں نے سب سے زیادہ پانچ کامن ویلتھ ملکوں یعنی کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، جنوبی افریقہ اور روڈیشیا و نیاسالینڈ فیڈریشن میں سکونت اختیار کی۔ ان ملکوں میں آباد ہونے والے برطانوی باشندوں کی تعداد تقریباً ۸۴,۰۰۰ تھی۔ جبکہ ۱۹۵۸ء میں یہ تعداد ۹۴,۵۰۰ تھی۔ تقریباً ۲۴,۰۰۰ برطانوی باشندے دیگر کامن ویلتھ ملکوں اور برطانوی نوآبادیوں میں جا بسے تھے۔ غیر ممالک میں آباد ہونے والے برطانوی باشندوں کی تعداد ۲۲,۰۰۰ تھی۔ رپورٹ ہذا میں مزید یہ بتایا گیا ہے کہ برطانیہ میں سکونت اختیار کرنے والوں کی تعداد میں لگاتار اضافہ ہو رہا ہے۔ اور امید ہے کہ ۱۹۶۰ء میں اُن کی تعداد ایک نیا ریکارڈ قائم کرے گی۔ رپورٹ میں برطانیہ آنے والے طلبا کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ برطانیہ میں چھ ماہ سے زیادہ کی مدت کا کورس کرنے والے کامن ویلتھ اور غیر ملکی طلبا کی تعداد ۱۹۵۰ء میں تقریباً ۱۰,۰۰۰ تھی۔ جب کہ ۱۹۵۹-۶۰ء میں یہ بڑھ کر لگ بھگ ۴۷,۵۰۰ ہو گئی تھی۔ برطانیہ کی آبادی کے لحاظ سے سمندر پار سے طلبا کی تعداد دنیا کے کسی اور ملک میں جانے والے طلبا کی تعداد سے بہت زیادہ ہے۔ کامن ویلتھ ملکوں سے طلبا کی کل تعداد برطانیہ میں ۳۰,۸۰۰ اور غیر ملکی طلبا کی تعداد تقریباً ۱۶,۴۰۰ ہے۔ رپورٹ کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ جہاں تک پیشہ ور اور ہنرمند ورکروں کا تعلق ہے، کامن ویلتھ ملکوں کے درمیان ایک قسم کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ حالیہ برسوں میں برطانیہ آنے والے پیشہ ور اور ہنرمند ورکروں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ حدود کے اندر یہ دو طرفہ نقل و حرکت کوئی بری بات نہیں۔ مجموعی طور پر کامن ویلتھ برادری کو مختلف تجربہ رکھنے والے ان شہریوں کے تبادلہ سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

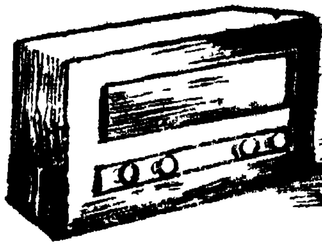
مانچسٹر یونیورسٹی میں شعبۂ ڈراما کا قیام

معلوم ہوا ہے کہ مانچسٹر یونیورسٹی میں شعبہ ڈراما قائم کیا جا رہا ہے ایک پروفیسر کا تقرر جلد عمل میں لایا جائے گا۔ لیکچرار دن میں ممتاز اسکالر، نقاد، پروڈیوسر، ڈائرکٹر، ڈراما نویس، ایکٹر وغیرہ شامل ہوں گے۔ طلبا اپنے ڈرامے یونیورسٹی کے تھیٹر میں پیش کریں گے۔ یہ تھیٹر چھوٹا ہے۔ لیکن بعد میں ایک بڑا تھیٹر تعمیر کیا جائے گا۔ طلباء کو ڈراما کی آنرز ڈگری عطا کی جائے گی۔ لیکن اُن کو ڈراما کے علاوہ ایک اور مضمون کا امتحان بھی پاس کرنا ہوگا۔ ڈراما کے پوسٹ گریجویٹ کورس کا بھی انتظام کیا جائے گا۔ جو دنیا میں اپنی قسم کا پہلا کورس ہوگا۔

قطعہ

نگر ذات علیؑ را از ظہور است ‖ عجب مستی کہ در جام ظہور است
تجلی گفت وقتِ لن ترانی ‖ نگر موسےٰ بہ عیش بر کوہِ طور است

(آدمانند کا باغ)



ناشر: مجذوب حیدرآبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی تکنیک ہے۔ ان کے روحانی معاشقات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم عام کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایکسٹرا نوری بیٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ اپنا پسندیدہ ریکارڈ

سی۔ اے۔ ٹی کیاٹ، کیاٹ معنی بلی
آر۔ اے۔ ٹی ریاٹ، ریاٹ معنی چوہا
دل ہے پر سے سنے میں تو کیا ہوا

سن رہے تھے۔ اب مشہور ماہر تعلیم نہری و ودیا ساگر [illegible] رانی۔ نیڈو ایک مدلل تقریر فرمائیں گے۔ آپ کی تقریر ظرافت فیر کا عنوان ہے
"یونیورسٹی کی تعلیم"

نہری و ودیا ساگر
لیڈیز اینڈ جنٹلمن!

آپ نے مسٹر سی۔ ڈی دیشمکھ صدر نشین یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کا وہ خطبہ جو موصوف نے جامعہ عثمانیہ کے جلسۂ تقسیم اسناد میں پڑھا ضرور سنا ہوگا اور اگر بد قسمتی سے سنا نہیں تو خوش قسمتی سے اخبارات میں ضرور پڑھا ہوگا۔ موصوف نے اپنے خطبہ میں بتایا کہ یونیورسٹی کے نتائج انتہائی خراب رہے اور اردو اور تلگو کے نتائج تو ۳۲ فیصد سے بھی کم رہے۔ لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگرچہ کہ مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ موصوف نے یونیورسٹی کے نتائج پر صرف تنقید کر دی یا بالفاظ دیگر صرف تنقیص کر دی، یعنی برائی بتا دی۔ جو صرف سطح پر ہوتی ہے اور آسانی کے ساتھ بہ چشم خود یا "بہ چشمہ خود" نظر آجاتی ہے، لیکن موصوف نے خرابی کے اسباب اور اس کو دور کرنے کے طریقوں پر نہ تو بہ چشم خود کوئی نگاہ ڈالی اور نہ بہ چشمہ خود۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تنقید کی عینک سوائے خرابی اور برائی کے اور کیا دیکھ سکتی ہے؟

برائی کے علاوہ اور کچھ دیکھنے کے لئے شیشہ کے ٹکڑوں کی عینک نہیں بلکہ جگر کے ٹکڑوں کی عینک درکار ہے جیسا کہ غنی شیرازی نے کہا ہے ؎

از عینک شیشہ ہیچ نکشاید ہیچ
[illegible] بینش دیدہ [illegible]

طلبہ اور تعلیمی کوششوں پر تنقید کرنا یا ان کو نصیحت کر دینا تو بہت آسان ہے لیکن آج طلباء کو ناقدوں کی نہیں بلکہ نمونوں کی تلاش ہے، ان کو نمونوں

کی نہیں بلکہ غمخواروں کی ضرورت ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے سہ

ناقدروں کی نہیں، مجھ کو ہے نمونوں کی تلاش
ناصحوں کا نہیں، اب کام ہے غمخواروں کا

مسٹر ڈی شیمکو نے اس پر غور کرنے کی زحمت نہیں فرمائی یا اس پر غور کرنا مناسب نہیں سمجھا کہ آخر تعلیمی معیار کیوں گھٹ گیا؟ نتائج کیوں خراب ہے؟ اس خرابی کی ذمہ داری کس پر ہے؟

اگر موصوف غور کریں تو معلوم ہوگا اس خرابی کے ذمہ دار طلباء نہیں! بلکہ اس ساری خرابی کے ذمہ دار ہمارے وہ سیاسی لیڈر ہیں جن کے بارے میں اکبر الہ آبادی نے کہا ہے سہ

قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں حکام کے ساتھ

چو دم بردا شتم، لیڈر برآمد

اور نتائج پر غور کئے بغیر محض جذبات سے مغلوب الغضب ہو کر تعلیمی پالیسی بنانے والے بھی اس خرابی کے ذمہ دار ہیں

غور کیجئے کہ جب ہمارے "لیڈران کرام" و "دینایانِ بے نیام" طلباء کو اپنا آلہ کار بنا لیں، ان کو آئے دن ہڑتالوں اور مظاہروں پر اکسائیں تو ایسی صورت میں طلباء اپنی تعلیم کی طرف توجہ دیں گے یا ان ہمدردانِ قوم یعنے لیڈرانِ کرام کی آواز پر لبیک کہیں گے! ہمارے یہ لیڈر کچھ ایسی ڈگڈگی بجاتے ہیں کہ طلباء کی توجہ تعلیم سے ہٹ کر ان سیاسی مداریوں کے کرتب کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔ کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرتا کہ جس مہینہ میں لیڈروں کے شگوفہ چھوڑنے پر ہمارے طلباء کسی نہ کسی ہڑتال میں حصہ نہ لیتے ہوں۔ حکومت چاہتی ہے کہ طلباء سیاسیات میں حصہ نہ لیں، لیکن لیڈروں کی مراد دلی یہ ہے کہ طلباء سیاسیات میں نہ صرف نظری بلکہ عملی حصہ لیں۔ جب یہ روز و شب ہیں تو پھر اچھے نتائج کی توقع رکھنا سراب سے آب طلب کرنے کے مترادف ہے

لیڈروں کا یہ حال ہے۔ اور حکومت کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ ہر سال اپنی تعلیمی پالیسی بدلتی رہتی ہے یہاں تک کہ شاعر کو کہنا پڑا سہ

روز اس شہر میں اک حکم نیا ہوتا ہے
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے؟

آزادیٔ ہند اور لسانی بنیادوں پر ریاستوں کے قیام کے بعد عثمانیہ یونیورسٹی کے طلباء اپنے آپ کو معلق سمجھنے پر مجبور ہو گئے سہ

نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم!

آنکھوں پر پٹی باندھے ان کو ایک نامانوس راستہ پر چلایا جا رہا تھا۔ نہ راستہ معلوم نہ منزل کا پتہ۔ بقول لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی سہ

کس ندانست کہ منزل گہ مقصود کجا ست
این قدر ہست کہ بانگ جرسی می آید!

حکومتی حلقوں کی جانب سے کبھی تو یہ اعلان کیا گیا کہ عثمانیہ یونیورسٹی کو ہندی یونیورسٹی بنا دیا جائے گا۔ یہ معلوم کر کے طلباء اپنی زیادہ توجہ ہندی کی جانب مبذول کرنے لگے۔ لسانی بنیادوں پر ریاستوں کی تشکیل کے بعد تلنگی کا نعرہ لگایا گیا۔ یہ نیا نعرہ سن کر طلباء کو تلنگی کی فکر ہوئی۔ ابھی طلباء تلنگی کی فکر میں تھے کہ پھر ایک اعلان ہوا کہ ذریعۂ تعلیم صرف انگریزی رہے گا امتحانات کے جوابات دیونا گری یا فارسی

رسم الخط کی بجائے صرف انگریزی میں قبول کئے جائیں گے۔
ان متضاد بیانات اور اس مسلسل بدلتی ہوئی پالیسی کو دیکھ کر طلباء حیران ہوگئے اور وہ یہ انتظار کرنے لگے کہ دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے لیکن ہماری یہ تعلیمی پالیسی کا اونٹ بیٹھنے کی بجائے شتر غمزے کرنے لگا ؎

عرب کے ملک میں دیکھے بہت شتر غمزے
یہ ایک اونٹ میں پائی نہیں ادا تیری

حکومت کی تعلیمی پالیسی کا یہ حال اور لیکچراروں اور پروفیسروں کا یہ رنگ کہ وہ وقت گزارنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ کسی طرح یہ مہینہ گزر جائے پہلی تاریخ آئے اور انھیں اپنی تنخواہ کا چیک مل جائے۔ مرد وہ چاہے دوزخ میں جلے یا جنت میں، ان کو حلوے مانڈے سے کام! جب یہ مکتب ہو اور یہ ملّا تو پھر ؎

گر ہمین مکتب است و این ملّا
کار طفلان تمام خواہد شد

لیڈروں کے دخل در معقول اور حکومت کی غلط پالیسی کے نتیجہ میں طلباء کی اخلاقی حالت ایسی کہ وہ اساتذہ پر دست درازی کرتے نہیں شرماتے۔ سابق میں کبھی کسی سے یہ نہیں سنا تھا کہ کسی شاگرد نے کسی استاد کو پیٹ دیا ہو۔ لیکن آج ایسی مثالیں عام ہوچکی ہیں۔ جس معاشرہ میں استاد کا کوئی مقام نہ ہو، جہاں استاد کا ادب نہ کیا جاتا ہو، وہاں کا تعلیمی معیار کبھی بلند نہیں ہوسکتا۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ ہماری جمہوری حکومت نے شیڈول کاسٹ اور پست اقوام کی فرضی تعزیق پیدا کرکے طلباء میں امتیاز پیدا کر دیا۔ اس امتیاز کی وجہ سے جو طالب علم محنت کرکے امتحان کامیاب کرنے کے عادی تھے وہ اب پست اقوام کا جعلی صداقت نامہ داخل کرکے امتحان کامیاب کرنے لگے ہیں۔ جب حکومت کی تعلیمی پالیسی خود متزلزل ہے، جب حکومت خود نئے نئے احکام نافذ کرکے تعلیمی راستہ میں روڑے اٹکاتی ہے تو پھر طلباء سے بلند تعلیمی معیار کی توقع رکھنا ؎

این خیال است و محال است و جنون

ایکسزار لوری میرٹ ہے، ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ شری ڈڈیا ساگر ایکس۔ وائی۔ لیڈر کی تقریر سن رہے تھے۔ اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہوچکا ہے ہمیں آیندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے
جئے ہند

غزل

برطرح مصرع بزم سعدی ـــــ "صید کردی دل عالم چه تماشا کردی"

از دانشمند محترم آقای علی آقا کاشانی (گراند هوتل)

صید کردی دل عالم چه تماشا کردی   راه عاشق کشی ایدوست تو پیدا کردی
موسم گل شده مرغان چمن نغمه سرا   عاشقان را همه چون بلبل شیدا کردی
برگرفتی چو نقاب از رخ همچون قمرت   مه‌فشانی ز زمین تا به ثریا کردی
امشبی را که در آنیم غنیمت شمریم   ای بسا وعده که امروز بفردا کردی
همگی مست و خرابیم و ز خود بیخبریم   زان شرابی که تو امروز مهیا کردی
ای حشیم بیا در صف عشاق و نگر   چه صفا بود و چه غوغا و شرا کردی
امشب از سنگدلی های تو فریاد کنم   تا بدانند خلائق که چه غوغا کردی
قصه کوتاه کن ای ناصح و از ما بگذر   گو به دلدار که ما را ز چه اغوا کردی
بخدائیکه ترا این همه زیبائی داد   در دلم تا به ابد منزل و ماوی کردی
گفته بودی که شبی جام وصالم بدهی   بگذر زانکه ندادی ز چه حاشا کردی
درد مهجوری عشاق که بی درمان بود   به یکی طرفه نگاهی تو مداوا کردی

شعر کاشانی دیناى سے وصل نگار
گر نه شهوت ہے تو معنا کردی

۱۹۶۰ء میں طبی سائنس کی پیش رفت

سنہ ۱۹۶۰ء میں طبی سائنس کے شعبے میں ایسی بہت سی تکنیکیں اور دوائیاں دریافت ہوئی ہیں جن سے انسانی زندگی کو بچایا جا سکتا ہے۔ جان ہاپکنز یونیورسٹی کے طبی سائنسدانوں نے ایک ایسی آسان تکنیک دریافت کی ہے جس سے عمل جراحی (آپریشن)، برقی شاک یا دوائیوں کے بغیر حرکت قلب کو بحال کیا جا سکتا ہے۔ معالج مریض کی سینے کی ہڈی کو ہلکے ہلکے دباتا ہے۔ اس سے خون دل کے خانوں میں جانے لگتا ہے اور اس کے ساتھ ہی تھوڑی سی مقدار میں مصنوعی تنفس پیدا کیا جاتا ہے۔ یہ کام ایک آلے سے کیا جاتا ہے لیکن ہنگامی حالات میں اس کے بغیر بھی کیا جاتا ہے۔ ہر برس لاکھوں اشخاص عارضۂ قلب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ خون کے چکتوں سے اہم شریانوں میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ علاج معالجے کے سلسلے میں اکثر ایسی دوائیاں دی جاتی ہیں جو آئندہ چکتوں کی تشکیل کو روکتی ہیں۔ لیکن یہ کام پہلے حملے سے نقصان پہنچنے کے بعد ہی کیا جاتا ہے۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں طبی کانفرنس میں ڈیوک یونیورسٹی کے ایک سائنسدان نے ایک ایسے کیمیکل کی تیاری کا اعلان کیا جو چکتوں کو ان کی تشکیل کے بعد تحلیل کر دیتا ہے۔ اگر اس مرض کے حملے کے فوراً بعد علاج شروع کر دیا جائے تو امید کی جاتی ہے کہ یہ دوا دل کی ریشوں کو زیادہ نقصان نہیں پہنچنے دے گی۔ بلکہ موت کو بھی روک سکے گی۔

کیا ایک ظاہراً صحت مند آدمی پر عارضۂ دل کا حملہ ہونے کا امکان ہے؟ اس سلسلے میں پیشگوئی کرنے کی صلاحیت بلاشبہ نوع انسانی کے لئے ایک نعمت ہوگی۔ ایٹمی توانائی کی امداد سے اس سمت میں ایک بڑا قدم اٹھایا گیا ہے تابکار مادہ بے ضرر مقدار میں انسانی جسم میں داخل کیا جاتا ہے اور جب خون اس میں سے دل میں سے گذرتا ہے تو [illegible] پیمائشی آلے سے اس کی جانچ کی جاتی ہے۔ دل [illegible] بہاؤ کا تعین کرنے کے اس طریقے سے معالج مریض کی آئندہ صحت کے متعلق بہتر طور پر پیشگوئی کر سکتا ہے۔

سرطان کا ٹیکہ!

بفیلو (نیویارک) کے روز ول میموریل انسٹی ٹیوٹ کے [illegible] دانوں کی ایک ٹیم نے سرطان کے خلاف جدوجہد میں پیش قدمی کی اطلاع دی ہے۔ انہوں نے مریض کی تلی کے خلیوں اور ایک خاص مادے کو ملا کر ایک ٹیکہ تیار کیا ہے جو جسم کے قدرتی دفاع کو زیادہ تقویت دیتا ہے۔ اس ٹیکے سے جن مریضوں کا علاج کیا گیا انہوں نے سرطان کے خلاف ان لوگوں سے زیادہ قوت مزاحمت حاصل کی جن کا [illegible] تابکاری اور کیمیکل ادویات سے علاج کیا گیا تھا۔ نیشنل کینسر انسٹی ٹیوٹ میں ایک خاتون محقق نے ایک تجربہ کیا ہے جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ وائرس سرطان کا باعث ہوتے ہیں۔ اس نے پہلی بار معلوم کیا کہ جب انسانی خلیوں کی [illegible] نلیوں میں نشوونما کی گئی تو ان میں رکھے ہوئے انسانی [illegible] کے مادے سے سرطان پیدا ہو گیا۔ کولمبیا یونیورسٹی اور فرانسس ڈیلافیلڈ ہسپتال نیویارک کے محققوں نے ایک بے مثل تجربہ کیا ہے۔ جس سے انکشاف ہوا ہے کہ تمام خلیے منقسم ہونے کے اندر ہی سرطانی خلیوں میں بدل جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے [illegible] تجربے کئے۔ جارج ٹاؤن یونیورسٹی (واشنگٹن) کے دو سرجنوں نے ایک [illegible] کے متعلق اطلاع دی ہے جس میں [illegible] دماغ کی بعض پھولی شریانوں میں پلاسٹک کی چھوٹی چھوٹی گولیاں ڈالی گئی ہیں۔ مریض کے دماغ کی شریانوں میں ایک پھولی ہوئی خطرناک گتھلی سی بن گئی تھی۔ پلاسٹک کی گولیوں نے گتھلی تک خون کا بہاؤ روک دیا۔ اس سے گتھلی مرجھا [illegible] ختم ہو گئی۔ اور خون نے دماغ کی شریانوں میں باقاعدہ دورہ شروع کر دیا۔ چنانچہ بیماری کی [illegible] کی کمزوری اور قوت گویائی میں نقص [illegible] ہو گئے۔

قطعہ

گل اگر نیست بجز صحن گلستاں چہ کند | گر اسیر نبود خانۂ زندان چہ کند
گفت [illegible] رخ غازہ نشود | جز رخ خوب بجز تل صفاہاں چہ کند

(شرمہ)

(آ [illegible] از زندگی باغ)

برقیاتی آواز کا آلہ!

امریکہ میں لقوہ کے مریضوں کے لئے ایک آلہ تیار ہوا ہے جس کا نام ہے "برقیاتی آواز" یہ آلہ ٹیلی فون ریسیور سے قدرے چھوٹا ہے۔ اسے مریض کے گلے کے ساتھ لگا کر دبایا جاتا ہے۔ اور گلے اور منہ کے خالی حصوں میں آواز کی لہریں گذاری جاتی ہیں۔ جب مریض کچھ الفاظ بولتا ہے تو یہ لہریں انہیں گفتار میں منتقل کر دیتی ہیں۔ بیل ٹیلی فون سسٹم نے یہ ایجاد تیار کی ہے جو بیٹری سے کام کرتی ہے۔

جراحی کا فیتہ!

امریکہ کے تین سرجنوں نے ایک نیا مسامدار اور چپکنے والا فیتہ تیار کیا ہے جو زخموں اور شگافوں کو سینے والے ٹانکوں کی جگہ استعمال کیا جائے گا۔ فیتہ زخموں پر ٹکڑوں کی صورت میں لگایا جائے گا۔ اس سے چمڑی میں کوئی جلن پیدا نہیں ہوتی۔ اور جب زخم بھر جائے گا تو وہ نمدار کاغذ کی مانند اتر جائے گا۔ فیتے کے مساموں میں سے زخموں پر دوائی چھڑکی جا سکتی ہے۔ امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کی ایک حالیہ میٹنگ میں اس فیتے کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔

دل کے آپریشن کے لئے نئی مشین

ڈیٹرائٹ مشی گن کے ایک ڈاکٹر نے دل اور پھیپھڑے سے متعلق ایک نئی مشین بنائی ہے جو آپریشن کے وقت دل اور پھیپھڑوں کا کام انجام دیتی ہے۔ جب دل خون سے خالی ہو جاتا ہے تو عمل جراحی کیا جاتا ہے۔ نئی مشین کا وزن صرف ۱۰ پونڈ ہے۔ یہ بجلی کی بجائے آکسیجن کے دباؤ سے کام کرتی ہے اور اس میں ایک ایسا آلہ فٹ ہے جو خون کے دباؤ اور درجہ حرارت کو کنٹرول کرتا ہے۔ مشین بنانے والے ڈاکٹر سیم کا کہنا ہے کہ جب مشین کے اس خانے میں جس میں خون جمع رہتا ہے خون کی سطح پست ہو جاتی ہے تو مشین خود بخود کام کرنا بند کر دیتی ہے۔ اس طرح خون شریانوں میں واپس نہیں جاتا۔ کتوں پر مشین کے ابتدائی تجربے کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔

سانپ کے ڈسنے کا نیا علاج!

کیلی فورنیا یونیورسٹی کے سکول آف میڈیسن کی ایک رپورٹ میں سانپ کے ڈسنے کے ایک نئے طریقہ علاج پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ایک ٹیوب اور سوئی کی مدد سے ایک تریاق متاثرہ حصے کی ایک شریان میں داخل کیا جاتا ہے۔ پھر یہ تریاق ایک رگ سے باہر نکال لیا جاتا ہے اور سسٹم ایسے خون سے صاف کیا جاتا ہے جس میں چکنے دھبے کرنے والے عناصر شامل ہوتے ہیں۔ آخر میں مریض کے جسم میں خون داخل کیا جاتا ہے۔ سکول آف میڈیسن کے ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ یہ طریقہ علاج دوسرے تمام طریقوں سے زیادہ موثر ہے۔ اگرچہ اسے ابھی تک انسانوں پر نہیں آزمایا گیا تاہم جانوروں پر اس کے تجربے کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔

قطعہ

بہ گوشِ سر نہ تاچہ آوازِ اعوان است || چہ رنگین این نگر طرزِ بیان است

بپئے ما گفت عثمان تا قیامت || نگر اسم علی ورد زبان است

(ملک نیّر)

آندھرا پردیش کی خبریں!

ایمپلائیز اسٹیٹ انشورنس اسکیم

شری۔ وی۔ این۔ راجن ڈائرکٹر جنرل ایمپلائیز اسٹیٹ انشورنس کارپوریشن، وزارت لیبر و ایمپلائمنٹ حکومت ہند۔ ۲۱ر دسمبر ۱۹۶۰ء سے حیدرآباد کا دورہ کر رہے ہیں۔ موصوف ایمپلائیز اسٹیٹ انشورنس اسکیم کے کام کاج کا مطالعہ کر رہے ہیں اور ایسے مقامات پر جہاں بیمہ شدہ آبادی (۵۰۰) سے زائد نفوس پر مشتمل ہو۔ وہاں اسکیم کو موثر طور پر روبعمل لانے کا بھی مطالعہ کر رہے ہیں۔ جیسا کہ تیسرے منصوبے میں پیش نظر ہے۔ نیز وہ اسکیم کے تحت دواخانوں اور ہسپتالوں کی تعمیر کا بھی جائزہ لے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے آندھرا پردیش کے چیف منسٹر، وزیر لیبر اور وزیر صحت نیز متعلقہ عہدہ داروں سے بھی تبادلہ خیال کیا۔ حیدرآباد کی ٹریڈ یونینوں اور آجروں کے نمائندوں نے بھی موصوف سے آندھرا پردیش میں اس اسکیم کے عمل درآمد کے تعلق سے بات چیت کی۔ فی الوقت یہ اسکیم شہر حیدرآباد، سکندرآباد، وجے واڑہ، گنٹور، منگلاگیری۔ ایلورو، چیرالہ، نیلور، مرلا، وساکھاپٹنم۔ ورنگل۔ سرپور کاغذنگر، ادونی اور کلکی ناڈا میں نافذ ہے۔ اور کوئی (۶۵۰۰۰) صنعتی مزدور اور ان کے خاندان اس اسکیم کے تحت مستفید ہو رہے ہیں۔

(۵) سالہ بی۔ ٹیک" کورس

عثمانیہ یونیورسٹی نے اعلان کیا ہے کہ ۶۲-۱۹۶۱ء کے تعلیمی سال سے ٹیکنالوجی (بی ٹیک) میں (۵) سالہ انضمام شدہ نصاب رائج کیا جائے گا۔ اس نصاب کے سال اول میں داخلے کے لئے کم سے کم قابلیت ریاضی گروپ کے ساتھ پری یونیورسٹی کورس یا ایسا مماثل نصاب جسے یونیورسٹی نے تسلیم کیا ہو۔

ایسے طلباء پر جو مارچ سال ۱۹۶۱ء کے امتحانات میں ناکام ہوں، موجودہ اسکیم کے تحت حسب ذیل قواعد کا اطلاق ہوگا۔

"ایسے کسی امیدوار کو جو پورے امتحان یا کسی جزو میں ناکام ہو، اس امتحان میں تین مرتبہ سے زائد شریک ہونے کی اجازت نہ ہوگی بشرط مزید شرط یہ کہ وہ مسلسل شریک ہو۔"

ایسے طلباء پر جنہیں ۶۲-۱۹۶۱ء سے نئی اسکیم میں داخلہ اور ترقی دی جائے گی۔ نئی اسکیم کے تحت قواعد اور نصاب نامے کے مطابق اطلاق ہوگا۔

انٹرنیشنل پاسپورٹ!

انٹرنیشنل پاسپورٹوں کے لئے درخواستوں پر عاجلانہ کارروائی میں سہولت پہنچانے کے پیش نظر، حال ہی میں حکومت ہند نے ایسی درخواستوں کے تعلق سے طریقہ کار کا جائزہ لیا ہے اور نظر ثانی کی ہے۔ نظر ثانی شدہ طریقہ کار کے تحت انٹرنیشنل پاسپورٹ کے ہر درخواست گزار / درخواست گزارہ کو چاہیئے کہ وہ اپنی درخواست کی کاپی، تصویر کی دو مصدقہ کاپیوں اور متعلقہ دستاویزات کے ساتھ راست متعلقہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ / کوتوال بلدہ حیدرآباد کو روانہ کرے۔ درخواست کی دوسری

قطعہ

غنچۂ باغ شگفتہ اینست — راز دل نیز نہفتہ اینست
جام این خم بہ سبو گفت — زآب کوثر ہمہ شستہ اینست

(گلدہ از نذری کا باغ)

کاپی، تصویر کی دو یا دو سے زائد مصدقہ کاپیوں اور متعلقہ دستاویزات وغیرہ کی مصدقہ نقل کاپیوں کے ساتھ راست ریجنل پاسپورٹ افیسر کو روانہ کی جانی چاہیئے۔ ارکان پارلیمنٹ، ارکان اسمبلی اور ارکان کونسل کی جانب سے انہیں ریجنل پاسپورٹ کی درخواستیں ریجنل پاسپورٹ افیسر راست قبول کریں گے۔ اکثر صورتوں میں درخواستیں نامکمل ہوتی ہیں جس کے لئے طویل مراسلت کرنی پڑتی ہے۔ اور اس تاخیر سے بچا جاسکتا ہے۔ بعض مشترکہ خامیاں اور غلطیاں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ پورے نام جلی حروف میں ٹھیک ترتیب سے نہیں دیئے جاتے ہیں۔
۲۔ باپ کی قومیت جس پر نابالغ کی قومی حیثیت کا دار و مدار ہوتا ہے۔ واضح طور پر نہیں بتائی جاتی ہے۔
۳۔ شخصی تفصیلات کے تعلق سے خانے نامکمل ہوتے ہیں۔
۴۔ نمونے کی دستخط کے لئے جو جگہ رہتی ہے وہ معریٰ ہوتی ہے۔
۵۔ نابالغ بچوں کی تعلیمی قابلیتوں یا تاریخ پیدائش کے بارے میں کوئی ثبوت بہم نہیں پہنچایا جاتا ہے۔
۶۔ ایسے ممالک کا واضح طور پر ذکر نہیں کیا جاتا جن کیلئے تصدیق مطلوب ہوتی ہے۔
۷۔ درخواست گزار کے ضامن کی مالی حیثیت کے بارے میں ثبوت بہم نہیں پہنچایا جاتا ہے۔

اگر ان تفصیلات اور اسی قسم کی دیگر تفصیلات پر توجہ دی جائے تو درخواستوں پر عاجلانہ کارروائی ہو سکتی ہے۔ عوام سے خواہش کی جاتی ہے کہ وہ ہدایات پر عمل کرتے ہوئے تعاون کریں۔

ریاست کا تیسرا منصوبہ
مشاورتی کمیٹی کا تبادلہ خیال

"ہم نے کمیشن منصوبہ بندی اور مرکزی حکومت سے بارہا پرزور نمائندگیاں کی ہیں جن میں آندھراپردیش میں مرکز کی جانب سے مزید صنعتیں قائم کرنے اور ریاست کے تیسرے منصوبے کے لئے اعلیٰ فنڈ مقرر کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے تاکہ یہاں کی کم سے کم ضروریات کی پابجائی کی جاسکے۔ لیکن جیسا کہ میں ریاستی اسمبلی میں کہہ چکا ہوں میں خود بھی ابتک ان نمائندگیوں کے نتیجے سے بالکلیہ مطمئن نہیں ہوں۔" ان خیالات کا اظہار شری پی رنگا ریڈی وزیر منصوبہ بندی نے ۱۲ر دسمبر ۱۹۶۰ء کو حیدرآباد میں ریاستی مشاورتی کمیٹی برائے منصوبہ بندی کے تیسرے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ کمیٹی نے (۳۰۵) کروڑ روپے کے تیسرے منصوبے کے مختلف پہلوؤں پر کوئی تین گھنٹے تک تبادلہ خیال کیا جس کی منظوری وزارتی کونسل نے دی ہے۔ اس تبادلہ کے دوران جو تجاویز پیش کی گئیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ مرکز پر یہ زور دیا جائے کہ منصوبے میں کافی گنجائش فراہم کی جائے تاکہ اس ریاست کی ضروری اور اہم اسکیموں پر عمل ہو سکے اور تجویز یہ پیش کی گئی کہ چھوٹی چھوٹی ذیلی کمیٹیاں قائم کی جائیں۔ جو محکموں کے صدر صاحبان کے ساتھ مختلف امور کی جانچ کی جاسکے تاکہ منصوبے کی اسکیموں کی عمل آوری میں اسراف سے بچایا جاسکے اور انہیں زیادہ موثر بنایا جاسکے۔ وزیر منصوبہ بندی نے ارکین کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے نیک جذبے کے ساتھ مفید تجاویز پیش کیں اور انہیں یقین دلایا کہ چھوٹی چھوٹی ذیلی کمیٹیوں کے قیام کی تجویز پر غور کیا جائے گا۔ ارکان نے ریاست میں صنعتوں کے قیام اور مرکز سے پرزور نمائندگی کرنے کے تعلق سے جس تشویش کا اظہار کیا اسے سراہتے ہوئے وزیر موصوف نے کہا کہ اس موضوع پر مزید معلومات کمیٹی کو دی جائے گی جس میں دوسری اسٹیٹوں کی صورت حال بھی شامل ہے۔ اور ان سے

یہ کمیٹی کے آگے پیش کیا جائے گا تاکہ سیر حاصل غور و خوض کے بعد بعض واضح تجاویز سامنے آسکیں۔

بقیہ ایران نظم و ادب ... بابت ... سے آگے

قطعہ

این قلم گفت کہ بہزاد کجا — کعبہ ہم گفت کہ زہاد کجا
عید ذی الحج و ... — گفت تقویم ... اعیاد کجا

جرمن جمہوری ریپبلک کی خبریں!

از:۔ ھنس!

۱۔ بمبئی کی بندرگاہ "پر شویرین" کی لنگر اندازی۔ جرمن جمہوری ریپبلک جہازی بیڑوں کی صف میں۔
۲۔ جرمن جمہوری ریپبلک میں شرم دان ایک کیچڑ کا جزیرہ لہلاتی ہوئی فصل میں تبدیل ہو گیا۔
۳۔ کیا ہٹلر اڈینار سے بڑا قوم پرست تھا؟ — نازی ترانہ اور عظیم تر جرمنی کا خواب۔
۴۔ یہودیوں کے سب سے بڑے قاتل ایچمین کے مصارف کون برداشت کرے گا؟
۵۔ جرمن جمہوری ریپبلک جیسی ریاست کی حمایت کی جائے"۔ چار براعظموں کے صحافیوں کا احساس۔
۶۔ ڈی۔ ای۔ ایف۔ اے فلمیں ساری دنیا میں۔

از:۔ ھنس :۔

اتوار ۲۰ نومبر کو ۱۰ ہزار ٹن کا ایک جہاز شویرین بمبئی کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا۔ شویرین کی آمد شہر بمبئی کے لئے قابل ذکر واقعہ تھی۔ صحافیوں کو جہاز میں چاروں طرف دکھایا گیا۔ عرشہ پر ایک استقبالیہ منعقد کیا گیا تھا جس میں شہر کی معزز ہستیوں نے شرکت کی۔ بمبئی کے منسٹر سفری ڈیسائی نے جہاز کے کپتان اور عملہ کے دیگر اراکین کو چائے پر مدعو کیا۔ آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگریس کے صدر مسٹر میرا جکر نے ہندوستانی مزدوروں کی طرف سے جرمن ملاحوں کو تہنیت پیش کی۔ جی۔ ڈی۔ آر کی ہندوستان کے لئے دس ہزار ٹن کھاد بمبئی میں شویرین سے اتاری گئی۔ اور پھر وہ کوچین و رنگون کی طرف بڑھا اور واپس پورٹو

چلا گیا۔ توقع کی جاتی ہے کہ جرمن جمہوری ریپبلک سے ایک دوسرا ہیگنڈ برگ کھاد کی مزید قسط لے کر شائقہ موسم میں بمبئی پہنچ جائے گا۔ اب جب کہ جی۔ ڈی۔ آر اپنا یہ کام اس کی عین ترقی کی خواہش کے مطابق ہے۔ سنہ ۱۹۴۹ء میں جب اس کی بنیاد پڑی تھی جی۔ ڈی۔ آر کے پاس اپنا کوئی ذاتی تجارتی جہازوں کا بیڑا نہیں تھا۔ اور نہ ہی تعداد و گنجائش کے لحاظ سے معقول بندرگاہیں تھیں لیکن انتھک محنت سے زبردست ترقی ہوئی اور وسمار لاسٹک اور اسٹرالسنڈ کی بندرگاہیں اپنی گنجائش میں کافی اضافہ کرنے کے قابل ہو سکیں۔ آج سنہ ۱۹۶۰ء میں سنہ ۱۹۵۵ء (۴۰,۰۰۰ ٹن) سے ۴ گنا زیادہ مال کی نقل و حمل جی۔ ڈی۔ آر کی زیر ملکیت جہازوں سے ہو سکی۔

•۔ شرم دان ہندوستان میں کافی مشہور چیز ہے اور اس لئے جی۔ ڈی۔ آر میں شرم دان کی مندرجہ ذیل مثالیں ہندوستانی عوام کے لئے دلچسپ ہوں گی۔
جی۔ ڈی۔ آر کے نوجوان رضاکاروں نے اسکوارڈ ولچ جی۔ ڈی۔ آر کا سب سے بڑا دلدلی علاقہ خشک کر دیا۔ دیجی کا علاقہ جہاں پہلے پانی بھرا رہتا تھا برلن سے ۶۵ میل شمال مغرب میں پھیلا ہوا ہے اور زیادہ تر نیل میں بہنے والے دریا کی سطح سے نیچے ہے۔ جب بھی شدید بارش کی وجہ سے کیچڑ سے لت پت سڑکیں نہروں میں تبدیل ہوئیں تو ۱۳۵ مربع میل علاقے کے گاؤں جزیروں میں بدل گئے۔ برسہا برس سے نظر انداز ہونے والے نالے اور نالیاں گھاس پھوس سے خشک ہو گئے تھے۔ اور آبی پودے و زرعی پیداوار میں کمی آگئی تھی۔
سنہ ۱۹۵۶ء میں ۲۵ نوجوان رضاکاروں نے پرانی کھائیاں صاف کرنے اور نئی کھودنے کا زبردست کام شروع کیا۔ حال میں وہ اس قابل ہو گئے کہ ایک نئی مشین استعمال کر سکیں جو کھائیوں کی کھدائی کے لئے خاص طور سے تیار کی گئی ہے۔ سارے کی ساری ۴۰۰ میل کی کھائیاں

قطعہ

ھدہد زمانہ مفلسی گفتہ کہ ہرکس شاد نیست ‖ نقش مانی را نگر در صورت بہزاد نیست
گفت این باد صبا وقت خرام ناز ہم ‖ سرو را بنگر کہ او در صورت شمشاد نیست

(ماخوذ از نذری باغ)

ہزاروں نوجوانوں نے دلدلی علاقے میں پہلے گروپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صاف کیں یا نئی کھود ڈالیں۔ آزاد جرمن نوجوانوں کی تنظیم کے رکن رضا کاروں نے بھی ۳۵ میل کی نئی یا جدید سڑکیں تعمیر کیں۔ اور اس طرح وہاں کے باشندوں کا الگ تھلگ ہونا ہمیشہ کے لئے ختم کردیا۔ مزید یہ کہ انہوں نے ۳۰ ہزار سے زیادہ پیڑ لگوائے۔ علاقہ میں امداد باہمی کے لئے فارم جنہیں سے بیشتر گذشتہ دو سال سے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی کوشش کررہے تھے، ان نوجوان رضا کاروں کی توجہ کا مرکز رہے انہوں نے باڑ لگائی اور ۵۰ سے زیادہ جانوروں کو پالنے کے جدید شیڈ بنائے اور دکانوں و کنڈر گارٹنوں میں اضافہ کیا۔

● حال ہی میں لندن ٹائمس نے مغربی جرمنی کے انتقامی جذبہ سے پر حلقوں کی خطرناک سرگرمیوں سے تنبیہ کیا ہے۔ مستقبل میں امریکی اور ان کے اتحادی یہ دعوہ کرنے میں دقت محسوس کریں گے کہ اوڈر نیسی سرحدی معاہدہ صرف عارضی تھا۔ اور مرضی کے مطابق اس کی توثیق یا تنسیخ کی جاسکتی ہے جبکہ متحدہ جرمنی سے امن کے معاہدہ پر آخری طور پر گفت و شنید کی جائے گی۔ سرحدوں پر لایقینی حالات سے یوروپی تحفظ کی کوئی خدمت نہیں انجام پا رہی ہے۔ لیکن ان غیر یقینی حالات کے لئے کون ذمہ دار ہے؟ امریکہ اور اس کے ساتھی؟ ہاں لیکن جواب یہیں پر ختم نہیں ہوتا۔ سب سے بڑی ذمہ داری بون کے سربراہ پر عائد ہوتی ہے۔ اس صدی میں دو بار یوروپ کی سرحدیں تیزی سے بدلی گئی ہیں۔ ایک دفعہ پہلی عالمی لڑائی کے بعد اور دوسری مرتبہ دوسری عالمی لڑائی کے بعد سرحدوں کی ہر نظر ثانی کے بعد جرمن جنگ پرستوں نے انہیں از سر نو تبدیلی کے لئے شور و غوغا کیا ہے۔ پہلی عالمی جنگ کے بعد یہ شور و غوغا براہ راست ہٹلر کے عروج اور ہٹلر کی جنگ چھیڑنے کا باعث بنا۔ ۱۹۴۵ء میں معاہدہ پوٹسڈم کے ذریعہ جرمن سرحدوں کے تعین کے پندرہ سال بعد آج پھر جرمن جنگ پرست یہ چلانے کیلئے ایک ہیں کہ سرحدوں کی تبدیلی ہو۔ اڈینار غربی جرمنی کے حق میں سرحدوں میں تبدیلی کا یہ مطالبہ محض چھوٹے چھوٹے گروہوں کی آواز نہیں ہے بلکہ مغربی جرمنی کی حکومت کی سرکاری پالیسی ہے ۲۳ر اکتوبر ۱۹۴۹ء کو مغربی جرمنی کی حکومت نے ایک اعلامیہ جاری کرتے ہوئے کہا "اپنے زیر اختیار علاقائی حدود پر قناعت نہ کرتے ہوئے فیڈرل ریپبلک خود کو ۳۱ر دسمبر ۱۹۳۷ء کی سرحدوں کے اندر جرمن راشش سے مماثل تصور کرتی ہے اور اس لئے سارے جرمن مفاد کی نمائندگی اور تحفظ کرتی کی ذمہ داری اٹھاتی ہے (بٹش وہائٹ پیپر سی ایم ڈی ۶۔۹۳۰) قانونی زبان سے اس کی یوں تشریح کی جاسکتی ہے کہ اڈینار سرکار، جرمن ڈیموکریٹک ری پبلک تقریباً ایک تہائی پولینڈ اور سوویت یونین کے ایک حصہ کو اپنے حلقہ اختیار میں لینے کا حق رکھتی ہے۔ تاہم مغربی جرمنی کی حکومت کے علاقائی مطالبات اس سے بھی آگے ہیں۔ بون کے وزیر ہنس کرسٹوف سیباہم ہر ہفتہ کے اختتام پر تقریریں کرتے ہوئے نام نہاد سوڈیٹن لینڈ کی "جرمنی کو واپسی کا مطالبہ کرتا ہے۔ جو نازی دور کے سات برسوں کے علاوہ کبھی جرمن سرحدوں کے اندر نہیں رہا۔ اس لئے بیشتر صورتوں میں اڈینار کے علاقائی دعوے اڈولف ہٹلر کے کئے ہوئے دعوؤں سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ شدید جنگ پرست اور جارحانہ قومیت مغربی جرمنی کے قومی ترانے سے عیاں ہے۔

> "ماس سے میمل تک
> اسچ سے بیلٹ تک
> جرمنی ساری جگہ"

(یعنی عظیم تر جرمنی مغرب میں دریائے ماس (میوس) سے مشرق میں دریائے میمل (میمناس) تک اور اسچ (ایڈیگ) دریا سے بیلٹ (شمالی چین) تک سب جگہ پھیلا ہوا ہے۔) یاد رہے کہ یہ وہ ترانہ ہے جو کبھی قیصر دوم کے سپاہیوں اور ہٹلر کی فوجوں نے گایا تھا۔

قطعہ

عجیب شرح نگر تو کہ در بیانِ منت | عجیب رنگ لگے ہم بہ بوستانِ منت
سکوتِ مدِ مقابل بگفت این بشنو | عجیب بحث و دلیلے بہ این و آن منت

[illegible]

● مغربی جرمنی کے ایک خبرنامہ "اسپاگجیل" کی ۱۹ر اکتوبر کی رائے کے مطابق اعلیٰ جنگی مجرم ایخمین کو آئندہ سال جب اسرائیل کی ایک عدالت کے روبرو پیش کیا جائے گا تو اس کے دفاع کے لئے مغربی جرمنی کی حکومت ایک بڑی رقم ادا کرے گی۔ رسالہ کی اطلاع کے مطابق مغربی جرمنی کے دفتر خارجہ نے ڈاکٹر رابرٹ سروٹنس کالوجنز وکیل کو پیشکش دی ہے جو ایک لاکھ مارک فیس ہٹلر کے سب سے بڑے یہودیوں کے قاتل ایخمین کے مقدمہ کی پیروی کے لئے طلب کر رہا تھا۔ ڈاکٹر سروٹنس کا خاص کام یہ دیکھنا ہوگا کہ ایخمین ان لوگوں کا نام نہ لے جو جرم میں اس کے ساتھ شریک تھے۔ جن لوگوں کو ایخمین کے انکشافات سے خطرہ ہے انہیں "اسپاگجیل" نے تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ جن افسروں نے ہٹلر کی وزارتوں میں خدمات انجام دی ہیں۔

۲۔ جن صنعت کاروں نے یہودیوں کی املاک کے استحصال میں ایس ایس سے "گٹھ جوڑ" کیا تھا۔

۳۔ ان ممالک کے سیاسی گٹھ جوڑ کرنے والے جو پہلے کبھی وہرمیکٹ کے قبضہ میں تھے اور اب ناٹو کے ذریعہ جرمن فیڈرل ریپبلک سے جڑے ہوئے ہیں۔ اسپاگجیل نے انکشاف کیا ہے کہ امریکی رسالہ "لائف" نے ایخمین کی سوانح خرید لی ہے لیکن معاہدہ میں یہ شامل ہے کہ ایخمین کے ساتھ جرم میں شریک ان لوگوں کے نام نکال دیئے جائیں گے جو ابھی تک عدالت کے روبرو پیش نہیں کئے گئے ہیں۔

● یورپ، ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے صحافیوں نے اپنے عوام کی آزادی، خود مختاری اور امن کے لئے اور نئے نوآبادیاتی نظام اور امریکی فوجی اڈوں کے خلاف جدوجہد کے بارے میں بتایا ہے۔ فرانس کے راگروبلوُر نے حکومت فرانس کی پالیسی پر نکتہ چینی کی ہے کہ بجائے جرمن ڈیموکریٹک ریپبلک کے جس نے جنگ پرستی کو جڑ سے ختم کر دیا ہے خطرناک جرمنی" کے ساتھ دوستی کر رہی ہے۔ مالی کے ڈاکٹر داؤد داؤ نے افریقہ کی نوآبادیاتی اور نئی قومی ریاستوں کے ساتھ جی۔ ڈی۔ آر کی تمثیلی دوستی کی تعریف کی ہے۔ انہوں نے مثال کے طور پر گانا اور گاما میں پرنٹنگ ورکس کی تعمیر کا ذکر کیا ہے۔ سیلون کے ڈاکٹر دھرم سری نے فرمایا کہ انہوں نے جو کچھ سن رکھا تھا اس کے برخلاف انہوں نے جی۔ ڈی۔ آر میں مکمل سیاسی، سماجی اور اقتصادی آزادی پائی۔ وینزولہ کی مرکزی یونیورسٹی کے لیکچرر میوجیکا نے بتایا کہ سچائی کو پھیلانا اور جی۔ ڈی۔ آر جیسی ریاست کی حمایت ساری دنیا کے صحافیوں کا فرض ہے۔

● حالیہ مہینوں میں دنیا کے تمام حصوں میں ڈی۔ ای ایف اے فلمیں نہایت کامیابی کے ساتھ دکھائی گئیں۔ جی۔ ڈی۔ آر۔ بلغاریہ باہمی پروڈکشن "اسٹارس" اور کارٹون فلم "ڈیر آر ٹو بلیو ماؤس" نے ملبورن کے فلمی میلہ میں زبردست کامیابی حاصل کی۔ طلسماتی فلمیں "دی بریو ٹیلر"، "دی سنگنگ رنگنگ ٹری" اور "ٹنڈر باکس" بہت زیادہ پسند کی گئیں۔

چار ڈی۔ ای ایف اے فلموں نے مونٹویڈیو میں مختصر فلموں کے چوتھے بین الاقوامی میلہ میں انعامات حاصل کئے۔ دستاویزی فلم "بالیڈ آف سیلٹ" کو جس میں جنگی مجرم "رین مارتھو" کے بارے میں بتایا گیا تھا ہنوور۔ نیو ہیمشائر (امریکہ) میں ڈارٹ ماؤتھ کالج میں ۳ ماہ تک دکھایا گیا۔ "کیپٹل اینڈ کا ٹینجر" کو سوویت یونین میں بہت زیادہ پسند کیا گیا۔ کنونبری کے سب سے بڑے سینما نے ۳ ڈی ای ایف اے فلمیں دکھائیں۔ یہ تھیں "ہائی ڈے آن سیلٹ"، "آپریشن ٹیوٹا مک سٹو ورڈ" اور "اے ڈائری فار اینے فرینک"۔

قطعہ

در خزاں بین تو رنگِ گُل برخاست || در صبا مے نگر تو (نیز) گُل برخاست
گفت زُہد و وَرع چہ قِصّہ شنو || از صراحی نگر کہ قُل برخاست (آواز)

(آمد از ندری باغ)

جرمن جمہوری ریپبلک میں گاؤں کے استاد کی زندگی!

— از —

ورنر کلین!!

جوزف کریمر ۱۹۴۵ء سے مدرس ہیں۔ وہ نہ بڑے شہروں میں رہتے ہیں نہ کسی بڑے اسکول میں پڑھاتے ہیں۔ انہوں نے یہ ذمہ دارانہ کام ایسی جگہ شروع کیا جہاں مدرسین کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے یعنی گاؤں میں۔

جوزف کریمر اب بھی اسی گاؤں میں رہتے ہیں اور اپنا کام اسی خوبی اور ذمہ داری سے انجام دیتے ہیں کہ ان کا شمار ممتاز مدرسوں میں ہوتا ہے۔

ڈوسین نامی گاؤں برلن کے پاس ہے اس کے قریب خوبصورت جنگل اور تالاب ہیں جہاں اہل برلن تفریح کے لئے آتے ہیں۔ برلن صرف چالیس کلو میٹر دور ہے۔ اس گاؤں میں کوئی چار سو آدمی رہتے ہیں جن میں سے زیادہ تر ریاستی فارم میں اور کسانوں کی امداد باہمی 'نئی زندگی' میں کام کرتے ہیں۔

مسٹر کریمر جس مکان میں رہتے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ گاؤں میں مکانوں کی حالت بہت اچھی ہے۔ تین کمرے، ریڈیو، ٹیلی ویژن جیسی [illegible]۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ گاؤں کے استاد کی آمدنی ہزاروں میں تو نہیں ہوتی لیکن اتنی ضرور ہوتی ہے کہ زندگی بہت اطمینان سے گزاری جا سکتی ہے۔ میں نے ان کے ساتھ جو چند گھنٹے گزارے اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ مسٹر کریمر کو اپنا کام بہت عزیز ہے۔

گاؤں کے استاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ زراعت کے مسائل سے واقف ہو کیونکہ اسے کسانوں کے بچوں کو پڑھانا ہوتا ہے۔ اس لئے کریمر نے زراعت سے متعلق ٹیکنیکل تعلیم حاصل کیا ہے یہاں تک کہ زراعتی امداد باہمی کے وہ مستقل مشیر ہیں۔ لیکن کیا ان کے پیشے کے ساتھ یہ کام ہو سکتا ہے؟ مسٹر کریمر کا کہنا ہے کہ ضرور ہو سکتا ہے ہم لوگوں کو ہر طرح کی تعلیم دینا چاہتے ہیں تاکہ وہ سماج کے مفید رکن بن سکیں۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ کسانوں کے بچوں میں بڑی صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ میرے سابق شاگرد آج وسطانی اور اعلیٰ تعلیمی اسکولوں میں پڑھ رہے ہیں۔ کئی ٹریکٹر چلانے میں ماہر ہو گئے ہیں اور کوئی حساب کتاب میں۔ یہ لوگ الگ الگ کام کرتے ہیں۔ جوزف کریمر نے بڑے فخر سے کہا کہ میرے جتنے شاگردوں نے آٹھویں درجے تک تعلیم حاصل کی ان سب کو اپنے کام میں بڑی اچھی مہارت حاصل ہے۔ کلاس روم اور پڑھائی پر سرسری سی نظر ڈالنے سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اچھی تعلیم و تربیت کے لئے جن مادی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ گاؤں کے اسکول میں موجود ہیں۔ تمام مضامین کے لئے وہ چیزیں موجود ہیں جن سے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ سائنس کے ذخائر میں جیسے طبیعات، حیاتیات اور کیمسٹری کے تجربوں کے لئے ضروری آلات موجود ہیں۔ سبق کے دوران جب عملی تجربے کئے جاتے ہیں تو طلبہ بڑے شوق سے دیکھتے ہیں۔ اسکول کے ان اچھے حالات کی ذمہ دار بڑی حد تک مدرس اور استاد پر ہے ایک اہم سوال اسکول چلانے کے لئے اخراجات کا ہے ان اخراجات کی ذمہ داری ریاست نے لے لی ہے۔ کسانوں کو بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ اس گاؤں میں جس کا ذکر کیا گیا تقریباً ۸۰ بچے اسکول جاتے ہیں۔ کتابیں اور دوسرا سامان سب مفت ملتا ہے اسکول کی دیکھ بھال کے لئے سالانہ چھ ہزار مارک سرکار سے ملتے ہیں۔ کریمر نے مجھے بتایا کہ گاؤں کے ایسے اسکول بھی ہیں جنہیں ریاست سے پچاس ہزار مارک تک ملتے ہیں۔ کسان گاؤں کے استاد کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ گاؤں والے استاد کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ وہ ان کا دوست بھی ہوتا ہے اور مشیر کار بھی۔ گاؤں کا مدرس بھی ان کے ساتھ قریبی تعلقات رکھتا ہے کیونکہ صرف اسی طرح وہ اپنا فرض پورا کر سکتا ہے۔ گاؤں کے استاد کو بہت سے مشکل مسائل کو حل کرنا پڑتا ہے لیکن اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ ساری مشکلات کو بھلا دیتا

قطعہ

ہمہ کاکل نگر تو شانہ ہست | ہمہ صہبائے طرب پیمانہ ہست
سنگ نا آزمودہ گفتم ہم شنو | ہمہ نا [illegible] ہست

سنہ ۱۹۶۰ء میں طبّی سائنس کی پیش قدمی

کینسر (سرطان) کے اسباب کی مزید تحقیق!

سنہ ۱۹۶۰ء کے دوران امریکہ میں طبّی تحقیق کے سلسلے میں جو پیش قدمی ہوئی اس میں زندگی کی بنیادی نوعیت اور کینسر (سرطان) کے اسباب کی مزید چھان بین، مختلف قسم کی بیماریوں کے علاج معالجے اور نئی دوائیوں کی دریافت اور پہلی بار مصنوعی ہارمون کی تیاری شامل ہیں۔

● ہارورڈ یونیورسٹی میں سائنسدانوں نے زندگی کے بنیادی سالمے کو الگ الگ کرنے اور ان کی خاصیت بدلے بغیر انہیں دوبارہ آپس میں جوڑنے کا ایک نیا طریقہ دریافت کیا۔ یہی کیمیاوی سالمہ تمام جانداروں کی شکل و صورت اور نشو و نما کو باقاعدہ بناتا ہے۔ اسے ڈی۔ این اے (D.N.A) کہا جاتا ہے۔ ہارورڈ کے سائنسدانوں نے اس ڈی این اے کو ابالا تو اس کی دو پیچدار قسمیں الگ الگ ہو گئیں۔ تحقیق میں یہ بھی بتایا گیا کہ جب ان دونوں قسموں کو تیزی سے ٹھنڈا کیا گیا تو یہ الگ ہو گئیں۔ لیکن بتدریج آہستہ آہستہ ٹھنڈا کرنے سے ان دونوں قسموں نے پھر آپس میں جڑ کر پہلی جیسی صورت اختیار کر لی۔ اس طرح اس سالمے کی جہاں دو قسمیں دریافت ہوئیں وہاں ان کے آپس میں جڑے ہوئے اور الگ الگ رہنے کا بھی پتہ چلا۔ اس کے بعد سائنسدانوں نے مختلف لیکن آپس میں ملتے جلتے قسم کے بیکٹیریا (جراثیم) پر تجربے کئے اور ان کے ملاپ سے واحد قسم کا پیوندی ڈی۔ این اے۔ سالمہ تیار کیا جس میں دونوں قسموں کی خاصیتیں موجود تھیں۔ اس تکنیک کو توریثی اور نسلی کیمیاوی عمل (کیمسٹری) کے لئے ایک نہایت طاقتور آلہ قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح نیویارک یونیورسٹی کے ماہر حیاتیات نے توریثی اور نسلی میکانیکی نظام کے سلسلے میں ایک اور طریقہ دریافت کیا ہے۔ اس میں زندہ خلیوں کو دوسری جنس کے زندہ خلیوں سے پیوست کیا جاتا ہے۔ راک فیلر انسٹی ٹیوٹ کے ڈاکٹر میورل راجرس اور رولنگ ہاچکنز نے ڈی این اے سالمے کے ایک خاص حصّے کے کنٹرول کا طریقہ دریافت کیا اور صحیح طور پر اس درجہ حرارت کا پتہ لگایا جس سے نسلی تخم تباہ ہو جاتا ہے۔ اور یہی ننھے ننھے سالمے موروثی خصائل کو اگلی نسلوں میں جاری رکھتے ہیں۔

● زیر تبصرہ سال کے دوران میں کینسر (سرطان) کے متعلق تحقیق سے دو اہم باتیں دریافت ہوئیں جن میں بتایا گیا کہ اس موذی مرض کا سبب زہریلا مادّہ ہوتا ہے جو چھوٹے چھوٹے جاندار کیڑوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جن کے اوپر سخت پروٹین کا خول اور اندر ڈی۔ این۔ اے سالمے کا قلب ہوتا ہے۔ چنانچہ بیتھسڈا میں نیشنل کینسر انسٹی ٹیوٹ نے جو تجربے کئے اُن سے بھی اس بات کی تصدیق ہوئی کہ کینسر زہریلے مادہ سے پیدا ہوتا ہے۔ نیویارک کے سلون کیٹرنگ انسٹی ٹیوٹ میں تحقیق کرنے والوں نے انسانی کینسر کی آٹھ قسموں کے لئے زہریلے مادّے کو ذمہ دار قرار دیا ہے لیکن ڈاکٹر ہیلین لی ٹولن کی نگرانی میں تحقیق کرنے والے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ کینسر سے زہریلے مادّے کا براہ راست تعلق نہیں اور کہ سر دست زہریلے مادّے کو سرطان کی وجہ تصور نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے مریض کے ٹشوؤں میں زہریلا مادہ پایا لیکن کینسر والے حصے میں یہ موجود نہیں تھا۔ اسی طرح لیبارٹری میں جن جانوروں کو انسانی کینسر کی چھوت دی گئی ان کے کینسر والے حصے میں زہریلا مادّہ نہیں ملا لیکن ٹشوؤں میں یہ ضرور پایا گیا۔ جن لوگوں کو کینسر نہیں ہوتا۔ ان میں زہریلا مادّہ نہیں ہوتا۔

مصنوعی ہارمون!

پٹسبرگ یونیورسٹی کے سائنسدانوں نے پہلی بار ایسا مصنوعی ہارمون بنایا ہے جو حیاتیاتی اور طبّی لحاظ سے اے سی ٹی ایچ ہارمون کے بالکل مشابہ ہے۔ اور ویسی ہی خاصیت رکھتا ہے۔ اے سی ٹی ایچ ہارمون جسم میں کارٹی زون (Continued)

قطعہ

زدستِ کاکلے شانہ شکستہ	زدستِ رند پیمانہ شکستہ
کجا این سنگ و ہم خشتے ندانم	زدستِ برق این خانہ شکستہ

(آبلہ از نذری باغ)

پیدا کرتا ہے۔ حیوانوں کے جسم سے حاصل کئے ہوئے سٹیرائڈوں کو ریح کی بیماریوں (Rhematoid Arthritis) میں وسیع پیمانے پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ان سائنسدانوں نے ۲۳ ایمینو ایسڈ (Amino Acids) یکجا کئے جن سے یہ مصنوعی ہارمون تیار کیا گیا ہے یہ پروٹین کی مانند اب تک کا سب سے بڑا مصنوعی مرکزہ ہے۔ اگرچہ قدرتی اے سی ٹی ہارمون کے مقابلے میں اس میں ایمینو ایسڈوں کی تعداد کم ہے لیکن قوت اور تاثیر میں یہ قدرتی ہارمون کی مانند ہے۔

● منسوٹا یونیورسٹی کے ایک ڈاکٹر گلین ٹی سائر نے بتایا ہے کہ انہوں نے سکلی روسیس (Sclerosis) کے علاج مرض پر ایک نئی دوا ٹی لوبیوٹا مائڈ (Tolbutamide) کو آزمایا ہے۔ جس سے مرض کی علامتوں میں کمی واقع ہوئی ہے اس دوا کو پہلے ہلکی قسم کے ذیابیطس (پیشاب میں شکر آنا) میں استعمال کیا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں مزید تجربے جاری ہیں۔

● پیٹسبرگ یونیورسٹی کے کیمیا دانوں نے مصنوعی طریقے سے کیمیاوی انسولین (Insulin) تیار کی ہے۔ یہ دوا خون میں شکر کی نامیاتی قوت کو باقاعدہ بناتی ہے۔ اسی انسولین کی کمی کے باعث ذیابیطس کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ ڈاکٹر پی کیٹسو یانس اور کے ٹی سوزوکی نے بتایا کہ انہوں نے انسولین مرکزے کے دو الگ حصوں کی نقلیں تیار کیں اور اب انہیں اسی طرح جوڑنے کا کام باقی ہے۔ جس طرح قدرتی طور پر یہ جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہو جائیں تو یہ پہلا موقع ہوگا کہ انسان مصنوعی طور پر اس قسم کی قدرتی پروٹین بنا سکے گا۔

● نئی دریافتیں!

الی ناؤ میڈیکل کالج کے ڈاکٹر سول آر روزنتھل نے شدید طور پر جلے ہوئے مریضوں کو عارضی لیکن ڈرامائی انداز میں خون داخل کرنے سے روبصحت کیا ہے۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جلے ہوئے حصے سے زہریلے مادے خون میں سرایت کرتے ہیں۔ اس طرح خون داخل کرنے سے مریض میں مدافعتی قوت پیدا ہوتی ہے اور شفا پانے میں مدد ملتی ہے۔

امریکی میڈیکل ایسوسی ایشن کے جون کے اجلاس میں بتایا گیا کہ

(۱) ایک ایسی دوا تیار کی گئی ہے جس سے خون کے خطرناک لوتھڑے تحلیل ہو جاتے ہیں۔ بعض دوسری دوائیاں بھی ان کو روکتی ہیں۔ لیکن ایک دفعہ جب یہ بن جائیں تو آپریشن کے بغیر انہیں نکالا نہیں جا سکتا۔ جو عموماً ناممکن ہوتا ہے۔

(۲) آنکھوں سے گردوں کی بیماری کا ابتدائی مرحلوں میں پتہ لگانے کا ایک بڑا حساس آلہ ایجاد کیا گیا ہے اس سے آنکھ کے ڈھیلے کے خون کا بڑھا ہوا دباؤ معلوم کیا جاتا ہے جو اس بیماری کی ایک خاص علامت ہے۔

(۳) تجربوں سے اس دلیل کی تصدیق ہوتی ہے کہ جسم کے کیمیاوی عمل کے انتہائی کنٹرول سے کینسر کی مہلک بیماری کا رخ پلٹا جا سکتا ہے اور پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ کینسر کو جسمانی نشوونما کا الٹ قرار دیا گیا ہے جس میں خلئے ابتدائی صورت اختیار کرتے اور خطرناک طور پر پھیلتے ہیں۔ اس دلیل کا دعویٰ کرنے والے سائنسدان نے بتایا کہ شدید تجرباتی حالات میں اس نے کینسر والے نشوؤں کو دوبارہ نارمل صحت مند نشوؤں میں تبدیل کر دیا اور اس طرح اس مرض پر قابو پا لیا۔

● پچھلی جولائی میں کیلی فورنیا یونیورسٹی کے میڈیکل کالج میں دنیا کا سب سے پہلا ہارمون بینک قائم کیا گیا ہے۔ اس تجرباتی بینک کے لئے لوگ اپنی موت کے بعد پچوٹری گلینڈ نکالے جانے کی وصیت کرتے ہیں۔ چنانچہ جب بونے بچوں کا ایسے ہارمونوں سے علاج کیا گیا تو ان کا قد بڑھ گیا۔ اور نتیجہ حوصلہ افزا رہا۔

● ٹیکساس یونیورسٹی کے تین محققوں اور ایک جاپانی ڈاکٹر نے ایسا طریقہ دریافت کیا ہے جس سے وائرس کش دوائیاں بڑی تیزی سے آزمائی اور تیار کی جا سکتی ہیں۔ مل جل کر تحقیقی کام سے انہوں نے پہلی بار محققوں کے لئے یہ ممکن بنایا ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں کہ انسانی خلیوں پر حملہ کرنے والے وائرس زیر آزمائش دوا سے کس طرح ہلاک ہوتے ہیں۔

قطعہ

بلبلِ شیفتہ گفتہ کہ گلستانِ منست | نیز پروانہ بگفتہ کہ شبستانِ منست
آنچہ نازل شدہ بر سینۂ احمد از حق | دینِ اسلام بگفتہ است کہ قرآنِ منست

(آمدہ از [illegible])

گندم کی عالمی پیداوار

بین الاقوامی گندم کونسل کی تازہ ترین رپورٹ کے مطابق سنہ ۱۹۶۰ء میں گندم کی عالمی پیداوار (جس میں کمیونسٹ چین کی پیداوار شامل نہیں) کا اندازہ ۲۲۱،۰۰۰،۰۰۰ ٹن ہے۔ پچھلے سال کی پیداوار سے یہ پیداوار ۶،۰۰۰،۰۰۰ ٹن اور سنہ ۵۴ء تا سنہ ۵۹ء کی اوسط پیداوار سے ۲۷،۰۰۰،۰۰۰ ٹن زیادہ ہے۔ پیداوار میں سب سے زیادہ اضافہ شمالی امریکہ میں ہوا ہے۔ رپورٹ ہذا میں مزید یہ بتایا گیا ہے کہ گندم کی یہ دوسری بہترین پیداوار ہے جو آج تک دیکھنے میں نہیں آئی ہے۔

ہندوستانی باشندوں کی برطانیہ کے کارخانۂ فولاد میں تربیت

معلوم ہوا ہے کہ مغربی بنگال کے مسٹر جے۔ پی گوش اور نئی دہلی کے مسٹر بی۔ ایم گرگ اور مسٹر ایل۔ آر۔ اروڑہ ان دنوں راؤنڈ اوک اسٹیل کمپنی لمیٹڈ (اسٹیفرڈشائر) میں تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ مذکورہ فرم سو سال پرانی ہے۔ اور اس میں ۳،۰۰۰ لوگ کام کرتے ہیں۔ ہندوستانی باشندوں کو کولمبو منصوبہ کے تحت تربیت دی جا رہی ہے۔ تربیت پانے کے بعد وہ درگاپور کے کارخانۂ فولاد میں کام کریں گے۔

اس عمل میں وائرس زدہ انسانی ٹشو خوردبین کے نیچے رکھے جاتے اور ان پر بنفشی شعاعیں ڈالی جاتی ہیں جن سے مختلف وائرسوں پر دوا کا مہلک یا غیر مہلک اثر دیکھ سکتے ہیں۔ اس طرح دوا کے کارگر یا بے سود ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ اگر سبزی مائل سرخ رنگ پیدا ہو تو واضح ہوتا ہے کہ زیر تجربہ یہ دوا وائرس ہلاک کرنے میں کارگر ثابت ہوگی۔

● — کوئی زیانا اسٹیٹ یونیورسٹی کے محققوں کے ایک گروپ نے دریافت کیا ہے کہ اگر بچوں کو سوڈیم فلورائڈ ملا ہوا دودھ دیا جائے تو ان کے دانتوں کی بیماریوں میں ۵۰ فیصد کمی ہو سکتی ہے۔ اگر مزید تجربوں سے اس کی مزید تصدیق ہوئی تو اتحادی سبھا اور امریکہ کے امدادی پروگرام کے تحت دنیا کے لاکھوں بچوں کو جو دودھ دیا جاتا ہے اس میں سوڈیم فلورائڈ شامل کیا جایا کرے گا۔ کوئی زانا کے کئی سو سکولی بچوں کو ساڑھے چار برس تک سوڈیم فلورائڈ ملا ہوا دودھ دیا گیا جس سے ان کے دانتوں میں کھوکھلے پن یا کیڑا لگنے میں ۵۰ فیصد کمی ہوئی۔ سال کے آخری سہ ماہی میں ویٹرنز ایڈمنسٹریشن کے ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ دل کی حرکت باقاعدگی سے جاری رکھنے کے لئے جو پیسر (Pacer) آلہ تیار کیا گیا ہے اس کے تجربے کامیاب رہے ہیں۔ اسے پوری طرح جسم کی جلد کے نیچے آپریشن سے رکھا گیا۔ یہ ننھا سا الیکٹرانک آلہ چھ بیماروں کی جلد کے نیچے رکھا گیا تاکہ ان کے دلوں کی حرکت جاری رکھی جا سکے۔ ۷۷ سال کے ایک بوڑھے مریض نے یہ آلہ پانچ مہینے سے بھی زیادہ مدت تک استعمال کیا۔

قطعہ

این چہ بربادِ ہمہ بازی شد || مفت بدنام نگر قاضی شد
گفت این حال دریدہ جامہ || دورِ رفت تو نگر ماضی شد

(آمدہ از نذری باغ)

اتحادی سبھا میں امریکہ کے مستقل نمائندے

ایڈلائی اسٹیونسن!

ایڈلائی ایونگ سٹیونسن داخلی پالیسیوں اور خارجہ معاملات میں ڈیموکریٹک پارٹی کے نہایت ممتاز ترجمان رہے ہیں۔ آپ نوع انسانی میں اپنی فطری دل چسپی کے باعث مشہور ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس سلسلے میں پچھلے آٹھ برسوں میں دنیا کے تیس سے زیادہ ملکوں کا دورہ کیا ہے تاکہ ان ملکوں کے لوگوں کے مسائل اور خواہشات کا تفصیل سے مطالعہ کرسکیں مسٹر اسٹیونسن ڈیموکریٹک پارٹی کی طرف سے ۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۶ء میں صدارتی امیدوار رہے لیکن آئزن ہوور کے مقابلے میں دونوں بار ہار گئے تھے۔ بعد کے برسوں میں آپ نے بین الاقوامی معاملات کا زیادہ گہرا مطالعہ کیا۔ چنانچہ آپ کا بیان ہے کہ دنیا میں امیر اور غریب لوگوں کے معیار زندگی میں جو بھاری فرق پایا جاتا ہے وہ بھی عالمی امن کے لئے اتنا ہی عظیم خطرہ ہے جتنا کہ اسلحہ سازی کی دوڑ۔ امیری غریبی کے اس فرق کو مٹانا بھی اسلحہ سازی پر کنٹرول کی طرح لازمی اور ضروری ہے۔ حال ہی میں ایشیا۔ افریقہ اور لاطینی امریکہ میں لوگوں کے انتہائی پست معیار زندگی کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے اس بات پر زور دیا کہ تمام ترقی یافتہ ملکوں کے مشترکہ تعاون سے پسماندہ ملکوں کے لوگوں کی اقتصادی خوشحالی عمل میں لائی جانی چاہیئے۔ ۱۹۵۲ء میں جب آپ کو ڈیموکریٹک پارٹی کی طرف سے امریکی صدارت کے لئے نامزد کیا گیا تو آپ الی ناؤ ریاست کے [illegible] تھے۔ اس حیثیت سے آپ نے ریاست میں بہت سی اصلاحات رائج کیں۔ دماغی عارضوں کے ہسپتالوں کو جدید ترین معیار پر منظم کیا۔ ریاستی سڑکوں کو بہتر بنایا اور ٹیکسوں میں کمی کی۔ پیشے کے لحاظ سے مسٹر اسٹیونسن قانون دان ہیں۔ آپ ۱۹۵۳ء میں واشنگٹن میں زراعتی ایڈمنسٹریشن میں اطلاعات کے مشیر خاص رہے دوسری عالمی جنگ میں آپ امریکی وزیر بحریہ کے خاص معاون تھے ۱۹۴۳ء میں آپ اس مشن کے سربراہ تھے۔ جو اٹلی کی اقتصادی امداد [illegible] نوآبادکاری کے پروگرام کے سلسلے میں [illegible] تھا۔ چنانچہ آپ نے [illegible]

سلسلے میں پیش کی اسی کے مطابق بعد میں جنگ سے بدتر تباہ شدہ ملکوں کی بحالی کا پروگرام بھی عمل میں لایا گیا۔ دوسرے سال آپ نے یورپ کے کئی ملکوں میں امریکی وزارت جنگ کے ایک خاص مشن میں خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۴۵ء میں وزیر خارجہ کے نائب خصوصی رہے اور سان فرانسسکو میں بین الاقوامی تنظیم کے قیام کے سلسلے میں کانفرنس میں امریکی وفد کے پریس آفیسر اور ترجمان کے طور پر کام کیا۔ ۱۹۴۵ء میں اتحادی سبھا کے تنظیمی کمیشن میں امریکی منسٹر کی حیثیت سے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ اپنی سوجھ بوجھ اور دوسرے کا نکتہ نگاہ سمجھنے میں آپ سب ملکوں کے نمائندوں میں بہت ہر دلعزیز بن گئے اس کے بعد اتحادی سبھا کی اولین جنرل اسمبلی میں آپ امریکی وفد کے سینئر مشیر تھے۔ اور ۴۷-۱۹۴۶ء میں اتحادی سبھا کی جنرل اسمبلی میں امریکہ کے متبادل ڈیلیگیٹ۔ ایڈلائی اسٹیونسن ۵ فروری ۱۹۰۰ء میں لاس اینجلز کیلی فورنیا میں پیدا ہوئے تھے۔ جب آپ چھ برس کے تھے تو آپ کا خاندان الی ناؤ چلا گیا۔ آپ کے والد لیوس گرین سٹیونسن الی ناؤ ریاست میں وزیر خارجہ تھے۔ آپ کے دادا امریکہ کے صدر گروور کلیولینڈ کے دوسرے عہد صدارت میں امریکہ کے نائب صدر تھے۔ اسٹیونسن بلومنگٹن۔ الی ناؤ اور نیو ہیمپشائر کے ملکوں میں تعلیم پائی ہے۔ سال بھر سوئٹزرلینڈ میں پڑھتے رہے۔ پرنسٹن یونیورسٹی سے ۱۹۲۲ء میں گریجویٹ ہوکر نکلے۔ ہارورڈ یونیورسٹی اور نارتھ ویسٹرن یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری لی۔ ۱۹۲۶ء میں آپ روزنامہ "پینٹاگراف" کے ایڈیٹوریل سٹاف میں بھی کام کرتے رہے۔ یہ آپ کا خاندانی اخبار تھا۔

سیرت و کردار

از جناب تمکین کاظمی صاحب

سیرت کہتے ہیں کسی خاص متعین عالم کے پیہم غلبہ کو۔ نیک یہ بات آدمی وہ ہے جنہیں فرض شناسی کا عالم عادتاً غالب رہتا ہو۔ اسلئے جس شخص پر جو عالم غالب ہے وہ شخص اسی نام سے موسوم ہوگا۔ مثلاً جس شخص پر روپیہ کی محبت غالب ہو اور یہی عالم اس پر مسلط رہتا ہو تو وہ شخص بخیل ہے۔ جس پر کوئی خاص عالم اس طرح غالب ہو جائے کہ وہ دوسرا اہم نقطہ ہائے نظر سے بالکل اندھا ہو جائے تو وہ شخص متعصب ہے

اسی طرح جتنے اصناف سیرت ہیں وہ سب اپنے اپنے عالم غالب ہی کے نوعیت کے حوالے سے تعبیر کئے جاتے ہیں یورپ کا مقولہ ہے کہ:-

"عورتیں سرے سے کوئی سیرت ہی نہیں رکھتیں"

اس کا یہی مطلب ہے کہ ان کے عوالم خواہش اسقدر جلد جلد بدلتے رہتے ہیں کہ کوئی ایک عالم، غالب اور حاوی نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن عورتوں کی طرح عین مردوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے انکی سیرت کی توجیہ تنہا جذبات غالب کے اس نظریہ سے نہیں کی جا سکتی۔

سیرت کی تشکیل، ماحول اور خاندان سے ہوتی ہے مگر تربیت یافتہ انسان اپنی سیرت آپ بنا لیتا ہے او یا یا ہو تو بقول نوبلس :-

"سیرت نام ہے کامل طور پر منضبط اور تشکیل یافتہ ارادہ کا"

ڈاکٹر ولی الدین نے سیرت کی تعریف اسطرح کی ہے :-

"سیرت ان تیقنات، عادات اور میلانات کا مجموعہ ہے جو فرد کے کردار کی رہنمائی کرتا ہے اسکو دوسروں سے متمیز کرتا اور اسکی وحدت کا باعث ہے ہر فرد دوسرے فرد سے متمیز ہوتا ہے صورت اور سیرت میں"

سیرت سازی کا آسان طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو جو کچھ بنانا چاہتا ہے اسکی فکر میں لگا رہے اور ہمہ تن اسی میں غرق ہو جائے۔ افکار ہی سے اعمال کا صدور ہوتا ہے اور اعمال ہی کی تکرار سے عادت بنتی ہے اور عادت کی تربیت و تنظیم سے سیرت کی تشکیل ہوتی ہے

واقعہ یہ ہے کہ خیالات ہی مقاصد کا تعین کرتے اور انھیں شکل دیتے ہیں اور مقاصد کے تعین اور تشکل سے اعمال و عادات بنتے ہیں اور ان ہی عادات و اعمال کی تنظیم و تربیت سے سیرت بنتی ہے اور یہی سیرت انسان کی قسمت ہے

وہ انسان مبارک ہے جسے یہ احساس ہو جائے کہ وہ اپنی قسمت کا معمار ہے، وہی اپنی زندگی کو بنانے اور بگاڑنے والا ہے اور اسکی ذات میں آلام و راحت و رنج و شادمانی سب کچھ چھپے ہوئے ہیں

اسی احساس و ادراک سیرت کا نام خودی ہے اور یہ خودی جتنی بلند ہوتی جائے گی اتنی ہی نکھرے گی اتنی ہی ارفع و اعلیٰ ہوگی، اتنی ہی بلند ہوگی۔ اسی کے متعلق اقبال نے کہا ہے۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟

انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے
لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (البقرہ پ ۳ ع ۸)
انسان کے لئے مفید یا مضر وہی ہے جو وہ کسب کرتا ہے اسکی توضیح یوں فرمائی گئی ہے
كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ (مدثر پ ۲۹ ع ۲)
ہر شخص پابند ہے اس چیز کا جو اس نے کسب کی

کردار اس طرز روش کو کہتے ہیں جو انسان میں راسخ ہو۔ کسی نے کردار کی بڑی اچھی تعریف کی ہے:-
"اپنے تخیلات میں ثابت قدم رہنا اور تہیہ کر لینا کہ خیر سے منہ نہ پھیرا جائے اور شر کو مطلق چھوڑ دیا جائے، ہر شخص کے ساتھ شریفانہ و کریمانہ سلوک کیا جائے، ہر اس شخص کے متعلق جو سامنے ہو چاہے چھوٹا ہو یا بڑا شریفانہ خیال قائم رکھا جائے، ہر چھوٹے سے بلا لحاظ رتبہ برابری کا سلوک کیا جائے، اپنی روح میں اخلاقی معیار پیدا کیا جائے"

حکیم بزرجمہر کا قول ہے کہ:-
"پانچ چیزیں بندے کی کوشش سے حاصل ہوتی ہیں
(۱) علم
(۲) ادب
(۳) شجاعت
(۴) جنت اور
(۵) دوزخ سے رہائی"

ظاہر ہے کہ ان کا حصول بغیر کردار کے ناممکن ہے اور کردار اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ آپ اپنے باطن کو درست نہ کریں

مشہور ماہر نفسیات ولیم جیمس لکھتا ہے:-
"اگر تم باطن میں کوئی کیفیت یا جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہو تو اس کی ظاہری صورت پیدا کر لو۔ تمہارا باطن خود بخود متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا"

زرتشت کا قول ہے کہ:-
"آغاز عالم میں دو روحیں (دو قوتیں) پیدا کی گئی ہیں ایک نیکی اندیشہ گفتار اور کردار کی اور دوسری بدی کی۔ عقلمند کو چاہیئے کہ ان دونوں میں سے ایک کو حاصل کرے اور دوسرے کو چھوڑ دے"

بھگوت گیتا میں ہے کہ:-
"شیطانی خصلت انسان امر و نہی میں تمیز نہیں کر سکتا اور اس میں پاک باطنی اور نیک اعمالی نہیں ہوتی اور وہ حظ نفس کو عمر کا ماحصل سمجھتا ہے اور اسی میں مشغول رہتا ہے، خواہش غصہ اور طمع، دوزخ کے تین دروازے ہیں جن سے انسان اس میں داخل ہوتا ہے۔ جو شخص ان تینوں دروازوں سے بچ کر نکلتا ہے وہ زندگی کے اعلیٰ منازل پر پہنچتا ہے"
گیتا میں برہمن کا کردار اسطرح متعین کیا گیا ہے:-
"دل اور حواس کا ضبط کرنا۔ زہد، پاک باطنی، علم راستی، حلم اور تسلیم الوہیت یہ برہمن کا فرض ہے"
آخر میں اعلیٰ کردار کی تعریف گیتا نے یوں کی ہے:-
"انسان اپنے فرض کو ادا کر کے کمال کے درجے پر پہنچتا ہے"

سیرت و کردار، دنیا و آخرت دونوں کے لئے ضروری ہیں۔ بغیر ان کے نہ تو خدا ہی مل سکتا ہے اور نہ دنیا ہی نصیب ہو سکتی ہے۔ جسکی سیرت نہ ہو، جنہیں کردار نہ ہو، وہ نہ تو کامیاب زندگی بسر کر سکتا ہے اور نہ دنیا میں کوئی مرتبہ

پا سکتا ہے۔ اسلئے سب سے پہلے اپنی سیرت بناؤ اور اپنے کردار کی تعمیر کرو، اور جب یہ حاصل ہو جائیں تو آپ مطمئن ہو جائیں گے

اعلیٰ سیرت و کردار کے نمونے جسقدر آپ کو ہندوستان میں ملتے ہیں ان پر غور کیجئے۔ لوک مانیہ تلک، پنڈت مالویہ، پنڈت موتی لال نہرو، مہاتما گاندھی، پنڈت جواہر لال نہرو، محمد علی، مسٹر آصف علی، ڈاکٹر انصاری، حکیم اجمل خاں اور ابوالکلام آزاد کی سیرت و کردار ہمارے لئے نمونہ ہے جن پر ہم فخر کر سکتے ہیں۔ حیدرآباد میں بھی انوار اللہ خاں (فضیلت جنگ)، نواب عماد الملک، ڈاکٹر اگھور ناتھ چٹوپادھیائے، ملا عبدالقیوم اور نواب سر نظامت جنگ بطور نمونہ پیش کئے جا سکتے ہیں اور اس وقت بھی پرنسپل عبدالرحمن خاں، نواب زین یار جنگ، نواب عالم یار جنگ، سید خورشید علی، ڈاکٹر ناظر یار جنگ، نواب مہدی نواز جنگ، نواب کیقباد جنگ، راجہ سر کشن پرشاد، ڈاکٹر بی رام کشن راؤ اور پنڈت نرسنگ راؤ (مدیر رعیت) جیسے نمونے بفضلہ موجود ہیں۔



کہ پنڈت نہرو نے فرمایا کہ بین الاقوامی نقطۂ نظر سے ۱۹۶۰ء ایک منحوس سال ہے
پس معلوم ہوا کہ پنڈت جی کو نجوم میں بھی [illegible] ہے اسی لئے تو مرکزی حکومت نجوم کی سرپرستی کر رہی ہے

کہ وزیر صحت مسٹر ڈی۔ پی۔ راجو نے فرمایا کہ ملیریا سے ہر سال (۲۴) لاکھ آدمی مرتے ہیں۔
کیوں نہ ملیریا کے مچھروں کی پرورش وسیع پیمانہ پر کی جائے تاکہ (۴۸) لاکھ آدمی مرنے لگیں اسطرح اضافۂ آبادی کا حل نکل آئے۔

کہ میر بلد مسٹر وید پرکاش ویاج نے ایک تجویز پیش کی ہے کہ چار بچوں کے بعد پیدا ہونے والے ہر بچہ پر محصول عائد کیا جائے ؎

بال کس کا ہے مری جان یہ نرگس کا ہے
ٹیکس پہ ٹیکس لگاؤ نہیں ڈر کس کا ہے

کہ بے روزگاروں کے لئے ایک بزرگوار نے "روحانی عمل" ایجاد کیا ہے ؎

کما کھانے کے کیا کیا ڈھنگ ہیں یار؟

کہ کانگریس کے ۱۹۶۲ء کے انتخابی منشور پر بحث ہو رہی ہے
بحث تو منشور کی پابندی پر ہونی چاہیے۔

کہ چین کا (۴۰۰۰) ہزار میل تو مستی کا وفد آئندہ ماہ برما کا دورہ کرے گا
برما والے دعا کرتے ہونگے
تجّل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو

کہ مینی پور کے ناگاؤں نے پولیس پارٹی پر حملہ کر دیا جسکی وجہ سے ایک کانسٹبل زخمی ہوا
آج تک مینی پور والے ناچنے میں مشہور تھے لیکن اب معلوم ہوا کہ یہ لوگ جھگڑنے جھانجی بھی [illegible] پیدا کر رہے ہیں۔

کہ کانگریس فروری ۱۹۶۱ء میں اپنے قیام کے (۷۵) ویں سال میں قدم رکھ رہی ہے۔ لہٰذا ورکنگ کمیٹی نے کانگریس کی ڈائمنڈ جوبلی منانے کا فیصلہ کیا ہے ؎

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

کہ ۱۷ اگست کو تمام ملک میں "خاندانی منصوبہ بندی کا دن" منایا گیا
نہ معلوم اس موقع پر یہ شعر کیوں یاد آیا
وعدہ ترا بھی گویا منصوبہ تھا
دس سال کے بعد بھی جو پورا نہ ہوا

کہ حیدرآباد پولیس نے سٹہ اور [illegible] بازی کے [illegible] گرفتار کیا
[illegible] سٹہ بازی کے علاوہ [illegible] بھی ہوتے ہیں اور [illegible] ہیں ؎
[illegible] جاری ہے

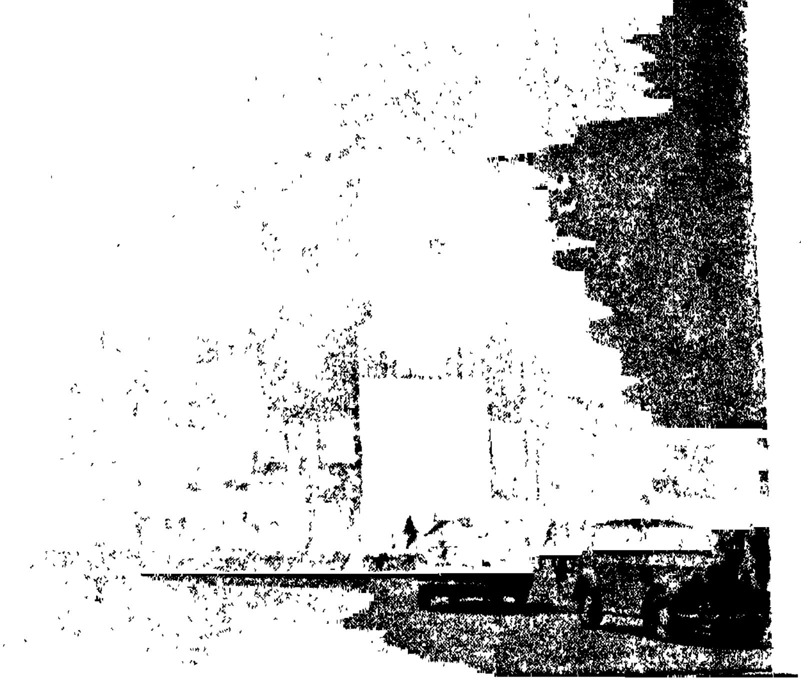
تیر آزاد اہل حق کا ترجمان اور صاحب ذوق کا اخبار ہے

قطعہ

دعوےٰ صدق نگر باطل نیست || کشتی گر نیست نگر ساحل نیست
گفت ایں قیس کہ لیلےٰ غائب || بر سر ناقہ نگر محمل نیست

(آمدہ از تذکرۂ ماغ)

SHIRAZ



REGD. H.507.

SHIRAZ URDU WEEKLY.

CHADERGHAT GATE HYDERABAD DN.

